صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

اتوار، ۲۱ جون ۱۹۸۷ء

(یک شنبہ ۲۳ شوال ۱۴۰۷ھ)

جلد ۱۰ .... شمارہ ۱۳

سرکاری رپورٹ

مندرجات

اتوار، ۲۱ جون ۱۹۸۷ء

صفحہ نمبر

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ ۷۹۷
اراکین اسمبلی کی رخصت ۷۹۸
مسئلہ استحقاق ۸۰۳
میزانیہ بابت سال ۸۸-۱۹۸۷ء پر عام بحث (جاری) ۸۰۴

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس

اتوار 21 جون 1987ء

(یک شنبہ ۲۳ شوال ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں شام 5 بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب
ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب
والنبین ۚ واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی و
المسکین وابن السبیل ۙ والسائلین وفی الرقاب ۚ واقام
الصلوۃ واتی الزکوۃ ۚ والموفون بعھدھم اذا عھدوا ۚ
والصبرین فی الباساء والضراء وحین الباس ۗ اولئک
الذین صدقوا ۖ واولئک ھم المتقون○
یسئلونک ماذا ینفقون ۖ قل ما انفقتم من خیر فللوالدین
والاقربین والیتمی والمسکین وابن السبیل ۗ وما تفعلوا من
خیر فان اللہ بہ علیم○ س بقرہ آیات ۱۷۷۔ ۲۱۵

نیکی کچھ اس بات پر موقوف نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق و مغرب کی طرف کر لو بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ جو اللہ پر، آخرت پر، فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور مال و دولت باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دیں اور قرض سے دبی ہوئی گردنیں آزاد کرانے پر خرچ کریں اور نماز پڑھیں زکوٰۃ دیں۔ اور جب عہد کر لیں تو اس کو پورا کریں۔ اور سختی میں تکلیف میں اور معرکہ کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے اور سچے لوگ ہیں۔

اے پیغمبر! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کس طرح مال خرچ کریں کہہ دیجئے کہ جو چاہو خرچ کرو مگر اہل استحقاق پر درجہ بدرجہ ماں باپ کو رشتہ داروں کو یتیموں کو محتاجوں و مسافروں کو سب کو دو۔ اور جو بھی نیکی و بھلائی پر خرچ کرو گے بے شک اللہ اس کو بخوبی جانتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار محمد صادق صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے :-

گزارش ہے کہ مورخہ 87-6-11 کو میں کسی نجی کام کی وجہ سے اسمبلی میں حاضر نہ ہو سکا براہ کرم رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے :-

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار غلام عباس صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے :-

معروض ہوں کہ میں سرکاری دورے پر نیپال تھائی لینڈ اور فلپائن جا رہا ہوں۔ میں 6 / 21 تا اختتام اجلاس میں حاضر نہ ہو سکوں گا۔ لہٰذا ان ایام کی رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے :-

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست رائے نور احمد کھرل صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے :-

میں بوجہ ایک ضروری مصروفیت 14 تا 15 تاریخ کو اجلاس میں حاضر نہ آسکا ہوں۔ لہٰذا دو یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:-

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے ہے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب عبدالمجید صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

گزارش ہے کہ مورخہ 14-6-87 تا 15-6-87کو بوجہ ضروری کام حاضر نہیں ہو سکا۔ براہ مہربانی مذکورہ دو یوم کی رخصت عطا فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:-

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست حافظ محمد سعید صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

جناب گزارش ہے کہ فدوی بوجہ بیماری مورخہ 10-11-14 و 15 جون اپنی حاضری نہ دے سکا۔ لہٰذا 4 دن کی چھٹی منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:-

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست مہر محمد سلیم صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

مودبانہ گزارش ہے کہ میں نے ایک ضروری کام کے سلسلے میں اسلام آباد جانا ہے لہٰذا مورخہ 17-6-87 کو رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:-

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری محمد اسلم صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

I am ailing and have been admitted in Services Hospital Lahore. Therefore I may please be granted leave of absence from 11th June to 20th June, 1987.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:-

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست رائے رب نواز صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

It is respectfully submitted that I am admitted in Mayo Hospital kindly sanction me leave from 17th June to 30th June, 1987.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:-

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست کمال خان صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

اسلام علیکم میں مورخہ 16-6-87 کو بوجہ طبیعت خراب ہونے کے اجلاس میں نہ آسکا رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار نذر محمد جتوئی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔

گزارش ہے 14-6-87 تا 16-6-87 تک بوجہ تکلیف حاضر نہیں ہو سکا۔ لہٰذا التماس ہے۔ کہ ان ایام کی رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد اکرم صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔

گزارش ہے میں ایک ضروری کام کے 9 اور 10 جون 1987ء کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکا۔ مجھے ان دو یوم کی رخصت فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے ہے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری غلام رسول صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔

It is respectfully requested that I was unable to attend the session on 15th and 16th June due to some my private task at Gujrat.

It is therefore requested that two days leave for 15th and 16th June may please be sanctioned and oblige.

Thanks.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب فضل حسین راہی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں جناب کی طرف سے رولنگ چاہتا ہوں کہ آیا کورم کی کمی کی نشان دہی پر جناب سپیکر کی طرف سے پندرہ منٹ کے لئے ملتوی کیا ہوا ہاؤس پینتیس (35) منٹ تک ملتوی رہ سکتا ہے؟

جناب سپیکر: اس میں غالباً" رولز یہ ہیں کہ جس وقت کورم کی نشان دہی کی جائے گی اور اس کے بعد اگر کورم نہیں ہے تب ہاؤس پندرہ منٹ کے لئے' یا نصف گھنٹے کے لئے ملتوی ہو سکتا ہے۔ تو بلا شبہ اس وقت ہم نے پندرہ منٹ کے لیے ملتوی کیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ پندرہ منٹ کا مطلب پندرہ منٹ ہی ہوتا ہے' پینتیس منٹ تو نہیں ہو سکتا۔ پندرہ منٹ کے لئے ملتوی ہے تو پھر پندرہ منٹ کے لئے ہے اور اگر آدھ گھنٹے کے لئے ہے تو پھر آدھ گھنٹے کے لئے ہے اور اگر ایک گھنٹے کے لئے ہے تو ایک گھنٹے کے لئے ہے۔

جناب فضل حسین راہی: تو جناب سپیکر' گزشتہ دن جب کورم کی نشان دہی کی گئی تھی تو آپ نے ہاؤس کو پندرہ منٹ کے لئے ملتوی کیا تھا۔ لیکن وہ ہاؤس پینتیس منٹ سے زیادہ ملتوی رہا تھا۔ اس بارے میں جناب کیا ارشاد فرمائیں گے؟

جناب سپیکر: سپیکر کے منہ سے جو ایک بات کہی جاتی ہے' وہ ریکارڈ ہوتی ہے۔ جس وقت ہم نے ایوان کو یہاں پندرہ منٹ کے لئے ملتوی کیا تھا' وہ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد گھنٹی بجا دی گئی تھی۔ ٹھیک پندرہ منٹ کے بعد۔ اور اس کے بعد میں نے یہاں آکر گنتی کروائی اور کورم نہ ہونے کے باعث اس کو ملتوی کر دیا۔ تو اس میں وہ کون سی بات ہے جس میں آپ مزید رولنگ چاہتے ہیں؟

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! اس ایوان کی یہ روایات رہی ہیں کہ اگر سپیکر صاحب ہاؤس کو پندرہ منٹ کے لئے ملتوی کریں تو پھر پندرہ منٹ کے بعد گھنٹی بجتی ہے۔ اور جب سپیکر صاحب کو یہ اطلاع مل جائے کہ کورم ہو گیا ہے' وہ تشریف لے آتے ہیں۔ جناب قائد حزب اختلاف گواہ ہیں کہ پندرہ منٹ کی بجائے آدھ آدھ گھنٹہ بھی گھنٹیاں بجتی رہیں اور سپیکر صاحب جب آتے ہیں تو وہ اعلان کر دیتے ہیں کہ کورم نہیں ہے۔ یہ فیصلہ سپیکر صاحب کو دینا ہوتا ہے۔ اس سے پہلے یہ کہنا کہ اتنی دیر کیوں ہو گئی ہے' یہ تو کوئی بات نہیں۔ سپیکر صاحب کی صوابدید پر ہے۔

میاں ممتاز احمد قتیانہ : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں یہ رولنگ چاہوں گا کہ کیا سپیکر کے Conduct کو اسمبلی میں زیر بحث لایا جا سکتا ہے؟

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر، میں چاہوں گا کہ آپ قتیانہ صاحب کو سپیکر کے Conduct کے بارے میں ایک لیکچر ارشاد فرمائیں۔ میں نے سپیکر کے Conduct کے بارے میں کوئی اعتراض نہیں اٹھایا۔

جناب سپیکر: میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سپیکر Conduct کے بارے میں آپ کا کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ نے ایک طریقہ کار کے بارے میں دریافت کیا ہے جس کا میں نے آپ کو جواب دے دیا ہے۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 30 جناب مہر محمد سلیم کی طرف سے ہے۔

جناب مہر محمد سلیم : جناب سپیکر! میں پارٹی کے ڈسپلن کی پابندی کرتے ہوئے اپنی تحریک واپس لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر31 جناب قاضی عبدالحکیم کی طرف سے ہے۔

رانا پھول محمد خان : جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے اس تحریک استحقاق کے محرک اپنے بھائی فاضل رکن سے یہ اپیل کروں گا کہ یہ تحریک استحقاق ابھی ایوان میں پڑھنے کے قابل نہیں ہے اگر وہ اس کو ملتوی کروا لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ غالبا" وہ میری اس اپیل کو منظور فرما لیں گے۔

قاضی عبدالحکیم : جناب سپیکر! میں رانا پھول صاحب کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں اور اس تحریک استحقاق کی پیروی نہیں کرنا چاہتا۔

جناب سپیکر: وہ تحریک واپس لیتے ہیں۔

میزانیہ بابت سال 88-1987 میں عام بحث (جاری)

جناب سپیکر: آج کے بزنس میں ایک تبدیلی کی گئی ہے۔ آج ووٹنگ ہوئی تھی۔ لیکن آج بجٹ پر پھر بحث ہو گی۔ میرے یہ نوٹس میں لایا گیا تھا کہ کچھ صاحبان ضروری طور پر اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں جو نہیں کر سکے۔ اس میں فنانس منسٹر بھی ہیں جو رولز کے تحت اختتامی تقریر کرنے کے مجاز ہیں' بلکہ انہیں بجٹ پر رولز کے تحت ہی اختتامی تقریر کرنی چاہیے۔ جو وہ کورم پورا نہ ہونے کی وجہ سے نہیں کر سکے۔ اس لئے آج بجٹ پر دوبارہ بحث ہو گی۔ کچھ صاحبان کے نام تو میرے پاس آئے ہیں جو اس پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ قبل اس کے کہ فنانس منسٹر صاحب بجٹ پر اختتامی تقریر کریں' جو صاحبان بات کرنا چاہتے ہیں' وہ مجھے اپنے نام بھجوا سکتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ گزارش کروں گا کہ اگر وہ ارکان اسمبلی وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اپنی تقریریں نہ کریں اور وزیر خزانہ صاحب ہی کو فرما دیں کہ وہ بحث کو سمیٹیں تو زیادہ بہتر ہو گا' کیونکہ ہم تھکے ہوئے آئے ہیں اور پھر ہم نے واپس جا کر کچھ دیر آرام بھی کرنا ہے۔ ارکان اسمبلی نے تمام دن سفر کیا ہے۔ اگر وہ قربانی دے دیں' تو پھر وہ عام بحث والے دن کر سکتے ہیں۔ آپ انہیں اجازت بخشیں۔

چودھری محمد صدیق سالار: جناب سپیکر کے حکم کے بعد کہ اگر ارکان اسمبلی میں سے کوئی بجٹ پر بحث کرنی چاہیئے تو اسے اجازت ہے' میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کی بڑی فراخ دلی ہے۔ لہٰذا اگر ہم میں سے کوئی صاحب بھی بات کرنی چاہے تو آپ کے حکم کو ماننا چاہیئے۔ بہرحال کسی نہ کسی کونے میں مجھے بھی وقت دے دیجئے گا۔

جناب سپیکر: مسز شاہدہ ملک

بیگم شاہدہ ملک (حلقہ خواتین): شکریہ! جناب سپیکر! جناب والا! 88-1987ء کے بجٹ کی سب سے اچھی بات اس کی صحیح ترجیحات ہیں۔ تعلیم' صحت' زراعت اور ماحول کو مناسب اہمیت دے کر وزیر خزانہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ صوبہ کے مسائل اور حالات سے وہ بخوبی آگاہ ہیں اور ان کا عوام کی ضروریات پوری کرنے کا مصمم ارادہ ہے۔ البتہ صوبہ کے عام مالی حالت کی جانب تشویش اس بجٹ میں بدستور برقرار ہے۔ نیشنل فنانس کمشن کی رپورٹ نہ آنے سے صوبوں کو جو نقصانات پہنچ رہے ہیں وہ

اس بجٹ میں نمایاں طور پر عیاں ہے۔ مثلاً ایک عام اصول یہ ہے کہ Revenue Receipts سے Revenus Expenditure نہ صرف پورا ہو' بلکہ کچھ فاضل رقم کیپٹل بجٹ کے لئے بھی دی جا سکے۔ اس بجٹ میں صورت یہ ہے کہ ریونیو بجٹ میں خسارہ ہے' کیپٹل بجٹ میں آمدنی اتنی کم ہے کہ کیپٹل بجٹ کا غیر ترقیاتی بجٹ بھی اس سے پورا نہیں ہو رہا ہے۔

جناب والا! ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ نیشنل فنانس کمشن کی رپورٹ کا کام جلد سے جلد ختم کرائیں۔ جناب والا! جو بھی نیا مالی انتظام تشکیل پاتا ہے وہ صوبوں کو اپنے محصولاتی اور غیر محصولاتی آمدنی کے ذرائع میں اضافے کا موقع بہم پہنچاتا ہے تاکہ صوبے مرکز سے گرانٹ اور قرضہ مانگنے کا محتاج نہ رہیں۔ ان قرضوں کی ادائیگی بمع سود جس رفتار سے بڑھ رہی ہے اس کا تقاضا ہے کہ نیا مالی انتظام جلد از جلد وجود میں آئے۔ وزیراعظم کے پانچ نکاتی پروگرام کی طرف جو خصوصی توجہ دی گئی ہے وہ بھی یقیناً" خوش آئند ہے۔ لیکن جناب والا! اس پروگرام پر عملدرآمد کے سلسلے میں کچھ باتیں ضروری ہیں۔ عام خواندگی کا پروگرام بہت مناسب ہے۔ لیکن اگر ان خواندہ لوگوں کو بالخصوص بالغ خواندہ لوگوں کو اپنی ضرورت کے لحاظ سے پڑھنے کی چیزیں مہیا نہ کی گئی ہوں تو کچھ عرصہ گزرنے کے بعد خواندگی ناخواندگی میں بدل جانے کا اندیشہ ہے۔ بالغ خواندگی کے پروگرام میں نوخواندہ لوگوں کو پڑھنے کے مواد کی تیاری کا جز بھی اس میں شامل ہونا چاہیئے۔ تاکہ نوخواندہ لوگوں کو جو مواد چاہیئے وہ ان کو مہیا ہو سکے۔

اسی طرح 3 مرلہ سکیم وقت کی اہم ضرورت ہے یہ بہت اچھی سکیم ہے۔ لیکن امید کرنی چاہیئے کہ اس سے نئی کچی آبادی بڑھنے کے رجحانات کی حوصلہ شکنی ہو گی۔ اگر ایسا نہ ہوا تو کچی آبادیوں میں اضافہ ایک لامتناہی سلسلہ بن جائیگا۔ اس سلسلے میں جناب والا جو انتظامی کوتاہیاں کچی آبادیوں کے اضافہ میں معاون ثابت ہوئی تھیں ان کا سدباب کرنا بھی ضروری ہے۔ ماحول کے سلسلے میں Enormental Protection Agency بنانے کا خیال بھی اچھوتا اور وقت کی ضرورت کے عین مطابق ہے۔ جناب والا! عموماً" کسی مسئلہ کے حل کے بارے میں ہم اس وقت سوچنا شروع کرتے ہیں جب وہ مسئلہ وسیع اور پیچیدہ ہو چکا ہوتا ہے۔ لیکن اس ادارے کا قیام ظاہر کرتا ہے کہ ہم نے صحیح وقت پر ایک صحیح فیصلہ کیا ہے۔ جس کے لئے بلاشبہ جناب وزیر خزانہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ صنعتی ترقی اور ٹرانسپورٹ میں اضافہ سے ماحول پر جو بُرا اثر پڑ رہا ہے۔ اور ہوا اور پانی میں آلودگی بڑھ رہی ہے۔ وہ بھی اس مد میں جہاں اس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ لیکن اس میں جناب والا جہاں جہاں پہلے سے

آلودگی ہو چکی ہے وہاں اس پر عمل درآمد کی ضرورت ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ ضروری ہے کہ جہاں نئی صنعتیں بن رہی ہیں اور ماحول میں آلودگی پیدا ہونے کا عمل ابھی ابتدائی مراحل میں ہے وہاں روک تھام کا عمل شروع کیا جائے۔ روزگار کے واقع مہیا کرنے کا مسئلہ جناب والا توجہ کا مستحق ہے۔ اور یہ مسئلہ نئی روشنی سکولوں اور دیگر ذرائع سے سرکاری ملازمتیں مہیا کر کے محدود پیانے پر ہی حل ہو گا مسئلہ کا اصل حل نجی شعبہ میں روزگار کو ترقی دینا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقے کے لئے روزگار کا حصول روز بروز دشوار ہوتا جا رہا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ ہماری حکومت اس کے سماجی اور اقتصادی اثرات سے بخوبی آگاہ ہے۔ اس بیروزگاری کو ختم کرنا ہمارے منصوبہ سازوں اور لیڈروں کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے۔ اس ضمن میں دیہی علاقوں میں بیروزگاری خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ اگر اس مرحلہ پر مناسب روک تھام نہ کی گئی تو اندیشہ ہے کہ دیہاتوں سے شہروں کی طرف ہجرت جو پہلے ہی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ اس میں مزید اضافہ ہو گا۔ اور حکومت کو اس بڑھتی ہوئی شہری آبادی کے لئے سہولیات بہم پہنچانے پر مزید وسائل خرچ کرنے پڑیں گے۔ میری تجویز ہے کہ دیہی علاقوں میں تجارتی سرگرمیوں میں بہت گنجائش ہے زرعی پیداوار جس کی قیمتیں جس طرح بڑھ رہی ہیں اس کے حساب سے منڈیوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہونا چاہیے۔ دور دراز علاقوں میں یا بڑی منڈیوں سے دور علاقوں میں چھوٹی چھوٹی منڈیاں قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسے جیسے جناب والا زرعی اور دیہی آمدنی میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دیہی آبادی کی طلب اشیاء صرف اس لئے بڑھ رہی ہے۔ جن چیزوں اور خدمات کو آج تک محض شہری آبادی کے لئے مخصوص سمجھا جاتا تھا مثلاً ٹی وی۔ بنکنگ۔ انشورنس۔ پٹرول پمپ۔ مشینری کی دیکھ بھال اور مرمت وغیرہ وہ اب دیہی آبادی کی بھی ضروریات بن رہی ہیں۔ اس کے لئے جناب والا ضروری ہے کہ اس قسم کی ضروریات کے لئے منصوبہ بندی کر کے کمرشل ایریا دیہی علاقوں میں مناسب جگہوں پر قائم کئے جائیں۔ اور وہاں سرمایہ کاری اور روزگار دیہی آبادی کے لئے مخصوص ہوں اس طرح جناب والا ہم دیہاتوں کو وہ سہولیات مہیا کر سکیں گے جو شہری زندگی کا حصہ ہیں۔ اور جس کو حاصل کرنے کے لئے دیہی آبادی شہروں کا رخ کرتی ہے۔ تجارتی سرگرمیوں میں بھی آج کل بہت اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر یہی کام مناسب منصوبہ بندی اور ترتیب سے ہو تو اس کے نتائج اور بھی بہتر نکلیں گے۔ آخر میں جناب والا! میں اپنی بات دوبارہ دہراؤں گی میں پہلے بھی اس معزز ایوان کے سامنے کہہ چکی ہوں اگر ہم نے دیہی آبادی کو شہروں کی جانب ہجرت سے روکنا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ذرائع روزگار کا رخ دیہاتوں کی طرف موڑ دیا جائے اور پابندی لگا دی

جائے کہ آئندہ صنعتیں صرف چھوٹے شہروں اور دیہی علاقوں میں ہی لگائی جائیں گی۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: محترمہ نجمہ تابش الوری صاحبہ۔

بیگم نجمہ تابش الوری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ بجٹ پر تو میرے بہت سے بہن بھائی اپنے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔ میں ناچیز کیا کر سکوں گی۔ بہرحال میں تو بجٹ ہی کے سلسلے میں ایک بات یاد دلانا چاہتی ہوں کہ ہمارے وزیر خزانہ نے بقول رفیق بھائی کے مبارک و سلامت کا بجٹ پیش کیا ہے۔ لیکن جب میاں نواز شریف صاحب نے بڑا دل رکھتے ہوئے بھی دولتمند ہوتے ہوئے بھی ایک غریب اور ہمدرد دل رکھتے ہیں۔ انہوں نے ہر علاقہ کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ہر محکمہ کو انصاف مہیا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ان کے اعلانات بھی اس قسم کے آتے رہتے ہیں۔ تو جناب والا! میاں صاحب جب لال ہو یا ہرا میں میاں ریاض حسین پیرزادہ کی دعوت میں شجرکاری کی مہم کے سلسلے میں گئے تھے وہاں پر کہا تھا کہ بہاولپور سے مجھے بڑی محبت ہے۔ لیکن مجھے بڑی حیرت ہے کہ اس بجٹ میں بہاولپور کا کہیں نام نہیں ہے۔ اور کسی بھی ترقیاتی منصوبے میں بہاولپور کا نام نہیں ہے۔ صرف سیاحتی حصوں کو ان کا حصہ دیا گیا ہے۔ جناب والا! بہاولپور۔ لیہ۔ مظفر گڑھ' راجن پور' ڈیرہ غازی خان ایک پسماندہ علاقے ہیں۔ اور وہاں پر غربت۔ جہالت زیادہ ہے۔ بیروزگاری زیادہ ہے۔ وہاں پر ترقیاتی منصوبوں کا کام ہونا لازمی ہے۔ اور میں حکومت وقت سے یہ مطالبہ کرتی اور میری تجویز بھی یہ ہے کہ ایسے علاقوں کی طرف وہ اپنی توجہ دیں۔ جیسا کہ وزیراعظم کے پانچ نکاتی پروگرام کی طرف سے ہے کہ حکومت کو دیہی علاقوں میں زیادہ سے زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ اور زیادہ سے زیادہ ترقیاتی فنڈز دیہی علاقوں میں خرچ کئے جانے چاہئیں۔ ہسپتال خواہ لاہور کا ہو یا بہاولپور کا ہو خواہ احمد پور کا ہو ادویات کا مستحق ہوتا ہے اسی طرح سے ہمارے بہت سے مریض ادویات کی وجہ سے لاچار بیکار اور بے بس ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جناب والا آپ کے متوازن بجٹ بنانے میں اور آپ کے اس سفر میں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اور یہ مسلم لیگی بجٹ ہے۔ یہ بجٹ جیسا بھی ہے ہمیں قبول ہے۔ اور ہم آئندہ بھی یہ کوشش کریں گے کہ ہم آپ کے ساتھ آپ کے قدم سے قدم ملا کر آگے بڑھیں اور اس سفر میں کامیابی کی نئی منزلیں اور نئی راہیں تلاش کریں۔

جناب سپیکر: چودھری محمد رفیق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں نے تو اسے مبارک سلامت کا بجٹ کہا تھا بیگم صاحبہ اس کو

اجاب و قبول کا بجٹ بنا رہی ہیں۔

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب میں بہاولپور کی رہنے والی ہوں مبارک سلامت سے تو میں یہی سمجھتی ہوں آپ نے انہیں مبارکباد پیش کی تھی لہٰذا جب آپ نے پیش کی ہے تو میرا فرض بنتا ہے کہ میں آپ سے زیادہ پیش کروں۔ جناب والا اب میں چاہتی ہوں کہ ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے صاف ستھری اور سیدھی سادھی قیادت پر زور دیا ہے۔ سیاست پر زور دیا ہے۔ سچائی پر زور دیا ہے۔ میں آپ کو یہ یقین دلوانا چاہتی ہوں کہ ہماری خواتین مثلاً ڈاکٹر نبیلہ کو گنگا رام میں مارا گیا۔ ادویات کے نہ ہونے پر جو ہماری پیشہ ور خواتین فیلڈ میں ہیں ان کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے ان کے تحفظ کی ذمہ داری حکومت دلوائے۔ اور پی آئی اے کی ہوسٹس نے بھی یہی کہا ہے کہ ہمیں تحفظ حاصل نہیں ہے۔ خدا را آپ لوگ میرا اشارہ حکومت کی طرف ہے اپنے کہے ہوئے الفاظ کا پاس رکھیں۔ اور چادر اور چار دیواری کا تقدس کا احترام کریں۔ بے شک خواتین کو بھی چاہیے کہ وہ اپنا احترام کروائیں۔ لیکن مردوں پر بھی یہ لازم ہے کہ ہر بڑے مرد کے پیچھے ایک عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ قائداعظم کو ایک ماں نے پالا۔ ایک عورت نے پالا اسی طرح سرسید احمد خان کو ایک ماں نے پالا۔ ایک بہن نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا۔ اسی طرح سے مائیں بہنیں بیٹیاں قابل احترام، قابل عزت اور قابل تقدس ہوتی ہیں۔ ان کے تقدس کو برقرار رکھنا چاہیے۔ وہ جہاں بھی ہوں ہمارے اداروں میں ان کے تحفظ کی ضمانت دی جانی چاہیئے۔ جناب فنانس منسٹر! میں آپ سے گزارش کرونگی۔

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب والا۔ رانا پھول محمد خاں کا پوائنٹ آف آرڈر مجھے پسند نہیں آیا۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر پر میں یہ گزراش کرونگا کہ آپ کو تو پتہ نہیں کہ کیا وزیر خزانہ پسند کریں گے لیکن میں گزارش کروں گا کہ ہم تو ان کا احترام کرتے ہیں اور یہاں مردوں اور عورتوں کا جھگڑا بجٹ پر نہیں چھڑتا۔ ان کے بجٹ میں کمی نہیں آئی۔ ہمارے پاس جو ہوتا ہے اس سلسلے میں گھر کے بجٹ کی مالکہ عورت ہی ہوتی ہے۔ ہم ان کا احترام کرتے ہیں۔ لیکن جہاں وہ کہتی ہیں کہ ہم ماں کا درجہ بھی رکھتی ہیں اس ہاؤس میں کوئی رکن ایسا نہیں کہ جن کی ماں وہ عمر کے لحاظ سے بن سکتی ہوں۔ اس لئے ماں والے الفاظ انہیں واپس لینے چاہئیں۔

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب سپیکر! ماں ماں ہوتی ہے۔ چاہیئے وہ بڑے بچوں کی ہو یا جوان بچوں

کی ہو یا چھوٹے بچوں کی ہو۔ جب اس میں ماتا کا جذبہ بیدار ہو جاتا ہے تو وہ ایک ماں ہو جاتی ہے۔ رانا پھول محمد خاں صاحب کی تو اب میں ماں نہیں بن سکتی کیونکہ وہ پھول ہی نہیں رہے وہ ڈنٹھل ہی ہیں۔ تو اب اگر وہ پھول نہیں رہے اور ڈنٹھل ہیں تو میں ڈنٹھل کی ماں کیسے بن سکتی ہوں۔ میں تو پھول جیسے معصوم بچے کی ماں بن سکتی ہوں۔ اور اب میں آئندہ سے انہیں رانا پھول کی بجائے رانا ڈنٹھل کہا کرونگی۔ رانا ڈنٹھل۔

جناب پیٹر گل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب رانا پھول صاحب کہہ رہے ہیں کہ جب مجھ پر پھولوں کی بہار تھی اس وقت مجھے پتہ ہی نہیں چلا۔ اس لئے میں مجبور ہوں۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ! آپ اپنی بات جاری رکھیئے۔

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب والا! میں وزیر خزانہ کو مبارکباد دیتی ہوں کہ انہوں نے عوام پر کم سے کم ٹیکس لگائے۔ اور ان کا بوجھ ہلکا کیا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب والا! میں عرض کر رہی تھی کہ وزیر خزانہ صاحب نے عوام پر کم سے کم ٹیکس لگا کر ان کا بوجھ ہلکا کیا ہے۔ مگر میری درخواست ہے کہ جو رقومات جن مدوں میں رکھی گئی ہیں ان کو صحیح حکمت عملی اور اچھی منصوبہ بندی کے تحت خرچ کریں اور آئندہ عوامی احتساب سے بچیں۔ جناب سپیکر! اس ایوان کی معرفت وفاقی حکومت سے التماس کرونگی کہ وہ جلد از جلد قومی مالیاتی کمشن کے تحت ایوارڈ کا اعلان کرے۔ ہم انقلابی اقدام میں اپنی حکومت کے ہمسفر ہیں اور قدم سے قدم ملا کر ان کے ساتھ مشکلات سے گزرنے کی ہمت رکھتے ہیں۔ مگر یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اور بہاولپور کو۔ لیہ کو۔ راجن پور کو اور ڈیرہ غازی خان کو ٹیکس فری زون قرار دیا جائے۔ نیز خواتین کے لئے زیادہ سے زیادہ بہتر سہولتیں مہیا کی جائیں۔ خواتین کو ان کا جائز حق ملے کیونکہ خواتین محنت زیادہ کرتی ہیں مگر صلہ کم ملتا ہے۔ جناب والا۔ بجٹ قابل تحسین ہے۔

ایک معزز رکن: مثلاً۔

بیگم نجمہ تابش الوری: باقی بجٹ قابل تحسین ہے اور "مثلاً" کا جواب یہ ہے کہ باقی بجٹ قابل تحسین ہے۔ اور آپ کی پرسوں کی بات بھی قابل تحسین تھی کہ آپ کی وجہ سے ہمیں آج دوبارہ

بولنے کا موقع ملا۔ جناب والا! میں وفاقی حکومت اور اپنی صوبائی حکومت کو مبارک باد پیش کرتی ہوں کہ ان نامساعد حالات میں ایک انقلابی قدم اٹھایا ہے۔ اور یہ مسلم لیگ کی کامیابی کی واضح دلیل ہے۔

پاکستان زندہ باد۔

جناب سپیکر: جناب فنانس منسٹر!

جناب وزیر خزانہ (چودھری ممتاز حسین) : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! بجٹ پر چھ روز بحث ہوئی۔ تمام پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا۔ میں آپ کا اور معزز ایوان کا تہہ دل سے شکرگزار ہوں کہ مجموعی طور پر بجٹ 88-1987ء معزز اراکین نے سراہا ہے۔ اس کامیابی کے حصول میں ------

چودھری محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چودھری محمد رفیق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں یہ بات ریکارڈ پر لانا ضروری سمجھتا ہوں بلکہ اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جناب وزیر خزانہ نے یہ فرمایا ہے کہ چھ روز اس بجٹ پر عام بحث جاری رہی۔ چھٹا روز تو ان کے لئے مخصوص ہے یہ دن بحث عام کے لئے مخصوص نہیں تھا یہ درستگی فرمالی جائے۔

MR. SPEAKER: This is not a point of order. I am sorry. Chaudhri Sahib don't interrupt please.

جناب وزیر خزانہ: اس کامیابی کے حصول میں اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال تھا۔ آپ کی اور معزز اراکین کی دعائیں اور نیک تمنائیں ساتھ تھیں۔ یہ میری انتہائی خود غرضی ہوگی کہ میں محکمہ خزانہ کے افسروں اور اہلکاروں کی تعریف نہ کروں جنہوں نے اس بجٹ کو تیار کرنے میں دن رات محنت کی ہے۔ راتیں جاگ کر گزاری ہیں اور پھر یہ بجٹ بنانے میں میرا کوئی ایسا کارنامہ شامل نہیں ہے۔ قائد ایوان وزیراعلیٰ پنجاب کی ہدایات اور راہنمائی نے ہمیں اس قابل بنایا کہ ہم بفضل خدا ایک اچھا بجٹ بنانے میں سرخرو ہوئے۔ یقین کیجئے اگر ان کی دانشمندی اور مہارت ہمارے ساتھ شامل حال نہ ہوتی تو ہمارے لئے ایسا بجٹ پیش کرنا ممکن نہ تھا۔ جناب سپیکر! بجٹ پر بحث کے دوران تقریباً" ہر سیکٹر کے متعلق بات ہوئی ہے۔ اعتراضات بھی ہوئے ہیں تجاویز بھی آئی ہیں۔ میں کوشش کرونگا کہ سیکٹر

وار جواب دوں اور معزز اراکین کو مطمئن کروں۔

جناب سپیکر! کچھ معزز اراکین نے اعتراض کیا کہ غیر ترقیاتی اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ اور ان میں ہر سال اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ میں ان کی خدمت میں اطلاعاً عرض کرونگا کہ ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات کی درجہ بندی صرف فراہمی سرمایہ کے طریقہ کار کی خاطر ہوتی ہے۔ حقیقت میں نظم ۱۰
عامہ، عدلیہ، تحفظ امن و امان اور سرکاری قرضوں کی ادائیگی جیسی مدات کے علاوہ باقی تمام حکومتی اخراجات کا مقصد عوامی اثاثہ جات کی تشکیل، ان کی دیکھ بھال یا عوامی خدمات مہیا کرنا ہوتا ہے۔ یہ اخراجات قومی ترقی کے لئے ہوتے ہیں اور اصل میں یہ بھی ترقیاتی اخراجات ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہسپتال یا سکول کی تعمیر، اس میں سازو سامان ترقیاتی اخراجات ہیں۔ لیکن ایسے Infrastructure کو قائم کر دینے سے کام کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک کہ اس ہسپتال کو چلانے یا سکول کو چلانے کے لئے ڈاکٹر، ماتحت عملہ، ٹیچر، اور دیگر عملہ مہیا نہ کیا جائے۔ منصوبہ تب ہی مکمل ہوگا جس وقت اس کو عوام کے استعمال کے لئے پوری طرح یعنی ہر طرح سے لیس نہ کر لیا جائے۔ اس لئے ہم ایسے اخراجات کو غیر ترقیاتی نہیں کہہ سکتے جو کہ ترقیاتی کاموں کے ساتھ Related ہوتے ہیں۔ اور جیسے جیسے ترقیاتی اخراجات بڑھتے گئے اسی طرح غیر ترقیاتی اخراجات بھی بڑھتے گئے۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ غیر ترقیاتی اخراجات کی مد میں اس سال انشاء اللہ تعالیٰ میں اپنے ساتھی وزراء کرام کے ساتھ اور جناب قائد ایوان کی سرپرستی میں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس دفعہ ان اخراجات میں کوئی غیر ضروری خرچ نہیں کیا جائے گا اور اس بات کا پورا خیال رکھا جائے گا کہ کوئی دھاندلی نہ ہو۔ کوئی ہمارا پیسہ ضائع نہ ہو اور قوم کا یہ سرمایہ پوری طرح استعمال ہو سکے۔

(ہائے تحسین)

جناب والا! کچھ معزز اراکین کا اعتراض تھا کہ قومی مالیاتی کمشن کے ایوارڈ میں تاخیر سے پنجاب کے حقوق کو نقصان پہنچا ہے۔ یہ بات حقائق پر مبنی نہیں یہ درست ہے کہ قومی مالیاتی کمشن کی سفارشات میں تاخیر تمام صوبوں کے بجٹوں میں خسارے کا باعث بنی ہے، لیکن اس سے کسی بھی صوبہ کے حقوق کو نقصان نہیں پہنچا ہے، حکومت پنجاب اپنے غیر ترقیاتی اخراجات کی ضرورت کے مطابق وفاقی حکومت سے ہر سال رقوم لیتی رہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قومی مالیاتی کمشن کے ایوارڈ کے مل جانے کی صورت میں یہ رقوم قابل تقسیم وفاقی محاصل میں پنجاب کے حصہ کی صورت میں فراہم کی جائے گی۔ اس وقت یہ رقوم تمام صوبوں کو خصوصی وفاقی گرانٹ کی صورت میں مل رہی ہے۔ کمشن

کی میٹنگ بجٹ کے بعد انشاء اللہ 8 جولائی کو ہو رہی ہے۔ وفاقی حکومت بھی اس سلسلہ میں کوشاں ہے کہ یہ ایوارڈ جلد از جلد مل جائے۔ تاکہ تمام صوبوں کے حقوق متعین ہو جائیں۔ انشاء اللہ ہمیں امید واثق ہے کہ اس معاملہ میں صوبوں کے جائز حقوق کا پورا خیال رکھا جائے گا۔ اور سب سے انصاف کیا جائے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! تعلیم کے سیکٹر میں اعتراضات ہوئے ہیں - تجاویز آئی ہیں پہلی یہ کہ Shelterless Schools کو عمارتیں مہیا کی جائیں - اس سلسلہ میں میں یہ عرض کروں گا کہ ایسے سکولوں کو مرحلہ وار عمارتیں مہیا کی جا رہی ہیں موجودہ مالی سال 87-1986ء میں 972 سکولوں کو عمارتیں مہیا کی گئی ہیں 88-1987ء میں 960 ایسے سکولوں کو عمارتیں مہیا کی جائیں گی۔ اس کے علاوہ پرائمری ایجوکیشن پراجیکٹ کے تحت عالمی بنک کے تعاون سے سال 1991ء تک 5200 ایسے سکولوں کو عمارتیں مہیا کی جائیں گی اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک بغیر عمارت کے تمام سکولوں کو عمارتیں مہیا نہیں ہو جاتی ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) سکولوں' کالجوں' اور دیگر تمام تعلیمی اداروں کی Consolidation کے متعلق بات ہوئی تھی تو اس سلسلہ میں میں یہ گزارش کروں گا کہ جیسا کہ ہم سب کو یہ معلوم ہے کہ وزیراعظم کے پانچ نکاتی پروگرام کے تحت خواندگی کی شرح کو بڑھانے کے لئے ہماری اولین ترجیح یہ تھی کہ ہم زیادہ سے زیادہ پرائمری سکول قائم کر سکیں۔ اور پرائمری سکولوں کو اپ گریڈ کر سکیں۔ اور اسی لئے ہماری تمام ڈویلپمنٹس اسی سمت میں ہو رہی تھی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سال اور اگلے مالی سال 88-1987ء کے بعد انشاء اللہ ہم ان عمارتوں' سکولوں اور کالجوں کے معاملہ میں اتنے خود کفیل ہو جائیں گے کہ اگلے مالی سال 89-1988ء سے انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھرپور توجہ consolidation کی طرف دیں گے اور جہاں جہاں پر بھی ایسی چیزوں کی ضرورت ہے مثلاً ہوسٹلز یا دیگر چیزوں کی ضرورت ہے' انہیں انشاء اللہ پورا کیا جائے گا۔ ایک اعتراض یہ آیا تھا کہ قومیائے گئے سکولوں کی مرمت کے لئے اس مالی سال میں رقم تھوڑی رکھی گئی ہے اور اس طرف کوئی دھیان نہیں دیا جا رہا ہے۔ میں یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ مارشل لاء دور میں بھی ایسے سکولوں کے لئے ایک مخصوص فنڈ رکھا جاتا تھا لیکن اس حکومت نے ایسے اداروں کی بری حالت کو دیکھ کر ان رقوم کو بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔ اس مالی سال میں تقریباً 7 کروڑ روپیہ سپیشل مرمت کی مد میں رکھ کر ایسے اداروں کی مرمت کی گئی ہے اور آئندہ مالی سال میں تقریباً اتنی ہی رقم اس کی مرمت کے لئے رکھی جا رہی ہے۔ اور یہ بھی سلسلہ انشاء اللہ اس وقت جاری رہے گا جب

تک ایسے تمام اداروں کی مرمت نہیں ہو جاتی اور وہ بالکل ٹھیک ٹھاک نہیں ہو جاتے (نعرہ ہائے تحسین) ایک شکوہ یہ آیا تھا کہ سکول غیر آباد پڑے ہیں۔ جناب والا! میں بصد احترام یہ گزارش کروں گا کہ جس معزز رکن نے یہ شکوہ کیا ہے۔ وہ شکوہ تو ہمیں اپنے آپ سے کرنا چاہیے تھا۔ حقیقت یہ
۱۰ ہے کہ حکومت سکول بنا رہی ہے' سکول بنا چکی ہے اور سکول بناتی رہے گی لیکن سکولوں کو آباد کرنے کے لئے اگر ہم صرف یہ حکومت کے ذمہ ڈال دیں کہ وہ بچوں کو سکولوں میں بھیجے گی تو میں یہ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حکومت اگر اس مد میں دس ہزار آدمی بھی ان کی Supervision کے لئے اس کی Motivation کے لئے ' ملازم رکھ لے تو بھی یہ کام مکمل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ہم لوکل کونسل کی سطح سے لے کر ایم۔ این۔ اے کے سطح تک خود یہ کوشش نہیں کرتے ہیں اور Society کو Local Community کو motivate نہیں کرتے۔ اور ان کی ترجیحات کو نہیں بدلتے ہیں۔ (جیسا کہ میں اپنی بجٹ تقریر میں عرض کر چکا ہوں) اس وقت تک یہ کام ممکن نہیں ہو گا۔ اور اگر ہم اس کام کو نہیں کریں گے۔ تو میں یہ سمجھوں گا کہ یہ ہماری کوتاہی ہو گی۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم جہاں کہیں بھی ہیں اور جس لیول پر ہیں آج سے یہ کام شروع کر دیں کہ ہم وہاں اپنے حلقہ کے والدین خصوصاً جاہل لوگ ' ہمارے وہ ان پڑھ بھائی جو کہ دیہاتوں میں ہیں انہیں یہ سمجھائیں انہیں Motivate کریں تاکہ وہ اپنے بچوں کو سکولوں میں بھیجیں۔ جہاں تک حکومت کا کام ہے۔ حکومت نے اس سلسلہ میں پہلے ہی ایک پلان دے دیا ہے اور مقامی اساتذہ کو یہ Incentive دیئے جا رہے ہیں۔ ان کو ڈبل ترقیاں دی جائیں گی۔ جو کہ زیادہ سے زیادہ بچوں کو سکولوں میں لائیں گے ان کو Increments ملیں گی اور انعامات ملیں گے۔ Incentive ملیں گے۔ لیکن میں یہ دوبارہ عرض کروں گا کہ اس سلسلہ میں آپ صرف حکومت کی کوششوں پر ہی تکیہ نہ کریں ۔ ہم سب کا یہ فرض ہے کہ ہم اس نیک کام میں اس نیک مقصد میں' اس نیک مشن میں آگے بڑھیں اور اس نیک مقصد کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پورا کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا ! فنی تعلیم کے سلسلہ میں یہ اعتراض تھا کہ اس مد میں بہت تھوڑے پیسے رکھے گئے ہیں۔ میں یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ پچھلی دفعہ کے بجٹ میں یعنی 1986-87ء کے بجٹ میں 42 نئے Commercial Insitute کھولے گئے۔

35 Vocational Institutue کھولے گئے اس کے علاوہ اور کافی اس مد میں خرچ کیا گیا ہے۔ لیکن اب ضرورت یہ تھی کہ 1987-88ء میں ایسے سکولوں اور Institutions کو Equip کیا جائے۔ اس میں ضروری سامان دیا جائے تاکہ یہ ادارے رواں دواں ہوں۔ انشاء اللہ اس سے اگلے سال

1988-89ء میں دوبارہ زیادہ سے Commercial Instituteh اور ٹیکنیکل ادارے
Vocational Institute کھولے جائیں گے۔

جناب سپیکر' یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ڈاکٹر دیہات میں نہیں جاتے ہیں۔ یہ کسی حد تک درست نہیں ہے۔ حالانکہ حالات پہلے سے کافی بہتر ہیں۔ حکومت ڈاکٹرز کو ہر ممکن Incentive دے رہی ہے۔ دیہی ہسپتالوں کے ساتھ ساتھ ان کی رہائش کا بندوبست اور دیگر سہولیات دی جا رہی ہیں اور اس کے علاوہ بھی مراعات دی جا رہی ہیں اور دیہی ہسپتالوں کو ملازمت کے لئے زیادہ سے زیادہ Attractive بنا دیا جائے مزید اس پر یہ کہ مالی سال 88-1987ء میں 4500 ڈاکٹروں کو ملازمتیں دی جاتی رہی ہیں جس کا مطلب صرف اور صرف یہی ہے کہ جہاں پر Basic Health Units یا
Rural Health Centres خالی پڑے ہیں وہاں ڈاکٹر کو بھیجا جائے تاکہ یہ شکایت بھی دور ہو سکے۔

جناب والا! معزز اراکین نے زراعت کے سلسلہ میں بھی اعتراضات کئے ہیں اور تجاویز بھی پیش کی ہیں۔ پہلا اعتراض یہ تھا Tube Well Subsidy بارانی اور نہری علاقوں میں تناسب سے دی جائے۔ حکومت ہر سال گیارہ سو ڈیزل Tube Wells کے لئے دو کروڑ روپے کے فنڈز مہیا کرتی ہے۔ بارانی علاقہ میں فی ٹیوب ویل بیس ہزار روپے ' دریائی علاقہ میں 18 ہزار روپیہ اور نہری علاقہ میں 16 ہزار روپے کی Subsid فی ٹیوب ویل دی جاتی ہے۔ حکومت کی ہر ممکن کوشش ہو گی اور ہوتی ہے کہ بارانی علاقے اپنے حصے سے محروم نہ ہوں کیونکہ وفاقی حکومت کی ہدایات کے تحت کم ترقی یافتہ علاقوں کی طرف خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی زیر بحث لائی گئی کہ دوسرے اضلاع میں جہاں جہاں موسم کی خرابی سے نقصان ہوا ہے ان کی بھی تلافی کی جائے۔ عیسیٰ خیل میں بجلی کے کنکشن کاٹے جا رہے ہیں۔ بہاولنگر میں عدم ادائیگی کی صورت میں کسانوں کو جیل میں بھیجا جا رہا ہے۔ یہ تینوں مسئلے قائد ایوان کی خدمت میں پیش کئے جا چکے ہیں اور اس سلسلے میں قائد ایوان کی طرف سے پہلے ہی ایک کمیٹی کام کر رہی ہے۔ اس لئے میں کمیٹی سے گزارش کروں گا کہ ان مسائل کا فوری نوٹس لیا جائے تاکہ غریب کسانوں کو مزید تنگ نہ کیا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! بلا سود قرضوں کے حصول میں مشکلات کا ذکر ہوا ہے' میں اس اجلاس سے پہلے ہی' وہ ممبر بورڈ جو کہ پنجاب کے لئے مختلف بنکوں کی طرف سے مقرر ہوئے ہیں' میں ان سے پہلے ہی ایک میٹنگ کر چکا ہوں اور یہ معاملہ بھی زیر بحث آیا تھا اور میں نے انہیں ہدایت کی تھی کہ اس

معاملے میں کسانوں کو مشکلات پیش آتی ہیں۔ انہیں یا تو قرضے ملتے ہی نہیں یا پھر بروقت نہیں ملتے۔ اس لئے آپ اس کے متعلق کوئی فوری اقدام کریں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس اجلاس کے فوراً بعد ان سے دوبارہ میٹنگ کروں گا اور میں یہ دیکھوں گا کہ یہ قرضے کسانوں کو فوری طور پر بھی ملتے ہیں بروقت بھی ملتے ہیں اور کسی مشکل کے بغیر بھی ملتے ہیں۔ ایک معزز رکن نے یہ اعتراض بھی کیا کہ کسانوں کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی۔ میں اپنے اس بھائی سے یہ عرض کروں گا کہ ترقیاتی بجٹ کا 72 فیصد دیہاتوں پر خرچ ہو رہا ہے۔ اور دیہاتوں میں کسان ہی رہتے ہیں' کاشت کار رہتے ہیں اور دیہاتوں میں ان لوگوں کے لئے کام ہو رہا ہے۔ ان کسانوں کے لئے کام ہو رہا ہے جو کہ دیہاتوں میں رہ رہے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ اعتراض بجا نہ تھا کیونکہ حکومت ویسے ہی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے کہ کاشت کاروں اور کسانوں کو ہر لحاظ سے (Up grade) کیا جائے اور انہیں ہر قسم کی ممکن سہولت باہم پہنچائی جائے۔

جناب سپیکر! ایک معزز رکن نے تجویز دی کہ Drinking Water Supply Authority قائم کی جائے۔ اس لئے کہ شاید پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ 100 کروڑ روپے کے ترقیاتی منصوبوں پر عمل در آمد نہ کر سکے۔ میں ان کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ محکمہ صحت عامہ کے انتظامی ڈھانچہ میں آئندہ مالی سال 88-1987ء سے ضروری اور مناسب حد تک اضافہ کیا جا رہا ہے۔ موجودہ 9 سرکل کے علاوہ 2 نئے سرکل اور 29 ڈویژن کے علاوہ 6 نئے ڈویژن تجویز کئے گئے ہیں۔ اسی طرح سب ڈویژنوں کی تعداد 84 سے بڑھا کر 136 بڑھائے جانے کی تجویز ہے۔ اس توسیع کے بعد Utilization کے نہ ہونے کا خدشہ باقی نہیں رہے گا اور اس لئے اتھارٹی کے قیام کی ضرورت بھی نہیں رہے گی۔

دیہات میں صنعتوں کے متعلق کافی معزز اراکین نے نشاندہی کی ہے میں اپنی بجٹ تقریر میں بھی اس کا تفصیلاً ذکر کر چکا ہوں' میں اب دوبارہ یہ بتائے دیتا ہوں کہ حکومت اس سلسلہ میں دیہات میں چھوٹی چھوٹی صنعتیں قائم کرنے کے لئے اور وہیں کے آباد لوگوں کو جو کہ دیہات میں رہ رہے ہیں' چھوٹے زمیندار ہیں' ان کو ترجیحی بنیاد پر ہر سہولت دینے کے لئے کوشاں ہیں تاکہ دیہات میں بے روزگاری ختم ہو' خوشحالی بڑھے اور شہروں کی طرف آبادی کی رجحان نہ رہے۔ حکومت نے وفاقی وزارت خزانہ سے اس غرض کے لئے 100 کروڑ کی Credit Ceiling مانگی ہے۔ کوشش یہی ہے کہ یہ منظوری ملنے کے بعد اس کام کو جلد از جلد شروع کر دیا جائے۔ اور دوسری کوشش یہ بھی ہو گی کہ اگر یہ ہمیں Credit Ceiling مل جائے تو یہ Soft Loan کی صورت میں ملے۔ تاکہ ہم صنعتیں قائم

کرتے کرتے کہیں ایسا نہ ہو کہ غریب کاشت کاروں کو قرضے کے جنجال میں پھنسا دیں۔ انشاء اللہ ہم کوشش کریں گے اور قائد ایوان اپنی پہلی فرصت میں جب بھی اسلام آباد جائیں گے وفاقی حکومت سے بات کریں گے اور جب بھی ہمیں وہ 100 کروڑ روپے کی Credit Ceiling ملتی ہے ہم انشاء اللہ ساتھ ہی دیہاتوں میں صنعتیں قائم کرنے کا پروگرام شروع کر دیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! بارانی علاقوں میں ٹیوب ویل لگانے کی بات بھی ہوئی تھی اس سلسلے میں عرض کئے دیتا ہوں کہ بارانی علاقوں میں ٹیوب ویل لگانے کے لئے واپڈا نے کافی تحقیق کی ہے۔ لیکن کچھ جغرافیائی صورت حال اور موسمی بارشوں کے دنوں میں ندی نالوں کا بھر جانا اور پھر پانی کی دستیابی کا نہ ہونا۔ اس کی وجہ سے اور زیر زمین آبی ذخیرہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ کام نہیں ہو سکا۔ ایسے علاقوں میں چھوٹے ڈیم تعمیر کرنا بھی ضروری ہے' جس سے آبپاشی کے لئے اور پینے کے لئے پانی حاصل کیا جا سکتا ہے اب تک بارانی علاقوں میں 19 سمال ڈیم تعمیر کئے جا چکے ہیں اور سمال ڈیمز کا ایک جامع منصوبہ تقریباً" 78 کروڑ روپے کی لاگت سے سال رواں شروع ہے جس کے تحت آئندہ 6 سالوں میں تقریباً" 12 نئے ڈیم تعمیر کئے جائیں گے۔ حکومت اس لحاظ سے پسماندہ علاقوں مثلاً پوٹھوہار' میانوالی' ڈیرہ غازی خان' کے دور افتادہ علاقوں اور ڈیرہ غازی خان کے پسماندہ علاقوں میں زندگی کی بنیادی سہولتیں پہنچانے کے لیے ایسے ہی ترجیحات دیئے ہوئے ہیں اور اس بات کا خاص خیال رکھے ہوئے ہیں کہ ایسے بد قسمت علاقے جہاں پر پینے کے پانی کے حصول کے لئے کوسوں دور جانا پڑتا ہے۔ جلد از جلد ایسے انتظامات کئے جائیں کہ وہاں کے عوام کی صدیوں کی یہ محرومی ختم ہو جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ایک معزز رکن نے یہ تجویز پیش کی کہ Matching Grant کے تحت ہر مرکز اور یونین کونسل کو برابر کا حصہ ملنا چاہیئے۔ گزارش یہ ہے کہ Matching Grant سکیم کے تحت مختلف اضلاع کے مابین رقوم کی تقسیم طے شدہ فارمولا کے تحت کی جاتی ہے کل رقم کا 50 فیصد تمام اضلاع میں مساوی تقسیم کیا جاتا ہے۔ جب کہ بقایا 50 فیصد Weightage Criteria کے تحت تقسیم کیا جاتا ہے۔ جس میں ہر ضلع کی آبادی' رقبہ اور دیہات کی تعداد کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ حکومت ہر ممکن کوشش کرے گی اور اس بات کا پورا دھیان رکھے گی کہ ہر یونین کونسل کو پہلے کی طرح پہلے 50 فیصد جو کہ مساوی بنیاد پر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اس مد میں ہر یونین کونسل کو مساوی رقوم مہیا کی جائیں۔
(نعرہ ہائے تحسین)

ایک محترم رکن نے دانشوروں کے فنڈ کے متعلق فرمایا تھا۔ دانشور کسی بھی سوسائٹی کے بڑھی

لکھی Elite ہوتی ہے اور ان کے مسائل پر غور نہ کرنا۔ سوسائٹی کا ان دانشوروں پر زیادتی ہو گی۔ اس کے لئے اسی سوچ کے تحت قائد ایوان نے دانشوروں کی امداد کے لئے اور ان کے مسائل حل کرنے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ اس کی رپورٹ قائد ایون کو بھیجی جا چکی ہے۔ اور اس کے متعلق قائد ایوان جلد ہی فیصلہ کریں گے اور ان کے مسائل کا انشاء اللہ تعالیٰ جہاں تک ممکن ہوا حل تلاش کیا جائے گا۔

جناب والا! سیم و تھور کے عذاب کو ختم کرنے کے لئے یہ حکومت پہلے ہی بے دریغ خرچ کر رہی ہے۔ کیونکہ یہ بیماری ہماری زمینوں کو برباد کر رہی ہے۔ 88-1987ء میں اس مد میں 78 کروڑ 65 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ Drainage اور Reclamation کے لئے 7 کروڑ 95 لاکھ ـــ Remodelling Maintenance کے لئے 2 کروڑ 20 لاکھ روپے اور مرمت ٹیوب ویل، سکارپ کے لئے 55 کروڑ 49 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جس تیزی سے یہ سیم اور تھور ہماری زمینوں کو چاٹ رہی ہے اس میں حکومت بھی اس چیز کو اولین ترجیح دیئے ہوئے ہے کہ اس میں جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے ہم اس بیماری پر قابو پائیں۔ کیونکہ ہم Agro -Economy ہیں اور ہم کسی طور پر بھی اسے نظر انداز نہیں کر سکتے کہ ہماری زمینیں برباد ہوتی رہیں اور ہم کوئی اور سوچیں سوچتے رہیں۔ تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس معاملہ میں پوری کوشش کی جائے گی کہ جتنی جلد ہو سکے ہم اس بیماری پر قابو پائیں۔

جناب والا ! معزز اراکین نے پارچہ بافوں کے مسائل کی نشاندہی کی تھی۔ ان کے جملہ مسائل جناب قائد ایوان کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ قائد ایوان معاشرے کے کسی بھی حصہ کے مسائل سے غافل نہیں انشاء اللہ جلد ہی پارچہ بافوں کے مسائل کا ممکن حل تلاش کیا جائے گا۔
جناب والا ! معزز اقلیتی نمائندوں نے بھی کچھ مسائل کی نشاندہی کی تھی ان کی رپورٹ بھی قائد ایوان کو بھیجی جا رہی ہے اور میں انہیں مطلع کر دینا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کے جتنے جائز مسائل ہیں ان کو حل کیا جائے گا۔ جناب سپیکر! ایک معزز رکن نے اعتراض کیا ہے کہ کچی آبادیوں کے مسائل کو حل کرنے کے سلسلے میں شور زیادہ ہے لیکن کام کم ہے ان کا یہ بھی خیال ہے کہ کوآرڈینیشن کا فقدان ہے - جناب سپیکر میں آپ کے توسط سے معزز رکن پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ پنجاب ہی تھا جہاں سے کچی آبادیوں کی محرومیوں کی آواز اٹھی تھی۔ یہ کوئی سیاسی ڈرامہ نہیں ہے کچی آبادیوں کی بہبود وزیراعظم کے پانچ نکاتی پروگرام کا حصہ ہے اور اس کو کسی صورت نظر انداز

نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کچی آبادیوں میں رہنے والے غریب عوام کو بنیادی سہولتیں پہنچانے کا پروگرام ہے جو کہ اس حکومت کا منشور ہے۔ کچی آبادیوں کی دیکھ بھال کے لئے علیحدہ ڈائریکٹوریٹ قائم کیا جا چکا ہے۔ پورے صوبے میں کچی آبادیوں کا سروے ہو چکا ہے اور ان کچی آبادیوں میں ترقیاتی کام جاری ہے البتہ یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ ان کچی آبادیوں کے لوکل کونسلز کے ممبر حضرات جو کہ اس ایوان کے ممبر نہیں ہیں' آنے والے الیکشن کے پیش نظر ان ترقیاتی کاموں میں اپنی ذاتی پروجیکشن کر رہے ہیں - اور اپنی ذاتی پروجیکشن کے لئے Exploit کر رہے ہیں۔ میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ کچی آبادیوں میں ترقیاتی پروگرام وزیراعظم کے پانچ نکاتی پروگرام کے تحت ہو رہا ہے اور یہ کسی فرد واحد کا کارنامہ نہیں ہے۔ ایسی لوکل کونسلز جس پروگرام کو ذاتی سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کریں گی ان کے فنڈز منجمد کر دیئے جائیں گے اور ایسی جگہوں پر کچی آبادیوں کا ترقیاتی پروگرام حکومت اپنے ذرائع سے کرے گی ...... (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! کچھ ارکان نے محکمہ پولیس کی کارکردگی اور پولیس کو دیئے گئے فنڈز پر نکتہ چینی کی ہے۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ ہمارے پاس پولیس کسی بھی سٹینڈرڈ سے مطلوبہ تعداد میں نہیں ہے اور نہ ہی جدید تقاضوں کے تحت سازو سامان سے لیس ہے۔ ہمیں پولیس کو ایک اچھے معیار پر لانے کے لئے نفری بھی بڑھانا ہے۔ ساز و سامان بھی دینا ہے اور خصوصاً ان کی ٹریننگ پر زور دینا ہے کیونکہ ٹریننگ کے سلسلہ میں ہماری پولیس کا معیار بہت نیچے ہے۔ ہمیں پولیس کو اچھے معیار پر لانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا ہو گی پھر ہی امن عامہ کی صورتحال بہت بہتر ہو سکتی ہے۔ رہا پولیس کے کردار پر اعتراض تو میں عرض کروں گا کہ قائد ایوان جہاں پولیس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے کوشاں ہیں ساتھ ساتھ پولیس کے عوام کے ساتھ برتاؤ اور ان کے فرض ناشناسی وغیرہ پر بھی کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں۔ ایک پالیسی کے تحت قائد ایوان فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہ اس محکمہ کو جو کہ صوبہ میں امن و امان قائم رکھنے کا ذمہ دار ہے پوری طرح Renovate کریں گے اور ایسی کالی بھیڑیں جو کہ اس محکمہ کی اور حکومت کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں انہیں کسی صورت معاف نہیں کیا جائے گا ...... (نعرہ ہائے تحسین) اور اچھے فرض شناس' صاحب کردار لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر! واپڈا کی کارکردگی پر اعتراض ہوئے کہ واپڈا فرض شناسی سے کام نہیں کر رہا' گاؤں میں کھمبے نصب کئے جاتے ہیں اور چھ چھ ماہ بجلی کے کنکشن نہیں دیئے جاتے ہیں اور کاغذوں میں ان گاؤں کو بجلی فراہم شدہ لسٹ میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ میں نے اور جناب وائیں صاحب نے

قائد ایوان کے حکم پر پچھلے دنوں تمام ڈویژنوں کا دورہ کیا تھا' ایم پی اے صاحبان سے ملاقاتیں ہوئیں' ایک شکایت عام تھی کہ واپڈا کی کارکردگی تسلی بخش نہیں ہے۔ وزیراعظم کے پانچ نکاتی پروگرام میں اگر کہیں ہمیں شکایت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو سب سے زیادہ بجلی کی فراہمی کا ہے۔ نہ جانے واپڈا کی وجوہات کیا ہیں بہرحال میں قائد ایوان سے گزارش کروں گا کہ وہ اس معاملہ کو وفاقی حکومت کے نوٹس میں لائیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ واپڈا کی کارکردگی درست نہ ہونے کی وجہ سے پانچ نکاتی پروگرام متاثر ہو ـــ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ایک معزز رکن نے الزام لگایا کہ سات مرلہ سکیم کے تحت صرف مسلم لیگیوں یا ان کے رشتہ داروں کو پلاٹ دیئے جاتے ہیں ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ یہ خبر جو انہیں ملی ہے اس میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ حکومت بلاشبہ مسلم لیگ کی ہے لیکن عوام کے ووٹوں سے منتخب ہوئی ہے اور عوام کو سہولتیں بہم پہنچانے میں یہ حکومت کوئی تخصیص نہیں کرتی ہے۔ کیا دیہات میں سکول' سڑکیں' مرکز صحت' واٹر سپلائی سکیمیں' بجلی صرف مسلم لیگ کے ممبروں کے لئے مختص ہے؟ کیا ایک سڑک پر صرف مسلم لیگی ہی چلتا ہے؟ کیا ایک سکول میں صرف مسلم لیگ کے ممبر کا بچہ ہی داخل ہو سکتا ہے؟ کیا ایک ہسپتال میں صرف مسلم لیگی ہی علاج کے لئے جاتا ہے؟ کیا واٹر سپلائی سکیم سے صرف مسلم لیگی ہی پینے کا پانی استعمال کرتا ہے؟ کیا بجلی صرف مسلم لیگیوں کے گھروں میں سپلائی کی جا رہی ہے؟ نکتہ چینی برائے نکتہ چینی کوئی قابل تحسین چیز نہیں ہے۔
آپ یاد رکھیں کہ یہ حکومت عوام کی ہے' عوام کے لئے، عوام کی خدمت کر رہی ہے' عوام کی خدمت کرتی چلی جائے گی۔

جناب سپیکر! پاکستان مسلم لیگ ایک پرامن معاشی' سماجی انقلاب پر یقین رکھتی ہے۔ ہم بڑے لوگوں کی ملازمت کرنے نہیں آئے۔ ہم ان غریبوں کی خدمت کرنے آئے ہیں جو اپنی معاشی اور سماجی پہچان کھو بیٹھے ہیں۔

جناب سپیکر! کچھ ٹیکسوں کی بات ہوئی تھی۔ ٹیکس کی چوری evasion کی بات ہوئی تھی۔ ٹیکسوں کی وصولی کے لئے کچھ تجاویز آئی تھیں۔ میں عرض کئے دیتا ہوں کہ قائد ایوان نے پہلے ہی سے ہمیں ہدایات دے رکھی تھیں۔ جب ابھی ہمارا بجٹ بن رہا تھا تو قائد ایوان نے ہمیں ہدایات دے دی تھیں کہ چاہے کچھ بھی ہو کوئی ایسا ٹیکس نہ لگایا جائے کہ جس کا اثر غریب عوام پر ہو ـــ (نعرہ ہائے تحسین) اس لئے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ چاہے ہمیں خسارے کا بجٹ پیش کرنا پڑے' چاہے ہمیں کچھ

کرنا پڑے ہم ان Shirtless, Sleeveless غریبوں پر کبھی بھی ٹیکسوں کا بوجھ نہیں ڈالیں گے ـــــ (نعرہ ہائے تحسین) چاہیئے وہ شہروں میں رہتے ہوں چاہے دیہات میں۔ ہم انہیں معاشی انصاف دیں گے۔ سماجی پہچان دیں گے یہی حکومت کی پالیسی ہے اور یہی قائد عوام کا نعرہ ہے۔ ٹیکسوں کی چوری کے متعلق میں پہلے ہی اپنی بجٹ تقریر میں عرض کر چکا ہوں کہ ہم اپنی وزارت خزانہ کے سیل کو وسعت دے رہے ہیں اور اس معاملہ میں ہمیں قائدایوان کی واضح ہدایات ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو سکے کوئی قومی سرمائے کا ضیاع نہیں ہونا چاہیے۔ اور ٹیکس کی وصولی کا جو پہلے کام ہو رہا ہے اس کو ٹھیک طرح اور بہتر طور سے کیا جائے اور محکمہ جات میں جو قومی دولت کا ضیاع ہوتا ہے اسے بھی روکا جائے۔ انشاء اللہ اپنے وزرا کرام کے ساتھ مل کر پوری کوشش کروں گا کہ اس قومی سرمایہ میں ایک پیسے کا بھی نقصان نہ ہو۔ ٹیکس کی وصولی بھی ٹھیک ہو اور سرمائے کا کہیں بھی ضیاع نہ ہو۔

جناب والا! قائد ایوان نے اپنی تقریر میں متعدد بار کہا ہے اور وہ اس میں یقین رکھتے ہیں کہ ہم بد دیانت افسروں کو معاف نہیں کریں گے۔ ہم بد دیانت افسروں کی نشاندہی کریں گے اور ان لوگوں کو کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ یہ لوگ ہمارے لئے بدنامی کا باعث بنتے ہیں جو ہمارے لئے بدنامی کا باعث بنے گا ہم اسے اپنا دوست نہیں سمجھ سکتے۔ ہم بد دیانت افسروں کی نشاندہی کریں گے۔ اور دیانتدار اور فرض شناس افسروں کو ایک علامت بنائیں گے ایک سمبل بنائیں گے تاکہ اچھے لوگوں کو ترغیب ملے اور ہماری سوسائٹی میں اور ہماری حکومت میں دیانتداری کا دور دورہ ہو سکے۔

جناب سپیکر! آخر میں میں آپ کے توسط سے اپنے تمام معزز اراکین سے گزارش کروں گا کہ آیئے ہم سب مل کر اس مقدس مشن میں' جو کہ ہمارے سامنے ہے اس میں قائد ایوان کا ہاتھ بٹائیں' ان کی ٹیم بن کر ساتھ چلیں۔ اور ایسے کام کر جائیں کہ آنے والی نسلیں ہم پر فخر کریں۔ انشاء اللہ شکریہ! جناب سپیکر' پاکستان پائندہ باد۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں ایک عرض پیش کرنا چاہوں گا کہ وزیر خزانہ نے سب پوائنٹس کو ٹیک اپ کیا ہے لیکن ایک پوائنٹ کو نظر انداز کر گئے ہیں اور اس کی وضاحت نہیں کی۔ میں نے عرض کی تھی کہ بچوں سے ہوٹلوں' قالینوں' ورکشاپوں پر کام لیا جاتا ہے اس بارے میں جناب سپیکر انہوں نے کوئی ارشاد نہیں فرمایا کہ حکومت بچوں کے لئے کیا کرے گی۔

جناب سپیکر: راہی صاحب تشریف رکھیے۔ اجلاس کل صبح 00 : 9 بجے تک کے لئے ملتوی ہوتا

ہے۔

(اس مرحلہ پر ایوان کی کارروائی پیر مورخہ 22 جون 1987ء 9 بجے تک کے لئے ملتوی کی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

سوموار، ۲۲ جون ۱۹۸۷ء

(دو شنبہ ۲۴ شوال ۱۴۰۷ھ)

جلد ۱۰ ...... شمارہ ۱۴

سرکاری رپورٹ

مندرجات

سوموار، ۲۲ جون ۱۹۸۷ء

	صفحہ نمبر
تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ	۸۲۳
اراکین اسمبلی کی رخصت	۸۲۴
سرحد اسمبلی کے رکن محمد سلطان کی وفات پر دعائے مغفرت	۸۲۵
مطالبات زر بابت سال 88-1987ء پر بحث اور رائے شماری	۸۲۶

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس

پیر 22 جون 1987ء

(دو شنبہ ۲۴ شوال ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 30-8 بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ
اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ ۝ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ
اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ
وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ
اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ع

سورہ مجادلہ۔ آیات ۲۰-۲۱-۲۲

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہایت ذلیل ہوں گے۔ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے بے شک اللہ زور آور اور زبردست ہے۔ جو لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے نہ دیکھیں گے۔ خواہ وہ ان کے باپ' بیٹے' بھائی یا ان کے خاندانوں کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان (پتھر کی لکیر کی طرح) لکھ دیا ہے۔ اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو بہشت میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہی اللہ کی جماعت ہے۔ اور یاد رکھو کہ اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہو گی۔ وما علینا الا البلاغ

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری پرویز الٰہی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

گذارش ہے کہ بندہ بوجہ مصروفیت مورخہ 17-6-87 ' 18-6-87 کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکا۔ براہ مہربانی دو یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب مہدی حسن بھٹی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

السلام علیکم میں مورخہ 15' 16 جون کو بوجہ بیماری اجلاس میں شرکت نہ کر سکا۔ برائے مہربانی 15' 16 جون کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست نواب زادہ مظفر علی خان صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

میں جمعرات 18-6-87 کو بوجہ ناسازی طبع اسمبلی کے اجلاس میں شمولیت نہ کر سکا۔ رخصت منظور کی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست کرنل نصیر احمد صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

گذارش ہے کہ میں ایک ضروری کام کی وجہ سے اسلام آباد جا رہا ہوں۔ مجھ کو 2 یوم کی چھٹی دی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سرحد اسمبلی کے رکن محمد سلطان کی وفات پر دعائے مغفرت

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ صوبہ سرحد کے ایک صوبائی ممبر کے بہیمانہ قتل کی طرف دلاؤں گی ان کے لئے تعزیت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

جناب سپیکر: ان کا نام کیا تھا؟

بیگم نجمہ تابش الوری: ان کا نام محمد سلطان شاہ مرحوم تھا۔

جناب سپیکر: ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

(اس مرحلے پر دعائے مغفرت کی گئی)

مطالبات زر بابت سال 88-1987ء پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر: اب ڈیمانڈ نمبر 10 کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔ حکومتی پارٹی اور حزب اختلاف کے درمیان ایک معاہدہ کی صورت میں باقی ڈیمانڈز کو ٹیک اپ نہیں کیا جائے گا۔ صرف ڈیمانڈ نمبر 10 زیر بحث آئے گی۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر' ڈیمانڈز کو ٹیک اپ کیا جائے گا لیکن اس بارہ میں کٹ موشنز نہیں ٹیک اپ کی جائیں گی۔

جناب سپیکر: آج صرف ڈیمانڈ نمبر 10 کی کٹ موشنز ٹیک اپ ہوں گی۔

وزیر زراعت: جناب' وہ ڈیمانڈز ٹیک اپ ہوں گی جن کے خلاف کٹ موشنز دینا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کے خیال کے مطابق آج وہ ڈیمانڈز ٹیک اپ ہوں گی جن پر کٹ موشنز نہیں ہیں ؟ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ؟

وزیر زراعت: ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ آج صرف وہ ڈیمانڈز ٹیک اپ ہوں گی جن کے بارے میں کٹ موشنز ہیں اور وہ بحث کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: میں یہی کہہ رہا ہوں آج صرف ڈیمانڈ نمبر 10 اور اس کے خلاف کٹ موشنز کو ٹیک اپ کیا جائے گا۔

سردار زادہ سید ظفر عباس: جناب والا! اس میں ایک چھوٹی سی گزارش ہے کہ ڈیمانڈ نمبر 1 سے 9 تک پیش ہوں گی اس کے بعد ڈیمانڈ نمبر 10 پیش ہو گی اور اس پر بحث ہو گی۔ پہلے آپ ڈیمانڈ نمبر 1 کو لیں گے پھر ڈیمانڈ نمبر 2 کو لیں گے۔ اسی طریقہ سے 10 تک ڈیمانڈز پیش ہوں گی۔ پہلے 9 پر بحث نہیں ہو گی لیکن ڈیمانڈ نمبر 10 پر بحث ہو گی۔

جناب سپیکر: سردار زادہ صاحب' اس طے شدہ فارمولا کے تحت ڈیمانڈ نمبر 10 پر جو کٹ موشنز ہیں وہ آئیں گی باقی ڈیمانڈز جن پر کٹ موشنز نہیں ہیں یا جن کی کٹ موشنز واپس لے لی گئی ہیں۔ گلوٹین میں آجائیں گی۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

کہ ایک رقم جو -/53,35,29,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کیلئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "انتظام عمومی" برداشت کرنا پڑیں گے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی:

کہ ایک رقم جو -/53,35,29,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد انتظام عمومی برداشت کرنے پڑیں گے۔

میاں محمد افضل حیات: میں اپوز کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس پر میاں افضل حیات' سید طاہر احمد شاہ۔ میاں محمد اسحاق۔ میاں ریاض حشمت جنجوعہ۔ چوہدری محمد رفیق جناب فضل حسین راہی۔ جناب غلام سرور خان۔ جناب سردار غلام عباس کی طرف سے کٹ موشنز ہیں۔ جناب انصاری پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہیں گے۔

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر! ڈیمانڈ 1 تا 9 اس کے متعلق یہ سمجھا جائے کہ انکے خلاف کٹ موشنز نہیں دی گئی ہیں اور یہ پیش نہیں ہوئی ہیں۔

جناب سپیکر: اسکے متعلق یہ سمجھا جائے گا کہ انکے متعلق کٹ موشنز تو آئی تھیں لیکن ان کے محرک ان کٹ موشنز کو ٹیک اپ نہیں کرنا چاہتے۔ اس لئے یہ واپس لے لی گئی تصور ہونگی۔

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر دوں کہ ان میں ایک دو کٹوتی کی تحاریک ایسی بھی ہیں جو تیسرے یا چوتھے دن آئیں گی۔ اس لئے جو رہ گئی ہیں ان کو گلوٹین کے دن ٹیک اپ کرلیں۔

وزیر زراعت: ہم نے جو میٹنگ کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ نے 10 سے شروع کرنی ہے تو 10

سے شروع کریں۔ اگر آپ تین پر بھی کٹ موشنز کرتے ہیں تو پھر 3 سے کیوں شروع نہ کیا جائے۔ پھر ہم نمبر 1 سے شروع کیوں نہ کریں جو آپ نے واپس لینی ہیں وہ واپس لے لیں۔ اور باقی پاس ہوتی چلی جائیں گی۔ جن پر آپ بحث کرنا چاہتے ہیں ان پر بحث کرتے چلیں۔

جناب سپیکر: اس میں یہ چاہوں گا کہ قائد حزب اختلاف کے ساتھ حکومت کی طرف سے جنہوں نے مذاکرات کئے ہیں اور یہ بات طے کی ہے آپ ان سے دریافت کر لیں۔ کیا آپ نے یہ بات کی ہے؟

وزیر زراعت: جی ہاں میں نے اور راجہ صاحب نے کی ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی کیا بات طے ہوئی ہے؟

وزیر زراعت: جناب سپیکر! یہی طے ہوا تھا کہ جو کٹ موشنز چار سبجیکٹ پر تھیں انکو ٹیک اپ کریں گے۔ اس میں نمبر 3 بھی آتا ہے اور غالباً 9 جو ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کے متعلق ہے وہ بھی ہے اس کو ٹیک اپ کریں گے۔ اسی طرح سے تین چار محکموں کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔ لیکن یہ Pick and choose والی بات کہ پہلے 10 کو لے لیں پھر تین لے لیں میرا خیال میں یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر: اس میں ہمارے پاس آپ کی طرف سے تحریر موجود ہے۔

وزیر زراعت: تحریر یہ ہے کہ ہمارے ان ان موضوعات پر کٹ موشنز آئیں گی۔

جناب سپیکر: ان پر دن بھی موجود ہیں اور تاریخ بھی موجود ہے۔ اس میں محکمے بھی موجود ہیں۔ قائد حزب اختلاف اور وزیر قانون صاحب کے دستخط بھی موجود ہیں۔

میاں محمد افضل حیات: اگر وزیر زراعت اپنے ہمسائے سے پوچھ لیتے تو درست تھا۔ اور اتنا وقت بھی ضائع نہ ہوتا۔

وزیر زراعت: یہ بعد میں ایڈجسٹمنٹ ہوئی ہے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میں یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ ایک روایتاً" بات چلی آ رہی ہے کہ کچھ موضوعات کو لے لیا جاتا ہے لیکن اس پر پابندی نہیں ہے پہلے دن عام طور پر نظم و نسق کو

لیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ اپنی کٹ موشن پیش کیجئے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:۔

کہ 53 کروڑ 35 لاکھ 29 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر10) " نظم و نسق عامہ " کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:۔

کہ 53 کروڑ 35 لاکھ 29 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر10) نظم و نسق عامہ کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

وزیر زراعت: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ اس پر کچھ ارشاد فرمانا چاہیں گے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! آج ہم اس مطالبہ پر بحث کریں گے جس کا تعلق نظم و نسق عامہ سے ہے۔ اور اسے سب سے اولیت اس لئے دی جاتی ہے کہ اس کا تعلق تقریباً ہر محکمے سے ہوتا ہے۔ اور یہ بنیادی طور پر ایک ایسا مطالبہ زر ہے جس میں بے شمار ایسی بے قاعدگیاں نظر آتی ہیں جن کو آپ کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے۔ جناب والا! ان اخراجات کے سلسلہ میں میں پہلے تھوڑی سی بات کفایت شعاری کے متعلق کروں گا جس کیلئے ایک مہم کا آغاز کیا گیا ہے۔ جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ کفایت شعاری کی مہم کا جو نعرہ لگایا گیا ہے یہ صرف عوام کی نظروں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ اور اس کا کسی صورت بھی کوئی فائدہ قومی بچت میں نہیں پہنچ سکے گا۔ کیونکہ ابھی تک بات صرف کاروں کی کی گئی لیکن دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ حکومت کی فضول خرچی کئی ایسی مدوں میں ہو رہی ہے کہ جس کا وہ ذکر بھی نہیں کرتے اور جن کے متعلق وہ یہ بھی نہیں کہتے کہ اس میں ہم یہ کمی کریں گے۔ جناب والا! بات گھر سے شروع ہونی چاہئے۔ جیسے یہ کہتے ہیں کہ Charity begins at home - جناب والا! اس بجٹ میں 23 وزیروں 11 مشیروں اور 23 پارلیمانی سیکرٹریوں کے اخراجات رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! جو بجٹ میں آیا ہے میں اس کی بات کر رہا ہوں۔ اگر درست کرنا تھا تو پہلے کیا جاتا تھا۔ جناب والا! اب اس میں آپ یہ فرمائیں کہ کفایت شعاری

کاروں میں ہونی چاہئے یا کاروں میں بیٹھنے والوں کی ہونی چاہئے۔ کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ اگر حکومت یہ فیصلہ کرتی کہ ہم کفایت شعاری کی خاطر اپنی یہ فوج ظفر موج جو کہ کورم بھی پورا نہیں کر سکتی' اس میں کمی کریں گے۔ بجائے اس کے کہ دوسرے اخراجات جن کا غریب عوام سے کوئی خاص تعلق نہیں ان کی بات کی جائے۔ جناب والا! جب بجٹ پیش کیا جاتا ہے تو اس میں ایک ایک پائی کا حساب ہوتا ہے۔ ایک ایک پیسے کا حساب کیا جاتا ہے۔ اگر کہیں پر کوئی غلطی رہ جائے تو اس کی پوری کی پوری حکومت ذمہ دار ہوتی ہے۔ جناب والا! اس بجٹ میں 23 وزراء کے اخراجات دکھائے گئے ہیں۔ جبکہ اصل میں 21 وزراء ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ بجٹ پیش کرتے وقت جناب وزیر خزانہ کو اپنی ٹیم کے اعداد و شمار تک بھی یاد نہیں رہے یا یہ غلطی کسی خاص مقصد کے لئے کی گئی ہے تاکہ یہ اخراجات جو عوام سے لئے جا رہے ہیں انہیں کسی اور طریقے سے خرچ کرنا مقصود تھا۔ جناب والا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اتنی بڑی غلطی کے بعد اگر آپ صفحہ نمبر 244 Estimates of Charged Expenditure میں دیکھیں تو صاف لکھا ہوا ہے " 23 وزیر 11 مشیر اور 23 پارلیمانی سیکرٹری "۔ اب جب یہ ایسی غلطی ہے تو کیا یہ مناسب نہیں ہے کیا یہ پارلیمانی روایات کے عین مطابق نہیں ہو گا کہ حکومت اس غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے مستعفی ہو جائے کیونکہ پارلیمانی روایات یہی مانگتی ہیں۔ اس کے علاوہ جہاں تک پارلیمانی سیکرٹریوں کا تعلق ہے وہ بھی جناب والا 23 دکھائے گئے ہیں جبکہ ان 23 میں سے کئی حضرات وزیر بن چکے ہیں۔ ان میں پانچ وزیر بنے ہیں اور باقی 18 رہ گئے ہیں۔ اور یہ اخراجات جو پانچ سیکرٹریوں کے دکھائے گئے ہیں یہ کس طریقے سے دکھائے گئے ہیں۔ اور اس غلطی کا کیا جواز ہے ؟ آپ حیران ہوں گے کہ میں نے مشیروں کا ذکر نہیں کیا۔ مشیروں کا میں نے اس لئے ذکر نہیں کیا کیونکہ ان کی قانونی اور آئینی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ اور ہم کئی دفعہ یہ چیلنج کر چکے ہیں کہ مشیر قانونی طور پر رہ سکتے ہیں نہ آئینی طور پر رہ سکتے ہیں۔ اس لئے ان گیارہ کے گیارہ کی تو ویسے ہی کوئی قانونی صورت نہیں ہے۔ اور آج اس بجٹ میں یہ جو حکومت نے زیادہ دکھائے ہیں اسے ہم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جیسے دیگ میں سے صرف ایک چاول دیکھا جاتا ہے کہ وہ گلا ہوا ہے یا نہیں۔ اگر وہ ٹھیک گلا ہوا ہو تو سمجھا جاتا ہے کہ پوری دیگ پک گئی ہے۔ اور اس میں جب شروع ہی سے وزیروں اور مشیروں کی تعداد میں غلطیاں ہیں تو آگے جا کر کیا ہو گا۔ جناب والا! چاول تو کیا دیکھیں یہاں تو بوٹیاں ہی خراب ہیں۔ اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کو یہ اپنی غلطی تسلیم کرنی چاہئے کیونکہ جب پارلیمانی جمہوریت میں کوئی ایسی غلطی کی جاتی ہے تو اس کا جو نتیجہ ہوتا ہے وہ آپ کے سامنے

پہلے ہی عرض کر چکا ہوں۔ اس کے علاوہ جناب والا! میں یہ بھی یہاں عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ پارلیمانی سیکرٹری صاحبان ہیں ان کے فرائض کیا ہیں؟ ان کا صرف ایک ہی کام ہے وہ اسمبلی میں حاضر رہیں اور اپنے محکموں کے متعلق جو بھی بات ہو اس کے جواب وہ ہوں یا بات کریں یا اس کو نوٹ کریں۔ لیکن یہاں دیکھنے میں آیا کہ بجٹ کے دوران کوئی بھی پارلیمانی سیکرٹری حاضر نہیں ہوتا۔ جناب والا! میں یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ مشیروں کا کیا کام ہے۔ ان کا میں بار بار اس لئے ذکر نہیں کرتا کہ ان کی کوئی قانونی اور آئینی حیثیت ہی نہیں ہے یہ جو کیبنٹ ہے یہ اپنا کورم بھی پورا نہیں رکھ سکتی۔ اسے کورم کیبنٹ کہہ لیں کہ یہ جو کورم کیبنٹ ہے یہ اپنا کورم بھی پورا نہیں رکھ سکتی تو پھر ان کے بیٹھنے کا جواز کیا ہے۔ جناب والا! اسی طریقے سے میں سمجھتا ہوں کہ اس کفایت شعاری کی مہم میں اور بھی کئی اصلاحات کی جا سکتی تھیں جن سے کئی سٹیجز کاٹی جا سکتی ہیں۔ اور اس سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ ایک طرف کفایت شعاری ہو گی اور حکومت کو بچت ہو گی اور دوسری طرف red tapism جسے "سرخ فیتہ" کہا جاتا ہے اس سے بھی عوام کو کچھ چھوٹ ملے گی۔ جناب والا! یہ سرخ فیتہ ایک ایسی لعنت ہے جو ہمیں دور غلامی سے ورثہ میں ملی ہے۔ اور اس وقت کی حکومت کا اس میں ایک خاص مقصد تھا کہ وہ اپنے اختیارات کو زیادہ سے زیادہ دکھا کر عوام کو زیادہ سے زیادہ پریشان کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ حکومت چلانا اتنا پیچیدہ ہے اور اس میں کتنی مشکلات ہیں اور عوام حکومت کے سامنے کتنے بے بس ہیں۔ لیکن جناب والا! اب جب ہم آزادی حاصل کر چکے ہیں' 40 سال ہو گئے ہیں اور اس وقت ہم ایک جمہوری دور سے گزر رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے سارے دفتروں میں کام سہل اور آسان نہ بنائیں جس سے عوام کا وقت بھی بچے اور ان کو زیادہ مشکلات کا سامنا بھی نہ کرنا پڑے اور ان کو اپنی فائل ایک میز سے دوسرے میز تک لے جانے کیلئے رشوت نہ دینا پڑے۔ اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کو چاہئے کہ فوری طور پر ایسے اقدامات کرے کہ جن سے "سرخ فیتہ" کی لعنت بھی دور ہو اور اس سے عوام کو بھی فائدہ ہو اور اس سے ان کی یہ بچت ہو گی کہ کئی درمیانی مراحل ختم ہو جائیں گے اور اس سے اخراجات میں کمی ہو گی۔

جناب والا! اس کے علاوہ ہمارے ہاں ایک رواج اختیارات کے ارتکاز کا چل پڑا ہے۔ کہ قانونی طور پر جس حاکم کو جس افسر کو' جس ملازم کو' جو بھی کام سونپا گیا ہے۔ وہ اس کو کرنے کا اختیار عملی طور پر نہیں رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر قانونی طور پر ایک نائب تحصیلدار کی تقرری کمشنر کرتا ہے' جناب والا! کیا کوئی ممبر مجھے یہ بتا سکے گا کہ آج نائب تحصیلدار کی تقرری واقعی کمشنر کر رہا ہے۔ یا

ایک اے ایس آئی کی تقرری واقعی ایک ڈی آئی جی کر رہا ہے۔ اگر ان سے نہیں کروانی ہے تو پھر کیوں نہ ان سے یہ اختیارات لے لئے جائیں اور جنہوں نے کرنی ہے تو قانونی طور پر بھی وہی یہ اختیارات رکھیں۔ اسی طریقہ سے میں نے یہ مثال دی ہے۔ پھر محکمہ' چاہے وہ خوراک کا ہو' زراعت کا ہو' محکمہ ہوم ہو فنانس کا محکمہ ہو' تعلیم کا ہو' چاہے لوکل گورنمنٹ کا ہو' قانونی طور پر جو Appointing Authority ہے اس کو اسکی تقرری کا عملی طور پر اختیار نہیں ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں اس confusion کو ختم کیا جائے۔ اور جسے عملی طور پر تقرری کرنی ہو اس کے پاس قانونی طور پر اختیار ہوں۔ کیونکہ اس سے ایک بد دلی پھیلتی ہے اور خواہ مخواہ ایک افسر ایک پوسٹ مین یا ڈاکیہ بن کر رہ گیا ہے کیونکہ اس کے اختیارات سلب کر لئے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ جب یہ تقرریاں Appointing Authority نہیں کرتی ہے اور اس کے برعکس اس کو اوپر والوں کا حکم ماننا پڑتا ہے تو وہ حکم اس بات کا عین شاہد ہوتا ہے کہ یہ قابلیت یا اہلیت پر بھرتی نہیں ہو رہی ہے یہ صرف اور صرف سفارش پر ہو رہی ہے اور جب یہ تقرریاں سفارش پر ہوں گی' تو پھر ہمارے جو اہل اور قابل نوجوان ہیں' وہ کہاں جائیں گے اور ان میں بد دلی نہیں پھیلے گی تو اور کیا ہو گا۔ اس لئے میں آپ کے توسط سے حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ خدارا اس سفارش کی تقرریوں کو ختم کیجئے اور صرف اور صرف میرٹ پر تقرریاں کیجئے اور وہ ان کا امتحان لیں اور اس کے بعد جو بھی ان کا نتیجہ ہو' جو اہل ہوں' صرف انہیں رکھا جائے کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو سیاسی سفارش ہے اس کا کسی کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ آپ پانچ سال بعد یا جب بھی عوام کے پاس جائیں گے تو آپ اس کے جواب دہ ہوں گے کہ فلاں کو آپ نے سفارش پر کیوں رکھوایا اور یہ جو صحیح اہل تھا' جو میرٹ پر آنا چاہیئے تھا یہ کیوں نہیں آیا ہے۔ ہمارا یہاں پر صرف کام یہ ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ جو قوانین بنائے گئے ہیں' آیا ان پر صحیح طریقہ سے عمل درآمد ہو رہا ہے یا نہیں۔ اگر ہم یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ ان پر صحیح طور پر عمل درآمد ہو رہا ہے یا نہیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے کام کو صحیح طریقہ سے سرانجام نہیں دے رہے ہیں۔ اسی طریقہ سے جہاں پر تحصیلدار کا کام کمشنر کرتا ہے اور کمشنر کا کام چیف منسٹر کرتا ہے۔ وہاں پر وزیراعلیٰ کا کام وزیراعظم کرتا ہے۔ ہم نے کئی ایسی چیزیں دیکھی ہیں کہ جو صوبائی دائرہ کار میں ہیں ان کے اختیارات ہم نے وفاقی گورنمنٹ کو دے دیئے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔ کہ جب کوئی صاحب اخبار یا رسالہ نکالنا چاہتے ہیں تو انہوں نے ایک ڈیکلریشن لینا ہوتا ہے اور ڈیکلریشن کا اصلی

اصول صرف یہ ہے اس میں صرف ڈپٹی کمشنر کو کوائف بتانے ہوتے ہیں۔ کہ میں یہ رسالہ یا اخبار نکالنا چاہتا ہوں اور اس کو اس کے مطابق ڈیکلریشن مل جاتا ہے۔ لیکن اصل صورت حال کیا ہے کہ ڈپٹی کمشنر تو کجا' صوبائی گورنمنٹ تو کجا اس کو اجازت نامہ وفاقی حکومت سے ملتا ہے۔ اور وفاقی حکومت اس کو جب این او سی دے دیتی ہے تو تب اسے صوبے سے ڈیکلریشن ملتا ہے۔ تو اس طرح سے یہ ایک طرح سے صوبائی خود مختاری کی خلاف ورزی بھی ہے کہ اس سے ہم اپنے حقوق ان کو دے رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ جو بھی چیزیں صوبائی خود مختاری کے تحت صوبوں کو دی گئی ہیں' ان کو پوری طرح سے صوبے ہی استعمال کریں اسی طریقہ سے ایک مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایک طریقہ اختیار کیا گیا جو کہ سابقہ پی سی ایس کیڈر کے متعلق تھا۔ کہ ان کے قواعد و ضوابط میں کچھ تشنگی تھی اور وہ ان کو پورا کرنا چاہتے تھے۔ اس اسمبلی نے اس پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی اور اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ مرتب کی' لیکن اس کے بعد اس رپورٹ پر عمل درآمد ہونا تھا' تو وفاقی حکومت سے آمدہ ایک چٹھی نے سارے کام کو وہیں پر روک دیا اور اس میں نہ صرف صوبائی حکومت کی صوبائی خود مختاری ختم ہوئی ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں اس ایوان کا وقار بھی مجروح ہوا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جہاں تک ممکن ہوتا اس مسئلہ کو ہم خود حل کرتے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا کیا حل ہونا چاہیئے تھا۔ ایک کا حق لے کر دوسرے کو دینا مقصود نہیں تھا' صرف ایسے قواعد و ضوابط بنانے مقصود تھے کہ جن سے ہمارے سرکاری ملازمین آرام سے کام کر سکیں۔ لیکن اس مسئلہ کو چھیڑ کر اور اس کو حل نہ کر کے ہم نے ایک پنڈورہ باکس کھول دیا ہے اور اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ ایک ہی دفتر میں سی ایس پی اور پی سی ایس افسران کی ایک خاموش سی کشمکش جاری ہے جو پہلے مل کر ایک ٹیم ورک کیا کرتے تھے' اب وہ اپنے اپنے حقوق کے لئے لڑ رہے ہیں۔ میں یہ نہیں سمجھتا ہوں کہ ایک کے حقوق دوسرے کو ملیں یا کسی کے ساتھ زیادتی ہونی چاہیئے لیکن جب ایک مسئلہ سامنے آیا ہے تو اس کا ایک حل بھی ہونا چاہیئے۔ اسی طرح سے دوسرے محکموں پولیس اور لاء ڈیپارٹمنٹ میں بھی ہے وہ سب اپنے اپنے حقوق کے لئے لڑ رہے ہیں۔ لیکن اگر اسے شروع کیا ہے تو اسے کسی انجام تک پہنچانا ہمارا فرض ہے۔ اور صرف وفاقی حکومت کی ایک چٹھی کی وجہ سے اس کو روک کر ہم نے اپنی صوبائی خودمختاری کو تہس نہس کر دیا ہے۔ اسی طریقہ سے صوبائی خود مختاری کی بات ہو رہی تھی۔ اخبارات کی بات ہو رہی تھی۔ "مساوات" اخبار کا ڈیکلریشن اس وقت کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پنجاب نے منسوخ کر دیا اور وہ مارشل لاء کے تحت منسوخ ہوا۔ اور آج تک بغیر کسی جواز کے منسوخ ہے' شاید اس لئے کہ

مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تو نہیں رہے لیکن شاید چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں اور جب تک ان کی اجازت نہیں آئے گی' اس کی منسوخی ختم نہیں ہو سکتی ہے۔ میں یہ پھر گزارش کروں گا کہ یہ ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل ہیں جن کو ہمیں صوبائی سطح پر ہی طے کرنا چاہیئے نہ کہ ہم وفاقی حکومت کی طرف دیکھیں۔

جناب والا! اس کے ساتھ ہی میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ جہاں نظم و نسق کی بات ہو رہی ہے تو امن عامہ کی بات بھی کی جائے۔ جناب والا! گذشتہ سال میں اور اس سال کے اندر امن عامہ کی صورت حال کسی طور پر بھی تسلی بخش نہیں رہی۔ عوام کی جان و مال محفوظ نہیں رہی اور ہر کوئی اپنی جان و مال کی حفاظت کیلئے پریشان ہے۔ اس کے ساتھ ہی کئی ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں جو اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ جناب والا! ایک عالم دین کی ایک دھماکے میں شہادت جس کی کئی دفعہ یقین دہانی بھی کروائی گئی کہ ان کے مجرموں کو جلدی پکڑا جائے گا' لیکن آج تک کوئی مجرم نہیں پکڑا گیا' کوئی اس کا سراغ نہیں مل سکا اور اگر ملا بھی ہے تو آج تک اس کو عوام کے سامنے نہیں لایا گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک اور دھماکہ جو کہ راولپنڈی میں ہوا اور جس میں کئی جانیں بھی ضائع ہوئیں' جائیداد بھی ضائع ہوئی' کئی لوگ زخمی ہوئے' بچے یتیم ہوئے عورتیں بیوہ ہوئیں لیکن آج تک اس کا بھی کوئی سراغ نہیں ملا اور اس وقت جب پولیس کے اخراجات بڑھائے گئے تو یہ سمجھا گیا کہ شاید حکومت نے ان معاملات کو اور نظم و نسق کو سنجیدگی سے لینا شروع کر دیا ہے' اسی لئے یہ اخراجات بڑھائے جا رہے ہیں۔ جناب والا! پولیس کو اور خاص طور پر دیہاتی پولیس کو اگر گاڑیاں دی جائیں' اس پر مجھے اعتراض نہیں ہے' اگر ان کو بہتر اسلحہ دیا جاتا ہے تو اس پر بھی مجھے اعتراض نہیں ہے' اگر ان کو دوسری آسائشیں دی جاتی ہیں تاکہ ان کی کارکردگی بہتر ہو تو مجھے اس پر بھی اعتراض نہیں ہے لیکن دیکھنے میں یہ آیا ہے اور بجٹ پڑھنے کے بعد یہ پتہ چلا ہے کہ جو اخراجات بڑھے ہیں وہ کسی اور نیت سے اور کسی دوسرے کاموں کیلئے بڑھائے گئے ہیں۔ سیکرٹ سروس کے اخراجات بڑھائے گئے ہیں۔ پہلے جہاں 87-1986ء میں ان کے اخراجات 50 ہزار روپے مختص تھے اس سال سیکرٹ سروس کیلئے 2 لاکھ 75 ہزار روپے دیئے گئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو اخراجات بڑھے ہیں اس سے عوام کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا بلکہ یہ تو حکومت نے اپنے آپ کو زیادہ مضبوط کرنے کیلئے' سیاسی مخالفوں کے اوپر نظر رکھنے کیلئے مختص کئے ہیں۔ اور یہ بوجھ بھی عوام پر ڈالا ہے۔ اسی طرح سے پنجاب کانسٹیبلری کا قیام بھی عمل میں لایا گیا جس کے اوپر 12 کروڑ روپے کے اخراجات ہوں گے۔ پنجاب کانسٹیبلری

نے جا کر جرائم کو بند نہیں کرنا۔ جہاں پر پہلے فوج کو بلایا جاتا تھا' جہاں پر سیاست میں مخالفت زیادہ شدت اختیار کر جاتی ہے تو پھر ایسے اداروں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ جناب والا! یہ اخراجات اس لئے نہیں کئے جا رہے کہ اس سے عوام کو کوئی سہولت ہو گی' اس سے ان کے جان و مال کی حفاظت ہو گی بلکہ یہ اخراجات تو اس لئے کئے جا رہے ہیں :.....

کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے۔

جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کو چاہئے کہ وہ پولیس کے محکمہ میں وہاں پر اخراجات کرے جس سے نظم و نسق کی صورت حال بہتر ہو سکے۔ اور اپنے محکمہ جات میں ایسی تبدیلیاں لائے کہ جس سے کفایت شعاری ہو اور صرف پرانی ہنڈا کاریں بیچ کر نئی کرولا کاریں لینے سے کفایت شعاری نہیں ہو گی' بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تو ایک بہانہ ہے کہ دو سال کے بعد اس طریقہ سے اپنی کاریں بدلی جائیں گی' اور یہ ایک نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے آپ دیکھیں گے کہ جتنے کی وہ کاریں بکی ہیں اتنے کی ہی نئی کاریں آ جائیں گی۔ مہربانی۔

جناب سپیکر: سید طاہر احمد شاہ صاحب۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! وہ تشریف نہیں رکھتے' وہ بعد میں تقریر کر لیں گے۔

جناب سپیکر: میاں محمد اسحاق صاحب

میاں محمد اسحاق: "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم' بسم اللہ الرحمن الرحیم"

واجب الاحترام جناب سپیکر و معزز اراکین! یہ 53 کروڑ 35 لاکھ 29 ہزار روپے کی کل رقم میں سے ہم نے جو کٹوتی کی تحریک پیش کی ہے کہ اس محکمہ کو ختم کر دیا جائے تاکہ حکومت پنجاب پر ان محکموں کا بوجھ کم ہو اور یہ پیسے بچا کر ڈویلپمنٹ کیلئے خرچ کئے جائیں۔ اس سلسلے میں' میں اپنی گزارشات جناب کی خدمت اقدس میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! ہمارے پنجاب کے بجٹ کا حال کچھ یوں ہے کہ کسی مالک نے ایک نوکر رکھا تھا اور وہ روز مالک کیلئے دودھ لایا کرتا تھا' مالک کو شبہ ہوا کہ یہ دودھ میں پانی ڈالتا ہے اور دودھ کم لاتا ہے' اس لئے اس نے ایک اور نوکر رکھا' اور دودھ اس میں مزید کم ہو گیا کیونکہ وہ دونوں مل کر پانی ملانے لگے۔ اسی طرح کرتے کرتے وہ دودھ پھر ختم ہو گیا اور پانی باقی رہ گیا۔ جناب والا! ہم اگر اس بجٹ کی بڑی کتاب کو اٹھا کر دیکھیں تو میرا یہ خیال ہے کہ عوام کی فلاح و بہبود کیلئے ہمیں کوئی فنڈ نہیں نظر

آتا......

رانا پھول محمد خان: جناب والا! نکتہ اصلاح۔ حاجی صاحب نے اس بات کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ بات یہ نہیں تھی بلکہ یوں تھی کہ ایک حاجی صاحب جیسے نواب صاحب تھے وہ ایک آدھے کا روز دودھ منگواتے تھے ان کے ایک آدمی نے کہا کہ دودھ میں تو پانی ملایا جاتا ہے' نواب صاحب نے کہا پھر کیا کریں تو اس آدمی نے کہا مجھے اس پر سپروائزر رکھو' وہ سپروائزر رکھ لیا گیا' اس نے دوسرے سے کہا کہ بھائی تم کیوں ڈرتے ہو ایک پیسہ مجھے دے ایک پیسہ تو لے' دو پیسے کا دودھ اور دو پیسے کا دودھ کی جگہ پانی۔ نواب صاحب نے کہا کہ دودھ تو ابھی پتلا ہے۔ اس نے کہا کہ تیسرا آدمی میں اور رکھ دیتا ہوں اور اس طرح تیسرا آدمی اور رکھ لیا گیا۔ اس نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں ہو پیسہ پیسہ ہم تینوں تقسیم کر لیتے ہیں اور ایک پیسے کا دودھ لے آیا کرو' اس طرح دودھ اور پتلا ہو گیا اور اس نے چوتھا آدمی رکھ لیا۔ چوتھے آدمی کے آنے سے انہوں نے کہا کہ اب کیسے تقسیم کریں گے' چوتھے نے کہا کہ تم پیسہ پیسہ تقسیم کرو میں ذمہ دار ہوں' لہذا وہ ایک حلوائی کی دکان پر گیا اور اس نے ملائی کی کھرچن لی اور نواب صاحب رات کو آوازیں دیتے رہے کہ حاجی محمد اسحاق صاحب کے نوکر دودھ لاؤ' اس نے کہا کہ دودھ کڑھ رہا ہے اور اس نے وہ ملائی اس کی مونچھوں کو اور تھوڑی سی اس کی داڑھی کو لگا دی تو وہ جناب صبح جب اٹھا تو اس نے کہا کہ رات کو مجھے دودھ نہیں پلایا' اس نوکر نے کہا جناب اتنا اچھا دودھ تھا کہ جناب کو خیال ہی نہیں رہا اور ملائی تو اب تک جناب کی مونچھوں اور داڑھی کو لگی ہوئی ہے۔ اس نے جب شیشے میں دیکھا تو اس نے کہا کہ میں حاجی تھا اس لئے مجھے خیال نہیں رہا۔ جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ یہ جو مثال ہے یہ اصل ہے حاجی صاحب کو چاہئے کہ وہ مثال صحیح پیش کیا کریں' میں تو صرف ان کی اصلاح کیلئے عرض کر رہا تھا......

چودھری محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر! کیا میں یہ سمجھ لوں کہ قواعد و ضوابط میں کوئی نکتہ اصلاح بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! کوئی ایسی ترمیم ہوئی ہے ....

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے چودھری محمد رفیق صاحب کی' ان کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے کہ کوئی نکتہ اصلاح قواعد و ضوابط میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں نے تو نکتہ اطلاع کہا ہے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: اور نہ ہی کوئی نکتہ اطلاع شامل کیا گیا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! نکتہ اطلاع یا نکتہ اصلاح اگر شامل ہوندا تے ا۔نہاں دی اصلاح توں بعد ا۔نہاں نوں اطلاع دی مل چکی ہوندی۔

جناب سپیکر: جی' میاں محمد اسحاق صاحب۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! بجٹ کی کتاب میں صفحہ نمبر 246 پر چیف منسٹر انسپکشن ٹیم کا ذکر ہے۔ اگر آپ یہ سارا صفحہ دیکھیں تو میرے قائد حزب اختلاف پہلے ہی وزراء صاحبان ایڈوائزر صاحبان' پارلیمانی سیکرٹری صاحبان کے بارے میں فرما چکے ہیں یہ سارے ایسے اخراجات دکھائے گئے ہیں کہ میں یہ سمجھتا ہوں ان اخراجات کو خرچ کرنے کے بعد عوام کیلئے میرا خیال ہے کہ 8 ارب روپے میں سے پورے پنجاب میں سو روپے فی گاؤں بھی نہیں آتا ہو گا۔ یہ جو اخراجات بڑھائے گئے ہیں' ہم تو دن رات یہ اشاعت کر رہے ہیں اور ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں کہ ہم کفایت شعاری کر رہے ہیں' اگر کفایت شعاری ہو رہی ہے یا کہیں نظر آتی ہے تو جناب والا! اس بجٹ میں کہیں نظر نہیں آتی۔ اس میں تو یہی نظر آتا ہے کہ جو رقم پچھلی دفعہ کسی محکمہ کے لئے ایک کروڑ تھی تو اس دفعہ ڈیڑھ کروڑ ہے ۔ اگر اُس کے لئے پچھلے بجٹ میں سوا کروڑ تھا تو اس دفعہ ڈیڑھ کروڑ' اگر دو کروڑ تھا تو اسے تین کروڑ کر دیا گیا ہے - اس Figures کو بڑھا کر زائد کر دیا گیا ہے۔ چہ جائیکہ اس میں کوئی کمی کی جاتی تو ہم کہتے کہ محکمہ یا حکومت کفایت کر رہی ہے۔

جناب والا! اب ذرا غور فرمائیے کہ جو پنجاب سیکرٹریٹ گرا کر نیا سیکرٹریٹ بنایا جا رہا ہے۔ آپ یقین جانیئے کہ ہر سیکرٹری کے دفتر کے لئے جو کہ دیگر کسی دوسری جگہ پر منتقل کئے جا رہے ہیں ان پر صرف ایک سال کے لئے 17,17 لاکھ روپے اخراجات اٹھائے جا رہے ہیں - میں مثال دے سکتا ہوں اور موقع پر دکھا سکتا ہوں - اچھے بھلے ان کے وہ بیت الخلاء ہیں' اچھے بھلے ان کے دروازے ہیں' مگر آج کوئی بھی افسر جہاں وہ Teak pannel نہیں ہوتی وہاں بیٹھنا پسند نہیں کرتا - یہ پنجاب میں ایک ایسا رواج چل نکلا ہے کہ اے سی سے لے کر تمام سیکرٹریز تک جس دفتر میں جاتے ہیں وہاں Teak pannel ضرور لگتی ہے - یہ ہمارے دفاتر میں ایک ایسی نئی رسم چل نکلی ہے کہ ڈی ایس پی سے لے کر اوپر تک تمام دفاتر میں یہی ہو رہا ہے کہ Pannel لگائی جائے' ایئرکنڈیشنڈ ہونا چاہئے اور پھر دفتر میں اتنی آسائش ہو کہ جو بھی ملنے والا آئے اور وہ دیکھے تو اس پر اتنا رعب پڑے کہ اگر وہ بات بھی کرنا

چاہے تو وہ اپنی بات بھی نہ کر سکے - یہ جتنے بھی اخراجات ہو رہے ہیں، میں یہ حکومت پنجاب سے مطالبہ کرتا ہوں کہ جناب منسٹر صاحبان کیا آپ نے بھی کبھی اپنے اپنے دور میں ان دفاترز کا معائنہ فرمایا ہے یا آپ کو یہ پتہ ہے کہ جو سیکرٹری صاحبان 17.17 لاکھ روپیہ اپنے دفاتر پر ایک سال کے لئے خرچ کر رہے ہیں آپ ان کا کیا نوٹس لے رہے ہیں؟ آپ عوام کو کیا جواب دیں گے؟ آپ کے جو ڈویلپمنٹ کے پیسے ہیں یہ Non-Development پر خرچ ہو رہے ہیں - اس کا کون ذمہ دار ہے؟ تو میں عرض کروں گا کہ خدارا کسی سیکرٹری صاحب نے اپنے دوسرے دفتر میں ایک سال گزارنا ہے تو جب تک نیا سیکرٹری نہیں بنتا اس وقت تک اگر کوئی کرایہ پر بلڈنگ لے لی جائے تو اس پر بھی اتنا پیسہ خرچ نہیں آئے گا اس فضول خرچی کو روکنے کے لئے یہ جو ایک اخراجات کی نئی مد نکالی گئی ہے اس کو فوراً روکا جائے اور وہی پیسے ڈویلپمنٹ پر خرچ کئے جائیں۔ جناب والا! یہ آج سے ایک سال پہلے جناب سپیکر! آپ کے نوٹس میں، میں ایک بات لایا تھا اب تو لوگ یہ کہنے لگے ہیں کہ .....
Justice delayed is Justice denied آپ نے ایک رولنگ دینی تھی۔ یہ جو گیارہ ایڈوائزر رکھے گئے تھے اس کے متعلق جناب والا! آپ نے ہماری تحریک پر رولنگ پینڈنگ رکھی ہے، اگر اس کے اخراجات ناجائز ہو رہے ہیں تو اس کے ذمے دار جناب سپیکر آپ ہیں - اگر اس پر آپ رولنگ دے دیتے تو ہو سکتا تھا کہ یہ گیارہ ایڈوائزر جن کے متعلق ہم سمجھتے ہیں کہ آئین میں ایسی کوئی گنجائش نہیں ہے اور ابھی تک حکومت اسے ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ اور اس بارے میں آپ نے ہمارے سابقہ قائد حزب اختلاف (مرحوم) سید حسن محمود صاحب کے بھی دلائل سنے - آپ نے ایڈووکیٹ جنرل صاحب کو بھی یہاں بلایا، معاملہ فیصلہ دینے کا تھا جو جناب والا! ابھی تک آپ نے پینڈنگ رکھا ہوا ہے۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ان اخراجات کو روکا جائے تو میری درخواست یہ ہے کہ اسی سیشن میں جو بھی آپ رولنگ دینا چاہیں آپ اپنی رولنگ فرما دیجئے اگر یہ پروویژن آئین میں ہے تو یہ رہیں، ورنہ یہی پیسہ کسی اور جگہ، جہاں لوگ پانی کے لئے ترس رہے ہیں، خدارا! ان لوگوں کو پانی مہیا کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں نے پولیس کے متعلق عرض کرنا تھا کہ یہ پولیس کے لئے 63 کروڑ، 74 لاکھ، 16 ہزار روپے رکھے گئے ہیں میں اس پر معزز ایوان کے سامنے یہ آپ کی وساطت سے عرض کرتا ہوں کہ اگر اتنا روپیہ پولیس کے لئے رکھنے کے باوجود ہمارے جرائم میں کسی جگہ پر بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تو میں آپ کی وساطت سے ایک مثال میں یہ عرض کرتا ہوں اور ایک متبادل تجویز پیش کرتا ہوں

کہ اگر لاہور میں سول ڈیفنس کو جو حکومت کا ایک ادارہ ہے ایک مہینے کے لئے پولیس کی جگہ انتظام سنبھالنے کے لئے لے لیا جائے تو میں آپ کو یقین اور وثوق سے عرض کرتا ہوں کہ ایک چوتھائی جرائم کا خاتمہ ہو جائے گا اور اتنا پیسہ بھی اس پر نہیں اٹھے گا۔ ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ جہاں ہمارا یہ معاشرہ بے سکونی کی حالت میں اور جرائم میں مبتلا ہے ان کی سہولت کو مدِنظر رکھتے ہوئے اور ان سے یہ ٹیکس لے کر جو ہم فضول خرچ کر رہے ہیں اس سے خاطر خواہ نتائج نہیں نکلتے تو حکومت کو ابھی تک اس میں کوئی متبادل تجویز پیش کرنے کی کیوں جرات نہیں ہوئی۔ کیوں ہم لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔ ہمیں ایک نہیں دس متبادل تجاویز پیش کرنی چاہئیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک Alternative میں فیل ہوتے ہیں تو دوسرے میں کامیاب ہوں، تیسرے میں، چوتھے میں کامیاب ہو، یہ کیوں ہے کہ ہم پولیس کو اتنی ٹرانسپورٹ دے رہے ہیں ان کے فنڈز بڑھا رہے ہیں۔ میں حکومت پنجاب سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ جب اتنا فنڈز آپ نے بڑھایا ہے تو آپ نے جرائم کی شرح میں بھی کوئی کمی واقع ہوتی دیکھی ہے، تو کیا فائدہ اس کو اتنے پیسے دینے کا، کیوں لوگوں کے اوپر بوجھ بنے ہوئے ہیں؟ کیوں آپ لوگوں کی بددعائیں لے رہے ہیں؟ اب جن کے قتل ہوتے ہیں، کسی قتل کا کوئی حساب نہیں، کوئی قاتل پکڑا نہیں جاتا، چوری ہوتی ہے، کسی چوری کی نشاندہی نہیں ملتی۔ تو پھر پولیس کو کیوں نہیں ختم کر دیا جاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی جگہ کوئی اور Alternotive لایا جانا چاہئے، اس کی آزمائش کرنی چاہئے، اگر وہ کامیاب ہو تو پھر اس کو ہمیں اپنانا چاہئے، اگر وہ نہیں کامیاب ہوتا تو پھر دوسرا لانا چاہئے، تیسرا لانا چاہئے، کوئی اور Alternative پنجاب حکومت کو پیش کرنا چاہئے نہ کہ ان کے فنڈز بڑھا کر لوگوں کے اوپر بوجھ بڑھانا چاہئے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ جتنے اس معاشرے میں، اس دور میں لوگ پولیس سے تنگ ہیں شاید ہی کسی محکمہ سے تنگ ہوں اور پولیس نے تمام محکموں کی اصلاح کرنی ہے۔ جب پولیس کی خود ہی اصلاح نہیں ہوئی تو دوسروں کی اصلاح کیسے ممکن ہو سکتی ہے تو میں عرض کروں گا کہ اگر چیف منسٹر صاحب یا وزراء کرام یہاں جو تشریف فرما ہیں میری اس سکیم کو مدِنظر رکھتے ہوئے سول ڈیفنس لاہور کو یہ تمام معاملات جو کہ رضاکارانہ طور پر یہ کام کرے گی اگر اس کو یہ تمام پولیس کے حقوق دے دیئے جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ جرائم میں اور باقی معاملات میں کافی حد تک کمی واقع ہو گی اور اس میں کفایت بھی ہو گی۔

جناب والا! ان تمام محکموں کو دیکھا جائے تو کئی محکموں نے اپنے سٹاف میں اتنی ترقی کی ہے کہ واقعی میں سمجھتا ہوں کہ ان کو مبارکباد دینی چاہئے۔ اب فنانس کے محکمہ میں جناب والا! میں نے دیکھا

ہے کہ اس میں 44 انڈر سیکرٹری رکھے گئے ہیں - اب اگر ان پر جو تخمینہ اٹھے گا اس کو آپ دیکھیں تو وہ 13 لاکھ 30 ہزار 5 سو روپیہ ہے - اب اس محکمہ نے 44 انڈر سیکرٹری رکھ کر اپنے آپ کو تمام باقی محکموں پر Top Priority حاصل کی ہے - ہمیں ان کو مبارکباد دینی چاہئے - کیونکہ انہوں نے 44 انڈر سیکرٹری رکھ کر اپنی نمایاں پوزیشن حاصل کی ہے چہ جائیکہ کچھ نہ کچھ اس میں کمی کی جاتی - اب ہمیں نہیں پتہ کہ فنانس کے محکمے میں وہ 44 انڈر سیکرٹری کیا کرتے ہیں یا صرف یونہی ہے کہ پیسے کو کھپانے کے لئے یہ تمام عملہ رکھا گیا ہے - پتہ نہیں کہ کام کتنا بڑھا ہے، مگر یہ جو عملے میں زیادتی ہوئی ہے اس پر جو اخراجات اٹھ رہے ہیں اگر یہی بچت کی جاتی اگر پیسے بچائے جاتے تو یہی ڈویلپمنٹ پر خرچ کئے جاتے کیونکہ کئی ایسے گاؤں ہیں جہاں پانی پینے کو نہیں، کہیں سکول نہیں، میرا خیال ہے کہ تمام معزز اراکین نے اپنے اپنے علاقہ کی شکایات جو کی ہیں اگر ٹیپ چلا کر سنی جائے تو تمام حضرات نے کسی نہ کسی Angle سے کسی نہ کسی پہلو سے اس بجٹ کی مخالفت کی ہے اور اپنے علاقے کے کاموں کے متعلق بتایا ہے وہ کام کیسے ہوں گے جب ہم ان اخراجات کو کم کریں گے تو تب ہی آپ کے علاقوں کے کام ہوں گے - اگر ہم اسی طرح عملہ بڑھاتے رہے محکمہ جات کھلتے رہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ڈویلپمنٹ کے کاموں کی رقوم اسی پر ساری خرچ ہو جائیں گی تو میں عرض کروں گا کہ یہ جو پارلیمانی سیکرٹری صاحبان کی تعداد کو بڑھایا جا رہا ہے ان کی تعداد کم کی جائے اور فضول قسم کے محکمہ جات کو بند کیا جائے - جہاں واقعی کسی دفتر کی ضرورت ہے اور عملہ کی ضرورت ہے تو اس کو رکھا جائے اور باقی کے متعلق کفایت سے کام لیتے ہوئے ڈویلپمنٹ پہ پیسے خرچ کئے جائیں تاکہ ہمارے عوام کی ضروریات زندگی پوری ہو سکیں -

جناب سپیکر! محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ میں 74 سٹینو گرافر رکھے گئے ہیں، اگر ہر آدمی کو ایک سٹینو گرافر دے دیا جائے تو پھر بھی دس بارہ سٹینو گرافر بچ جاتے ہیں - اب سٹینو گرافروں سے پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کیا کام لیتا ہے؟ ان کی تنخواہ 11 لاکھ 18 ہزار 3 سو روپے بنتی ہے - یہ آپ نے جو بھی رقم بجٹ میں دکھائی ہیں میں ان سے اتفاق نہیں کرتا - یہ سب کچھ دکھانے کے لئے کیا گیا ہے کہ ہم نے بجٹ پیش کر دیا ہے - ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ صرف دکھاوے کا بجٹ ہے اس کا عمل سے دور کا بھی تعلق نہیں -

جناب سپیکر! افسران کے گھروں میں کام کرنے کیلئے اور ان کے بستے اٹھانے کے لئے اور ان کی خوشامد کرنے کے لئے اسی محکمہ میں 92 نائب قاصد ہیں - میں یہ نہیں کہتا کہ 92 نائب قاصدوں کو

نکال دیا جائے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان کو کسی پیداواری کام پر لگایا جائے - یہ غیر پیداواری کام پر لگائے گئے ہیں۔ یہ صرف خوشامد کے لئے ہیں - وزیر صاحب کا بستہ اٹھا لیا ' وزیر صاحب کا دروازہ کھول دیا ' وزیر صاحب سے بستہ پکڑ کے اندر رکھ دیا یا کسی اور سیکرٹری صاحب کا کام کر دیا - آپ پورے یورپ میں چلے جائیں کسی کے پاس کوئی نائب قاصد نہیں ہے - ہر آدمی خود اپنا کام کرتا ہے - ہمیں بھی کم از کم ان کی یہی تقلید کر لینی چاہئے کہ ہر آدمی کو اپنا کام خود کرنا چاہئے - یہ جو 92 نائب قاصد ہیں اگر ان کو کہیں پیداواری کام پر لگا دیا جائے تو میرا خیال ہے کہ کچھ نہ کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے - اب اس وقت سوائے اس کے کہ خوشامد کریں ' بستے اٹھائیں ' کاریں صاف کریں یا کسی کی جوتی صاف کریں یا گھروں میں کام کریں ان کے پاس کوئی کام نہیں ہے -

جناب والا! ایک اور محکمہ جس کے بارے میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں وہ سٹاف ٹریننگ انسٹیٹیوٹ ہے - پتہ نہیں یہ کیا ٹریننگ دیتا ہے - افسران کو ٹریننگ دینے والے جو انسٹیٹیوٹ ہم بناتے ہیں اور وہاں سے جو لوگ ٹریننگ لے کر آتے ہیں ان کو رشوت ' بددیانتی اور بے راہروی کی ٹریننگ بھی دی جاتی ہے - آج تک ہم نے جو دفاتر کھولے ہیں وہاں پر تربیت کا کوئی انتظام نہیں ہے - پتہ نہیں یہ لوگ کونسی تربیت دیتے ہیں - جو بھی صاحب وہاں سے تربیت لے کر واپس آتا ہے وہ زیادہ رشوت خور ہو جاتا ہے - میرا خیال ہے کہ اس قسم کے اداروں کو بند کر دیا جائے اور یہی پیسہ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے رکھا جائے تاکہ لوگوں کی جائز ضروریات زندگی پوری کی جا سکیں اور یہ پیسے جو ایسے ضائع کئے جا رہے ہیں اور ایسے دفاتر بنائے جا رہے ہیں - ان سے کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا - اگر نکلا ہوتا تو آپ کے سامنے ہوتا - کسی نہ کسی جگہ پہ یا کسی نہ کسی محکمہ کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے کہ کوئی محکمہ تو ایسا ہے کہ جس میں رشوت نہیں ہے - ایک محکمہ تو ہے کہ جس میں صحیح کام ہو رہا ہے - میرا خیال ہے کہ سب لوگ انہیں اداروں سے تربیت لے کر آتے ہیں - میرا خیال ہے کہ اگر آپ ان کے متعلق سوچیں اور جائزہ لیں تو آپ کو یہ ادارے بند کرنے پڑیں گے - جناب والا! ان اداروں پہ 18 لاکھ 60 ہزار کے اخراجات اٹھ رہے ہیں اور ان کا ہمارے سامنے کوئی نتیجہ نہیں نکلا -

جناب والا! اس کے بعد میں خاص طور پر ایک محکمہ کے متعلق آپ سے اپیل کروں گا کہ خدارا اس محکمہ کو بند کر دو ' اگر آپ لوگ ملک بچانا چاہتے ہیں تو انٹی کرپشن کے محکمے کو بند کر دو - یہ محکمہ کرپشن ختم نہیں کرتا بلکہ کرپشن پھیلا رہا ہے - جب سے یہ محکمہ کھلا ہے انٹی کرپشن والے خود کرپشن کی ترغیب دیتے ہیں - وہ لوگوں کو بتاتے ہیں کہ کیسے رشوت لی جاتی ہے اور کیسے رشوت دی جاتی ہے -

اس محکمے نے تمام محکمہ جات میں جتنا رشوت کو فروغ دیا ہے رشوت لینے میں لوگوں کی اتنی مدد کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ جب یہ محکمہ کھلا نہیں تھا اگر اس وقت کے رشوت کے متعلق اعداد و شمار اکٹھے کئے جائیں تو پتہ چلے گا کہ اس وقت کم ہوں گے اور آج چھوٹے سے لے کر بڑے محکمے میں رشوت ہی رشوت نظر آتی ہے ' خدارا! اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگوں کی کچھ مدد کی جائے اور محکمہ جات کو رشوت سے پاک کیا جائے تو انٹی کرپشن کے محکمہ کو بند کر دو - اس سے آپ دیکھیں گے کہ رشوت میں خاصی کمی واقع ہو گی - آپ دیکھیں گے کہ ان پر جو اخراجات ہو رہے ہیں وہ کتنے زیادہ ہیں - محکمہ انٹی کرپشن کا ایک ڈائریکٹر ہے - اس محکمہ نے ڈائریکٹروں کے معاملے میں فوقیت حاصل کی ہے۔ اس میں 6 ایڈیشنل ڈائریکٹر ہیں - اب ہمیں نہیں پتہ کہ کسی محکمہ میں رشوت ایک فیصد بھی کم ہوئی ہو - میرا کوئی بھائی یہ کہے کہ فلاں محکمہ میں رشوت میں کمی واقع ہوئی ہے اور اس محکمہ نے فلاں محکمہ میں ریڈ کر کے رشوت میں کمی واقع کی ہے - میں کہتا ہوں کہ رشوت زائد ہی ہوئی ہے - 6 ایڈیشنل ڈائریکٹر اور 21 ڈپٹی ڈائریکٹر صاحبان ہیں اور 68 اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہیں - اب ان پر جو اخراجات اٹھ رہے ہیں ان پر ذرا غور فرمایئے - میں وزراء کرام سے مخاطب ہوں - میں اس محکمہ کی جو خاص بات کرنا چاہتا ہوں آپ ذرا اندازہ کیجئے اور فرق معلوم کیجئے کہ 109 کل افسران اعلیٰ ہیں اور چودھری عبدالغفور صاحب ' آپ ذرا غور فرمایئے کہ ان 109 افسران پہ 41 لاکھ 34 ہزار 130 روپے خرچ کئے جاتے ہیں - اب باقی عملہ 500 ہے - جناب والا! اس کا خرچ دیکھیں یہ جو فرق ہے میں سمجھتا ہوں کہ جیسے عوام نے مرکزی حکومت کو اس وقت مجبور کر دیا ہے کہ وہ بجٹ واپس لے پنجاب کے عوام بھی پنجاب کی حکومت کو مجبور کر سکتے ہیں - اگر اسی طرح رہا تو یہ تضاد اور افسر اور چھوٹے ملازم کی تنخواہ میں فرق جو ہے اس کو لازماً ختم کرنا پڑے گا - جناب والا! 109 افسران پہ 41 لاکھ 34 ہزار 130 روپے خرچ آتا ہے اور جو 500 ملازمین پر خرچ آتا ہے وہ ہے 51 لاکھ 53 ہزار 970 روپے - اب اندازہ کیجئے ان 500 آدمیوں کے خاندانوں کا کہ ان کے کتنے بچے ہوں گے۔ جناب والا! افسران کو جو کاریں ملتی ہیں اور نائب قاصد ملتے ہیں اور جو باقی سہولتیں ملتی ہیں اور جی او آر اسٹیٹ میں کوٹھیاں ملتی ہیں ' آپ ان کا بھی اندازہ کر لیجئے اور 500 ملازمین جو کرایہ کے مکانوں میں یا اپنی جھونپڑیوں میں رہتے ہیں اور نہ ان کے پاس کوئی نوکر نہ ان کے پاس سواری اور نہ ہی کوئی اور اخراجات ' اس قلیل رقم میں ہی انہوں نے اپنے بچوں کو تعلیم دینی ہے - انہیں میں انہوں نے اپنا علاج معالجہ کرانا ہے - جناب والا! یہ فرق کون مٹائے گا - اگر یہ پنجاب اسمبلی اس بات پر غور کرنے میں اپنے آپ کو حق بجانب نہیں سمجھتی کہ

ہم ان کی ضروریات زندگی پر غور کریں کہ جنہوں نے ہمیں ووٹ دے کر یہاں بھیجا ہے تو میں آپ کی وساطت سے پنجاب کی حکومت سے یہ عرض کروں گا کہ ہم اپنے فرض منصبی سے صحیح انصاف نہیں کر رہے - اللہ اور عوام نے ہمیں جو فرض عطا کیا ہے ہم اس میں فرق رکھ رہے ہیں - ہم اللہ کو کیا جواب دیں گے ؟ ہمیں اس پر فوراً غور کرنا چاہیئے اور چھوٹے بڑے کے اس فرق کو مٹانا چاہیئے' ان لوگوں کو بھی سہولتیں دینی چاہئیں ' ان لوگوں کیلئے بھی تعلیم کا انتظام کرنا چاہیئے' ان لوگوں کیلئے علاج معالجہ کی سہولتیں فراہم کرنے میں اپنی پوری کوشش کرنی چاہیئے اور اس فرق کو مٹانا چاہیئے- جناب والا! محکمہ انٹی کرپشن جو کہ انٹی کرپشن کو پھیلانے میں عوام کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے اور تمام دفاتر کو ترغیب دیتا ہے کہ کیسے رشوت لی جائے - اس پر ایک ارب 98 کروڑ 80 ہزار روپے کا خرچ آتے ہیں۔ جناب وزیر زراعت صاحب ذرا غور فرمایئے کہ رشوت پھیلانے میں ایک ارب 98 کروڑ 80 ہزار روپے کا خرچ آرہا ہے - یہ خرچہ رشوت کو پھیلانے کا خرچہ ہے - رشوت کو روکنے کا خرچہ نہیں' اگر یہ خرچ رشوت کو روکنے میں صرف ہوتا تو یہ اچھی بات ہوتی۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ آپ ہی بتا دیجئے کہ جب سے ہم نے حکومت سنبھالی ہے' جب سے ہم اس اسمبلی میں آئے ہیں اس وقت سے اب تک کسی محکمے میں بھی رشوت میں تھوڑا بہت فرق آیا ہو بلکہ رشوت زیادہ ہوئی ہے' آپ خود بھی مانتے ہیں' وزیراعلیٰ صاحب بھی مانتے ہیں' صدر صاحب مانتے ہیں اور وزیراعظم صاحب بھی کہتے ہیں کہ ہم میں رشوت دن بدن بڑھ رہی ہے' ہم رشوت کا تدارک کریں گے' مگر رشوت کا تدارک کیسے ہوگا؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ محکمہ تو کم از کم فیل ہو چکا ہے' یہ محکمہ پچھلے تین سالوں میں بھی رشوت کا تدارک کرنے میں اور رشوت کو کم کرنے میں کامیاب نہیں ہوا بلکہ فیل ہو گیا ہے - کسی محکمہ میں اگر تھوڑی بہت رشوت کی کمی واقع ہوئی ہے تو مثال دی جا سکتی ہے' میں نے پوری چھان بین کے بعد تمام دفتروں کے اعداد و شمار نکالے ہیں اور آپ یقین مانیئے کہ رشوت کی شرح فیصد پہلے سے بڑھی ہے اور اس میں کمی نہیں ہوئی۔ کیوں نہ آپ اس محکمے کو بند کریں' یہ جو ہم نے تحریک دی ہے اس میں محکمہ انٹی کرپشن پر تقریباً دو ارب روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے - یہی روپیہ اگر آپ عوام پر خرچ کریں تو عوام پنجاب کی حکومت کو خراج تحسین پیش کریں گے اور سمجھیں گے کہ واقعی آپ لوگوں نے کوئی کام کیا ہے۔ اور ان معزز اراکین میں سے کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جو رشوت خوروں کا محاسبہ کریں اور یہ کام معزز اراکین رضا کارانہ طور پر کریں گے آپ سے اس کا کوئی پیسہ نہیں لیں گے اور پھر انشاء اللہ اس کے خاطر خواہ نتائج بھی نکلیں گے -

جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے ایک بات انتظامیہ کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کس دور میں ہمارے پنجاب کے اضلاع غالباً" سولہ سترہ (16,17) تھے ' اور اب ہمارے پنجاب میں 29 ڈپٹی کمشنر گھوم رہے ہیں اس کے علاوہ (30) تیس ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر ہیں اور 290 اسسٹنٹ کمشنر صاحبان ہیں ' اس کے علاوہ 34 Leave Reserve ہیں ' 70 Deputation reserve اور 34 Training Reserves ' جناب والا ! مجھے سمجھ نہیں آتی ان تمام حضرات کو آپ نے کن کاموں کیلئے تعینات کیا ہے اور ان کی کیا ضرورت ہے ' سوائے اس کے کہ اور کوئی بات نہیں کہ اس عملہ کو دکھا کر اس فنڈ کو پورا کر دیا گیا ہے - خدارا یہ عوام کا پیسہ ہے ' یہ ان لوگوں کا پیسہ ہے جو رات دن محنت مزدوری کر کے آپ کو ٹیکس ادا کرتے ہیں مگر رات کو وہ امن سے سو نہیں سکتے یہ اتنا عملہ جو آپ نے بڑھایا ہے اس کا کوئی نیک مقصد نہیں بلکہ پیسے کا ضیاع ہے ' اس طرح آپ حکومت پر قابو نہیں پا سکیں گے ' آپ جرائم پر قابو نہیں پا سکیں گے ' آپ لوگوں کو انصاف مہیا نہیں کر سکیں گے ، محض عملہ بڑھانے سے کوئی کامیابی نہیں ہوگی جب تک کہ آپ تمام پرانے طریقے کار کو تبدیل نہیں کریں گے ' آپ کو اس زمانے کے ساتھ بدلنا ہوگا ' عوام کے سامنے کوئی طریقہ کار وضع کرنا ہوں گے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ عوام کو سستا انصاف مہیا ہو رہا ہے - جناب والا ! اگر ایک عدالت کے آج سے تین سال پہلے کے مقدمات کے اعداد و شمار لئے جائیں تو مقدمات کی تعداد زائد ہی ہوگی کم نہیں ہوگی - لہذا اس عملے کو رکھنے کا کیا فائدہ ہوا ؟ عملہ کو بڑھا کر لوگوں کے پیسے کو ضائع کرنا کس زمرے میں جائے گا اس کا حساب کون دے گا ' ہم اس کے لئے اللہ اور عوام کو حساب نہیں دے سکیں گے ' مگر ایک دن عوام اٹھ کھڑی ہوگی اور اس بارے میں ہمارا گریبان پکڑے گی - جناب والا ! اس تمام انتظامیہ پر سترہ کروڑ اکتیس لاکھ چالیس ہزار آٹھ سو ستر روپے (17,41,40,870) اٹھتے ہیں ' آپ دیکھیں اور عدالتوں کے چکر لگائیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ عدالتوں میں کتنے مقدمات التوا میں پڑے ہوئے ہیں۔ جب ایک مقدمہ کسی عدالت میں چلا جاتا ہے تو پھر آدمی چکر لگا لگا کر تھک جاتا ہے مگر وہاں سے اس کو انصاف نہیں ملتا - اس سے پہلے میں نے یہ تجویز دی تھی کہ اگر تھانوں کے لحاظ سے وہاں پر مجسٹریٹ صاحبان کو بٹھایا جائے اور وہاں پر تاریخ مقرر کی جائے کہ اس کیس کا اتنے دنوں کے اندر اندر فیصلہ ہونا چاہئے - مگر حکومت سمجھتی ہے کہ سال کے بعد چند دنوں کا یہ بجٹ اجلاس ہوتا ہے اس میں ہمیں تجاویز دینی ہوتی ہیں ' آپ کو کچھ بتانا ہوتا ہے - آپ نے اسے سن لیا اور الماریوں میں بند کر لیا بس حکومت چل رہی ہے اور کسی بات پر عمل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ' مگر میں

آپ کو یقین سے کہتا ہوں یہ جو باتیں ہماری سن کر الماریوں میں بند کر دیتے ہیں اگر یہاں پر نہیں تو اللہ کے ہاں ان کو اس کا ضرور جواب دینا ہوگا۔ آپ ضرور اللہ تعالیٰ کو جواب دہ ہوں گے۔ ایک دن عوام بھی اس کا حساب لے گی، کیونکہ پہلی حکومتوں سے عوام نے حساب لیا ہے، اب عوام کسی کو معاف نہیں کرتی، آپ کو بھی معاف نہیں کرے گی، ہمارا تو اتنا ہی فرض ہے کہ ہم اپنی تجاویز دیں اور نشاندھی کریں کہ کرپشن بڑھ رہی ہے، اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ آپ جو اخراجات ہمیں پیش کر رہے ہیں یہ محض دکھاوا ہے۔ اس کا عمل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ خدارا! آپ عوام کی سہولتوں کو مدنظر رکھیں، آپ عوام کی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھیں، ان کے لئے کچھ سہولتیں مہیا کریں، جس مَد میں بھی، جس محکمہ پر بھی پیسے خرچ کئے جاتے ہیں اس کے خاطر خواہ نتائج نکلنے چاہئیں، ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ جو پیسہ خرچ ہوا ہے اس سے عوام کیلئے کیا کچھ کیا جا رہا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ عوام کیلئے کچھ نہیں ہو رہا اور عوام تنگ ہیں، میں ہوں یا آپ ہوں یا پوری اسمبلی ہو، یہ اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ عوام کی فلاح و بہبود کیلئے ہم نے ابھی تک کچھ نہیں کیا، سوائے اس کے کہ جو طریقہ کار انگریز ہمیں دے گیا تھا اس کے مطابق وہی رقوم انہیں محکمہ جات میں بڑھا کر یہ بجٹ پیش کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ابھی تک اور کچھ نہیں ہوا۔ اگر آپ کچھ کرنا چاہتے ہیں تو خدارا نئی تجاویز لائیں، یہ آپ کا اپنا ملک ہے اب یہ انگریز کا ملک نہیں ہے۔ آپ آزاد ہیں، اگر آپ کوئی ایک طریقہ لاتے ہیں اور اس میں فیل ہو جاتے ہیں تو کوئی ایسی بات نہیں، دوسرا کوئی طریقہ لے آیئے۔ تیسرا کوئی طریقہ لے آیئے، آپ کو حکومت ملی ہے، آپ اکثریت میں ہیں، آپ کوئی نیا طریقہ، کوئی نیا لائحہ عمل لا کر سامنے رکھیں پھر دیکھیں کہ عوام اسے پسند کرتے ہیں یا نہیں کرتے، پہلے کہا جا رہا تھا کہ پولیس کمشنری کا طریقہ رائج کیا جا رہا ہے۔ تو ابھی تک اخباروں تک ہی ہے، بہتر ہوگا اگر اسے کسی شہر میں نافذ کر دیا جائے اگر اس کے خاطر خواہ نتائج نکلتے ہیں تو پھر اس کو ضرور رائج کرنا چاہئے۔ ہم پولیس پر جہاں اتنی بڑی رقوم خرچ کر رہے ہیں اگر یہ پولیس کمشنری کا طریقہ کامیاب ثابت ہوتا ہے تو پھر یہ اخراجات اس پر ضرور صرف ہونے چاہئیں۔ مگر دوسری ایسی تنظیمیں ہیں جو یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ ہم اتنے اخراجات نہیں ہونے دیں گے اور جرائم میں کمی کریں گے، ہم پوری طرح یقین دلاتے ہیں اگر قتل ہوگا تو ہم قاتل کو پکڑیں گے، اور وہ ایجنسیاں ذمہ لیتی ہیں کہ اگر قاتل اتنے عرصہ میں نہ پکڑا گیا تو یہ ہماری ذمہ داری ہوگی۔ اس حساب سے تو پھر ان کو ہی موقع دینا چاہئے، کئی ایسے محکمے ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ فلاں محکمہ میں رشوت میں کمی کر سکتے ہیں اور بہتر تجاویز پیش کر

سکتے ہیں انہیں موقع دینا چاہیئے - اب جناب والا ! آئی جی کی Disposal پر پولیس کی مد میں 20 لاکھ روپیہ رکھ دیا گیا ہے کیا اس کا کوئی آڈٹ نہیں ہے ؟ کیا کوئی حساب کتاب نہیں ہے ؟

چودھری محمد صدیق (بہاولنگر) : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر ! میرے فاضل رکن بڑی تقریر کر رہے ہیں - میں مانتا ہوں اور آپ رشوت کے متعلق فرما رہے ہیں کہ وزیراعلیٰ نے کہا ہے کہ اس پر قابو پایا جائے گا - جناب وزیراعلیٰ نے اس پر کیا قابو پانا ہے ؟ آپ لوگوں نے اور ہم نے اس پر قابو پانا ہے۔ کیا انہوں نے کبھی اپنی تحصیل میں اس کی نشاندہی کی ہے اور کیا کبھی وزیر اعلیٰ صاحب کو بتایا ہے کہ میں نے رشوت کے متعلق یہ درخواست کی ہے۔ یا فلاں شخص کی نشاندہی کی ہے۔ بیچارے وزیر اعلیٰ اکیلے اس بارے میں کیا کریں گے کیا ہر تحصیل میں وزیر اعلیٰ جا کر رشوت کو پکڑے گا۔ جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے تو کہا ہے کہ آپ مجھے اس کے بارے میں نشاندہی کریں میں ان لوگوں کو چھوڑونگا نہیں۔ جب ہم میں نقص ہے اور ہم کوئی نشاندہی نہیں کرتے تو جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ اس بارے میں کیا کرے؟ عوام تنگ ہیں میں کہتا ہوں کہ ہماری حکومت غریب ہے اور عوام امیر ہیں۔ جناب سپیکر! ہم بڑی بڑی باتیں تو یہاں پر کر لیتے ہیں لیکن کیا میرے فاضل رکن نے کبھی جناب وزیر اعلیٰ کو رشوت کی نشاندہی کی ہے اگر انہوں نے رشوت کی نشاندہی کی ہے تو ہم ابھی وزیر اعلیٰ سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے کیوں نہیں اس کا ازالہ کیا۔ ہمارے جو فاضل رکن ہیں ان کو چاہیئے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں رشوت کی روک تھام کریں رشوت کی شکایت کریں اگر وزیر اعلیٰ صاحب ہماری بات نہیں سنتے ......

جناب سپیکر: چودھری صاحب - شکریہ

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ رولز کے کونسے قاعدے کے تحت یہ مزاحیہ پروگرام چلتا ہے۔

جناب سپیکر: یہ میاں اسحاق صاحب کی تقریر کے دوران ماحول کچھ زیادہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ چودھری صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر بروقت تھا۔ جی میاں محمد اسحاق صاحب۔

میاں محمد اسحاق : جناب سپیکر! آپ کا شکریہ۔ جناب والا - میری تقریر خشک ہے کیونکہ حقیقت پر مبنی جو بات ہوتی ہے وہ ذرا کڑوی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب یہاں پر ماحول کے سنجیدہ ہونے کی بات کی گئی ہے خشک نہیں کہا گیا

ہے۔

میاں محمد اسحاق: کوئی بات نہیں۔

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرونگا کہ یہ جو بیوگان یا جو لوگ ریٹائر ہو جاتے ہیں ان کے لئے ٹیکسوں میں اور محکموں میں اتنی رقوم رکھی گئی ہیں اور عملے پر اتنا خرچ کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں میں نے عرض کیا تھا کہ آپ خدارا ان سے جو ٹیکس زبردستی چھین لیتے ہیں آپ ان پر ظلم و ستم کرتے ہیں کوئی خدا کا خوف کیجئے ان پر ٹیکس کی کچھ رعایت بڑھا دیجئے۔ آج سے دس یا بیس سال پہلے یہ 26 سو روپے تھے اب اسے پانچ ہزار روپے تک کر دیا جائے یعنی جو بیوہ عورت ہو اور اس کی اور اس کی آمدنی پانچ ہزار روپے تک ہو تو اس سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائے۔ اس کے علاوہ کوئی آدمی کسی محکمے سے ریٹائر ہو جاتا ہے اور ریٹائر ہو جانے کے بعد اس کی آمدنی کم ہو جاتی ہے اس کے بھی ٹیکس میں کچھ نہ کچھ رعایت دی جائے مگر محکمہ ٹیکس نے پیسے چھین کر اپنے عملے کو بڑھانے اور محکمہ پر زیادہ خرچ کرنے پر تو ترجیح دی ہے مگر لوگوں کو فلاح و بہبود کے لئے کبھی غور نہیں کیا۔ تو جناب والا! میں اس سلسلے میں یہ عرض کرونگا کہ عملے کی تنخواہیں بڑھانے اور اپنے دفاتر میں اخراجات کو کم کر کے لوگوں کو سہولتیں دینے اور رعایت دینے کے لئے آپ کچھ غور فرمائیں اور اسی طرح دوسرے محکمہ جات میں جو گھپلے ہو رہے ہیں ان کے بارے میں یہاں پر موجود وزراء صاحبان سے عرض کرتا ہوں کہ کم از کم یہ سیکرٹریٹ جو ایک سال ڈیڑھ سال کے بعد بنتا ہے ان لوگوں کو آپ ضرور ہدایات جاری کریں کہ ایک سال کسی طرح یا کرائے کی کوٹھی یا کسی اور سادہ دفتر میں آپ گزارہ کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی۔ راجہ خالد صاحب شکایت کر رہے ہیں کہ ان کی سیٹ پر وزراء صاحبان نے قبضہ جما رکھا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا۔ وزیر محترم چھپ کر کام کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی میاں صاحب آپ اپنی بات جاری رکھیئے۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں یہ عرض کرونگا کہ حکومت پنجاب عملے پر جو اس قسم کے اخرجات کر رہی ہے ان میں کمی کر کے ترقیاتی کاموں کو ترجیح دینی چاہیے اور جو وزراء صاحبان کی رقوم ان میں زائد ہیں ان کو بھی ڈراپ کرنا چاہئے اور جو پیسے ایڈوائزرز کے لئے رکھے گئے ہیں ان کو بھی

ترقیاتی کاموں پر خرچ کرنا چاہیئے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جناب سپیکر: جناب سید طاہر احمد شاہ صاحب کیا آپ اپنی تقریر کرنا چاہیں گے؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں حزب اختلاف کی طرف سے اختتامی تقریر کرونگا۔

جناب سپیکر: میاں ریاض حشمت جنجوعہ

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب عزت ماب سپیکر صاحب میں بڑے اختصار کے ساتھ نظم و نسق پر اٹھنے والے اخراجات کے بارے میں اپنی گزارشات پیش کرنے کی کوشش کرونگا اور میری یہ کوشش ہوگی کہ میں اپنی گزارشات کو انتہائی غیر محسوس طریقہ سے اس ایوان کے گوش گزار کروں تاکہ کسی بھی شخص کی سمع خراشی کا باعث نہ بنے۔

جناب سپیکر! دنیا کے کسی بھی مہذب معاشرہ میں عوام کی منتخب حکومت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ عوام کے لئے عدل و انصاف کے اصول کو آسان بنائے غریب عوام کو حکومتی اداروں کے پنجوں اور شکنجوں سے نجات دلائے انتظامیہ کے ناجائز ہتھکنڈوں اور طور طریقوں کو ختم کرے اور عوام کے حقوق و مفادات کا بڑے مؤثر اور متاثر طریقہ سے تحفظ کرے۔ مگر آج یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے صوبے کے بہت سے اختیارات خفیہ ہاتھوں میں ہیں جو خفیہ ہاتھ منتخب نمائندوں کی خواہشات کے برعکس روز مرّہ کے معاملات میں مداخلت کے عادی ہو چکے ہیں۔ دراصل میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بیورو کریسی جسے عرف عام میں نوکر شاہی کہا جاتا ہے ہمارے صوبہ کی اصل حکمران ہے۔ جناب سپیکر! وہ نوکر شاہی جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ جب حقوق اور مراعات کے حصول کا سوال ہوتا ہے تو یہ نوکر کہلانا پسند کرتی ہے اور جب اختیارات کے استعمال کی بات ہوتی ہے تو یہ مطلق العنان بادشاہ کا روپ دھار لیتی ہے۔ جناب سپیکر! یہی وجہ ہے کہ مجھے جناب وزیر خزانہ کی ان نکتہ آفرینیوں کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ انہوں نے جنرل ایڈمنسٹریشن پر اخراجات جو کہ تقریباً 53 کروڑ 35 لاکھ اور 29 ہزار روپے پر مشتمل ہیں ان کی منظوری حاصل کرنے کے لئے اس ایوان میں جو مطالبہ زر پیش کیا ہے اس کو دس نمبر الاٹ کیا ہے اور اپوزیشن نے بھی بحث کرنے کے لئے سب سے پہلے اسی دس نمبر کو منتخب کیا ہے۔ جناب سپیکر! ہم ہر سال نظم و نسق عامہ پر کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں مگر کبھی

عالمی بنک کی طرف سے ہم پر یہ دباؤ نہیں ڈالا جاتا کہ نوکر شاہانہ نظام پر اٹھنے والے کروڑوں روپے کے اخراجات کو کم کرو کبھی سامان تعیش اور کاروں کی درآمد بند کرنے کے لئے ہمیں نہیں کہا جاتا اور نہ ہی کبھی کروڑوں روپے دفتری نظام کو چلانے پر خرچ کرنے پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ عالمی بنک جو کہ عالمی سامراج کا ایک ذیلی ادارہ ہے وہ جب بھی اعتراض کرتا ہے تو اس بات پر کرتا ہے کہ خوراک پر سبسڈی ختم کرو۔ کھاد اور کیڑے مار ادویات پر سبسڈی ختم کرو اور آبیانہ کی شرح میں اضافہ کر دو۔ جناب سپیکر! یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ عالمی سامراج یہ نہیں چاہتا کہ دنیا کے وہ ترقی پذیر ممالک جو ابھی ترقی کی منازل سے گزر رہے ہیں وہ معاشی طور پر آزاد ہو جائیں اور معاشی آزادی سے ہمکنار ہو سکیں۔

جناب سپیکر! حکومت نے نام نہاد کفایت شعاری کے نام پر ایک سیاسی پروپیگنڈا کی مہم چلا رکھی ہے۔ کیا میں یہ سوال کر سکتا ہوں کہ صرف بڑے سرکاری افسران کے زیر استعمال کاروں کے سائز تبدیل کر دینے سے قومی معیشت میں کوئی انقلاب لایا جا سکتا ہے۔ جناب سپیکر! ہرگز نہیں! اس وقت تک قومی معیشت میں کوئی انقلاب نہیں لایا جا سکتا جب تک کہ وہ مراعات جو کہ ہمارے ملک کی نوکر شاہی نے طاقت کے بل بوتے پر ارو۔ حاصل کر رکھی ہیں ان کو ختم کرنے کا اعلان نہیں کیا جاتا۔

جناب سپیکر! جہاں تک میرے علم و یقین کا تعلق ہے میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ 19 گریڈ تک کے سرکاری افسران نہ تو اپنے دفتروں میں ائرکنڈیشنز استعمال کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ ائرکنڈیشنڈ کاروں میں سفر کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی ہزاروں ائرکنڈیشنز جو کہ خزانہ سرکار سے کروڑوں روپے خرچ کر کے خریدے گئے ہیں۔ اور اس وقت ان دفاتر میں نصب ہیں۔ میں جناب وزیر خزانہ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کی خریداری کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے۔ اور ان ہزاروں غیر قانونی ائرکنڈیشنز اور ان کے بلوں پر اخراجات پر اٹھنے والی رقم خزانہ سرکار سے کیوں ادا کی جاتی ہے ؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ آڈٹ کے لوگ جو کہ مختلف محکموں کے آڈٹ کرتے وقت بال کی کھال اتار لیا کرتے ہیں۔ نہ جانے وہ ان غیر قانونی ائرکنڈیشنز کی خرید و فروخت اور ان کے بلوں پر اٹھنے والے اخراجات پر کیونکر اعتراض نہیں کر پاتے ؟

جناب سپیکر! میں جناب وزیر خزانہ سے یہ عرض کروں گا کہ اگر وہ ان غیر قانونی ائرکنڈیشنز کو فوراً دفتروں سے اٹھوا لیں پھر اس طرح سے لاکھوں روپیہ جو بلوں کی شکل میں بچت ہوگی اور ہمارے صوبائی خزانہ پہ ان غیر قانونی ائرکنڈیشنز کی وجہ سے جو ناروا بوجھ ہے۔ وہ اتر جائے گا۔ اور اس طریقے

سے نہ صرف صوبہ میں لوڈشیڈنگ کا مسئلہ حل ہوسکتا ہے بلکہ ہماری معیشت بھی جو ان غیر قانونی سرگرمیوں کے تحت دم توڑ رہی ہے وہ بھی سکھ کا سانس لینے کے قابل ہوسکے گی۔

جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں میں آپکی وساطت سے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اگر وہ واقعی عوام کی پائی پائی کا حساب لینے میں مخلص ہیں تو پھر نئی خریدی جانے والی سوزوکی کاروں میں صرف ان افسران کے لیے ائرکینڈیشنز لگوائے جائیں جو بلحاظ عہدہ ان ایئرکنڈیشنز کو استعمال کا حق رکھتے ہوں اور ان کو قانونی حق ہو کہ وہ کاروں میں ایئرکنڈیشنز استعمال کرسکتے ہیں۔ ورنہ میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ ان ایئرکنڈیشنز کو جو دفتروں میں غیر قانونی طور پر لگے ہوئے ہیں اور سرکاری گاڑیوں میں غیر قانونی طور پر لگے ہوئے ہیں ان کو اتروا لیں تاکہ ہمارے صوبہ کی معیشت اور ہمارے دفتروں کا یخ بستہ نظام بحال ہوسکے۔

جناب والا! میں یہ بات پورے انسانی وقار کے ساتھ کہہ رہا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں یہ گزارشات کسی طبقہ کے خلاف نفرت کے طور پر نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں یہ باتیں پورے خلوص کے ساتھ کہہ رہا ہوں اور میری ان باتوں کے پیچھے ایک محب الوطن پنجابی کے صادق جذبوں کی جھلک نظر آتی ہے۔ جو کہ اپنے صوبہ پنجاب کو خوشحال اور خوش و خرم دیکھنے کی تمنا رکھتا ہے۔ جناب سپیکر! اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ بقول علامہ اقبال

"خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے"

جناب سپیکر! گزشتہ چند سالوں سے یہ روایت قائم کر دی گئی ہے کہ صوبہ کے مختلف حصوں میں فیشن ایبل رہائشی علاقوں میں بڑے بڑے سرکاری افسران کو پلاٹ الاٹ کئے جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! اگر اس مسئلہ کی تحقیقات کی جے تو پھر سینکڑوں ایسے چہرے عوام کے سامنے بے نقاب ہو جائیں گے جو خود کو سروسز میں دیانتداری [illegible] تے ہیں۔ لیکن قانون کے برعکس انہوں نے ایک سے زائد پلاٹ الاٹ کروا کے سرکاری خزانہ پہ شب خون مارا ہے۔ جناب سپیکر! میری ان باتوں کا علم شاید عوام کو اس وقت ہوگا جب اس ملک سے مارشل لاء کی تمام باقیات کا جنازہ اٹھ جائیگا۔

جناب سپیکر! اگر الاٹمنٹ کی شرائط کی خلاف ورزی کرکے ان بڑے سرکاری افسران کو جو پلاٹ الاٹ کئے گئے ہیں۔ ان کو منسوخ کر دیا جائے اور انکی نیلامی کر دی جائے تو میں یہ بات پورے دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم موجودہ بجٹ کے خسارے کو اس نیلامی سے حاصل ہونے والی رقوم سے پورا کرنے کے قابل ہوسکتے ہیں۔

جناب سپیکر! ویسے بھی ہمارے صوبہ کے بڑے بڑے سرکاری افسران جو کہ اپنی دیانتداری کا پراپیگنڈا کرتے ہیں ان کی دیانتداری کا یہ عالم ہے کہ جب وہ لاہور سے باہر سرکاری دوروں پر جاتے ہیں۔ اور سرکاری بنگلوں میں قیام کرتے ہیں تو ان کے لیے پر تکلف طعام کا بندوبست ان کا ماتحت عملہ کرتا ہے - جناب سپیکر! اسسٹنٹ کمشنر ہو، کسی ضلع کا ڈپٹی کمشنر ہو، کسی ڈویژن کا کمشنر ہو - کوئی پولیس کا آئی جی ہو پولیس کا ڈی - آئی جی ہو - پولیس کا ایس - پی ہو یا بورڈ آف ریونیو کا کوئی ممبر ہو جب وہ سرکاری دورے پر جاتا ہے۔ تو اس کے ماتحت عملہ کے لوگ اس کے لیے پر تکلف دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور جناب والا! جب وہ اپنے دورہ کو مکمل کرکے دفتر واپس آرہا ہوتا ہے۔ تو وہ سرکاری عملہ کے لوگ کاشتکاروں اور غریبوں اور نہتے عوام کے پیٹوں میں چھرے گھونپ کر ان سے رشوت وصول کرکے سرکاری افسران کے دوروں کے اخراجات پورے کرتے ہیں۔ جناب والا! اس سلسلے میں میں اپنے وزرا کرام سے بھی یہ درخواست کروں گا کہ وہ میری بات کا سختی سے نوٹس لیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں بھی اسی طرح کی شکایات سننے میں آتی ہیں۔

جناب سپیکر! جناب وزیر اعلیٰ سمیت وزیروں — مشیروں اور پارلیمانی سیکرٹریوں کی تعداد 58 کے قریب ہے جیسا کہ میاں صاحب نے فرمایا کہ پانچ پارلیمانی سیکرٹری وزیر بن گئے۔ دو وزیر مستعفی ہوگئے ایک مشیر بھی مستعفی ہوا مگر اسکے متبادل کے طور پر ایک مشیر آیا اس طرح جناب والا! بجٹ میں 58 آدمیوں کی تنخواہ اور دیگر الاؤنسوں کے لیے ایک کروڑ 33 لاکھ 60 ہزار 220 روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ اس طرح سے ہر وزیر ہر مشیر تقریباً 20 ہزار روپے ماہانہ سرکاری خزانہ سے تنخواہ اور دیگر الاؤنسوں کی شکل میں حاصل کرتا ہے۔

جناب سپیکر! اگر والیان اقتدار کی سیاسی ضرورتیں آڑے نہ آئیں تو میں یہ بات کسی مخالفت کی بنا پر نہیں کہہ رہا بلکہ پورے خلوص اور دیانتداری کے ساتھ کہہ رہا ہوں صرف ایک درجن وزراء صوبہ کے انتظام و انصرام کو چلانے کے لیے کافی ہیں اور باقی لوگوں کے ساتھ معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ ان کو فہم و ادراک اور ان کی صلاحتیں شک و شبہ سے بالا تر سہی مگر فی الحال صوبہ کو ان کی خدمات کی قطعاً ضرورت نہیں۔

جناب والا! اب میں اختصار کے ساتھ صوبہ کے نظم و نسق عامہ کے ذمہ دار اداروں کی کارکردگی کا ایک سرسری سا خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں - محکمہ داخلہ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ صوبہ میں امن و امان کے قیام کے ذمہ دار اداروں کے کام کی نگرانی کرتا ہے اور ان کے درمیان باہمی ربط کا سلسلہ

قائم رکھتا ہے۔ موجودہ معاشرتی حالات میں اس محکمہ کی اپنی افادیت - اسکی اہمیت اور اسکی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا - مگر گزشتہ چند ماہ سے پنجاب میں لاقانونیت - بدامنی اور بربریت کے جو شرمناک واقعات پیش آئے ہیں ان کی مثال پنجاب کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

جناب سپیکر! لاہور کے علاقہ گارڈن ٹاؤن میں ایک معصوم بچے صادق محمود کا وحشیانہ قتل صوبائی حکومت اور انتظامیہ کے چہرے پر ایک کلنک کا ٹیکہ ہے۔ جناب سپیکر! ٹانڈلیانوالہ میں حکومت اداروں کے تشدد سے معصوم بچوں کی ہلاکت سے جلیانوالہ کی تاریخ کو تازہ کر دیا ہے۔ اور جناب والا! وزیر آباد کے شرمناک واقعات نے ہماری تاریخ پہ سیاہ باب رقم کیا ہے اور جناب والا! قلعہ کچھمن سنگھ راولپنڈی کے راجہ بازار اور ایک موضع دیدوناتھ کی قتل گاہیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ پنجاب میں چوروں ڈاکوؤں لیٹروں نے اور قاتلوں نے کلہ گاڑ دیا ہے اور پنجاب کی انتظامیہ ان کے گاڑے ہوئے کلیوں کو ہلانے میں ناکام ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر، ابھی کل کی بات ہے کہ لاہور کے انگوری باغ کے ایک آٹھ سالہ بچی کو عصمت دری کے بعد قتل کر دیا گیا۔ باغبانپورہ کے تین افراد کو گولیوں سے اڑا دیا گیا۔ لیہ میں مظاہرین پر پولیس فائرنگ کر کے تین کو جان بحق کر دیا گیا ......

وزیر زراعت : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا ' ویسے تو مجھے مداخلت نہیں کرنی چاہیئے۔ ہماری ایڈمنسٹریشن اور گورنمنٹ کے کسی طریق کار کے بارے میں جو بھی موثر تجاویز آئیں' میں ان کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اور میرا خیال ہے کہ اس امر سے ہمیں کوئی مفر نہیں۔ لیکن میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جس سبجیکٹ کو میرے فاضل دوست نے چھیڑا ہے وہ بجٹ پر عام بحث میں تو آسکتا ہے لیکن جو کٹ موشن دی گئی ہے' اس کے دائرہ کار میں نہیں آتا۔ جناب والا! کو یاد ہو گا کہ جب مخدوم زادہ سید حسن محمود صاحب بھی موجود تھے ' تو وہ اس ایوان کا پہلا بجٹ تھا۔ اس میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا تھا کہ کٹ موشنز' پالیسی کٹ موشنز اور اکانومی کٹ موشنز کیا ہوتی ہیں؟ اور اس کو کس طرح لیا جا سکتا ہے اور جناب کی رولنگ ریکارڈ پر موجود ہے۔ زیر بحث ڈیمانڈ نمبر 10 کو میں پڑھ دوں کہ وہ مسئلہ جسے زیر بحث لانا چاہتے ہیں' وہ ہے مطالبہ ہذا کے تحت کار فرما حکمت عملی اور اس میں مطالبہ یہ کیا گیا ہے کہ ایک روپیہ ٹوٹل ڈیمانڈ میں سے کم کر دیا جائے۔ میں جناب کی توجہ کے لئے 116 (اے) کو پڑھ دوں:

Rule 116 (a) "That the amount of the demand be reduced to Rs.1.00"

کٹ موشن یہ ہے جتنے فاضل اراکین نے نمبر 10 ڈیمانڈ پر کٹ موشنز پیش کی ہیں

Rule 16 (a) "That the amount of the demand be reduced to Re. 1.00" representing disapproval of the policy underlying the demand. Such a motion shall be known as "Disapproval of

Policy Cut". A member giving notice of such a motion shall indicate in precise terms the particulars of the policy which he proposes to discuss. The discussion shall be confined to the specific point or points mentioned in the notice and it shall be open to members to advocate an alternative policy.

میں نہیں چاہتا تھا کہ تقریر میں مداخلت کی جائے اور فاضل ممبران کے نوٹس میں یہ بات لائی جائے۔ بہرحال انہیں حق ہے اور ان کے لئے یہی تو ایک Charm ہے کہ اپوزیشن کے بنچز پر بیٹھ کر حکومت کو دائیں بائیں سے جتنے بھی گھونسے ہوں لگائے جائیں اور جو بھی ان کے ذہن میں آئے وہ کہے جائیں۔ لیکن .We must confine to the Rules of procedure اور اسی بارے میں اس رولنگ کا حوالہ دیتے ہوئے کہوں گا اور یہ ریکارڈ پر بھی موجود ہے کہ اس وقت ہم نے اپنے تمام پوائنٹس اس "Disapproval of policy Cut" پر Withdraw کر لیے تھے' اس لئے کہ وہ پہلی بار ایسا کیا گیا تھا۔ اس وجہ سے ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے اپوزیشن کے ممبر ناراض ہوں اور اس بات سے ناراض ہو کر ہاؤس کا بائیکاٹ کریں۔

Those points were withdrawn specifically on that condition.

کہ کم از کم آئندہ کے لئے یہ بات نہیں دہرائی جائے گی۔ اس پالیسی کے لئے 116 (اے) کے تحت آپ کی رولنگ اب بھی ریکارڈ پر موجود ہے اور اس قاعدے کے تحت صرف Particular Specific Points اور اس کی متبادل پالیسی یعنی اگر یہ پالیسی انہیں پسند نہیں ہے تو اس کے متبادل پالیسی انہیں لانی چاہیئے۔ اور وہی پوائنٹس جو اس کٹ موشن میں درج کئے گئے ہوں' اس سے باہر نہیں جا سکتے۔ لیکن یہ تو ایک Vague سے فقرہ لے کر کہ .The points underlying the policy اس کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں اور اس پر چاہتے ہیں کہ بجٹ پر از سر نو عام بحث شروع کر دی جائے۔ اور اس کے لئے تمام ملک میں جو قتل ہوئے ہیں' جو واقعات ہوئے ہیں' جو امن عامہ کی بات ہوئی ہے ان سب کو زیر بحث لایا جائے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ پر عام بحث میں اور کٹ موشن میں کچھ فرق ضرور ہونا چاہئیے۔ اور "Disapproval of policy cut" جو 116 (اے) کے تحت آتی ہے اس میں انہیں کم از کم ان پوائنٹس تک محدود رہنا چاہیئے جو اس کٹ موشن کو دیتے وقت انہوں نے دیئے تھے۔ اگر میں اس پر بنیادی طور پر اعتراض اٹھاؤں تو اس پر ویسے ہی بحث نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ انہوں نے کوئی Mention ہی نہیں کیا۔ متبادل پالیسی کے متعلق کوئی تجویز نہیں دی۔ صرف

عام بحث کر رہے ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ جناب کے توسط سے اپنے فاضل دوست کو بتاؤں کہ انہیں کسی بات کے لئے پوائنٹ پر Confine کرنا چاہیئے۔ میرے فاضل دوستوں کو بجٹ پر بحث کے دوران عام بحث کا موقع مل چکا ہے۔ شکریہ۔ جناب والا!

جناب سپیکر: میاں افضل حیات صاحب سے میں پوچھنا چاہوں گا کہ اس اعتراض کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے؟

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! اس میں دو تین باتیں کی گئی ہیں جو تین تین چار چار مرتبہ دہرائی گئی ہیں۔ میں صرف ایک ایک بات کا جواب دوں گا۔

جناب سپیکر: صرف اس پر کہ "Disapproval of policy Cut" پر بحث کا دائرہ کار کیا ہے ؟

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! یہ بحث پالیسی پر ہو رہی ہے تو پوری کی پوری جنرل ایڈمنسٹریشن اس کے اندر آئے گی۔ اس کے اوپر ہماری کٹ موشن آپ کے سامنے آئی' اس کو دیکھا گیا اور اس میں پوری جنرل پالیسی پر بات ہو گی اور لاءمنسٹر صاحب کے سامنے یہ بات ہوئی۔ ویسے یہ روایت بھی ہے کہ جب تین چار موضوعات ایسے چن لیئے جاتے ہیں تو پھر ان کا دائرہ کار وسیع ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ جنرل ایڈمنسٹریشن میں سب محکمہ جات آتے ہیں' جب ہوم کا محکمہ آتا ہے تو ہوم میں نظم و نسق اور امن عامہ کی بات بھی ہو گی باوجود اس کے کہ وزیر زراعت کو گراں گزرتی ہے اور وہ اسے سننا زیادہ پسند نہیں کرتے۔ لیکن اس کے باوجود جب جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث ہو رہی ہے تو پھر جتنے بھی محکمے ہیں جن کے اوپر جنرل ایڈمنسٹریشن کے تحت اخراجات کیے جاتے ہیں' وہ سب زیر بحث آسکتے ہیں۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب اس کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر قانون: وزیر زراعت نے جو بات کی ہے' وہ بڑی حد تک درست ہے۔ آپ صرف پالیسی میٹر پر دوران کٹ موشن بحث کر سکتے ہیں۔ قواعد کے مطابق اس سلسلے میں آپ تمام بحث کی اجازت نہیں دے سکتے بڑا واضح قاعدہ ہے:

" ...... representing disapproval of the policy underlying the demand."

تو جو پالیسی گورنمنٹ نے متعین کی ہوئی ہے' اس کے متعلق یہ بحث کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب، اس میں آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ: میں آپ کی وساطت سے ایک تو فاضل وزیر زراعت سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ وہ براہ کرم ایک ہی بات کو بار بار دہرانے سے اجتناب کریں تاکہ ایوان کا قیمتی وقت بچ سکے۔ دوسرے یہ ہے کہ جو ہم نے مشترکہ طور پر "Disapproval of the policy Cut" دی ہے، اس کا آخری پیرا یہ ہے:

"The discussion shall be confined to the specific point or points mentioned in the notice and it shall be open to members to advocate an alternatice policy."

اب ڈیمانڈ نمبر 10 پر ہم نے جو پوائنٹس زیر بحث لانے کے لئے کہا ہے:

"To discuss the policy underlying the demand.."

اب چونکہ ہم نے ایک Specific Point پر کٹ موشن نہیں دی ہے۔ ہم نے "Disapproval of policy Cut" دی ہے، اس لئے ہم نے اس کو اوپن رکھا ہے۔ ہم اس میں ہر محکمے کی جو خامیاں ہیں، جو نقائص ہیں، جو عوام کے مفاد کے خلاف ہیں، ان کو مثال کے طور پر اس ایوان کے ریکارڈ میں لا کر حکومت کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب، رولز کی بات کریں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں رولز کی ہی بات کر رہا ہوں اور رولز یہ ہیں۔

To discuss the policy underlying the demand.

اپنے مخصوص طریقے سے جس محکمہ کو چاہیں چونکہ یہ جنرل ایڈمنسٹریشن ہے اس ڈیمانڈ پر ہم اپنے دلائل دے سکتے ہیں۔ حکومت کی خامیوں کو بے نقاب کر سکتے ہیں۔ اور اس میں جو مالی خزانہ پر بوجھ پڑ رہا ہے۔ اس کو ایوان کے ریکارڈ پر لا سکتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ وہ پالیسی بھی لا سکتے ہیں۔ اس لئے ہمارے معزز رکن بالکل متعلقہ بات کر رہے ہیں۔ وزیر موصوف کا پوائنٹ آف آرڈر درست نہیں ہے۔

MINISTER FOR AGRICULTURE: Sir, if your honour allow me, I may reply to the points.....

جناب والا انہوں نے اپنے پوائنٹس کا جواب خود ہی دے دیا ہے۔ انہوں نے یہ پڑھ کر کہ . . . . .

The discussion shall be confined to the specific point or points mentioned in the notice......"

نوٹس میں جو پوائنٹس بتائے گئے ہیں اس پر بحث مقید رہے گی۔

And it shall be open to the members to advocate alternate policy.

تو میں عرض کروں جناب والا ان کا نوٹس ہی Defective ہے۔ اسی پوائنٹ پر جناب کی رولنگ اب بھی ریکارڈ پر موجود ہے۔

Notice to reduce the sum by Rs. 1.00 is called the "Disapproval of the Policy Cut"......The notice of motion given is defective.

اس میں انہوں نے کوئی پوائنٹ ذکر نہیں کیا

The subject of General Administration is so vast and wide

یہ کہنا کہ ہم ایک روپے کی کٹ موشن دے کر تمام پالیسی کو زیر بحث لائیں یہ رول 116 کے خلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے ۔ اگر جناب والا نے عام بحث کے لیے چار پانچ روز کی اجازت دی ہے اور اس کے بعد اگر آپ نے کٹ موشنز پر عام بحث کی اجازت دینی ہے تو بجٹ کے مختلف مراحل مقرر کرنے کا کوئی جواز نہیں رہتا۔ ان کو اپنی بحث جاری رکھنی چاہیے لیکن میں یہ عرض کرنا چاہوں گا عام بحث کرنا درست نہیں ہے۔ ان کو اپنے نوٹس کو Precise کرنا چاہئیے۔ جس طرح انہوں نے عام بحث میں کیا ۔ اس میں اکانومی کٹ لانے اس کو 116 بی کے تحت لانے اور اس کے لئے **laid down** **Precise point** پوائنٹ کرنے اور ہم اس کے لئے ایک متبادل پالیسی حکومت کو دے رہے ہیں۔ حکومت کی پالیسی سے زیادہ یہ پالیسی مؤثر ہو سکتی ہے، میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ان کی یہ کٹ موشن بنیادی طور پر ناقص ہے۔ اس میں انہوں نے کوئی **Precise point** درج نہیں کیا کہ وہ کس پر بولنا چاہتے ہیں۔ اس میں صرف یہ کہہ دینا کہ ہم پالیسی کو صرف زیر بحث لانا چاہتے ہیں اس میں کوئی بھی چیز محدود نہیں کی گئی اس میں کسی پوائنٹ کو مختص کرنا ضروری ہے۔ اس لئے اب بھی میں یہ عرض کرونگا۔

We invite them to criticise the policy of the Government....

To the points laid down and mentioned in the motion of the policy-cut.

اس میں اب کوئی ابہام نہیں ہے۔ ان کو اپنے پوائنٹس کو واضح کرنا چاہئیے۔

جناب سپیکر: میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ سردار صاحب کیا آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر جنگلات و سیاحت: جناب سپیکر! میں ایک اور پوائنٹ پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ رول 116 (اے) کے آخر میں ہے۔

"The discussion shall be confined to the specific point or points mentioned in the notice and it shall be open to members to advocate an alternative policy."

یہاں پر جتنی بھی تقریریں ہوئی ہیں یا تنقید ہوئی ہے' کوئی متبادل پالیسی نہیں دی گئی ہے۔

Does it mean that Opposition accepts Government's policy and as it accepts Government's policy this cut-motion becomes infructuous automatically.

میاں محمد افضل حیات: آپ حزب اختلاف کی تقاریر اگر غور سے سنتے تو آپ کو سمجھ آجاتی کہ سب کے ساتھ متبادل تجاویز دی گئی ہیں۔ اگر یہ کہا گیا ہے کہ وزراء زیادہ ہیں ان کو کم کیا جائے۔ تو کیا یہ تجویز نہیں ہے؟ اگر یہ نشان دہی کی گئی ہے کہ پارلیمانی سیکریٹریز یہاں بیٹھتے نہیں ہیں۔ اور ان پر زیادہ اخراجات کئے جا رہے ہیں ان کو کم کیا جائے تو کیا یہ تجویز نہیں ہے؟ اگر یہ کہا گیا ہے کہ پولیس پر اتنے اخراجات ہو رہے ہیں۔ اگر وہ سیکرٹ سروسز پر جو خرچ ہو رہے ہیں کیا یہ تجویز نہیں ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر وہ غور سے سنیں تو ان کو تجاویز بیچ میں سے نظر آئینگی۔

جناب سپیکر: اس میں میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

MINISTER FOR FORESTS: Mr Speaker, I would like to point out to the Leader of the Opposition that the notice of the points that he has mentioned is not given in the cut-motion it cannot be discussed. The cut motion says 'general policy.' The alternate policy has not been given on any specific point as already stated by the honourable Minster for Agriculture.

جناب سپیکر: اس میں میں یہ سمجھتا ہوں کہ جنرل بحث اور پالیسی کٹ میں فرق ہونا چاہیئے اور اس پر کسی کو اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ بجٹ کی عام بحث اور اور اس پالیسی کٹ میں فرق ہے لیکن چونکہ حزب اختلاف اور حکومت میں سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اور آج کا دن جنرل ایڈمنسٹریشن کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس پر بحث کا دائرہ کار وسیع ہو جاتا ہے۔ اس پر تنقید کی جا سکتی

ہے۔ میں سردار صاحب کی بات سے اتفاق نہیں کرتا اور اس میں متبادل پالیسز دی جا سکتی ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: حزب اختلاف اور حکومت میں سمجھوتہ ہو گیا ہے آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

جناب سپیکر: یہ آپ کے علم میں ہے جو آپ کا اور حکومت کا سمجھوتہ ہوا ہے۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! ہم بھی یہ نہیں چاہتے کہ کوئی غلط فہمی پیدا ہو ویسے آپ کی بڑی واضح رولنگ ہے۔ اور جہاں تک سمجھوتہ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ان ان ڈیمانڈز کو اور ان پر کٹ موشنز کو لے لیا جائے۔ اس میں یہ قطعاً" نہیں ہے کہ ان ڈیمانڈز کو اور کٹ موشنز کے سکوپ کو بڑھا دیا جائے۔

جناب سپیکر: اس سمجھوتے پر آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔

وزیر زراعت: ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: راہی صاحب کا اعتراض جائز ہے۔ آپ کا اعتراض جائز نہیں ہے۔ اس پر فیصلہ ہو چکا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! جس سمجھوتے کا ذکر آپ نے کیا ہے وہ ہمارا سیاسی سمجھوتہ نہیں ہے بلکہ پارلیمانی روایات کے مطابق اس ایوان کے اندر کٹ موشنز کی حد تک حکومتی بنچز کی طرف سے اور اپوزیشن کے ارکان کی طرف سے کہ کون کونسے ایسے اہم محکمہ جات ہیں۔ جن پر صوبائی حکومت کی رہنمائی کے لئے ان پر سیر حاصل بحث کی جائے اور اس کے متبادل پالیسیز حزب اختلاف کی طرف سے دی جائیں۔ صرف اس امر پر سمجھوتہ ہوا ہے۔ جناب سپیکر! آپ نے جو الفاظ فرمائے ہیں۔ یہ کل قومی اخبارات کی سرخیاں بنتی ہیں۔ اس سے لوگوں میں ابہام سا پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ اس لئے جناب سپیکر میں نے وضاحت کر دی ہے۔

جناب سپیکر: اس میں ابہام پیدا نہیں ہو سکتا یہ سمجھوتہ ہر بجٹ کے موقع پر ہوتا ہے۔ اور یہ حزب اختلاف اور سرکاری بنچز کے درمیان ایک پارلیمانی روایت ہے۔ جس کے تحت یہ سمجھوتہ ہوتا ہے۔

مہر ظفر اللہ خان بھروانہ: جناب والا اس مسئلہ پر چونکہ قانونی نکتہ زیر بحث آگیا اس لئے میں خاموش رہا۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جو کچھ میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب نے امن عامہ

پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ اس میں جناب والا جہاں تک بات کرنے کا تعلق ہے وہ تو اپوزیشن اپنا رول ادا کرتی ہے۔ لیکن جب ممبر یہ بات کہے کہ میں یہ بات حلفاً" کہتا ہوں تو پھر مسئلہ کچھ اور ہو جاتا ہے۔ انہوں نے ایک دو باتوں کا ذکر کیا ہے کہ لیہ میں دو آدمی قتل ہو گئے ہیں۔ تو جناب جب کوئی آدمی حلفاً" کہے گا تو اسے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ قتل کیوں ہوئے' کیسے ہوئے اور کیا واقعات سامنے آئے اسے صحیح صورتحال بتانی چاہیے۔ جناب والا! یہ حکومت وہ حکومت نہیں ہے جیسے پہلے حکومتیں رہی ہیں خاص کر پیپلز پارٹی حکومت جو خود لوگوں کو قتل کرواتی تھی۔

جناب سپیکر: مہر صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

مہر ظفر اللہ خاں بھروانہ: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر میرا بن جاتا ہے کیونکہ انہوں نے ایک مخصوص واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں مہر صاحب

مہر ظفر اللہ خان بھروانہ: جناب والا! یہ پہلی حکومت ہے کہ جس نے کبھی آج تک کسی کو قتل نہیں کروایا ہے۔ اور سابقہ حکومتوں میں اسی ھاؤس میں سے اپوزیشن کے ممبران کو زبردستی اٹھوا کر باہر پھینک دیا جاتا تھا۔ یہ واحد حکومت ہے کہ آج تک انہوں نے ایسی مثال نہیں دی۔

جناب سپیکر: مہر صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ I am sorry

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! کیا وہ اس چیز کی تردید کرتے ہیں کہ لیہ میں واقعی کوئی قتل نہیں ہوئے؟

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

مہر ظفر اللہ خاں بھروانہ: جناب والا! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کا پس منظر عرض کروں کہ اے سی کو اٹھا لیا گیا ہے تو کیوں؟

جناب سپیکر: چودھری صاحب! تشریف رکھیے۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! چودھری صاحب نے جو لیہ میں قتل کا ذکر کیا ہے تو وہاں ارادتاً" یا دشمنی سے کوئی قتل نہیں ہوا لیکن جب اس ملک کی وہ ہستیاں جن پر ہمارا یقین ہے کہ ہمیں صحیح

راستہ دکھاتی ہیں اور وہ ہیں علماء کرام' اور اگر علماء کرام بھی وہ ڈیوٹی سنبھال لیں جو تخریب کار اور غنڈوں کی ہے تو اس کو قتل نہیں کہا جا سکتا بلکہ اسے ایک حادثاتی موت کہا جا سکتا ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: رانا صاحب ! یہ بات بالکل غلط ہے۔ اب قتل کی بات یہاں ہونی بہت ضروری ہے کہ جلوس لیہ سے واپس جھنگ آرہا تھا اور جلوس لیہ شہر سے تقریباً" تمیں میل کا فاصلہ طے کر چکا تھا۔ اور راستے میں ناکہ بندی کر کے اس پر فائرنگ کی گئی اور اس فائرنگ کی وجہ سے دو آدمی یا تین آدمی وہاں پر قتل ہوئے۔ جناب رانا صاحب ! اس لئے آپ اپنا اعتراض درست کر لیں کہ شہر سے جلوس نکل کر تمیں میل کا فاصلہ طے کر چکا تھا اور تمیں میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد جنگل میں اس کی ناکہ بندی کی گئی اور وہاں پر فائرنگ کر کے قتل کیا گیا ہے۔ یہ بات ہے۔ اس میں نہ علماء تھے۔ نہ کوئی ایسی بات تھی۔ اس وقت ہر بات ختم ہو چکی تھی۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب تشریف رکھئے۔ مہر صاحب تشریف رکھئے' اس بارے میں زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ باتیں سب دوستوں کی طرف سے غیر ضروری کہی گئی ہیں۔ ان کی ضرورت نہیں تھی۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہونگا کہ جو صوبائی مشیر پیپلز پارٹی پر تنقید کر رہے تھے کیا وہ خود اس وقت اس پیپلز پارٹی میں شامل نہیں تھے جب اس کی حکومت تھی۔ یہ خود اس حکومت میں شامل تھے اور آج دوسری حکومت میں شامل ہونے کے بعد اپنی پہلی حکومت پر تنقید کر رہے ہیں اور جب اس کے بعد کوئی حکومت بنے گی یہ اس میں جائیں گے اور اس حکومت پر تنقید کریں گے۔ یہ ان کا رویہ ہے۔

مہر ظفر اللہ خاں بھروانہ: جناب والا! میں چار دفعہ اس معزز ایوان کا ممبر بنا ہوں اور میں حلفاً" کہتا ہوں کہ چاروں دفعہ آزاد ممبر بنا ہوں اور کسی پارٹی کی طرف سے ٹکٹ لیکر نہیں آیا ہوں۔

میاں محمد افضل حیات: نمائندے ایلکٹ ہو کر ہی حکومت میں شامل ہوتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! اسی طرح پیپلز پارٹی میں تشریف لے گئے تھے اور ان کے بعد پھر ہم چلے گئے تھے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! رانا پھول محمد صاحب نے تردید کر دی کہ یہ پہلے پیپلز پارٹی

میں شامل ہوئے تھے اور وہ بعد میں شامل ہوئے تھے یہ ایسے ہی حلف دینے کیلئے تیار ہو گئے۔

جناب سپیکر: اب آپ تشریف رکھیں - جناب ریاض حشمت جنجوعہ!

چودھری محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ جنجوعہ صاحب کو بات نہیں کرنے دیتے۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! کجھ حضرات دا ہمیشہ توں ایہ رویہ رہا ہے کہ ساڈی تاں جناب اکو پارٹی اے تے سرکاری پارٹی۔ اساں تاں ہمیشہ سرکار دے وفادار رہے آں۔ ایہ اونہاں لوکاں وچوں نیں۔ کہ ساڈی کو پارٹی اے تے اوہ سرکاری پارٹی اے۔ تے انہاں سرکاری پارٹی وچ ای رہناں اے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب تشریف رکھیے۔ جناب ریاض حشمت جنجوعہ -

جناب ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! میری گفتگو کا سلسلہ جس انداز میں منقطع ہوا۔ جناب وزیر زراعت جو کہ ہمارے صوبہ کے بزعم خود بڑے لائق و فائق وزیر ہیں۔ وہ خود بھی یہ سمجھتے تھے کہ ان کا یہ نکتہ اعتراض درست نہیں ہے۔ مگر آج انہوں نے جس انداز میں مجھے Intrerrupt کیا ہے کم از کم ان جیسے سنجیدہ آدمی سے میں یہ توقع نہیں کرتا تھا۔ جس وقت میں اپنی گزارشات پیش کر رہا تھا تو غالباً کل لاہور میں پیش آنے والے واقعات کا ذکر رہا تھا جس میں ایک معصوم بچی جس کی عمر آٹھ سال تھی اس کو عصمت دری کرنے کے بعد قتل کر دیا گیا۔ لاہور میں باغبانپورہ میں تین افراد کو گولیوں سے چھلنی کیا گیا اور لیہ میں ایک پر امن جلوس پر پولیس فائرنگ کر کے تین افراد کو قتل کر دیا گیا۔ ان تمام واقعات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہماری حکومت کے دل میں انسانی خون کی حرمت کا قطعاً کوئی احساس موجود نہیں ہے۔ ورنہ دنیا کی سیاسی تاریخ ایسی مثالوں سے مزین ہے کہ حکومت میں انتہائی معمولی واقعات پر مستعفی ہو جایا کرتی تھیں۔ جس کی تازہ ترین مثال جنوبی کوریا کی حکومت ہے۔ کہ جہاں صرف ایک طالبعلم پولیس کے تشدد سے ہلاک ہوا اور پوری کی پوری کابینہ مستعفی ہو گئی۔ جناب والا! ہم اسلام کا نام لیتے ہیں اور ہمارا مذہب انسانی خون کی حرمت کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ حکم ہے کہ اگر وہ شخص جو ایک انسان کو قتل کرتا ہے وہ پوری انسانیت کا قاتل ہے اور جو شخص ایک انسان کی جان بچاتا ہے وہ پوری انسانیت کا محسن ہے۔ جناب سپیکر!

اس وقت جہاں تک میرے خیال کا تعلق ہے اور یقیناً" اس ایوان کے تمام روشن خیال اراکین بھی میری اس بات سے متفق ہوں گے کہ کسی سماج میں اس وقت تک امن و امان قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ Rule of Law یعنی قانون کی حکمرانی قانون کا خوف اور قانون کا احترام پیدا نہ ہو۔ اس وقت تک کسی معاشرہ میں انصاف قائم نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ تمام معاشرہ کے لئے انصاف کے یکساں معیار مقرر نہ ہوں۔ مگر مقام افسوس ہے کہ ہمارے معاشرہ میں انصاف کے دوہرے معیار مقرر ہیں۔ اور یہاں پر انصاف کرتے وقت ہماری عدالتیں بھی مجرموں کی خاندانی وجاہت اور ان کے سماجی رتبے کو نگاہوں کے سامنے رکھتی ہیں۔ جناب والا! جس معاشرہ میں دولت معیار عزت بن جائے وہ معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔

جناب سپیکر! کچھ عرصہ پہلے اخبارات میں یہ خبریں تواتر کے ساتھ شائع ہوتی رہی ہیں۔ کہ سرحد اور بلوچستان سے اسلحہ سمگل ہو کر پنجاب میں پہنچ رہا ہے اور انہیں اخبارات کے حوالے سے صوبائی حکومت سے وزارت داخلہ سے بھی یہ کہا کہ وہ پنجاب میں اسلحے کی ترسیل کو روکنے کے لئے افغان مہاجرین پر کڑی نگاہ رکھیں۔ جناب والا! پنجاب میں ناجائز اسلحے کی جو بھاری مقدار موجود ہے اخبارات اس بات کے گواہ ہیں اور پنجاب کے آئی جی پولیس اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کوئی بھی محب وطن اور حقیقت پسند پاکستانی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ پاکستان میں اسلحہ کی بھرمار اور اس کی نقل حمل میں افغان مہاجرین کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اور یہ لوگ جن کے لانگ و ہیکل کو پاکستان میں عارضی طور پر رجسٹر کیا گیا ہے۔ یہ لانگ و ہیکلز منشیات اور اسلحہ کی اندرون ملک ترسیل کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ جناب سپیکر! وہ افغان مہاجرین جو آج کیمپوں سے نکل کر پنجاب کے چپے چپے میں پہنچ چکے ہیں۔ جناب سپیکر! وہ افغان مہاجرین کے روپ میں اسلحہ اور منشیات کے تاجر ہیں۔ اور کلاشنکوفوں کے سوداگر ہیں۔ ان لوگوں کی وجہ سے اس وقت صورتحال یہ ہے کہ تمام غنڈہ عناصر، ڈاکوؤں اور سماج دشمن عناصر کے پاس کلاشنکوفوں کی بہتات ہے۔ اور وہ کلاشنکوفوں کو لیکر دندناتے پھر رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے سماج میں کلاشنکوف خوف دہشت اور بربریت کی علامت بن چکی ہے۔ اور کلاشنکوف کی نالی سے جو آگ برس رہی ہے اس نے ہمارے صوبے کے امن کو جلا کر رکھ دیا ہے۔ گلی گلی آج دہشت ناچ رہی ہے۔ بستیوں پر خوف و ہراس کے پہرے لگ گئے ہیں اور ایک نیا کلچر جنم لے رہا ہے اور یہ کلچر کلاشنکوف اور ہیروئن کا کلچر ہے اور اس کلچر کو پروان چڑھانے میں موجودہ حکومت اور مارشل لاء دور کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

جناب سپیکر! میں اب محکمہ محنت اور افرادی قوت کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔ اس محکمہ کا کام ہے کہ وہ بے روزگار اور بے کار افرادی قوت کے لئے روزگار کے مواقع تلاش کرے۔ اس وقت بے روزگاری ہمارے صوبہ کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ میں یہاں پر ان لوگوں کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھوں گا جو کہ اپنی مدت ملازمت پوری کرنے کے بعد سیاسی دباؤ کے حربے اختیار کر کے اپنی ملازمت میں توسیع کروا لیتے ہیں۔ یہ لوگ بھی بے روزگاری کے سدّباب میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ حکومت نے بھی ملازمت کی توسیع کی جو فراخدلانہ پالیسی اپنا رکھی ہے اس کی وجہ سے صوبہ میں ترقی پانے والے ملازمین مایوسی کا شکار ہیں۔ اور صوبے کے عوام میں اس توسیع کے خلاف بڑی واضح رائے عامہ پائی جاتی ہے۔ جناب والا! میری طرف سے حکومت کو یہ تجویز ہے کہ یہ ریٹائرمنٹ کے بعد مدت ملازمت میں توسیع پر مکمل طور پر قدغن لگا دینی چاہیئے۔

جناب والا! ہمارے صوبہ میں فنی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے کالج اور ہماری یونیورسٹیاں ہر سال سینکڑوں طالب علموں کو بے روزگار نوجوانوں کو اس معاشرہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی ہیں۔ اور وہ نوجوان جن کے سامنے نہ تو زندگی کا کوئی نصب العین ہوتا ہے۔ اور نہ ہی ان کی زندگی کی کوئی منزل ہوتی ہے وہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں اور آج ہمارے صوبہ میں ہمارے ملک میں بد امنی کی سب سے بڑی وجہ بے روزگاری ہے۔ ہمارے وہ نوجوان جو تعلیم یافتہ ہیں' اپنے مستقبل سے مایوس ہو کر انہوں نے جرائم کے سائنسی طریقے تلاش کر لئے ہیں وہ انتہائی گھٹیا اور مذموم ہتھکنڈوں پر اتر آئے ہیں اور حکومت ہے کہ لاکھوں بے روزگار' پڑھے لکھے نوجوانوں کے لئے روزگار مہیا کرنے کے لئے اس کے پاس کوئی منصوبہ زیر غور نہیں ہے۔ جناب والا! اگر ہم نے اس سنگین مسئلہ کی طرف توجہ نہ کی تو وہ دن دور نہیں ہے کہ جب میرے صوبہ کی سڑکوں' کھیتوں اور جنگلوں میں سینکڑوں "نادر جسکانی" دندناتے پھر رہے ہوں گے۔ جو کالجوں اور یونیورسٹیوں سے تعلیم یافتہ ہوں گے اور ان کے ایک ہاتھ میں کلاشنکوف ہو گی اور ان کا دوسرا ہاتھ آپ کے گریبانوں میں ہو گا اور اس طرح سے وہ معاشرہ سے اپنی محرومیوں کا حساب لیں گے۔

جناب سپیکر! اب میں محکمہ انسداد رشوت ستانی کا ذکر کرنا چاہوں گا یہ محکمہ عوام کی مشکلات کو دور کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے - اور یہ محکمہ خود رشوت ستانی کا شکار ہو چکا ہے۔ اسی محکمہ کے متعلق ایک دانشور نے کہا تھا کہ وہ شخص بددیانت تھا' وہ شخص سخت کرپٹ تھا جس نے انٹی کرپشن ایکٹ بنایا ہو گا۔ کیونکہ انٹی کرپشن ایکٹ میں کوئی ایسی صورت موجود نہیں ہے کہ کوئی بد دیانت شخص

پکڑا جائے۔ اگر خدانخواستہ کوئی پکڑا جائے تو اس کو سزا یاب ہونے کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ جناب والا! جناب وزیر خزانہ نے کل اپنی تقریر میں یہ فرمایا تھا کہ حکومت بد دیانت افسران کو نکالنے کے لئے کوئی فہرستیں تیار کر رہی ہے جناب والا! جتنے بد دیانت افسر محکمانہ کارروائی کے بعد سزا کے طور پر ملازمتوں سے نکالے گئے تھے۔ میں بیسیوں مثالیں ایسی پیش کر سکتا ہوں کہ اس حکومت نے بددیانت افسروں کو نکالنے کی بجائے ان بد دیانت افسروں کو جن کو محکمانہ کارروائی کے بعد اور پوری یقین دہانی حاصل کرنے کے بعد کہ وہ واقعی بد دیانت تھے ان کو ملازمتوں سے برخاست کیا گیا تھا۔ اس حکومت نے سیاسی مجبوریوں کے تحت ان کو بحال کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں ایک پولیس کے سب انسپکٹر کی مثال پیش کرنا چاہوں گا۔ کہ جس پر سات فوجداری مقدمات قائم تھے۔ اور اس پر تمام اخلاقی جرائم کے الزامات تھے حتیٰ کہ اس پر کالج کی لڑکیوں کو چھیڑنے تک کا الزام تھا۔ اس کی جب انکوائری ہوئی۔ تحقیقات ہوئی' محکمہ نے اس کو مجرم گردانتے ہوئے اس کو ملازمت سے نکال دیا۔ جب اس نے دوبارہ موجودہ حکومت کے وزیر اعلیٰ کو ملازمت پر بحالی کے لئے درخواست دی اور محکمہ کے پاس جب وہ درخواست رپورٹ کے لئے پہنچی تو محکمہ نے اخلاقی جرائم کی وہ سات ایف آئی آر اس رپورٹ کے ساتھ منسلک کر دیں اور یہ وزیر اعلیٰ کو لکھا کہ اس شخص کو ملازمت پر بحال نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جناب والا' مقام افسوس ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ نے باکمال شفقت اس شخص کو دوبارہ بحال کر دیا اور ملازمت دے دی۔ جناب سپیکر! جس حکومت نے بد دیانت اور بد کردار افسروں اور بد اخلاق افسروں کی بحالی کا بیڑہ اٹھا رکھا ہو۔ وہ حکومت کسی بد دیانت افسر کو نکالنے کی جرأت تک نہیں کر سکتی ہے۔

جناب والا! اب میں آخر میں صوبائی اسمبلی کی اس رپورٹ کا ذکر کروں گا جسے اس ایوان میں زیر بحث لایا گیا تو تمام ارکان نے اسی رپورٹ کو تاریخی رپورٹ کہا۔ وہ رپورٹ سابق صوبائی سروس کے ملازمین کے شرائط ملازمت کے بارے میں تھی۔ مگر افسوس ہے کہ آج اس رپورٹ کو پیش ہوئے اور متفقہ طور پر منظور ہوئے چھ ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے لیکن حکومت نے اس سلسلہ میں کوئی کارروائی نہیں کی ہے اور اس رپورٹ کا حشر بھی انہی رپورٹوں جیسا ہو رہا ہے جو کہ اس سلسلہ میں قائم کئے گئے سابقہ کمشنوں نے پیش کی تھیں۔ اور حکومت نے اب تک اگر کچھ نہیں کیا ہے' اور حکومت کے دامن میں اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ جب بھی حکومت کے کسی قابل احترام وزیر سے اس بارے میں پوچھا جاتا ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں صوبائی حکومت کی وفاقی حکومت سے خط و کتابت ہو رہی ہے۔ جناب سپیکر! جب دوسرے صوبوں کی حکومتیں اپنے صوبائی ملازمین کو ان کے

حقوق اور ان کی مراعات دے رہی ہیں تو کیا صرف صوبائی حکومت پنجاب ہی وفاقی حکومت کی رعایا ہے اور وہی صرف وفاقی حکومت کے احکامات کی پابند ہے یہاں تو وزیر انصاف نے یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ پنجاب کی صوبائی سروس کے ملازمین کو دوسرے صوبے کے برابر حقوق اور مراعات عطا کریں گے۔ مگر اس بات کو بھی تین ماہ کا عرصہ گزر گیا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔ جناب والا! میں اس پر سوائے افسوس کے اور کچھ نہیں کر سکتا ہوں۔

وما علینا الی البلاغ المبین۔ شکریہ

جناب سپیکر: چودھری محمد رفیق صاحب ـــــــ آپ نہیں بولنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد رفیق: میں راہی صاحب کے بعد تقریر کروں گا۔

جناب سپیکر: لیکن راہی صاحب' آپ سے پہلے بات نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا نام پہلے ہے اس لئے میں نے آپ کا نام پکارا ہے۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! شکریہ۔ آج کی اس کٹوتی کی تحریک کے حق میں بہت سارے دلائل پیش کئے جا چکے ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ ہماری موجودہ حکومت جو تحریر و تقریر کی آزادی کا دعوی بڑا بلند کرتی ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر تشریف لائے)

لیکن اس ضمن میں افسوس کا مقام ہے۔ کسی پرچہ کو نکالنے کے لئے چاہے وہ اخبار روزنامہ ہے' چاہے وہ ہفتہ وار ہے' چاہے وہ ماہانہ ہے کوئی شخص بھی اس ڈیکلیئریشن کے حصول کے لئے جب درخواست دیتا ہے۔ تو ڈپٹی کمشنر متعلقہ از خود اس ڈیکلیئریشن کو منظور کر کے اس ماہنامے ' روزنامے یا ہفتہ وار کسی رسالے کے اجرا کے لئے منظوری دے سکتا ہے۔ لیکن جناب سپیکر اس میں حائل جو رکاوٹیں ہیں' وہ آپ کے گوش گزار کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں' کہ جب کبھی بھی ایسے ڈیکلیئریشن کے لئے درخواست کو ایک لمبا سفر طے کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ بھی مقام افسوس ہے کہ جس ڈیکلیئریشن کی ڈپٹی کمشنر نے یا صوبہ کے ایک افسر نے منظوری دینا ہوتی ہے ـــــــ

وزیر زراعت: جناب والا! کیا میں آپ کی وساطت سے یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ یہ ڈیکلریشن اور تحریر و تقریر کی آزادی کس ڈیمانڈ کے تحت ہو رہی ہے۔ کیا یہ بجٹ پر جنرل ڈسکشن ہو رہی ہے یا کسی ڈیمانڈ اور کٹ موشن پر بات ہو رہی ہے۔ کون سے پوائنٹ پر بات ہو رہی ہے ؟

چودھری محمد رفیق: جناب والا! جنرل ایڈمنسٹریشن میں جتنے محکمے ہیں ان پر بات کی جا سکتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا اس پر پہلے فیصلہ نہیں ہو گیا تھا؟

وزیر زراعت: جناب والا! فیصلہ ہو چکا ہے کہ عام بحث میں اور کٹ موشن کی بحث میں فرق ہے۔ عام بحث میں آپ دنیا کی ہر چیز کا ذکر کر سکتے ہیں اور کٹ موشن میں آپ ان نکات کا ذکر کر سکتے ہیں۔ جس کیلئے کٹ موشن پیش کی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں فاضل مقرر سے یہ درخواست کروں گا کہ اپنے موضوع کے مطابق اپنے ارشادات کو confine کریں۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں عرض کر چکا ہوں کہ جنرل ایڈمنسٹریشن کی مد میں جتنے بھی محکمہ جات ہیں، ہم نے جو کٹوتی کی تحریک پیش کی ہے اس کے مطابق ہم تمام محکمہ جات پر بحث کر سکتے ہیں اور چونکہ محکمہ اطلاعات بھی اسی میں شامل ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے جو کٹوتی کی تحریک پیش کی ہے اس کے دائرہ کار کے اندر رہ کر آپ بحث کر سکتے ہیں۔

وزیر زراعت: ہر محکمہ پر بحث نہیں کر سکتے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں پھر نکتہ وضاحت پر حاضر ہوتا ہوں: آپ ذرا ہمارا نوٹس تو پڑھیں اور اس کے بعد سابق وزیر قانون صاحب ہمیں قائل کر لیں۔ ہمارے الفاظ آپ پڑھیں، اس میں لکھا ہوا ہے کہ

Rule 116 (a) "The discussion shall be confined to the specific point or points mentioned in the notice..."

وزیر زراعت: وہ آپ بتا دیں کہاں Mention کئے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: وہی عرض کر رہا ہوں کہ " To discuss the policy underlying the demand " ٹوٹل ڈیمانڈز، یعنی یہ جو پالیسی ہے، ہم نے اس کا نوٹس دیا ہے۔

وزیر زراعت: وہ پوائنٹس ہی آپ بتا دیں کہ کونسے پوائنٹس ہیں جن کو یہ زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: اس میں لفظ پوائنٹ نہیں ہے' بلکہ پوائنٹس ہے۔

وزیر زراعت: پوائنٹس ہی بتا دیں

SYED TAHIR AHMAD SHAH: To discuss the policy underlying the demand.....Policy.....Total that comes under General Administration.

میاں محمد افضل حیات (قائد حزب اختلاف): جناب سپیکر! اگر اجازت دیں تو میں اس سلسلے میں کچھ عرض کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمائیں!

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! پہلے بھی اس مسئلے پر بحث ہو چکی ہے۔ یہ جو ڈیمانڈ پیش ہوئی ہے' اس پر آپس میں بات ہو چکی ہے اور اس ڈیمانڈ پر جس طرح سے کٹوتی کی تحریک پیش کی گئی ہے' اسی طریقے سے یہ admit ہو چکی ہے اور اس کے اوپر بحث کی اجازت دی جا چکی ہے۔ اس لئے یہ بات خلاف ضابطہ نہیں ہے' اگر اس میں پوائنٹس نہیں دیئے گئے' تب بھی اسے باضابطہ قرار دیا گیا ہے' اور یہ روایت رہی ہے کہ جب کوئی چار پانچ یا چھ موضوع ان دنوں میں چن لئے جاتے ہیں تو پھر اس پر ہی ساری بحث ہو جاتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ جب ہم صرف تعلیم پر کٹوتی کی تحریک پیش کریں گے تو اس وقت صرف محکمہ تعلیم پر ہی بات ہو گی اور جب محکمہ صحت کی طرف آئیں گے تو اس وقت صرف محکمہ صحت کے متعلق ہی بات ہو گی جب محکمہ زراعت کی طرف آئیں گے تو اس وقت صرف محکمہ زراعت پر ہی بات ہو گی لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جب جنرل ایڈمنسٹریشن پر بات ہوتی ہے تو یہ اتنا وسیع موضوع ہے کہ اس پر کسی وقت یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ شاید اس پر عام بحث ہو رہی ہے حالانکہ یہ عام بحث نہیں ہوتی لیکن جنرل ایڈمنسٹریشن کا موضوع ہی کچھ اس قسم کا ہے کہ جب اس پر بحث ہوتی ہے تو ایک شک سا پیدا ہو جاتا ہے کہ شاید یہ عام بحث ہو رہی ہے حالانکہ یہ ایسی بات نہیں ہے۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب سپیکر! جس طرح عام بحث کیلئے آپ پانچ منٹ یا دس منٹ وقت مقرر کرتے ہیں اسی طرح کٹوتی کی تحریک کیلئے بھی کوئی وقت مقرر کر دیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کیلئے وقت تو مقرر نہیں کیا جا سکتا۔

جناب فضل حسین راہی: جناب! اونہاں نوں آکھو کہ کدی کتاب وی کھول کے ویکھ لیا کرن۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس سلسلے میں یہ فیصلہ میرے خیال میں پہلے ہو چکا ہے کہ پالیسی کے متعلق بات ہو سکتی ہے، اس لئے میں چودھری محمد رفیق صاحب سے یہ عرض کروں گا کہ وہ فیصلے کے مطابق اپنی تقریر کو جاری رکھیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! پالیسی پر تنقید کرنے کیلئے ہی میں اپنی عرضداشت پیش کر رہا تھا کہ کسی پرچے کو نکالنے کیلئے جب کوئی درخواست دی جاتی ہے اوراس کا ڈیکلیئریشن حاصل کیا جاتا ہے تو اس کی منظوری کیلئے مجاز آفیسرڈپٹی کمشنر ہے لیکن یہاں پر یہ بات پہلے بھی ہو چکی ہے کہ اختیارات کا ناجائز استعمال اس حد تک ہوتا ہے کہ جس افسر مجاز کے پاس مخصوص اختیارات ہوتے ہیں وہ افسر مجاز اپنے اختیارات کو استعمال ہی نہیں کر سکتا اور وہ اختیارات کچھ اور افسران یا Policy Makers استعمال کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں میری تنقید یہ تھی کہ ڈیکلیئریشن دینے کیلئے افسر مجاز ڈپٹی کمشنر ہے لیکن ڈپٹی کمشنر کی بجائے یہ اختیارات مرکزی حکومت استعمال کرتی ہے اور اس کی منظوری بھی مرکزی حکومت سے آتی ہے یہ ایک طرح سے نہ صرف اختیارات کا ناجائز استعمال ہے یا ایک افسر مجاز کے اختیارات کو سلب کرنے والی بات ہے بلکہ دوسری طرف یہ بھی ہے کہ صوبائی خودمختاری پر بھی ایک کاری ضرب لگتی ہے کہ ہمارے صوبے کے جو اختیارات ہیں اس میں مرکز کی مداخلت اس حد تک ہے کہ ہم اپنے صوبائی معاملات اور اختیارات کو بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ اس لئے مرکزی حکومت اپنے اختیارات سے تجاوز کرکے ہمارے معاملات میں دخل اندازی کرتی ہے۔ یہ ڈیکلیئریشن ایک معمولی بات ہے۔ کسی آدمی کو یہ حق بھی نہیں ہے کہ وہ ڈپٹی کمشنر سے ڈیکلیئریشن کی منظوری حاصل کر لے۔ اس کی منظوری کیلئے تو اسلام آباد تک کیلئے سفر کرنا پڑتا ہے اور پھر وہاں سے پسندیدہ یا ناپسندیدہ افراد کیلئے منظوری آتی ہے اور یہ سارے فیصلے سیاسی ہوتے ہیں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ ہماری صوبائی حکومت جو تحریر و تقریر کی آزادی کا دعویٰ کرتی ہے حالانکہ تحریر و تقریر کی آزادی پر کتنے قدغن ہیں اور اسی میں کتنی رکاوٹیں ہیں اس لئے میں یہ کہوں گا کہ ہمارے صوبائی معاملات میں مرکزی حکومت کی مداخلت قطعی طور پر نہیں ہونی چاہئے اور ہمیں مکمل صوبائی خودمختاری حاصل ہونا چاہئے اور تمام صوبائی معاملات ہم اپنے صوبائی سطح پر ہی حل کریں اور جس افسر مجاز کے پاس وہ اختیارات ہیں اسی

افسر مجاز کو ہی اپنے اختیارات استعمال کرنے چاہیں اس لئے متعلقہ وزیر صاحب کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ جہاں تک ڈیکلیئریشن کا معاملہ ہے یہ ڈپٹی کمشنر ہی خودمختار ہونا چاہئے اور اپنے اختیارات خود ڈپٹی کمشنر ہی استعمال کرے۔ اس راستے میں حائل جو رکاوٹیں بھی آتی ہیں وہ تمام رکاوٹیں دور کی جانی چاہئیں۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی میں محکمہ اطلاعات کے متعلق ایک اور بات عرض کروں گا کہ اخبارات کو جو اشتہارات دیئے جاتے ہیں، اس ضمن میں یہ عرض کروں گا کہ حکومت کا یہ بڑا نامنصفانہ رویہ ہے کہ اپنی پسند اور ناپسند کو دیکھتے ہوئے اخبارات کو اشتہارات دیئے جاتے ہیں حالانکہ اشتہارات اس کی سرکولیشن کو مدنظر رکھتے ہوئے دینے چاہیں۔ بلکہ جو اخبارات یا ہفت روزہ رسالے یا ماہانہ رسالے ہیں ان کیلئے اشتہارات کی جو "ونڈ" ہے اس "ونڈ" میں بھی بڑی نامنصفانہ تقسیم ہے جس پر فوری طور پر توجہ دینی چاہئے اور تمام اخبارات اور رسالوں کو جو سرکاری اشتہارات دیئے جاتے ہیں وہ سب کیلئے منصفانہ ہونے چاہئے اور سب کو اشتہارات ملنے چاہئیں، قطع نظر اس بات کہ کوئی حکومت کی موافقت میں ہے یا مخالفت میں ہے یا آزاد پالیسی رکھے ہوئے ہے۔ کیونکہ اس بات سے ہی حکومت کی پالیسی واضح ہو جاتی ہے کہ وہ کس حد تک آزاد اخبارات یا جرائد کو پسند کرتی ہے، یا برداشت کرتی ہے، یا وہ اخبارات و رسائل جو حکومت پر تنقید کرتے ہیں ان کے خلاف حکومت کا کیا رویہ ہے یا ان کیلئے کیا نرم گوشہ ان کے دل میں ہے؟ یا اگر حکومت کی پالیسی کا علمبردار پریس ہے اس کیلئے حکومت کا کتنا نرم رویہ ہے کیونکہ عملی طور پر ہم نے یہ دیکھا ہے کہ جتنی اشتہارات کی "ونڈ" ہے وہ تمام تر ایسے اخبارات اور رسائل کو دی جاتی ہے جو حکومت کی پالیسی کو زیادہ اجاگر کرتے ہیں اس کے برعکس جو حکومت کی پالیسیوں کے خلاف تنقید کرتے ہیں یا آزاد ہیں، ان کیلئے اشتہارات کی جو ونڈ ہے اس میں بڑی دھاندلی ہے اور یہ ان کے ساتھ ناانصافی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر! میں چودھری صاحب کی تقریر میں مخل نہیں ہو رہا، مجھے ابھی ابھی قرارداد کی کاپی ملی ہے جو کہ اس ایوان نے ایک کمیٹی بنائی تھی اور جس کے کنوینر جناب وزیر زراعت تھے کہ آفت زدہ علاقے اور جن لوگوں کو نقصان پہنچا ہے ان کے قرضہ جات معاف کئے جائیں اس کمیٹی کی میٹنگ کا محرک میں ہی تھا اور آپ نے میرا نام بھی شامل کیا تھا

اور وزیر مال کا نام بھی شامل کیا تھا۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر ۔۔

جناب والا! میں آپ کے توسط سے رانا پھول محمد خان صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ آپ ہمارے حقوق کا قتل عام نہ کریں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں رانا صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ یہ کاغذ مجھ تک پہنچا دیں اور آپ تشریف رکھیں ، چودھری صاحب کو تقریر جاری رکھنے دیں ۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! مجھے یہ نوٹس ابھی ابھی موصول ہوا ہے

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ یہ لکھ کر بھیج دیں ۔ چودھری صاحب اپنی تقریر جاری رکھیں ۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! چیف منسٹر صاحب کا جو الگ سیکرٹریٹ چل رہا ہے اور جس پر خطیر رقم خرچ کی جا رہی ہے ہمیں اس پر بھی شدید اعتراض ہے ، اور اس لئے اعتراض ہے کہ مین سیکرٹریٹ میں چیف منسٹر صاحب کا اپنا دفتر بھی موجود ہے اور عملہ بھی موجود ہے اس کے متوازی ایک سیکرٹریٹ چلانا ، ایک طرح سے وہ صوبائی خزانہ پر ایک بہت بڑا بوجھ ہے اور دوسری طرف ایڈمنسٹریشن کے معاملے میں ، میں یہ سمجھتا ہوں کہ بہت زیادہ بڑا اثر پڑ رہا ہے کہ جب ایک اعلیٰ افسر یا چیف ایگزیکٹو ہی اپنے دفتر یا اپنے اس بلاک میں موجود نہیں ہو گا یا نہیں بیٹھے گا تو ظاہر ہے کہ باقی عملہ سیکرٹریٹ کا کیا حال ہوگا ۔ جب اکثر کسی نہ کسی کام سے وہاں جانا پڑتا ہے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ سیکرٹری صاحب یا فلاں افسر چیف منسٹر ہاؤس گئے ہوئے ہیں یا وہ میٹنگ پر ہیں ۔ ان کا ملنا ملانا ہی ایسے ہے جیسے جوئے شیر کا لانا ہوتا ہے اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ضروری ہے کہ اگر کارکردگی کو بڑھانا ہے ، کام کی رفتار کو تیز کرنا ہے تو ضروری ہے کہ چیف ایگزیکٹو وزیر اعلیٰ کو مین سیکرٹریٹ میں بیٹھنا چاہئے۔ اس سے یہ فائدہ پہنچے گا کہ سیکرٹریٹ کا تمام عملہ یا ان کے اپنے عملہ کو پتہ ہوگا کہ ہمارا چیف ایگزیکٹو موجود ہے اس لئے وہ بھی موجود ہوں گے اس کی مثال میں یوں بھی آپ کے توسط سے اس معزز ایوان میں پیش کرنا چاہوں گا کہ جس دن قائد ایوان ، چیف منسٹر صاحب اس ایوان میں تشریف لاتے ہیں اس دن گہما گہمی ہوتی ہے ، تمام ہاؤس بھرا ہوا ہوتا ہے اور جس دن وہ تشریف نہیں لاتے ہیں ، اکثر یہ ہوتا ہے کہ یہاں پر کورم کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے ۔ یہاں پر بولنے والے زیادہ ہوتے ہیں اور سننے والے کم ہوتے ہیں ۔ اسی انداز سے آپ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مین سیکرٹریٹ میں چیف ایگزیکٹو

کے نہ بیٹھنے سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے دفتروں کی کارکردگی بری طرح متاثر ہو رہی ہے اور کام کی کارکردگی جو گھنٹوں کی ہے وہ دنوں میں ہوتی ہے' جو دنوں کی ہے وہ ہفتوں میں ہوتی ہے اور جو ہفتوں کی ہے وہ مہینوں تک کا سفر طے کرتی ہے تو جناب والا! اس پر توجہ فرمائی جائے اور چیف منسٹر صاحب کا دفتر اور عملہ مین سیکرٹریٹ میں جائے اور جو الگ سیکرٹریٹ ہے اس کو ختم کیا جائے اس سے جو بچت ہوگی میں سمجھتا ہوں وہ رقم ڈویلپمنٹ کے کاموں میں خرچ کی جا سکتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں معزز رکن سے یہ التماس کروں گا کہ وہ ایوان میں کھڑے نہ ہوں اپنی سیٹ پر تشریف فرما ہوں جی فرمایئے!

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! ہم ایک ترقی پذیر ملک میں رہتے ہیں اور ایک ترقی پذیر ملک کا ہمارا صوبہ پنجاب بھی ایک ترقی پذیر صوبہ ہے اور اس پر غیر ترقیاتی اخراجات کا بوجھ کسی طور پر بھی مناسب نہیں ہے۔ اسکو جس حد تک بھی کم کیا جا سکے ڈویلپمنٹ کے پروگراموں کو صحیح طور پر چلانے کے لئے وہ ناگزیر ہے اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ اتنے اخراجات کے باوجود بھی وہ توقعات پوری نہیں ہوتی ہیں جن کی ہمیں امید ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے ہاں وزراء حضرات کی اور ایڈوائزرز حضرات کی' پارلیمانی سیکرٹریوں کی ایک فوج ظفر موج موجود ہے لیکن اصلاح احوال میں کوئی نمایاں ترقی نہیں ہوئی ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان پر اٹھنے والے اس قدر اخراجات جو ہیں وہ کم ہونے چاہیں۔ ان کی قطعی طور پر ضرورت نہیں ہے۔ پنجاب کی سابقہ تاریخ دیکھیں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ ہر دور میں جتنی بھی حکومتیں رہی ہیں' خواہ وہ سیاسی حکومتیں تھیں' خواہ فوجی یا نیم فوجی حکومتیں تھیں' اتنی بھرمار کسی حکومت میں بھی نہیں رہی ہے۔ مغربی پاکستان کا صوبہ جس کے گورنر امیر محمد خان آف کالا باغ تھے اس وقت جہاں تک میرا علم ہے کہ صرف 9 وزیر تھے جو تمام مغربی پاکستان کو جو کہ آج چار صوبوں میں تقسیم ہے ان چاروں صوبوں کو کنٹرول کرتے تھے لیکن آج آپ یہ دیکھئے کہ 23 وزیر ہیں' 23 پارلیمانی سیکرٹری ہیں' 11 ایڈوائزر ہیں' 58 حضرات کی ایک فوج موجود ہے' میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرات white elephant ہیں۔ یہ سفید ہاتھی ہیں جو یہاں پر بندھے ہوئے ہیں۔ جن کی موجودگی سے بھی حالات میں کوئی اصلاح نہیں ہوئی ہے۔ حالات میں کوئی قطعی طور پر اصلاح نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی خدمات میں اضافہ ہوا ہے' اس لئے جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان میں یہ تجویز کروں گا کہ وزراء' پارلیمانی سیکرٹری حضرات کی تعداد بھی کم کی جائے اور اس حد تک کم کی

جائے کہ جتنا ناگزیر ہو 'جتنے ضروری ہوں اس تعداد کو رکھا جائے تاکہ اس اخراجات کے بوجھ کو اپنے صوبائی خزانے پر جو کہ غریب عوام کے ٹیکسوں سے وسائل بنتے ہیں اس پر اس قدر بوجھ نہ ڈالا جائے - جناب سپیکر! اب کچھ ایسے محکمہ جات ہیں جو ان کی ایڈمنسٹریشن کے تحت آتے ہیں اب میں تھوڑی سی انکی کارکردگی پر بھی روشنی ڈالنا چاہوں گا ان میں پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ ہے - جناب غلام حیدر وائیں صاحب تشریف رکھتے ہیں اور میں توقع رکھوں گا کہ وہ خصوصی توجہ فرمائیں گے اور اس بات کا نوٹس لیں گے۔ کچھ عرصہ پیشتر اس معزز ایوان میں جناب قائد ایوان نے یہ اعلان کیا تھا کہ تمام حضرات ، تمام ارکان کو ترقیاتی پروگرام ، منصوبہ جات مساوی تقسیم کئے جائیں گے لیکن ان کے محکمے کے متعلق میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بہت سارے معزز ارکان ایسے ہیں جن کے منصوبہ جات تکمیل تک نہیں پہنچے ، شاید ان کی منظوری بھی نہ ہوئی ہو ، جن حضرات کے منصوبہ جات کی منظوری ہو جاتی ہے وہ محکمے میں تین چار مہینے تک اٹکے رہے ' پتہ نہیں وہ کس سرخ فیتے میں دبے رہے اور آج صورتحال یہ ہے کہ یہ کہا گیا ہے کہ ان پر خرچ کرنے کے لئے اب رقم نہیں ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ ان کو اپنے محکمے میں یہ اطلاع کرنی چاہئے تاکہ جو منصوبہ جات منظوری کے لئے ان کے محکمے میں جاتے ہیں - ان کی بروقت منظوری ہونی چاہئے - اور ان پر عملدرآمد کے لئے وقت پر انہیں محکمہ جات کو بھیج دینے چاہئیں تاکہ ان پر بروقت عملدرآمد ہو سکے اور اس سے کوئی شخص محروم نہ رہے - جناب سپیکر! اس میں ، میں اپنی بھی مثال دے سکتا ہوں کہ جہاں تک میرے اپنے منصوبہ جات کا تعلق ہے اس میں محکمہ تعلیم کے بارے میں جتنے بھی منصوبہ جات تھے مجھے ان میں سے ایک منصوبہ بھی نہیں ملا - حالانکہ قائد ایوان نے اس معزز ایوان میں اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ تمام ارکان کو ترقیاتی منصوبہ جات میں مساوی حصہ ملے گا ۔

سید اقبال احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر - جناب سپیکر! ایک خاص نکتہ کے تحت یہ بات کر سکتے ہیں۔ یہ اپنے منصوبہ جات یہاں پر منظور کروانے کے لئے بات کر رہے ہیں تو چاہیئے یہ کہ ایک خاص نکتہ جو میرے خیال میں قاعدہ نمبر 116 کے تحت ہے اس کو پڑھ کر اگر یہ مناسب تقریر فرمائیں تو یہ بہتر ہوگا

جناب ڈپٹی سپیکر: تو یہ ان کو پہلے Remind کرا دیا گیا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! ہمارے محترم ساتھی پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ پر تنقید کر رہے

ہیں، پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ جنرل ایڈمنسٹریشن کا حصہ ہے اور اگر کسی محکمے میں زیادتی ہوتی ہے تو اس کا اظہار تو کرنا ہوتا ہے۔ شکریہ!

سید اقبال احمد شاہ: آپ اس میں تنقید نہیں کر سکتے، میں نے قاعدہ نمبر116 پڑھا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! میں آپ سے التماس کروں گا کہ آپ تشریف رکھیں، میں معزز رکن سے بھی التماس کروں گا کہ وہ اپنے آپ کو موضوع کے دائرہ کار کے اندر رکھیں۔ جی فرمائیے۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ میرا فرض تھا کہ معزز اراکین جو ان ترقیاتی منصوبہ جات سے محروم رہے ہیں یا جن کے منصوبہ جات تکمیل کو نہیں پہنچے ہیں ــــــ

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! اس وقت وہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔ آپ کسی محکمہ کی کارکردگی یا اس کی پالیسی یا اس کی حکمت عملی پر بحث کر سکتے ہیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں اس محکمے کی پالیسی پر ہی تو عرض کر رہا تھا کہ گورنمنٹ نے جو پالیسی بنائی تھی اس محکمے نے کماحقہ اس پر عملدرآمد نہیں کیا۔ تو یہ واضح کرنا میرا فرض تھا۔ جناب سپیکر! مواصلات و تعمیرات کے سلسلے میں عرض کرنا چاہوں گا کہ عرف عام میں عوام میں یہ تاثر عام ہے کہ اس ملک کو انجینئر کھا گیا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی حد تک درست بھی ہے اور قطعی غلط بھی نہیں ہے۔ آپ دیکھتے ہیں بلکہ سب لوگ جانتے ہیں کہ محکمہ مواصلات و تعمیرات کی کارکردگی کے بارے میں جناب قائد ایوان نے بھی عدم اعتماد کا اظہار کیا تھا اور میں نے خود بھی یہ بات اخبار میں پڑھی تھی۔ اور انہوں نے بڑی سڑکوں کو بیرونی کمپنیوں کو ٹھیکہ پر دینے کی تجویز پیش کی تھی۔ اگر یہ اخباری اطلاع درست ہے تو آپ اس بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہماری حکومت کے چیف ایگزیکٹو اور ہمارے ایوان کے قائد نے بھی اس محکمہ کی کارکردگی پر عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ جناب سپیکر! اس محکمہ کی کارکردگی محل نظر ہے کیونکہ اس پر اٹھنے والے خطیر اخراجات جن کے متبادل یہ ترقیاتی پروگرام چل رہے ہیں اور تکمیل کو پہنچ رہے ہیں دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ سڑکیں یا عمارتیں بنتے ہی ان کی مرمت کا بجٹ پیش کر دیا جاتا ہے۔ ان کی کوئی عمر ہی نہیں ہے یا وہ Specifications کے مطابق نہیں بنتی ہیں۔ پھر اس میں جو سب سے زیادہ بات تشویشناک ہے وہ یہ ہے کہ Specifications کے لئے جو تخمینے بنتے ہیں ان کے بارے میں اندرون خانہ لوگ کہتے ہیں کہ تخمینے اصل رقوم سے کہیں زیادہ بنتے ہیں اور کمیشن کی رقم پہلے سے ہی اس میں شامل کر لی جاتی ہے۔ تاکہ

اپنا حصہ پہلے ہی وصول کر لیں - پھر عملی طور پر کمیشن دینے کے بعد ظاہر ہے ٹھیکیدار بھی Specifications کے مطابق کام نہیں کرتا - جب وہ دیکھتا ہے کہ اوپر والے کانے ہیں تو ان کو کانے ہونے میں بھی کیا حرج ہوتا ہے - وہ بھی کھا پی جاتے ہیں - اس لحاظ سے مواصلات و تعمیرات کا جتنا بھی پروگرام ہے وہ غیر تسلی بخش ہے - اس کے لئے میں وزیر متعلقہ جناب سعید احمد منہیس صاحب سے عرض کروں گا کہ اس پر کڑی نظر رکھیں - اس محکمہ کی اصلاح ناگزیر ہے کیونکہ ہم ایک ترقی پذیر ملک کے باشندے ہیں یہ عوام پر بوجھ ہے اور ٹیکسوں کے ذرائع سے جو ہمارے وسائل بنتے ہیں اس کا صحیح طور پر استعمال ہونا چاہئیے اور عوام کے ٹیکسوں کے ذریعے سے ہمیں جو وسائل حاصل ہوتے ہیں ان کے اخراجات کو جب تک ہم درست نہیں کریں گے اور ان کو صحیح طور پر استعمال نہیں کریں گے تو ظاہر ہے وہ عوام پر ایک بہت بڑا بوجھ ثابت ہوں گے -

جناب سپیکر! زکوۃ پر بھی میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارا زکوۃ کا جو نظام ہے اور جس طرح زکوۃ کی کٹوتی ہوتی ہے اس کے بارے میں رد عمل کے طور پر یہ شدید احساس پایا جاتا ہے کہ سود کی رقموں میں سے زکوۃ کاٹی جاتی ہے جو کہ غیر اسلامی ہے - ہماری حکومت جو آج اسلام اور اسلامی نظریہ کے تحفظ کے لئے پیش پیش ہے تو ہماری حکومت اس معاملے میں کیا جواز پیش کر سکتی ہے کہ زکوۃ کی رقوم سود سے کاٹی جاتی ہیں اور اس سے وہی لوگ متاثر ہوتے ہیں جو چھوٹی چھوٹی بچتوں والے ہیں - ان کی رقوم سے بھی زکوۃ کاٹی جاتی ہے اور جتنے بڑے بڑے لوگ ، سرمایہ دار یا صنعت کار ہیں اور جن کے بڑے بڑے اکاؤنٹس ہیں ان کو خاص طور پر ان میں سے نکال دیا جاتا ہے - اس پالیسی سے یہی نظر آتا ہے کہ ان حضرات سے یہ زکوۃ نہ کاٹی جائے اور یہ ایک نا منصفانہ رویہ اور نامنصفانہ پالیسی ہے - اس دوغلی پالیسی پر مجھے شدید اختلاف ہے - پالیسی ایک ہی ہونی چاہئیے قانون ایک ہی ہونا چاہئیے - اور جیسے کہ میرے بھائی پہلے کہہ چکے ہیں کہ جب تک اس ملک میں رول آف جسٹس اور رول آف لاء نہیں ہوگا اس ملک سے کسی قسم کی برائی کو ختم نہیں کیا جا سکتا - نہ ہی ہم کسی صالح معاشرے کی تشکیل کر سکتے ہیں - کیونکہ جہاں یہ دو دو قانون چلیں گے ، کسی پر قانون لاگو کیا جائے اور کسی کو اس سے مستثنیٰ کیا جائے گا جیسے کہ زکوۃ کی پالیسی ہے - اس پر از سر نو غور کرنا چاہئیے ایک ہی قانون اور ایک ہی پالیسی ہونی چاہئیے - حالانکہ اسلام میں حکم تو یہ ہے کہ جن لوگوں کے گھروں میں اثاثے ہیں ان پر بھی زکوۃ واجب ہے - اور جو بینکوں میں رقوم ہوتی ہیں ان پر بھی واجب ہے - یہ کیا طریقہ یا پالیسی ہے کہ آدھے سے زیادہ لوگ کہ جن کی بہت بڑی رقوم بینکوں میں

جمع ہوتی ہیں ان کو سرا سر چھوڑ دیا جائے اور چھوٹی چھوٹی بچتوں والوں سے زکوٰۃ کاٹ لی جائے - تو جناب سپیکر! میں آپ کی توسط سے اس معزز ایوان کے سامنے یہ عرض کروں گا کہ یہ نہ صرف تنقیدی نقطہ نگاہ ہے بلکہ یہ ایک درس بھی ہے کہ قانون اور اصول ایک ہی ہونا چاہئے۔ میری تجویز یہی ہے کہ بینکوں میں جو رقوم بھی ہیں، چاہے وہ سرمایہ دار یا صنعت کار کی ہے، سیونگ اکاؤنٹ کی رقم ہے یا اس کے علاوہ کوئی رقم ہے اس سے زکوٰۃ کاٹی جائے -

وزیر قانون جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ زکوٰۃ کی کٹوتی کی پالیسی فیڈرل گورنمنٹ کا موضوع ہے پنجاب کا نہیں ہے - لہذا میں گزارش کروں گا کہ وہ قواعد کی رو سے بات کریں -

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز

وزیر زراعت: جناب والا! اس کے ساتھ ہی ایک بات واضح ہو جائے کہ جس طرح آج ڈیمانڈ نمبر 10 سے کارروائی شروع کی گئی ہے اور طے یہ ہوا تھا آج کی تاریخ میں ڈیمانڈ نمبر 10 تک جو کٹوتی کی تحاریک ہوں گی وہ زیر بحث آئیں گی - اس لئے ہمارے پاس جو ڈیمانڈ نمبر 10 پر کٹوتی کی تحاریک آئی ہیں وہ آٹھ حضرات کی طرف سے پیش کی گئی ہیں - اب تک جناب رفیق صاحب چوتھے رکن ہیں جو اس وقت بات کر رہے ہیں - ویسے تو اس کے لئے وقت مختص نہیں کیا گیا تھا لیکن میں ضرور کہوں گا کہ بار بار اس بات کے لئے نشاندہی کی گئی کہ اس پر کچھ مخصوص نقطہ نظر ہونا چاہئے اور اس بات پر اتفاق بھی ہوا تھا اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ بار بار اس میں مداخلت کروں - وہ جتنا چاہیں اس پر بولیں، ہم نہیں چاہتے کہ ان کی بحث میں مخل ہوں اور نہ ہی ہم اس بات سے گھبراتے ہیں کہ کسی نکتہ پر تنقید کرتے ہیں - لیکن بات یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف ڈیڑھ بجے تک کا وقت ہے - اور ڈیمانڈ پر بحث ختم کر کے ووٹنگ بھی ہونی ہے - کٹ موشن پر بھی ووٹنگ ہونی ہے اور ڈیمانڈ پر بھی ووٹنگ ہونی ہے - اس موشن پر بحث شروع ہوئے تقریباً پونے تین گھنٹے گزر چکے ہیں اور رفیق صاحب ابھی تقریر کر رہے ہیں -

جناب فضل حسین راہی: یہ تکرار کر رہے ہیں -

وزیر زراعت: میں یہ بات اس لئے کر رہا ہوں کہ یہ بات آپ کی سمجھ میں آجائے - میں جناب کی توجہ رول 180 کی طرف دلاؤں گا - اس میں ہے کہ بحث کسی بل پر ہو یا کسی کٹ موشن پر ہو، اس

کیلئے وقت مقرر کیا جا سکتا ہے۔

Rule 180 (1) Whenever the debate on any motion in connection with a Bill or on any other motion becomes protracted, the Speaker may, after taking the sense of the Assembly, fix a time limit for the conclusion of discussion on any stage or all stages of the Bill or the motion, as the case may be.

نمبر3

(3) The Speaker may fix time limit for a speech on a Bill or a motion

اس لئے میں یہ گزارش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اگر یہ 12 بجے تک بحث مکمل کریں گے جیسے کہ جنرل ایڈمنسٹریشن کو اتنے وسیع طریقے سے لیا ہے اور انہوں نے اس کے ہر پہلو پر بحث کی ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ گورنمنٹ نے اس کا جواب بھی دینا ہے۔ صرف نکات نہیں اٹھانے بلکہ ہم نے اس کو Meet بھی کرنا ہے۔ اس لئے ہمیں اس کو سمیٹنے کیلئے پونے گھنٹے کی ضرورت ہو گی۔ اس لئے ڈیڑھ بجے کے ٹائم کو مدنظر رکھتے ہوئے باقی مقررین کے لئے وقت متعین کرنا چاہیئے کیونکہ وہ اب تک پونے تین گھنٹے اس موشن پر صرف کر چکے ہیں۔ اور اب اگر 15 یا بیس منٹ اور دیئے گئے تو پھر ڈیڑھ بجے تک ختم کرنا مشکل ہو جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ درست فرما رہے ہیں۔ میں اپوزیشن کے معزز اراکین سے التماس کروں گا کہ وہ وقت کی پابندی کو مدنظر رکھیں۔ ابھی آپ کے اور بھی صاحبان ہیں جنہوں نے اس بحث میں حصہ لینا ہے۔ ان کی طرف سے بھی کٹوتی کی تحاریک آئی ہوئی ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی بات کرنی ہے تو میں مقررین حضرات سے یہ التماس کروں گا کہ وہ اس پوائنٹ کو ضرور مدنظر رکھیں اور اپنی بات کو ذرا مختصر فرمائیں تاکہ وقت کے اندر ہم تمام مراحل پورے کر سکیں۔ متعلقہ منسٹر صاحب نے بھی آپ کی کٹوتی کی تحاریک کا جواب دینا ہوگا۔ وقت کی نزاکت کے پیش نظر آپ اپنی تقاریر اور نکات کی وضاحت بے شک کریں لیکن اس بات کو مدنظر رکھیں کہ وقت کے اندر اندر بات کر لیں۔ یہ آپ ہی کے لئے بہتر ہوگا کہ وقت کا ضیاع نہ ہو۔ جی راہی صاحب، آپ فرمایئے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میری درخواست یہ ہے کہ رولز اور قواعد و ضوابط میں یہ کہیں نہیں ہے کہ جو کٹوتی کی تحریک پیش کی جاتی ہے اس پر سپیکر مقرر کو پابند کر سکے، یہ ہاؤس یا آپ یا کوئی بھی اس کو پابند نہیں کر سکتا، اس کا ٹائم محدود نہیں کر سکتا، وزیر موصوف کو اچھی طرح

علم ہے کہ یہ بات رولز میں نہیں ہے لیکن اس کے باوجود وہ غیر قانونی مثال قائم کرنا چاہتے ہیں، میرا خیال ہے کہ ہاؤس کے اندر یہ Precedent نہیں بننا چاہئیے۔ کٹ موشنز تو ہوتی ہی اس لئے ہیں کہ انسان اس پر مکمل کر بات کر سکے، اب ہم آٹھ آدمی بولنے والے ہیں، ہمیں اعتراض نہیں ہے، جنہوں نے بعد میں بولنا ہے انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے، اگر ہمارا کوئی ساتھی اس پر سارا دن بولتا رہے پھر اگلے دن بھی بولتا رہے اس کے اگلے دن بھی بولتا رہے ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، ان کو اعتراض کیوں ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر: راہی صاحب، وقت کی نزاکت کے پیش نظر سپیکر وقت کا تعین کر سکتا ہے اور وقت کی تخصیص بھی ہو سکتی ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! کٹ موشن پر نہیں ہو سکتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کسی رول کا حوالہ دیں گے۔

جناب فضل حسین راہی: میں بھی اپنی انفارمیشن کیلئے رول چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راہی صاحب، آپ وقت کا ضیاع کر رہے ہیں، آپ ہماری رہنمائی کیلئے کسی رول کا حوالہ دیں گے۔

جناب فضل حسین راہی: جی بالکل میں آپ کو رول کا حوالہ دوں گا، آپ ذرا وزیر زراعت کی بات سن لیں اور میں یہ دیکھ کر آپ کو بتاتا ہوں۔

وزیر زراعت: جناب والا! میں آپ کی توجہ صرف اس معاہدے کی طرف دلانا چاہتا ہوں، آج اس معاہدے کے تحت موشن نمبر10 پر بحث شروع ہوئی اس کے مطابق اس کے لئے آج کا دن الاٹ کیا گیا ہے، اور جنرل ایڈمنسٹریشن پر ڈیمانڈ نمبر10 جو ہے یہ آج کے لئے مختص کر دی گئی ہے، کیونکہ یہ کل تو چل نہیں سکتی، کل کو ڈیمانڈ نمبر15 چلنی ہے، اور یہ تعلیم پر چلنی ہے اس لئے آج کیلئے یہ دن مختص کر دیا گیا ہے اور آج کا دن مختص کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ڈیڑھ بجے تک مکمل ہونی ہے اور ڈیڑھ بجے تک مکمل ہونے کا مقصد یہ ہے کہ آٹھ ممبر اس پر جتنا چاہیں وقت تقسیم کر لیں، مگر ہمیں بھی ضرور وقت ملنا چاہئیے تاکہ ہم اس کا ان کو جواب دے سکیں، یک طرفہ بات سن لینے سے، یکطرفہ نقطہ نظر سن لینے سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ آیا وہ بات درست کہہ رہے ہیں یا حکومت کا نقطہ نظر صحیح

ہے یا حزب مخالف کا نقطہ نظر صحیح ہے، میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اس پر جتنا مرضی چاہیں ٹائم لیں لیکن ڈیڑھ بجے کے قریب ہم نے اسے Conclude کرنا ہے اور حکومت کیلئے اس پر آدھ پون گھنٹہ ضروری ہے۔ جب یہ تین چار گھنٹے لے سکتے ہیں تو پھر حکومت کو کم از کم اتنا ٹائم تو ضرور ملنا چاہیئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ درست فرما رہے ہیں میں بھی یہی عرض کر رہا تھا۔ جی فرمایئے۔

محترمہ خورشید بیگم: جناب والا! میں آپ کی توجہ اس امر کی طرف دلانا چاہتی ہوں کہ میں نے ایک تحریک استحقاق پیش کی تھی مجھے اس کو پیش کرنے کی اجازت فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے متعلق یہ فیصلہ ہوا ہے کہ تحریک استحقاق کو کل نمٹایا جائے گا تشریف رکھیئے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر! جہاں تک چودھری صاحب نے اعتراض کیا ہے اس کے متعلق اصل بات یہ ہے کہ اس ہاؤس کا طریقہ کار تو یہ رہا ہے کہ قاعدہ نمبر 180 کے تحت سپیکر یہ دیکھے کہ ایک مقرر تحریک کے مطابق تقریر نہیں کر رہا یا وہ اپنے موضوع سے دور جا رہا ہے تو وہ خود بھی اس کیلئے وقت مقرر کر سکتے ہیں اور ان کو روک بھی سکتے ہیں۔ اگر اس پر کوئی زیادہ جھگڑا ہو تو پھر ہاؤس کی رائے سے آپ وقت مقرر کر سکتے ہیں۔ قاعدہ نمبر 180 کے مطابق یہ اختیارات جناب سپیکر کو حاصل ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! آپ درست فرما رہے ہیں، تشریف رکھیں۔ میں چودھری صاحب سے عرض کروں گا کہ وہ اپنی تقریر جاری رکھیں اور رول نمبر 180 کو اپنے ذہن میں رکھیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں نے کٹوتی کی تحریک کا باب پڑھا ہے۔ اس میں یہ کہیں نہیں لکھا ہوا کہ سپیکر صاحب پابند کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ رول 180 دیکھیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! 180 میں تحریک تخفیف زر کے بارے میں کہیں نہیں لکھا ہے کہ سپیکر مقرر کو پابند کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: موشن سے آپ کیا مراد لیتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: اگر آپ پابند کرنا چاہتے ہیں تو رولنگ دیں اور آپ کہیں کہ میں یہ رولنگ دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی تک آپ کے لئے ٹائم کی Allocation نہیں ہوئی۔

جناب فضل حسین راہی: اگر آپ کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے بارے میں کوئی رولنگ دیں کہ ہم یہ کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راہی صاحب جب اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو رولنگ بھی آجائے گی۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں رولنگ چاہتا ہوں، آپ رولنگ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ سپیکر اگر چاہے تو وہ کسی کے لئے ٹائم کی Allocation کرسکتا ہے، آپ تشریف رکھیں، جی چودھری صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! جہاں تک اس معزز ایوان کی روایات رہی ہیں اس میں کٹوتی کی تحریکوں پر کسی مقرر کو پابند نہیں کیا جا سکتا اس کو آزادی حاصل ہے کہ وہ اس پر جس طرح سے چاہے اپنے خیال کا اظہار کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں التماس کروں گا کہ وقت کی نزاکت کو پیش نظر رکھیں۔

سید اقبال احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! جب ایک فیصلہ ہو چکا ہے تو پھر اسے دہرانا نہیں چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ چودھری صاحب آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! میں یہ بات آپ کے علم میں لانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ایک تو اس معزز ایوان کی کارروائی آج دس پونے دس بجے شروع ہوئی ہے۔ ایک گھنٹہ تو یہ ضائع کیا گیا، اس کے بعد جناب وزیر زراعت صاحب نے اپنی قابلیت کو منوانے کیلئے اس معزز ایوان کا بڑا وقت ضائع کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں التماس کروں گا کہ آپ اپنے موضوعات کے مطابق اپنے خیالات کا اظہار

فرمائیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! میں تو اپنے خیالات کے اظہار کیلئے یہاں پر کھڑا ہوں اگر مجھے روکا گیا یا پابند کرنے کی کوشش کی گئی تو میں احتجاجاً واک آؤٹ کر جاؤں گا' اگر آپ مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ میں جب تک چاہوں بول سکوں تو پھر میں اپنی تقریر شروع کرتا ہوں ' اگر مجھے پابند کرنا مقصود ہے تو پھر میں مجبور ہوں کہ احتجاجاً واک آؤٹ کر جاؤں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی آپ کے بولنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! ہاؤس کی جو سابقہ روایات رہی ہیں ہم نے انہی روایات کو آگے بڑھانا ہے اور انہی پر چلنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ سے یہ عرض کر رہا ہوں کہ آپ اپنی بات جاری رکھیں۔ میں آپ سے یہ عرض نہیں کر رہا کہ آپ بیٹھ جائیں اور اپنی بات نہیں کر سکتے۔ میں تو آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ آپ اپنی بات جاری رکھیں۔ جی شاہ صاحب فرمائیے۔

سید طاہر احمد شاہ: میں وضاحت کرنا چاہوں گا کہ قواعد انضباط کار کے قاعدہ 180 کے ذیلی قاعدہ نمبر 2 کے یہ الفاظ ہیں

Rule 180 (2) At the appointed hour, in accordance with the time limit fixed for the completion of a particular stage of a Bill or a motion the Speaker shall, unless the debate is sooner concluded forthwith put every question necessary to dispose of all the outstanding matters in connection with that stage of the Bill or the motion.

جناب سپیکر! ابھی کونسے ایسے Outstanding matters ہیں جن کی وجہ سے Guillotine apply کر کے یا اپنے خصوصی اختیارات استعمال کر کے یہ سوال کرنا ہے۔ ابھی تو یہ کٹوتی کی تحریک پر بحث ہو رہی ہے اور اپوزیشن اپنے دلائل دے رہی ہے اور اس پر خواہ مخواہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھا کر اپوزیشن کے وقت کو ضائع کیا جا رہا ہے۔ آپ انصاف کیجئے آپ ہمارے اور اس ایوان کے حقوق کے Custodian ہیں۔ میں آپ سے یہ درخواست کرونگا کہ آپ اس فاضل ایوان کے معزز ارکان کو یہ حکم دیجئے' اور ہدایت کیجئے کہ وہ خواہ مخواہ ہمارے مقرر کو Interrupt نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں آپ نے سنا نہیں ہے۔ میں معزز ارکان سے یہ التماس کرونگا کہ وہ وقت کا ضیاع نہ کریں اور میں نے چودھری رفیق صاحب سے یہ عرض کیا ہے کہ وہ اپنی بات جاری رکھیں۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

وزیر زراعت: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! اس سے قبل یہ بات ہو رہی تھی اور یہ میں عرض کر رہا تھا کہ ہم نہ تو ان کی تقاریر میں حائل ہونا چاہتے ہیں اور نہ کسی قسم کی مداخلت کرنا چاہتے ہیں اور آپ یقین کیجئے کہ ہم چاہتے ہیں کہ وہ اپنی پوری آزادی سے جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ مکمل طور پر کہیں۔ لیکن جناب والا۔ بات صرف اتنی ہے کہ آج کا دن ڈیمانڈ نمبر 10 پر کٹ موشن کے لئے مختص ہے اور یہ آپ کے علم میں بھی ہے اور یہ لیڈر آف اپوزیشن اور ہمارے درمیان معاہدہ ہے کہ آج ہم نے تمام ڈیمانڈز کو چھوڑ کر جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث ضرور ختم کرنی ہے یہ جناب کے علم میں ہے اور اس معاہدے کی کاپی میرے پاس بھی موجود ہے اور یہ معاہدہ اپوزیشن اور ہمارے درمیان ہوا تھا۔ تو آج کا دن جنرل ایڈمنسٹریشن کی ڈیمانڈ نمبر 10 پر مختص ہوا اور ڈیمانڈ نمبر 10 پر وقت مختص ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ آج اس ایوان کا وقت ڈیڑھ بجے تک ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ جتنی بھی تقریریں کرنی چاہیں کریں لیکن وقت کو ضرور ملحوظ خاطر رکھیں اگر تین چار گھنٹے کا وقت اپوزیشن کو دیا جائے تو کم از کم آدھ پون گھنٹہ گورنمنٹ کو بھی دیا جائے تاکہ انہوں نے جتنے اعتراضات اٹھائے ہیں ہم بھی ان کا کچھ نہ کچھ جواب دے سکیں۔ اور اپنا نقطہ نظر بیان کر سکیں۔

جناب سپیکر: تو اس میں Confusion کیا ہے۔

وزیر زراعت: جناب اس میں ہماری گزارش ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ ڈیڑھ بجے تک اسے ختم کرنے کے لئے آدھ گھنٹہ کم از کم گورنمنٹ کو دیا جائے کہ جتنے بھی اعتراضات ہیں ان کے بارے میں وہ اپنا نقطہ نظر بیان کر سکیں اور باقی چار گھنٹے کا وقت ان کی صوابدید پر ہے اور ان کو 180 کے تحت کچھ درخواست کر دی جائے کہ باقی مقررین اپنی تقریر کو مختصر کر کے کم از کم بارہ پونے بارہ بجے تک اپنی تقاریر کو ختم کر لیں اور ہم نہیں چاہتے کہ ہم اپنے اپوزیشن کے بھائیوں کو موقع دیں کہ وہ کسی قسم کا اعتراض کریں۔ اور ہم تو چاہتے ہیں کہ وہ بڑی آزادی سے تقاریر کریں۔

جناب سپیکر: کیا اس میں آپ کو کوئی اعتراض ہے ؟

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں اس بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آج کے اجلاس کی کارروائی دس یا پونے دس بجے شروع ہوئی ہے۔ دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ ہم آزادی دیتے ہیں میں آپ کے توسل سے یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ تو ہمیں آزادی دیتے ہیں مگر ہمیں مکمل آزادی چاہیئے ہمیں وہ آزادی نہیں چاہیے جو ضیاء صاحب نے جونیجو کو دے رکھی ہے۔ وہ محدود آزادی ہے۔ ہمیں مکمل آزادی چاہیے۔ تو ذرا یہ خیال رکھیں۔

جناب سپیکر: یہ کون صاحب تقریر کر رہے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں وضاحت کے ساتھ آپ کی رولنگ چاہونگا۔

جناب سپیکر: کس بارے میں آپ رولنگ چاہتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: فاضل وزیر چودھری عبدالغفور صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے کہ یہ بات تو درست ہے کہ ہمارے لیڈر آف اپوزیشن نے ان کے ساتھ اس بات پر سمجھوتہ کیا ہے کہ آج کے دن ڈیمانڈ نمبر 10 جنرل ایڈمنسٹریشن پیش کی جائے گی اور اس کی کٹوتی پر اپوزیشن کی طرف سے تقاریر ہونگی مگر جناب سپیکر، یہ اس ایوان کی روایت ہے کہ اگر ہم اپنے دلائل پیش کریں اور اس ڈیمانڈ پر اگر وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے تو اس کے لئے وقت بڑھایا بھی جا سکتا ہے اور یہ کوئی حرف آخر اور توبہ نعوذ باللہ کہ قرآن کا لفظ نہیں ہو گیا کہ آج اگر ڈیمانڈ نمبر 10 پر بحث مکمل نہیں ہوتی تو پھر یہ کل تک نہیں جائے گی البتہ یہ ہے کہ آپ کے پاس یہ اختیارات ہیں کہ اگر کوئی مقرر غیر متعلقہ بات کر رہا ہے اور آگے آکر وہ Irrelevant ہو گیا ہو تو آپ اس کو روک سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب آپ غیر متعلقہ بات کر رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیئے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں کوئی غیر متعلقہ بات نہیں کر رہا۔ جناب والا! معذرت کے ساتھ میں عرض کرونگا کہ میں Relevant بات کر رہا ہوں اور میں اپنے صحیح موقف پر بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب آپ نے جو یہ بات کی ہے کہ آپ کسی سپیکر کو غیر متعلقہ بات کرنے سے روک سکتے ہیں یہ بات اس وقت موضوع بحث نہیں ہے موضوع بحث جو بات ہے وہ یہ ہے کہ کیا آپ کی تقاریر کے لئے وقت مخصوص ہو جانا چاہیئے یا نہیں۔ کیا وزیر خزانہ کو آپ کی کٹ موشن اور آپ کی تقاریر کے جواب کے لئے وقت ملنا چاہیئے یا نہیں۔ مسئلہ جو زیر بحث ہے وہ یہ ہے۔ اس میں

جو سیدھی بات ہے وہ یہ ہے کہ آج کی نشست ڈیڑھ بجے برخاست ہو گی اور اپوزیشن اور گورنمنٹ کا آپس میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ آج ڈیمانڈ نمبر10 پر جو کٹ موشن ہیں ان کو نمٹایا جائیگا اور کٹ موشن کو ٹیک اپ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپوزیشن کی طرف سے ڈیڑھ بجے تک تقاریر ہونگی۔ اور ڈیڑھ بجے سے پہلے گورنمنٹ کو وقت ملے گا کہ وہ ان کی باتوں کا جواب دے تو اس میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہیں ہونا چاہیے۔ آپ اس میں مہربانی فرما کر اس طرح کیجئے کہ وقت کی مناسبت سے آپ اپنی بات میں ذرا اختصار پیدا کیجئے۔ اگلی کٹ موشنز میں بھی آپ اس بات کا خیال کیجئے کہ آپ کی بات مکمل ہو اور ہم بھی اس بات کی کوشش کریں گے کہ اجلاس وقت پر شروع ہو اور آپ کی تقاریر بھی وقت پر ختم ہو جائیں تو آج یہ کیجئے کہ وقت کی مناسبت سے آپ اپنی تقریر میں ذرا اختصار فرمایئے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں آپ کی اجازت سے عرض کرونگا کہ اس میں مسئلہ یہ ہے کہ اکثریت کی بنیاد پر وقت کو بڑھایا جا سکتا ہے اور ہم چار بجے تک بیٹھ سکتے ہیں۔ آپ نے جو بات کہی ہے یہ بات بھی درست ہے اور تقریریں کل تک بھی جا سکتی ہیں۔ Guillotine تو آپ نے Apply کرنی ہے۔ تو ٹھیک ہے آپ ہمیں ایک ہی کٹ موشن پر بحث کر لینے دیں۔ باقی پر آپ Guillotine Apply کر دیں ہمیں باقی پر تقریریں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے Guillotine تو بعد میں Apply کرنی ہے آپ ہمیں ایک کٹ موشن دیں ہم اسی پر بات کرتے رہیں گے آپ کہتے ہیں کہ اپوزیشن کے ساتھ سمجھوتہ ہوا ہے۔ میں اپوزیشن کا آدمی ہوں مجھے کوئی پتہ نہیں ہے کہ کس کے ساتھ کیا سمجھوتہ ہوا ہے۔ میں نہیں جانتا۔ میں اپوزیشن کا آدمی ہوں میرا یہ حق ہے۔

آوازیں: Shame Shame Shame ـــــ

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر۔ ہم نے کوئی ایسی شرمناک بات نہیں کی جس کے لئے ہمیں شرم کے نعرے سننے پڑیں اور یہ ہمارے اپنے ڈسپلن کا مسئلہ ہے۔ حقیقت تلخ ہوتی ہے۔ حقیقی بات اگر ہمارے فاضل رکن نے کہہ دی ہے تو اس میں Shame کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

آوازیں: Shame Shame Shame ـــــ

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ شاہ صاحب میرے پاس اس وقت جو تحریر موجود ہے اس میں ایگریمنٹ کے الفاظ درج ہیں۔ اس کے مطابق جن موضوعات پر آپ نے بات کرنی ہے۔ وہ بھی اس میں درج ہیں ان کی تاریخیں درج ہیں اور اس کے نیچے لیڈر آف دی اپوزیشن اور لاء منسٹر کے دستخط درج ہیں

اس لئے چاہے ٹریژری بنچوں کے سب لوگوں سے اگر بات نہیں کی گئی لیکن ٹریژری بنچوں کو لاء منسٹر کے دستخط کو honour کرنا چاہیے۔ آپ سے اگر نہیں بھی بات کی گئی تب بھی لیڈر آف دی اپوزیشن کے فیصلے کو آپ کو honour کرنا ہو گا اور اس میں آپ کیا چاہتے ہیں کہ وزیر خزانہ کو آپ کی تقریر کے جواب کا حق نہ دیا جائے یا آپ چاہتے ہیں کہ اس کو Prolong کیا جائے۔ آپ کیا چاہتے ہیں ؟

جناب فضل حسین راہی : جناب والا ! ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ رولنگ دے دیں کہ کٹ موشن پہ آپ Time Limit مقرر کر سکتے ہیں۔ روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کسی سپیکر کو پابند کر سکتے ہیں۔ یہ ہاؤس ہے جس میں چھ چھ دن ایک ایک آدمی ایک ایک کٹ موشن پر بولتا رہا ہے۔ وہ باقاعدہ پارٹیوں کی حکومت رہی ہے۔ سیاستدانوں کی حکومت رہی ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ ان کی دشمنیاں بھی رہی ہیں۔ یہاں ایک کٹ موشن پر ایک ممبر چھ چھ دن بات کرتا رہا ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ ان کا Time Limit مقرر کر دیا جائے۔ کیا یہ ایک منسٹر کے کہنے پر یہ ساری روایتیں بدل دیں گے۔

جناب سپیکر : آپ تشریف رکھئے۔ آپ مجھ سے رولنگ چاہتے ہیں میں اس پر رولنگ دے دوں گا۔ مجھے Precedents دیکھنے دیجئے۔ جو پچھلے فیصلے ہیں ان کو دیکھنے دیجئے پھر میں اس پر رولنگ دے دوں گا۔ لیکن آج کے لئے میرا فیصلہ یہ ہے کہ آج پہلی کٹ موشن پر اختصار کیجئے اور فنانس منسٹر کو اپنی تقاریر کا جواب دینے کا حق دیجئے۔ کیونکہ یہ حق رولز نے ان کو دیا ہے۔ یہ صرف میں نہیں دے رہا۔ آپ کو تقریر کا حق بھی رولز نے دیا ہے اور فنانس منسٹر کو آپ کی تقاریر کے جواب کا حق بھی رولز نے دیا ہے۔ اس لئے جو صاحب تقریر کر رہے ہیں وہ اپنی تقریر جاری رکھیں۔ میں شاہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ جو صاحب تقریر کر رہے ہیں وہ اپنی تقریر جاری رکھیں اور آج اس کو وقت پر ختم کیجئے۔ کل میں اس پر پہلے رولنگ دوں گا اس کے بعد آپ کی کارروائی شروع کروں گا۔

جناب فضل حسین راہی : جناب والا ! وہ بات کرتے ہیں ایک منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر لیکر اٹھتے ہیں وہ اس کو Debatable Issue بنا دیتے ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ ہمارا ڈیڑھ گھنٹہ ضائع ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ شروع کیجئے۔

جناب فضل حسین راہی: اب تو شروع کریں گے ۔ لیکن جو ڈیڑھ گھنٹہ ہمارا ضائع ہو گیا ہے اس کا کون ذمہ دار ہے؟ وقت ضائع کرنے کے لئے آپ کے پاس وقت ہے لیکن ہماری باتیں سننے کے لئے آپ کے پاس کوئی وقت نہیں ہے۔ وہ پارلیمانی امور کے منسٹر رہے ہیں وہ قانون کے منسٹر رہے ہیں ان کو پتہ ہے کہ کٹ موشن پر نہیں روکا جا سکتا ہے۔ ان کو پتہ ہے کہ یہاں روایات موجود ہیں لیکن وہ ایک ایسی بات کو بلاوجہ لیکر کھڑے ہو گئے ہیں جس کا وجود ہی نہیں ہے۔ ان کو تو کوئی نہیں کہتا کہ آپ جناب غلط پوائنٹ آف آرڈر کر رہے ہیں۔ آپ بیٹھ جائیں آپ تشریف رکھیں ان کا حق ہے ان کو بات کرنے دیں۔ جناب والا ہم تو صرف آپ سے یہ چاہتے ہیں یا ہمیں آپ پابند کریں۔

جناب سپیکر: کیا ان میں سے کوئی بول رہا ہے؟ کسی کو میں نے بولنے کی اجازت دی ہے؟

جناب فضل حسین راہی: لیکن جناب والا یہ جو ڈیڑھ گھنٹہ ضائع ہوا ہے ......

جناب سپیکر: اب کوئی بول رہا ہے؟ کیا میں نے کسی کو بولنے کی اجازت دی ہے۔ چودھری صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیے۔

سید طاہر احمد شاہ: ذاتی نکتہ وضاحت ۔ اگر آپ مجھے اجازت دیتے ہیں تو میں بات کرتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج کی نشست کے اختتام سے پہلے وزیر خزانہ ہم جو پوائنٹس اٹھائیں گے ان کے جوابات دینے کے لئے ان کو حق ہونا چاہیے یا نہیں۔ ان کا یہ حق ہے۔ ان کے اس حق کو ہم تسلیم کرتے ہیں اور آپ سے گزارش کرتے ہیں چونکہ ہمارے سپیکر کی تقاریر کو Interrupt کیا گیا ہے اور وقت ضائع کیا گیا ہے اس لئے ہم مدلل طریقے سے اس کٹوتی کی تحریک پر سیر حاصل بحث اب نہیں کر سکیں گے۔ یہ آپ سے درخواست ہے کہ دیگر ڈیمانڈز پر جو ہماری کٹوتی کی تحاریک ہیں ہم اس میں اپنے وقت کو کم کر لیں گے۔ آپ کی رولنگ کے مطابق چلیں گے مگر آپ اس کو حرف آخر نہ بنا لیجئے۔ کہ اگر آج ہم اپنی تقاریر کو وقت کی کمی کے باعث ختم نہیں کر سکتے تو اس کو کل پر جاری رہنے دیجئے۔ ہم یہ تسلیم کریں گے کہ وزیر خزانہ اپنی طرف سے حکومت کی طرف سے ہماری تقاریر کا جواب دیں ہمیں مطمئن کریں عوام کو مطمئن کریں۔ اس کے بعد آگے کارروائی پر چلیں گے۔ بالآخر آپ نے گلوٹین اپلائی کرنا ہے۔ اگر کسی ڈیمانڈ پر ہماری کٹوتی کی تحریک پر بحث رہ جائے گی ہم اس کو تسلیم کر لیں گے۔

جناب والا! باقی رہا لیڈر آف دی اپوزیشن کا فیصلہ اس کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اپنا

لیڈر نامزد کیا ہے اور اس کے ضمن میں جب لیڈر آف دی اپوزیشن نے مجھے بتایا کہ میں نے ٹریژری بنچز کے ساتھ یہ سمجھوتہ کر لیا ہے۔ جتنی بھی میری انفرادی طور پر مختلف ڈیمانڈز پر کٹوتی کی تحریکیں تھیں انہوں نے مجھے کہا کہ تم اس پر نہیں بولو گے میں نے ان کے فیصلے کے سامنے سر خم تسلیم کیا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے ان پر کوئی بات نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر! آپ ازراہ کرم پوائنٹ آف آرڈر یا ٹیکنیکی نکات کو پیش نظر نہ رکھیں۔ اس میں اس ایوان کی بدنامی ہو گی۔ حکومت کی بدنامی ہو گی۔ حکومت کے پارلیمانی نظام کے تحت ہم اس کا ایک ضروری حصہ ہیں۔ جناب سپیکر' ہماری گزارشات کو سننا چاہیئے۔ ہم کسی پر ذاتی حملے نہیں کرتے۔ ہم عوام کی بہتری کے لئے' صوبے اور حکومت کی بہتری کے لئے یہاں پر دلائل پیش کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب آپ بات کر چکے ہیں تقریر کی کیا ضرورت ہے؟ آپ تشریف رکھیں رانا صاحب آپ بھی تشریف رکھئے۔ آپ کے درمیان جو سمجھوتا ہوا ہے اور اب جو آپ کی تجویز ہے اس میں اس سمجھوتے کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ آپ نے ایک ایک ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں ایک ایک دن مخصوص کیا ہے۔ ہمارے پاس اس کی تحریر موجود ہے۔ زبانی بات نہیں ہے۔ اگر آپ اس میں تبدیلی چاہتے ہیں تو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیڈر آف دی اپوزیشن اور لاء منسٹر کے ساتھ مل کر اس کو تبدیل کر دیجئے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ آپ ایک سبجیکٹ پر دو دن بات کرنا چاہتے ہیں دو دن بات کیجئے۔ تین دن ایک کٹ موشن پر بات کرنا چاہتے ہیں تین دن بات کیجئے لیکن اس وقت میں اس چیز کے مطابق چلوں گا جو میرے پاس تحریری طور پر موجود ہے۔ اور وہ آپ کے لیڈر آف دی اپوزیشن کی طرف سے اور لاء منسٹر کی طرف سے میرے پاس آئی ہے میں اس کی پابندی اس وقت تک کروں گا جس وقت تک یہ دونوں مل کر اس میں کوئی تبدیل نہیں کرتے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! اصول کے مطابق جب لیڈر آف دی اپوزیشن موجود نہ ہو تو ان کا نائب آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ وہ حرف آخر نہیں ہیں۔ اس لئے ہم آپ کی وساطت سے جناب میاں نواز شریف صاحب جو قائد ایوان ہیں' تشریف فرما ہیں ہماری تجویز کو ازراہ کرم پذیرائی بخشی جائے۔ ڈیمانڈ نمبر 10 جو جنرل ایڈمنسٹریشن کے متعلق ہے جس کا صوبہ پنجاب کے عوام سے گہرا تعلق ہے۔ اسے اگر ہم لمبا کرنا چاہتے ہیں وقت کی کمی کے

باعث آپ ہمیں اجازت دیجئے اور اس کا جواب دیں۔ جتنے جواب دینا چاہتے ہیں دیں ہم ان کے حق کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارے جو حقوق ہیں وہ بھی تسلیم کریں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ میں ان سے ابھی آپ کی بات کروا دیتا ہوں۔ جناب لاءمنسٹر تجویز یہ ہے کہ جو چار دن کٹ موشنز کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں ان کی طرف سے تجویز میں تبدیلی یہ ہے کہ ان چار دنوں میں سے جو اس کے لئے مخصوص ہیں اس میں جنرل ایڈمنسٹریشن کو زیادہ ٹائم دے دیا جائے باقی یہ اپنا ٹائم Squeeze کر لیں گے اور چار دن میں یہ ختم کر دیں گے۔ یہی آپ چاہتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! آپ نے لاءمنسٹر سے پوچھا ہے لیکن زراعت کے منسٹر جواب دینے کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں۔ یہ کیا ان سے زیادہ عقلمند ہیں۔

(قطع کلامیاں)

وزیر قانون: میں بھی تھا' وزیر زراعت بھی تھے اور لیڈر آف دی اپوزیشن بھی تھے۔ ہمارے درمیان میں یہ سمجھوتہ ہوا تھا کہ آج جنرل ایڈمنسٹریشن پر بحث ہو گی اور ڈیڑھ بجے تک جاری رہے گی۔ اس میں تبدیلی نہیں کریں گے۔ ان کے لیڈر نے ہم سے سمجھوتہ کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ جنٹلمین ایگریمنٹ ہے۔ ہم اس کے پابند ہیں۔ اگر قائد حزب اختلاف موجود ہوں تو ان کے سامنے بات ہو گی۔ وہ تو موجود ہی نہیں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب کیا آپ اس میں کوئی تبدیلی منظور کرتے ہیں؟

وزیر قانون: آپ کی بات اس وقت مانی جائے گی۔ جب قائد حزب اختلاف ہمارے سامنے بیٹھے ہوں گے آپ کے ڈپٹی لیڈر بھی باہر چلے گئے ہیں' میں کیا کروں۔ آپ کا کوئی لیڈر ہے کہ جس سے بات کروں؟

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر' میں آپ کی بات کو honour کرتا ہوں' اپنے لیڈر کی بات کو honour کرتا ہوں اور میں اس چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے تقریر نہیں کروں گا۔ اگر وقت کی اتنی ہی قلت ہے تو میں تقریر بھی نہیں کروں گا۔ ویسے اس نکتے پر بحث نہیں ہو رہی تھی کہ سمجھوتہ کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔ بات اس سے آگے چلی ہے کہ Time Limit ہو سکتی ہے یا نہیں۔ یہ

سمجھوتہ تو خواہ مخواہ آپ بیچ میں لے آئے۔ یہاں نکتہ یہ پیدا ہوا تھا کہ جناب Time Limit کر سکتے ہیں، کسی مقرر کو روک سکتے ہیں یا نہیں روک سکتے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیے۔ میاں افضل حیات صاحب آئے ہیں' بات کو طے ہو جانے دیجئے۔ میاں صاحب ! آپ نے جناب وزیر قانون کے ساتھ ایک بات طے کی ہے اور اب اس میں آپ کی عدم موجودگی میں سید طاہر احمد شاہ صاحب نے تبدیلی تجویز کی ہے۔ وزیر قانون صاحب اس ایگریمنٹ کو honour کرتے ہیں۔ اس کے مطابق آج ڈیڑھ بجے تک آپ اپنی کٹ موشنز پر تقاریر کر سکتے ہیں اور اس سے پہلے وہ جواب دینے کے لئے ٹائم چاہتے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ آج کے کٹ موشن جس کے لئے آج کا دن مخصوص ہے' آپ نے اس پر دستخط کیے ہیں' اس کو بڑھا کر کل تک کر دیا جائے۔ آج جنرل ایڈمنسٹریشن کے بارے میں کٹ موشن پر بحث ہو رہی ہے۔ آپ کے باقی ماندہ اراکین چاہتے ہیں کہ اس بحث کو بڑھا کر کل تک لے جایا جائے۔ کیا اس بات سے آپ کے اس معاہدے کی خلاف ورزی نہیں ہوتی ہے؟ اور کیا آپ بھی یہ مناسب سمجھیں گے کہ یہ خلاف ورزی ہو؟

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! اتفاق سے میں نے یہ ساری بحث نہیں سنی۔ میں حاضر نہ تھا۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ جو ہم بیٹھ کر کر سکتے ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ اور جیسا کہ وقت بڑھایا جاتا ہے' اگر آج آپ بڑھا دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ ایک نئی صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ آج تھوڑا وقت بڑھا دیں۔ کل اس کے مطابق ہم طے کر لیں گے کہ وقت مقرر کر لیں۔

جناب سپیکر: آپ کی طرف سے کیا رائے ہے کہ کچھ وقت بڑھا دیا جائے؟

وزیر زراعت: جناب والا! جنرل ایڈمنسٹریشن کے سبجیکٹ پر بحث کا جواب دینا میرے ذمے لگایا گیا ہے۔ جناب عالی، میں بڑے اختصار اور بڑے افسوس کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ راجہ صاحب اور میں نے، قائد حزب اختلاف کی صوابدید پر چھوڑ دیا تھا کہ جو سبجیکٹ جس دن کے لئے آپ منتخب کرنا چاہیں آپ کر لیں۔ ہم نے اس کو قبول کیا۔ ہم نے یہاں تک قبول کیا کہ ڈیمانڈ نمبر3 کو وہ 25 تاریخ تک لے گئے' حالانکہ قاعدے کے مطابق ابتدا سے شروع کرنا چاہیے۔ لیکن ہم نے مکمل طور پر ان پر چھوڑ دیا۔

جناب سپیکر: تجویز یہ ہے کہ آج کی نشست کا وقت بڑھا دیا جائے۔ اس تجویز کے بارے میں آپ

کی رائے کیا ہے؟

وزیر زراعت: یہ تو ایوان کی رائے سے ہی ہو سکتا ہے اور ایوان تو نہیں چاہتا کہ وقت کو بڑھایا جائے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ڈیڑھ بجے تک ہمیں ایک ڈیمانڈ اور کٹ موشنز کو ختم کر لینا چاہیئے تاکہ اس کا جواب بھی دیا جا سکے اور اس پر ووٹنگ بھی کی جا سکے۔ اگر آپ انہیں وقت دینا چاہتے ہیں تو پندرہ منٹ کا دے دیں' کوئی ایسی بات نہیں۔ لیکن اس کو زیادہ نہیں بڑھانا چاہیے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں نصف گھنٹے میں یہ ہو جانا چاہیئے۔

وزیر زراعت: نصف گھنٹہ تو بہت زیادہ ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب' بات طے کرتے ہیں۔ ہم کچھ وقت بڑھا دیتے ہیں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میں ایک چھوٹی سی بات کرنی چاہتا ہوں۔ اور بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ کٹ موشنز موشنز والے دن صرف وہ حضرات بولتے ہیں جنہوں نے کٹ موشنز دی ہوتی ہیں۔ اگر آج کا ریکارڈ دیکھیں' تو وزیر زراعت سب سے زیادہ بولے ہیں۔ اور ایک ایک پوائنٹ پر دس دس دفعہ بولے ہیں۔ اگر وہ اختصار کرتے تو یہ ضرورت ہی پیش نہ آتی اب بھی اگر آپ ٹائم بڑھائیں اور شروع کرائیں تو یہ انشاء اللہ ختم ہو گی۔

جناب سپیکر: جی میاں صاحب' میں شروع کرواتا ہوں۔

وزیر زراعت: میں منسٹر انچارج ہوں' اس لئے مجھے ہی بولنا پڑے گا۔ میں تو اس پر بولوں گا۔

جناب سپیکر: جب آپ کا وقت ہو گا کہ آپ اس پر بات کریں اور جواب دیں تو پھر آپ ہی نے جواب دینا ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! ہمیشہ طریقہ کار یہ رہا ہے کہ اچھی حکومت' حکمران پارٹی کا کوئی نمائندہ یا قائد حزب اختلاف سے جب کوئی سمجھوتہ کرتا ہے' تو وہ ذاتی سمجھوتہ نہیں ہوتا۔ قوم کے مفاد میں ہوتا ہے۔ اور حکومت کی فراخ دلی کا ثبوت ہوتا ہے کہ ہم اپوزیشن کی اچھی باتوں کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ جب یہ فیصلہ ہو گیا کہ اس کٹ موشن پر آج بحث ختم کر لی جائے گی' اس سے

انحراف کرنا بجا نہیں۔

جناب سپیکر: اب اس پر بات ختم ہو گئی ہے۔

رانا پھول محمد خان: میں گزارش کرتا ہوں کہ اگر آپ وقت بڑھائیں گے تو ہماری ایگریکلچر کمیٹی کی ایک میٹنگ بھی ہے۔ کورم ٹوٹ جائے گا۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگ تنگ آ کر چلے جائیں۔ جیسا کہ حاجی محمد اسحاق صاحب کی تقریر میں اکتا کر باہر نکل جاتے ہیں۔ اور کورم پورا کرنا ہمارے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کو بھی سامنے رکھیں۔ پارلیمانی روایات میں قائد حزب اختلاف اور قائد ایوان نے کبھی اس معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی۔ اس سے بڑی غلط روایت کوئی نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر: شکریہ آپ تشریف رکھیے۔ راہی صاحب' آپ بھی تشریف رکھیئے۔ میاں رفیق صاحب! آپ اپنی بات ختم کیجئے۔ راہی صاحب' تشریف رکھیں آپ خود اپنا وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں یہی آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چودھری گل نواز خان وڑائچ: اگر راہی صاحب یہ کہیں کہ یہ رواداری سے نہیں ہو رہا تو مجھے حیرانی ہو گی۔ میں بڑے افسوس سے کہتا ہوں کہ تمام ایوان ان کی یہ تیز و تند تقریر سن رہا ہے۔ خدا کے لئے انہیں سمجھائیں صرف یہ اکیلے چاہتے ہیں کہ کورم نہ رہے' آدمی چلے جائیں' وقت ضائع ہو۔ یہ خود وقت ضائع کر رہے ہیں۔ انہیں سمجھائیں' یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میں راہی صاحب سے یہ کہوں گا ...... اقبال صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔؟

وزیر آبپاشی: جناب والا! نہایت افسوس کی بات ہے۔ کسی بھی ہاؤس میں جناب سپیکر کی ذات گرامی کو اس طرح تنقید کا نشانہ نہیں بنایا جا سکتا - اور یہ رولز بھی موجود ہیں جناب راہی صاحب نے جو الفاظ اس اسمبلی میں استعمال کئے ہیں۔ نہایت ہی قابل اعتراض ہیں ان الفاظ کو اسمبلی کی کارروائی سے حذف کیا جائے اور خاص طور پر سپیکر کی ذات کے لئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کو تو بالکل حذف فرمایا جائے ابھی تک ممبران ہی ان کی تنقید کا نشانہ بنتے رہے ہیں۔ جناب والا اب سپیکر کی ذات گرامی کو بھی اس طریقے سے نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ یہ نہایت قابل افسوس اور قابل اعتراض

☆☆ بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے

بات ہے۔

جناب سپیکر: میاں ریاض حسین پیرزادہ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب سپیکر! راہی صاحب نے سپیکر کے اختیارات پر تنقید کی ہے۔ جناب والا! رولز آف پروسیجر اس لئے بنائے گئے تھے کہ ممبر حضرات جو نو نو گھنٹے تقاریر کرتے ہیں۔ ان کے وقت کو مختصر کیا جائے۔ نہ کہ سپیکر کی پاورز کو کم کیا جائے۔ اور وہ یہی کہتے رہے ہیں اور اس بارے میں رولنگ چاہتے ہیں کہ آیا سپیکر وقت مختصر کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا۔ تو جناب والا سپیکر کی پاورز لامحدود ہیں۔ وہ جو چاہے ایوان کی منظوری سے اور اپنی مرضی سے کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر: اس میں راہی صاحب نے جو باتیں کی ہیں۔ میں تو اس کے بارہ میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ جو چاہے ان کا حسن کرشمہ ساز کرے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے وزیر خزانہ کو تقریر کرانے کے لئے 4 بجے تک وقت بڑھایا۔ کچھ لوگ کچھ اور کہتے ہیں ۔ میں یہ کہوں گا کہ راہی صاحب نے جس انداز میں چیئر کے کے بارہ میں اور اس کے کنڈکٹ کے بارہ میں اور اس کے اختیارات کے بارہ میں باتیں کی ہیں میں انہیں کہوں گا کہ وہ اسے واپس لیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر......

جناب سپیکر: شاہ صاحب میں نے جناب راہی کو کہا ہے کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں یہ چاہوں گا کہ آپ وہ الفاظ دھرا دیں کہ میں کونسے الفاظ واپس لوں۔

جناب سپیکر: جو آپ نے چیئر کے کنڈکٹ کے بارہ میں کہے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: میں نے چیئر کے کنڈکٹ کے بارہ میں کوئی بات نہیں کی میں نے یہ کہا کہ جب آپ کو ضرورت ہوتی ہے ......

جناب سپیکر: آپ نے چیئر کے کنڈکٹ کے بارہ میں جو الفاظ کہے ہیں۔ آپ وہ الفاظ واپس لے لیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب میں وہ الفاظ واپس لیتا ہوں جو آپ سمجھتے ہیں کہ چیئر کے

کنڈکٹ کے بارہ میں کہے ہیں ....

جناب سپیکر: اب آپ تشریف رکھئے جناب راہی کے یہ الفاظ اسمبلی کی کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

چودھری گل نواز خان وڑائچ: میں جناب راہی صاحب سے استدعا کروں گا کہ ہاؤس کے وقار کو دیکھیں اور سپیکر کی عزت کو دیکھیں سپیکر ایک حکم دیتا ہے خدارا اس کی تعمیل کریں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب' آپ تشریف رکھئے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں ایوان کے سامنے ایک شعر عرض کرتا ہوں۔

یہ عرض و گزارش تو غلامانہ روش ہے میں ہونٹ ہلاؤں گا تو ارشاد کروں گا

اور جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔ اور جو کچھ ہو چکا ہے ۔ چونکہ حکومت کٹوتی کی تحریکوں پر تعمیری تنقید سننے کے لئے تیار نہیں ہے اس لئے ہم آج کے اس ایوان کی کارروائی سے واک آؤٹ کرتے ہیں۔ (واک آؤٹ کیا گیا)۔

جناب سپیکر: چودھری رفیق صاحب کیا آپ بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! لیکن میں بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ واک آؤٹ میں شامل ہوں میں ایوان کے ریکارڈ پر یہ بات لانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک تو ایوان ایک گھنٹہ تاخیر سے شروع ہوا دوسرے جناب وزیر زراعت نے اپنی قابلیت اور ذہانت کا ثبوت پیش کرنے کے لئے ایوان کا ایک گھنٹہ ضائع کیا بقیہ وقت اس معزز ایوان کے ارکان نے جو کہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ہم لوگ سرکاری بنچوں پر بیٹھنے والوں پر مختلف محکمہ جات کے حوالہ سے تنقید کریں۔ تو ظاہر ہے کہ اس محدود وقت میں ہم لوگ اپنا اظہار خیال کیسے کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں روکا جا رہا ہے۔ کہ اس کارروائی میں پوری طرح سے حصہ نہ لیں۔ تو ظاہر ہے ہمارے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ ہم ایوان میں بیٹھیں تو میں بھی اس ایوان سے واک آؤٹ کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب کیا آپ انہیں Contact کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون و تعلیم: جناب والا! میں کس سے بات کروں وہ تو اپنے لیڈر کو لیڈر ہی نہیں مانتے میں کس سے بات کروں ایک شریفانہ سمجھوتہ ہوا تھا لیکن ان کی فوج ظفر موج پہلے ہی واک آؤٹ کر گئی

ہے۔ میں کس سے بات کروں۔

جناب سپیکر: آپ کا خیال یہ ہے کہ کسی کوشش کی ضرورت نہیں ہے۔

رانا پھول محمد خان: آپ ان کو جا کر کہیں کہ آپ کا یہ معاہدہ ہے ہم اس پر قائم ہیں ان کے بغیر ہمارے ہاؤس کی رونق نہیں ہے۔ لیکن چودھری صاحب کے پاس تقریر کرنے کے لئے پٹرول ختم ہو چکا ہے۔ اب اس کا بہانہ بنا کر ان کو واک آؤٹ نہیں کرنا چاہیئے۔ ان کو معاہدہ کا پاس کرنا چاہیئے۔

میاں ممتاز احمد متیانہ: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ حزب اختلاف کے بھائی ہم سے تھوڑا سا ناراض ہو کر چلے گئے ہیں اگر ان کی جائز بات نہ بھی ہو تو ہمیں ان کا دل رکھنے کے لئے اور اس ایوان کو چلانے کے لئے ہمیں ان کی ضرورت ہے۔ میں وزیر قانون سے گزارش کرونگا۔ وہ ان کے پاس جائیں اور ان کو منا کر لائیں۔ تاکہ اس ایوان کی کارروائی صحیح ہو سکے۔

میاں عطا محمد قریشی: جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ یہ قومی اسمبلی والا ڈرامہ یہاں کی اپوزیشن رچانا چاہتی ہے۔ مہربانی کر کے پنجاب اسمبلی میں وہ روایت قائم نہ کریں۔ اس لئے بہتر ہے کہ وزیر قانون کو بھیجا جائے کہ ان دوستوں کو لے آئیں۔ ورنہ قومی اسمبلی کی اپوزیشن والا یہ ......

وزیر قانون: جناب سپیکر! آج جس طرح روایت کی دھجیاں اڑائی گئیں ہیں میرا خیال ہے کہ اسمبلی کی تاریخ میں ایسا واقعہ نہیں ہوا اگر متیانہ صاحب چاہتے ہیں تو چلے جائیں میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جو میرا معاہدہ ہے۔ میں اس پر قائم ہوں۔ میری طرف سے کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں ہوئی ہے۔ جو کچھ ہوا ہے انکی طرف سے ہوا ہے۔ میں جانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا اس کے باوجود راہی صاحب کا آج چیئر کی طرف نہایت نامناسب طرز عمل تھا۔ اور وقت ضائع کرنے میں وہ پیش پیش تھے۔ یہ الزام انہوں نے سرکاری بنچوں پر لگایا ہے کہ وزیر زراعت وقت ضائع کرتے رہے حالانکہ آپ نے دیکھا فضل حسین راہی صاحب نے ایوان کا وقت ضائع کیا اور چیئر کی طرف جس انداز سے وہ مخاطب تھے وہ انتہائی قابل اعتراض ہے لیکن اس کے باوجود پارلیمانی روایت اور سسٹم میں اپوزیشن کے بغیر چلنا ناممکن ہے۔ تو میں اپنے لاءمنسٹر صاحب سے گزارش کروں گا وہ اپنے اس معاہدہ کی بنیاد پر اپوزیشن لیڈر کو مجبور کریں کہ وہ وعدہ خلافی نہ کریں۔ مجھے امید ہے وہ پرانے پارلیمنٹرین ہیں۔ اور ان کی گزارش پر وہ واپس آجائیں

گے۔

چودھری محمد صدیق سالار: جناب والا! میں حیران ہوں کہ یہ بات چل نکلی تھی کہ کیا جناب سپیکر کو اختیار ہے یا نہیں۔ اور قاعدہ نمبر 80 میں باقاعدہ آپ کو یہ اختیار ہے کہ جب کوئی بحث زیادہ چل نکلے تو آپ اسے ٹائم کا پابند کردیں۔ اب ان کے پاس کرنے کے لئے کوئی بات نہیں رہی تھی اور وہ واک آوٹ کر گئے۔ حکومت چار مقررین کو نہایت خاموشی سے سنتی رہی۔ حکومت کی خواہش بھی یہی ہے کہ وہ اپوزیشن کی بات کو سنے مگر جناب راہی نے اتنا وقت ضائع کیا کہ حکومت کا کوئی فرد وقت ضائع کرنے کا زمہ دار نہیں ہے۔ میں آپ کی وساطت سے درخواست کرونگا کہ وہ سن رہے ہونگے کہ وہ تشریف لائیں اور اپنے وعدے کی پابندی کریں۔

جناب سپیکر: جی چیمہ صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! آج کے اس معاہدے سے جو بات ظاہر ہوئی ہے آئندہ اس قسم کا وعدہ تو اصولی طور پر شائد نہ ہو سکے۔ معاملہ آپس میں مباحثہ کے ذریعے ہی حل ہونا چاہیے۔ لیکن صبح ٹائم مقرر نہیں ہوا تھا۔ پارلیمانی روایت کے مطابق آج پندرہ یا بیس منٹ کا وقت بڑھایا جائے اور انہیں یہ دعوت دی جائے کہ وہ تشریف لائیں اور آج کی بحث مکمل کریں۔ کل کا معاہدہ پھر کل پر دیکھیں گے لیکن وہ معاملہ مباحثہ کے ذریعے حل ہو گا۔ معاہدے پر آئندہ انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ میں بھی ان سے التماس کرتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور آج کی بحث مکمل کریں۔ پندرہ بیس منٹ کا ٹائم بڑھا دیا جائے۔ کوئی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ٹائم بڑھانے پر تو کسی کو اعتراض نہیں تھا۔ تو راجہ صاحب! آپ حتمی طور پر کیا فرماتے ہیں؟

وزیر قانون: جناب والا - اب تو اپوزیشن ہے ہی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم اپنا فرض نبھا لیں گے۔ انہوں نے پریس گیلری کی طرف دیکھ کر جو کارروائی کی ہے وہ ان کو پہنچ چکی ہے۔ اور میرا خیال ہے یہی ان کی کارروائی تھی جس کے لئے وہ واک آوٹ کر گئے ہیں۔ ان کی کارروائی تو مکمل ہو گئی ہے - برائے مہربانی ٹائم نہ بڑھایا جائے۔ (قطع کلامیاں)

رانا پھول محمد خان: جناب والا! اگر وہ ٹائم بڑھانے پر رضا مند ہوں تو ان کی درخواست پر یہ ہاؤس

غور کرے۔ آپ غور کریں پھر ٹائم بڑھائیں۔ لیکن یہ کہ ان کو واپس لانے سے پہلے ٹائم بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اپوزیشن ارکان سے اپیل کی جائے کہ وہ قائد حزب اختلاف کے معاہدے کو قائم رکھنے کے لئے واپس تشریف لائیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! تشریف رکھیئے۔ جی بیگم صاحبہ!

بیگم نجمہ حمید: جناب سپیکر! وہ بہت دیر سے یہ کوشش کر رہے تھے کہ کسی بات پر واک آؤٹ کیا جائے اور ان کی یہ خواہش اب پوری ہوئی ہے۔ جتنا وہ بولنا چاہتے تھے وہ بول چکے ہیں۔ اب ان میں سے کسی نے بھی نہیں بولنا اگر بولنا ہوتا تو وہ واک آؤٹ نہ کرتے۔ وہ بہت دیر سے کوشش کر رہے تھے کہ ہم کوئی بہانہ ڈھونڈیں اور واک آؤٹ کریں۔ وہ وہی نیشنل اسمبلی والی بات پنجاب اسمبلی میں دہرانا چاہتے تھے۔ اور وہ انہوں نے کر دکھایا۔

جناب سپیکر: اب کارروائی جاری رکھی جائے آپ اس پر کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر زراعت: (چودھری عبدالغفور) جی ہاں۔ ہم جواب دینا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمایئے۔

وزیر زراعت: اور میں عرض کروں گا کہ مختصر ضرور کریں گے۔

جناب سپیکر: اگر آپ اختصار کرلیں تو ڈیڑھ بجے تک ہم اس کو ختم کر دیں۔

وزیر زراعت: جناب والا! ڈیڑھ بجے تک تو نہیں ہو سکتا۔ جناب والا! میں مختصراً" ہی عرض کر سکتا ہوں کیونکہ ٹائم بہت تھوڑا ہے۔ اس لئے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ ہوا ہے اس کا افسوس بھی ہے اور دکھ بھی ہے۔ جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک اپوزیشن ارکان کی طرف سے ڈیمانڈ نمبر 10 پر کٹ موشنز کا تعلق ہے اس پر مختلف حضرات نے مختلف نقطہ ہائے نظر کا اظہار کیا۔ اس میں کہ حکومت کفایت شعاری کی مہم پر تنقید کی گئی ہے جس میں بڑی کاروں کی بجائے چھوٹی کاروں کو رواج دینا بھی شامل ہے' اس میں اور بھی بہت سی باتیں کی گئیں۔ اور ایڈمنسٹریشن پر ہر نقطہ نظر سے بحث کیا گیا۔ تو میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ پاکستان کی پارلیمانی تاریخ میں پہلی دفعہ ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ نے' جناب وزیراعظم محمد خان جونیجو صاحب نے اس بات کا اہتمام کیا اور پوری شدو مد سے اس بات کے لئے وہ اس مہم کو چلا رہے ہیں کہ نہ صرف فیڈرل گورنمنٹ بلکہ تمام صوبائی

حکومتیں اور اس کے تمام باشندے کفایت شعاری پر عمل پیرا ہوں اور اس کے لئے انہوں نے بہت بڑا قدم اٹھا کر پوری قوم سے خراج عقیدت حاصل کیا ہے۔ اس لئے میں عرض کرونگا کہ اس بات کے لئے یہ کہنا کہ یہ جو اتنا بڑا قدم اٹھایا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ آئندہ آنے والے وقتوں میں اور آئندہ آنے والی تاریخ میں بہت بڑے قدم کے طور پر لکھا جائے گا۔ یہ ایک ایسی روایت قائم ہو رہی ہے کہ جب ہم اپنی ملک کی ضروریات اور اپنے ملک کی آمدنی کو مدنظر رکھتے ہوئے' اپنی چادر کو دیکھ کر اس کے اندر اپنے پاؤں پھیلا سکیں گے اور یہ ایک ایسی روایت ہو گی کہ آئندہ آنے والی حکومت کے لئے بھی اس کی پابندی کرنا لازمی ہو گی۔ اس لئے یہ الزام لگانا کہ یہ کفایت شعاری کا ایک ڈھونگ ہے یا اس کے لئے ایسے ہی ایک بہانہ بنایا گیا ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ تمام باتیں غلط ہیں۔ اب رہ گئی یہ بات کہ جس کی طرف نشاندہی کی گئی کہ ایڈمنسٹریشن پر پہلے سے اخراجات بہت زیادہ ہو رہے ہیں وزراء پر جو اخراجات ہو رہے ہیں تو میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ایک بہت بڑا اعتراض جو اس بارے میں بجٹ بک کو نکال کر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جنرل ایڈ منسٹریشن اور' وزراء کی انتظامیہ کے سلسلے میں ان کی تعداد کو بہانہ بنا کر یہ بتایا گیا کہ ان کی صحیح تعداد کو اخراجات میں کلیم نہیں کیا گیا۔ جناب والا! اگر آپ متعلقہ صفحہ کو دیکھیں اور اس متعلقہ ڈیمانڈ کو دیکھیں تو آپ کو علم ہو گا کہ یہ صرف ایکBudget Estimate کے طور پر اس میں رقم رکھی جاتی ہے۔ جتنے وزراء ہوتے ہیں ان میں ردو بدل ہوتا رہتا ہے۔ لیکن ڈیمانڈ کے طور پر Estimate کے طور پر رقم رکھی جاتی ہے۔ جتنے لوگ کام کریں گے اس کے مطابق اور قانون کے مطابق ان کی تنخواہیں اور اخراجات برداشت کئے جائیں گے باقی جو ہے وہ سپلیمنٹری بجٹ میں Account Far ہونگے کہ کتنے اس میں زیادہ اخراجات رکھے گئے تھے اس میں بچ گئے ہیں یا مزید کی ضرورت ہے اس لئے یہ بات کہنا کہ اس کو غلط طور پر غلط تعداد کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ وہ Budget Estimate ایک ہیڈ کے تحت جو رکھے گئے ہیں اس میں قطعی طور پر کوئی قانونی اور کوئی ایسا نکتہ موجود نہیں جس کو زیر بحث لایا جائے۔ جناب والا! اس کے علاوہ ایک اور بات کہی گئی جسے میں مختصر انداز میں عرض کرونگا کہ جناب جو پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ کے لئے 74 سٹینوگرافر دیئے گئے ہیں۔ اس کے لئے میں یہ جواب دینا چاہتا ہوں کہ 107 افسران کے لیے 74 سٹینوگرافر کا ہونا کوئی زیادہ بات نہیں ہے۔ یہ بات قطعی طور پر اس کے برعکس جاتی ہے۔ جناب والا۔ جنرل ایڈمنسٹریشن کے لئے میں صرف ایک بات کرنا چاہوں گا کہ اس دفعہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے بجٹ کی تیاری کے سلسلے میں خصوصی یہ ہدایت دی کہ ہم اپنے اخراجات ہرمد میں کم

کریں گے۔ اور اس کی ایک مثال آج کی اس بحث سے بتائی گئی ہے کہ جنرل ایڈمنسٹریشن کے اخراجات میں اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ خلاف واقعہ ہے۔ بجٹ بک جو ہمارے سامنے موجود ہے اس کی تردید کرتی ہے۔ میں عرض یہ کرنا چاہوں گا 88-1987ء میں 53 کروڑ 35 لاکھ 29 ہزار روپے اس مد میں رکھے گئے ہیں جو ہمارے بجٹ کا 34 ء 2 فیصد بنتا ہے۔ جو Non - Development بجٹ ہے اس کا 2.34 فیصد اخراجات جو ہیں وہ جنرل ایڈمنسٹریشن پر 53 کروڑ 35 لاکھ 29 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ گزشتہ سال 87-1986 ء کا جو بجٹ تھا اس میں میں عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارے اخراجات 55 کروڑ 96 لاکھ تقریباً" 56 کروڑ تھے۔ اس کے مقابلے میں آج 93 کروڑ ہیں۔ اور یہ تین کروڑ روپے کی اس میں کمی کر کے 2.79 سے کم کر کے 2.34 % پر ان اخراجات کو لانا میں سمجھتا ہوں کہ بہت کمی کی گئی ہے اور اس میں ان کی طرف سے جو تمام اعتراضات کئے گئے ہیں میرا خیال ہے کہ بجٹ کے بارے میں انہوں نے مکمل مطالعہ نہیں کیا۔ یہ ایک بہترین پالیسی کا غماز ہے کہ حکومت ترقیاتی کاموں پر زیادہ سے زیادہ خرچ کر رہی ہے بجلی کی فراہمی کے لئے' صحت کے لئے' زراعت کے میدان میں' تعلیم کے میدان میں جو رقم رکھی گئی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بارے میں جو کٹ موشن ہے یہ قطعی طور پر غلط ہے اور ان کٹ موشنز کو رد کر کے میں سمجھتا ہوں کہ اس ڈیمانڈ کو پاس کیا جانا بہت ضروری ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے :-

کہ 53 کروڑ 35 لاکھ 29 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 10) نظم ونسق عامہ کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اس تحریک پر دوسری کٹ موشن سید طاہر احمد شاہ صاحب کی طرف سے ہے وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ پیش نہیں کی جا سکے گی۔

اب سوال یہ ہے :-

کہ ایک رقم جو 53 کروڑ 35 لاکھ 29 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30

جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعہ فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد انتظام عمومی برداشت کرنا پڑیں گے۔

(تحریک متفقہ طور پر منظور کی گئی)

جناب سپیکر: تحریک منظور ہوتی ہے اور اجلاس کی کارروائی کل صبح نو بجے تک کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔

(اس مرحلہ پر ہاؤس کی کارروائی 23 جون 1987ء تک کے لئے ملتوی کر دی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

منگل، ۲۳ جون ۱۹۸۷ء

(سہ شنبہ ۲۵ شوال ۱۴۰۷ھ)

جلد ۱۰ .... شمارہ ۱۵

سرکاری رپورٹ

مندرجات

منگل، ۲۳ جون ۱۹۸۷ء

	صفحہ نمبر
تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ	۸۹۹
اراکین اسمبلی کی رخصت	۹۰۰
مسئلہ استحقاق	۹۱۱
مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری	۹۱۷

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس

منگل 23 جون 1987ء

(سہ شنبہ ۲۵ شوال ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں 9 بجے صبح منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ
فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ
لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ○ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ
فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ○
لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ
رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○

س آل عمران۔ آیات ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۴

(اے پیغمبر) اللہ کی مہربانی سے آپ کی افتاد طبع لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر درشت طبیعت اور سخت دل واقع ہوتے تو یہ سب آپ کے اردگرد سے بھاگ کھڑے ہوتے پس ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت مانگئے اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ بھی لے لیا کریں۔ اور جب کسی کام کے لئے عزم مصمم کر لیں تو اللہ پر بھروسہ رکھیں بے شک اللہ بھروسہ رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اگر اللہ تمہارا مدد گار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔ اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور اللہ کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

وما علینا الا البلاغ

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سید مظہر حسین صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

گزارش ہے کہ بندہ کسی ضروری کام کی وجہ سے 21-6-87 کو اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا لہذا مہربانی فرما کر 21-6-87 کی رخصت عطا فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سید اختر حسین رضوی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

گزارش ہے کہ میں مورخہ 21-6-87 کو ایک ضروری کام کی وجہ سے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا تھا۔ لہذا مہربانی فرما کر 21-6-87 کی رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار خضر حیات سیال صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

گزارش ہے کہ میں کسی ضروری کام کی وجہ سے اسمبلی میں نہیں آسکا ہوں۔ لہذا میری 21-6-87 کی رخصت منظور کی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سعید احمد قریشی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

گزارش ہے کہ میں مورخہ 18-6-87 کو ملتان میں ضروری کام کی وجہ سے رہ گیا۔ اور حاضری نہ دے سکا۔ رخصت فرما دیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست منور حسین منج صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

جناب عالی بندہ بوجہ بخار مورخہ 87-6-21 اسمبلی میٹنگ میں حاضر نہیں ہو سکا۔ لہٰذا مہربانی کر کے ایک یوم کی رخصت عنایت کریں۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست شیخ شکیل اصغر صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

With due regards I have the honour to request your goodself that I am going out of Lahore due to some private affairs of mine.

Kindly grant me three days leave W:E:; from 23/6 to 25/6/1987 with permission to leave the station and oblige.

Thanking you.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سکیرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری غلام رسول صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے :-

It is respectfully requested that I could not attend the assembly session on 21/6/87 due to some urgent matter. Therefore it is requested that leave may please be sanctioned for 21/6/87 and oblige. Thanks.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے

کہ مطلوبہ رخصت منظور کی دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سید اقبال احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! جنگ میں رپورٹنگ غلط ہوئی ہے میں اس کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حزب اختلاف کی جانب سے وقت بڑھانے پر رضا مندی کا اظہار ہونے پر طاہر احمد شاہ صاحب نے اسمبلی کی کارروائی کا بائیکاٹ کیا۔ جناب سپیکر! آپ نے نصف گھنٹہ بڑھا دیا تھا۔ اور ایوان نے منظوری بھی دے دی تھی۔ جنگ نے یہ رپورٹنگ غلط کی ہے۔ اس کی تصحیح کی جائے۔

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے کہ ہم نے وقت بڑھانے کا اعلان کر دیا تھا۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جب ہم نے واک آؤٹ کیا تھا ہماری عدم موجودگی میں سرکاری بنچوں کی جانب سے ہم پر یہ الزام عائد کیا گیا تھا۔ کہ ہم نے کوئی ڈرامہ رچایا ہے۔ اور ہمیں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ہم اسمبلی کے باہر کسی طاقت کے اشارہ پر ایسا کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! کیا یہ مناسب بات ہے کہ جب ہم ایوان میں موجود نہیں ہیں۔ تو ہمارے متعلق ایسی غیر ذمہ دارانہ باتیں کی جائیں۔ اور وہ اسمبلی کے ریکارڈ پر رہیں کیا یہ مناسب رہیگا؟

جناب سپیکر: آپ کے علم میں یہ کیسے آیا کہ یہ باتیں کی گئی ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! ہم لابی میں بیٹھے ہوئے سن رہے تھے۔

جناب سپیکر: لابی میں بیٹھے سن رہے تھے ؟

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! ہم لابی میں بیٹھے ہوئے سن رہے تھے۔

جناب سپیکر: لابی میں بیٹھے سن رہے تھے؟

جناب فضل حسین راہی: ہم نے ایوان سے واک آوٹ کیا تھا اسمبلی کے باہر نہیں جانا تھا ایوان سے باہر جانا تھا۔

جناب سپیکر: یہ صحیح بات ہے مجھے یہ یاد نہیں ہے کہ کسی نے یہ کہا ہو باہر کی کسی طاقت کے اشارہ پر آپ نے واک آوٹ کیا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! اگر آپ مناسب سمجھیں ______

جناب سپیکر: راہی صاحب پہلے ہی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب فضل حسین راہی: میں یہ چاہونگا کہ اگر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ بات کہی ہے ورنہ میں یہ کہنے والا تھا اگر آپ کو کوئی شک ہے تو ہمارے واک آوٹ کے بعد کی کارروائی جو دس یا پندرہ منٹ کی ہے اس کا ٹیپ چلوا کر سنا جا سکتا ہے۔ اگر یہ خود تسلیم کرتے ہیں تو ٹھیک کہ ہماری غیر موجودگی میں یہ الفاظ کہے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میاں عطا محمد قریشی نے جو بات کہی تھی مجھے وہ حرف بہ حرف یاد ہے اس میں یہ الفاظ نہیں تھے کہ انہوں نے باہر کی کسی طاقت کے اشارہ پر واک آوٹ کیا ہے۔ بلکہ میاں عطا محمد قریشی صاحب نے یہ تجویز کیا تھا اور یہ ارباب اقتدار کو یہ گزارش کرتے ہیں کہ جائیں اور ان کو واپس لے آئیں۔ یہ میاں عطا محمد صاحب نے کہا تھا۔ اور انہوں نے نیشنل اسمبلی کی کارروائی کا حوالہ دیا تھا۔ باہر کے کسی آدمی کا حوالہ نہیں دیا تھا۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! آپ مجھے اجازت دیجئے میں لابی میں بیٹھ کر الفاظ سن رہا تھا ان کی میں وضاحت کر سکوں اور پھر میں آپ سے یہ استدعا کر سکوں اگر وہ غیرپارلیمانی الفاظ تھے۔ براہ کرم اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے یا ایوان کی منظوری سے ان الفاظ کو ______

جناب سپیکر: شاہ صاحب آپ فرمائیے اگر ان میں کوئی غیرپارلیمانی الفاظ ہوں گے ہمیں ان کو حذف کرنے میں کوئی اعتراض نہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! ہمارے بارے میں یہ بات کہی گئی کہ ہم نے قومی اسمبلی کے پارلیمانی اپوزیشن گروپ کے طرز عمل کے مطابق اسمبلی کی کل کی نشست کا بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ دوسری بات جو خاصی قابل اعتراض ہے۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اپوزیشن نے بائیکاٹ کرنے کے لئے یہ ڈرامہ رچایا ہے یہ ایک خاتون رکن کی طرف سے کہا گیا جن کا میں نہایت احترام کرتا ہوں۔ جناب سپیکر ہم یہاں ڈرامہ کرنے نہیں آتے۔

جناب سپیکر: پہلے اور دوسرے جو الفاظ ہیں ان میں سے کونسا لفظ غیرپارلیمانی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: مجھے ڈرامہ کے لفظ پر سخت اعتراض ہے۔ ہم یہاں ڈرامہ کرنے نہیں آتے۔

جناب سپیکر: آپ کو اعتراض ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ ہی یہ فرمائیے اور آپ پرانے پارلیمنٹرین ہیں۔ کیا ڈرامہ غیرپارلیمانی ہے؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! جس انداز میں یہ الفاظ منسوب کئے گئے' جس انداز میں ہم پر یہ الزام لگایا گیا میں سمجھتا ہوں وہ قطعی طور پر پارلیمانی روایت کے منافی ہے۔ جناب یہ ڈرامہ ۔ ؟ حکومت مسلم لیگ کی ہے۔ سو بسم اللہ وہ حکومت کریں۔ ہم تو بیورو کریسی کی بات کرتے ہیں۔ ہم ان کے سیکرٹریوں کی بات کرتے ہیں۔ ہم انتظامیہ کے افسران بااختیار پر تنقید کرتے ہیں۔ ایسے افسران جو وزراء کے احکامات نہیں مانتے۔ میں ایک سیکرٹری کا نام نہیں لینا چاہتا' جب اس کے پاس متعلقہ وزیر کے کوئی احکامات جاتے ہیں تو سیکرٹری وہ درخواست پھینک دیتا ہے' وہ کہتا ہے کہ اس موٹے وزیر کی مجھے کوئی پرواہ نہیں' اسے پتہ ہی نہیں ہے کہ کیا کرنا ہے۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ یہاں اگر انتظامیہ کی خامیوں کی نشاندہی کی جاتی ہے تو اس پر وزراء کرام ان کو ناجائز طور پر تحفظ دیتے ہیں۔ ہم تو سسٹم کو درست کرنے کے لئے تنقید کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: یہ بات اب پھر بڑھ رہی ہے۔

وزیر زراعت: جناب والا! یہ غیر متعلقہ بات ہو رہی ہے۔ اور یہ استحقاق مجروح کرنے کے مترادف ہے۔

جناب سپیکر: کیا یہ بات غیر متعلقہ ہے؟

ملک طیب خان اعوان: جناب والا - وزیر کے معاملے میں اگر کوئی سیکرٹری کہتا ہے تو وہ وزیر

جانے اور سیکرٹری جانے ہمیں اس ہاؤس میں اسے زیر بحث لانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! تشریف رکھیئے' چودھری صاحب تشریف رکھیئے' میں اس پر یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کی دل آزاری کے لئے کوئی بات ایسی نہیں کی گئی جو غیرپارلیمانی ہو لیکن اگر آپ یہ اصرار کرتے ہیں کہ لفظ " ڈرامہ " کو میں Expunge کرنے کا آرڈر دیتا ہوں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! لفظ " ڈرامہ " غیرپارلیمانی نہیں ہے لیکن اسے غلط جگہ پر استعمال کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: اب آپ خود کہتے ہیں کہ غیرپارلیمانی ہے اور خود ہی کہتے ہیں کہ پارلیمانی ہے۔ لیکن اگر آپ نے لفظ " ڈرامہ " کہا تو وہ بھی Expunge ہو جائے گا تو پھر آپ کس بات سے اتفاق کرتے ہیں؟ (قطع کلامیاں) جی ملک صاحب۔

وزیر محنت (ملک عبدالقیوم اعوان) : پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! میں یہ گزارش کرونگا کہ

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! یہاں حاؤس میں ایک دم چھ آدمی کھڑے ہو گئے ہیں۔ ان میں سے پانچ کو بٹھایا جائے۔

جناب سپیکر: ملک عبدالقیوم اعوان صاحب پوائنٹ آپ آرڈر پر بات کر رہے ہیں۔

وزیر محنت: جناب والا! یہاں سید طاہر احمد شاہ صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ کوئی سیکرٹری صاحب اپنے منسٹر کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ انہیں اس منسٹر کی پرواہ نہیں۔ موٹے منسٹر کی پرواہ نہیں۔ میں اس پر وضاحت چاہتا ہوں کہ اس سیکرٹری صاحب کا نام لیا جائے تاکہ وہ منسٹر اپنی پوزیشن واضح کرے اور اس سیکرٹری صاحب کے بارے میں سوچا جا سکے۔ موٹے تو خیر کافی ہیں' اور تمام موٹے ہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تو میں شاہ صاحب سے یہ ضرور عرض کرونگا کہ یہ بات واضح ہونی چاہیے۔

میاں عبدالمجید: جناب والا! معزز ممبر اپنے الفاظ واپس لیں۔ کیونکہ لفظ " موٹا " غیرپارلیمانی ہے اور اس سے ہمارے منسٹر کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور میں ان سے گزارش کرونگا کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! یہاں ھاؤس میں اور بھی کافی موٹے منسٹر بیٹھے ہوئے ہیں۔ قیوم اعوان صاحب کو اعتراض کیوں ہے۔ دوسری بات یہ ہے جناب سپیکر کہ یہاں جتنے بھی موٹے ہیں، یعنی جو پہلے سے موٹے ہیں وہ تو ہیں ہی، لیکن کچھ لوگ منسٹر بننے کے بعد تیزی سے موٹے ہو گئے ہیں۔ اب تقریباً تمام منسٹر موٹے ہیں۔ اور اپنے وجود سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی چودھری صاحب

میاں عبدالمجید: جناب سپیکر! آپ نے فرمایا ہے کہ لفظ "ڈرامہ" کو میں حذف کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ یہ لفظ ایسا ہے کہ آئندہ کئی مقررین کی تقاریر میں آئے گا۔ اگر اسے آج حذف کر دیا گیا تو ہمیشہ کے لئے آپ کی رولنگ ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: آپ کی یہ بات درست ہے۔ اگر آج حذف کر دیا، تو آئندہ بھی یہ حذف ہو گا۔

میاں عبدالمجید: اسلئے میں پورے ھاؤس سے کہونگا کہ یہ لفظ "ڈرامہ" غیرپارلیمانی نہیں ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا "ڈرامہ" پارلیمانی لفظ ہے۔

میاں عبدالمجید: جناب والا! اس لفظ کو غیرپارلیمانی قرار نہ دیا جائے۔

جناب سپیکر: پھر سید طاہر احمد شاہ صاحب اپنا اعتراض واپس لیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! اس طرح تو پھر روزانہ الفاظ حذف کرانے پڑیں گے۔ ڈرامہ، بددیانتی، جانبداری اور نااہلی کے الفاظ آپ کو پروسیڈنگ میں ملیں گے۔ لفظ ڈرامہ کبھی حذف نہیں کیا گیا، کیونکہ یہ غیرپارلیمانی لفظ نہیں ہے۔ اسے آپ ہر روز استعمال کریں گے۔ اس لئے اسے واپس نہیں لینا چاہیئے۔

جناب سپیکر: یہ صحیح ہے۔ شاہ صاحب! آپ نے کہا ہے کہ یہ غیرپارلیمانی الفاظ ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! آپ نے رولنگ دے دی ہے تو میرے الفاظ واپس لینے سے کیا ہو گا۔

جناب سپیکر: آپ نے جو اعتراض کیا ہے کہ یہ الفاظ ہمارے بارے میں کہے گئے ہیں ان کو حذف

کیا جائے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا۔ میں پھر وضاحت کرتا ہوں کہ جس انداز میں ہمارے ساتھ یہ الفاظ منسوب کئے گئے ہیں عالیجاہ اب بھی میں اس پر اعتراض کرتا ہوں کہ ہماری پوزیشن کی تضحیک کرنے کی کوشش کی گئی کہ ہم یہاں پر ڈرامہ رچانے کے لئے آتے ہیں۔ ہم یہاں پر کوئی ڈرامہ کرنے نہیں آتے۔ ہم تو عوام کی نمائندگی کے لئے اس ایوان میں حاضر ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: یقیناً" آپ ڈرامہ کرنے کے لئے نہیں آتے لیکن آپ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ہمارے بارے میں یہ الفاظ جو استعمال کئے گئے' غیرپارلیمانی ہیں ان کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

سید طاہر احمد شاہ: تو جناب آپ نے حکم دے دیا اور وہ حذف ہو گئے۔

جناب سپیکر: میں نے اس کے بعد کہا کہ ٹھیک ہے اور بہتر ماحول پیدا کرنے کے لئے یعنی کل سے یہاں ماحول میں تھوڑی سی تلخی پیدا ہو گئی ہے اسے بہتر کرنے کے لئے میں نے یہ کہا ہے کہ اگر آپ اس کو برا مناتے ہیں تو ہم اس کو حذف کر دیتے ہیں۔ لیکن اسی وقت فضل حسین راہی صاحب نے کہا ہے کہ یہ بات غیرپارلیمانی نہیں ہے ان کو حذف نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ وہ ان الفاظ کو بار بار دہرانا چاہتے ہیں۔ تو میں نے کہا تھا کہ پھر سید طاہر احمد شاہ اپنا اعتراض واپس لے لیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! آپ نے رولنگ دے دی۔ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ میں اپنا اعتراض واپس لے لوں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ میرا اعتراض اپنی جگہ پر درست ہے۔ اگر پھر بھی آپ حکم دیتے ہیں تو آپ کے حکم کی تعمیل میں جو آپ کہیں گے میں کرونگا۔

جناب سپیکر: ویسے بہتر یہ ہے اور صحیح صورت یہ ہے کہ لفظ " ڈرامہ " غیرپارلیمانی نہیں ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! آپ کی رولنگ آگئی اور یہ کافی ہے۔

جناب سپیکر: اور اس میں اس اعتراض کو آپ واپس لے لیں تو لفظ " ڈرامہ " جو ہے یہ اس کارروائی میں قائم رہے۔ بہتر صورت یہی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں اپنے موقف پر اصرار کرتا ہوں ورنہ میرا اعتراض اپنی جگہ پر درست ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! یہ آپ میری طرف سے گزارش سمجھ لیں اور اسے واپس لے لیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جی میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: تو لفظ "ڈرامہ" جو ہے یہ کارروائی میں قائم رہے گا۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! کل ہمارے جانے کے بعد یہ ڈرامہ ہوا ہے کہ سپیکر صاحب نے ڈیمانڈ پر کٹوتی کی تحریک میں رائے شماری کے لئے کہا تو ٹریژری بنچز کی طرف سے نہیں بلکہ وزراء کی طرف سے بھی اس پر ہاں کہی گئی یہ پارلیمانی تاریخ کا سب سے بڑا ڈرامہ ہے۔

وزیر زراعت: جناب والا! اس ریکارڈ کو درست کر لیا جائے کہ یہ بات درست کہی گئی ہے کہ وزراء کی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں کہی گئی۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: یہ بات جزوی طور پر درست ہے کہ کچھ کچھ آوازیں تھیں یعنی جو صاحبان متوجہ نہیں تھے کچھ آوازیں کٹوتی کی تحریک کے حق میں آئیں لیکن "نہ" کی آوازیں پھر اتنے زور سے آئیں کہ وہ پہلی آوازیں اس میں دب گئیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! آپ اس معزز ایوان کے ارکان کی کارروائی کی دلچسپی کا اندازہ خود کر سکتے ہیں کہ قائد ایوان بھی موجود تھے اور انہوں نے میری اطلاع کے مطابق اپنے سر کو پیٹا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔

وزیر زراعت: جناب والا! دراصل وہ عدم توجہی کی وجہ سے ان کی طرف سے نمائندگی کر رہے تھے۔ کہ ان کی کمی کو محسوس نہ ہونے دیا اور اپوزیشن کو یاد رکھا جائے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! کل ڈرامہ نہیں ہو رہا تھا بلکہ آج ڈرامہ ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: میاں افضل حیات پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میاں محمد افضل حیات (قائد حزب اختلاف): جناب والا! اس بحث سے قطع نظر میں ایک اور چیز کی طرف جناب کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اور اپنا اعتراض ریکارڈ کرانا چاہتا ہوں کہ کل ایک بجکر

30 منٹ تک ایوان کا وقت تھا۔ اور اس کو بڑھائے بغیر ایک بجکر 37 منٹ تک بغیر توسیع کے یہ ایوان چلتا رہا اور یہ ڈیمانڈ منظور کی گئی بس جناب والا' میں یہ ریکارڈ پر لانا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر: میاں صاحب' آپ ایوان میں موجود نہیں تھے' آپ کو کیسے یہ علم ہوا؟

میاں افضل حیات: ہم لابی میں موجود تھے۔

جناب سپیکر: میں اب تحریک استحقاق کو لیتا ہوں' چودھری صاحب آپ کھڑے ضرور تھے لیکن پہلے سید طاہر احمد شاہ نے پوائنٹ آف آرڈر کہا۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ رول 20 سب رول (بی) کی طرف دلانا چاہتا ہوں'

Rule 20 (b)

The Assembly shall meet from 8.30 A.M. to 1.30 P.M. during summer and from 9.00 A.M. to 2.00 P.M. during winter;

اب چونکہ اس وقت موسم گرما کا اجلاس جاری ہے۔ قانون اور قاعدے کے تحت ڈیڑھ بجے تک کل کی اسمبلی کی نشست کا وقت مقرر تھا اور جب ہم احتجاج کے طور پر اس معزز ایوان سے مجبوراً واک آؤٹ کر گئے تو لابی میں موجود تھے۔ اور ہم نے دیکھا کہ ڈیڑھ بجنے کے بعد تک کارروائی جاری رہی۔ گو آپ کو کل کی نشست کے وقت میں توسیع کا اختیار تھا' مگر آپ نے وقت میں توسیع نہیں کی اور جب مطالبہ زر پر ایوان سے رائے شماری کے لئے کہا گا تو میں پورے وثوق کے ساتھ یہ کہنے کے لئے تیار ہوں کہ ایک بجکر 37 منٹ کے دوران اس مطالبہ زر پر رائے شماری کی گئی اور وہ منظور کیا گیا۔ اس ضمن میں جناب سپیکر! میں آپ سے رولنگ کا خواہشمند ہوں کہ مطالبہ زر جو کل اسمبلی کی نشست کے مقررہ وقت کے بعد منظور کیا گیا ہے' اس کی قانونی پوزیشن کیا ہے' اگر اس سے ایوان کے کسی بھی معزز رکن کو اختلاف ہے تو ہم اپنے وقت کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں' صبح اسمبلی کی نشست کی کارروائی تلاوت کلام پاک سے اختتام تک کی کارروائی کی ٹیپ سنی جائے گھڑی کے مطابق اس کو چیک کیا جائے' اگر واقعتاً" یہ بات ثابت ہو جائے کہ وقت مقررہ کے بعد مطالبہ زر کی منظوری دی گئی ہے تو جناب سپیکر' وہ نہ صرف غیر اخلاقی ہے' غیر قانونی ہے بلکہ غیر آئینی ہے۔ اس لئے ہم حق بجانب ہیں' کہ آپ ہمارے اس نکتہ اعتراض پر اپنی رولنگ دیں۔

جناب سپیکر: اس بارے میں شاہ صاحب آپ رولنگ طلب کرنا چاہتے ہیں۔ میاں افضل حیات صاحب نے اپنی طرف سے ایک بات ریکارڈ پر لانا چاہی تھی جو ان کی طرف سے بات ہو جانے کے بعد ریکارڈ پر آگئی ہے۔ آپ اس مسئلہ پر رولنگ چاہتے ہیں کہ آپ اس کو ایک بے قاعدگی سمجھتے ہیں اور آپ چاہتے ہیں کہ اس پوزیشن میں یہ کارروائی صحیح نہیں ہوئی ہے' تو کیا آپ رولنگ چاہتے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ: یہ غیر قانونی کارروائی ہے' میں اس بارے میں رولنگ چاہتا ہوں' میری گزارش سن لیجئے کہ اگر کل کے مطالبہ زر کی منظوری غیر قانونی ہے تو ہم اپوزیشن کے ارکان اس کو عدالت عالیہ میں چیلنج کرنے کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔

وزیر زراعت: جناب والا! آپ کی رولنگ سے پہلے کچھ عرض کروں گا۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں' میں ابھی رولنگ نہیں دے رہا ہوں' اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اس سلسلہ میں رولنگ بعد میں دوں گا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ شاہ صاحب سے پوچھ لوں' کہ آپ رولنگ چاہتے ہیں۔ اگر آپ رولنگ چاہتے ہیں تو آپ مجھے اس کو Examine کرنے دیں' میں اس پر رولنگ دوں گا۔

سید طاہر احمد شاہ: کب تک عالیجاہ کوئی وقت متعین اگر ہو جائے تو بہتر ہے۔

جناب سپیکر: جلدی دے دوں گا۔

چودھری گل خان نواز وڑائچ: یہ پابند نہیں کر سکتے ہیں'

سید طاہر احمد شاہ: میں تو استدعا کر سکتا ہوں۔

Who is he to stop me..? May I ask Mr. Speaker, Sir. Please direct him not to interrupt me. Who is he to ask me this thing?

بہتر یہ ہے کہ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب سپیکر: چودھری صاحب' آپ ذرا تشریف رکھیئے گا'

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! یہ شاہ صاحب کے الفاظ غیر پارلیمانی ہیں وہ انسان ہیں۔ ان الفاظ

کو واپس لیں' اتنے بھاری بھر کم ہمارے چیف وھپ ہیں' ان کے متعلق یہ الفاظ بالکل غیرپارلیمانی ہیں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ رانا صاحب آپ تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز' میں سید طاہر احمد شاہ سے یہ کہوں گا کہ وہ چودھری گل نواز کے بارے میں کہے ہوئے الفاظ واپس لیں۔ میں سید طاہر احمد شاہ سے مخاطب ہوں'

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر' میں پھر آپ سے نہایت ادب کے ساتھ گزارش کروں گا کہ جو الفاظ چودھری گل نواز وڑائچ نے میرے بارے میں کہے ہیں جب تک وہ واپس نہیں لیتے ہیں' میں اپنے الفاظ واپس لینے کے لئے تیار نہیں ہوں' اگر ان کی عزت نفس ہے تو میں بھی اس معزز ایوان کا ایک ادنےٰ سا رکن ہوں میرا بھی اتنا ہی مقام ہے جتنا ان کا ہے۔ وہ واپس لیں' میں بھی واپس لینے کے لئے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: ہم نے چودھری گل نواز کی کوئی بات سنی نہیں ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: آپ ٹیپ سن لیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! آپ چودھری گل نواز کی ایمانداری پر چھوڑ دیں۔ جو بات انہوں نے سید طاہر احمد شاہ کی بات سے پہلے کہی ہے وہ واپس لے لیں' اگر آپ کہیں تو میں وہ دھرا دیتا ہوں' آپ ان سے پوچھ لیں جو کچھ انہوں نے کہا ہے۔

جناب سپیکر: انہی سے پوچھ لیتے ہیں۔

وزیر زراعت: جناب والا! وہ کیوں کہیں؟ جو الفاظ انہوں نے نہیں کہے ہیں۔ یہ خود بتائیں کہ کیا الفاظ کہے گئے' جب کسی نے نہیں سنا ہے' وہ کیوں کوئی ایسی بات کہیں۔ ہم نے نہیں سنا۔ آپ نے نہیں سنا' وہ باتیں کہ کیا الفاظ کہے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: راہی صاحب' آپ بتائیں کیا الفاظ کہے گئے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: انہوں نے کہا ہے کہ "شاہ صاحب' ☆ ☆ ☆ ☆☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆☆☆پھر شاہ صاحب نے کہا کہ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ سر گل

ایناں دی وی غلط سی۔ اوناں نوں وی کہو کہ الفاظ واپس لین۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز' تشریف رکھیں' میں چودھری گل نواز سے کہوں گا کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں اور شاہ صاحب اپنے الفاظ واپس لیں۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر! کیا چودھری صاحب کے یہ الفاظ غیرپارلیمانی ہیں ؟

جناب سپیکر: جس نے پہلے بات کی۔ چودھری گل نواز نے پہلے بات کی تو وہ پہلے اپنے الفاظ واپس لیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: میں جناب سپیکر سے استدعا کروں گا میری جو بات آپ نے سنی ہے وہ فرمائیں' میں واپس لینے کے لئے تیار ہوں'

جناب سپیکر: میں نے کوئی بات نہیں سنی ہے۔ آپ اس بات کی تردید کرتے ہیں کہ آپ نے یہ الفاظ نہیں کہے ہیں۔ جو فضل حسین راہی صاحب نے بتائے ہیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: راہی صاحب ان کے وکیل ہیں؟ بات تو شاہ صاحب فرمائیں۔ کہ کیا الفاظ ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! اگر چودھری گل نواز وڑائچ صاحب یہ حلفاً" کہہ دیں کہ جو بات راہی صاحب نے کہی ہے اور میں نے سنی ہے' اگر چودھری گل نواز صاحب حلفاً" کہہ دیں کہ میں نے یہ بات نہیں کی ہے تو پھر جناب والا! میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں اگر وہ مصر ہیں' تو پھر میں اپنے الفاظ واپس نہیں لیتا۔

وزیر زراعت: جناب والا! وہ پہلے حلفاً" کیوں کہیں' بلکہ یہ پہلے حلفاً" کہیں یا پھر ان کی بات ویسے مانیں ــــــ

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! آپ سپیکر ہیں آپ اپنی مرضی سے فیصلہ کریں یہ نہیں کہ جو ممبر کہیں ــــــ

جناب سپیکر: ویسے میں اپنے معزز اراکین سے یہ کہوں گا کہ اس قسم کی جو سنجیدہ بات ہے اس کا سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیئے' اور جس نے بھی' جس کسی نے بھی دوسرے کے بارے میں اس قسم

کے الفاظ کہے ہیں ان کو واپس لینے کے بارے میں آپ کو سارے ھاؤس کو اس سلسلے میں سپیکر کی آواز سے آواز ملانی چاہیئے' کیونکہ یہ بات کل آپ کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! جس نے یہ الفاظ پہلے کہے ہیں اس کو یہ الفاظ پہلے واپس لینے چاہئیں اور جس نے بعد میں اس قسم کے الفاظ کہے ہیں اسے بعد میں واپس لے لینے چاہئیں۔

جناب سپیکر: میں یہ کہوں گا کہ اس سلسلے میں ٹیپ چلائی جائے۔

سید طاہر احمد شاہ: چودھری گل نواز وڑائچ صاحب یہ حلفاً" کہیں کہ میں نے بات نہیں کی۔

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر اگر آپ اجازت فرمائیں تو ......

جناب سپیکر: آپ فرمائیں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ کسی وقت ایوان میں تلخی پیدا ہو جاتی ہے اور کئی باتیں ریکارڈ پر نہیں آتیں۔ کیونکہ جب تک مائیکرو فون کا بٹن on نہ ہو تو وہ ریکارڈ پر نہیں آتیں۔ اس لئے اس معاملے میں بہتر یہ ہے کہ چودھری صاحب یہ کہہ دیں کہ میں نے ایسے الفاظ نہیں کہے اور اگر کہے ہیں تو پھر وہ اپنے الفاظ واپس لے لیں۔ پھر سید طاہر احمد شاہ بھی اپنے الفاظ واپس لے لیں گے اس میں کوئی انا والی بات تو ہے نہیں۔

جناب سپیکر: ہاں اس میں کوئی انا والی بات نہیں ہے۔

میاں محمد افضل حیات: اگر انہوں نے یہ الفاظ کہے ہیں تو وہ اپنے الفاظ واپس لے لیں اور اگر انہوں نے یہ الفاظ نہیں کہے تو وہ حلفاً" کہہ دیں کہ ......

جناب سپیکر: بات تو سادہ سی ہے۔

(اس مرحلہ پر اسمبلی کی کارروائی سننے کے لئے دوبارہ ٹیپ چلائی گئی)

(ٹیپ چلانے کے بعد)

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! آپ اگر اس معاملے کو نمٹانا چاہتے ہیں تو یہ عام فہم کی بات ہے اور پورے ھاؤس کو یہ پتہ ہے کہ ...... (قطع کلامیاں) (اس مرحلے پر بہت سے معزز اراکین کھڑے ہو گئے)

جناب سپیکر: آپ صاحبان تشریف رکھیں۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب سپیکر! جب تک آپ کسی معزز رکن کو بات کرنے کی اجازت نہ دیں اس وقت تک کوئی معزز رکن تقریر نہ کرے۔

جناب سپیکر: میں حاجی غلام رسول خان صاحب شادی خیل سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ کیا یہ الفاظ چودھری گل نواز خان صاحب نے کہے ہیں جو ان سے منسوب کئے گئے ہیں؟

حاجی غلام رسول خان شادی خیل: مجھے تو یہ علم نہیں ہے کہ پہل کس نے کی ہے؟

جناب سپیکر: جی کیا فرمایا؟

حاجی غلام رسول خان شادی خیل: جناب سپیکر! مجھے تو اتنا خیال نہیں آیا کہ یہ الفاظ جو ٹیپ میں آئے ہیں، ایمانداری کی بات ہے کہ میرے ذہن میں تو یہ نہیں تھے بلکہ میرے ذہن میں تو یہ تھا کہ شاہ صاحب گرم ہو گئے ہیں تو اس پر ہم نے یہ کہا کہ چلو اس بات کو چھوڑو یعنی وہ مصدقہ بات میں نہیں کہہ سکتا، حقیقت یہی ہے اور مجھے اتنا معلوم ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

ایک معزز رکن: جناب سپیکر! اگر اجازت ہو ــــــ

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ اس معاملے کو بڑھانے کا کیا فائدہ ــــــ

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! اگر اجازت ہو تو ــــــ

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ تشریف رکھیں گے۔ آپ کے بارے میں تو یہ بات نہیں ہے....

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر آپ کی رہنمائی کے لئے میں شاید معاون ثابت ہو سکوں۔ اس لئے مجھے ایک لمحے کے لئے موقع عنایت فرمائیں۔

جناب سپیکر: فرمایئے فرمایئے۔

چودھری محمد رفیق: آپ اس کارروائی کے ٹیپ کی طرف اگر اپنی توجہ لے جائیں جہاں پر شاہ صاحب نے یہ کہا ہے کہ .Who is he to interrupt me اس فقرے پر غور کریں کہ پہلے شاہ

صاحب کو کچھ کہا گیا ہے جس پر شاہ صاحب مجبور ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ ریکارڈنگ کی طرف توجہ فرمائیں' کوئی بات ہوئی ہے جس پر شاہ صاحب

جناب فاروق انور عباسی (پارلیمانی سیکرٹری زکوٰۃ و عشر) : پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! رولز میں یہ بات موجود ہے کہ جب کوئی ممبر بات کرے تو جناب سپیکر کی طرف یا کسی اور ممبر کی طرف اشارہ نہ کرے' لیکن چودھری صاحب آپ کی طرف اشارے سے بات کر رہے ہیں ان کو چاہیے کہ یہ آپ کی طرف انگلی سے اشارہ نہ کریں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ اس ایوان کے چیف وہپ ہیں اگر اس قسم کا کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے تو اس ایوان کی اور میری رہنمائی کرنا اور اس معاملے میں سہولت پیدا کرنا' اور اس ایوان کے Decorum کو قائم رکھنا' یہ آپ کے اولین فرائض منصبی میں شامل ہے۔ میں آپ سے توقع کرتا ہوں کہ آپ اس مسئلے کو حل کیجئے اور ذاتی طور پر اس مسئلے کو حل کیجئے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ : جناب اخلاقی طور پر اور آپ کے ارشاد کے مطابق ویسے شاہ صاحب کو حق نہیں تھا جو الفاظ انہوں نے کہے ہیں' لیکن اس لئے کہ جو اس ھاؤس کا Decorum ہے' اس ھاؤس کی جو عزت ہے' یا اس ھاؤس کا جو وقار ہے اس کے لئے ہر چیز کرنے کے لئے تیار ہوں ......

جناب محمد رفیق : جناب سپیکر! یہ تو مبہم سی وضاحت ہے ...

جناب سپیکر: کیا مبہم سی وضاحت ہے؟

جناب محمد رفیق : نہ چودھری صاحب نے اس کا اعتراف کیا اور نہ اس سے منکر ہوئے' بات یہ ہے کہ یا تو وہ اعتراف کریں کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے یا وہ تردید کریں کہ وہ بات انہوں نے نہیں کہی ....

جناب سپیکر : چودھری صاحب آپ تشریف رکھیئے گا۔ راہی صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔ چودھری گل نواز صاحب آپ نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ آپ کی بات پوری طرح واضح نہیں ہو سکی۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ : میں جناب پھر استدعا کرتا ہوں کہ اس ھاؤس کے وقار اور عزت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اگر کسی ممبر یا کسی بزرگ کو میرے متعلق یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے تو میں وہ

غلط فہمی رفع کرنے کے لئے تیار ہوں یا پھر دل آزاری ہوئی ہے تو اس کی میں معذرت چاہتا ہوں۔ شاہ صاحب سے میرے تو بڑے دیرینہ تعلقات ہیں ــــ

جناب سپیکر: جی شاہ صاحب ــــــ

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کا اس معزز ایوان کا اور خاص طور پر محترم چودھری گل نواز صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس ایوان کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لئے اس ایوان کے ارکان کی خواہشات کی پاسداری کی ہے اور میں جناب سپیکر نہ صرف اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں بلکہ ان کی بزرگی کی وجہ سے ان سے میں معذرت کرتا ہوں ــــ

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: پریو یلج موشن کو لیتے ہیں۔ جناب عثمان ابراہیم کی پریو یلج موشن نمبر 32 ہے۔

جناب عثمان ابراہیم: جناب سپیکر! مجھے جناب راجہ خلیق اللہ صاحب نے بتایا ہے کہ اس پریو یلج موشن کے متعلق سمری جناب چیف منسٹر کو پیش کر دی گئی ہے اور اس کا کوئی حل نکل آئے گا۔ اس لئے میں اپنی پریلو یلج موشن واپس لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ واپس لیتے ہیں؟

جناب عثمان ابراہیم: جی ہاں ــــ

جناب سپیکر: مسز خورشید بیگم کی پریو یلج موشن ہے وہ بھی واپس لیتی ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ ماضی کی پارلیمانی روایات میں کسی بھی حکومتی پارٹی کی طرف سے اپنے ٹریژری بنچز کے ارکان پر تحریک استحقاق پیش کرنے کی پابندی نہیں لگائی گئی تھی۔ اب یہ ایک نئی پارلیمانی روایت قائم کی جا رہی ہے جو مستحسن نہیں ہے۔ تحریک استحقاق پیش کرنے سے ارکان اسمبلی کے پاس صرف ایک ہی ایسا سب سے بڑا اختیار ہے کہ وہ انتظامیہ کے کسی بھی چھوٹے یا بڑے اہلکار کو من مانی کرنے سے روک سکے۔ اس لئے جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ مطالبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ باقی جتنی

دیگر پابندیاں اپنے ارکان پر لگانا چاہتے ہیں لگائیں مگر تحریک استحقاق پیش کرنے کی پابندی اٹھا لینی چاہیئے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: پوائنٹ آف آرڈر! سر۔ میں جناب کی وساطت سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ایک ممبر کی خود بخود کسی کے کہنے کے بغیر تسلی ہو جاتی ہے اور وہ تحریک استحقاق واپس لے لیتا ہے تو ان کے لئے یہ کہنا کہ پارٹی ممبر کو پابند کرتی ہے۔ ممبر با اختیار ہے کون ممبر صاحبان کو پابند کر سکتا ہے؟ تو جناب وہ ممبر سمجھتا ہے کہ جو میں نے تحریک پیش کی تھی اس کی خود بخود تسلی تو ہو گئی ممبر خود کہتا ہے کوئی پارٹی اس کو پابند نہیں کرتی ہے اور نہ پارٹی اسے کہتی ہے۔

جناب سپیکر: یہ اگر کوئی پارٹی کی Instruction ہے بھی' تو یہ پارٹی کا اپنا معاملہ ہے۔ اس میں ھاؤس کی کسی قسم کی مداخلت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں لیڈر آف اپوزیشن اور جناب لا منسٹر سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آپ کا وہ جو ایگریمنٹ ہے وہ قائم ہے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! قائم ہے۔

جناب سپیکر: لا منسٹر صاحب قائم ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! ابھی میری لیڈر آف دی اپوزیشن سے بات ہوئی ہے۔ ہمارا سمجھوتہ برقرار ہے اور ہم دونوں اس کے پابند ہیں۔ جو بات ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک بجے کے بعد ہمیں جواب کے لئے موقع دیں گے جو وہ اعتراضات اٹھائیں گے۔ تو ان کے لئے میں ان کا مشکور ہوں۔

مطالبات زیر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر: پھر آج ڈیمانڈ نمبر 15 ٹیک آپ ہو گی۔

وزیر قانون: جی ہاں۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! ہمارے معزز فاضل دوست سے جو بات ہوئی ہے اس میں ایک وضاحت ہو جائے تاکہ کل کو اس بارے میں ابہام پیدا نہ ہو اور دوبارہ پھر نئی ڈیمانڈ اس پر نہ آئے۔ بات یہ ہوئی ہے کہ آج جس طرح یہ سبجیکٹ تاریخ وار تقسیم کئے گئے ہیں بجائے اس کے کہ ہم یہ آپ سے استدعا کریں کہ ٹائم کی تقسیم کی کوئی قدغن لگائیں وہ خود ان کی اپنی صوابدید ہے کہ جس

طرح مرضی جتنا چاہیں وہ بولیں جتنا وہ آپس میں ٹائم تقسیم کرنا چاہیں' نہ کرنا چاہیں وہ جیسا چاہیں کریں لیکن ایک استدعا یہ ہے جو Ordinary Days ہیں اس پر ہمیں وہ آدھا گھنٹہ دیں' چونکہ ڈیڑھ بجے تک ٹائم ہے اس لئے 1-00 بجے تک وہ اپنی تمام بحث سمیٹ کر 1-00 بجے کے بعد کا ہمیں جواب دینے کا موقع دیں اس طرح Within Time اس کی ڈیمانڈ پیش کی جا سکتی ہے۔ دوسری بات جو طے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اس بحث کا جو آخری دن ہے اس میں یہ ہو گا کہ وہ 12-00 بجے اپنی بحث مکمل کر لیں گے اور اس کے بعد جتنی ڈیمانڈز ہیں وہ رائے شماری کے لئے پیش کی جائیں گی تاکہ گلوٹین کی ضرورت نہ پڑے اور یہی اس معاہدے کی روح ہے تاکہ گلوٹین کے بغیر ہی اس کی تمام ڈیمانڈز کو نمٹا دیا جائے۔ اور ڈیمانڈ پر بحث کا جو آخری دن ہے اس میں وہ اپنی بحث 12 بجے ختم کریں گے اور 12 بجے کے بعد پھر ڈیمانڈز پیش کی جائیں گی اور وہ نمٹائی جائیں گی۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! وزیر زراعت صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے وہ صرف اپنے موقف کے بارے میں کہا ہے اس میں تھوڑی سی اور بات بھی ہے۔ کہ ایک تو جناب میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ آج 11 بجے کے قریب کٹ موشنز اور یہ ڈیمانڈز شروع ہو رہی ہیں۔

جناب سپیکر: اور اس بات کا بھی ضرور جائزہ لینا چاہیئے کہ یہ کس وجہ سے اتنی تاخیر ہو گئی ہے۔

میاں محمد افضل حیات: اور کل کا بھی جائزہ لے لیں کہ کس وجہ سے تاخیر ہوتی رہی ہے۔ کس طرح مداخلت ہوتی رہی ہے۔

جناب سپیکر: کل کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کل کس وجہ سے تاخیر ہوئی ہے۔

میاں محمد افضل حیات: جی ہاں! اس لئے بہتر یہ ہے کہ کم سے کم تاخیر کی جائے اور اگر آج ضرورت پڑے تو میں یہ گزارش کروں گا کہ تھوڑا سا ٹائم بڑھانے کی گنجائش رکھی جائے کیونکہ آج ہم تاخیر سے شروع کر رہے ہیں چونکہ آج کی کیبنٹ کی میٹنگ تھی اور یہ 10 بجے تشریف لائے ہیں۔

جناب سپیکر: جی آپ بسم اللہ کیجئے۔

میاں محمد افضل حیات: دوسری بات جناب یہ ہے کہ ہم آخری دن اجلاس تھوڑا سا جلد شروع کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ بھی جناب لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے اور انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ پرسوں اجلاس جلدی شروع کرنے کی کوشش کریں گے۔

جناب سپیکر: جی درست ہے۔ جناب چیمہ صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! کل بھی سمجھوتہ تھا اور آج بھی سمجھوتے کا اعلان ہوا ہے میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ آج ہر سپیکر کے لئے وقت مقرر فرما دیں۔ آپ کو اختیارات ہیں' رول بھی اس کی اجازت دیتا ہے۔ اس سمجھوتے میں' چونکہ جون کا مہینہ ہے ویسے بھی گرم ہے' بجٹ کا اجلاس ہمیشہ گرم ہوا کرتا ہے اور گرمی کے تحت کئی گرم چیزیں کل بھی اور آج صبح بھی سامنے آئی ہیں۔ ہر سپیکر کے لئے اس کٹ موشن پر ٹائم مقرر کر دیں تاکہ ہرایک کو اس پر وقت ملے اور ٹائم بڑھانے کی بھی استدعا نہ ہو سکے اور سارے ممبران سے بھی میں استدعا کرتا ہوں کہ یہ میری ایک گزارش ہے جسے جناب والا! کو پیش کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی آپ اس بات کو خود طے کیجئے۔

میاں محمد افضل حیات: سرکاری بنچز سے یہ استدعا ہے کہ وہ ہماری بات سنیں اور کم سے کم مداخلت کریں۔ ہمارا اعتراض یہ نہیں ہے کہ ایک معزز ممبر زیادہ وقت لیتا ہے اور دوسرا کم وقت لیتا ہے۔ ہمارا اعتراض تو یہ ہوتا ہے کہ وہ مداخلت زیادہ کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: میاں افضل حیات صاحب کی یہ بات قابل غور ہے کہ سرکاری ممبران سے ان کی استدعا ہے کہ وہ ان کی بات سنیں اور ان کی تقاریر میں مداخلت نہ کریں۔ ٹائم بچانے کے لئے یہ ضروری بات ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: غیرپارلیمانی بات ہو تو ہر ممبر کو یہ حق پہنچتا ہے کہ مداخلت کرے۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں ریکارڈ کی درستی کے لئے عرض کروں گا کہ ایک آدھ منٹ آپ مجھے عنایت فرمائیں۔ میں بڑی دیر سے کوشش کر رہا ہوں مگر آپ نے توجہ ہی نہیں فرمائی۔ بات یہ ہے کہ ہمارے ایک معزز رکن اقبال شاہ صاحب نے اخبار کے حوالے سے یہ فرمایا کہ کل کی کارروائی میں آدھے گھنٹے کی توسیع کی گئی تھی۔ توسیع ضرور کی گئی تھی' لیکن میں یہ ریکارڈ کی درستگی کے لئے عرض کروں کہ آدھے گھنٹے کی توسیع ہرگز نہیں کی گئی تھی بلکہ آپ کی طرف سے یہ تجویز آئی تھی کہ آدھے گھنٹے کی توسیع کر دی جائے لیکن وزیر زراعت نے یہ کہا کہ توسیع 15 منٹ کی ہو سکتی ہے کیونکہ باقی ایوان نہیں مانتا۔ آپ کی طرف سے حتمی طور پر اور واضح طور پر آدھے گھنٹے کی توسیع کا

کوئی اعلان نہیں ہوا تھا۔ جناب والا! میری گزارش ہے کہ ریکارڈ میں درستگی کر لی جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب' اس بارے میں اتنا کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! ضرورت اس لئے ہے کہ یہ ہمارے بارے میں Image خراب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارا واک آوٹ اصولی تھا۔

جناب سپیکر: آپ اپنی تقریر کا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ محض ایک معمولی بات کی خاطر جناب فنانس منسٹر صاحب۔

مطالبہ نمبر 15

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں: کہ

ایک رقم جو -/5,58,78,20,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے: کہ

ایک رقم جو -/5,58,78,20,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے۔

(اراکین حزب اختلاف کی طرف سے مخالفت کی گئی)

جناب سپیکر: اس مطالبہ زر میں میاں محمد افضل حیات' سید طاہر احمد شاہ' میاں محمد اسحاق' میاں ریاض حشمت جنجوعہ' جناب محمد رفیق' جناب فضل حسین راہی' جناب غلام سرور خاں' اور سردار غلام عباس کی طرف سے کٹوتی کی تحاریک پیش کی گئی ہیں۔ پیش کریں گے میاں محمد افضل حیات۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

5 ارب 58 کروڑ 78 لاکھ 20 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر15) تعلیم کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے

کہ 5 ارب 58 کروڑ 78 لاکھ 20 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر15) تعلیم کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

(سرکاری بنچوں کی طرف سے مخالفت کی گئی)

جناب سپیکر: اس پہ آپ کچھ فرمانا چاہیں گے۔

میاں محمد افضل حیات (قائد حزب اختلاف): جناب سپیکر! آج ہم سب سے اہم شعبہ کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ اسے میں سب سے اہم اس لئے سمجھتا ہوں کہ اس سے ہماری آنے والی نسلوں کا تعلق ہے اور اس کے متعلق جتنی بھی سوچ بچار کی جائے اور پالیسی بناتے وقت جتنی بھی احتیاط کی جائے اتنی کم ہے کیونکہ تھوڑی سی غلطی سے ہو سکتا ہے کہ اس کا اثر آئندہ نسل پر پڑے۔ اس کے علاوہ اس پر جو اخراجات اٹھتے ہیں وہ بھی دیگر مدات سے زیادہ ہیں اور وہ اسی لئے کہ اس کا تعلق سب سے زیادہ عوام کے ساتھ ہے۔ میں سب سے پہلے پالیسیوں کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہوں گا کہ اس وقت کئی چیزیں ایسی ہیں جو توجہ طلب اور حل طلب ہیں۔ اس میں سب سے پہلے میں ذریعہ تعلیم کی بات کروں گا۔ جناب والا! کافی عرصہ سے بحث چل رہی ہے کہ ذریعہ تعلیم اردو اور صرف اردو ہونا چاہیے یا انگریزی اور اردو دونوں ہونے چاہیں۔ کافی عرصہ پہلے تقریباً" آٹھ نو سال ہو گئے ہیں۔ گورنمنٹ نے پالیسی بنائی تھی کہ ذریعہ تعلیم اردو کر دیا جائے گا لیکن اب ان کی طرف کچھ معذرت خواہانہ سا رویہ اختیار کیا جا رہا ہے - جناب والا! اردو کو ذریعہ تعلیم نہ بنانے میں کئی قباحتیں ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ہمارے جو ننھے بچے جو طلبا ہیں وہ شروع سے ہی تقریباً" دو طبقوں میں تقسیم ہو رہے ہیں۔ ایک وہ طبقہ جو انگلش میڈیم میں پڑھتے ہیں اور دوسرے جو اردو میڈیم میں پڑھتے ہیں۔ ان میں عجیب طرح کا احساس کمتری اور احساس برتری پیدا ہو رہا ہے جو کہ دونوں ہی ذہنوں کی نشوونما کے لئے مضر ہے۔ اگر شروع سے ہی ہماری نسل complexe کا شکار ہو اور طبقات میں بٹی ہوئی ہو تو پھر آگے چل کر اس کے کیا نتائج نکلیں گے۔ اس کے متعلق مجھے زیادہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جناب والا! کبھی بھی انگریزی ذریعہ تعلیم کی طرف زیادہ زور نہ دیا جاتا اردو کو اس کا صحیح مقام مل جاتا۔

انگریزی اس وقت prestigious language بنی ہوئی ہے اسی لئے سب اس کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ اگر ہمارا سارا کاروبار اردو میں ہو اور اعلیٰ امتحانات بھی اردو میں ہوا کریں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ توجہ انگریزی کی بجائے اردو کی طرف نہ ہو جناب والا! اس کے علاوہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو بھی اردو میڈیم کے لئے نصابی کتب چھپتی ہیں ان میں کئی نقائص ہوتے ہیں اور جو نصابی کتب انگلش میڈیم کے لئے چھپتی ہیں' وہ ان سے ہر لحاظ سے بہتر ہوتی ہیں۔ اس لئے والدین یہ محسوس کرتے ہیں کہ کیوں نہ ہمارے بچے وہ کتابیں پڑھیں جو بہتر ہوں اور وہ اخراجات برداشت کر کے بھی انگلش میڈیم کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اس لئے میں سب سے پہلے یہ گزارش کروں گا کہ اگر اردو کو ذریعہ تعلیم بنانا ہے — جو کہ نہایت ضروری ہے تو پھر ہم اردو کو وہ مقام دیں جو کہ اس کا حق ہے اور وہ حق بجانب ہے کہ سارے امتحانات' ساری کارروائی' سارے کاروبار اردو میں ہوں۔ اور اس کی بہتر کتابیں ہوں' تب جا کے والدین اور بچے یہ سمجھیں گے کہ ہمیں اردو پڑھنے میں کوئی ایسا نقصان نہیں۔

جناب والا! اس کے ساتھ ہی جو دوسری متعلقہ چیز ہے وہ پرائیویٹ سکول ہیں جن میں اردو اور انگلش پڑھائی جاتی ہے' اور یہ اردو میڈیم اور انگلش میڈیم سکول ہیں۔ جناب والا! یہ پرائیویٹ سکول ایسے پنپ رہے ہیں کہ سرکاری سکولوں میں اردو پڑھائی جاتی ہے اور پرائیویٹ سکولوں میں انگلش پڑھائی جاتی ہے ان کا ذریعہ تعلیم بھی انگلش ہے اور ان کے اکثر و بیشتر سکولوں کے اشتہار ہی یہ ہوتے ہیں کہ یہ انگلش میڈیم سکول ہے اور وہ اپنے سکول کو انگلش میڈیم بنا کر ہر طریقے سے اپنی من مانی کرتے ہیں' اپنی مرضی کی فیسیں لیتے ہیں' اپنی مرضی سے فیسیں بڑھاتے ہیں' اپنے قواعد و ضوابط بناتے ہیں' سکول کی تعلیم محض نصابی تعلیم تک ہی محدود نہیں ہوتی بلکہ وہاں پر بچوں کی نشوونما ہونی ضروری ہوتی ہے' زیادہ تر سکول کوٹھیوں میں بنے ہوئے ہیں اور ان کوٹھیوں میں یہ سکول کاروباری نقطہ نگاہ سے چل رہے ہیں' ان سکولوں کے مالک اور کاروباری لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ ہمیں کتنا نفع اور نقصان ہو رہا ہے' جب تعلیم کے فروغ میں نفع و نقصان کو دیکھا جائے گا تو پھر تعلیم کے فروغ کے لئے صحیح حق ادا نہیں ہو گا۔ اس لئے میری گزارش ہے کہ ہم اپنی تعلیم کو صحیح طریقے سے رائج کریں۔ پرائیویٹ اور نجی اداروں پر حکومت کا پوری طرح سے کنٹرول ہونا چاہیے تاکہ وہ بچوں کے والدین کو گاہے بہ گاہے بلیک میل نہ کریں۔ جناب والا! میں نجی شعبہ کے خلاف نہیں ہوں اگر یہ لوگ اپنے اداروں کو صحیح طور پر چلا رہے ہوں' نجی شعبہ کے جتنے بھی کالجز اور یونیورسٹیاں ہیں وہ حکومت نہیں چلا رہی' اور میں یہ بھی کہوں گا کہ جہاں سے پاکستان کی بات چلی اور کہا جاتا ہے کہ جہاں سے پاکستان

کا قیام عمل میں آیا ہے عمل میں آیا ہے وہ بھی ایک نجی ادارہ تھا جسے اب "علی گڑھ یونیورسٹی" کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی طرح سے لاہور میں تعلیمی ادارے انجمن حمایت اسلام چلاتی رہی ہے' اس طرح سے کئی دیگر ادارے ہیں' کئی پبلک سکولز ہیں جن کی اپنی روایات ہیں جن کے مطابق وہ چلتے ہیں۔ ہم نے نجی شعبہ میں پرانے اور پرائیویٹ ادارے ایسے بھی دیکھے ہیں جو آج کے سرکاری اداروں سے بہتر چل رہے ہیں' مجھے صرف اعتراض محض کاروباری اداروں پر ہے جو صرف پیسہ کمانے کے لئے چلائے جا رہے ہیں' تعلیم کے سلسلہ میں حکومت نے تعلیمی اداروں کا بوجھ خود اٹھانا تھا مگر اب اس نے اپنا سارا بوجھ نجی قسم کے اداروں پر ڈال دیا ہے جو کہ کاروباری نقطہ نگاہ سے چلائے جا رہے ہیں۔ جناب والا! میں یہاں پر یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے نزدیک حصول تعلیم کے دو بڑے مقاصد ہیں' پہلا مقصد عام' مفید اور ذہنی انقلاب ہے جس کی بناء پر انسان اچھائی اور برائی کو پرکھ سکے اور دنیا میں اچھے اصولوں اور بہتر کردار کے ساتھ اچھی زندگی گزار سکے اور مشکلات کا تحمل مزاجی کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔ دوسرا مقصد ذریعہ معاش کا ہے۔ اب جناب والا! جہاں تک ذریعہ معاش کا تعلق ہے اس میں بہت زیادہ بے راہ روی ہے' تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہمارے نوجوانوں کو جب نوکری نہیں ملتی' ان کو روزگار میسر نہیں آتا تو پھر ان میں مایوسی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم بہتر طریقہ پر منصوبہ بندی کریں۔

(مختلف آوازیں اور شور)

جناب والا! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ معزز ممبران ذرا مجھے توجہ سے سنیں اور مداخلت نہ کریں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اعداد و شمار اکٹھے کریں کہ ہمیں آئندہ دھائی میں کس قسم کی تعلیم کی ضرورت ہے اور ہم نے بچوں کو کون کون سی فنی مہارت اور تعلیم دلوانی ہے' تاکہ نوجوانوں کو فارغ التحصیل کے بعد اپنا ذریعہ معاش اور روزگار تلاش کرنے میں تکلیف نہ ہو' لیکن ہوتا یہ ہے کہ ہم ایک ہی ڈگر پر چل پڑتے ہیں اور پھر ایک وقت پر آگے ایک Saturation Point پر پہنچ جاتے ہیں اور اس طرح بے روزگاری شروع ہو جاتی ہے۔ جناب والا! سب سے مقدس اور محنت طلب پیشہ ڈاکٹرز کا ہے لیکن ہم نے پچھلے چند برسوں میں جو ڈاکٹرز

بنائے ہیں، اب وہ بے روزگار ہیں اور اپنی نوکری کی تلاش میں ہیں ایک مایوسی کی فضا پیدا ہو رہی ہے اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ایک طرف تو تعلیم میں اپنی مہارت قائم کریں اور دوسری طرف ہم ان کے روزگار کے لئے پہلے سے مواقع مہیا کریں، اگر یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ محکمہ تعلیم اپنے مقاصد میں پورا نہیں اتر رہا۔ جناب والا! ایک صورت Un-employment کی ہوتی ہے یعنی جب کوئی بے روزگار ہوتا ہے اور ایک صورت Under employment کی ہوتی ہے - یعنی جب کسی فرد کی صلاحیت اور قابلیت کے مطابق اسے نوکری نہیں ملتی، مثال کے طور پر ایک ایم۔ اے پاس یا گریجویٹ شخص کو ایک میٹرک پاس کی سطح کی نوکری کے لئے تعینات کرنا پڑتا ہے تو پھر اسے اپنی صلاحیت کے مطابق نوکری نہیں مل رہی ہوتی، جب وہی شخص میٹرک کی سطح پر نوکری کرتا ہے تو پھر اس کی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا اور اس سے اس کے اندر بھی مایوسی پیدا ہوتی ہے اور یہی مثال Under employment کی ہے۔
صرف یہ دیکھ لینا کہ سب کو نوکری مل گئی ہے یہ ضروری نہیں ہے بلکہ یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ اس شخص کی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق اسے نوکری ملنی چاہیے تب بات بنے گی۔ اس کے بعد جناب والا! آج کل جتنی بھی تقرریاں ہو رہی ہیں وہ صرف سفارش کی بنیاد پر ہو رہی ہیں میرٹ اور صلاحیت کا اس میں کوئی دخل نہیں رہا، اس وجہ سے ہمارے باصلاحیت نوجوانوں میں مایوسی پیدا ہو رہی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ جب میں نے فرسٹ ڈویژن حاصل کی ہے اور میں سکالرشپ بھی لیتا رہا ہوں اور میرا اتنا اچھا ریکارڈ ہے اس کے باوجود جب نوکری کی باری آئی تو یہ سفارش کی بنیاد پر مجھے ملی ہے، یا پھر میرا حق مار کر کسی اور وجہ سے، کسی پس منظر کی وجہ سے کسی تھرڈ ڈویژن والے کو نوکری مل رہی ہے جس کی وہ صلاحیت بھی نہیں رکھتا یا پھر وہ مطلوبہ ڈگری بھی نہیں رکھتا، تو اس صورت میں دوسرے نوجوانوں میں مایوسی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ان کے ذہنوں میں، ان کے دماغوں میں باغیانہ خیالات آتے ہیں اور وہ بے راہ روی کی باتیں جو آپ دیکھتے ہیں انہیں باغیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

جناب والا! اب میں آپ کی توجہ سرکاری تعلیمی اداروں کی طرف دلانا چاہتا ہوں خاص طور پر دیہاتوں میں، جناب والا! یہ درست ہے کہ حکومت ہر سال یہ اعلان کرتی ہے کہ ہم اتنے نئے پرائمری سکول کھولیں گے، اتنے مڈل سکول کھولیں گے اور اتنے ہائی سکول کھولیں گے، آبادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ نئے اداروں کا اجراء بھی نہایت ضروری ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو پرانے تعلیمی ادارے ہیں ان کی بھی مکمل دیکھ بھال کی جائے، بچوں کی تعداد کے مطابق وہاں پر ان کی

عمارت ہو' ان کی سہولت کی تمام اشیاء موجود ہوں' تدریسی عملہ بھی ادھر موجود ہو' بہت سے تعلیمی اداروں میں ہزارہا بچے پڑھتے ہیں اور اساتذہ بہت کم ہیں' اور باہر اساتذہ نوکریاں تلاش کر رہے ہیں' مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ مینجمنٹ کہاں ہو رہی ہے سکولوں میں استاد نہیں ہیں جو ہیں وہ کہیں اور نوکریاں کے لئے مارے مارے پھر رہے ہیں جناب والا! خاص طور پر دیہات کے سکولوں میں اساتذہ کی تعداد پوری کی جائے اور ان کو دیگر سہولتیں اور آسائشیں بھی پوری مہیا کی جائیں۔ اور اساتذہ کو ترغیبات دی جائیں کہ وہ دیہاتوں میں جا کر اپنے ملک کے بچوں کو پڑھائیں' اگر ضرورت محسوس ہو تو یہ لازمی کر دیا جائے کہ ہر استاد نے دیہات میں جا کر کچھ عرصہ کے لئے لازمی تعلیم بچوں کو دینی ہے۔ جناب والا! پنجابی کی ایک مثال ہے " آگا دوڑ تے پچھا چوڑ " ہمارے تعلیمی اداروں میں بھی زیادہ تر یہی ہو رہا ہے' ہم نئے تعلیمی ادارے کھول رہے ہیں جو پہلے سے موجود ہیں ان میں سے کسی کی چھتیں گر رہی ہیں' کسی کی دیواریں گر رہی ہیں' کہیں بچوں کے پاس کتابیں نہیں ہیں اور کہیں سکولوں میں استاد نہیں ہیں اور اس دوڑ میں ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ جو ہمارا تعلیمی نظام چل رہا ہے اسے بہتر بنایا جائے اور اس میں زیادہ سہولتیں مہیا کی جائیں' اس کے برعکس کروڑہا اور اربوں روپے سے نئی روشنی کے سکول قائم کئے گئے ہیں۔ جس کے متعلق ارباب اختیار اور جو حکومت کے نمائندے ہیں ان کو خود بھی یقین نہیں ہے کہ یہ سلسلہ ایک آدھ سال سے زیادہ چل سکے گا اور انہوں نے خود بتایا ہے کہ انہیں خود امید نہیں ہے کہ یہ ایک سال سے زیادہ چل سکے گا۔ اس لئے بہتر یہ تھا کہ جو ہمارا تعلیمی نظام ہے اس کے مطابق یہ اخراجات کئے جائیں اور نئی روشنی سکول صرف سیاسی پروپیگنڈے کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں ان کے لئے بہتر ہے کہ آپ ان کو نصابی کتب کچھ اس طرح کی دے دیں۔ آپ سب نے پچھلے چند دنوں میں اخباروں میں پڑھا ہے کہ وہ اس قسم کی نصابی کتب چھاپ رہے ہیں کہ ان میں ہمارے اپنے رہبروں کے بارے میں اور ہماری اپنی پاکستان کی تاریخ کا کچھ نہیں پتہ اور نہ ہی اپنے رہبروں کے متعلق انہیں یہ معلوم ہے کہ انہوں نے کب وفات پائی' اور انہوں نے کیا کیا خدمات انجام دیں' جیسے آپ دیکھتے ہیں کہ پچھلے دنوں میں اخباروں میں بھی لکھا تھا۔ ٹیکسٹ بک والوں نے کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ 1940ء میں جب پاکستان ریزولیوشن پاس ہوئی تو قائداعظم کے ساتھ علامہ اقبال بھی بیٹھے تھے۔ جناب والا! یہ ایسی چیزیں ہیں جو ایک دفعہ بچوں کے ذہن میں ڈال دی جائیں تو پھر آگے چل کر ہم ان سے کیا توقعات کریں گے اور جب کتابیں ہی غلط چھپ رہی ہوں تو پھر تعلیم کیا ہو گی ؟ اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمارا جو تعلیمی نظام ہے اس کو بہتر بنایا

جائے بجائے اس کے کہ ہم صرف سیاسی نعرہ بازی اور سیاسی پروپیگنڈے کے لئے ہر روز ایک نئی بات کریں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب والا! یہاں پر میں کالجوں کا بھی ذکر کرونگا کہ مارشل لاء کے دوران جب سیاست پر پابندی لگا دی گئی تو پھر فطری طور پر سیاست نے کئی دوسرے ادارے اور پلیٹ فارمز منتخب کئے اور ہماری سٹوڈنٹس یونینز کافی عرصہ سے غیر نصابی سرگرمیوں میں عمل پیرا تھیں جن کو صرف تعلیم کے ساتھ منسلک ہونا چاہیے تھا اور بچوں کی' اور نوجوانوں کی' نشوونما کے لئے یہ سٹوڈنٹس یونینز بہت ضروری ہیں انہیں سیاسی مقاصد کے لئے بند کر دیا گیا۔ ان پر پابندی لگا دی گئی' صرف اس لئے کہ کئی لوگوں نے انہیں غلط طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کی' تو جناب والا! میری گزارش ہے کہ اب جب کہ جمہوریت بحال ہو چکی ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ اب ہر طرح کی آزادی ہے تو پھر کیوں نہ ان سٹوڈنٹس یونینز پر سے پابندی کو ختم کر دیا جائے تاکہ تعلیمی حساب سے تعلیمی سرگرمیوں میں یہ پوری طرح سے حصہ لے سکیں' اور یہ نہایت صحت مند ہوتی ہیں' اور ان کا ہونا بہت ضروری ہے' جناب سٹوڈنٹس یونینز' پر پابندی ایک بہت ہی ناقص اقدام ہے جس کو فوری طور پر ختم کرنا چاہیئے تاکہ وہ تعلیمی اداروں میں آپس میں مل بیٹھ سکیں' اور اب ان سٹوڈنٹس یونینز کی سرگرمیاں بند ہو گئی ہیں' اور جہاں بحث و مباحثے ہوا کرتے تھے اور دوسری ثقافتی اور سماجی سرگرمیوں میں وہ حصہ لیتی تھیں اب جب کہ وہ بند ہو گئی ہیں تو طلبہ کی اپنے نجی اداروں میں دلچسپی بہت کم ہو گئی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ طالبعلموں کو سیاست میں عملی حصہ نہیں لینا چاہیئے لیکن سیاست میں دلچسپی رکھنا ہر شہری کا فرض ہے اور یہ اس کا ایک حق ہے اور عملی سیاست تعلیمی اداروں سے باہر رہنی چاہیئے۔ میں یہ بار بار کہہ رہا ہوں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کہیں پر کوئی نقص ہے تو اس نقص کو دور کرنے کی بجائے اس کو ختم ہی کر دیا جائے۔ اس لئے تعلیمی اداروں میں سٹوڈنٹس یونینز پر پابندی ختم کرنی چاہیئے اور مارشل لاء کی لگائی ہوئی قدغن کو ختم کرنا چاہیئے تاکہ وہ اپنی سیاسی' سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں میں پوری طرح حصہ لے سکیں کیونکہ اس میں حصہ لینے سے ان کی سکھلائی ہوتی ہے اور وہ جان جاتے ہیں کہ آگے چل کر انہوں نے دنیا میں کس طریقہ سے کام کرنا ہے۔ جناب والا! میں یہ بھی سمجھونگا کہ آج جو نوجوانوں میں مایوسی پائی جاتی ہے میں اس کی طرف آپ کی پھر توجہ دلاؤں گا کہ ان پر سے یہ پابندیاں ختم کی جائیں اور ان کو ایسا ماحول دیا جائے کہ وہ اپنی تعلیمی سرگرمیاں جاری

رکھ سکیں۔ اور ان میں مایوسی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ ان کا مستقبل کیا ہے اور جب وہ تعلیم حاصل کر لیں گے تو ان کا مستقبل کیا ہو گا اور جب ان کو اپنا مستقبل تاریک نظر آتا ہے تو اس مایوسی کی وجہ سے کئی قسم کی سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں اس لئے ایک طرف ہمیں ان کو پوری آزادی دینی چاہیے اور دوسری طرف ان کو یہ یقین دلانا چاہیئےکہ آپ جب تعلیم سے فارغ ہو جائیں گے آپ کا مستقبل روشن ہو گا اور آپ کو آپ کا ذریعہ معاش اور روزگار مل سکے گا اور آپ کو آپ کی صلاحیت کے مطابق ترقی کے پورے پورے مواقع ملیں گے۔ شکریہ !

جناب ڈپٹی سپیکر: سید طاہر احمد شاہ صاحب۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! مجھ سے پہلے میاں محمد اسحاق صاحب یا جناب فضل حسین راہی بولیں گے ان کے بعد میں اپنی تقریر کرونگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو آپ ان کے بعد تقریر کرنا چاہتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جی ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں محمد اسحاق صاحب۔ میں معزز ممبران سے یہ التماس کرونگا کہ وہ براہ کرم اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف فرما ہوں ایوان میں کھڑے ہونا ایوان کے وقار کے منافی ہے اور یہ بات آپ کے وقار کے بھی منافی ہے آپ باعزت ممبر ہیں اور میں آپ سے توقع کرتا ہوں کہ آپ براہ کرم قاعدے اور ضابطے کی پابندی کیا کریں۔ جی فرمایئے میاں صاحب۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! آج ایک ایسے محکمے کے متعلق بات کر رہے ہیں جو کہ ہمارے ملک، عوام اور صوبہ اور سب کی ایک بنیادی ضرورت زندگی ہے۔ تعلیم کے متعلق حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ہر ایک کو علم حاصل کرنا چاہیئے بیشک اسے چین ہی کیوں نا جانا پڑے۔ علم کے بغیر کوئی قوم یا ملک یا کوئی معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا۔ جناب سپیکر! اس بات پر میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ محکمہ تعلیم کے لئے جو رقم رکھی گئی ہے وہ دوسرے محکموں سے زائد ہے اور تعلیم کو فوقیت دیتے ہوئے ہماری حکومت پنجاب نے اس بات پر توجہ فرمائی ہے کہ اس کو فوقیت دی جائے اور اس کو زیادہ سے زیادہ صحیح بنایا جائے۔ بہرحال ان کی کوششوں کو سراہتے ہوئے کچھ ایسی باتیں ان کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں جن پر عمل کرنا ضروری ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک وہ خامیاں دور نہیں کی جائیں گی

اس محکمہ میں اصلاح ناممکن ہے۔ جناب سپیکر! ابھی ابھی آپ دیکھ رہے ہیں یہ غیر تعلیم یافتہ ہونے کی ہی وجہ ہے کہ تعلیم کے متعلق یا اس محکمہ کے متعلق بات ہو رہی ہے اور وزراء صاحبان اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بنیادی طور پر اس محکمہ کی اصلاح ہو جاتی تو آج یہ حضرات جن کا یہ محکمہ ہے وہ بات غور سے سنتے کیونکہ یہ اتنا اہم محکمہ ہے جس کے بغیر ہمارے ملک میں کوئی اصلاح نہیں ہو سکتی' اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔

جناب وزیر تعلیم: جناب والا! میں ان کی ہر بات سن رہا ہوں اور نوٹ کر رہا ہوں۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں عرض کرونگا کہ اس محکمہ میں جو رقوم رکھی گئی ہیں سوائے اس کے کہ وہ صاحبان جن کا تعلیم کے متعلق کوئی عمل دخل نہیں ہے' ان حضرات کو اس میں اتنی تعداد میں تعینات کیا گیا ہے اور ان رقوم کو اس لحاظ سے خرچ کیا گیا ہے جس سے کوئی خاطر خواہ نتائج نکلنے کا امکان نہ ہے۔

جناب سپیکر! اس میں جو تقرریاں کی گئی ہیں اور اس لحاظ سے جو رقوم درج کی گئی ہیں اگر میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کراؤں تو یہ ایوان یہ سوچنے اور اس پر غور کرنے پر مجبور ہو گا کہ ہمارے ملک کی یہ روایت بن گئی ہے کہ جہاں پر ہم پیسہ خرچ کرنا چاہتے ہیں وہاں پر صحیح معنوں میں پیسہ خرچ نہیں کیا جاتا بلکہ دوسرے طریقے سے' دوسروں کو خوش کرنے کے لئے یہ پیسہ خرچ کیا جاتا ہے اس سے اس محکمے کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ جناب سپیکر! صحیح معنوں میں تعلیم کے اداروں میں جو اساتذہ کا احترام ہے ان کی معاشی حالت کو زیر بحث لانا اور اس پر غور کرنا محکمہ تعلیم کا اولین فرض ہے جس کو اس میں نظر انداز کیا گیا ہے اس کو بالائے طاق رکھتے ہوئے میں نے دیکھا ہے کہ ڈائریکٹر صاحبان' ڈپٹی ڈائریکٹر صاحبان' اسٹنٹ ڈائریکٹر صاحبان سپروائزر صاحبان اور پتہ نہیں کہ کون کونسی آسامیاں اس میں درج کی گئی ہیں۔

جناب والا! اساتذہ کرام جو عملاً" فیلڈ میں کام کرتے ہیں۔ جو بچوں کیلئے اپنی صحیح زندگی صرف کرتے ہیں۔ جنہوں نے صحیح نتائج دکھائے ہیں۔ جناب والا! 5 ارب میں سے ان پر ایک ارب بھی خرچ نہیں کیا جا رہا۔ باقی تمام 4 ارب سے زائد رقم دوسرے عملہ پر خرچ کی جا رہی ہے۔ یہ عدم منصوبہ بندی ہے۔ یہ صحیح منصوبہ بندی نہ ہونے کی وجہ سے پنجاب حکومت یہ پانچ ارب عوام کا پیسہ ضائع کر رہی ہے جو کہ اس کی طرف انہوں نے منصوبہ بندی نہیں کی۔ ایک لکیر کے فقیر ہونے کی وجہ

سے پاکستان کے بننے کے بعد انگریز ہمیں جو بجٹ کا طریقہ کار دے گیا تھا اسی پر عمل کرتے ہوئے یہ جتنی بھی رقوم رکھی گئی ہیں اسی پر ہی عمل کیا جا رہا ہے۔ چہ جائیکہ تمام اضلاع کو مختصر طریقے پہ رقوم مہیا کی جاتیں اور اساتذہ کرام کا جو صحیح مقام تھا جو ان کی معاشی حالت تھی اگر اس کو بہتر بنایا جاتا تو جناب والا آج جو ہماری تعلیم کا فقدان ہے' برا حال ہے تمام اداروں میں جو آج کلاشن کو فین چل رہی ہیں وہ اسی طرح سے چل رہی ہیں کیونکہ اساتذہ کرام نے ۔ پروفیسر صاحبان نے اس کی طرف صحیح توجہ نہیں دی جب تک ہم ان کی معاشی حالت کو بہتر نہیں کریں گے وہ ہمارے بچوں کی طرف صحیح خیال نہیں کریں گے۔ ہمیں سب سے پہلے اس کی منصوبہ بندی صحیح کرنی چاہیئے۔ وزیر تعلیم کو اس پر غور کرنا چاہیئے۔

جناب والا ! اس میں 899 اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہیں۔ جو ہیڈ آفس ہے اس میں 899 اسسٹنٹ ڈائریکٹر رکھے گئے ہیں۔ 1578 سپروائزر ہیں۔ ان سب کیلئے جو رقوم رکھی گئی ہیں وہ ایک کروڑ 75 لاکھ روپیہ ' 99 ہزار روپیہ اور اسی طرح سپرنٹنڈنٹ صاحبان ہیں۔ میرا خیال ہے یہ تمام تعداد ایسی ہے جن کا تعلیم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر صحیح معنوں میں تعلق ہے تو وہ اساتذہ کرام ہیں جو بچوں کو پرائمری سے لے کر یونیورسٹیوں تک پڑھاتے ہیں۔ جناب والا ! اگر ان تمام رقوم کا اعداد و شمار نکالیں تو جو کچھ فالتو عملہ پر خرچ کیا جا رہا ہے وہ الگ کر کے اساتذہ پر خرچ ایک چوتھائی بھی نہیں بنتا۔ یہ عدم منصوبہ بندی ہے۔ یہ غیر منصوبہ بندی ہے۔ یہ حکومت کی غیر توجہ ہے۔ انہوں نے کبھی منصوبہ بندی کی طرف غور نہیں کیا کہ ہمیں تعلیم کیسے صحیح کرنی ہے۔ کیسے اس کی اصلاح کرنی ہے۔ اس لئے آج ہمارے ملک میں تعلیم کے میدان میں فقدان ہے۔ اور یہ اسی طرح رہے گا۔ جب تک اس کی اصلاح کرنے کی طرف توجہ نہیں فرمائیں گے یہ اسی طرح فقدان چلتا رہے گا۔ میں سمجھتا ہوں غیر منصوبہ بندی کی وجہ سے حکومت پنجاب کو دوبارہ اس پر منصوبہ بندی کرنی چاہیئے۔ اگر ملک کے ساتھ کچھ محبت اور پیار کرتے ہیں۔ عوام سے ان کو محبت ہے۔ مسلم لیگ اگر صحیح قائداعظم والی مسلم لیگ ہے تو خدارا اس پانچ ارب روپے کو ضائع نہ کریں اس کی صحیح منصوبہ بندی کریں۔

جناب والا ! میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم کی خدمت میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ جب سے سکول قومی تحویل میں لئے گئے ہیں۔ میں اپنے لاہور کی بات کرتا ہوں ابھی تک تمام عمارتوں کا کرایہ بے مقصد دیا جا رہا ہے۔ ایک ڈپٹی سیکرٹری اس بات کیلئے تعینات ہے۔ جو بولی دیتا ہے کہ اگر کسی نے عمارت کا زیادہ کرایہ لینا ہے تو مجھے اتنے فیصد دو میں کرایہ بڑھا دوں گا۔ جناب والا! ایک

چھوٹا سا وکیل کر کے عدالت میں کیس پیش کر دیا جاتا ہے ساتھ بات کر کے کہ جس کا پانچ ہزار کرایہ ہوتا ہے۔ جناب والا میں وثوق سے کہتا ہوں۔ میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں اس کی تین چار لاکھ روپے ڈگری کورٹ سے کرا لی جاتی ہے۔ اس میں کچھ فیصد ڈپٹی سیکرٹری کھاتا ہے۔ ایجوکیشن کا دوسرا عملہ کھاتا ہے۔ ہزاروں عمارتیں ایسی ہیں جو خالی پڑی ہوئی ہیں جس میں ایک بچہ نہیں ہے۔ محکمہ ایجوکیشن ان عمارتوں کا فضول کرایہ دے رہا ہے۔ یہ پانچ ارب کی جو آپ نے رقم دے رکھی ہے یہ ان عمارتوں کو بے مقصد کرایہ دیا جا رہا ہے۔ آپ کے محکمہ نے یہ سروے کرنا کبھی مناسب نہیں سمجھا کہ کونسی عمارات ایسی ہیں جن کو رکھا جائے۔ کونسی عمارات ایسی ہیں جن کو واگزار کر دیا جائے جن میں کوئی بچہ پڑھنے نہیں بیٹھتا ان کا کیوں کرایہ دیا جا رہا ہے۔ یہ عوام کا پیسہ ہے یہ حکومت پنجاب کا پیسہ ہے۔ یہ پانچ کروڑ عوام کا پیسہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر ان کو کچھ نہ کچھ منصوبہ بندی کا شعور ہوتا تو سب سے پہلے ان اداروں کی عمارتیں جو حکومت کے قابل نہیں ان کو واگزار کر دیا جاتا اور وہ عمارتیں مالکوں کو واپس کر دی جاتیں چہ جائیکہ ان کا لاکھوں روپے کرایہ دیا جا رہا ہے۔ جناب والا! یہ سب سے اہم معاملہ ہے جو میں وزیر تعلیم کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی اولین فرصت میں لاہور کی عمارات کا سروے کروائیں۔ وہ لوگ جو محکمہ تعلیم کو پیسے نہیں دیتے ان کو ابھی تک کرایہ نہیں دیا گیا۔ جو پیسے دیتے ہیں جو رشوت دیتے ہیں ان کا کرایہ ابھی بڑھایا جاتا ہے ان کو زائد رقم بھی دی جاتی ہے۔ میں مثالیں دے سکتا ہوں۔ عدالتوں میں کیس موجود ہیں اور آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم سے کہتا ہوں کہ اولیت کی بنیاد پر اس کا تدارک کیا جائے۔ یہ ایک بہت بڑا اہم معاملہ ہے جو کہ محکمہ تعلیم میں پیسے کا ضیاع ہو رہا ہے۔

جناب والا! آپ کی وساطت سے میں یہ عرض کروں گا کہ تمام محکموں میں جو انسپکشن ٹیم رکھی گئی ہیں جیسے میں نے کل بھی عرض کیا تھا یہ صرف وہ ٹیمیں ہیں جو رشوت کو فروغ دیتی ہیں۔ جتنی ٹیمیں بڑھائی جائیں گی۔ جتنی انسپکشن ٹیمیں بنتی جائیں گی اتنی ہی رشوت بڑھتی جائے گی۔ جناب والا! ٹریفک میں اگر ایک سپاہی ہے تو رشوت کم ہے اس پر ایک سارجنٹ مقرر کر دیں تو رشوت زائد ہوگی۔ اس پر ڈی ایس پی مقرر کر دیں تو رشوت زائد ہو گی۔ تمام کا حصہ بڑھتا جا رہا ہے۔ موجودہ نظام کو تبدیل کئے بغیر اس محکمہ کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ یہ انسپکشن ٹیم جن پر 12 کروڑ 13 لاکھ 45 ہزار 9 سو 20 روپے خرچ کئے جا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ کے توسط سے پوچھنا چاہوں گا کہ اس ٹیم کا کیا مقصد ہے ...... یہ ٹیمیں کیا کرتی ہیں۔ آج بھی اگر کسی سنٹر میں امتحان ہو رہا ہو' اس میں بدعنوانی ہو

رہی ہے یا نقل ہو رہی ہے تو آیا اس پر کسی ٹیم نے کوئی کارروائی کی ہے ؟ کبھی کسی اخبار میں ایسی کوئی خبر نہیں پڑھی گئی۔ ہم نے نہیں سنا کہ کسی ٹیم نے کوئی خاطر خواہ نتائج نکالے ہوں۔ یہ ٹیمیں اس لئے رکھی جاتی ہیں کہ حکومت کے اپنے بندوں کو' اپنے افسروں کو اور دوسرے لوگوں کو ملازمتیں دی جائیں جو حکومت کی تعریفیں کرتے ہیں۔ ان کو تعینات کیا جائے اور یہ رقوم ان کے لئے صرف کی جائیں۔

جناب والا! اس کے علاوہ صفحہ 511 پر کمرشل سنٹرز ہیں۔ ہمیں ابھی تک نظر نہیں آئے کہ ایجوکیشن نے کون سے کمرشل سنٹرز بنائے ہیں جن کے لئے سات کروڑ' ستاسی لاکھ' چودہ ہزار تین سو نوے روپے کے اخراجات کی رقوم دکھائی گئی ہیں۔ جناب والا! حکومت کے یہ کمرشل سنٹرز بجٹ میں درج کئے گئے ہیں' ہمیں لاہور میں تو نظر نہیں آئے۔ اگر کہیں گاؤں میں ہوں تو بے شک ہوں۔ اور یہ رقوم سات کروڑ ستاسی لاکھ چودہ ہزار کی میں سمجھتا ہوں کہ ایسی ہے کہ جو قوم کا ضیاع ہے۔ اس کے متعلق حکومت کو اپنی جوابی تقریر میں ہمیں صحیح طور پر بتانا چاہئے کہ یہ سنٹرز کون سے ہیں۔

جناب والا! ووکیشنل انسٹی ٹیوٹس کے لئے دو کروڑ ستر لاکھ تیرہ ہزار چار سو بیس روپے رکھے گئے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آپ کسی بھی ووکیشنل انسٹی ٹیوٹ کو دیکھیں۔ ان کی عمارتوں کی چھتیں گر رہی ہیں۔ کسی کے پاس کوئی فرنیچر نہیں ہے۔ اور آرگنائزیشن میں اتنی بدمزگی ہے کہ اساتذہ کرام وہاں خود بے چین ہیں۔ کسی کو وہاں اپنا تحفظ نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ رقوم اس مد میں رکھ کر بجٹ پاس کرا لیا جائے اور پانچ ارب ظاہر کر دیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عوام کے ساتھ سراسر بے انصافی ہے۔

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے حکومت سے پھر یہ عرض کروں گا کہ تعلیم اور پولیس کے محکموں میں جب تک اصلاح نہ کی گئی' معاشرہ صحیح نہ ہو گا۔ سب سے زیادہ محکمہ تعلیم میں اساتذہ کرام کو وہ مقام نہ دیا گیا جو ان کا حق بنتا ہے اور جو دوسرے ممالک میں انہیں حاصل ہے' ہمارے معاشرے اور ہمارے ملک میں اساتذہ کرام کے احترام اور ان کی معاشی حالت کو مدنظر نہ رکھا گیا تو وہ بہترین انسان اور استاد ہونے پر فخر محسوس نہیں کرے گا۔ اور اس محکمے کی طرف رجوع نہیں کرے گا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو صحیح کریں تو ہمیں اپنے استاد کو صحیح کرنا ہو گا۔ جناب سپیکر! میں اس پر زور دیتے ہوئے وزیر تعلیم سے عرض کروں گا کہ اس محکمے پر منصوبہ بندی صحیح کی جائے اور اساتذہ کرام کو صحیح مقام دیا جائے۔ و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین ⊙

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب (تشریف نہ رکھتے تھے) جناب فضل حسین راہی صاحب۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! آپ کا شکریہ۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر' اگر آپ ازراہ کرم یہ فرما دیں کہ آپ کتنے بجے ہماری تقاریر کا وقت ختم کر دیں گے تاکہ ہم اس حساب سے اپنے آپ کو ایڈجسٹ کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈیڑھ بجے تک وقت ہے۔ بہتر یہی ہو گا کہ آپ ایک بجے تک ختم کر لیں۔

سید طاہر احمد شاہ: آپ ایک بج کر پندرہ منٹ تک مہربانی فرما دیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ ایک بجے تک وائنڈ اپ کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ اس سلسلے میں ایجوکیشن منسٹر صاحب بہتر بتا سکیں گے کہ وہ کتنا وقت لیں گے۔

وزیر تعلیم: ایک بجے تک کا معاہدہ ہوا ہے۔ چلیں پانچ دس منٹ اور کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کوشش یہ کریں کہ ایک بجے تک مکمل کر لیں۔

سید طاہر احمد شاہ: اگر ضرورت پڑی تو پندرہ منٹ اور دے دیں۔ اختتامی تقریر کے لئے آپ وقت بڑھا سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے شاہ صاحب۔ بہرحال آپ کوشش کریں کہ ایک بجے تک اپنی تقاریر کو ختم کر لیں۔ راہی صاحب' فرمائیے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں آپ سے اجازت چاہوں گا کہ میں پنجابی میں بات کر سکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: فرمائیے۔

جناب فضل حسین راہی: بڑی مہربانی۔ حکومت نے 88-1987ء کے بجٹ میں تعلیم کے لئے پانچ ارب 58 کروڑ روپے سے زیادہ رقم رکھی ہے۔ بجٹ تقاریر میں اور اراکین اسمبلی کی طرف سے بھی یہ زور دیا گیا ہے کہ تعلیم کے لئے ایک بہت بڑی رقم رکھی گئی ہے جس سے صوبے اور ملک

میں تعلیم کے فروغ کے امکانات پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن جناب سپیکر' یہ امر حیران کن ہے کہ ہم یونیسکو کے سفارش کردہ بجٹ میں سے پچاس فیصد تک کا ہدف بھی اپنے تعلیم کے بجٹ میں پورا نہیں کر رہے۔ جب کہ یونیسکو' اقوام متحدہ کے تحت ہمیں یہ مشورہ دیا جاتا ہے اور جو ہدف مقرر کیا جاتا ہے' ہم اپنے صوبے اور ملک میں تعلیم کے لئے اس کا پچاس فیصد بھی نہیں رکھ رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں کے حکمران نہیں چاہتے کہ ہم تعلیم کو عام کر سکیں اور تعلیم عام آدمیوں تک پہنچ سکے۔ اس لئے کہ کسی بھی ملک میں تعلیم یافتہ لوگ اپنے حقوق اور فرائض سے پوری طرح آشنا ہوتے ہیں' وہ نظام حکومت کو سمجھنے کے قابل ہوتے ہیں اور وہ اس میں تبدیلی لانے کے لئے جدوجہد بھی کر سکتے ہیں۔ حکمرانوں کی نیت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حکمران نہیں چاہتے کہ پاکستان کے' پنجاب کے عوام' اپنے حقوق سے آشنا ہونے کے لئے زیور تعلیم سے آراستہ ہو سکیں۔

جناب سپیکر! دوسری بڑی بات یہ ہے کہ محکمہ تعلیم کے لئے جتنا بھی بجٹ رکھا جاتا ہے' وہ سراسر ایڈمنسٹریشن سیل کے اوپر منحصر ہے کہ وہ اس بجٹ کو خرچ کر سکے۔ پنجاب کا صوبہ اتنا بڑا ہے اور اس میں دو ڈی پی آئی ہیں۔ ایک ڈی پی آئی سکولز اور ایک ڈی پی آئی کالجز۔ یہ ان دو کی صوابدید پر ہوتا ہے کہ وہ اس پورے بجٹ کو خرچ کر سکیں۔ دو ڈی پی آئی پر منحصر ہے کہ وہ پنجاب کے اداروں کو کس سمت میں چلاتے ہیں اور وہ ان سے کیا نتائج حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جناب سپیکر! دوسری ایک بڑی عجیب سی بات ہے کہ ایڈمنسٹریشن سیل میں صرف دو لائبریرین رکھے ہوئے ہیں اور ان دونوں پر ایک ڈائریکٹر جنرل لائبریرز رکھا ہے۔ یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ دو لائبریرز کے اوپر ایک ڈائریکٹر جنرل لائبریرز رکھا جائے۔ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ اس کی ضرورت کیا تھی کہ ہم تنخواہوں کی صورت میں لاکھوں روپیہ بغیر کسی وجہ کے ان کی جیبوں میں ڈال دیں۔

جناب سپیکر' یہ بڑی قابل غور بات ہے کہ نان ڈویلپمنٹ بجٹ کے صفحہ 489 پر یہ لکھا ہوا ہے کہ انسپکشن ٹیم پر اخراجات کے ضمن میں جہاز' ہیلی کاپٹر اور کونیس کے اخراجات کے لئے ایک رقم مختص کی گئی ہے۔ لیکن ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ محکمہ تعلیم کا کوئی افسر دورہ کرنے کے لئے ہیلی کاپٹر کے اوپر جائے اور ہیلی کاپٹر کے اوپر بیٹھ کر کسی دفتر کا معائنہ کرنے کیلئے جائے' کسی جہاز کے اوپر جا کر سکولوں کی انسپکشن کرے۔ اس مد کو استعمال نہیں کیا جاتا۔ اس کے لئے رقم مختص کر دی جاتی ہے۔ لیکن ہیلی کاپٹر یا جہاز کو استعمال نہیں کیا جاتا۔ یہ فنڈ اس نام پر مختص کیا جاتا ہے لیکن بعد میں کسی اور مد میں منتقل کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کو اس وقت خفیہ رکھا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! پھر حکومت

نے سپورٹس آرگنائزیشن کے لئے دو کروڑ روپے کی گرانٹ رکھی ہے۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ دو کروڑ روپے کی یہ گرانٹ سپورٹس کے لئے استعمال نہیں ہوتی' بلکہ اس کا استعمال غلط ہوتا ہے اور اپنے مخصوص افسران کو راضی رکھنے کے لئے یہ گرانٹیں دی جاتی ہیں اور اپنی مرضی کے آدمی تعینات کرنے کے بعد ان گرانٹس کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں اگر آپ محکمہ ایجوکیشن میں صرف کھیلوں کے لئے دو کروڑ روپے کی گرانٹ رکھیں گے۔ اور اس حقیقت سے ہر انسان واقف ہے۔ جس طرح ہم انرجی حاصل کرتے ہیں' جتنی انرجی ہم اپنے جسم میں حاصل کرتے ہیں اور جو جو چیزیں ہم کھاتے ہیں پھر اس انرجی کو استعمال کرنے کے لئے بھی ہمیں مثبت اور جائز طریقے درکار ہیں۔ اس کے لئے سب سے بڑا جائز طریقہ جو انرجی کو استعمال کرنے کا ہے وہ کھیلوں کا راستہ ہے۔ یہ نوجوانوں کو مصروف رکھنے کا راستہ ہے۔ اور ہم دو کروڑ روپے کی ایک حقیر رقم کے ساتھ پنجاب کے چھ کروڑ کی آبادی کے نوجوانوں کے خرچ پورے نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ ایک نوجوان کے حصہ میں ایک روپیہ بھی نہیں آتا۔ ہماری ضرورت یہ ہے کہ اگر ہم اپنی انرجی کو صحیح راستوں پر نہ لگائیں گے تو پھر نوجوانوں کی یہ ایک مجبوری ہو گی اور پھر جو ہم انکو ماحول دیں گے' اس ماحول میں وہ نوجوان بسیں توڑیں گے' وہ نوجوان گروہی تصادم کریں گے اور اس ماحول میں وہ لوگ بلیو پرنٹس دیکھیں گے' اور فحش ناول پڑھیں گے اور منشیات کا استعمال کریں گے۔ ہماری ضرورت یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کے جائز راستے متعین کریں۔ تاکہ یہ طبقہ جائز راستہ پر انرجی استعمال کر کے ایک طاقتور نوجوان کا کردار ادا کر سکے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس ملک کے جرنیل یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے طالب علموں کو منشیات کے استعمال پر ڈال دیں۔ یا انکو ہیروئن پر لگا دیں اور تعلیمی اداروں کو کلاشن کوفوں سے بھر دیں۔ ہم ان کے لئے اسلحہ کی منڈیاں لگا دیں' ہم ان کو سہراب گوٹھ بنا دیں۔

سید اقبال احمد شاہ: یہ پنجاب اسمبلی ہے یہاں جرنیلوں کا کیا کام ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب وہ تقریر کر سکتے ہیں اور حوالے دے سکتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: میں آپ کی وساطت سے ان کا جواب دے دوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راہی صاحب میں نے ان کے پوائنٹ آف آرڈر کا جواب دے دیا ہے آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب فضل حسین راہی: حکمران یہ چاہتے ہیں کہ لوگ اپنے حقوق سے آشنا نہ ہو سکیں' اپنے

فرائض کو نہ سمجھ سکیں' اس قوم کو طاقتور بنانے کے لئے ایک تعمیری کردار ادا نہ کر سکیں۔ ان لوگوں کو اس سے دور رکھنے کے لئے ایسے ہی راستوں پر لگایا جاتا ہے۔ میں نے یہ بات اس لئے کی کہ اس ملک میں جب جرنیلوں کا اقتدار بنا تھا تو اس سے پہلے ہیروئن اور کلاشنکوف کا نام کوئی نہیں جانتا تھا۔ جرنیلوں کا اقتدار بننے کے بعد چاہے وہ جنرل جیلانی کی سرپرستی میں ہو' چاہے وہ جنرل فضل حق کی سرپرستی میں ہو' چاہے جنرل رحیم الدین کی سرپرستی میں ہو' چاہے جنرل ضیاء الحق کی سرپرستی میں ہو۔ انکی سرپرستی میں اس ملک کے تعلیمی اداروں میں کلاشنکوفوں کے انبار لگائے گئے' اس ملک کے تعلیمی اداروں میں طالبعلموں کو ہیروئن کا عادی بنایا گیا تاکہ یہ ملک ایک طاقتور ملک نہ بن سکے۔ اور اس ملک کے لوگ اپنے حقوق سے آشنا نہ ہو سکیں' اور ان لوگوں کو اقتدار میں آنے کا موقع ملتا رہے۔ جناب سپیکر! ایک بڑی عجیب و غریب بات ہے' سارا معاشرا یہ سمجھتا ہے کہ ہم جو محلوں میں سکول کھولتے ہیں۔ اس محلے کے بچے اس سکول میں داخلہ لیں۔ ہر محلہ کا اپنا سکول ہو اور اسی محلے کے لوگ اس سکول کے ٹیچر ہوں۔ طالب علموں کو ٹیچر جانتا ہو۔ اور ٹیچرز کو طالب علم جانتا ہو ان کو ایک دوسرے کے خاندانوں سے واقفیت ہو تاکہ وہ اپنے بچوں پر نگاہ رکھ سکیں۔ جناب والا! ضرورت اس بات کی ہے لیکن یہاں طبقاتی سطح پر تعلیم دی جا رہی ہے۔ اس کے لئے یہاں ڈویژنل پبلک سکول ہوں' انگلش میڈیم سکول ہوں' چاہے ایچیسن کالج ہو' چاہے وہ حسن ابدال کا کالج ہو۔ جن میں داخلے کے حصول کیلئے مشکلات ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ طبقاتی نظام کو قائم رکھنے کے لئے' اس طبقاتی سسٹم کو قائم رکھنے کے لئے اس قسم کے علیحدہ تعلیمی ادارے بنائے گئے ہیں۔ امیروں کے لئے طبقاتی سطح پر علیحدہ اس طرح کے تعلیمی ادارے بنائے گئے ہیں۔ غریبوں کے لئے علیحدہ تعلیمی ادارے بنائے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! ایچیسن کالج کے اندر گھڑسواری کی سہولت بھی حاصل ہے انہیں تیراکی کی سہولت بھی حاصل ہے۔ ان کو ہر قسم کا ماحول دیا گیا ہے جس سے صحیح طریقے سے انرجی استعمال کی جائے اور صحیح طریقے سے انرجی کو حاصل کیا جا سکے۔ جناب سپیکر! غریبوں کے جو ادارے ہیں جو میونسپل کارپوریشن کے سکول ہیں' وہاں کرسی کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ وہاں تو بنچ تک نہیں ہوتے' یہاں تک کہ ٹاٹ تک نہیں ہوتے۔ اور ان بچوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ اپنے گھروں سے پٹ سن کی بوریاں لا کر اور آٹے کے خالی تھیلے لا کر اپنے نیچے بچھا کر اپنی تعلیم حاصل کریں۔ جناب سپیکر! یہ چیز دیکھنے کی ہے کہ جب ہم اپنے شاہی مزاج کو برقرار رکھتے ہوئے ایچیسن کالج کی صد سالہ تقریبات میں جاتے ہیں تو ہمارے پنجاب کا چیف منسٹر وہاں فوراً عطیہ دینے کا اعلان کر دیتا ہے۔ لیکن ہم تو یہ کہتے

ہیں کہ ان کے سٹینس کے مطابق یہ رقم کچھ نہیں ہوتی جو ایچیسن کالج کے لئے دی جاتی ہے۔ اگر یہی رقم تم میونسپل کارپوریشن کی سکولوں کو دینی شروع کر دو تو انہی طالب علموں کے اندر اعتماد پیدا ہو سکتا ہے۔ اور میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تعلیم کے اندر بھی کوئی اصلاحی سلسلہ ہو سکتا ہے۔ لیکن جناب سپیکر مسئلہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے پڑھانا ہوتا ہے۔ جس طرح میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ محلے کا اپنا سکول ہو اور محلے کا استاد ہو۔ اور یہ ایک دوسرے سے واقف ہوں تو خرابی کم ہونے کے امکانات ہیں۔ لیکن یہاں تو یہ ہوتا ہے کہ جس آدمی کا ایم این اے دوست ہے یا ایم پی اے سے کوئی تعلق ہے یا کسی کا سینیٹر کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔ یا جس آدمی کی اس آدمی کے ساتھ کوئی رشتہ داری ہے۔ وہ جس طرح کا داخلہ چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ وہ جس طرح کا سکول چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ لیکن ایسے بھی ہیڈ ماسٹر یہاں پھرتے ہیں' جس کا گھر فیصل آباد میں ہے لیکن اس کا تقرر وہاڑی میں ہوا ہے۔ وہ اپنا تبادلہ کرانے کے لئے لاہور کی سڑکوں پر سیکرٹریٹ کے اندر پاگلوں کی طرح پھرتا رہا۔ اور وہ کئی سال فیصل آباد کے تبادلے کے لئے یہاں مال روڈ کی سڑکوں پر پھرتا پھرتا ایک کار کی زد میں آکر ہلاک ہو گیا۔ اور اس کے بعد کچھ لوگ اس کے گھر افسوس کرنے کے لئے گئے انہوں نے کہا کہ ہمیں بتانا تھا ہم اس کا تبادلہ کرا دیتے' ہمیں وہ ملا ہی نہیں اس نے ہمیں بتایا تک نہیں۔ تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے کہا :-

تشنہ لب اٹھ گئے تو برسا پانی
جل گیا پھر تو ملے آگ بجھانے والے

جناب سپیکر! مسئلہ یہ ہے کہ یہاں لوگوں کو اتنا مصروف کر دیا گیا اور اپنے گھروں سے اتنا دور کر دیا گیا کہ یہ اپنے بچوں کی نگہداشت بھی نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے بچوں کی تعلیم پر بھی توجہ نہیں دے سکتے۔ اور اپنے گھر کے مسائل کو حل نہیں کر سکتے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پالیسی ایسی بنائی جائے کہ ہر استاد اپنے محلے میں تعینات کیا جائے۔ اس بات کی قطعی ضرورت نہیں ہے کہ فیصل آباد کے آدمی کو لاہور میں تعینات کریں۔ یہ کوئی ایڈمنسٹریشن کا نظام نہیں ہے۔ کہ کسی کے مقدمے کا فیصلہ سفارش کر کے کرا لیا جائے یہ تو تعلیم کو اجاگر کرنے کا مسئلہ ہے۔ ہمیں یہ چاہیئے کہ ان کے گھروں میں' ان کے شہروں میں' ان کے محلے میں ان کو تعینات کیا جائے۔ تاکہ وہ بچوں کے والدین سے مل کر ان کی حرکتوں سے بھی ان کو آگاہ کرتے رہیں۔

جناب سپیکر! حکومت نے بلا وجہ ایک راستہ اختیار کیا ہوا ہے۔ ہم ملازمتوں میں بلا وجہ توسیع

کرتے جا رہے ہیں۔ ملازمتوں میں توسیع کرنے کا مقصد' جب کوئی آدمی ریٹائر ہو جائے تو بجائے اس کے کہ اس کے واجبات کی ادائیگی کی جائے' ہم اسکی مدت ملازمت میں توسیع کر دیتے ہیں۔

جناب سپیکر! extension دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کو توسیع دے کر ان سے نچلے لوگوں کی ترقیوں کے حقوق متاثر کرتے ہیں۔ ان کی سنیارٹی کو متاثر کرتے ہیں۔ اور نئی تقرری کے راستے بند کر دیتے ہیں۔ جبکہ ضرورت یہ ہے کہ سماج میں سے بے روزگاری کو ختم کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ہم ملازمتیں فراہم کریں' نہ کہ ساٹھ سال کی عمر کے آدمی کو ہم پھر دو سال کے لئے' تین سال کے لئے' ایک سال کے لئے کسی بڑے افسر کی رشتہ داری کی بنیاد پر' کسی ایم پی اے' ایم این اے کی سفارش کی بنیاد پر کسی سیاسی مصلحت کی بنیاد پر اس کی نوکری کو extend کر کے نچلے سب لوگوں کا حق مار کر نئی تقرری کا راستہ بند کریں۔ ملازمتوں میں extension دینے کا جو راستہ ہے اسے ختم کر دینا چاہئے۔

جناب سپیکر! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس بات پر توجہ دیں کہ ہمارا نظام تعلیم بہتر کس طرح ہو سکتا ہے۔ ہمارے نظام تعلیم میں اتنی خرابیاں ہیں کہ اگر ہم اس کے لئے اربوں روپیہ بجٹ میں اور بڑھا دیں تو پھر بھی نظام تعلیم کے بہتر ہونے کا امکان نہیں ہے۔ اس لئے کہ آج کوئی بھی طالب علم جب وہ کالج میں داخلہ لیتا ہے تو وہ صرف ڈگری حاصل کرنے کے لئے داخلہ لیتا ہے۔ علم حاصل کرنے کے لئے داخلہ ہی نہیں لیتا۔ اس لئے کہ یہ تعلیمی ادارے برائے علم نہیں رہ گئے بلکہ یہ برائے ڈگری بن گئے ہیں۔ تعلیم برائے ڈگری چلتی ہے' تعلیم برائے علم نہیں چلتی' لوگوں کو ملازمتوں کے حصول کے لئے ان کی جیبوں میں سفارش موجود ہوتی ہیں لیکن ان کے پاس ڈگری ہونی چاہئے اور وہ ڈگری لینے کے لئے ان کالجوں اور سکولوں کا رخ کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے لوگوں کے بچے اگر چھوٹے کالجوں اور سکولوں میں آجاتے ہیں تو وہ نچلے طبقے کے غریب بچوں کو اپنے ساتھ لے کر کینٹینوں میں بیٹھ کر ان پر پیسے خرچ کر کے انہیں تعلیم سے دور کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

جناب سپیکر! اگر ہم اس نظام تعلیم کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ضرورت اس بات کی ہے کہ آئیڈیل کلاس روم ملک کے اندر اور صوبے کے اندر بنائے۔ آئیڈیل کلاس روم وہ کلاس روم ہوتے ہیں جن میں چالیس سے پچاس طالب علم موجود ہوں۔ لیکن ہمارے کالجوں کے اندر سو سے ڈیڑھ سو تک طالبعلم ایک ایک سیکشن میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ طلباء کو استاد پڑھا رہا ہے لیکن استاد کی آواز طلباء تک نہیں پہنچتی۔ استاد پڑھا رہا ہے لیکن طلباء کو بیٹھنے کے لئے جگہ نہیں ملتی۔ اس کے باوجود صورت

حال یہ ہے کہ لاکھوں طلباء کو داخلہ تک نہیں ملتا۔ ہمیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان طلباء کی تعداد کو گھٹا کر چالیس پچاس کے درمیان لے آئیں۔ تاکہ ہم بہترین قسم کے طلباء پیدا کر سکیں اور وہ آئندہ اپنی مملکت کا کاروبار چلا سکیں۔ جناب سپیکر! کچھ عرصہ پہلے ایک قدم اٹھایا گیا تھا کہ انگلش میڈیم سکول بند کر دیئے گئے تھے لیکن انگلش میڈیم سکول بند کرنے کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ صرف ایک کاغذی کارروائی تھی۔ اس لئے کہ اب جو بھی نئے تعلیمی ادارے کھلے ہیں اور جتنے بھی تعلیمی ادارے پرائیویٹ سیکٹر میں زیادہ سے زیادہ کھل رہے ہیں وہ سارے کے سارے انگلش میڈیم ہیں۔ تو میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ اپنا ذریعہ تعلیم بہتر نہیں کرتے' اگر آپ اپنا معیار تعلیم بہتر نہیں کرتے تو اربوں روپے کے اصراف کے ساتھ بھی آپ یہاں کی تعلیم کو ٹھیک نہیں کر سکتے۔ جناب سپیکر! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم طلباء کو سمجھانے کے لئے انہیں پڑھانے کے لئے ان کی اپنی زبان کو ذریعہ تعلیم بنائیں۔ جناب والا! مادری زبان کے اندر اگر ہم تعلیم دیں گے تو طلباء کو صرف لفظ سکھانے پڑیں گے۔ اگر ہم انہیں مادری زبان میں تعلیم نہیں دیں گے تو ہمیں الفاظ کے ساتھ ساتھ ایک دوسری زبان بھی سکھانی پڑے گی۔ اس زبان کے سیکھنے کی حد تک' اسے سیکھنے کے ساتھ ساتھ طلباء جب اپنی مادری زبان کو بھولیں گے تو اپنے صوبے کی شناخت بھول جائیں گے۔ اپنے آباؤاجداد کی شناخت بھول جائیں گے۔ جناب سپیکر! ہم ایچی سن کالج میں طلباء کو داخل تو کرا دیتے ہیں ہم یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ بچوں کو بیٹھنا اٹھنا آ جائے گا۔ ہم یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ بچوں کو بولنا چالنا آ جائے گا ہم یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ انہیں زندگی کے آداب آ جائیں گے۔ لیکن میں یہ بات دعوے سے کہتا ہوں کہ جو لوگ یہاں سے پڑھ کر پاس ہو کر نکلتے ہیں وہ اپنے ماں باپ کو بھی پہچاننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے دوسری زبان میں تعلیم حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ دوسری زبان کو جانتے ہیں اور دوسری تہذیب کا اثر لیا ہوتا ہے۔ ایک ایسے ماحول میں رہ چکے ہوتے ہیں جو ماحول انہیں اپنوں سے بیگانہ کر دیتا ہے۔ اگر وہ طالب علم اپنے والدین کو نہیں بھولیں گے تو میں یہ بات دعوے سے کہہ دیتا ہوں کہ اپنے اس ملک میں بسنے والے محنت کشوں کے ساتھ' غریبوں کے ساتھ' کمزور لوگوں کے ساتھ' چپراسیوں کے ساتھ' درجہ چہارم کے ملازمین کے ساتھ۔ ان چھابڑی اور ریڑھی والوں کے بچوں کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ ان کا تعلق ایک ایسی کلاس کے ساتھ ہوگا جو حکمران کلاس ہو گی۔ ہم ان انگلش میڈیم سکولوں میں سے حکمران کلاس پیدا کرتے ہیں۔ حکمران پیدا کرتے ہیں جو اپنی عوام کی نفسیات سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ جو ایک نئی نفسیات لے کر

اس ملک میں راج کرنے کا ذہن لے کر آتے ہیں۔ ہمیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس طبقاتی تفریق کو ختم کر سکیں۔ طبقاتی تعلیم کو ختم کر سکیں۔ پرانے زمانے میں ایک وردی کا تصور چلا تھا اور آج بھی وہ تصور سکولوں اور کالجوں میں موجود ہے۔ جناب سپیکر! اس تصور کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ کسی آدمی کے اندر، کسی بچے کے اندر احساس کمتری پیدا نہ ہو کہ مجھ سے اچھے رنگ کے کپڑے فلاں آدمی نے پہنے ہوئے ہیں۔ یہ احساس کمتری پیدا نہ ہو کہ مجھ سے اچھے کپڑے فلاں بچے نے پہنے ہوئے ہیں۔ ایک جیسے کپڑے پہننے کا مقصد یہی ہوتا تھا' وردی پہننے کا مقصد یہی ہوتا تھا کہ سارے بچے جو ایک ادارے میں بیٹھے ہیں یہ بالکل ایک جیسے بچے ہیں۔ جناب سپیکر! ہمارے ملک میں یہ رواج چلا ہے کہ استاد سائیکل پر پڑھانے کے لئے آتا ہے۔ استاد موٹر سائیکل پر پڑھانے آتا ہے۔ استاد تانگے رکشے پر سوار ہو کر پڑھانے آتا ہے۔ ویگن پر سوار ہو کر پڑھانے آتا ہے۔ لیکن پڑھنے والے جو بچے ہیں وہ بعض اوقات کاریں لے کر وہاں آتے ہیں۔ اور اپنی کاریں کھڑی کر کے اپنے کلاس روم میں جاتے ہیں۔ ان کی کاروں کا رعب اور دبدبہ ہی اتنا ہوتا ہے کہ استاد انہیں صحیح طریقے سے تعلیم بھی نہیں دے سکتا۔ میں ایک اور بات کرتا ہوں کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ استاد اور طالبعلم کے درمیان جو فرق ہے اسے ہم دور کرنے کا باعث بن سکیں۔ ہم استاد اور طالب علم کو اکٹھا کر سکیں کہ ان کے درمیان کوئی فرق نہ رہ جائے۔ جناب سپیکر! اگر ان کے درمیان فرق نہیں ہو گا تو طالب علم اپنے استاد کے قریب ہوں گے تو وہ بات بھی اپنے استاد کو بتا سکیں گے جو وہ اپنے باپ کو بتانا نہیں چاہتے۔ وہ اس سے راہنمائی حاصل کر سکیں گے اور وہ ان کی زندگی کا کوئی راستہ متعین کر سکے گا۔

جناب سپیکر! یہاں ایک بہت بڑا سسٹم چلا ہے جسے میرٹ سسٹم کہتے ہیں۔ طلباء کے داخلے کے لئے میرٹ سسٹم اپنایا گیا۔ ہم میرٹ سسٹم کے مخالف نہیں ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ میرٹ سسٹم ہونا چاہئے لیکن جناب سپیکر! ان بچوں کا کوئی قصور نہیں ہوتا جو بچے پاس ہو جاتے ہیں۔ جنہیں آپ نے سند دے دی ہوتی ہے۔ انہیں ڈگری دے دی ہوتی ہے۔ جناب سپیکر! وہ صرف تھرڈ ڈویژن ہوتے ہیں اس لئے وہ کسی جگہ پر داخلہ لینے سے عاری ہوتے ہیں۔ انہیں داخلے نہیں ملتے۔ آپ تھرڈ ڈویژن بند کر دیں یا تھرڈ ڈویژن بچے پاس کرنے بند کر دیں۔ اگر آپ بچوں کو تھرڈ ڈویژن میں پاس کرتے ہیں تو پھر انہیں داخل کرنے کے پابند بھی ہوں۔ حکومت کو اس بات کا پابند ہونا چاہئے کہ ملک کے اندر، اس صوبے کے اندر کسی بھی تعلیم کے خواہشمند فرد کو، کسی بھی بچے کو داخلہ لے کر دے سکیں جو کہ ان کا حق ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! تھرڈ ڈویژن میٹرک کا آج بھی بالکل وہی حال ہے جیسے آج ایک

ٹیڈی پیسے کی وقعت ہے۔ یعنی جتنی ٹیڈی پیسے کی وقعت ہے اتنی ہی وقعت تھرڈ ڈویژنز میٹرک کی ہے۔ نہ کوئی آج تھرڈ ڈویژن میٹرک کو پوچھتا ہے اور نہ کوئی آج ٹیڈی پیسے کو پوچھتا ہے۔ جناب سپیکر! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم طلباء کے اندر اجتماعی سرگرمیاں پیدا کرنے کے لئے' نوجوانوں کو مصروف رکھنے کے لئے' غیر نصابی سرگرمیوں میں مصروف رکھنے کے لئے اور انہیں تعمیری سرگرمیوں میں مصروف رکھنے کے لئے طالبعلموں کی یونین بنائیں۔ طالبعلموں کی جو یونین اس حکومت نے بند کی ہیں سیاسی مصلحت کی بنیاد پر اور سیاسی ضرورتوں کے مطابق انہوں نے اسے بند کر کے اپنے طور پر یہ سمجھا کہ اب معاملہ صاف ہے لیکن جناب سپیکر! دیکھنے والی چیز یہ ہے کہ جب سے طلباء کی یونین ختم ہوئی ہیں اس دن سے لے کر آج تک جس بنیاد کو بنا کر انہوں نے اسے ختم کیا کہ طلباء کے اندر گروہی تصادم بہت ہوتے ہیں۔ طلباء کے اندر قتل و غارت بڑی ہوتی ہے۔ اس لئے جب کالج کا الیکشن ہوتا ہے تو لڑائیاں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ انہوں نے اسے بنیاد بنا کر بند کیا۔ لیکن جب سے طلباء کی یونین بند کی ہیں یعنی ban کی ہیں اس وقت سے لے کر آج تک طلباء کے ساتھ ظلم اور زیادتیاں ہو رہی ہیں۔ ان کی آپس میں اتنی لڑائیاں ہو رہی ہیں اور قتل اتنے ہو رہے ہیں' ان کے اغوا اتنے ہو رہے ہیں کہ انہیں اغوا کر کے اور مار کوٹ کر واپس لے جا کر ان کے کمروں میں پھینک دیتے ہیں۔ آج یونین نہ ہونے کی وجہ سے طالب علم کسی جگہ پر جا کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے ساتھ ظلم ہوا ہے وہ اپنے استاد کو بھی نہیں کہہ سکتا وہ اپنے پرنسپل کو بھی نہیں کہہ سکتا۔ اگر اسکے پاس کوئی راستہ تھا تو یہ تھا کہ وہ اپنی یونین کے پاس جاتا اور یونین اس پر ایکشن لیتی۔ یونین سال بہ سال مباحثے منعقد کرواتی تھی۔ سالانہ فنکشن کرواتی تھی۔ میوزیکل کنسرٹ کرواتی تھی اور ان کے اندر شعور پیدا کرنے کے لیے کوششیں کرتی تھی۔ اور یہ شعور پیدا کرنے کی کوششوں کو ختم کرنے کے لیے موجودہ حکومت نے سابقہ حکومت نے مارشل لاء کی حکومت نے ان کی سرگرمیوں کو بند کرنے کے لیے ان پر پابندی عائد کر کے ان کو بند کر دیا - جناب والا! استاد اور طالب علم اسی معاشرہ کا حصہ ہیں وہ کسی دوسرے سیارے کی مخلوق نہیں' کہ ان پر اس ملک کے سماجی سیاسی اور معاشی اثرات مرتب نہ ہوں۔ جناب والا! اس ملک کے اندر اگر مارشل لاء لگے گی تو اس کے اثرات طلباء تک بھی پہنچیں گے۔ اگر اس ملک کے اندر جرنیل حکومت کے ساتھ چمٹے رہنے کا تہیہ کئے رکھیں گے۔ تو اساتذہ کے اندر بھی ان کے اثرات پہنچیں گے - تعلیمی اداروں کے اندر زیادہ اثرات پہنچیں گے - اس لئے کہ طالب علم بھی پڑھے لکھے ہوتے ہیں۔ اساتذہ اکرام بھی پڑھے لکھے ہوتے ہیں - اور فوری طور پر کسی بھی قوم کی

راہنمائی صرف پڑھا لکھا طبقہ ہی کرتا ہے ۔ کوئی انقلابی فلسفہ بھی لے لیں۔ ہم معاشی انقلاب کی بات کر لیں۔ تو اس کی راہنمائی کرنے کے لیے مزدوروں کے انقلاب کی راہنمائی کرنے کے لیے کسانوں کے انقلاب کی راہنمائی کرنے کے لیے نچلے طبقوں کے انقلاب کی راہنمائی کرنے کے لیے، پہلے پڑھا لکھا طبقہ ہی میدان میں آئیگا۔ وہ بات کو سمجھتا ہوگا۔ وہ آگے بات کو کیسے کرے گا ۔ تاکہ ان کی سمجھ میں آئے گی اور وہ بات آگے چلے گی۔ جناب والا! میں یہ کہتا ہوں کہ ان کے اثرات جو مرتب ہوں' وہ ایک حقیقت ہے۔ جناب سپیکر! ہمارے بہت ایسے سکول ہیں جو عمارت کے بغیر چل رہے ہیں۔ اگر موسم گرم ہو تو بچوں کو دھوپ میں بیٹھنا پڑتا ہے ۔ اگر موسم سرما ہو ' سردی ہو تو پھر بھی انہیں باہر بیٹھنا پڑتا ہے ۔ اور ہماری حکومت بڑے اداروں کو مضبوط کرنے کے چکر میں پڑی ہے اور جو چھوٹے ادارے ہیں ۔ پرائمری سکول ہیں ۔ ہائی سکول ہیں ان کو مضبوط کرنے کے چکر میں نہیں' جناب والا! ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو بنیاد ہی سے سکھانا شروع کریں۔ اور پرائمری حصے کے اندر ان کے لیے انتہائی لائق ٹیچر مقرر کریں۔ جناب والا! وزیر تعلیم کو ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ آپ پرائمری سکولوں میں آئندہ کے لیے صرف ایس ایس ٹی کی تقرری کریں جنہوں نے بی ایڈ کیا ہو۔ بی ایڈ کی تقرری کرو' چھوٹی تقرریاں پی ٹی سی کی بند کر دیں ۔ اسلئے کہ ہمیں بنیادی طور پر ضرورت اس بات کی کہ ہم اپنے بچوں کو اس عمر میں سمجھ سکیں۔ جس عمر میں وہ سمجھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اور ہم انہیں اگر نالائق ٹیچر دیں گے ' سفارشی اور نالائق ٹیچر دیں گے تو وہ بچوں کو اچھی طرح نہیں سمجھا سکیں گے۔ وہ بہتر طریقے سے نہیں سمجھا سکیں گے ۔ وہ اپنے مسائل کا شکار رہتے ہیں۔ اساتذہ کی تنخواہیں اتنی کم ہیں کہ وہ پی ٹی سی والے اپنے مسائل کا شکار رہتے ہیں وہ پوری بچوں پر توجہ نہیں دے سکتے ۔ جناب والا! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بچوں کے aptitude test لے سکیں۔ ہم بچوں کا رجحان دیکھیں کہ بچہ انجینیرنگ کی طرف جانا چاہتا ہے یا جج بننا چاہتا ہے یا پروفیسر بننا چاہتا ہے یا کوئی سیاستدان بننا چاہتا ہے ۔ ہم اس کی طبع کے خلاف کرتے ہیں ۔ بچہ کہتا ہے میں جج بنوں گا ہم اسے پروفیسر لگوا دیتے ہیں ۔ اسے پروفیسری کی طرف ڈال دیتے ہیں ۔ کئی لوگ ہاکی کھیلتے کھیلتے اسمبلیوں میں آجاتے ہیں۔ یہ کہتا ہوںکہ بندے کی اپنی جو فیلڈ ہو ۔ اس فیلڈ میں انہیں ماسٹر بننے کے لیے......

جناب ڈپٹی سپیکر: راہی صاحب' آپ بڑی اچھی تقریر فرما رہے ہیں۔ اور برمحل بات کر رہے تھے۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن: جناب سپیکر! ہم نے تو قوم کی خاطر ہاکی کھیلی ہے یہ تو عوام کے لیے

کچھ بھی نہیں کھیل رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب' آپ تشریف رکھیں' وقت کی نزاکت کے پیش نظر میں راہی صاحب سے یہ عرض کروں گا کہ وہ اپنے سابقہ انداز کو نہ اپنائیں یہ نیا انداز آپ کو مبارک ہو' آپکا یہ نیا انداز تمام لوگوں نے پسند کیا ہے اور میں آپ سے توقع کروں گا کہ آپ اسی انداز کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی تقریر جاری رکھیں گے۔ آپ اپنے موضوع کے مطابق تقریر جاری رکھیں - آرڈر پلیز......

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں عرض کیتی سی بندیاں دی' کہ کئی بندے ہاکی کھیڈدے کھیڈدے اسمبلی وچ آجاندے۔ میں بندیاں دی گل کیتی - اختر رسول ایویں کھڑا ہوگیا -

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن: جناب سپیکر! میں راہی صاحب کا شوق پورا کرنا چاہتا ہوں میں ان کے حلقہ سے ان کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں'

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میرا خیال اے کہ ساڈے باقی جیڑے دوست نے اوناں نے تقریر کرنی اے' میں اناں دے کہن تے اپنی تقریر بند کرنا واں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تو راہی صاحب ہمیں پہلے ہی پتہ ہے کہ سپیکر کا کہنا آپ پر اتنا اثر انداز نہیں ہوتا ہے - آپ کی مہربانی - سید طاہر احمد شاہ

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے حکومت کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ گزشتہ دنوں پارلیمنٹ میں وزیر اعظم پاکستان نے جو کفایت شعاری کے سلسلہ میں ایک اہم قومی پالیسی کا اعلان کیا تھا' اس کے توڑ کے جواب میں سرکاری کاریں' خواہ محکمہ تعلیم کے شعبہ سے تعلق رکھتی ہیں خواہ دیگر حکومتی اداروں کے افسران کے زیر تصرف ہیں' جس طریقہ سے ترقی یافتہ ممالک یورپ یا امریکہ میں سٹوروں پر برقی الارم نصب کردئے گئے ہیں اور وہاں پر جب کوئی شخص کسی سٹور کا شیشہ توڑنے کا باعث بنتا ہے تو پولیس کے وہاں پر پہنچنے کا وقت تین منٹ ہوتا ہے' تو وہ جرائم پیشہ لوگ اس ترقی یافتہ معاشرے میں سائینٹفک بنیادوں پر اس طریقہ سے اپنی واردات کرتے ہیں کہ پولیس کے پہنچنے سے پہلے پہلے یہ سیف کو توڑ کر جو کچھ وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں' وہ نکل جاتے ہیں' اگر وہ اپنے متعین وقت میں نہیں نکل پاتے تو اپنی واردات کو ناکام چھوڑ کر چلے جاتے ہیں - کچھ اس قسم کی مثال سرکاری کاروں کے استعمال کے سلسلہ میں اب ہو رہی ہے۔ میں پورے وثوق سے یہ

بات کہنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی ذمہ دار افسر، یا افسران یا ارکان اسمبلی حکومت کی طرف سے نامزد کر دیے جائیں اور سرکاری کاروں کی ڈگیوں میں اگر ان کی تلاشی لی جاوے تو ان کی کاروں میں دو قسم کی نمبرپلیٹیں موجود ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب، معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ کیا آپ اپنی کٹ موشن پر بات کر رہے ہیں ؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! مین محکمہ تعلیم کے افسران کی کاروں پر بات کر رہا ہوں ....

جناب ڈپٹی سپیکر: پھر Relate کیجئے - جناب -

سید طاہر احمد شاہ: جی

جناب ڈپٹی سپیکر: پھر ہی کہیں جناب۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! جب سرکاری فرائض کی ادائیگی کے لیے خود ان کو کہیں جانا پڑتا ہے - تو حکومت پنجاب کی سبز رنگ کی نمبرپلیٹ اس پر نصب کر دی جاتی ہے اور جب اس سرکاری گاڑی ، یعنی پاکستان کے محنت کش عوام کے محاصل سے اکٹھے ہونے والے سرمایہ سے خرید کی گئی گاڑی افسران کے بچوں کے لیے ذاتی کاموں کے، استعمال کے لیے استعمال ہوتی ہے تو اس گاڑی کی نمبرپلیٹ یعنی عام نمبرپلیٹ یعنی بلیک اینڈ وائٹ کی شکل میں اس پر نصب کر دی جاتی ہے - لہذا وزیر اعظم پاکستان کی اس اہم پالیسی کا توڑ ہماری نوکر شاہی کے افسران نے اسی طریقے سے پیدا کیا ہے کہ ایک طرف تو وزیر اعظم پاکستان نے کہا ہے کہ ایک ہزار سی سی سے زائد گاڑی افسران استعمال نہیں کر سکیں گے......

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ آپ اپنی تقریر کو اپنی کٹوتی کی تحریک تک محدود رکھیں.....

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں اپنی کٹ موشن پر ہی بات کر رہا ہوں ....

جناب ڈپٹی سپیکر: لیکن آپ کی کٹ موشن گاڑیوں کے متعلق نہیں ہے - بلکہ تعلیمی پالیسی سے متعلق ہے -

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! کیا سرکاری گاڑیاں محکمہ تعلیم کے پاس نہیں ہیں ؟

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب آپ ارشاد فرمائیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! تعلیم کا شعبہ ہو یا کوئی اور شعبہ ہو' میں قومی دولت کے ضیاع کے بارے میں بات کر رہا ہوں اگر آپ مجھے اجازت نہیں دیں گے تو میں اپنی بات نہیں کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ سے قانون اور ضابطے کی بات کر رہاتھا' آپ جو ارشاد فرمانا چاہتے ہیں فرمائیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! محکمہ تعلیم کے پاس جو کاریں ہیں میں ان کے متعلق بات کر رہا ہوں اگر یہ اس کٹ موشن کی زد میں نہیں آتی تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ارشاد فرمائیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! یہ بات ہماری حکومت کے لیے لمحہ فکریہ ہے اگر حکومت اس کے متعلق سنجیدہ ہے تو پھر حکومت پنجاب وزیر اعظم پاکستان کی ہدایات اور حکم کی روشنی میں ان چیزوں کا خصوصی طور پر نوٹس لے اوران کاروں کے غلط استعمال کا نوٹس لے اوراس کا تدارک کرے۔ اس کے علاوہ جناب سپیکر میں یہ بات بھی اس ایوان کے ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ ایسے بے شمار افسران موجودہیں - جو ایک ہزار سی سی کی گاڑیاں کاریں تو چھوڑ چکے ہیں۔ مگر انہوں نے 2300 سی سی کی Pajero گاڑیاں جن کی قیمت اس وقت مارکیٹ میں چھ ساڑھے چھ لاکھ کے قریب ہے - ہمارے معاشرے میں شخصی اقتدار کی نشانی سمجھی جاتی ہے - انہوں نے اس کی بجائے Pajero گاڑیاں استعمال کرنا شروع کر دی ہیں۔ اس لیے میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ یہ Pa jero گاڑیاں یا کوئی بھی گاڑی جس کی انجن پاور 1000 سی سی سے زائد ہے - اس کا استعمال فوری طور پر بند کیا جائے۔ تاکہ اس پالیسی پر صحیح معنوں میں عمل در آمد ہوسکے۔ جناب سپیکر! وزیر اعظم پاکستان نے پانچ نکاتی پروگرام عوام کی فلاح و بہبود کے لیئے پیش کیا ہے' جس کا نکتہ نمبر3 یہ ہے کہ ملک سے ناخواندگی دور کرکے. قوم کو جدید سائنسی دور کے لیئے تیار کرنا ہے - اگر اس نکتے کی افادیت کو پیش نظر رکھا جائے۔ تو باقی چار نکات جو وزیر اعظم پاکستان نے پیش کئے ہیں - جو ترقیاتی پروگرام کے بارے میں ہیں وہ سارے اسی ایک نکتہ کے مرہون منت ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جب تک

قوم کے افراد کو ناخواندگی کی لعنت سے نجات نہیں دلائی جائے گی' جب تک قوم کے افراد کی اکثریت کو خواندگی کے زیور سے بہرہ ور نہیں کیا جائے گا' جب تک جدید تعلیم کو سائنسی بنیادوں پر استوار نہیں کیا جائیگا۔ اور جب تک ہماری ملکی اور قومی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے - نصاب تعلیم کو تبدیل کرکے اسی طریقے سے قوم کے افراد کو تعلیم یافتہ نہیں کیا جائے گا۔ ہم باقی چار نکات کو بھی صحیح معنوں میں پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکیں گے۔ جناب سپیکر! برصغیر ہند میں مسلمانان ہند نے اپنے حقوق کی جدوجہد تعلیم ہی کے شعبے سے شروع کی تھی اور اس کے بعد وہ جدوجہد آگے بڑی اور اللہ کے کرم سے کامیابی ہوئی۔ ان قائدین کی خدمات قابل ستائش ہیں۔ جنہوں نے تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو کر' اپنی خداداد صلاحیتوں اور تعلیمی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جدوجہد کرکے ہمیں یہ خطہ پاکستان لیکر دیا تھا اور جب پاکستان معرض وجود میں آگیا تو قائد اعظم نے "کل پاکستان تعلیمی کانفرنس سے 27 نومبر1947ء کو خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو تو ہمیں اپنے تعلیمی مسائل کواولیت دینا ہوگی۔ اسی کے ساتھ ساتھ حضور نبی کریم' معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواندگی کو اس قدر زیادہ اہمیت دی ہے کہ غزوہ بدر کے مشرک قیدیوں کی رہائی کے لیے حضور پاک' نے ایک شرط یہ رکھی تھی کہ جو قیدی جو مشرک قیدی دس مسلمانوں کو تعلیم سے آراستہ کردے گا اسے بغیر جزیہ کے آزادہ کردیا جائے گا - آپ نے مزید یہ فرمایا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔ گود سے لیکر گور تک علم حاصل کرو۔ جو علم کی اشاعت کرتا ہے' گویا زکوۃ دیتا ہے۔ یہ معلم انسانیت نے فرمایا ہے مگر بدقسمتی کی بات ہے کہ جب پاکستان بنا تھا تو اسوقت 13 فیصد خواندگی کا تناسب تھا۔ آج اگر خواندگی کے تناسب کے اعداد و شمار اکٹھے کئے جائیں تو میری معلومات کے مطابق 0.2 '26 فیصد ہمارے ملک میں خواندگی کا تناسب ہے۔ ہمارے ساتھ ہندوستان بھی آزاد ہوا تھا اور ہمارے ایک سال بعد چین نے بھی آزادی حاصل کی تھی - میں اپنے ملک کی ماضی کی حکومتوں اور نوکر شاہی کے افراد جن کے پاس ملک کا اقتدار اور منصوبہ بندی کے فرائض ہوتے ہیں۔ جو عملاً ملک اور صوبوں کو چلاتے ہیں - میں ان کی نااہلیت اسی طریقے سے ان اعداد و شمار سے ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں سات سال سے گیارہ سال تک کی عمر کی بچوں میں تعلیم حاصل کرنے کا جو تناسب ہے وہ 23 فیصد ہے - اس کے مقابلے میں ترقی پذیر ممالک کا تناسب 68 فیصد ہے اور ترقی یافتہ ممالک کا تناسب 98 فیصد ہے - اور 12سال سے 18 سال تک بچوں تک خواندگی کا تناسب ہمارے ملک میں 9 % ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں 39 % اور ترقی یافتہ ممالک میں

64 % ہے۔ 18 سال سے 22 سال تک نوجوانوں کے لئے ہمارے ملک میں 3 % ترقی پذیر ممالک میں 13 % اور ترقی یافتہ ممالک میں 46 % ہے۔ پاکستان میں شرح خواندگی جو ہے وہ 2 ء 26 % ہے۔ چین میں 83 % ' لیبیا میں 50 % ' انڈونیشیاء میں 64 % ' برما میں 22 % ' انڈیا میں 42 % ' ایران میں 85 % مصر میں 38 % ' فلپائن میں 80 % ' اور سری لنکا میں 43 % ' خواندگی کا تناسب ہے۔ چونکہ ہمارا ملک وسط ایشیاء میں واقع ہے اس تناسب سے اگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان جو ہمارے ساتھ آزاد ہوا انہوں نے تعلیم کے حصول کے لئے کتنی توجہ دی اور انہوں نے اس تقابلی جائزہ سے اپنے ملک کا خواندگی کا تناسب کتنا بڑھایا ہے۔ چین جو ہم سے بعد میں آزاد ہوا۔ اس کی خواندگی کا تناسب ہم سے کہیں زیادہ ہے۔ اس طریقے سے میں سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت نے ماضی میں بھی اور اب بھی' مجھے خدشہ ہے یہ جو نکات ہیں ابھی مرکزی بجٹ میں ان پانچ نکات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ٹیکسز بڑھائے تھے۔ قوم کے احتجاج کرنے پر ٹیکسز کو واپس لے لیا گیا اور اس طریقے سے پیسہ کہاں سے آئے گا۔

جناب سپیکر! مجھے اندیشہ ہے کہ وزیراعظم پاکستان کے ترقیاتی منصوبوں اور ملک کی خوشحالی کے جو پانچ نکات ہیں وہ احسن طریقے سے یا پورے طریقے سے ان کے مقرر کردہ وقت میں پورے نہیں ہو سکیں گے۔ جناب سپیکر! پاکستان میں سکول جانے کے لائق بچوں کی تعداد 3 کروڑ کے قریب بنتی ہے۔ جس میں سالانہ 30 لاکھ کا اضافہ ہو رہا ہے اور ان بچوں میں سے صرف ایک کروڑ بچے سکولوں میں جاتے ہیں۔ اور 2 کروڑ بچے اپنی مالی مجبوریوں کی وجہ سے ' اپنی معاشی مجبوریوں کی وجہ سے' اپنے حالات کی مجبوریوں کی وجہ سے سکولوں میں جانے سے قاصر رہتے ہیں اور کھیتوں میں' کھلیانوں میں گلیوں میں ' کوچوں میں' ہوٹلوں میں' دوکانوں کے اردگرد پھرتے رہتے ہیں یا پھر حصول معاش کے لئے سرگرداں رہتے ہیں۔ اب ایک کروڑ بچوں کی تعداد جو سکولوں میں جاتی ہے اس میں ہر سال 20 سے 25 لاکھ بچے سکول چھوڑ جاتے ہیں۔ پاکستان میں پرائمری سکول پاس بچوں کی تعداد کل آبادی کا صرف 8 % ہے اور اس 8 % میں 6 % مڈل سے پہلے سکول چھوڑ جاتے ہیں۔ مڈل تک 2 % رہ جاتے ہیں اور میٹرک کی سطح تک کل آبادی کا صرف 8ء % اور کالج کی سطح تک 3ء %اور یونیورسٹی کی سطح تک 0ء % جو ہے وہ طلباء تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے اپنے ایک مقالے میں وطن عزیز کی تعلیمی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک تقابلی جائزہ پیش کیا ہے ان کے مطابق 7 سے 11 سال کی عمر کے بچوں کے لئے پاکستان میں سکولوں کی سہولت 43 % ہے باقی ترقی پذیر ممالک میں 68 % ہے اور ترقی

یافتہ ممالک میں یہ سہولت 98 % ہے۔ 12 سال سے 18 سال تک کے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ سہولت پاکستان میں صرف 9 % ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں 39 % ہے اور ترقی یافتہ ممالک میں 64 % ہے۔ اس طرح 18 سے 23 سال تک کے نوجوانوں کے لئے پاکستان میں اعلیٰ تعلیمی سہولتیں 3 % ہیں باقی ترقی پذیر ممالک میں 13 % اور ترقی یافتہ ممالک میں یہ سہولتیں 46 % ہیں۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب سپیکر شاہ صاحب دیکھ کر پڑھ رہے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: میں جناب نوٹ پڑھ رہا ہوں۔ Figures کا مسئلہ ہے۔ میں صرف Figures بتا رہا ہوں میں جنرل تقریر نہیں کر رہا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: اگر یہ اعتراض کرتے ہیں تو پھر میں اعتراض کا جواب اعتراض میں دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! اسی طریقے سے میں ایک اور حوالہ دینا چاہتا ہوں ڈاکٹر محمد امیر چیئرمین پاکستان زرعی تحقیقاتی کونسل، اسلام آباد نے اپنی تقریر میں ایک مرتبہ اس بات کی نشاندہی کی کہ باقی دنیا کو چھوڑ دیں ہمارے ہمسایہ ملک بھارت میں پی ایچ ڈی ڈاکٹروں کی تعداد 40 ہزار سے زائد ہے۔ وہاں صرف زراعت کے میدان میں 3465 پی ایچ ڈی ڈاکٹر ہیں۔ جب کہ ہمارے ملک میں تمام مضامین کے پی ایچ ڈی ڈاکٹروں کی تعداد 435 ہے۔ اب یہیں پر رچرڈ ڈیوز اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ 95 ملین نفوس پر مشتمل ملک پاکستان میں صرف 9 یونیورسٹیاں اور 13 فزکس کے پی ایچ ڈی ڈاکٹرز ہیں۔ وہ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ پوری دنیا میں اس وقت 45 ہزار 136 سائنسدان اور انجینئر تعمیر و ترقی کا کام کر رہے ہیں جب کہ اس کے مقابلے میں صرف اسرائیل میں یہ غور کرنے کی بات ہے 34 ہزار 800 اور جاپان میں 4 لاکھ سائنسدان کام کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ جو میں نے اعداد و شمار پیش کئے ہیں ان کی روشنی میں اگر ہم اس بات کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ماضی سے لے کر اب تک ہمارے تعلیمی شعبہ پر بے شمار حکومتیں ہمیشہ کثیر رقم صرف کرنے کے لئے مختص کرتی رہی ہیں اس بات کی تشہیر کرتی رہی ہیں کہ تعلیم پر بے شمار خرچ کیا جا رہا ہے اور جب ہم باقاعدہ حقائق کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہمارے مسلسل تعلیم کی مد پر جو

جاری اخراجات ہیں کروڑوں' اربوں اور کھربوں' بلین تک پہنچ جاتے ہیں مگر اس کا صحیح فائدہ قوم کے افراد کو' قوم کے تعلیم یافتہ افراد کی وجہ سے صحیح معنوں میں قوم کو نہیں مل رہا اور اس طریقے سے ہمارا ملک اب بھی پسماندہ ملکوں کی صف میں آتا ہے۔ یہ نہ صرف ہمارے لئے بلکہ حکومت کے لئے لمحہ فکریہ ہے وہ ان حقائق کا جائزہ لیں اور ان حقائق کی روشنی میں ملک میں تعلیم عام کرنے کے لئے اور خواندگی کے تناسب کو بڑھا کر ملک کو ترقی یافتہ ممالک کو صف میں لانے کے لئے صحیح طور پر منصوبہ بندی کریں اور جو منصوبہ بندی وہ کریں اس پر صحیح معنوں میں عمل کر کے دکھائیں۔ تاکہ ہمارا غریب عوام سے محاصل کی صورت میں اکٹھا ہونے والا سرمایہ ضائع نہ ہوتا رہے۔ جناب سپیکر! یہ حکومت بلند بانگ دعوے کرتی ہے۔ ہم ان کے دعوؤں کو اس وقت تسلیم کریں گے جب وہ عملی طور پر عوام کی بہتری کے لئے کچھ کر کے نتائج کی صورت میں دکھائیں گے' اور ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے دعوؤں کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔

اب جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہوں گا کہ ہمارے صوبہ میں اور خاص طور پر شہری آبادی میں سکولوں کی عمارتیں تعمیر کرنے کے لئے اور سکولوں کے علاوہ دیگر تعلیمی درسگاہیں تعمیر کرنے کے لئے پرائیویٹ طور پر آسانی کے ساتھ قطعات اراضی نہیں ملتے اور ہمارے شہر میں اور دیگر شہر میں صوبائی حکومت کی بے شمار سرکاری اراضی ایسی موجود ہے جو کہ تعلیم جیسے اہم مقصد کے پیش نظر متعلقہ پٹہ داروں سے حاصل کر کے تعلیمی اداروں کی تعمیر کے لئے ان قطعات اراضی کو فوری طور پر وقف کر دینا چاہیے اور متعلقہ اداروں سے لے کر وہ محکمہ تعلیم کے نام منتقل کر دینی چاہیے۔ تاکہ حکومت جب بھی تعلیمی ضروریات کے پیش نظر کوئی کالج' کوئی سکول یا کوئی یونیورسٹی قائم کرنا چاہے تو ان کے پاس اپنی ہی زمینیں موجود ہوں اور اس کے لئے اسے زر کثیر خرچ نہ کرنا پڑے۔ اور کوئی پریشانی لاحق نہ ہو۔ آج صورت حال یہ ہے کہ جب ہم اپنے علاقوں سے یا کسی دیگر شہر میں ڈپٹی کمشنر کی معرفت تعلیمی ضروریات کے لئے ایک قطعہ اراضی پر تعلیمی درسگاہ کی تعمیر کرنے کے لئے جب این او سی کے لئے معاملہ بھیجتے ہیں تو وہ سرخ فیتے کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور کئی برس لگ جاتے ہیں اور اس کا انتقال نہیں ہوتا۔ میں ایک متبادل تجویز پیش کرنا چاہوں گا کہ ایسی زمینیں جو صوبائی حکومت کی ملکیت ہیں اس کے بارے میں اگر ڈپٹی کمشنر کو اختیارات دے دیئے جائیں یا ایسے قوانین بنائے جائیں کہ صوبائی وزیر تعلیم کو اس قسم کے اختیارات دے دیئے جائیں کہ جہاں بھی سرکاری زمین ہو اور اس کا عدم اعتراض سرٹیفکیٹ جاری کیا جائے اور

فوری طور پر اسی حکومت پنجاب کے محکمہ تعلیم کی ملکیت قرار دے دیا جائے۔

اس کے علاوہ ہمارے شہر کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ فیصل آباد میں تعلیمی ثانوی بورڈ کا قیام بہت ضروری ہے۔ اس وقت ہمارے بچے سرگودھا کے تعلیمی بورڈ کی وساطت سے امتحان میں شرکت کرتے ہیں۔ حالانکہ فیصل آباد ڈویژن سے طلبا کی تعداد سرگودھا بورڈ میں امتحان میں شرکت کرنے کے لئے دو تہائی کا تناسب ہے اور سرگودھا ڈویژن میں ایک تہائی کا تناسب ہے۔ ہم نے بھی کوشش کی مگر اس سلسلہ میں کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ اصولی طور پر جہاں سول سطح پر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر قائم کیا جاتا ہے وہاں پر تعلیمی بورڈ کا قیام لازم ہوتا ہے۔ اس لئے جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ہمارے طلباء کی تعداد کے لحاظ سے اور ہمارے ڈویژن کے لوگوں کی خواہشات کے مطابق اور انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے ہمارے شہر میں ایک تعلیمی ثانوی بوڑ کا قیام جلد عمل میں لایا جائے۔ اور اس ضمن میں میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف میں بلکہ ہمارے شہر کے اور ہمارے ڈویژن کے تمام ارکان اسمبلی میرے اس مطالبہ کی تائید و حمایت کریں گے۔ جناب والا! ضرورت اس امر کی ہے کہ فیصل آباد میں لا کالج کا اجرا کیا جائے اور فیصل آباد چونکہ ایک صنعتی شہر ہے اس لئے انجنیئرنگ یونیورسٹی اور ایک تعلیمی یونیورسٹی کی بھی ہمیں ضرورت ہے۔ چونکہ ہمارے پاس اور کوئی فورم نہیں ہے اس لئے یہ مطالبہ جو کہ علاقائی مطالبہ ہے اس کا ذکر کر رہا ہوں۔

جہاں تک کالجوں میں سکولوں میں ہوسٹلوں میں یونیورسٹیوں میں غنڈہ گردی کا تعلق ہے۔ اسلحہ خانوں کا تعلق ہے اس کی تفصیل میں میں نہیں جانا چاہتا کہ جناب فضل حسین راہی نے تفصیل سے اس طرف روشنی ڈال دی ہے۔

اب جناب والا! ایک بات اور کرنا چاہتا ہوں کہ اگر انیس گریڈ کے افسران پر یہ قانونی طور پر پابندی عائد ہے کہ وہ اپنی سرکاری گاڑیوں میں اور اپنے دفاتر میں ایئر کنڈیشنر کا استعمال کرنے کے اہل نہیں ہیں اور ان کا کو ان اختیار نہیں ہے تو جناب سپیکر! میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ پاور کی کمی کی وجہ سے اور صوبائی خزانہ کو بے جا تصرف سے بچانے کے لئے جن گاڑیوں میں اور جن دفاتر میں ایئر کنڈیشنر نصب ہیں انہیں فوری طور پر منقطع کر دیا جائے۔

جناب سپیکر! میں اب تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس پوائنٹ بہت ہیں مگر میرے بعد دو مقررین نے تقاریر کرنی ہیں۔ ہم اپنے وعدے کا پوری طرح سے احترام کریں گے۔ نئی روشنی سکولوں

کے نام پر قومی دولت کا ضیاع اس حکومت کی طرف سے شروع کیا گیا ہے میں اس کی طرف آتا ہوں۔ آپ یہ دیکھیں کہ جب چھوٹے دو کروڑ بچے جنہیں سکولوں میں جانا چاہئیے ان کے لئے تو ہمارے پاس تعلیمی درسگاہوں کا فقدان ہے ان کو تعلیم کے زیور سے بہرہ ور کرنے سے قاصر ہیں، مگر اس کی جگہ ہم تعلیم بالغاں اور بیس سال سے زائد افراد کو اور دیہاتی آبادی کے لوگوں کو اگر ہم پرائمری کی تعلیم دیتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں اس سے عوام کو قوم اور ملک کو، کسی قسم کا فائدہ نہیں ہو گا بلکہ نئی روشنی سکولوں پر جو پیسہ خرچ کیا جاتا ہے اس کا مقصد صرف ایک ہے کہ انہوں نے ارکان اسمبلی کو نوازنے کے لئے اور ارکان اسمبلی جن میں میں بھی شامل ہوں کہ اپنے جیالے کارکنوں کو اپنے عزیزوں کو اپنے حامیوں کو نوازنے کے لئے ملازمتیں دے رکھی ہیں۔ اور ہمارے یہ جیالے کارکن نہ تو مکتبوں میں جائیں گے اور نہ تعلیم دینے کا فریضہ ادا کریں گے بلکہ اپنے گھروں میں بیٹھ کر حکومت کے خزانے سے تنخواہ وصول کریں گے۔ جب سوائے اس کے کہ چند ہزار چند لاکھ لوگوں کو ملازمتیں مل جائیں گی اور وہ بھی کسی کام کے بغیر اس لئے جناب سپیکر! نئی روشنی سکولوں کے پراجیکٹ کے پروگرام پر نظر ثانی کرنی چاہیئے۔ یہ پیسہ تعلیم پر ہی خرچ کیا جانا چاہئیے، تعلیمی درسگاہوں کو بہتر بنانا چاہئیے اور جو بچے مستحق ہیں کہ انہیں سکولوں میں بھیجا جائے ان کو سکولوں میں بھیجنے کے لئے بندوبست کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ وقت کم رہ گیا ہے۔ ہم نے سمجھوتے کی پاسداری کرنی ہے اس لئے میں آپ کا اور آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کے ارکان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے آج مجھ پر شفقت فرماتے ہوئے مجھے interrupt نہیں کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب محترم سپیکر صاحب، وقت کی قلت کے پیش نظر اور ابھی اپنے دو ساتھیوں کی موجودگی میں جنہوں نے ابھی ایوان سے مخاطب ہونا ہے۔ میں بڑے اختصار کے ساتھ چند گزارشات پیش کروں گا۔ جناب والا! مطالبہ زر نمبر 15 ان اخراجات کا مجموعہ ہے جو حکومت شعبہ تعلیم پر خرچ کر رہی ہے۔ 5 ارب 58 کروڑ 78 لاکھ 20 ہزار روپے پر مشتمل گرانقدر یہ مطالبہ زر اور اس کے تحت کار فرما حکمت عملی پر بحث کرنے کی غرض سے میں نے جو تحریک تخفیف زر ایوان کے سامنے پیش کی ہے وہ اس طرح ہے کہ اس مطالبہ زر کے تحت کارفرما حکمت عملی میں مناسب ترامیم کی جائیں۔ جناب والا!

انگریز حکمرانوں نے اپنی سیاسی ضرورتوں کے تحت برصغیر میں نظام تعلیم نافذ کیا تھا۔ اور انہوں نے یہ کام اپنے ایک انگریز دانشور لارڈ میکالے کے سپرد کیا تھا کہ وہ اس غلام ملک کیلئے ایک ایسا نظام تعلیم وضع کریں جس سے صرف کلرک اور چھوٹے طبقے کے ملازمین پیدا ہو سکیں' جناب والا! انگریزوں کو گئے ہوئے چالیس برس کا عرصہ گزر گیا ہے' مگر آج جو ہم اپنے آپ کو آزاد کہتے ہیں' ہم نے انگریزوں کے دئے ہوئے نظام تعلیم کو ایک مقدس ورثہ اور ایک مقدس امانت کے طور پر سنبھال رکھا ہے' جناب والا! اگر ہم آزاد ہیں اور ہماری اپنی سیاسی ضرورت ہیں' ہمارا اپنا ایک فلسفہ حیات ہے۔ تو پھر ہمارا نظام بھی ہمارے فلسفہ حیات کے مطابق ہونا چاہیے۔ اس لئے جناب والا میں یہ گزارش کروں گا کہ لارڈ میکالے کے وضع کردہ اس نظام تعلیم کو یکسر تبدیل کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ ہمارے قومی تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔

جناب والا! کسی بھی نظام تعلیم میں جو سب سے اہم عنصر ہوتا ہے وہ ذریعہ تعلیم ہوتا ہے' مگر افسوس ہے کہ ہم آج تک اپنی قومی زبان اردو کو ذریعہ تعلیم کے طور پر نہیں اپنا سکے' اور ہم نے ایک بدیشی زبان کو آج تک ایک ذریعہ تعلیم کے طور پر اپنا رکھا ہے اور یہی بات ہمارے نظام تعلیم کی سب سے زیادہ قابل مذمت ہے' نظام تعلیم کو بدلنے کے لئے قومی زبان اردو کے ساتھ ساتھ ہمیں علاقائی زبانوں پر انحصار کرنا چاہیئے تاکہ ہم وقت کی ضروتوں اور وقت کے تقاضوں کے مطابق ایک نیا نظام تعلیم تشکیل دے سکیں۔

جناب والا ! میں یہ بات بڑے افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ہمارا موجودہ نظام تعلیم جدید عصری تقاضوں پر اور انکے معیار پر پورا اترنے کے لئے کافی نہیں ہے' اس لئے ہماری نوجوان نسل مایوسی' احساس کمتری کا شکار ہو رہی ہے اور ہم اپنی نوجوان نسل کو ایک اداس اور ایک ایسی پریشان نسل کہہ سکتے ہیں جو اپنی صلاحیتوں کو منفی سمت میں استعمال کر کے اپنے جوہر کو ضائع کرتی چلی جا رہی ہے۔ آج یہ عالم ہے کہ ہمارا نوجوان طبقہ منشیات کے استعمال کا عادی ہو رہا ہے' ہمارے کالج' ہماری یونیورسٹیاں اسلحہ خانوں میں تبدیل ہو چکی ہیں اور جدید اسلحہ سے لیس طالب علم کالج اور یونیورسٹیوں میں دندناتے پھر رہے ہیں جب یہ لوگ فسادات میں ایک دوسرے پر فائرنگ کرتے ہیں تو بعض اوقات اس قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں -

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! میں مجبور ہوں ایک بہت ضروری مسئلہ ہے جس کی وجہ سے مجھے پوائنٹ آف آرڈر اٹھانا پڑا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ابھی جب میں باہر نکلا

تو مہمانوں کی گیلری سے چند افراد باہر نکلے' ان کے پاس گیلری کے پاس بھی تھے لفٹ کے ذریعے انہیں گیلری میں آنے کی اجازت دے دی گئی تھی' جب کہ ماضی میں میرا اپنا سگا بھائی مہمانوں کی گیلری سے مجھے یہاں ملنے کے لئے آیا تو میں نے ان سے کہا کہ یہ میرا سگا بھائی ہے اور اسے میری ضمانت پر یہاں آنے دیں تو اسے نہیں آنے دیا گیا۔ میں نے باہر بھی پوائنٹ آؤٹ کیا ہے' نظم و ضبط برقرار رکھنا آپ کا فرض ہے آپ custodian ہیں اگر یہ اراکین اسمبلی پر واجب ہے تو پھر وزراء پر بھی واجب ہونا چاہیے باہر بے شمار لوگ تھے انہوں نے یہ کہا کہ ہمیں وزیر مال کے کمرے میں جانا ہے' کیا وزیر مال پر یہ پابندی عائد نہیں ہوتی کہ وہ اپنے ملاقاتیوں کو اسمبلی کے چیمبر میں اسمبلی کی گیلری میں اور اپنے چیمبر میں آنے دیں' وہاں پر سکیورٹی کے انتظامات کہاں چلے جاتے ہیں؟ یہ ضروری مسئلہ تھا اس لئے میں نے معذرت کے ساتھ یہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے' اس کا سختی سے اور سنجیدگی سے نوٹس لیا جانا چاہیئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ درست فرما رہے ہیں' آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے' اس کے متعلق پوری تحقیق ہوگی کہ یہ کیا معاملہ ہے اور باہر کے لوگ مہمانوں کی گیلری میں کیوں آئے ہیں' اس کے متعلق پوری تحقیق ہو گی' میں متعلقہ عملے سے کہوں گا کہ اس کے متعلق جانچ پڑتال کریں۔ جی سردار صاحب آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں۔

سردار محمد عارف نکئی (وزیر مال) : جناب والا! میں عرض کرنا چاہوں گا کہ ......

راجہ محمد خالد خان: جناب والا! ایک معزز ممبر مہمان کی گیلری میں گھوم رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب یہ تو آپ لوگوں کو بھی دیکھنا چاہیئے کہ آپ کی جگہ کون سی ہے' آپ کو اگر وہ جگہ پسند ہے تو یہ جگہ چھوڑ کر اوپر چلے جانا چاہیئے' یہ تو ان لوگوں کو دیکھنا چاہیئے' ان کا اپنا بھی کچھ حق ہے' انہیں خود دیکھنا چاہیئے ان کا خیال کرنا چاہیئے۔ جی فرمائیے سردار صاحب۔

وزیر مال: جناب والا! ابھی سب کمیٹی کی میٹنگ تھی اس میں سیکرٹری ریونیو اور سیکرٹری کالونیز کو بلایا گیا تھا جو بل یہاں پر ترامیم کے لئے آئے ہیں ان پر غور و خوض ہو سکے۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی اور آدمی نہیں آیا نہ ہی میں نے کسی کو بلایا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے متعلق پتہ کریں گے کہ اصل معاملہ کیا تھا۔ جی فرمائیے جنجوعہ صاحب۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہمارے طالب علم بسا اوقات ایک دوسرے پر فائرنگ کرتے ہیں اور بعض اوقات یہ فائرنگ جان لیوا بھی ثابت ہوتی ہے۔ ہماری حکومت کالجوں اور یونیورسٹیوں کو اسلحہ سے پاک کرنے میں ناکام ہو چکی ہے' اور گزشتہ سال انجینئرنگ یونیورسٹی میں شاہین فورس کی فائرنگ سے دو طالب علم ہلاک ہوئے تھے اور طلباء کی اس ہلاکت کی وجہ سے طلباء میں اس قدر اشتعال پیدا ہوا تھا کہ انہوں نے اس معزز اور مقدس ایوان کے احترام کو بھی پامال کر دیا تھا اور انتظامیہ اس پہ منہ دیکھتی رہی گئی تھی۔ جناب والا! ان طالب علموں کے قاتل آج تک نہ ہی گرفتار ہوئے ہیں اور نہ ہی حکومت کی طرف سے ان کی کوئی نشاندہی کی گئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے' ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان دو معصوم طالب علموں کے قتل پر پردہ ڈال دیا گیا ہو۔ اس لئے میری گزارش ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلباء کا ایک مسلمہ حق جو کہ انجمن سازی کے متعلق تھا' مارشل لاء حکومت نے ان کے اس حق کو سلب کر لیا تھا اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ جس طرح اس ملک میں سیاسی اداروں کو بحال کر دیا گیا ہے اسی طرح طلباء کو بھی ان کی انجمن سازی' یونین سازی کا حق لوٹا دیا جائے تو حکومت کا یہ انتہائی مستحسن اقدام ہو گا جس سے یقیناً" طلباء برادری میں اچھے اور خیر سگالی کے جذبات پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔

جناب والا! کچھ عرصہ پہلے اخبارات میں یہ خبریں شائع ہوئی تھیں کہ لاہور کی بعض درسگاہوں کے باہر ہیروئن لگے ہوئے مکئی کے بھٹے فروخت کئے جاتے ہیں اور یہ بھٹے خصوصاً" طالبات میں بڑے مقبول ہو رہے ہیں ہماری تعلیمی درسگاہوں میں اس قسم کے سیکنڈل کا پایا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ محکمہ تعلیم ہماری درسگاہوں میں ایک پاکیزہ ماحول پیدا کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے ملک میں جو بھی حکومت آتی ہے وہ یہی دعویٰ کرتی ہے کہ وہ اربوں روپے ہر سال بجٹ میں تعلیمی سرگرمیوں پر خرچ کرتی ہے اور اگر سابقہ چند سالوں میں پیش کئے گئے بجٹوں کے اعداد و شمار کو دیکھا جائے تو یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ حکومت نے اربوں روپے تعلیم کی مد میں خرچ کئے ہیں مگر میں اس وقت بھی نشاندہی کر سکتا ہوں کہ ہمارے ملک میں ایسے غریب' نادار اور مفلس طالب علم کثرت سے پائے جاتے ہیں جو مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری نہیں رکھ سکتے اور اس معاشرے کے بھیڑ میں گم ہو جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! میرا یہ مطالبہ ہے کہ تعلیمی بجٹ میں نادر طالب علموں کی تعلیمی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لئے ایک فنڈ مخصوص کیا

جانا چاہیئے۔

جناب والا! اس وقت کتنے ہی ایسے بچے ہیں جو دوسرے بچوں کے بستے اور کتابیں اٹھائے ان کو اسکول کے دروازے پر چھوڑنے آتے ہیں مگر وہ خود اسکول کے دروازے سے واپس لوٹ جاتے ہیں کیا وزیر تعلیم ان بچوں کو پہچانتے ہیں کہ وہ کون ہیں جن ہاتھ میں قلم کی بجائے جوتے پالش کرنے والے برش پکڑا دیے ہیں جن کے ہاتھوں میں ہوٹلوں کے گندے برتن صاف کرنے کے لئے کپڑے پکڑا دیئے ہیں یہ بچے کون ہیں۔ جناب سپیکر! ان کے ہاتھوں میں کاروں کے شیشے صاف کرنے والے ڈسٹر ہیں یہ بچے کون ہیں جن کے ہاتھوں میں ورکشاپوں کے ہتھوڑے اور چابیاں ہیں یہ بچے کون ہیں ؟ جن کے ہاتھوں میں کاسہ ہے اور گدائی ہیں' یہ بچے کون ہیں جن کے ہاتھوں میں لگامیں پکڑی ہوئی ہیں۔ جناب والا! ان بچوں کی طرف توجہ دیجئے۔ ہمارا نظام تعلیم ان بچوں کو تعلیم دلانے میں ناکام ہو چکا ہے ممکن ہے کہ ان بچوں میں کوئی اقبال موجود ہو' ممکن ہے کہ ان بچوں میں کوئی لیاقت موجود ہو' ممکن ہے کہ ان میں کوئی سرسید ہو' جو قوم کی تقدیر کو بدل کر رکھ دے۔ جناب سپیکر! ہمارے طبقہ کے کتنے بچے ہیں جو زیور تعلیم سے محروم ہیں اور یہ سب کچھ اس طبقاتی نظام تعلیم کا کیا دھرا ہے اور درسگاہیں جن میں طبقاتی بنیادوں پر لوگوں کو داخلے ملتے ہیں' اسلام جس طرح انسانوں کو تقویٰ کی بنیاد پر فضیلت عطا کرتا ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہونگا کہ اسی طرح ان درسگاہوں میں داخلے کے لئے اہلیت اور قابلیت کا معیار ہونا چاہیئے۔

جناب والا! میں صوبہ میں محکمہ تعلیم اور تعلیمی اداروں کی عمومی صورتحال کے بارے میں چند گزارشات پیش کرنا چاہونگا اس وقت ہمارے صوبہ میں ہزاروں کی تعداد میں ایسے پرائمری سکول موجود ہیں جن کی عمارتیں موجود نہ ہیں اور وہاں کاشتکاروں' غریبوں اور مزدوروں کے بچے جو ننگے پاؤں سکول جاتے ہیں ان کے بیٹھنے کے لئے ٹاٹ کا ٹکڑا تک موجود نہیں۔ جناب والا! ان . . .

Shelterless Schools کو جن کی عمارات موجود نہیں ہیں اور جن کی تعداد ہزاروں میں ہے ان کی عمارات فوری طور پر تعمیر ہونی چاہئیں۔ گو اس مقصد کے لئے بجٹ میں کچھ رقم مختص کی گئی ہے مگر وہ صوبہ کی ضروریات کے مقابلے میں انتہائی کم ہے۔

جناب والا! شاید یہ بات جناب وزیر تعلیم کے علم میں ہو گی کہ صوبے میں سینکڑوں ایسے سکول موجود ہیں جن کی عمارتوں کو محکمہ تعلیم نے خطرناک قرار دے دیا ہے مگر وہاں درس و تدرس کا سلسلہ اس وقت بھی جاری ہے اگر ان خطرناک قرار دیے گئے سکول کی عمارات کو از سر نو تعمیر نہ کیا گیا تو

ممکن ہے کہ بہت سے حادثات، جان لیوا ثابت ہوں، اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ محکمہ تعلیم کو اس طرف توجہ دینی چاہیے تھی مگر محکمہ اس طرف توجہ دینے میں ناکام رہا۔

جناب والا! اس وقت ہمارے صوبہ میں لاتعداد سکول اور کالج ایسے ہیں جن میں زیر تعلیم طلباء کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہاں پر عمارات انتہائی ناکافی ہیں اور اس کی وجہ سے طالبعلموں کو گرمیوں میں دھوپ میں بیٹھ کر اور سردیوں میں شدید سردی میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے اس لئے میری گزارش ہے کہ سکولوں اور کالجوں کی ضروریات کے مطابق ان کی عمارات میں توسیع کی جانی چاہیئے۔

جناب والا! ہمارے شہروں میں جو درسگاہیں ہیں وہاں پر طلبہ اور طالبات بہت زیادہ ہیں اس سلسلہ میں میری گزارش ہے کہ شہروں کے ارد گرد چھ، چھ، اور سات، سات میل کے فاصلے پر جو سکول موجود ہیں ان کے درجہ کو بڑھا دیا جائے تاکہ شہروں میں موجود سکولوں اور کالج میں جن میں طلباء کی تعداد گنجائش سے زیادہ ہے ان میں طلباء کے دباؤ اور رش کو کم کیا جا سکے۔

جناب والا! اس وقت ہمارے صوبے میں یہ صورتحال پائی جاتی ہے کہ دیہاتوں میں قائم کئے گئے مدارس میں سائنس ٹیچرز موجود نہیں ہیں اور سائنس ٹیچرز نے ایسے ذرائع اختیار کر کے اپنی تقرریاں شہروں میں کروا لی ہیں اور شہروں کے سکولوں میں اس وقت سائنس ٹیچر کی تعداد مقررہ تعداد سے زیادہ ہے جبکہ دیہاتوں میں موجود ثانوی سکولوں میں سائنس ٹیچر نہ ہونے کے برابر ہیں جس کی وجہ سے دیہاتوں کے ان بچوں کو جو سائنس کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کو شہروں کا رخ اختیار کرنا پڑتا ہے اس مسئلے کی طرف فوری طور پر توجہ دی جانی چاہیے۔ دیہاتوں اور شہروں میں سائنس کے اساتذہ کا تناسب اسی طرح کا ہونا چاہیئے جس طریقہ سے ان کی سیٹوں کی منظوری کی گئی ہے۔

جناب والا! اسی طرح عربی تعلیم کو بڑی اہمیت دی جا رہی ہے لیکن اس وقت ہمارے مدارس عربی کے اساتذہ سے خالی پڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے گزارش ہے کہ تمام مدارس میں عربی کے اساتذہ کے تقرر کی طرف فوری توجہ دی جائے اگر آپ عربی کی تعلیم کو فروغ دینے میں مخلص ہیں تو پھر آپ کو تعلیمی اداروں میں عربی کے اساتذہ کا بھی تقرر کرنا چاہیئے۔

جناب والا! ہمارے صوبے میں فنی تعلیم کے فروغ پر کروڑوں روپے خرچ کئے جا رہے ہیں مگر بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن میں بے شمار بد عنوانیاں اور دھاندلیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت اس طرف قطعاً" کوئی توجہ نہیں دے رہی۔ جناب والا! میں صوبہ کے زنانہ پرائمری

سکولوں کی معلمات کے بارے میں میں عرض کرنا چاہونگا جو اکثر سکولوں سے غائب رہتی ہیں مگر گھر بیٹھے تنخواہیں وصول کرتی ہیں اس وقت صوبے میں سینکڑوں ایسے زنانہ پرائمری مدارس موجود ہیں جنہوں نے آج تک ان معلمات کی شکل تک نہیں دیکھی مگر خزانہ سرکار سے باقاعدہ طور پر ان کی تنخواہیں حاصل کی جا رہی ہیں اور یہ سب کچھ محکمہ تعلیم کے بد عنوان عملہ کے ساتھ ملی بھگت اور ساز باز سے ہو رہا ہے۔ جناب وزیر تعلیم اس طرف ہنگامی بنیادوں پر توجہ دیں تاکہ دیہاتوں میں تعلیم نسواں کی طرف بھرپور توجہ دی جا سکے۔ اس سلسلہ میں میری یہ تجویز ہے کہ سنٹروں کی سطح پر ان معلمات کے لئے ہوسٹل تعمیر کئے جائیں اور ان سنٹر کی جو ہیڈ مسٹریس ہیں ان کو ان کا نگران مقرر کر دیا جائے تاکہ معلمات ہر وقت علاقے میں موجود رہیں اور بر وقت ان سکولوں میں جاکر تعلیم کا سلسلہ جاری کر سکیں۔

جناب سپیکر: آخر میں چونکہ وقت بہت کم ہے اس لئے اپنے صوبہ میں موجود امتحانات کے طریقہ کار کے بارے میں عرض کرنا چاہوں گا جو انتہائی ناقص ہے۔ جس کی وجہ سے ناجائز ذرائع استعمال کرنے والوں کو بے وسیلہ طالبعلموں کے مقابلہ میں زیادہ سہولتیں میسر ہیں اس طرح وہ بے وسیلہ طالبعلموں کی حق تلفی کا باعث بنتے ہیں۔ امتحانات میں نقل کرنے اور نقل کروانے کا رجحان اس قدر زیادہ ہے کہ اگر آپ طالب علموں کو انصاف دینا چاہتے ہیں تو آپ کو امتحانات کے نظام میں انقلابی تبدیلیاں کرنا ہوں گی۔

جناب والا! اس وقت صورت حال یہ ہے کہ امتحانی مراکز فروخت ہوتے ہیں۔ اور جو سپرنٹنڈنٹ کسی امتحانی مرکز کی سب سے زیادہ بولی دیتا ہے اس کو وہی امتحانی مرکز الاٹ کر دیا جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے امتحانی نظام میں ہمارے امتحانات کے نظام میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں ان کو دور نہیں کیا جا سکا۔ میں جناب وزیر تعلیم سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ اس امتحانات کے طریقہ میں کوئی مناسب تبدیلیاں لائیں تاکہ تمام طالب علموں کے ساتھ انصاف کیا جا سکے۔ شکریہ۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! تھوڑا سا اور وقت دے دیا جائے تاکہ پانچ پانچ منٹ میں دونوں سپیکرز بھگت جائیں انہوں نے بھی وعدہ کیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پندرہ منٹ کا آپ نے فرمایا تھا معمولی حالات میں وقت بڑھا دیا جائے۔

وزیر قانون: سوا ایک بجے یا ایک بجکر بیس منٹ تک یہ ختم کر لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ غلام سرور خان صاحب۔

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر! میں وقت کی کمی کے پیش نظر مختصراً گزارش کرنا چاہوں گا۔ میری یہ کٹوتی کی تحریک محکمہ تعلیم کے مطالبہ زر نمبر 15 جس میں 5 ارب 58 کروڑ 78 لاکھ 20 ہزار روپے مختص کیا گیا تھا سے متعلق ہے۔ موجودہ حکومت کا جو پانچ نکاتی پروگرام ہے اور جس پر حکومت سختی سے عمل کرنے کا وعدہ کر رہی ہے، سختی سے عمل کرنے کی کوشش کر رہی ہے اس میں خصوصی توجہ محکمہ تعلیم پر دی گئی ہے۔ موجودہ بجٹ کے ترقیاتی پروگرام میں بھی ایک تہائی محکمہ تعلیم کیلئے 5 ارب 58 کروڑ 78 لاکھ 20 ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ لیکن میں گزارش کرنا چاہوں گا کہ جس طرح محکمہ تعلیم کے لئے رقومات رکھی گئی ہیں محکمہ تعلیم کی پالیسی پر اسی طرح سختی سے عمل درآمد موجودہ حکومت سے نہیں ہو سکا۔

جناب سپیکر! موجود حکومت کی پالیسی ہے، دیہی حلقوں میں ہر یونین کونسل میں کم از کم ایک لڑکیوں کا اور ایک لڑکوں کا ہائی سکول ہونا چاہیے۔ لیکن صورت حال بالکل اسے کے برعکس ہے۔ اس کی مثال میں اپنے حلقہ کی پانچ یونین کونسلوں کی پیش کروں گا۔ میرے حلقہ میں پانچ یونین کونسلیں اور اس وقت بھی ایسی موجود ہیں جن میں لڑکیوں اور لڑکوں کا کوئی ہائی سکول نہیں ہے۔ اس پر اپنی مقامی حکومت اور وزیر تعلیم سے گزارش کروں گا کہ آپ اپنے وزیراعظم کے پانچ نکاتی پروگرام، جس میں تعلیم کو سرفہرست رکھا گیا ہے اس پر خصوصی توجہ دیں اور اس پر سختی سے عمل کرانے کی کوشش کریں۔

جناب سپیکر! اسی طرح پرائمری ایجوکیشن کے لئے ہمارے صوبہ میں 2 ارب 82 کروڑ 61 لاکھ 970 روپے کی ڈیمانڈ رکھی گئی ہے۔ جناب سپیکر! موجودہ حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ ہر دیہات میں ایک لڑکیوں کے پرائمری سکول کا اجرا کیا جائے۔ اور ہر دیہات میں لڑکوں کے مکتب سکول کا اجرا کیا جائے۔ جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ پرائمری سکولوں کی عمارات کی تعمیر کے لئے موجودہ حکومت نے اس سال میں ڈیڑھ لاکھ کی رقم مختص کی ہے۔ میرے خیال میں یہ رقومات بہت زیادہ ہیں۔ ڈیڑھ لاکھ میں جو حکومت نے دو کمرے ایک برآمدہ اور چار دیواری رکھی ہے۔ یہی بلڈنگ ہم گزشتہ سالوں میں پراجیکٹ کمیٹی کے ذریعہ 60 ہزار میں تعمیر کرواتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں میں تجویز پیش کروں گا کہ اسی رقم میں سے چار کمروں کی عمارت پرائمری سکولوں کی بنوائی جائے۔ اسی

طرح مکتب سکولوں کے لئے جو حکومت کی پالیسی ہے میں تو گزارش کروں گا کہ مکتب سکولوں کی پالیسی ختم کر دی جائے جس طرح لڑکیوں کے پرائمری سکولوں کا اجرا ہر دیہات میں کیا جاتا ہے اسی طرح لڑکوں کے لئے بھی پرائمری سکولوں کا اجرا ہر دیہات میں ہونا چاہیئے۔

جناب سپیکر! ڈیمانڈ نمبر 15 کے صفحہ 534 پر سپیشل سکولز کے لئے 6 کروڑ 1 لاکھ 96 ہزار 140 روپے رکھے گئے ہیں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ وہ سپیشل سکولز کون سے ہیں۔ میرے خیال میں تو یہ سپیشل سکولز صرف کاغذوں میں ہیں۔ ہم نے عملی طور پر کہیں کوئی سپیشل سکول نہیں دیکھا۔ کم از کم میرے ضلع میں ان سپیشل سکولوں کا کوئی وجود تک نہ ہے۔ میں جناب وزیر تعلیم سے یہ گزارش کرنی چاہوں گا کہ سپیشل سکولز کے متعلق یہ وضاحت فرمائیں کہ وہ کون سے سکولز ہیں جن کے لئے اتنی بھاری رقومات رکھی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح صفحہ نمبر 550 پر سپورٹس اینڈ ریکری ایشن کی سہولیات کے لئے 3 کروڑ 7 لاکھ 41 ہزار 190 روپے رکھے گئے ہیں اس سلسلے میں میں اپنے وزیر تعلیم سے وضاحت چاہوں گا کہ یہ کون سی مد ہے۔ اس بارے میں ذرا تفصیل سے عرض کریں۔

جناب سپیکر یہ تین سالہ ترقیاتی پروگرام جو کہ وزیراعظم کے پانچ نکاتی پروگرام کا ایک حصہ ہے اس میں ہمارے ضلع راولپنڈی کے لئے جو Allocation کی گئی ہے اس میں لڑکوں کے لیے پرائمری سے مڈل اپ گریڈیشن تین سالوں میں نہ رکھی گئی ہے جب کہ بجٹ کے کتابچہ میں پنجاب کے لئے سو سو سکولز رکھے گئے ہیں۔ میں وزیر تعلیم سے یہ وضاحت چاہوں گا کہ کیا وجہ ہے کہ ہمارے پسماندہ ضلع کو اس لحاظ سے محروم رکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں بھی وضاحت فرمائیں۔

جناب سپیکر! اسی بجٹ کے کتابچہ میں ڈی -ای -او (زنانہ) کے دفتر کی عمارات کے لئے حکومت کے جاری پروگرام میں پچھلے سال 24 لاکھ 80 ہزار روپے رکھے گئے تھے جن میں سے راولپنڈی کے ڈی - ای او (زنانہ) کا دفتر بھی تعمیر ہونا تھا اور اسی سال حکومت نے انہی تینوں ڈی۔ او صاحبان کی عمارات کے لئے 30 لاکھ روپے رکھے ہیں۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے راولپنڈی ضلع میں ابھی تک ڈی - او (زنانہ) کے دفتر کی تعمیر نہ شروع ہو سکی ہے اور نہ ہو رہی ہے۔ اس کے متعلق بھی وزیر تعلیم وضاحت فرمائیں کہ یہ چیز صرف کاغذوں پر ہی ہے عملی طور پر اس کا کچھ نہیں ہو رہا۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر! کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوئے)

جناب سپیکر! جس طرح ڈسٹرکٹ ڈویلپمنٹ کمیٹی بنائی گئی ہے یا جس طرح ڈسٹرکٹ ریکروٹمنٹ

کمیٹی بنائی گئی ہیں اسی طرح میں تجویز پیش کروں گا کہ ہر ضلع میں جو ہمارے سکولز یا کالجز چل رہے ہیں ان کے لئے فرنیچرز یا سٹیشنری کی جو بھی خریداری ہونی چاہیئے اس کے لئے ضلعی سطح پر ڈسٹرکٹ پرچیز کمیٹی کی تشکیل ہونی چاہیئے۔ میں جناب وزیر تعلیم سے گزارش کروں گا کہ میری اِس ادنیٰ سی گزارشات پر خصوصی توجہ دیں۔

جناب سپیکر: چودھری محمد رفیق صاحب

جناب محمد رفیق: جناب سپیکر! 1857ء کی جو جنگ آزادی تھی جنگ آزادی کے بعد انگریز نے ہندوستان پر اپنا تسلط جب پوری طرح سے جمانا چاہا تو اس نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ تھا۔ Doctrine of divide and rule کو ایجاد کیا۔ Doctrine of divide and rule کے پیچھے جو محرکات تھے ان میں پہلا محرک یہ تھا کہ کچھ لوگوں کو نوازنے کے لئے جاگیریں عطا کیں۔ پھر ہمارے جو دینی Schools of Thought تھے اس میں تفریق پیدا کرنے کے لئے کامیابی حاصل کی۔ تیسرے اس نے 1837ء میں لارڈ میکالے کا وہ نظام تعلیم رائج کیا جس کو عرف عام میں بابو طبقہ پیدا کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ انگریز کی مخصوص مفادات کے مقاصد تھے۔ جس کے لئے اس کو ضرورت تھی کہ کالوں پر کالوں ہی کے ذریعے حکومت کی جائے۔

جناب سپیکر! مجھے نظر آرہا ہے کہ تھوڑی دیر بعد آپ مجھے تقریر بند کرنے کے لئے کہیں گے۔ میری تقریر میں تنقید کم ہے اور اس میں' میں ایک متبادل پالیسی دینا چاہتا ہوں جو نہایت مناسب اور موزوں ہے۔ جس پر عمل کیا جائے تو جملہ خرابیاں دور کر کے تعلیمی نظام میں انقلابی اقدام کر سکتے ہیں اور بہتری کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے میری درخواست ہے کہ اگر کچھ وقت بڑھا دیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہو گی۔

جناب والا! میں اپنی تقریر کو مختصر کرتے ہوئے اشارات پر آتا ہوں' کیونکہ شاید میں اس وقت اپنی تقریر کو پورا نہ کر سکوں۔ چنانچہ انگریز نے جو Doctrine of divide and rule کو ایجاد کیا تھا اور کالوں پر کالوں ہی کے ذریعہ سے حکومت کرنے کی جو سوچ تھی' آج بھی بعینہ اسی سوچ' اسی پروگرام اور اسی نظام تعلیم پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ Divide and rule آج بھی اسی طرح سے جاری و ساری ہے۔ جناب سپیکر! ہمارے ہاں آج دوہرا نظام تعلیم رائج ہے' انگریزی اور اردو۔ جناب والا! ہمارے صوبے کی پچھتر فی صد سے بھی زائد آبادی انگریزی سکولوں یا اعلیٰ درس گاہوں میں اپنے

بچوں کو تعلیم دلوانے کی متحمل ہی نہیں ہو سکتی۔ جناب سپیکر! آپ تصور کریں کہ ہمارے ملک اور خصوصاً" ہمارے صوبے کے ساٹھ فی صد سے زائد بچے سکولوں میں داخلہ ہی نہیں لے سکتے۔ اس لئے کہ سہولتیں موجود نہیں' یا ان کی معاشی حالت ایسی نہیں کہ وہ سکولوں میں داخلہ لے سکیں۔ وہ ساٹھ فی صد بچے جو داخلے سے محروم رہتے ہیں' اپنے والدین کے ساتھ یا کھیتوں میں کام کرتے ہیں' ہوٹلوں میں کام کرتے ہیں' بوٹ پالش کرتے ہیں' ٹائروں پر پنکچر لگاتے ہیں یا دوسرے صنعتی اداروں میں کام کرتے ہیں۔ جن بچوں کو سکولوں میں ہونا چاہیے وہ تلاش روزگار میں' یا اپنی معاشی حالت کو بہتر کرنے یا زندہ رہنے کے لئے سکولوں میں تو نہیں جاتے' کام کرنا ان کی مجبوری ہے۔ جناب سپیکر! سب سے پہلی بات جو ہمارے نظام تعلیم میں ایک انقلابی تبدیلی لانے والی بات ہے' وہ یہ ہے کہ ان ساٹھ فی صد بچوں کو سکولوں میں لایا جائے جو کہ مجبور ہیں اور سکولوں میں داخلہ نہیں لے سکتے۔ پانچ نکاتی پروگرام کا بہت ڈھنڈورہ پیٹا جا رہا ہے اور اربوں روپے نئی روشنی سکولوں کی سکیم کے تحت خرچ کیے جا رہے ہیں۔ کیا بہتر نہیں ہوگا کہ ان بچوں کے لئے سہولتیں پیدا کی جائیں' سکولوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے' اساتذہ کی تعداد میں اضافہ کیا جائے؟ ایک نسل کو جو کہ ہمارے لئے قربانی دے چکی ہے' اگر نئی روشنی سکولوں کے ذریعے انہیں صرف دستخط کرنا سکھانا ہی مقصود ہے' اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ موجودہ نسل جو برباد ہو گئی ہے جس کے ساٹھ فی صد بچے بوجہ اپنی مجبوریوں کے سکولوں میں داخلہ ہی نہیں لے سکتے' ان بچوں کو سکولوں میں لایا جائے۔ جناب سپیکر! ان ساٹھ فی صد بچوں کے علاوہ جو کہ داخلہ نہیں لے سکتے' دس لاکھ ایسے بچے بھی ہیں کہ جو داخلہ لینے کے بعد انہی معاشی مجبوریوں کے تحت سکول چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کو بھی سکولوں میں واپس لایا جائے۔ اس کے لئے میں تجویز پیش کروں گا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ خواندگی کے تناسب کو بڑھایا جائے تو اس کے لئے لازمی ہے کہ ایک خاص عمر تک' میں تو یہ کہوں گا کہ میٹرک تک ہر بچے اور بچی کے لئے تعلیم لازمی اور مفت قرار دی جائے۔ اگر میٹرک تک ممکن نہ ہو تو یہ انتہائی ضروری ہے کہ ایک خاص عمر تک کی حد مقرر کی جائے اور اس حد تک بچوں اور بچیوں کے لئے سکول کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ تب کہیں جا کر ہم اپنی خواندگی کے تناسب کو بہتر کر سکتے ہیں۔ ان نئی روشنی کے ذریعے ہم قطعی طور پر خواندگی کے تناسب کو نہیں بڑھا سکتے۔ جناب سپیکر! جو بچے سکولوں میں چلے جاتے ہیں' ان میں سے صرف دو فی صد بچے ایسے ہیں جو کہ اعلیٰ تعلیم کا رجحان رکھتے ہیں۔ یا اعلیٰ تعلیم کے لئے وہ اعلیٰ درسگاہوں میں داخلے لے سکتے ہیں۔ ان میں سے بھی بیشتر تعداد ایسی ہوتی ہے جو کہ اعلیٰ تعلیمی درسگاہوں میں داخلہ

ہی نہیں لے سکتی۔ جناب سپیکر! میں نے ابھی خواندگی کے تناسب کا ذکر کیا تھا۔ اس کے لئے میں یہ عرض کروں گا کہ ریکارڈ پر یہ بات ہے کہ قیام پاکستان کے وقت ہمارا خواندگی کا تناسب 37 فی صد تھا جو بعد میں گر کر حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق 27 فی صد رہ گیا ہے لیکن غیر سرکاری اطلاعات کے مطابق' جن کو میں زیادہ مصدقہ سمجھتا ہوں' خواندگی کا تناسب صرف گیارہ فی صد رہ گیا ہے۔ جناب سپیکر' اس کے محرکات ہیں۔ حالانکہ قیام پاکستان کے بعد سے لے کر آج تک ہمارا خواندگی کا تناسب بڑھنا چاہیئے تھا وہ گر کر یہ گراف گیارہ فی صد تک کیوں آگیا ہے کہ گیارہ فی صد تک رہ گیا ہے' اس کی بنیادی وجوہات یہ ہیں کہ مناسب تعلیمی سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے یا معاشی ضروریات کے تحت بچوں کو سکولوں میں نہیں بھیجا جاتا اور نہ ہی حکومت نے کوئی ایسی پالیسی بنائی ہے کہ تعلیم لازمی کی جائے۔ جناب سپیکر! نظام تعلیم میں بنیادی تبدیلیاں لانا انتہائی ضروری' بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ناگزیر ہیں۔ ہماری جتنی یونیورسٹیاں یا بورڈ ہیں' ایک تو ان کا تعلیمی سلیبس یکساں ہونا چاہیئے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! مجھے بھی وقت چاہیئے' سوا ایک ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب' وقت کا خیال فرمایئے گا۔

جناب محمد رفیق: میں نے گزارش کی تھی کہ کچھ وقت بڑھا دیا جائے۔ ٹریژری بنچوں پر کوئی قیامت نہیں ٹوٹ پڑے گی اگر تھوڑا سا وقت اور بڑھا دیا جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب' اگر آپ دو تین منٹ میں ختم کر لیں تو آپ کی مہربانی ہو گی۔ ہم ایوان کو بروقت ملتوی کر سکیں گے۔

جناب محمد رفیق: جناب سپیکر! بہت ضروری باتیں کرنی تھیں جو کہ میرے خیال میں اصلاح کے لئے بہت معاون ثابت ہوتیں' سود مند ثابت ہوتیں اور حکومت کے لئے فائدہ مند بھی ثابت ہوتیں۔ بہرحال میں آخری بات کو لیتا ہوں۔ میں وزیر تعلیم کو اس بات پر مبارک باد دیتا ہوں جس کا سہرا ان کے سر ہے کہ یہاں پر میرٹ سسٹم جاری کیا گیا۔ یہ بھی تنازع رہا ہے کہ یہ مسلم لیگ کا پروگرام تھا۔ بہرحال میرٹ سسٹم ایک بہت اچھا سسٹم ہے۔ ہم اس کی حمایت بھی کرتے ہیں اور تعریف بھی۔ لیکن جناب سپیکر! میرٹ سسٹم سے جو مفاد پہنچنا چاہیئے' وہ قطعی نہیں پہنچ رہا۔ کیونکہ نظام تعلیم میں نیچے سے لے کر یونیورسٹیوں اور بورڈ کی خفیہ برانچوں تک کورپشن موجود ہے۔ جیسا کہ مجھ سے پہلے میرے ایک دوست نے کہا' امتحانی مراکز بھی فروخت ہوتے ہیں۔ جہاں پر پرچے باہر سے حل ہو کر آئیں'

جہاں پر پرچے پیسے لے کر دیکھے جائیں اور ان کے نمبر لگیں وہاں میرٹ سسٹم کا کیا فائدہ رہ جاتا ہے؟ وہ لوگ یہاں رہ جاتے ہیں جو اپنی محنت پر ہی شاکر ہوتے ہیں یا جن کا سارا دارومدار اپنی محنت پر ہی ہوتا ہے۔ میرٹ سسٹم کے تحت انہیں پھر اعلیٰ تعلیمی درسگاہوں میں داخلے نہیں ملتے۔ جناب سپیکر! میں آخر میں یہ بھی کہوں گا کہ یہ ضروری ہے کہ نظام تعلیم کو بدل کر انگریزی سے اردو میں منتقل کیا جائے۔ جب کہ ہمارے آئین میں موجود ہے کہ 1988ء تک اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے گا۔ انگریزی دان یا حکمران طبقے کا اعتراض یہ ہے کہ اردو جدید علوم اور سائنسی علوم کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ میں مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد میں چالیس سال سے اردو ذریعہ تعلیم موجود ہے اور کراچی میں بھی اردو ذریعہ تعلیم ہے تو اردو جدید سائنسی علوم کی متحمل کیوں نہیں ہو سکتی؟ بات صرف اتنی ہے کہ انگریزی دان طبقہ جو دو فی صد سے کم ہے وہ 98 فی صد پر حکمرانی کرنا چاہتا ہے' انہیں اپنی سیاسی اور معاشی غلامی میں رکھنا چاہتا ہے۔

جناب سپیکر! انگریزی دان طبقہ انگریزی سے جو 2 فیصد سے کم ہے وہ 98 فیصد آبادی کو اپنی سیاسی اور معاشی غلامی میں رکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے اردو کی مخالفت ہو رہی ہے اور اردو کو ذریعہ تعلیم نہیں بنایا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! میں اس معزز ایوان کے سامنے یہ گزارش کروں گا اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ خواندگی کی شرح بڑھے' اور روزگار کے ذرائع بذریعہ تعلیم ہر عام و خاص کو' خصوصاً" دیہی آبادی کے جو لوگ ہیں' جو 75 % آبادی پر مشتمل ہیں۔ ان کو روزگار کے مواقع حاصل ہوں تو میں یہ ضروری ہے کہ ان کے لئے یکساں معیار دیا جائے۔ اگر یکساں معیار نہیں دیا جا سکتا تو یہ مطالبہ کروں گا کہ دیہاتی آبادی کی بنیاد پر اعلیٰ تعلیمی درسگاہوں میں ان کے داخلہ کا کوٹہ مقرر کیا جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب شکریہ۔

سید طاہر احمد شاہ: چونکہ 5 منٹ زائد ہو گئے ہیں اس لئے میں آپ سے درخواست کرونگا کہ میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ چونکہ فاضل وزیر صاحب نے اپنی اختتامی تقریر کرنا ہے اس لئے 15 منٹ کے لئے وقت بڑھا دیا جائے۔ تاکہ وہ تفصیل کے ساتھ بات کر سکیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب انہیں جواب دینے دیں۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے جواب دینے کے لئے وقت عطا فرمایا اور حقیقت یہ ہے کہ زیادہ وقت اپوزیشن ممبران نے لیا۔ ان کے اعتراضات تھے ان کا میں

جواب حرف بحرف دیتا' لیکن وقت کی کمی کے باعث میں ان کے مشوروں کا شکریہ ادا کر سکتا ہوں۔ اور جو تنقید انہوں نے کی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں نے تحریک پیش کی ہے کہ وقت بڑھا دیا جائے تاکہ راجہ صاحب تفصیل کے ساتھ جواب دے سکیں۔

جناب سپیکر: آپ وزیر تعلیم کی تقریر کے لئے کیوں فکر مند ہیں؟

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! ہمیشہ طریقہ کار یہ رہا ہے کہ ہر ممبر کی ہر تقریر کا جواب نہیں دیا جاتا بلکہ وزیر تعلیم صاحب' وزیر قانون صاحب' وزیر خزانہ صاحب' ممبران کے اٹھائے گئے اعتراضات کا نوٹس لیتے ہیں اور ان کی تکالیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اتنا ہی کافی ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: وزیر تعلیم صاحب ارشاد فرمائیں۔ آپ سے یہ کہونگا کہ آپ وزیر تعلیم کی تقریر میں مداخلت نہ کریں۔

وزیر تعلیم: محکمہ تعلیم کے مطالبہ زر میں ایک روپے کی علامتی تخفیف زر کی تحریک پیش کی ہے چونکہ ان کی نظر میں محکمہ تعلیم بھاری اخراجات کے باوجود ناخواندگی کو ختم کرنے میں ناکام رہا ہے۔ یہی وہ باعث تھا جس پر کٹ موشن آئی ہے۔ اور میں ممبران حزب اختلاف کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہر محکمہ پر تنقید کی ہے اور حکومت خوش دلی سے ان کی تنقید کو خوش آمدید کہتی ہے اور انشاء اللہ جو ان کا مفید مشورہ ہوگا اس کی ہم تعمیل کریں گے۔ تعلیم صوبے کا اجتماعی مسئلہ ہے۔ اس میں قوم کی ترقی اور مستقبل کا انحصار ہے صوبے کے عوام کو بہتری کے لئے حکومت یہ چاہتی ہے کہ تعلیم کو سیاست سے الگ تھلگ رکھا جائے تاکہ قوم کے نونہالوں کو درست طور پر قابل فخر شہری بنایا جا سکے۔ تعلیم کا فروغ ہمارے لئے دینی فریضہ ہے اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ایک بے علم نہ خود شناس ہو سکتا ہے نہ ملک شناس ہو سکتا ہے اور نہ ہی خدا شناس قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں بار بار حصول تعلیم اور تعلیم کی فضیلت کا حکم ہوا ہے اور یہ حکومت ان ارشادات کو انشاء اللہ عملی جامہ پہنائے گی۔ اور ان پر پورا پورا عمل کریگی۔ اس مقصد کے لئے حکومت نے جو پالیسی تشکیل دی ہے اس کے بارہ میں' میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہونگا کہ حکومت پنجاب کو تعلیمی پسماندگی کا احساس ہے بلکہ اسے دور کرنے کے لئے بھرپور کوشش کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے مسلم لیگ کی حکومت برسر اقتدار آئی ہے۔ صوبہ پنجاب میں تعلیم کی مد میں خرچ

ہونے والی رقوم میں کم و بیش دو ارب روپے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اڑھائی ہزار مکتب سکول کھولے گئے ہیں۔ دو ہزار سے زائد نئے گرلز سکول کھولے گئے ہیں۔ پرائمری سکولوں کو مڈل اور مڈل سکولوں کو ہائی سکول کا درجہ دیا گیا ہے۔ ترقی کی اس رفتار کو جاری رکھتے ہوئے موجودہ بجٹ میں پچھلے سالوں سے بھی زیادہ رقم مختص کی گئی ہے۔ غیر ترقیاتی بجٹ میں 558 کروڑ اور ترقیاتی بجٹ میں انشاء اللہ 116 کروڑ روپے خرچ کئے جا رہے ہیں۔ اگرچہ صوبہ پنجاب کو مہیا ہونے والے وسائل کے پیش نظر یہ ایک بہت بڑی رقم ہے جو شعبہ تعلیم پر خرچ ہو رہی ہے مگر جب اس کا باقی دنیا کے ممالک کے ساتھ تقابلی موزانہ کیا جاتا ہے تو ہم بہت پیچھے نظر آتے ہیں۔ اس سلسلہ میں میں جناب وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر کا حوالہ دیتا ہوں اور اس معزز ایوان کی توجہ اس امر کی طرف دلوانا چاہتا ہوں کہ پاکستان اپنی قومی آمدنی کا صرف 2 فیصد شعبہ تعلیم پر خرچ کر رہا ہے۔ جب کہ جاپان 5.8 فی صد' جنوبی کوریا 1ء4 فی صد' ہندوستان 2ء3 فی صد' ایران 5ء7 فی صد اور ملائیشاء 8ء5 فی صد خرچ کر رہا ہے۔ دنیا کے باقی ترقی پذیر ممالک بھی پاکستان سے کہیں زیادہ وسائل شعبہ تعلیم پر صرف کر رہے ہیں۔ وسائل کی کم یابی اور ماضی میں حکومتوں کی عدم توجہی کی وجہ سے شعبہ تعلیم پسماندگی کا شکار رہا ہے۔ وزیراعظم نے اپنے 5 نکاتی پروگرام میں شعبہ تعلیم کو سرفہرست رکھا ہے۔ وزیر اعظم پاکستان کے پانچ نکاتی پروگرام کے 1990 تک انشاء اللہ کوئی ایسا گاؤں نہیں ہو گا جس کی آبادی 500 نفوس پر مشتمل ہو اور اس میں لڑکیوں کا پرائمری سکول نہ ہو۔ اسی طرح کوئی ایسی بستی نہ ہو گی جس کی آبادی 250 نفوس پر مشتمل ہو اور اس میں کم از کم ایک لڑکوں کا مکتب سکول نہ ہو۔ گویا سکولوں کا سارے صوبے میں ایک وسیع جال بچھا دیا جائیگا' جس سے یہ ممکن ہو سکے گا کہ سکول جانے کی عمر کا کوئی بچہ پرائمری تعلیم کی سہولت سے محروم نہیں رہے گا۔

جناب سپیکر! محکمہ تعلیم حکومت کے فراہم کردہ وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ناخواندگی کے خلاف برسرپیکار ہے ہر سال جہاں ہزاروں کی تعداد میں پرائمری سکول کھولے جا رہے ہیں وہاں موجودہ سکولوں کا درجہ بڑھایا جا رہا ہے۔ نومبر 1986ء کے سروے کے مطابق صوبہ پنجاب میں 51193 مدارس چل رہے تھے۔ جن میں سے 25580 لڑکوں کے سکول' 18024 لڑکیوں کے سکول اور 7500 مسجد مکتب سکول شامل ہیں ان میں اس وقت 3792454 طلبا اور طالبات زیور تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں ان میں تقریباً" 24 لاکھ لڑکے اور تقریباً" 14 لاکھ لڑکیاں شامل ہیں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب آپ کتنا وقت اور لیں گے؟

وزیر تعلیم: دس پندرہ منٹ مجھے درکار ہیں۔

جناب سپیکر: وقت مزید 15 منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر تعلیم: ناخواندگی کا مکمل خاتمہ چھٹے پانچ سالہ منصوبے کا ہدف نہیں تھا۔ یہ ہدف تو انشاء اللہ سن دو ہزار عیسوی میں حاصل کیا جائے گا۔ جناب وزیراعظم پاکستان نے 31 دسمبر 1985ء کو قوم کے نام اپنے خطاب میں جون 1990ء تک پچاس فی صد آپ سے کم صفحات ہیں جو آپ نے پڑھے ہیں۔ یہ پالیسی سٹیٹمنٹ ہے اس کا ایک ایک حرف پڑھا جاتا ہے۔ حکومت کی پالیسی ہمیشہ لکھ کر بیان کی جاتی ہے۔ جناب وزیراعظم پاکستان نے 31 دسمبر 1985ء کو قوم کے نام اپنے خطاب میں جون 1990ء تک پچاس فی صد شرح خواندگی کے حصول کو ہدف ٹھہرایا ہے۔ محکمہ تعلیم کی بھرپور کوشش ہے کہ اس ہدف کو مقررہ میعاد میں حاصل کر لیا جائیگا۔ حکومت پنجاب نے تو جنگی بنیادوں پر ناخواندگی کے ناسور سے نپٹنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ جس کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں۔

حکومت نے ایسے تمام اساتذہ اور اسسٹنٹ ایجوکیشن افسروں کومالی مراعات دینے کا فیصلہ کیا ہے جو پرائمری کی سطح پر زیادہ سے زیادہ بچوں کو داخلے کی مقرر کی گئی حد حاصل کرنے میں اول اور بعدازاں داخل ہونے والے بچوں کو مؤثر خواندگی حاصل کر لینے تک سکول میں رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ دیہی علاقوں میں واقع لڑکوں کے پرائمری سکولوں، مڈل سکولوں اور ہائی سکولوں کے پرائمری حصہ میں کام کرنے والے اساتذہ کو کسی گاؤں کے سکول میں قابل ادخال عمر کے بچوں کی 98 فی صد تعداد کو پہلی جماعت میں داخل کرانے پر ایک پیشگی ترقی دی جائے گی۔

جناب فضل حسین راہی: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! میں آپ کی توجہ ان کی تقریر کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا کہ یہ لفظ بہ لفظ پڑھ کر جواب دے رہے ہیں۔

وزیر تعلیم: جناب والا! ان میں فیکٹس اور فگرز ہیں۔ ان میں اگر کوئی غلط بیانی ہو گئی تو کل آپ تحریک استحقاق پیش کردیں گے۔

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے۔

وزیر تعلیم: آپ رولز دیکھ لیں۔ پالیسی سٹیٹمنٹ لکھی ہوئی پڑھی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: پالیسی سٹیٹمنٹ لکھی ہوئی پڑھی جا سکتی ہے۔

وزیر تعلیم: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ پرائمری حصہ میں کام کرنے والے اساتذہ کو کسی گاؤں کے سکول میں قابل ادخال عمر کے بچوں کی 98 فیصد تعداد کو پہلی جماعت میں داخل کرانے پر ایک پیشگی ترقی دی جائے گی۔ اور اگر پرائمری سکول کسی مڈل سکول یا ہائی سکول کا حصہ ہوں تو مڈل اور ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی اس رعایت کے مستحق ہونگے - داخلہ متذکرہ حد کے درست ہونے کے بارے میں متعلقہ گاؤں کے سکول میں داخل لڑکوں کے والدین کی کمیٹی تصدیق کرے گی اور متعلقہ تحصیل کا ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر قابل داخلہ بچوں کی تعداد کا موازنہ تازہ تین مردم شماری کے ریکارڈ سے کرے گا۔ ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر کے تصدیق نامے کے بعد کوئی استاد پیشگی ترقی لینے کا حقدار ہو گا بشرطیکہ وہ لڑکے جو سکول میں داخل ہونگے وہ تعلیمی سال کے دوران باقاعدگی سے 28 فروری تک سکول میں حاضر ہوتے رہے ہوں۔ اگر وہی سکول کے اساتذہ بشمول سکول ہیڈ ماسٹر اگلے تعلیمی سال کے دوران بھی نئے داخلوں کے 98 فی صد حاصل کر لیں گے تو وہ ایک اور ترقی کے مستحق ہونگے۔ اسی طرح قابل ادخال 98 فی صد بچوں میں سے کم از کم 90 فیصد بچوں کو تیسری جماعت کی تعلیم مکمل کر لینے تک سکول میں حاضر رکھنے کی صورت میں پرائمری شعبہ میں کام کرنے والے تمام اساتذہ کو دو مزید پیشگی ترقیاں دی جائیں گی اور ان سکولوں کے ہیڈ ماسٹر بھی ان ترقیوں کے مستحق ہونگے۔ یہی اصول ہم نے بڑے پیمانے پر دیہات میں واقع لڑکیوں کے سکولوں پر بھی لاگو کیا ہے۔ قابل داخلہ عمر کی لڑکیوں کی 50 فیصد تعداد کو پہلی جماعت میں داخل کرانے پر پیشگی ترقی دی جائے گی۔ اور اس طرح اگلے سال بھی اگر وہ یہ حاضری برقرار رکھ سکیں تو انہیں مزید ایک ترقی دی جائے گی۔ اگر قابل ادخال 50 فیصد بچیوں میں سے کم از کم 90 فیصد لڑکیوں کو تیسری جماعت کی تعلیم مکمل کر لینے تک سکول میں رکھا جائے گا تو پرائمری شعبے کی تمام استانیوں کو دو مزید پیشگی ترقیاں دی جائیں گی۔ ان سکولوں کی ہیڈ مسٹریس بھی ان ترقیوں کی حقدار ہونگی۔ اور جب سکول میں حاضری کی سطح ساٹھ فی صد ہو جائے گی تو سب کو ایک اور اضافی ترقی دی جائے گی۔ اور اسی طرح ستر فیصد حاضری حاصل ہونے پر مزید ایک ترقی ملے گی۔ 80 فیصد حاضری پر مزید ایک ترقی ملے گی اور 90 فیصد حاضری پر مزید ایک ترقی ملے گی۔ یہ استانیاں اور استاد اور ہیڈماسٹریس اس کے حقدار ہونگے۔ یہ تمام جو کچھ میں نے عرض کیا ہے اس سکیم کے تحت اس مہم کو یقینی بنانے کے لئے میں آپ سے یہ عرض کرونگا کہ مقامی قیادت جن میں ایم این اے - ایم پی اے اور سینیٹر حضرات بھی موجود ہیں یہ اپنے علاقے میں اس سلسلے میں Motivation کریں تاکہ اس علاقے کے تمام بچے جو کسی وجہ سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتے وہ ان

سکولوں میں داخلہ لیں تاکہ حکومت کی پالیسی کے تحت وہ بہتر طور پر تعلیم حاصل کر سکیں اور ایک بہتر پاکستانی کی صورت میں پاکستان کی خدمت کر سکیں اس سلسلے میں اور بھی عرض کروں کہ یہ بھی تجویز پیش کی گئی ہے کہ ہر سال بین الاضلاعی مقابلے منعقد کئے جائیں اور وہ اضلاع جو پرائمری سکولوں میں داخلے کی شرح کے لحاظ سے اول' دوم اور سوم آئیں انہیں وزیر اعلیٰ بذات خود انعام دیں۔ اور توقع کی جاتی ہے کہ بھاری تعداد میں نئے سکولوں کے اجراء اساتذہ کرام کو حسن کارکردگی کی بنا پر عطا کردہ مراعات اور عوام کے منتخب نمائندوں کی بھرپور کوشش اور تعاون کے ذریعے نہ صرف جناب وزیراعظم پاکستان کی طرف سے دیئے گئے اہداف حاصل کر لئے جائیں گے بلکہ کم سے کم وقت میں انشاء اللہ نئی نسل کی سو فیصد خواندگی کا اہتمام کیا جائے گا۔ کام مشکل ضرور ہے جناب سپیکر! لیکن ناممکن نہیں۔ اکیلے محکمہ تعلیم کو تو شائد اس منزل تک پہنچنے میں کچھ زیادہ دیر لگے مگر عوامی قیادت کا تعاون میسر ہونے کی صورت میں انشاء اللہ وقت معین سے پہلے ہی یہ منزل طے کر لی جائے گی۔

جناب سپیکر! حکومت پنجاب عبادت سمجھ کر ناخواندگی کے خلاف جہاد شروع کر چکی ہے۔ اور وہ سمجھتی ہے کہ عبادت میں کوتاہی یا سستی' ایک گناہ ہے اور یہ بھی سمجھتی ہے کہ وہ اپنے صوبے کے عوام کے سامنے جوابدہ ہے اور ساتھ ساتھ اس نے اپنے خدا کے سامنے بھی پیش ہونا ہے۔ اسے یہ بھی احساس ہے کہ ہم نے خدا کے سامنے پیش ہونا ہے۔ انشاء اللہ ہم عوام کو مایوس نہیں کریں گے' اور اپنے خدا کے حضور میں بھی کبھی شرمندہ نہیں ہونگے۔ (نعرہ ہائے تحسین) تو میں جناب سپیکر! ! اپوزیشن کے لیڈران کو اس بات کے لئے اشتراک کی دعوت دیتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ پنجاب کی بہتری کے لئے اس سلسلہ میں وہ ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں صرف یہ پوچھنا چاہونگا کہ جناب وزیر تعلیم کی تقریر مہر جیون خاں صاحب نے لکھی ہے یا کرامت علی صاحب نے لکھی ہے؟

وزیر تعلیم: آپ کی تقریر سے بہت بہتر ہے۔ ؟

جناب فضل حسین راہی: اسی لئے میں نے پوچھا ہے کہ آپ ان سے بہتر نہیں لکھ سکتے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے :-

کہ 5 ارب 58 کروڑ 78 لاکھ 20 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر15) تعلیم کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

میرے خیال میں فیصلہ نہ والوں کے حق میں ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: فیصلہ نہ والوں کے حق میں ہے!

جناب فضل حسین راہی: فیصلہ نہ والوں کے حق میں ہے!

جناب سپیکر: آپ اس فیصلے کو چیلنج کرتے ہیں؟

جناب فضل حسین راہی: تقریباً" چیلنج کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: جو صاحبان اس کے حق میں ہیں وہ اپنی سیٹوں پر کھڑے ہو جائیں۔

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف کے ممبران اپنی سیٹوں پر کھڑے ہو گئے)

تشریف رکھیئے۔ جو صاحبان اس کے خلاف ہیں وہ اپنی سیٹوں پر کھڑے ہو جائیں۔

(اس مرحلہ پر حزب اقتدار کے تمام صاحبان کھڑے ہو گئے)

فیصلہ نہ والوں کے حق میں ہے۔ تحریک نامنظور ہوئی۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:۔

کہ ایک رقم جو 5 ارب 58 کروڑ 78 لاکھ 20 ہزار سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988 ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنا پڑیں گے۔

(تحریک منظور کی گئی)

اب اجلاس کل صبح نو بجے تک کے لئے ملتوی ہوتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی 24 جون 1987ء نو بجے صبح تک لئے ملتوی کی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

بدھ، ۲۴ جون ۱۹۸۷ء

(چہار شنبہ ۲۶ شوال ۱۴۰۷ھ)

جلد ۱۰ ...... شمارہ ۱۶

سرکاری رپورٹ

مندرجات

بدھ، ۲۴ جون ۱۹۸۷ء

	صفحہ نمبر
تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ	۹۶۹
اراکین اسمبلی کی رخصت	۹۷۱
سالانہ میزانیہ بابت ۸۸۔ ۱۹۸۷ء	۹۷۴
مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری	۹۷۴

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس

بدھ 24 جون 1987ء

(چہار شنبہ ۲۹ شوال ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 30-8 بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ
كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ
فِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِىْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا
تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا
مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ○ وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ
بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ
وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ۝٣٤ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ
اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ سورۃ النمل آیات ۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴ اور ۳۵

بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اس پر وہ ڈٹے رہے ان پر فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غمزدہ ہو اور جس بہشت کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے اس کے ملنے پر خوشیاں مناؤ۔

ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی تمہارے رفیق وہاں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز تم طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہو گی۔ بخشش والے مہربان خدا کی طرف سے یہ بطور مہمان ہو گا۔

اور اس شخص سے بہتر بات کے سلسلے میں کون ہو گا جو اللہ کی طرف بلائے اور کام بھی اچھے کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں اور اچھائی و برائی برابر نہیں ہو سکتیں تم سختی کا جواب ایسی نرمی سے دو جو نہایت ہی بہتر ہو پس تم دیکھو گے کہ تمہارے اور جس کے درمیان عداوت تھی وہ تمہارا گہرا دوست بن چکا ہے اور یہ ان کو نصیب ہوتا ہے جو صبر و برداشت سے کام لیتے ہیں اور ان ہی کو نصیب ہوتا ہے جو بڑے صاحب نصیب ہوتے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

سید اقبال احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر - جناب والا! نوائے وقت اخبار میں ایک خبر چھپی ہے کہ جناب غلام ربانی صاحب کو دل کا دورہ پڑا ہے اور انہیں لندن کے ہسپتال میں داخل کیا گیا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے غلام ربانی صاحب یہاں پر موجود ہیں اور اپنی سیٹ پر تشریف فرما ہیں - تو جناب والا! میری گزارش ہے کہ ایسی خبر بغیر تصدیق کئے اخبار میں نہیں آنی چاہئے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: پوائنٹ آف آرڈر - جناب سپیکر! اس سے پہلے بھی ہمارے ایک بڑے افسر کے اور ایک معزز وزیر کے متعلق بھی یہی لکھا گیا اور یہ معزز وزیر ایک ایسے ضلع سے تعلق رکھتے ہیں جہاں سے بہت سے لوگ ان کو دیکھنے کے لئے چلے آرہے ہیں اور " نوائے وقت " اخبار میں یہ خبر ہے کہ ان کو دل کا دورہ پڑا ہے اور لندن میں ہسپتال میں داخل ہو گئے ہیں تو جناب والا! میری اس سلسلے میں گزارش ہے کہ اس کے متعلق کچھ نہ کچھ کارروائی کرنی چاہئے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ یہ کوئی ایسی خبر دے دے جس سے ہمارے سارے ملک کا وقار متاثر ہو -

جناب سپیکر: چودھری صاحب! اس کا نوٹس تو جناب ربانی کھر صاحب کو لینا چاہئے - جن کے بارے میں یہ خبر آئی ہے اللہ کا شکر ہے کہ یہ خبر غلط ہے اور ملک صاحب ہمارے سامنے موجود ہیں -

وزیر قانون و تعلیم: جناب والا! میری گزارش ہے کہ ہمارے معزز رکن جناب رفیق حیدر لغاری صاحب کی والدہ فوت ہو گئی ہیں لہذا میں آپ سے استدعا کروں گا کہ مرحومہ کیلئے فاتحہ خوانی کی جائے -

جناب محمد اصغر کوریجہ: جناب والا! میں بھی معزز رکن جناب رفیق حیدر لغاری صاحب کی والدہ کی مغفرت کیلئے دعا کیلئے کہہ رہا تھا -

جناب سپیکر: دعائے مغفرت کی جائے

(اس مرحلہ پر فاتحہ خوانی کی گئی)

سید اقبال احمد شاہ: جناب والا! میری استدعا ہے کہ آپ ہماری عزت اور وقار کے Custodian ہیں لہذا آپ انہیں مشورہ دیں کہ خدارا ایسی خبریں شائع نہ کیا کریں -

جناب سپیکر: شاہ صاحب! یہ واقعہ اسمبلی میں ہونے والی کسی کارروائی کے متعلق نہیں ہے کہ میں پریس کو کوئی ہدایت کروں - یہ اسمبلی کے باہر کا معاملہ ہے - ہاں یہاں کوئی بات کی گئی ہو اور پریس میں

اس کے خلاف کوئی بات چھپ جائے تو ہم اس کا نوٹس لے سکتے ہیں اور پریس گیلری کی طرف سے جو بات چھپے اس بارے میں ہم ان کو یہ درخواست اور ہدایت بھی کر سکتے ہیں لیکن اس ہاؤس کے اور گیلری سے متعلقہ جو بات نہ ہو اس میں نہیں الجھنا چاہئے۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب سپیکر! جناب ربانی کھر صاحب اس اسمبلی کے ایک معزز رکن ہیں اور اس وقت اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں ان کے بارے میں یہ خبر آئی ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! کیا آپ تشریف رکھیں گے ؟

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں آپ کے توسط سے جناب ربانی کھر صاحب کو مبارکباد پیش کروں گا کہ وہ لندن سے دل کے حملے کے بعد اس ایوان میں پہنچ گئے۔ فاضل رکن کل بھی یہاں تشریف رکھتے تھے، مگر آج کے اخبار میں یہ آیا ہے کہ وہ لندن کے ہسپتال میں داخل کر دیئے گئے کیونکہ ان کو دل کا دورہ پڑ گیا ہے تو جناب والا! میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نظر بد سے محفوظ رکھے۔

راجہ محمد خالد خان: ان لوگوں کو شریفانہ اشارہ کیجئے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں آپ کے توسل سے فاضل ممبر سے پوچھتا ہوں جو اپنے آپ کو شریف ظاہر کرتے ہیں اگر یہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو شاید یہ شریف ثابت نہ ہوں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست میاں مہدی حیات چیلہ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

گزارش ہے کہ بندہ ایک ضروری کام کے سلسلہ میں گھر جا رہا ہے 21.6.87 اور 22.6.87 تواریخ کو اسمبلی میں حاضر نہیں ہو سکتا، لہٰذا رخصت عطا کی جاوے

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست حافظ محمد سعید صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

گزارش ہے کہ فدوی کی طبیعت مسلسل خراب چلی آرہی ہے خرابی صحت کی بناء پر مورخہ 25,24 بدھ جمعرات کو حاضری نہ دے سکوں گا۔ لہٰذا چھٹی دو یوم کی منظوری فرمائی جاوے

جناب سپیکر!: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری مہدی حسن بھٹی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے

گزارش ہے کہ میرے بہنوئی فوت ہو گئے تھے جس کی وجہ سے میں مورخہ 21.6.87 اور 22.6.87 کو اسمبلی میں حاضر نہیں ہو سکا مہربانی فرما کر ان دنوں کی رخصت منظور فرمائیں۔

جناب سپیکر!: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری عبدالمجید صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے

گزارش ہے کہ مورخہ 21.6.87 اور 22.6.87 کو میں ایک ضروری کام کیلئے اسلام آباد گیا ہوا تھا۔ اس لئے دو دن اسمبلی کی کارروائی میں حاضر نہ ہو سکا۔ براہ کرم! 21.6.87 اور 22.6.87 کی رخصت عطا فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر!: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے -

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے

بندہ مورخہ 21.6.87 کو کسی ضروری کام کی وجہ سے اسمبلی میں حاضر نہ آسکا - مہربانی فرماکر رخصت عنایت فرمائی جائے -

جناب سپیکر!: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے -

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد سلیم باجوہ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے

گزارش ہے کہ آج مورخہ 24.6.87 میری ہائی کورٹ میں تاریخ ہے اس لئے اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا - اطلاعاً عرض ہے -

جناب سپیکر!: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے -

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست عاشق حسین بھٹی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئے ہے:

گزارش ہے کہ میں بوجہ ناسازی طبع مورخہ 22.6,87, 23.6.87 اجلاس میں شمولیت نہ کر سکتا تھا۔ براہ کرم! رخصت منظور فرمائی جائے -

جناب سپیکر!: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے -

(تحریک منظور کی گئی)

"سالانہ میزانیہ بابت 1987-88"

(مطالبات زیر پر بحث اور رائے شماری)

مطالبہ نمبر18

جناب سپیکر: جناب وزیر خزانہ

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو 56,54,85,700 روپے سے متجاوز نہ ہو، گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کیلئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988 ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے

"کہ ایک رقم جو 56,54,85,700 روپے تے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کیلئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988 ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنا پڑیں گے"

MIAN MUHAMMAD AFZAL HAYAT: Opposed.

جناب سپیکر: اس ڈیمانڈ پر میاں محمد افضل حیات، سید طاہر احمد شاہ، میاں محمد اسحاق، میاں ریاض حشمت جنجوعہ، میاں محمد رفیق، چودھری فضل حسین راہی، غلام سرور خان اور سردار غلام عباس کی طرف سے کٹ موشن ہیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ 56,54,85,700 روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر18) زراعت کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے

"کہ -/56,54,85,700 روپے کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر18) زراعت
کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے"

MINSTER FOR AGRICULTURE oppsosed

جناب سپیکر: میاں صاحب اس کے اوپر کچھ کہنا چاہیں گے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! آج ہم پنجاب میں سب سے زیادہ اہم موضوع سب سے زیادہ اہم شعبہ کو، جس کے ساتھ اکثریتی آبادی کا تعلق ہے، زیر بحث لا رہے ہیں۔ اور اس کے ساتھ میں ایوان سے آپ کے توسط سے یہ بھی گزارش کروں گا اس کا پوری سنجیدگی کے ساتھ ہر معزز ممبر نوٹس لے تاکہ ہم اس کی جتنی بھی بہتری کر سکیں کم ہے کیونکہ اس وقت زراعت سب سے کم ترقی میں جا رہی ہے۔ ہماری فی ایکڑ پیداوار دنیا میں کم فی ایکڑ پیداوار میں سے ہے اس لئے میں یہ چاہوں گا کہ جب تک ہم اس کی طرف پوری توجہ نہ دیں اس وقت تک پنجاب کی معاشی حالت صحیح نہیں ہو سکتی۔

جناب والا! میں اس مسئلہ میں عرض کروں گا کہ زرعی ترقی میں مندرجہ ذیل عوامل کو زبردست اہمیت حاصل ہے۔ میں پہلے ان کے نام گنوانا چاہوں گا اور تھوڑی بات عرض کروں گا۔

(1) ملکیت زمین کا نظام (2) کسان کی حالت (3) زمین کی حالت (4) مشینی آلات کا استعمال (5) بیج (6) کھاد (7) پانی (8) بجلی (9) سڑکیں (10) منڈیاں (11) زرعی قرضے (12) جدید ٹیکنالوجی اور وسیع سائنسی تحقیق کا اہتمام

جناب والا! یہ عوامل ہیں جو کہ زرعی پیداوار اور زراعت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

جناب والا! جہاں تک زمین کی ملکیت کا تعلق ہے گزشتہ سالوں میں جب بھی زرعی اصلاحات کی گئیں تو اس کا صرف ایک ہی تصور کیا گیا کہ حد ملکیت مقرر کی گئی۔ اور حد ملکیت کم کرنے سے یہ تصور کیا گیا کہ زرعی اصلاحات کر دی گئی ہے۔ لیکن جناب والا پنجاب کی زرعی معیشت کا اصلی مسئلہ چھوٹے کاشتکار ہیں۔ اصلی مسئلہ یہ ہے کہ ہماری 71 فیصد Uneconomic Holdings ہیں جن کے اوپر اکثریت کا دارو مدار ہے۔ اور وہ اتنی Uneconomic ہیں اور Unscientifically deal ہوتی ہیں اور اسی کی وجہ سے ہماری زرعی معیشت ترقی نہیں کر رہی۔ جب تک ہم اس کی حالت بہتر نہیں کریں گے اس وقت تک ہم زراعت کو ترقی یافتہ نہیں کہہ سکیں گے۔ جناب والا! وہ ہولڈنگ اتنی

چھوٹی ہیں - اتنی ملکیتیں کم ہیں اس کے اوپر نہ مشینی آلات استعمال کئے جاسکتے ہیں - نہ ان کے پاس اتنے ذرائع ہیں کہ ان کی صحیح طریقے سے دیکھ بھال کی جاسکے - اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ کئی مواقع Cooperalive کا محکمہ Cooperative Farming کی طرف ترغیب نہیں دے سکا ہم ان کے کچھ Voluntarily اس قسم کے خطے بنائیں گے - ان کو اس قسم کی ترغیبات دی جائیں کہ وہ مل جل کر یہ کام کر سکیں - اس کیلئے ضروری یہ ہے کہ چھوٹے کسان کو بیج اور کھاد کھیت میں فراہم ہو At the spot ملے اور وہیں سے اس کی پیداوار اٹھائی بھی جائے - اور اس کے ساتھ اسے یہ Incentive ہو جب وہ اکٹھے ہو کر کوئی مشین یا ٹریکٹر منگوائیں ان کو کم قیمت پر دیا جائے - تاکہ ان کو یہ ترغیب ملے کہ ہم زرعی مشینری اور آلات استعمال کرتے ہیں - جب تک ان کو اس قسم کے Incentive نہیں دیئے جائیں گے اس وقت تک یہ Uneconomic Holding ایک مسئلہ ہی رہے گی -

جناب والا ! اس کے ساتھ ہی ہمارے کاشتکار اور کسان کی سماجی اور معاشی حالت کے متعلق بھی عرض کرنا چاہوں گا - یہ صدیوں سے اپنی روایات پر قائم ہیں - ان کے اپنے ذہن ہیں اس کا ادھر ایک شریکا ہے - اس کی ذات برادری ہے اور اس کے اپنے رسوم ہیں اس کے مطابق وہ چلنا پسند کرتا ہے - جب تک اس کے اس قسم کے سماجی طریقے نہیں بدلیں گے جب تک اس کو Incentive نہیں دیں گے - کہ بھائی یہ کام چھوڑو - اب یہ نئی ترقی کا زمانہ ہے پرانی روایات کو چھوڑ کر اپنے لڑائی جھگڑے بند کر کے نئی روایات کی طرف آئیں - جناب والا ! آپ بھی اسی خطے سے تعلق رکھتے ہیں - آپ بھی اسی ماحول سے آتے ہیں - آپ نے یہ دیکھا ہو گا اور یہ بھی ہوتا رہا ہے کہ زمینداروں نے کسانوں نے گندم کی کاشت اور برداشت پر اپنے کئی جھگڑے نپٹائے یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب ان کی گندم آ جائے گی یا دوسری فصل کی وہ کٹائی کریں گے جب ان کے پاس پیسے آ جاتے ہیں وہ اپنے جھگڑوں میں مشغول ہو جاتے ہیں - بجائے اس کے کہ وہ اپنے لئے کوئی بہتر زندگی اور بہتر سہولتیں پیدا کریں وہ اپنے لڑائی جھگڑوں میں اپنا سارا روپیہ پیسہ اور اثاثہ لگا دیتے ہیں - اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہمیں زراعت میں ترقی دینی ہے تو ہمیں ایسا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جس کے ذریعے وہ پوری تندہی سے پورے زور و شور سے اپنی اصل ترقی کی طرف اپنے بچوں کی دیکھ بھال کی طرف توجہ دیں -

جناب والا! اس کے ساتھ ہی جو ہماری زمین کی حالت کے متعلق بھی یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ

کئی جگہوں پر زمینیں غیر آباد ہیں اور اگر ان کو آباد کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ زرعی معیشت اور ہماری پیداوار میں اضافہ نہ ہو لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جس وقت تک حکومت اپنے پورے زور و شور سے اس کے اوپر مدد نہ کرے کیونکہ عام آدمی عام کاشتکار کے وسائل اتنے نہیں ہیں کہ وہ غیر آباد زمین کو اس زمانے میں آباد کرے۔

جناب والا! آج کے دور میں مشینی آلات کی ضرورت دن بدن زیادہ ہو رہی ہے۔ اس لئے ضرورت اس چیز کی ہے کہ ہمارے Research Centre اور ہمارے Institute اپنی ضرورت کے مطابق ایسی مشینیں دریافت کریں۔ ایسی مشینیں ایجاد کریں اور ان کے پرزہ جات ہمیں آسانی سے فراہم ہو سکیں۔ اس کے علاوہ ہم جو مشینیں امپورٹ کرتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ مشینیں سو فیصد ہمارے حالات سے مطابقت رکھتی ہوں۔ ہمیں ایسی مشینوں کیلئے ایسے آلات کے لئے خود اتنی تحقیق کرنی چاہئے تاکہ جو بھی ہم ادھر مشینری اور آلات استعمال کریں وہ سو فیصد ہمارے لئے کار آمد ہو۔

جناب والا! اسی طریقے سے بیج اور کھاد کا مسئلہ ہے۔ گزشتہ عرصے میں اور اس سال خاص طور پر دیکھا ہے کہ موسمی حالات کس طریقے سے بدلتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے Research Centre اس قسم کے بیج کی طرف توجہ دیں کہ وہ ہمارے نئے موسمی حالات سے مطابقت رکھ سکیں۔ اب ہمارے موسم دن بدن بدلتے جا رہے ہیں۔ بیج ایسا ہو جو ان موسموں کے خلاف مدافعت کر سکیں۔ اور وہ بہتر پیداوار دے سکے اور جب کوئی بھی آفات آئیں تو اس میں زیادہ قوت مدافعت ہو اور وہ خرابہ کم سے کم ہو۔ اسی طریقے سے جہاں تک کھاد کا مسئلہ ہے۔ اس کے متعلق عرض کر چکا ہوں کہ جب تک کسان کو بیج اور کھاد اس کے کھیت پر نہیں ملیں گے اور یہ Incentive نہیں ہو گا اس وقت تک اس کے لئے بہتر حالات پیدا کرنا ناممکن ہوگا۔ کیونکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کئی دیہات ایسے ہوتے ہیں جو کہ مارکیٹ سے بہت دور ہوتے ہیں اور ان کا کافی وقت ضائع ہوتا ہے۔ کئی دفعہ جب وہ جاتے ہیں تو آگے دفاتر اور ڈپو بند ہوتے ہیں جن کی کارکردگی اپنی جگہ ناقص ہے۔ جب دو دن ضائع ہو جاتے ہیں اور انہیں وقت پر بیج اور کھاد نہیں مل سکتے تو اس وقت انہیں اور مشکلات در پیش آ جاتی ہیں۔ اس لئے ضرورت اس چیز کی ہے کہ کھاد کے ڈپو بنائے جائیں۔ داؤد ہرکولیس، این ایف سی اور دوسری بڑی بڑی کمپنیاں سپلائی کرتی ہیں، ان کے لئے بہتر ہے کہ ان کے ڈپو کھیتوں کے قریب تر ہوں تاکہ وہاں سے اٹھانے میں آسانی ہو۔

جناب والا! اسی طریقے سے پانی کی کمی کی وجہ سے ہمیں ٹیوب ویلوں کی ضرورت پڑتی ہے اور

اس کے لئے بجلی کی ضرورت ہے - یا تو پھر ڈیزل کے ٹیوب ویل لگائے جائیں - لیکن سستا ترین ٹیوب ویل بجلی کا ہے - زیادہ تر کسانوں کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ بجلی کے ٹیوب ویل لگائیں - میں نے عام بحث میں بھی عرض کی تھی، ہمیں چاہئے کہ پنجاب زیادہ سے زیادہ حد تک بجلی کی پیداوار میں خود کفالت حاصل کرے - اس وقت ہم ستر فیصد بجلی خرچ کر رہے ہیں اور صرف دس فیصد پنجاب میں جنریٹ ہوتی ہے - اس لئے اگر دور دراز علاقوں میں ہائیڈل پاور نہ پہنچ سکے تو وقتی طور پر تھرمل سٹیشن بنانے چاہئیں تاکہ ان سے ٹیوب ویل چل سکیں کیونکہ تھرمل پاور ڈیزل وغیرہ سے پھر بھی سستی رہتی ہے -

جناب والا! اس کے علاوہ میں آپ کے توسط سے یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ لوڈشیڈنگ کا سب سے زیادہ بوجھ زرعی ٹیوب ویلوں پر پڑتا ہے - ہونا تو یہ چاہئے کہ اسمبلی چیمبرز کی بجلی چاہے بند ہو جائے، گورنمنٹ ہاؤس کی بجلی چاہے بند ہو جائے، لیکن ٹیوب ویل کی بجلی کبھی بند نہیں ہونی چاہئے - انہوں نے پروگرام بھی اس قسم کا بنایا ہوتا ہے اور انہیں کوئی پتا نہیں ہوتا کہ جب ٹیوب ویل بند ہو جاتا ہے اور اس کو پھر سے چلایا جاتا ہے تو اس سے پانی کا کتنا ضیاع ہو جاتا ہے اور کتنی بجلی ضائع ہو جاتی ہے - اس لئے لوڈشیڈنگ کے اوقات اس قسم کے ہونے چاہئیں جو کہ کسانوں کے ٹیوب ویلوں کے لئے کارآمد ہوں اور کم سے کم نقصان ہو -

جناب والا! اسی طریقے سے ہمیں Farms to market roads کی بھی ضرورت ہے جس کی افادیت اس دفعہ خوراک نے بہت کم کر دی ہے کیونکہ جب کسان کے لئے منڈیاں ہی نہیں رہیں تو پھر شاید ہمیں سڑکوں کی ضرورت ہی کیوں پڑے گی؟ میں یہ عرض کروں گا کہ ہمیں ایک طرف مارکیٹیں بہتر بنانی چاہئیں اور یہ ضروری ہے کہ کسان سے اس کا اناج، غلہ اور اس کی دوسری زرعی پیداوار اس کے کھلیانوں سے اٹھائی جائے - بجائے اس کے کہ کسان مارکیٹ میں لائے، وہ سڑکیں اس کام آئیں کہ اس سے Procurement کھلیانوں سے کی جا سکے - سڑکیں اس لئے نہیں چاہئیں کہ کسان اپنا اناج اٹھا کر مارکیٹ میں لے جائے - بہتر یہ ہے کہ ادھر ہی اکٹھی کی جائیں اور اس کے لئے سڑکوں کی ضرورت بجا ہے اور وہ سڑکیں بارہ مہینے چلتی رہیں، کیونکہ کئی موسم ایسے بھی آتے ہیں کہ اگر سڑک ٹھیک نہ ہو تو بارشوں کی وجہ سے آمد و رفت بند ہو جاتی ہے - اس وقت اناج اور دوسری زرعی پیداوار کا نقصان ہوتا ہے - بہتر یہ ہے کہ ان کی سڑکیں ایسی ہوں کہ جو بارہ مہینے کارآمد ہوں اور سڑکوں سے سرکار، محکمہ خوراک، دوسرے محکمہ جات پاسکو وغیرہ اس طریقے سے فائدہ

اٹھائیں کہ کھیت سے، کھلیان سے جا کر زرعی پیداوار Procure کریں، وہیں پر ان کے قرضہ جات کی بھی وصولی کریں اور پھر لے کر منڈی میں آجائیں۔ اگر کسان اپنی زرعی پیداوار منڈی میں لائے گا تو پھر اس کا سراسر فائدہ کسان کو نہیں ہوگا، بلکہ مڈل مین کو ہوگا جسے ہم آڑھتی بھی کہتے ہیں۔

جناب والا! کسان کی سب سے بڑی ضرورت مارکیٹنگ ہے۔ آج تک ہم گندم کی طرف صرف اس لئے زیادہ زور دیتے رہے ہیں کیونکہ اس کی مارکیٹنگ سب سے بہتر تھی۔ اس کی منڈی ہر وقت موجود تھی۔ ہم نے گزشتہ سال بھی دیکھا ہے اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگلے سال گندم کی پیداوار اس طرح کی نہیں ہوگی۔ جس طرح اس سال ہوئی ہے۔ کیونکہ جو رویہ حکومت اور خاص طور پر محکمہ خوراک نے کسان کے ساتھ روا رکھا ہے کسان اس کی وجہ سے بددل ہو گیا ہے اور اگلے سال اس کی بیجائی یقیناً کم ہو جائے گی۔ پچھلے سال یہاں دھان پر تحریک التواء کے ضمن میں بات ہو رہی تھی میں نے اس وقت بھی یہ کہا تھا کہ پورا زور مارکیٹنگ پر ہونا چاہئے۔ پہلے مارکیٹنگ صرف گندم اور دھان کی بہتر تھی۔ دوسری جن فصلوں سے کسان کو زیادہ منافع ہوتا ہے، وہ ان کی طرف صرف اس لئے توجہ نہیں دیتا کہ ان کی مارکیٹ نہیں ہوتی۔ لیکن اب یہ ہوا ہے کہ ان دو فصلوں کی بھی مارکیٹ خراب ہو گئی ہے۔ اسی طریقے سے ہمارے کئی علاقوں میں باغات کی مارکیٹنگ بھی اس دفعہ خراب ہو گئی ہے اور لوگ اپنے باغات خاص طور پر کینو اور مالٹے کے کاٹ رہے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہر فصل کی پوری Reorganization ہونی چاہئے اور کسان کو پتہ ہونا چاہئے کہ جو فصل وہ کاشت کر رہا ہے اس کی مارکیٹ ہے۔ اور حکومت کو چاہئے کہ کئی ایسی چیزیں ہیں جن کے بارے میں اس کا باہر کی منڈیوں سے رابطہ ہو۔ کسان کی ہر زرعی فصل اٹھائی جائے۔ جس کی یہاں پر جتنی ضرورت ہے، اس کو یہاں استعمال کیا جائے اور جو چیز برآمد ہو سکتی ہے اور جس کو ملک سے باہر بھیج کر ہم زرمبادلہ کما سکتے ہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کی بہت بڑی کوتاہی ہے، چاہے صوبائی حکومت ہو یا مرکزی حکومت، کہ وہ زرعی پیداوار میں پوری طرح سے کسان کی مددگار نہیں ہو سکی اور اس کی بہت سی فصلوں اور بہت سی پیداوار کا صرف منڈیوں کی، مارکیٹ کی وجہ سے نقصان ہو رہا ہے۔

جناب والا! اس سال بارشیں ہوئیں اور اس سے زمیندار کا بہت نقصان ہوا۔ لیکن اس نقصان میں حکومت بالکل اسی وقت اس کی مدد کو نہیں پہنچ سکی۔ آخر میں جب نقصان ہو چکا تو پھر حکومت کی طرف سے تھوڑی بہت دادرسی کی امید دلائی گئی اور گندم کی Procurement کے متعلق کہا گیا اور

آخر میں یہ بتایا گیا کہ اب تو ساری گندم ملز مین کے پاس جاچکی ہے - اب ہمیں اس کو اٹھانے سے کیا فائدہ ؟ جناب والا! یہ کوتاہی پہلے کیوں کی گئی ؟ جب یہ واویلا کیا جا رہا تھا تو اس وقت گندم کی Procurement کی طرف توجہ کیوں نہ دی گئی تاکہ کسان آڑھتی کے پاس جا کر پچاس ساٹھ روپے کی نہ بیچتا - اگر وہ پچاس ساٹھ روپے کی بکی بھی تھی، تب بھی وہ حکومت خریدتی۔ چاہیئے محکمہ خوراک یا پاسکو خریدتا یا کوئی اور ایجنسی خریدتی ، ہمیں اس سے تعلق نہیں ، ہمارا تعلق صرف اتنا ہے کہ حکومت نے یہ کوتاہی کی ہے اور وقت پر کسان کی گندم نہیں اٹھا سکی اور یہ اس کی ایک بہت بڑی ناکامی تھی - جس کا اسے ہر وقت جواب دہ ہونا پڑے گا اور کسان کا نقصان اس کی برداشت سے باہر ہے -

جناب والا! اسی کے ساتھ زرعی قرضوں کی بھی سہولتیں پیدا ہونی چاہیئے تاکہ اس قسم کے ذرائع ہونے چاہیئے اس قسم کے طریقے ہونے چاہیئے کہ اسے اپنے گاؤں میں بیٹھ کر قرضہ ملے اور جب کٹائی کا موقع آئے جب فصل کھلیانوں اور کھیتوں میں پڑی ہو اور جب اس کے ہدف کی Procurement ہو رہی ہو اسی وقت اس کے قرضے کی ادائیگی ہو سکے - بجائے اس کے کہ وہ جا کر دفاتر کے چکر لگائے - یہ سہولت اس کے گاؤں اور مرکز میں ملنی چاہیئے - اس کے ساتھ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ زرعی آلات اور دیگر نئی ٹیکنالوجی سے پورا پورا فائدہ کسان کو نہیں مل رہا ہے - یہ ٹھیک ہے کہ چند ترقی پسند کاشتکار اور زمیندار اس کا ضرور فائدہ اٹھاتے ہیں جو کہ تقریباً پورا نہیں ہوتا لیکن ضرورت اس چیز کی ہے کہ ہر نئی چیز اور نئی ٹیکنالوجی کا فائدہ پورے طریقے سے حکومت عام کاشتکار کو پہنچائے اور شروع میں اس کو نئی ٹیکنالوجی کو اپنانے کے لئے راغب کرے کیونکہ ہمارا کاشتکار ایک روایت پسند ہے اور نئی چیز کو اپنانے میں اس کو وقت لگتا ہے - ضرورت اس چیز کی ہے کہ اس کو اس طرف راغب کیا جائے تاکہ وہ اس نئی ٹیکنالوجی کو اپنا سکے -

جناب والا! اس کے ساتھ ہی کئی دفعہ یہاں لے دے ہوئی ہے میں یہاں پر انکم ٹیکس کی بات کرونگا اور یہاں پر کئی دفعہ ذکر کیا گیا کہ زرعی انکم پر ٹیکس لگایا جائے - اگر زمیندار یا کاشتکار کی مشکلات ہیں اور جس کاشتکار کی زمین بہت تھوڑی ہے اگر اس کے صحیح حالات کا جائزہ لیا جائے اور اگر air conditioned کمروں میں بیٹھنے کی بجائے صحیح حالات دیکھیں تو کوئی بھی شخص جو حقیقت پسند ہو وہ اس ٹیکس کی بات نہیں کریگا - اس لئے اس قسم کی بات کرنے سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کی مشکلات اور طریقہ کار کیا ہیں - جناب والا! میں یہاں خاص طور پر باسمتی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں باسمتی

اس وقت اس کی مانگ اسی طریقہ سے ہے جس طریقہ سے کسی زمانے میں پٹ سن کی تھی جس طرح عالمی منڈی میں پٹ سن بکتی تھی اسی طریقہ سے آپکی باسمتی کی مانگ ہے لیکن ہو یہ رہا ہے کہ اس کی طرف پوری توجہ دینی چاہئے - جو نہیں دی جا رہی ہے - بلکہ وہ یہ سمجھتی ہے کہ ہم نے سپورٹ پرائس 108 سے 130 روپے کر دی ہے - گندم کے حشر کو دیکھ کر کاشتکار کے لئے کوئی Incentive نہیں بنا چونکہ اگر کاغذوں میں قیمت 130 روپے ہے بھی تو کاشتکار کو پتہ ہے کہ آخر میں مجھے بھی گندم 90/80 روپے آڑھتی کو دینی پڑے گی ، جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں اور آپ سے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ باسمتی کی ایکسپورٹ اور اس کی ترقی کے لئے اس کی پیداوار کی طرف پوری توجہ دی جائے -

Rice growing area مثلاً گوجرانوالہ ، شیخوپورہ کے علاقہ کو باقاعدہ ایک . . . .

Development Autuority کا درجہ دیا جائے تاکہ اس پر باسمتی کی پوری کاشت ہو سکے اور میں یہ بھی کہونگا کہ کالاشاہ کاکو میں قائم کردہ institute کو بھی جدید بنایا جائے - تاکہ یہ پوری طرح تحقیق کرکے جس طریقے سے فیلا میں اریگیشن کے لئے انہوں نے اپنے سنٹرز بنائے ہوئے ہیں اور بھارت کی باسمتی کسی لحاظ سے بھی پاکستان کی باسمتی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لیکن انہوں نے اس کو اتنا بڑھایا ہے اس کی اتنی تشہیر کی ہے کہ وہ اس کے مقابلے کی سمجھی جاتی ہے - جناب والا! معلوم نہیں اس کو کیوں باسمتی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ کسی طرح بھی ہماری باسمتی کا مقابلہ نہیں کرسکتی لیکن ہم کوتاہیوں کی وجہ سے اس کو پوری طرح ترقی نہیں دے سکے - جناب والا! یہ چند گزارشات تھیں جو میں نے اس سلسلے میں آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں اور میں یہ چاہوں گا کہ اس سال موسم کی خرابی مدنظر رکھتے ہوئے میں اس سے اپیل کرنا چاہونگا - ہمیں مشینی آلات کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرنے کا پورا سسٹم اور بیج اس طریقے سے develop کرنا چاہئے- تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ موسمی حالات کا مقابلہ کرسکے اور اس سال حکومت نے اس سلسلے میں کوتاہیاں کی ہیں اس کا انہیں جواب دہ ہونا چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ کسان کا اعتماد اس مرتبہ مجروح ہوا ہے اسے پھر سے بحال کرنے کے لئے حکومت کو بہت محنت کرنا پڑے گی۔

جناب سپیکر: میاں محمد اسحاق صاحب

میاں محمد اسحاق: بسم اللہ الرحمن الرحیم! جناب سپیکر! آج زراعت کے محکمہ کے متعلق ہم نے تحریک پیش کی ہے جس میں ہمیں یہ بتانا مقصود ہے کہ کس محکمہ میں کونسی ایسی خامیاں ہیں جن کو دور

کر کے کفایت کی جا سکتی ہے اور اس محکمہ میں کونسی اصلاحات کی جا سکتی ہیں جن سے عوام کو فائدے پہنچ سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! میرا مطلب کسی کی دل شکنی کرنا نہیں اور نہ ہی کسی پر الزام لگانا مقصود ہے۔ صرف اپنے فرائض کو بروئے کار لاتے ہوئے حکومت پنجاب کو یہ نشان دہی کرنا ہے کہ محکمہ زراعت میں کونسی ایسی کوتاہیاں کونسی ایسی مدات ہیں جن کی رقومات کو صحیح استعمال کیا جائے۔

(اس مرحلہ پر محترمہ ذکیہ شاہنواز صاحبہ کرسی صدارت پر متمکن ہوئیں)

جناب سپیکر! میں آپ کو اس کرسی پر بیٹھنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جناب آج کے زمانہ میں ہم اپنے شہروں یا پنجاب کی آبادی کے اعداد و شمار اکٹھے کریں یا سروے کریں۔ تو ہم دیکھیں گے کہ شہروں کے گردونواح کی تمام زمینیں مکانات اور رہائش پلاٹوں میں تبدیل ہو چکی ہیں اور اب ان کو تبدیل شدہ زمینوں کے علاوہ متبادل کونسی ایسی زمینیں ہیں جو آباد کرنا درکار ہیں جہاں ہم پیداوار بڑھائیں۔ اور آج منگائی پر زیادہ اخراجات اٹھ رہے ہیں اور اسکے مقابل پیداوار میں کمی ہے اور حکومت یہ چاہتی ہے کہ آئے دن ٹیکس لگا کر اس پیداوار کو پورا کرنے میں ٹیکس کے ذریعے عوام پر بوجھ ڈالا جاتا ہے۔ ان کو ہم کیسے کم کر سکتے ہیں چہ جائیکہ ہم زیادہ کر رہے ہیں۔ جناب والا! حکومت پنجاب میں محکمہ زراعت ایک ایسا محکمہ ہے جس پر تمام توجہ حکومت کو مبذول کرنی چاہیئے اور اس کے خاطر خواہ فوائد نکلنے چاہئیں۔ میں سمجھتا ہوں جب تک جدید قسم کی زراعت نہ ہو گی کیونکہ دوسرے ممالک میں اگر دیکھا جائے اس میں کئی محکمے اس کے ساتھ ربط رکھتے ہیں جن کا آپس میں گہرا تعلق ہے مثلاً آبپاشی، جنگلات، خوراک وغیرہ۔ ان تین چار محکموں کی جب تک منصوبہ بندی نہیں کرتے تب تک خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔ یہ پہلے ایک ہی محکمہ ہوتا تھا۔ آج اسے تین چار محکمہ جات میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں بے شک اسے دس محکموں میں تقسیم کر دیا جائے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ جب تک اس کی منصوبہ بندی نہ ہو گی اور یہ جتنی بھی رقوم خرچ کی جا رہی ہیں ان سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ سب سے پہلے اس کی منصوبہ بندی کرنی چاہیئے۔ جب تک یہ چاروں محکمہ جات آپس میں مل بیٹھ کر صحیح محنت نہیں کرتے۔ صحیح نگرانی نہیں کرتے۔ صحیح نگہداشت نہیں کرتے اس کے صحیح اور خاطر خواہ نتائج نکلنے ناممکن ہیں۔ اس لئے اگر کسی جگہ پر زمین واقع ہے وہاں پر پانی نہیں مل رہا تو زمین بے کار ہے۔ اگر کسی جگہ پر پانی ہے تو زمین نہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ پانی بیکار ہے۔ اسی طرح اگر کسی جگہ پر فصل تیار ہو چکی ہے اور وہ فصل صحیح معنوں میں مارکیٹ میں نہیں لائی گئی تو فصل بیکار ہے۔ کسان دل

برداشتہ ہو کر بیٹھا ہے۔ اس کی فصل تباہ و برباد ہو رہی ہے یہ محکمہ فوڈ کی نااہلی ہے اور اس کو صحیح کرنے کی طرف پوری پوری توجہ دینی چاہئے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ ہماری زمینیں بے کار پڑی ہوئی ہیں ان کو آباد کرنے کے لئے جناب والا! آپ کی وساطت سے جناب وزیر آبپاشی کی بھی تھوڑی سی توجہ مبذول کراؤں گا۔ کیونکہ جہاں زمین پڑی ہے اگر وہاں پانی نہیں تو وہ زمین کی utilization صحیح نہیں ہو سکتی۔ اگر پانی ہے تو زمین بے کار ہے۔ اس طرح پانی بھی بے کار ہو گا۔ اس پانی کا کوئی فائدہ نہیں جب تک کہ زمین سے سیم و تھور کو دور نہ کیا جائے۔ وہ پانی بھی استعمال نہیں ہو سکتا۔ جناب والا! تین محکمہ جات کا آپس میں گہرا ربط ہے۔ جب تک ان سب کو ہم زیر غور نہیں لاتے۔ جب تک ہم سب پر غور نہیں کرتے تب تک کوئی نتائج نہیں نکل سکتے۔ جناب والا! اگر آپ دیکھیں کہ اریگیشن کے یہاں جتنے بھی فنڈ رکھے گئے ہیں تو اس سلسلے میں میں جناب وزیر آبپاشی کی خدمت میں عرض کروں گا جو کہ نہایت ایماندار اور نہایت شریف انسان ہیں مگر جہاں تک محکمے کا تعلق ہے وہاں پر کچھ نہ کچھ ایسی خامیاں موجود ہیں جو میں ان کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے محکمہ کے لئے ایک بھلائی اور نشاندہی ہو گی جس سے کہ زراعت کو براہ راست فائدہ ہو گا۔ جنگلات کو براہ راست فائدہ ہو گا۔ اور پیداوار میں اضافہ ہو گا اور عوام کو سستا اناج ملے گا۔ جب تک ہم ان سب چیزوں کو مل بیٹھ کر طے نہیں کرتے صحیح معنوں میں ہم زراعت میں کوئی مسئلہ حل نہیں کر سکتے۔ تو جناب والا! آپ کی وساطت سے میں یہ عرض کروں گا کہ محکمہ اریگیشن بہت بڑا محکمہ ہے مگر میں آپ کی وساطت سے اریگیشن کے انجینئرز سے عرض کروں گا کہ باغبانپورہ انجینئرنگ یونیورسٹی جہاں سے یہ انجینئرنگ پاس کرتے ہیں یہ اپیل کرتی ہے خدارا اس میں مختص رقوم خرچ ہونی چاہئیں۔ یہ وہ پنجاب ہے جو آپ کو انجینئر بناتا ہے۔ یہ آپ سے استدعا اور اپیل کرتا ہے کہ خدارا جس عوام نے یہ یونیورسٹیاں قائم کی تھیں یہ یونیورسٹیاں آپ سے مطالبہ کرتی ہیں کہ وہ غریب عوام جن سے ٹیکس اکٹھا کر کے یہ یونیورسٹیاں بنائی گئی ہیں ان غریبوں کے لئے خدارا آپ کچھ کیجئے۔ جناب والا! آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ یہ دیکھیں کہ . . .

" Canal irrigation " کے تحت 34 کروڑ 86 لاکھ 19 ہزار 630 روپے کی maintenance اور repair کے لئے آپ رکھتے ہیں۔ خدارا اگر آپ یہ رقوم دیکھیں گے تو اس سے نہ پانی کی حالت صحیح ہو سکتی ہے نہ زراعت صحیح ہو سکتی ہے اور نہ فاریسٹ کی حالت صحیح ہو سکتی ہے اور نہ اناج میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ تو میں اس لئے آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ماشاء اللہ ایماندار اور

دیانتدار ہیں اور میرا خیال ہے کہ جہاں تک آپ کی یہ اہلیت ہے اسے بروئے کار لاتے ہوئے ان خامیوں کو دور کرنے میں اپنے محکمے کی طرف رجوع کریں گے۔ اس میں یہ maintenance اور repair کے لئے 2 لاکھ 27 ہزار 6 سو تیس روپے رکھے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ مشینری ورکشاپ ہے۔ جناب والا! زراعت والوں نے ایک مشینری ورکشاپ بنا رکھی ہے۔ ایک اریگیشن والوں نے ورکشاپ بنا رکھی ہے۔ میں نے معزز وزیر اریگیشن کے ہمراہ ورکشاپ کا معائنہ کیا تھا۔ وہاں پر ہزاروں لوگ بیکار بیٹھے ہوئے ہیں وہ زراعت کا کام کر سکتے ہیں۔ یہ غیر منصوبہ بندی اور un-planning جو اس ملک میں ہے جس کے لئے آج سے چالیس سال پہلے پلاننگ ہونی چاہئے تھی۔ جناب والا! آپ کو سمجھانے کے لئے ایک مثال دیئے جاتا ہوں کہ ہمارے شہروں کی حالت یہ ہے کہ ایک سڑک کی مرمت یا تعمیر شروع ہوتی ہے تو تعمیر ہونے کے بعد سوئی گیس والے آ جاتے ہیں اور اسے اکھیڑ دیتے ہیں اور سوئی گیس کے پائپ ڈال دیتے ہیں۔ اس کی مرمت کی جاتی ہے۔ تعمیر کی جاتی ہے۔ ٹیلیفون والے آ جاتے ہیں اور وہ اس سڑک کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ ابھی اس کی مرمت ہونے نہیں پاتی کہ پانی والے آجاتے ہیں اور اسے تباہ و برباد کر کے چلے جاتے ہیں۔ یہ unplanning اس ملک میں یوں چل رہی ہے کہ جو اپنے اپنے محکمے میں بیٹھے ہیں صرف ان کا وہاں بیٹھنا مقصود ہے نہ کہ رفاہ عامہ کے لئے کوئی فلاح و بہبود کا مسئلہ حل کرنا ہے۔ جب تک احساس زیاں زندہ نہیں ہو گا۔ جب تک یہ بیٹھ کر پلاننگ نہیں کریں گے میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ اسی طرح یہ مشینری ورکشاپ کے لئے 6 لاکھ 29 ہزار 8 سو بیس روپے رکھے گئے ہیں۔ اصلاح اراضی کے لئے 19 لاکھ 96 ہزار 8 سو دس روپے رکھے گئے ہیں۔ ٹیوب ویل کے لئے 61 کروڑ 35 لاکھ 68 ہزار 6 سو ستر روپے رکھے گئے For Research & Designing یہ سارا جناب والا!

Flood control ... اس کے لئے 69 کروڑ 1 لاکھ 75 ہزار ستر روپے رکھے گئے ہیں تو وزیر آبپاشی صاحب کا جو کل بجٹ کا بنتا ہے یہ ہے ایک ارب 67 کروڑ 37 لاکھ 96 ہزار دو سو روپے جس میں سے maintenance and repair کے لئے آپ کا خرچہ 49 کروڑ 19 لاکھ 8 سو روپے۔ اور 66 کروڑ 68 لاکھ 76 ہزار 4 سو روپے ہے باقی تنخواہوں کے لئے بچتا ہے اور مزید پانی کے لئے یا وہ زمینیں جو بنجر پڑی ہوئی ہیں وہ زمینیں آج آباد ہونی چاہئیں ورنہ خوراک کے لئے ہم دوسروں کے محتاج ہو جائیں گے آپ دیکھیں کہ گردونواح کی جتنی بھی زمینیں ہیں وہ ہماری رہائش کے لئے رک چکی ہیں۔ occupy ہو چکی ہیں۔ پلاٹ بن چکے ہیں میل ہا میل تک آپ شہروں میں دیکھیں آبادی نظر آتی

ہے۔ جناب والا! وہ زمینیں جو پتھر جیسی پڑی ہوئی ہیں جب تک آپ ان کو آباد نہیں کرتے آپ اناج کے سلسلے میں دوسرے ممالک کے محتاج ہوں گے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے یہ عرض کئے جاتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم دوسرے ممالک کے محتاج نہ ہوں تو آیئے آپ پلاننگ کیجئے۔ اور ایسی پلاننگ ہونی چاہیئے جس سے عوام کو فائدہ ہو۔ عوام کی فلاح و بہبود ہو۔ آپ عوام کو سستا اناج مہیا کر سکیں۔ یہ ان کی ضروریات زندگی ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کو کم سے کم دو وقت کی روٹی ملنی چاہیئے۔ اور یہ حکومت پنجاب کا فرض ہے۔ اور وہ سستی ہونی چاہیئے۔ نہ کہ کوئی آدمی روٹی کے لئے بیٹھا ہو۔ یہ وہ مسائل ہیں جو چند سال کے بعد آپ کو مجبور کریں گے اور آپ اس پر مزید غور کریں گے۔ آپ کو یہ سوچنا ہو گا کیونکہ شہروں کے نزدیک زمین اب ختم ہو چکی ہے۔ لوگ مزید مکانات تعمیر کر رہے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آبپاشی' زراعت' خوراک اور جنگلات یہ محکمے مل کر اپنی پلاننگ کریں اور اس پر غور کریں۔ جہاں پانی چاہیئے وہاں پانی مہیا کیا جائے۔ جہاں زمین خراب ہے وہاں زمین کی طرف غور کیا جائے۔ جنگلات والے بھی پودے لگاتے ہیں زراعت والے بھی پودے لگاتے ہیں۔ اب یہ سارے پودے لگائے جا رہے ہیں۔ آپ یقین جانئے کہ کہیں کوئی پودے لگے ہوئے نظر نہیں آتے اور یہ فائلوں تک محدود ہیں۔ اور جو بھی ہم ہفتہ شجر کاری مناتے ہیں یہ سب اخبارات تک محدود ہیں۔ اگر یہ سڑکوں تک اور موقع پر نہ ہوا اور یہ سارے پیسے اسی طرح ضائع ہوتے رہے تو ایک وقت آئے گا کہ آپ کو مجبوراً عوام کو جواب دینا ہو گا اور عوام ہمارے گریبان پکڑیں گے۔ اگر آپ آج پاکستان ٹائمز۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وزیر زراعت صاحب سے عرض کروں گا کہ

He is not attending and listening my points - اگر وہ ہمارے پوائنٹس سننے کے لئے تیار نہیں ہیں ......

محترمہ چیئرپرسن (ذکیہ شاہنواز نیازی): وہ آپ کے پوائنٹ نوٹ کر رہے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: چودھری صاحب! میں آپکی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ آپ مصروف ہیں۔ جناب والا! یہ ساری کام کی باتیں ہیں۔ اگر آپ پاکستان ٹائمز کے صفحہ 4 پر دیکھیں ......

وزیر زراعت: جناب والا! میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں نے Hints ہی نوٹ کرنے ہیں ساری تقریر تو نوٹ نہیں کرنی۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! آپ خود دیکھ رہے تھے۔ آپ نے دو تین دفعہ ادھر دیکھا ہے۔ آپ فیصلہ کیجئے کہ چودھری صاحب سن رہے تھے یا دوسری طرف متوجہ تھے۔

محترمہ چیئرپرسن: میاں صاحب، چودھری صاحب نے فرما دیا ہے کہ وہ پوائنٹس نوٹ کر رہے ہیں آپ فکر مت کیجئے، ان کا فرض بنتا ہے تو وہ آپ کے اہم پوائنٹس نوٹ کر رہے ہیں، آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

وزیر زراعت: جناب والا! مجھے ویسے پتہ ہے کہ انہوں نے کیا کہنا ہے۔ جو کچھ انہوں نے کہنا ہے اس کا مجھے پیشگی علم ہے۔ اس لئے میرے پاس سب کچھ نوٹ ہے۔

میاں محمد اسحاق: آپ کو اگر سب کچھ پتہ ہے۔ تو آپ دیکھ لیں، میں پھر کچھ نہیں کہتا ہوں۔ آپ جانتے ہوئے بھی اسکی اصلاح نہیں کرتے ہیں تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے میں یہ وزیر زراعت سے پوچھنا چاہوں گا کہ اس وقت آپ کے محکمہ میں ایک ایسا مسئلہ ہے جو پوری عوام کے لئے ایک مصیبت کا باعث ہے۔ اور آپ کے دفتر کے لئے بھی وہ ایک مصیبت کا باعث ہے اور وہ ہے ادویات کا مسئلہ جو کہ آج سے پہلے کروڑوں روپے کی منگوائی گئی تھیں۔ آپ نے ان کے متعلق ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ وہ ادویات اگر سمندر میں گرائی جاتی ہیں تو پورے سمندر کے ذی حیات جانور ختم ہو جائیں گے۔ اگر وہی ادویات آپ زمین میں دباتے ہیں تو پوری زمین جہاں آپ وہ ادویات دفن کریں گے وہ میلوں تک بنجر اور ناقابل کاشت ہو جائے گی۔ اب وہ ادویات آپ کے پاس پڑی ہوئی ہیں۔ وہ کروڑوں روپے کی ادویات ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر زراعت کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں، میں نے اس کے متعلق قبل ازیں بھی عرض کیا تھا اور اس سے متعلق میں نے ایک سوال بھی دیا تھا۔ جس کا جواب ابھی تک موصول نہیں ہو سکا ہے وہ ادویات جب تک استعمال نہیں کی جاتی ہیں۔ وہ کسان یا جو لوگ وہ ادویات استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو فروخت کیا جا رہا ہے۔ لیکن ان میں وہ اثر موجود نہیں ہے۔ جو بظاہر ایک کیڑے مار ادویات کی فیصد ہونی چاہئے وہ اس میں موجود نہیں۔ یا پھر یوں کیجئے کہ آپ رہنمائی کریں، ان کو یہ ہدایت دیں کہ ایک گیلن جہاں پہلے استعمال ہوتا ہے وہاں تین گیلن استعمال کر کے ان ادویات کو فروخت کر دیا جائے یا وہ ادویات جو کہ آپ کے پاس رکھی ہیں دیگر کسی مصارف میں استعمال کی جائیں، ورنہ یہ ہو گا کہ کسان وہ ادویات خرید کر لے جاتا ہے اور اسی تناسب سے وہ استعمال کرتا ہے تو وہ دوائی وہاں پر کوئی

اثر نہیں رکھتی۔ بے اثر ہوتی ہے اور پوری کی پوری فصل کا نقصان ہو جاتا ہے اور وہ اس اعتبار پر لے جاتا ہے کہ یہ دوائی صحیح ہے مگر در حقیقت اس میں کچھ فیصد دوائی کی بے کار ہو گئی ہے۔ اور وہ دوائی مثبت نہیں۔ جب تک اس کے متعلق واضح ہدایات نہیں جاری کرتے کہ اس میں اتنا اثر نہیں، ان کو یہ بتایا جائے کہ اس کو اتنی مقدار میں استعمال کریں گے تو صحیح کرم کش بنے گی' ورنہ وہ دوائی پڑی پڑی مزید بے کار ہو جائے گی اور پھر اس کو سنبھالنا اور اس کو سٹور کرنا اور اس کی نگرانی کے لئے مزید سٹاف رکھنا' اس پر مزید اخراجات کا ضیاع ہو گا۔

اس کے علاوہ جناب والا! سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ کروڑوں روپے کا جو ضیاع اس دوائی کی وجہ سے ہوا ہے' اب مزید رقم اس کو محفوظ کرنے پر ضائع نہ کریں۔ اسی طرح سے زراعت پر اتنا پیسہ ضائع ہو رہا ہے' اس پر کسی نے غور نہیں کیا۔ اگر کوئی فرم اپنی ذاتی استعمال کیلئے یہ دوائی باہر سے منگواتی تو یہ کبھی کی استعمال ہو جاتی یا اس کا کوئی نہ کوئی حل تلاش کر لیا جاتا۔ یہ گورنمنٹ پراپرٹی ہے' اس پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی' لہٰذا اس اہم مسئلہ کی طرف فوراً توجہ دینی چاہئے تاکہ عوام کا پیسہ ضائع نہ ہو۔

علاوہ ازیں یہ زرعی محکمہ شماریات اور نشریات پر مجموعی طور پر تین کروڑ پندرہ لاکھ نو ہزار پانچ سو چالیس روپے کا مطالبہ بالکل ناجائز معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ کروڑہا روپے کون سی نشرواشاعت کرتے ہیں اور اس سے براہ راست کسان کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تمام ایسے ادارے ہیں جن کا زراعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اور اس سے دہقان کو ذاتی کوئی فائدہ نہیں۔ یہ رقوم اس لئے رکھی جاتی ہیں کہ کسی نہ کسی کو خوش کیا جائے۔ اور جو ہمارے کسان بھائی ہیں' ان سے ٹیکس لے کر ضائع کیا جاتا ہے چہ جائیکہ کہ ان کو subsidy دی جائے' ان کی مدد کی جائے۔ اور مختلف ایسی مدات میں جن سے کسان کو براہ راست فائدہ ہو' اس سلسلہ میں رقم استعمال کی جائے۔ وہ اس کے فائدے کے لئے استعمال نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے اس نشرواشاعت کو بند کیا جائے تاکہ رقم بچ سکے۔

اس کے بعد جناب محکمہ خوراک کی اس مد میں 6 ارب 93 کروڑ 93 لاکھ 35 ہزار روپے کی سرمایہ کاری ہوئی ہے اور اس مد کے لئے مطالبہ زر میں 6 کروڑ روپے کی رقوم مانگی جا رہی ہیں۔ اس سے پہلے میں نے جناب سپیکر! اس بارے میں ایک سوال دیا تھا کہ جن حضرات کو fair price shop کے لئے Subsidy دی گئی تھیں' اس میں 6 ارب روپیہ جو کہ اس محکمہ میں رکھا گیا ہے۔ یہ سب ان

لوگوں کی نذر کر دیا گیا جن کو ڈپو الاٹ کئے گئے۔ ایک آدمی کو 264 ڈپو الاٹ کئے گئے اور اس کو subsidy دی گئی اور اس کے بعد وہ اس کو آٹے کے ہر تھیلے پر دو تین روپے رعایت دی جاتی تھی' مگر وہ ان لوگوں کو الاٹ کئے گئے جن کا عوام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور کروڑہا روپے کی subsidy جس کا چہ جائیکہ براہ راست عوام کو فائدہ پہنچتا' مگر وہ یوں ضائع ہو گئی اور وہ ان لوگوں کو ملی جن کا عوام کے ساتھ براہ راست کوئی تعلق نہ تھا اور اس محکمے میں اتنا گھپلا تھا اور اس کے متعلق میں نے ایک سوال بھی دیا تھا اور ان لوگوں کے نام اسمبلی میں آئے تھے' اور وہ ڈپو جو کہ الاٹ کئے گئے تھے وہ صرف رشوت کی بنا پر دیئے گئے تھے ان کا حقیقت سے کوئی بھی تعلق نہیں تھا اور اس طرح سے محکمہ فوڈ کی رقم ساری کی ساری ضائع کی جاتی ہے اور جو صحیح معنوں میں فوڈ' صحیح خوراک سستا کرنے کی بجائے ہم آٹا عوام کو مہنگا دیتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ یہ سب سڈی ہم عوام کے لئے رکھتے' ان کو ملتی ہے اور پورے کا پورا پیسہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اس سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وزیر زراعت سے یہ عرض کروں گا کہ یہ باغات اور نرسریوں کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔ ہم جو پودہ جات باہر سے درآمد کر رہے ہیں ان پر لاکھوں روپے خرچ کئے جا رہے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہمارا ملک یہ پودے برآمد کرے۔ بنیادی طور پر ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے۔ اس کی 75 فیصد زراعت سے منسلک ہے۔ ہمیں یہاں پر پودے تیار کر کے باہر بھجوانے چاہئیں۔ بلکہ ہم زیبائش کے پودے' آسائش کے پودے' سجاوٹ کے پودے باہر سے منگوا کر لاکھوں روپے ضائع کئے جا رہے ہیں اور ہمارا ملک اس کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے اگر یہاں پر گرین ہاؤسز بنائے جائیں اور ان میں پودے تیار کئے جائیں' پھر وہ برآمد کئے جا سکتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم اس سے زیادہ زر مبادلہ کما سکتے ہیں اور میں وزیر زراعت سے یہ عرض کروں گا کہ گرین ہاؤس کا ایک رواج پڑا ہے۔ گرین ہاؤس 9 ہزار 8 سو مربع فٹ یہاں کا بنا ہوا بیچا جا رہا ہے۔ بلکہ اس کی مارکیٹ میں قیمت صرف دو تین سو روپیہ ہے۔ اور اس میں اتنا گھپلا ہو رہا ہے اگر وزیر موصوف چاہیں تو میں اسکی نشاندہی کر سکتا ہوں۔ کہ اس میں لاکھوں روپے کی رقم کا ضیاع ہو رہا ہے اور ان پر لاکھوں روپیہ محکمہ زراعت نے خود خرچ کیا ہے چہ جائیکہ یہاں پر سستے پودے لے کر گرین ہاؤس بنائے جاتے اور وہ رقم محفوظ کی جاتی اور میرے خیال میں وزیر زراعت صاحب کے علم میں بھی نہیں کہ وہ گرین ہاؤس کہاں بنے ہیں' کہاں لگے ہیں' مگر ان پر لاکھوں روپیہ ضائع کیا گیا ہے۔ ان کے محکمے

میں وہ رقم مختص کی گئی ہے' بلکہ لگ بھی چکی ہے' مگر ابھی تک یہ وزیر زراعت صاحب کے علم میں نہیں۔ میں ان کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ وہ گرین ہاؤس اور Glass Houses بنائے جا رہے ہیں وہ بیکار ہیں اس لئے ان کو صحیح لگانے کیلئے صحیح آدمیوں کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ تمام کی تمام رقم ضائع ہو جائے گی اور محکمہ زراعت کو بھی کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ اسی کے ساتھ ہی میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ شکریہ

محترمہ چیئرپرسن: جناب میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

واجب الاحترام سپیکر! 61 کروڑ 54 لاکھ 85 ہزار 7 سو روپے پر مشتمل یہ مطالبہ زر' جسے جناب وزیر خزانہ نے اس ایوان میں منظوری کیلئے پیش کیا ہے۔ زراعت پر ہونے والے اخراجات کو ظاہر کرتا ہے۔ میں نے مطالبہ زر کے تحت کارفرما حکمت عملی کو زیر بحث لانے کیلئے اپنے دیگر رفقائے کار کی معیت میں ایک تحریک تخفیف زر پیش کی ہے۔ جس پر میرے پیش رو مقررین انتہائی عالمانہ انداز' میں اظہار خیال کر چکے ہیں۔ اور اس وقت بحث کا کوئی ایسا پہلو موجود نہیں جس پر معروضات پیش کرنے کی گنجائش موجود ہو۔ چونکہ آپ نے میرا نام پکارا ہے' اس لئے میں کوشش کروں گا کہ بڑے اختصار کے ساتھ اپنی گزارشات گوش گزار کر سکوں۔ جناب سپیکر! زراعت کا نام لبوں پر آتے ہی ہر شخص ان کروڑوں انسانوں کی طرف مڑ کر دیکھنے کیلئے مجبور ہو جاتا ہے جو اس ملک کی آبادی کا 72 فیصد ہیں اور جن کو خلاق عالم نے یہ فریضہ سونپ دیا ہے کہ وہ بھوکوں کیلئے اناج پیدا کریں' وہ ننگی انسانیت کیلئے کپڑا پیدا کرے' وہ موسموں کی سختیوں اور تلخیوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرے۔ وہ لوگ جو خود راحتوں اور سکھ چین کے نام تک سے واقف نہیں اور ان کی تمام توانائیاں' ان کی تمام قوتیں اس وطن کیلئے وقف ہیں۔ اور جناب والا! جب کبھی لیلائے زمین ان سے روٹھ جاتی ہے اور ان کے کھیت گندم کی جگہ بھوک اگلنے لگتے ہیں تو وہ سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کی طرح ہڑتالیں نہیں کرتے۔ بلکہ نئے ولولوں اور نئے جذبوں کی جلا میں صبح کے نور سے بھیگے ہوئے کھیتوں میں ہل چلاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

جناب والا! میری یہ بات صدا بصحرا ثابت ہو گی لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وطن عزیز کی خوشحالی کا خواب اس وقت تک شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ جب تک یہ کروڑوں انسان جن کے

مسائل زراعت کے ساتھ وابستہ ہیں ان کو خوشحال نہیں کیا جاتا۔ جناب سپیکر! میرا یہ عقیدہ ہے کہ وطن ان پہاڑوں، جنگلوں، میدانوں، صحراؤں اور فلک بوس عمارتوں کا نام نہیں ہے۔ وطن اس ارض مقدس کے اندر وہ کروڑوں غریبوں، ان کروڑوں غریبوں، مزدوروں اور کسانوں کا نام ہے۔ جب وطن مقدس کو ضرورت ہوتی ہے تو اپنی جان تک اس کے تقدس کیلئے وار دیتے ہیں۔ جب تک یہ مزدور اور کسان خوشحال نہیں ہوں گے اس وقت تک وطن بھی بے چین رہے گا اور وطن میں اضطراب پیدا ہوتا رہے گا۔ آئیں دعا کریں کہ خدا ہمارے وطن کو سلامت رکھے اور اس وطن کو خوشحالی عطا کرے۔

دعا کرو کہ سرشت بہار زندہ رہے
گلوں کی بات، چمن کا نکھار زندہ رہے
ہزار بار میں پیوند خاک ہو جاؤں
میرا وطن میرے پروردگار زندہ رہے

جناب سپیکر! میں اب آپ کی اور اس ایوان کے معزز اراکین کی توجہ محکمہ زراعت پر اٹھنے والے اخراجات کے تجزیہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ گذشتہ سال کے مقابلے میں رواں مالی سال میں آئندہ سال میں 5 کروڑ روپے زیادہ محکمہ زراعت پر خرچ کئے گئے ہیں۔ جب کہ اس محکمہ کی آمدنی میں صرف 70 لاکھ روپے کا حقیر اضافہ ہوا ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ 80 لاکھ روپے کی خطیر رقم اس محکمہ کے افسران کے ٹیلیفون اور ٹرنک کالز کیلئے رکھے گئے ہیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ محض گپ شپ کے پروگرام پر اس قدر اللوں تللوں کی گنجائش کیسے نکالی گئی ہے۔ شاید وزیر خزانہ یا وزیر زراعت اس ایوان کے سامنے کچھ وضاحت پیش کر سکیں۔

جناب سپیکر! زرعی انجینئرنگ اور Boring Operation پر اگلے مالی سال میں اخراجات کا تخمینہ 19 کروڑ روپے سے زیادہ ہے۔ جب کہ ان محکموں سے آمدنی کی مد میں صرف 9 کروڑ 60 لاکھ روپے حاصل ہوں گے۔ یہ شعبہ بدعنوانی اور بددیانتی میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس شعبہ کے سپرد یہ کام ہے کہ وہ ریت کے ٹیلوں، پہاڑی علاقوں بنجر زمینوں کو ہموار اور قابل کاشت بنانے کیلئے کاشت کاروں کو مشینری کرایہ پر دیتا ہے۔ مگر جناب والا! آج صورت حال یہ ہے کہ اس محکمہ کے بددیانت ارباب بست و کشاد کروڑوں روپے کا زرمبادلہ خرچ کر کے منگوائی گئی زرعی مشینری جس میں بلڈوزر بھی شامل ہیں۔ ان کے پرزے تک بازاروں میں فروخت کر دیتے ہیں۔ جب کوئی بلڈوزر 400 گھنٹے کام کرتا ہے تو خزانہ سرکار میں صرف 100 گھنٹے کا کرایہ جمع کروایا جاتا ہے جناب سپیکر! اس وقت پنجاب میں 21 لاکھ

ہیکٹر اراضی ایسی موجود ہے جس کو ہموار کر کے قابل کاشت بنایا جا سکتا ہے۔ مگر یہ محکمہ اس سلسلہ میں اپنے کردار کو صحیح طریقہ سے ادا کرنے میں نااہل ثابت ہو چکا ہے۔ جناب والا! اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اگر اس محکمہ سے بدعنوانیوں کا سدباب کر دیا جائے تو یہ محکمہ اپنی اہمیت' ضرورت اور افادیت کے لحاظ سے انتہائی اہم محکمہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر جناب وزیر خزانہ کی طبع نازک پر یہ بات گراں نہ گزرے تو میں ان سے یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ کروڑوں اور لاکھوں روپے کے نقصانات کی وجہ اس سفید ہاتھی کی جو پرورش کی جا رہی ہے وہ قوم کے سامنے اس اسراف کی کیا توضیح پیش کر سکتے ہیں ؟ جناب سپیکر! میں یہ بات دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں گو میں پرائیویٹ سیکٹر کا قطعی طور پر حامی نہیں ہوں لیکن اگر اس محکمہ کی بددیانتی کو ثابت کرنے کیلئے یہ بات کہی جائے کہ اگر زرعی انجینئرنگ کے شعبہ کو کسی پرائیویٹ فرم کو ٹھیکہ پر دے دیا جائے تو سالانہ کروڑوں روپے کی بچت کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر! اب میں زراعت کی مد میں موجود 1 ارب 59 کروڑ اور 80 ہزار روپے کی اس رقم کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اصلاح آبپاشی کے محکمہ پر پانی کی طرح بہائی جا رہی ہے۔ جناب سپیکر! ہماری حکومت اس محکمہ کی کارکردگی کو بڑے فخریہ انداز میں عوام کے سامنے پیش کرتی ہے لیکن میں "کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا" کے حوالے سے اس محکمہ کی کارکردگی کے بارے میں اتنا عرض کروں گا جناب والا! کہ میرے ضلع جھنگ میں اینٹوں کی قیمت 350 روپیہ فی ہزار ہے لیکن یہ محکمہ بھٹہ کے مالکان کو 450 روپیہ فی ہزار کے حساب سے موقع پر قیمت ادا کرتا ہے اور اس طرح اس محکمہ کے بددیانت اہلکار 50 روپیہ فی ہزار کے حساب سے کمیشن وصول کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! Specifications کے مطابق ایک مربع کھال پختہ کرنے پر یعنی 1100 فٹ کھال پختہ کرنے پر 230 بوری سیمنٹ استعمال ہونا چاہیئے مگر محکمہ والے صرف 100 بوری سیمنٹ استعمال کر کے 130 بوری سیمنٹ بازار میں 60 روپیہ فی بوری کے حساب سے فروخت کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! پچھلے دنوں اس محکمہ نے ریت کی سپلائی کے لئے ٹینڈر طلب کئے اور ٹھیکیداروں نے ڈیڑھ روپیہ فی مکعب فٹ کے حساب سے ریت سپلائی کرنے کی offer دی مگر فیصل آباد کے Coordinator نے نہ جانے کن وجوہات کی بناء پر اس ٹینڈر کو منسوخ کر دیا اور آج اڑھائی روپے فی مکعب فٹ کے حساب سے سرکاری خزانہ سے ریت کی سپلائی پر خرچ کئے جا رہے ہیں اس طرح جناب والا! لاہور کے ایک نگران افسر نے ٹوبہ ٹیک سنگھ کا دورہ کیا اور دو کھالوں کی پڑتال کی تو صرف دو کھالوں کی تعمیر میں 40 ہزار

روپے کا غبن پکڑا اور اس افسر نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا کہ واٹر مینجمنٹ کے سپیشلسٹ کو فوری طور پر یہ 40 ہزار روپے خزانہ سرکار میں جمع کروا دینے چاہئیں۔ میری معلومات کے مطابق وہ 40 ہزار روپے تو اس خزانہ سرکار میں جمع کروا دیئے گئے ہیں لیکن اس بددیانت واٹر مینجمنٹ سپیشلسٹ کے خلاف آج تک کوئی کارروائی نہیں کی گئی حالانکہ یہ بات اس محکمہ کے ڈائریکٹر جنرل کے ذاتی علم میں بھی ہے۔ اس طرح جناب سپیکر! جھنگ کا واٹر مینجمنٹ سپیشلسٹ ایک بھٹہ والے سے 900 روپے رشوت کے طور پر وصول کرتا ہوا پکڑا گیا اور جیل یاترا کے بعد جب وہ واپس لوٹا تو محکمہ کی ذرا سرپرستی اور چشم پوشی ملاحظہ فرمائیں کہ آج تک اس بددیانت افسر کو نہ تو معطل کیا گیا ہے اور نہ ہی اسے جھنگ سے تبدیل کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! اب میں سیڈ فارم کے بارے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ صوبہ پنجاب کی حکومت نے اگلے مالی سال کے لئے کم و بیش سوا کروڑ روپے کی رقم سیڈ فارم کے انتظام و انصرام کو چلانے کے لئے رکھی ہے۔ یہ سیڈ فارم جو کاشت کاروں کو عمدہ اور تصدیق شدہ بیج مہیا کرنے کے لئے وجود میں آیا تھا اعداد و شمار اس بات کے گواہ ہیں کہ یہ محکمہ اپنا کردار ادا کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکا ہے اور یہی حال سیڈ کارپوریشن کا ہے جو پرائیویٹ ڈیلروں کے ساتھ مل بھگت کر کے' جو ایجنسی ہولڈروں کے ساتھ مل بھگت کر کے سیڈ کی بلیک مارکیٹنگ میں ملوث ہو چکی ہے۔ یہاں میں اس ایوان کو یہ بتانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ موجودہ فصل کپاس کی کاشت کے موقع پر 5 ہزار من بیج صوبہ کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے تیار کیا گیا لیکن بغیر کسی پیشگی نوٹس کے ڈیڑھ ہزار من بیج وزیراعظم کی ہدایت پر سندھ منتقل کر دیا گیا جس کی وجہ سے اس صوبہ میں کپاس کے بیج کی قلت پیدا ہوئی۔ جناب سپیکر! جن دنوں ہمارے محترم وزیر زراعت پنجاب لاہور میں کاشتکاروں کی دو روزہ کانفرنس منعقد کر رہے تھے ان دنوں پنجاب کے بازاروں میں کپاس کا تصدیق شدہ بیج 178 روپے کی بجائے 250 بوری اور خاص کر بہتر بیج 250 روپے کی بجائے 500 روپے فی بوری کے حساب سے بلیک ہو رہا تھا۔ جناب والا! ایک طرف تو آفات سماوی کی کرم فرمائیاں اور دوسری طرف سیڈ کارپوریشن کی یہ بلیک مارکیٹنگ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کاشتکار یہ سوچنے پر مجبور ہو چکا ہے کہ اس بیچارے کو پیدا ہی کیوں کیا گیا تھا۔ جناب سپیکر! یہی حال زرعی ترقیاتی اور سپلائز کارپوریشن کا ہے۔ یہ کارپوریشن صوبہ کے عوام کو بروقت کھاد مہیا کرنے اور کھاد میں ملاوٹ کو کم کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ یہ کارپوریشن جو بددیانتی اور بدعنوانی میں یکتائے روزگار ہے لاکھوں اور کروڑوں روپے کے خسارے میں جا رہی ہے۔ جناب والا!

اگر کچھ لوگوں کے ماتھوں پر شکن نمودار نہ ہوں تو میں یہ بات اس ایوان کے معزز ممبران کو بتاتا چلوں کہ جناب وزیر خزانہ نے اپنی تقریر کے دوران یہ کہا تھا کہ حکومت پنجاب 12 ایکڑ تک کے مالکان اراضی کو جپسم کی خرید کے لئے 50 % رعایتیں میں دے رہی ہے' جناب وزیر خزانہ اور جناب وزیر زراعت میں آپ کو جھنگ چلنے کی دعوت دیتا ہوں اور وہاں شہر جیونا کے اردگرد آپ کو ہزارہا ایکڑ پر مشتمل وہ قطعات اراضی دکھانا چاہتا ہوں جن کے مالکان ساڑے بارہ ایکڑ کے نہیں بلکہ ہزاروں ایکڑ اراضی کے مالک ہیں اور ان کے کھیتوں میں اس وقت جپسم کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور وہ جپسم زرعی ترقیاتی و سپلائز کارپوریشن نے ان کو رعایتی قیمت پر مہیا کیا ہے جناب والا! اس بارے میں' میں تو اس دن کا منتظر ہوں جب دوسرے تمام ظلم و تشدد کے ہمراہ ہمارے ملک سے اقربا پروری کا سفینہ بھی ہمیشہ کے لئے ڈوب جائے گا۔

جناب والا! اب میں زراعت کے بارے میں چند تجاویز وزراء کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ زراعت کی جدید تکنیک میں ہارٹیکلچر کو بڑی زبردست اہمیت حاصل ہے مگر مقام افسوس ہے کہ آج ہمارے صوبہ میں کوئی بھی ہارٹیکلچرلس یا سپیشلسٹ موجود نہیں اور یہ مسئلہ وزیر زراعت اور ہماری حکومت کی فوری توجہ کا مستحق ہے۔ باغات کی بیماریوں کی وجہ سے باغات کے مالکان کو کروڑوں روپے کا ناقابل تلافی نقصان ہو رہا ہے اور ترش پھلوں کی برآمد کی پالیسی ترک کر دینے کی وجہ سے اس وقت باغوں کے مالکان ان باغوں کو کاٹنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ جناب والا! پھلوں کی برآمد کی پالیسی کو ازسرنو وضع کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ جناب سپیکر! زراعت میں انقلاب لانے کے لئے کوآپریٹو سسٹم کی تجدید بھی اشد ضروری ہے۔ علاوہ ازیں شکر کے کارخانوں کے سیٹھوں کی طرف کاشتکاروں کے کروڑوں روپے کے واجبات جو کہ کوالٹی پریمیم کی شکل میں ہیں وہ واجب الادا چلے آ رہے ہیں اور اس ایوان میں بھی متعدد بار ان واجبات کی ادائیگی کے لئے آوازیں اٹھائی جا چکی ہے لیکن ہمیشہ کاشتکاروں کے نمائندوں کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوتی ہے۔ اور حکومت اس کی طرف کسی قسم کی کوئی توجہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے۔

جناب سپیکر! اب آخر میں' میں محکمہ خوراک جس پر اس وقت اجناس کی خرید پر محکمہ خوراک کی اجارہ داری قائم کی گئی ہے اور یہ محکمہ ہر سال اربوں روپے کی زرعی اجناس خرید کر ذخیرہ کرتا ہے۔ میں اس محکمہ کی کارکردگی پر ایک طائرانہ تجزیہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آج جب کاشتکار اپنی گندم محکمہ خوراک کو خرید کے لئے پیش کرتا ہے تو ایک کلو فی بوری کے حساب سے اس سے زائد وزن لیا جاتا

ہے اور 100 روپیہ فی لاکھ کے حساب سے فوڈ انسپکٹر کی طے شدہ رشوت ہے جو کاشتکار یہ رشوت اور زائد وزن دینے سے انکار کرتا ہے اس کو اسکی گندم کو چھاننے کی دھمکی دی جاتی ہے اور اس طرح اس بیچارے کا تمام جوش اور ولولہ ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : محکمہ خوراک نے خرابہ خریداری کے مراکز میں ٹرکوں اور ٹرالیوں سے گندم کی بوریاں اتارنے کے لئے ٹھیکیداروں کو نیلامی کے تحت ٹھیکے عطا کر رکھے ہیں اور یہ لوگ گندم کی Unloading کے لئے حکومت پنجاب سے باقاعدہ معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ ٹھیکیدار اور ان کے کارندے سادہ لوح کاشتکاروں سے ایک سو روپیہ فی ٹریکٹر ٹرالی جگا ٹیکس وصول کر لیتے ہیں اور یہی صورت حال خریداری کے ان مراکز کی ہے جن میں سٹوریج کا کوئی انتظام نہیں ہے اور ان مراکز سے خریدی گئی گندم ان جگہوں پر سٹور کی جاتی ہے جہاں وسیع گودام موجود ہیں لیکن محکمہ خوراک کا عملہ اور بیوپاری باہم ملی بھگت کر کے ان گوداموں سے ارد گرد کے علاقوں سے گندم خرید کر کے ذخیرہ کر دیتے ہیں اور یہ ظاہر کی جاتی ہے کہ یہ گندم ان خریداری کے مراکز سے خریدی گئی ہے جہاں پہ سٹوریج کا کوئی انتظام نہیں ہے اور اس طرح کروڑوں روپے بار برداری کے نام پہ سرکاری خزانہ سے خورد برد ہو رہے ہیں اور جناب والا! جو گندم کاشتکاروں سے زائد وصول کی جاتی ہے جب وہ ایک لاکھ کے برابر ہو جاتی ہے تو اس کا بل اپنے منظور نظر بیوپاریوں کے نام بنا کر سرکاری خزانہ سے رقم حاصل کی جاتی ہے۔ اور اسی طرح باردانہ میں کروڑوں روپے کا غبن ہو رہا ہے۔ جس وقت محکمہ خوراک فلور مل کے مالکان کو گندم جاری کرتا ہے تو وہ گندم بی کلاس بار دانہ میں ظاہر کر کے دی جاتی ہے مگر اے کلاس باردانہ بازار میں فروخت کر دیا جاتا ہے اور اس طرح سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ محکمہ خوراک کا عملہ اور فلور مل کا مالک برابر کی سطح پر تقسیم کر لیتے ہیں۔ جناب والا! اس طرح سے اجناس کی خریدارر کی آڑ میں کروڑوں روپے کا جو غبن ہو رہا ہے۔ میں اس قوم کا ایک ادنی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے آج پوری انسانی قوت کے ساتھ یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ محکمہ خوراک کو اس کی بد عنوانیوں اور دھاندلیوں کی بنا پر ختم کر دینا چاہیئے۔ جناب سپیکر! آج کوئی بھی محب وطن پاکستانی اس احساس سے خالی نہیں ہے کہ محکمہ زراعت کی فرائض سے غفلت اور محکمہ خوراک کی بددیانتی کی وجہ سے زراعت کاشتکاروں کے لئے مناسب منافع بخش پیشہ نہیں رہی۔ اور دنیا کے جن ممالک میں زراعت منافع بخش پیشہ ہے وہاں کا سائنس دان ریسرچ کر کے جدید ٹیکنالوجی کو کاشتکاروں کے دروازے پر پہنچا رہا ہے - ان ملکوں میں کھاد اور بیج بلیک میں فروخت نہیں کیے جاتے اور نہ ہی ان

میں ملاوٹ کی جاتی ہے۔ جناب والا! اس سلسلہ میں میں اپنے پڑوسی ملک ہندوستان کی مثال دینا چاہتا ہوں کہ وہ ہندوستان جو کبھی دانے دانے کا محتاج تھا آج 16 کروڑ ٹن غلہ پیدا کر رہا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں ہم ابھی تک صرف ایک کروڑ ٹن غلہ پیدا کر پائے ہیں - اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم جدید ترین زرعی ٹیکنیک کی بجائے سامان تعیش اور کاریں' خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی' وہ برآمد کر رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے ملک میں ٹریکٹروں ' زرعی مشینری 'کرم کش ادویات کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور کھاد اور کرم کش ادویات میں ملاوٹ' ڈیزل میں کیروسین کی ملاوٹ اربوں روپے کی مشینری کو تہس نہس کر رہی ہے جو کہ ہم زرمبادلہ خرچ کر کے بیرون ملک سے منگوا رہے ہیں مگر کسی کو اس بات کا احساس تک نہیں ہے۔ جناب وزیر آبپاشی' آپ سے معذرت کے ساتھ' کہ آج پنجاب کی زمینیں پیاسی ہیں اور نہریں پانی کی بجائے ریت اگل رہی ہیں لیکن پھر بھی آپ کاشتکاروں سے سو فیصد آبیانہ کیوں کر وصول کرتے ہیں؟ جناب والا! یہ گونگی ' بہری اور اندھی مخلوق جسے آپ کاشتکار کہتے ہیں گاؤں کے پٹواری سے لے کر تھانے کے سپاہی تک' دفتر کے اہلکار سے لے کر واپڈا کے لائن مین تک' جننگ فیکٹری کے مالک سے لے کر شوگر مل کے سیٹھ تک فوڈ کے انسپکٹر سے لے کر ہسپتال کے ڈاکٹر تک یہ سب ایسے پیراسائیٹ ہیں جو کاشتکار کے خون پر پل رہے ہیں مگر افسوس کہ وزیر خزانہ صرف ایک تقریر پڑھ کر ان کاشتکاروں کی زندگی میں انقلاب لانا چاہتے ہیں ہمیں شاید ان کو پتہ نہیں ہے کہ انقلاب تقریر کرنے سے اور مضمون لکھنے سے نہیں آتا۔ انقلاب دعوت طعام اور کشیدہ کاری کا نام نہیں ہے' انقلاب اتنا معتدل ' اتنا مودب اور اتنا کریم النفس نہیں ہوتا۔ انقلاب تو تشدد آمیز حرکت کا نام ہے جس کی وجہ سے حقوق سے محروم طبقہ مراعات یافتہ طبقہ کے اقتدار کو تختہ ہمیشہ کے لیے الٹ دیتا ہے۔ جناب سپیکر! اب آخر میں وقت کی قلت کے پیش نظر اپنا یہ فرض سمجھتا ہوں کہ ان کاشتکاروں کا ایک المناک المیہ اس ایوان کے اراکین کی نذر کروں جو کہ کاشتکاروں کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آئے ہیں۔ جناب سپیکر! وہ کاشتکار جو لا علاج مرجاتا ہے اور اف نہیں کرتا' وہ کاشتکار جو بھوکا اور ننگا رہتا ہے اور احتجاج نہیں کرتا' وہ کاشتکار جس کی بیٹی ننگے سر گاؤں میں پھرتی ہے' جس کا بیٹا ننگے پاؤں سکول جاتا ہے لیکن وہ ہمیشہ مسکراتا رہتا ہے۔ جناب والا! اسی کاشتکار کا المیہ۔

بیج جو سینچتے ہیں اپنے لہو سے سبز کھیت
فاقوں سے ہیں نڈھال وہ بدبخت صبح و شام

وہ لوگ ہیں زمین کی قسمت کے پاسبان
مٹی پہ بیٹھنا بھی ہے جن کے لئے حرام
اندھے ہیں زندگی کے نگہبان بنے ہوئے
بہروں نے تھام رکھی ہے قانون کی لگام
اے عدل و راستی کے خدا جواب دو
کیا کم ہے اس قصاب سے یہ سر پھرا نظام
جو گھونپتا ہے ہاتھ سے حلقوم میں چھرا
لیتا ہے پھر بھی اپنی زبان سے خدا کا نام

وما علینا الا البلاغ

محترمہ چیئرپرسن: جناب محمد رفیق صاحب

ایک معزز رکن: جناب چیئرمین، مقررین کی ترتیب ذرا ٹھیک طریقے سے کیا کریں کیونکہ آخر میں بھائی رفیق صاحب آجاتے ہیں۔ جو پہلے تقریر سننے کا مزا ہوتا ہے وہ سارے کا سارا ختم ہو جاتا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: چیئرپرسن صاحب' یہ ہمارے گروپ کا اپنا ڈسپلن ہے۔ ہم نے اپنے مقررین کی ترتیب اپنی مرضی سے رکھی ہے۔ اگر ہمارا کوئی رکن لمبی تقریر کرتا ہے تو ہمارا اپنا نقصان ہو گا۔ اس میں سرکاری ممبران کے کسی رکن کو اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنے نظام کو اپنے ہی طریقے سے چلانا بہتر سمجھتے ہیں۔

سید اقبال احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر

محترمہ چیئرپرسن: سید اقبال شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بولنا چاہتے ہیں۔

سید اقبال احمد شاہ: اگر کوئی اچھی بات اپوزیشن والوں سے کہہ دی جائے تو ان کو ماننی چاہیئے یہ ان کی تعریف کے لئے ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہ ہر بات پہ وہ تنقید کریں۔ اگر ہم اچھی بات کرتے ہیں تو تسلیم کریں۔ یہ ہاؤس کہتا ہے کہ کونسا اچھا مقرر ہے۔ اس واسطے اگر یہ اچھی رائے دی گئی ہے تو میں شاہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ اسے تسلیم کرنا چاہیے اور جو ہم اچھی بات کہیں اس کا احترام کرنا چاہیئے اگر یہ اچھی بات کہیں تو ہم احترام کریں گے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب چیئرپرسن صاحبہ! ہم سرکاری بنچوں کے ہر فاضل رکن کی اچھی بات کا سنجیدگی سے نوٹس لیتے ہیں اس پر غور کرتے ہیں اور اپنی طرف سے دست تعاون بڑھاتے ہیں۔ میں اس موقع پر یہ عرض کرنا چاہتی ہوں چونکہ قائد ایوان اس وقت ہاؤس میں موجود نہیں۔ آج کل اقبال احمد شاہ صاحب کو اپنے نمبر بنانے کا زیادہ شوق ہو گیا ہے۔ میں بھی آپ کی وساطت سے جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ سفارش کرتا ہوں کہ ان کو ان کی اس بے جا کارکردگی پر زیادہ نمبر دے دیئے جائیں اور ان کا کوئی مرتبہ بلند کر دیا جائے۔

محترمہ چیئرپرسن: جناب محمد رفیق صاحب' آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب چیرمین' سید طاہر احمد شاہ صاحب چونکہ پہلے تشریف نہیں لائے تھے اب چونکہ ان کی پہلے باری ہے۔

محترمہ چیئرپرسن: تو اب آپ کیا چاہتے ہیں کہ پہلے شاہ صاحب بول لیں؟

وزیر زراعت: جناب چیئرمین' میں سمجھتا ہوں کہ یہ چودھری رفیق صاحب کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ ان کو اس وقت ٹائم دیتے ہیں جس وقت ہاؤس کے پاس ٹائم نہیں ہوتا اور کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ ان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

محترمہ چیئرپرسن: میں رفیق صاحب سے پوچھ لیتی ہوں کہ اگر وہ چاہتے ہیں تو پہلے شاہ صاحب بات کر لیں اور بعد میں وہ کر لیں۔ رفیق صاحب آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

وزیر زراعت: وہ توجہ نہیں دے رہے کہ ان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں چاہوں گا کہ چونکہ مجھ سے پہلے باری شاہ صاحب کی ہے میں شاہ صاحب کے لئے اپنی باری چھوڑتا ہوں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب چیرمین صاحبہ' سرکاری بنچز کے ارکان کی طرف سے اور وزیر زراعت کی طرف سے ہماری جناب سے ارکان کی ترتیب پر کچھ تھوڑا سا اعتراض ہوا ہے اس ضمن میں میں پہلے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ ماضی میں یہ ہوتا رہا ہے کہ ہمارے یہ ارکان اعتراض کرتے تھے کہ ان کے پاس وقت باقی نہیں رہتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ حزب اختلاف کا ہر رکن اس معزز ایوان

کی کارروائی میں سنجیدگی سے دلچسپی لے اور اپنی طرف سے جو بھی تجاویز ہیں جو خیالات ہیں وہ ان کا اظہار کریں۔ اس لئے ہم نے یہ ایک طریقہ اختیار کیا تھا کہ ہماری طرف سے سب سے پہلے قائد حزب اختلاف اپنی تقریر کا آغاز کریں گے اور ان کے بعد ہماری طرف سے جو بھی اراکین اسمبلی کے مباحثہ میں حصہ لینا چاہیں گے ان کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ پہلے وہ تقریر کر لیں گے اور اس کے بعد جتنا بھی وقت باقی بچے گا اور اس میں میں جو کچھ کہنا چاہوں گا کہہ سکوں گا۔ اس میں ہمارے اپنے ڈسپلن اور ترتیب کی بات ہے' میں سمجھتا ہوں کہ اس کو خواہ مخواہ مسئلہ نہیں بنانا چاہیئے' اس ایوان کے تقدس کو برقرار رکھنا چاہیے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

وزیر زراعت: شکریہ جی! ہم اپنا اعتراض واپس لیتے ہیں' میں سمجھا تھا کہ شائد چودھری رفیق صاحب کا "لونگ گواچ" گیا ہے اور وہ اسے تلاش کر رہے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں نہیں سمجھ پایا۔

وزیر زراعت: میں سمجھا تھا کہ شائد رفیق صاحب " دا لونگ گواچ "گیا اور وہ " لبھ " رہے نیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! میرے خیال میں وزیر زراعت کی عقل "گواچ "گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! مسئلہ کیا زیر بحث ہے؟

چودھری محمد رفیق: جناب والا! میرے خیال میں جناب وزیر زراعت صاحب کی عقل "گواچ "گئی ہے جن کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ لونگ کہاں ہونا چاہیئے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میرے خیال میں " میرا لونگ گواچا "کہاں سے شروع ہو گیا' بات تو محکمہ زراعت پر ہو رہی ہے' کہیں ایسا تو نہیں کہ جناب وزیر زراعت کا کوئی غنڈہ "گواچ "گیا ہو۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! اصل میں جناب وزیر زراعت صاحب خود "گواچے " بیٹھے ہیں۔ " اونہاں نوں سمجھ نہیں لگدی کہ کی جواب دینا ہے "

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! ہمارا ملک اور ہمارا صوبہ زرعی ہے' اور ہماری قومی معیشت کا دارو

مدار زرعی شعبے پر ہے اور ہمارے ملک اور صوبہ کی بیشتر آبادی یا تو آبادیوں کے تناسب کا بیشتر حصہ دیہاتوں میں بستا ہے اور کسانوں کی صورت میں، دھقانوں کی صورت میں اور دیہی مزدوروں کی شکل میں اکثریت کے تناسب سے موجود ہیں' یہ اکثریتی آبادی جن کی معاشی صورتحال بہت مفلوک الحال ہے۔ ماضی میں بھی اور موجودہ دور میں بھی حکومتیں اور حکومت وقت اپنے مختلف Media کے ذریعے اعلانات کے ساتھ ساتھ بڑے فخر سے یہ بلند و بانگ دعوے کرتی چلی آرہی ہے کہ کسانوں کا ایوان ہے۔ میں معذرت کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ اس ایوان میں کسانوں' دھقانوں' اور دیہی مزدوروں کی اکثریت نہیں البتہ دیہات سے تعلق رکھنے والے لوگ ضرور ہیں' دیہات سے تعلق رکھنے والے' دیہات میں بسنے والے زمینداروں' بڑے زمینداروں یا چھوٹے جاگیرداروں کی تعداد اکثریت میں ہے۔

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر جناب شاہ صاحب ذاتی حملے کر رہے ہیں۔ اور اس ایوان کے وقار کو خاک میں ملا رہے ہیں یہ کہہ کر یہ کاشتکاروں کا نہیں بلکہ چھوٹے جاگیرداروں کا ایوان ہے' چھوٹے جاگیردار تو ہوتے ہی نہیں' جاگیردار کا لفظ تو ہے ہی بڑا' جیسے پیر' چھوٹے پیر چھوٹے بڑے پیر سب پیر پیر ہیں' زمیندار زمیندار ہیں' کاشتکار کاشتکار ہیں اس لئے طبقاتی طعنے بازی غیر پارلیمانی ہے اس ڈرامے کی طرح اسے بھی حذف کروایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب اس میں حذف کرنے والی کوئی ایسی بات نہیں

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! جواب ان غزل کے طور پر یہ فرمایا کہ کوئی چھوٹا پیر ہے اور کوئی پیر ہے، کوئی چھوٹا چور ہے کوئی بڑا چور ہے۔ اور میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆☆☆☆

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں عرض کروں گا کہ شاہ صاحب کو ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جناب ڈپٹی سپیکر: میں شاہ صاحب سے التماس کروں گا کہ وہ کٹ موشن کے متعلق اپنی تقریر کو جاری رکھیں۔

ملک طیب خان اعوان: جناب والا! مجھے افسوس ہے کہ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب تشریف رکھیں یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

☆☆ بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے

چودھری محمد رفیق: جناب والا! ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! ایک ضرب المثل ہے کہ ☆

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر، جناب والا! ہم اس قسم کی باتیں کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔

سید طاہر احمد شاہ: ☆

رانا پھول محمد خان: جناب والا! یہ اپنے الفاظ واپس لیں۔

ملک طیب خان اعوان: جناب والا! یہ ان کے خلاف بات ثابت کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب، ملک صاحب آپ تشریف رکھیں اس کے متعلق ابھی فیصلہ کر لیتے ہیں۔ چودھری صاحب تشریف رکھیں، ملک صاحب سے متعلقہ بات تھی اس لئے ان کو بات کرنے کا پہلے موقع دیا جاتا ہے۔

ملک طیب خان اعوان: جناب والا! میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے فاضل رکن میرے خلاف ایک ٹیڈی پیسہ بھی ثابت کر دیں تو میں تحریر کر دیتا ہوں کہ میں اس عہدہ سے دستبردار ہو جاؤں گا اور معزز رکن یہ تحریر کر دے ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ کہ میں بھی دستبردار ہو جاؤں گا یہ دونوں لکھ کر سپیکر کے حوالے کریں، انشاء اللہ یہ غریب قطعاً" اس بات میں ملوث نہیں پایا جائے گا۔ میں ایسی بات سے ہر لحاظ سے پاک ہوں اور پاک رہنے کا دعویٰ کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک صاحب! آپ تشریف رکھئے۔ میں معزز ارکان سے یہ التماس کروں گا کہ براہ کرم اس معزز ایوان کے تقدس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ذاتی حملے نہ کیا کریں یہ آپ کے وقار اور آپ کی شان کے خلاف ہے تو میں آپ سے یہ توقع رکھونگا کہ آپ براہ کرم اس چیز کو ہمیشہ مدنظر رکھیں گے۔

☆ ☆ بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے

میاں ممتاز احمد متیانہ : پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آج کے اخبارات اس بات کے گواہ ہیں کہ جس طرح سے کل ہمارے دو ساتھیوں نے غیرذمہ دارانہ گفتگو کر کے ہمارے اس وقار کو اور ہمارے اس معزز ایوان کے Image کو تباہ و برباد کیا ہے اس پر انتہائی افسوس کی بات ہے اور آج صبح بے شمار لوگوں کے ٹیلیفون اور پیغامات ہمیں موصول ہوئے جنہوں نے کہا کہ آپ اسمبلی میں اتنے اچھے کردار کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس طرح کی گفتگو کرتے ہیں جو کہ ایک عام یونین کونسل کے اجلاس میں بھی یہ چیزیں زیب نہیں دیتیں۔ تو جناب والا! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آج پھر یہی بات دہرائی گئی اور میرے اسی فاضل ممبر کی طرف سے جن کو کہ ہم اپنا سینئر ساتھی سمجھتے ہیں اور جن پر ہم سے بھی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس ایوان کے ماحول کو اچھا بنانے میں اچھا کردار ادا کریں گے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارا معیار برقرار نہیں رہا اور ہم میں وہ بات نہیں آئی جو ہمیں اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے محسوس کرنا چاہیے تھی اور اس ایوان کے ساتھ ہماری یہ زیادتیاں ہیں بلکہ پورے پنجاب کے عوام کو یہاں بیٹھ کر خراب کرتے ہیں۔ اور ہم غیرذمہ دارانہ گفتگو کر کے ان توقعات پر پانی پھیر دیتے ہیں لہٰذا میں ایسے صاحبان سے گزارش کروں گا جو اپنی ذاتی رنجشوں کو یہاں اس ایوان میں لا کر اس ایوان کے ماحول کو خراب کرتے ہیں اگر وہ اس طرح کی گفتگو کے بغیر نہیں رہ سکتے تو وہ یہ پرائیویٹ لابی میں جا کر کریں یا پھر ایک دوسرے کے کمرے میں جا کر اس طرح کی پریکٹس کر لیا کریں۔ اس ایوان کو اس طرح سے خراب کرنے کا انہیں کوئی حق نہیں۔ تو اپنے ان دونوں صاحبان سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں اور اس طرح کی کارروائی کا آپ جناب سختی سے نوٹس لیں ہم اس بات کو قطعاً" اجازت نہیں دیں گے کہ ہمارے اس ایوان کے تقدس کو اس طرح سے مجروح کیا جائے ہم اس کے وقار کو ہر حالت میں برقرار رکھیں گے۔

میاں محمد افضل حیات (قائد حزب اختلاف) : جناب والا! میں یہاں پر یہ عرض کرنا چاہونگا کہ عام طور پر بات مذاق سے شروع ہوتی ہے اور پھر وہ آگے بڑھ جاتی ہے۔ اس سلسلے میں خاص طور پر اپنے محترم اور بزرگ دوست بھائی رانا صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ بے جا مداخلت سے اس ایوان کی کارروائی کو بہتر بنانے کے لئے بات شروع کرتے ہیں لیکن وہ بات وہاں پر رہتی نہیں ہے۔ اس لئے یہ میری گزارش ہے کہ جو ایسے الفاظ ہیں ان کو آپ حذف کریں اور ساتھ ہی میری طرف

سے آپ سے اور پریس سے یہ گزارش ہے کہ ایسی باتیں جو حذف ہو جاتی ہیں انہیں مہربانی کر کے اخبارات میں نہ لایا جائے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں اپنے فاضل قائد حزب اختلاف کا بہت مشکور ہوں اور ان کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن اگر وہ اپنا ضمیر مردہ کر کے بیٹھ جائیں میں آپ کو وثوق سے کہتا ہوں کہ اس ایوان میں سب سے بڑا اگر کوئی ذمہ دار ہے تو وہ قائد حزب اختلاف ہے اور وہ اپنے پیچھے بیٹھے ہوئے لوگوں کو ہمیں مطعون کرتے ہوئے سنتے ہیں طعنہ ان پر لاگو ہوتا ہے اس لئے ہم لیڈری کے لئے اپنی غیرت نہیں بیچ سکتے انہیں غیرت آنی چاہیئے ہم کسی ذمہ دار کے خلاف کوئی بات سننا پسند نہیں کرتے یہ طبقاتی معاملات اور یہ سستی شہرت حاصل کرنے والے دوستوں کو گو چودھری صاحب سے میرا گہرا تعلق ہے۔ میں شاہ صاحب کے مریدوں میں سے ہوں لیکن ہمیں مطعون نہ کیا جائے اگر ان کا ضمیر نہ جاگ سکا تو مجھے یہ عرض کرنا پڑا اگر وہ خود اپنے ضمیر سے ان کو کنٹرول کریں تو پھر ہم حاضر ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب! کیا آپ تشریف رکھیں گے؟ میں اس سلسلے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس اسمبلی میں آئے ہوئے تقریباً" اڑھائی سال کا عرصہ ہو گیا ہے اور اس اسمبلی کی آدھی میعاد تقریباً" ہنسی اور مذاق میں گزر گئی ہے تو میں آپ لوگوں سے یہ توقع کرتا ہوں کہ یہ ایک عظیم الشان ایوان ہے جس کے آپ ممبر ہیں۔ پورے پنجاب بلکہ پورے پاکستان کی نظریں آپ کی طرف ہیں کروڑوں اور لاکھوں نظریں آپ کے تعاقب میں ہیں اور شاید یہ آپ لوگوں کے علم میں نہ ہو کہ ہماری اس اسمبلی کا 70 دن اجلاس ہوتا ہے اس سلسلے میں پانچ لاکھ روپیہ روزانہ خرچ ہوتا ہے اس حساب سے آپ دیکھئے کہ اسمبلی کا بجٹ تقریباً" ساڑھے تین کروڑ سے زیادہ ہے تو ہمیں اپنے رویے سے تھوڑی سی لچک پیدا کرنی چاہیے اور اس اسمبلی کے اجلاس کو یا اس اسمبلی کی کارروائی کو ہنسی مذاق کا رنگ دینا یا یہاں آکر اس قسم کی باتیں کرنا جو آپ کی شان کے خلاف ہوں یا اس ایوان کی اعلیٰ ترین روایات کے خلاف ہوں وہ آپ، کو زیب نہیں دیتیں۔ میں تمام حضرات سے خاص طور پر ان حضرات سے جو پرانے پارلیمنٹیرین ہیں اور جن سے ہم لوگوں نے کچھ سیکھنا ہے ہمارے لئے تو ان کا رویہ مشعل راہ ہونا چاہیئے ہم تو ان سے کچھ سیکھنے کے لئے یہاں آئے ہیں تو مجھے انتہائی افسوس ہوتا ہے کہ وہ لوگ جن سے ہم نے کچھ سیکھنا ہوتا ہے ان کا رویہ ایسا ہوتا ہے کہ ہمیں بھی

شرم محسوس ہوتی ہے کہ ہمیں ان سے سیکھنے کی بجائے ان کے رویے سے کوئی خوشی محسوس نہیں ہوتی تو میں تمام معزز اراکین اسمبلی سے یہ التماس کروں گا کہ براہ کرم اپنے ذاتی وقار کو مدنظر رکھتے ہوئے اس اسمبلی کی اعلیٰ ترین روایات اور اس کے اعلیٰ ترین مقام کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے کردار میں اپنے افعال میں تھوڑی سی تبدیلی کیجئے کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ نے مقام دیا ہے ہمیں اپنے کردار سے یہ بات ثابت کرنی چاہیے کہ ہم اس کے اہل تھے تو جو باتیں معزز اراکین نے ہنسی مذاق کے رنگ میں کی ہیں میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا اگر آپ اجازت دیں کہ ان کو اسمبلی کی کارروائی سے حذف کر دیا جائے۔

آوازیں: حذف کر دیا جائے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ میں ان الفاظ کو جن سے شاہ صاحب کی دل آزاری ہوئی ہے میں بخوشی واپس لینے کے لئے تیار ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہماری روایات ہیں جو آڑھائی سال کا عرصہ ہماری نظروں کے سامنے ہے ہم پہلے بات کرتے ہیں اس پر بحث ہو جاتی ہے اور اس پر اسمبلی کا اچھا خاصا وقت ضائع ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد ہم اس بات کو واپس لے لیتے ہیں تو پہلے ہی ہمیں سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیے ایسی بات کیوں کی جائے جسے اس اسمبلی کا ایک گھنٹہ ضائع کرنے کے بعد واپس لے لیں تو میں یہ آپ سے التماس کروں گا کہ آپ آئندہ اس سلسلہ میں محتاط رہیں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! اسمبلی کے پارلیمنٹرین کا یہ طریقہ ہے اگر کسی کو کسی کی بات سے اختلاف ہے اور وہ اس کے نظریہ سے اس کی سوچ سے مختلف بات ہے اس کو بھی تقریر کے دوران ٹوکنا مناسب نہیں۔ اگر کسی کو اختلاف ہے تو وہ اس کا جواب بعد میں دے سکتا ہے۔

دوسری بات جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر پہ ٹوکنا یہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب کوئی قانون کی یا کوئی ٹیکنیکل اعتراض ہو یہ اس وقت بات ہوتی ہے۔ پروسیجرل کوئی غلطی ہو اس پر بات ہوتی ہے۔ کسی کو نظریات یا اس کی تقریر سے اختلاف ہے، ہر ایک کو دوسرے سے ہو سکتا ہے اور ہماری تقاریر سے ہر کسی کو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تقریر کے دوران ٹوک دیا جائے۔ میں یہ اس لئے گزارش کرنا چاہوں گا ...... جناب والا! ابھی یہ دیکھ لیجئے میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہا ہوں اور جناب صدیق سالار صاحب کھڑے ہو گئے ہیں۔

جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ تقریر پوری سن کر اس کے بعد مناسب موقع پر اس کا جواب دیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ رانا صاحب نے مجھے سب سے بڑا زمیندار سمجھا ہے۔ یہ ان کی خوش فہمی ہے میں تو بہت چھوٹا زمیندار ہوں۔ اگر میں کسی طبقے کے چاہے وہ بڑے زمیندار کا ہو چاہے چھوٹے کا ہو کسی کے طبقات سے میں بانٹنے کے لئے تیار نہیں ہوں لیکن اگر کہیں پہ کوئی غلطی ہو تو اس کی نشاندہی کرنا بھی کوئی غلط بات نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں معزز اراکین اسمبلی سے یہ درخواست کروں گا کہ وقت کا ضیاع نہ کیا جائے اور کارروائی کو اگے چلنے دیا جائے۔

(قطع کلامیاں)

وزیر قانون: جناب والا! الفاظ حذف کر دیئے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جو غیر متعلقہ الفاظ تھے جن میں ممبران کی ذاتیات پر حملہ کیا گیا ہے ان کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔ اور پریس والوں سے بھی التماس کروں گا کہ وہ اس قسم کے الفاظ اخبارات میں نہ لائیں۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب والا! معزز ممبران ایسی گفتگو کریں۔ 260 ممبران اس ایوان میں موجود ہیں۔ ان سب کو ایک لسٹ میں لے آنا کہ اسمبلی اڑھائی سال میں ایسا کرتی رہی ہے۔ چند ممبر چار یا پانچ ہوں گے جو ایسا ماحول پیدا کرتے ہیں۔ باقی ممبران سنتے ہیں اور صحیح تقریریں کرتے ہیں۔ ایسا ماحول شاید ہی کسی اسمبلی نے پیش کیا ہو۔ جو ہماری اسمبلی نے اڑھائی سال میں پیش کیا ہے۔ ایسی مثال نہیں ملتی جس طریقے سے ہمارے ممبران نے ایوان میں ہر طریقے سے گفتگو کی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا باقی ممبران سب نے ایسا کیا ہے صرف چار یا پانچ ممبران ہیں۔ کیونکہ پریس میں انا ہے کارروائی میں آنا ہے۔ اس لئے میں ریکارڈ پہ یہ لانا چاہتا ہوں کہ تمام ممبران ایسے نہیں صرف تین چار ممبران کارروائی خراب کرتے ہیں۔ میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا۔ سب ممبران کے متعلق یہ کہنا ٹھیک نہیں سب ممبران بڑے معزز ہیں اچھی تقریریں کرتے ہیں۔ اچھے قابل ہیں۔ اچھے ذہن ہیں اور کارروائی کو بڑے اچھے طریقے سے نبھا رہے ہیں۔ جناب ڈپٹی سپیکر اس میں آپ بھی آتے ہیں سپیکر صاحب بھی آتے ہیں اس لئے اچھے ممبران کے لئے اچھے الفاظ ہونے چاہئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آپ درست فرما رہے ہیں۔ دیکھنا یہ ہوتا ہے

کہ ایوان کی کارکردگی اس سے متاثر ہوتی ہے۔ طاہر احمد شاہ صاحب آپ تقریر فرما رہے تھے۔ چودھری رفیق صاحب اب اس بات کو ختم ہونا چاہیئے۔

چودھری رفیق احمد: جناب والا! رانا پھول خان صاحب دوسروں کی دل آزاری اور الفاظ کے واپس لینے کے لئے اس قدر عادی ہو چکے ہیں مجھے وہ سردار کا لطیفہ یاد آرہا ہے .....

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! میں آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دوں گا ۔ آپ تشریف رکھیں۔ یہ غلط بات ہے آپ خواہ مخواہ ایسی باتیں کرتے ہیں اس سے مسئلہ طویل ہو جاتا ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! اگر وہ راضی نہیں تو پھر میں اپنے الفاظ واپس نہیں لیتا۔ آپ بتائیں میرے غیرپارلیمانی الفاظ کون سے تھے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے کیا فرمایا ہے؟

رانا پھول محمد خان: میں نے الفاظ واپس اس لئے لئے ہیں کہ میرے پیر صاحب کو اگر میرے کسی الفاظ سے کچھ محسوس ہوا ہے میں ان الفاظ کو واپس لینے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے غیرپارلیمانی الفاظ استعمال ہی نہیں کئے۔ اگر کوئی کہے ہیں تو وہ فرما دیں۔ جب آپ نے کارروائی حذف کر دی اب کوئی معاملہ ہی نہیں رہا لیکن جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دو چار لوگ خراب کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ ان کی زیادتی ہے۔ ہم بالکل برداشت نہیں کرتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب آپ تشریف رکھیں۔ تمام لوگ اچھے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں اچھے لوگوں کو یہی روایات ہیں کہ ان کے کردار سے ان کے افعال سے اچھی یادیں وابستہ ہوں اور ان کے اچھے نظریات سے لوگ استفادہ کریں۔ طاہر احمد شاہ صاحب آپ تقریر فرما رہے تھے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں نہایت ادب اور احترام سے..........

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ سے یہ التماس کروں گا کہ آپ اپنے موضوع سے متعلق تقریر جاری رکھیں۔ براہ کرم موضوع سے ہٹ کر کوئی بات نہ کریں۔

سید طاہر احمد طاہر شاہ: جناب سپیکر! مجھے آپ کے ارشادات کا بہت زیادہ احساس ہے۔ میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جب ایوان کے ریکارڈ پر کوئی بات آجاتی ہے تو اس کے جواب میں

ذاتی نکتہ وضاحت کسی بھی رکن اسمبلی کا استحقاق ہوتا ہے۔ آپ مجھے اجازت دیجئے میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کوئی ناشائستہ بات نہیں کروں گا۔ جناب سپیکر! آپ میری گزارش سن لیجئے۔ اگر آپ دیگر ارکان اسمبلی کو موقع فراہم کرتے ہیں تو آپ کی نظر التفات مجھ پر کیوں نہیں آکر ٹھہرتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اسمبلی کے وقت کا ضیاع نہ کیا جائے آپ نے اس معاملہ میں کافی بات کرنی ہے۔ آپ اپنا وقت کسی اچھے مقصد کے لئے صرف کریں۔ کارروائی سے اس قسم کے الفاظ حذف کر دیئے گئے ہیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ اس معاملہ کو دوبارہ چھیڑنے کی ضرورت نہیں۔ آپ براہ مہربانی اپنی تقریر موضوع کے مطابق جاری رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: واجب الاحترام جناب سپیکر! جو الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے گئے ہیں اس کے بعد محترم اقبال شاہ صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر پر چھوٹی سی تقریر کر دی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں میری طرف سے کوئی نازیبا۔ ناشائستہ الفاظ نہیں ہوں گے مگر مجھے اجازت دیجئے کہ میں وضاحت کر سکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے کسی ممبر کا نام استعمال نہیں کیا اس سے کسی قسم کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ آپ براہ کرم اپنی تقریر جاری رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! نام تو نہیں لیا گیا مگر ایک ضرب المثل ہے " اکھان دہی نوں سمجھاوان نوں نوں "

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ خواہ مخواہ ان کی بات اپنے اوپر ٹھونسنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے آپ کا نام نہیں لیا اور نہ ہی کسی ممبر کا نام لیا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: نام تو نہیں لیا مگر کسی نہ کسی رکن کے بارے میں تو کہا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: میں آپ سے استدعا کرتا ہوں اس ایوان کے تقدس کے نام پر مجھے وضاحت کرنے کا موقع دیجئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے جنرل بات کی ہے۔ کسی کا انہوں نے نام نہیں لیا۔ وہ بات ختم ہو گئی ہے آپ اپنی بات کو جاری رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انہوں نے آپ کا نام استعمال نہیں کیا ہے اس لئے آپ کو وضاحت کا حق نہیں پہنچتا۔

سید طاہر احمد شاہ: اس ایوان کے کسی رکن کے بارے میں تو بات کی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ بات ہو چکی ہے اس کی وضاحت بھی ہو گئی ہے۔ میں نے اس بات کا جواب دے دیا ہے۔ آپ براہ کرم اپنی بات جاری رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! رانا پھول خان صاحب نے جو کہ میرے بڑے بھائی ہیں اور میرے لئے قابل احترام ہیں۔ مجھے ان کے کسی لفظ یا الفاظ سے یا بات سے کوئی رنج نہیں ہوا ہے اور اگر وہ مجھے کچھ ایسی زنجیدہ خاطر بات بھی کہہ دیں تو میری جو ان کی رفاقت دوستی اور تعلقات ہیں میں کبھی بھی ان کی بات کا برا نہیں مناتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہماری طرف سے کبھی بھی کوئی ناشائستہ بات نہیں ہوتی۔ کل آپ دیکھ لیجئے ایوان کی کارروائی کتنے احسن طریقے سے چلی ہے۔ میں نے کوئی غیرپارلیمانی بات نہیں کی تھی۔ میں دلائل کے طور پر جس طبقے کی اکثریت ہمارے صوبے میں ہے میں ان کی بات کرنا چاہتا تھا اور جمہوریت میں اکثریت کی بات کی جاتی ہے۔ اکثریت کی بات مانی جاتی ہے اس میں میں نے حضور والا کوئی جرم تو نہیں کیا۔ اگر جرم کیا ہے۔ اگر اکثریت کی بات کرنا جرم ہے تو اس جرم کا میں اعتراف کرتا ہوں آپ مجھے سزا دینا چاہیں تو آپ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میری طرف سے کسی کی دل آزاری کی بات نہ ہو گی تاوقتیکہ ہماری ذات پر یا کسی بات پر بے جا اعتراض نہ کیا جائے۔ بجا اعتراض ہو ہم خندہ پیشانی سے اس کو برداشت کریں گے۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہمارے ملک اور صوبے کی آبادی کا تناسب دیہاتوں میں زیادہ ہے' کسانوں کی شکل میں' زمینداروں کی شکل میں' بڑے زمینداروں کی شکل میں' چھوٹے زمینداروں کی شکل میں' نئے زمینداروں کی شکل میں' کھیت یا دیہی مزدوروں کی شکل میں اور چونکہ ان کے ذریعہ معاش کا زیادہ تر تعلق شعبہ زراعت یا اس سے متعلقہ اداروں سے ہے' اس لئے ان کی رہنمائی ' بہتری' ان کے وسائل میں اضافے کے لئے' انہیں جدید ٹیکنالوجی فراہم کرنے اور جہاں تک موسمی اثرات سے فائدہ یا نقصان ہونے کا تعلق ہے ' انہیں قبل از وقت اطلاع دینے کی ذمہ داری

محکمہ زراعت پر عائد ہوتی ہے۔ جن ذمہ داریوں کا میں نے ذکر کیا ہے' ان سے کہیں زیادہ محکمہ زراعت پر ان کی بہبود' خوشحالی اور بقاء کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جو میں وقت کی قلت کے باعث یہاں تفصیل سے بیان نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر! اسی سال کی بات ہے ہمارے کاشتکار نے' ہمارے دھقانوں نے' ہمارے دیہی مزدوروں نے جو گندم اپنے کھیتوں اور کھلیانوں سے کاٹ کر چھڑنے کے لئے ڈھیریوں کی شکل میں جمع کی تھی' بے وقت طوفانی بارشوں اور موسمی تبدیلی کی وجہ سے ان پر اثر ہوا اور بارشیں اتنی ہوئیں کہ گندم کے دانے اپنے سٹوں میں دوبارہ اگنے شروع ہو گئے۔ اس سے ہمارے صوبے کے کسانوں کو لاکھوں روپے کا نہیں عالی جاہ! ہزاروں روپے کا نہیں' کروڑوں روپے کا نہیں' بلکہ اربوں روپے کا نقصان ہوا ہے۔ اگر محکمہ زراعت کا Information Bureau مستعد ہوتا' اگر وہ فعال ہوتا' اگر وہ مجرمانہ غفلت کا مرتکب نہ پایا جاتا' اگر اس کا Information media اپنے اداروں میں کام کرنے والے اہل کاروں' افسروں اور افراد کے ذریعے زمینداروں اور کسانوں کو موسمی حالات کے تغیر و تبدیلی کے بارے میں بروقت مطلع کر دیتا تو اس اربوں روپے کا نقصان نہ ہوتا اس نقصان نے ہمارے صوبے اور خاص طور پر وسطی پنجاب کے کسانوں اور زمینداروں کی معاشی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ہمارا یہ نقصان بھی نہ ہوتا اورہماری دیہی آبادی میں انفرادی طور پر بھی لوگوں کانقصان نہ ہوتا۔

جناب سپیکر! اس میں ایک بات اور بھی ہے کہ زیادہ تر انحصار لٹریچر تحریری پر کیا جاتا ہے۔ اپنے محکمہ زراعت کے تحقیقات کے شعبے کے بارے میں یہ عرض کروں گا کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں قطعی طور پر ناکام ہو چکا ہے۔ اس لئے اس پر کروڑوں اور اربوں روپے کے کثیر اخراجات کے باوجود اس نے گندم کی کوئی ایسی قسم یا اقسام پیدا نہیں کیں۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ اگر انفریشن بیورو کا شعبہ ہمارے صوبے کے کسان کو اس کی بروقت اطلاع کر دیتا تو وہ کم از کم کٹائی تو نہ کرتا۔ اگر گندم اپنے کھیتوں اور کھلیانوں میں کھڑی رہتی تو نہ ہمارے کسان اور زمیندار کا اتنا نقصان ہوتا اور نہ ہمارا قومی سطح پر نقصان ہوتا۔ اسی کے ساتھ گندم کی کٹائی اور چھڑائی کے لئے ٹیکنالوجی کے تحت نجی شعبے نے ہارو یسٹنگ کمبائنز کا استعمال کیا ہے جو کہ بہت زیادہ قیمتی ہیں اور انہوں نے موسمی اثرات اور زمیندار اور کسان کی مجبوری کی وجہ سے ناجائز طور پر فائدہ اٹھاتے ہوئے من مانے نرخ چارج کر کے کسانوں اور زمینداروں کو لوٹا۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب اور خصوصی طور پر وزیر زراعت صاحب سے یہ عرض کروں گا Mechnization اور انجینرنگ کے

شعبہ جات اس طریقے کی منصوبہ بندی کریں کہ سرکاری سطح پر ہمارے صوبے کی ضروریات کے مطابق Harvesting Combines کے حصول اور Procurement کا جلد از جلد بندوبست کیا جائے' کیونکہ ہمارے اس علاقے میں موسمی تبدیلیاں رونمائی ہونے شروع ہو گئی ہیں۔ اگر خدا نخواستہ آئندہ برس بھی گندم کی کٹائی کے موقع پر اسی طریقے سے غیر متوقع طور پر بارشیں اور طوفان آئے تو اس وقت' تو میری اطلاع کے مطابق ' یا وزیر خوراک کی اطلاع کے مطابق ' محکمہ خوراک کے پاس خاصی گندم موجود ہے ' مگر کہیں ایسا نہ ہو کہ حکومت کی غفلت اور نااہلی کی وجہ سے ' ہمارے صوبے کا کسان ' ہمارے صوبے کا چھوٹا زمیندار یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے کہ جو اس کا ذریعہ معاش ہے جو کہ زمین ہے جس میں وہ موسم گرما کی کڑکتی ہوئی دھوپ میں' جب کہ ان کے ٹیکس' آبیانے اور مالیے سے حاصل کرنے والا عوام کا خادم ائرکنڈیشنڈ کمرے میں بیٹھ کر ان کی تقدیر کا فیصلہ کرتا ہے اور رات ائرکنڈیشنڈ کو گھر میں جا کر سوتا ہے مگر وہ گرمی کی کڑی دھوپ میں اپنے کھیت کی پانی سے آبیاری کرتا ہے۔ وہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور انتہائی سردی کے دنوں میں بھی رات کے ایک بجے دو بجے اپنے پانی کی باری کے اعتبار سے اپنے کھیتوں کی آبیاری کے لئے اپنی نیند کو چھوڑ کر' اپنے سکون کو چھوڑ کر کھیتوں میں جا کر کام کرتا ہے۔ کتنی ستم ظریفی کی بات ہے کہ پورے سال یا چھ ماہ تک وہ محنت کرتا مگر اس کی محنت کا اس کو پھل نہیں ملتا - یہ ہمارے لئے اور اس معزز ایوان کے ہر رکن کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے - جناب سپیکر! میں اس موقع پر یہ نشان دہی کرنا چاہوں گا کہ ماضی میں ہمارے اس معزز ایوان میں کاشتکار کے دہقان کے دیہی آبادی کے زمیندار کے مفاد میں جو بھی قراردادیں مرکزی حکومت کو متفقہ طور پر منظور کر کے بھیجی گئی آج تک ان پر مرکزی حکومت کی طرف سے عمل کرنا تو درکنار ان کو در خور اعتنا نہیں سمجھا گیا جس طرح ایک آفیسر کسی مظلوم کی درخواست کو ایک بیکار کاغذ کا ٹکڑا سمجھتے ہوئے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے - اسی طریقہ سے ہمارے اس مقتدر ایوان کی قراردادوں کے ساتھ یہ حشر کیا جا رہا ہے -

جناب سپیکر! مجھے علم یا مجھے یہ احساس ہے جناب وزیر زراعت صاحب جب اختتامی تقریر کریں گے تو وہ کہیں گے میں نے اپنا رابطہ مرکزی حکومت سے رکھا ہوا ہے - اور میں اسلام آباد جا رہا ہوں اور میں اسلام آباد سے آ رہا ہوں میں اس موقع پر ایک واقعہ پیش کرنا چاہتا ہوں یا اس کو آپ ایک لطیفہ کہہ لیجئے ایک کسان اپنے بھول پن کی وجہ سے میلہ دیکھنے گیا اس نے گلہری سے کہا کہ تم میری عدم موجودگی میں میرے مویشیوں کو چارہ ڈال دینا جب وہ واپس آتا ہے۔ تو اس دیکھا کہ اس کے

مویشی بھوک سے نڈھال ہو کر جاں بحق ہو گئے تھے - اس بیچارے مظلوم یا معصوم کسان نے گلہری سے پوچھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا ہے - تو گلہری نے ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگ لگانی شروع کر دی اور اس کے بعد پیچھے آنا شروع کر دیا اس نے کہا یہ سب کچھ کیا کر رہی ہو - آپ مجھے اجازت دیجئے یہ پنجابی کا محاورہ ہے " میریاں آنیاں تے جانیاں ویکھ " عالی جاہ! ہم وزیر زراعت صاحب کی " آنیاں تے جانیاں " دیکھ رہے ہیں - جناب سپیکر! ہمارے قابل احترام وزیر زراعت یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے اس کا استحقاق بھی ہے اور اعتراض بھی نہیں کہ لاہور میں ان کا دفتر جو سردی میں گرم ہوتا ہے اور گرمی میں سرد ہوتا ہے وہاں بیٹھ کر اپنے افسران اور ماتحتوں کی طرف سے جو اعداد و شمار دیئے گئے ہیں ان پر تکیہ کر کے یہ سمجھتے ہیں، میں نہایت ادب کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہونگا' جناب وزیر زراعت صاحب گاڑی کی لاگ بک کا ملاحظہ کیا جائے یہ زمیندار کا ذاتی طور پر تجزیہ کے لئے ہمارے تحقیقاتی اداروں میں مختلف جگہوں پر پھیلے ہوئے ہیں - یا پنجاب میں زرعی افسروں کے مختلف دفاتر ہمارے صوبہ ہمیں جو ایشیا کی سب بڑی زرعی یونیورسٹی ہے جہاں زراعت کی ترقی اور زرعی معیشت کی ترقی کے لئے درس و تدریس کا کام جاری ہے انہوں نے کتنی مرتبہ یہ زحمت گوارا کی، گرمی کے موسم میں اپنے سرد کمرے سے نکل کر معائنہ کریں اور ذرا دیکھیں تو سہی کہ ان کے محکمے میں کسان کی بہتری کے لئے کیا کام ہو رہا ہے - جناب والا! میرا خدانخواستہ وزیر موصوف صاحب پر ذاتی تنقید کرنے کا کوئی مقصد نہیں میں چاہتا ہوں اور میرا خیال ہی نہیں بلکہ اس معزز ایوان کے ہر معزز رکن کی بھی خواہش ہے کہ ہم نظام کو تبدیل کریں - ہم اپنے ہی ماتحت نوکر شاہی کے کل پرزوں کے آلہ کار نہ بنیں اور ان کی دی ہوئی غلط رپوٹوں پر انحصار نہ کریں بلکہ ہم چونکہ عوام کے نمائندے ہیں اور اس طریقہ سے ہمارا عوام کے ساتھ گہرا تعلق ہے ہمیں عوام کی مشکلات' بہتری اور ان کے مسائل کا جائزہ لینے کے لئے براہ راست رابطہ رکھنا چاہئے چونکہ یہ سسٹم اس قسم کا ہے جب بھی کسی پر اعتراض کیا جاتا ہے - تو اس قسم کا خوبصورت جواب پیش کرتے ہیں اور یہ نوکر شاہی کے کل پرزے حسب عادت اپنے متعلقہ وزراء کو صحیح معلومات دینے میں ناکام رہتے ہیں -

جناب سپیکر! میں ایک اور بات یہاں کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے کسان کی مجبوریاں ہیں کہ کسان اپنی پیداوار کی قیمت خود مقرر نہیں کر سکتا جبکہ شہر میں روٹی بیچنے والا ایک نان بائی اپنی روٹی کی قیمت کا تعین خود کرتا ہے، یعنی کسان کے ذرائع وسائل اور اس کی قسمت اس کی اپنی تقدیر اپنے ہاتھ میں نہیں بلکہ ٹھنڈے علاقوں میں اسلام آباد میں ٹھنڈے کمروں میں بیٹھنے والے افسران بالا اور حکمران بالا

نے اس کی تقدیر کا ہاتھ دیکھنا ہے - میں یہ باتیں اس لئے کر رہا ہوں کوئی بھی معزز رکن اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکے گا، اجناس کی پیداوار کو بڑھانے کے لئے اپنی زمین سے جو Input استعمال کرتا ہے - مثلاً" بیج کھاد ٹریکٹر' ٹریکٹر کے فاضل پرزہ جات' ڈیزل اور زرعی ادویات پانی، بجلی جو وہ استعمال کرتا ہے اس کی قیمت مقرر کرنے کا اس کو کوئی اختیار نہیں - لیکن اس کی تقدیر کا فیصلہ اسلام آباد میں ہوتا ہے - یہاں پنجاب کے مقتدر ایوان میں پنجاب کے اس مقتدر ادارے میں اس کی تقدیر کا فیصلہ کرنے کے ہم لوگ قابل نہیں - یہ انسانی زندگی کی بقا کے لئے واحد ذریعہ معاش ہے۔ جس سے اس کو افراد کے فائدہ اور نقصان ہو سکتا ہے - اس میں موسمی اثرات بھی زمیندار - دھقان یا کسان کے اپنے قبضہ قدرت میں نہیں -

جناب والا! جب کسان اپنے دیہات سے اپنی ضروریات زندگی خریدنے کے لئے شہر میں آتا ہے اور وہ چینی، کپڑا اور آٹا خریدتا ہے - تو وہ حیران رہ جاتا ہے - وہ اپنے آپ کو بے بس پاتا ہے اور سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ میں نے جو دن رات محنت کی ہے گرمی اور سردی کی پرواہ کئے بغیر' جو میں نے اجناس خام مال کی شکل میں پیدا کی ہیں کس سستے بھاؤ مجھ سے حکومت نے یا درمیانی طبقہ جسے آڑھتی' جسے میں لٹیرا کہونگا جو زمیندار کو لوٹتا ہے تو کسان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ میرے ہی پیدا کردہ خام مال کی By - Products کی شکل میں مجھے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کتنی زیادہ ادائیگی کرنی پڑتی ہے - جناب والا! ان حالات کی وجہ یہ لمحہ فکریہ ہے اور سنجیدگی سے غور کرنے والی بات ہے -

(اس مرحلہ پر حاجی چودھری محمد اصغر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جناب چیئرمین! عالی جاہ! کن الفاظ سے آپ کو مخاطب کروں -

جناب چیئرمین (چودھری محمد اصغر): سپیکر کے الفاظ سے -

سید طاہر احمد شاہ: شکریہ - جناب سپیکر! یہ حالات میں نے مختصر طور پر عرض کئے ہیں یہ سوچنے کی بات ہے کہ جب کسان دھقان، زمیندار اور نئے زمیندار کو محنت کا معاوضہ صحیح نہیں ملے گا تو پھر مجھے ایک شعر یاد آگیا اور یہ فطرت کا تقاضا ہے کہ مایوسی " تخریب " کو جنم دیتی ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا -

جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

میں بھی سمجھتا ہوں - عالی جاہ! میں تو آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں - مگر ہمیں یہ پتا ہے کہ اس نگار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے - ہماری یہ سب گزارشات - ہماری یہ سب تجاویز - اور ہماری سب حکمت عملی جو ہم پیش کریں گے وہ صدا بہ صحرا ثابت ہو گی - کیونکہ مجھے آج یہاں اس بات کی خوشی ہے اور میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرونگا کہ اس معزز ایوان کا ہر رکن پوری دلچسپی اور پوری سنجیدگی کے ساتھ میری گزارشات کو سن رہے ہیں -

جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ایک مخصوص قسم کی فکر کسانوں کے دلوں میں پیدا ہو رہی ہے - وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ جب ہم اتنی محنت کرتے ہیں اور محنت کرنے کے بعد بھی ہمیں کچھ نہیں ملتا - ان کا بسر اوقات نہیں ہوتا - انہیں پاؤں میں پہننے کے لئے جوتی اور تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا میسر نہیں آتا - ان کو رہنے کے لئے کوئی کٹیا نظر نہیں آتی تو وہ سوچتا ہے کہ میں یہاں سے اپنی زمینوں کو بیچ کر چلا جاؤں - کیونکہ افراط زر کی وجہ سے زمینوں کی قیمت بلا شبہ بہت بڑھ گئی ہیں اور اس کے اور بھی بہت سے اسباب ہیں - وہ چاہتا ہے کہ میں شہر میں آ جاؤں - شہر میں آ کر چاہے وہ کریانہ کی دکان لگا لے - چاہے وہ فروٹ آئس کریم کی ایک ریڑھی لگا لے یا اپنی سبزی چھابے میں لگا کر سڑک کے کنارے بیٹھ کر بیچ دے - اس طرح اس کو وہاں محنت کرنے سے زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے - جناب سپیکر! اگر کھیتوں اور دیہاتوں کی آبادی اپنی زمینوں کو چھوڑ کر اپنے آبائی پیشہ کو چھوڑ کر وہاں سے جب شہروں کی طرف آئے گی تو شہروں کے مسائل بڑھیں گے اور پھر کاشتکاری کون کرے گا - اناج اور غلہ کون پیدا کرے گا - اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کو اس سلسلے میں سنجیدگی کے ساتھ نوٹس لینا چاہئے - ایک اور بات میں کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت اس بات کی دعوے دار ہے کہ گندم کی فصل میں ہم خود کفیل ہو گئے ہیں ہمارے پاس گندم کے وافر ذخائر موجود ہیں -

جناب سپیکر! حکومت اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ محکمہ زراعت کی محنتوں اور کاوشوں کی وجہ سے گندم کی وافر پیداوار ہوتی ہے - اس میں میں یہ عرض کروں گا کہ یہ بالکل حقائق کے برعکس ہے - اگر تو محکمہ زراعت کے شعبہ ریسرچ، شعبہ انجینئرنگ اور شعبہ توسیع کی وجہ سے فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ ہوا ہے تو یقینی طور پر حکومت کو اس کا Credit لینا چاہئے - اگر کسان اور زمیندار اپنے وسائل کو بڑھانے کے لئے اپنے فاضل رقبہ کو گندم سے زیر کاشت لایا ہے تو اس سے صوبہ میں گندم کی پیداوار بڑھی ہے لیکن اس کے نتیجہ میں یہ ہے کہ محکمہ زراعت کسانوں کی خدمت اور رہنمائی کرنے

میں قطعی طور پر ناکام رہا ہے۔ اور اگر ہمارے صوبے میں گندم کی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے تو وہ ہمارے ان پڑھ مگر محنت کش کسان اور دہقان کی محنت کا نتیجہ ہے - میں جناب اب محکمہ زراعت کے Information Bureau کی خامی کی نشاندہی کرنا چاہونگا - اور میں وزیر زراعت سے یہ کہونگا کہ میری گزارشات کی روشنی میں اس بات پر سنجیدگی سے غور کریں - اور وہ اگر اس نتیجہ پر پہنچیں کہ میری پیش کردہ بات مبنی بر حقیقت ہے تو انہیں اس کا سنجیدگی کے ساتھ نوٹس لیکر اس پر عملدرآمد کرنا ہوگا - زیادہ تر ہمارا Information Bureau تحریری مواد پر اکتفا کرتا ہے اور اس حقیقت سے کوئی بھی ذی شعور شخص انکار نہیں کر سکتا کہ ہمارا دہقان ہمارا کسان، ہمارا دیہی مزدور، ہمارا چھوٹا زمیندار تعلیم سے بہرہ ور نہیں - زیادہ اکثریت ناخواندہ ہے - وہ اس سے جو اس مواد سے استفادہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے محکمہ زراعت کا شعبہ Information Bureau تحریری مواد پر نہیں بلکہ Audio - Visual Programme کے تحت ایسی دستاویزی فلمیں ترقی یافتہ بیرونی ممالک سے جنہوں نے زراعت کے میدان میں بے شمار ترقی کی ہے وہاں سے حاصل کر کے ہمارے ان پڑھ مگر محنت کش اور سمجھ دار کسان کو دہقان کو زمیندار کو اور زراعت کے پیشہ سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو اس کی Audio-Visual کے پیمانے پر فلموں کے ذریعے اس کی رہنمائی کی جائے - تاکہ وہ ان طریقوں کو عملی طور پر فلموں کی شکل میں دیکھ کر وہ ان کو اپنا کر اپنے اپنے اہل خانہ اپنے صوبے اور اپنے ملک کے لئے اجناس زیادہ پیدا کر سکیں اور جدید ٹیکنالوجی کے فوائد سے بھی بہرہ ور ہو سکیں - جناب والا! ہر سال ٹیوب ویل کی Subsidy پر حکومت پنجاب کے Consolidated Funds میں رقوم مختص کی جاتی ہیں - میں پورے وثوق کے ساتھ اس ایوان میں حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا صحیح فائدہ چھوٹے زمیندار یا چھوٹے کاشتکار کو نہیں پہنچتا - اس کا فائدہ صرف بڑے زمینداروں کو ہی پہنچتا ہے -

جناب سپیکر! یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کی حکمت عملی تیار کی جائے اور محکمہ زراعت میں موجود جو خامیاں ہیں اور اگر میں خامیاں گننا شروع کروں تو تمام وقت گزر جائے گا - مگر میں اپنی گزارشات کو ختم نہیں کر سکوں گا، ہر شخص اس کا دل سے اعتراف کرتا ہے آف دی ریکارڈ تسلیم کرتا ہے۔ مگر شاید مصلحت بینی کی وجہ سے وہ بظاہر اس کا اعتراف نہیں کرتا ہے مگر یہ امر واقعہ ہے کہ نہ صرف محکمہ زراعت بلکہ ہر محکمہ میں رشوت ستانی اور بدعنوانی ہو رہی ہے مجرمانہ غفلت اپنائی جا رہی ہے - نااہلیت کی جا رہی ہے - افسران لاہور سے باہر جانے کی زحمت

گوارا نہیں کرتے - ان تمام برائیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کرنے سے اگر موجودہ حکومت قاصر ہے تو کم سے کم حکومت ان خامیوں کو کم کرنے کی خلوص دل کے ساتھ کوشش کرے -

جناب سپیکر! میں اس ضمن میں ایک اور بات کرنا چاہوں گا کہ ہمارے صوبہ میں آج کل ویسے تو عام طور پر ایک بہت بڑی اقربا نوازی اور برادری پروری کی وباء پھیل چکی ہے اور ہمارا صاحب اقتدار طبقہ اس میں بری طرح مبتلا ہو چکا ہے - مگر حال ہی میں اور ماضی میں میں نے یہ گزشتہ بجٹ اجلاس میں زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں ہونے والی بدعنوانیوں کی نشاندہی کی تھی اور میں نے سابق وائس چانسلر جو کہ اس وقت سبکدوش ہو چکے ہیں ' ان کا بھی ذکر کیا تھا - خدا کا شکر ہے کہ ایک کم تعلیم یافتہ شخص کو زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کی سربراہی سے ہٹا دیا گیا ہے - حالانکہ اسے ایک Term کے بعد دوسری Term کے لئے توسیع دی گئی تھی - اس سے تو ہماری جان خلاصی ہوئی - مگر اس کے بعد نئے وائس چانسلر کی تقرری کرتے وقت بھی پھر اقرباء نوازی اور میری اطلاع کے مطابق برادری پروری کرتے ہوئے ایک ایسے شخص کو وائس چانسلر لگا دیا گیا جو کہ بلا شبہ Dean تو ہیں مگر نہ تو وہ یونیورسٹی کے اساتذہ میں سینئر ہیں بلکہ ان کے مقابلہ میں جو سینئر ترین ڈین تھے جنہوں نے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کی بہتر نمائندگی کی اور ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے انہیں تمغہ پاکستان سے نوازا گیا اور انہوں نے زرعی موضوعات پر بہترین تصانیف لکھی ہیں - جس کے Award میں صوبہ پنجاب کے گورنر نے انہیں مبارکباد کا پیغام بھیجا اور جو Dublin University میں آج سے بیس سال پہلے وہاں پر تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے جو اپنی اعلیٰ تعلیمی صلاحیتوں اور اصولوں کی وجہ سے وہاں معلم رکھے گئے تھے - اور ان کی قابلیت کے پیش نظر ان کو 20 سال قبل زرعی یونیورسٹی میں

Direct Professor کی پوسٹ پر متعین کیا گیا تھا اور آج ان کی مقبولیت اور قابلیت کا یہ عالم ہے کہ سینٹ سنڈیکیٹ کے الیکشن میں قانونی طور پر جب وہ حصہ لیتے ہیں - تو سب سے زیادہ اکثریت کے ووٹ حاصل کر کے وہ سنڈیکیٹ کے رکن منتخب ہوتے ہیں اور وہ طلباء میں بھی بے حد مقبول ہیں - اور وہ اساتذہ میں بھی مقبول ہیں - اور وہ سینئر بھی ہیں ' ذہین اور قابل بھی ہیں - مگر ان کو نظرانداز کر کے ایک ایسے آدمی کو جو ان کی تقرری کے وقت Assistant Professor متعین تھا ' ان کو وائس چانسلر کے عہدے پر متمکن کر دیا گیا ہے - میرا ان کے ساتھ ذاتی اختلاف نہیں - جناب سپیکر! جس کو بھی لگائیں یہ آپ کی مرضی ہے مگر یہ عرض کروں گا کہ اگر آپ انصاف نہیں کریں گے تو اس سے بے دلی پھیلے گی ' بے دلی پھیلے گی تو مایوسی پھیلے گی اور جب مایوسی پھیلے گی تو تخریب پیدا ہو گی - اس لئے

جناب سپیکر! انصاف کرنا چاہیئے جو بھی میرٹ پر آتا ہے اس کو اس کا Reward اور Award ملنا چاہیئے - ایک اور بات جس کی نشاندہی میں کرنا چاہوں گا کہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں حال ہی میں میاں افتخار جو کہ ایک اسسٹنٹ پروفیسر کے عہدہ پر تعینات ہیں اس کو سیکرٹری زراعت نے Pun jab Co-ordination Board کا سیکرٹری تعینات کر دیا ہے - اگرچہ سیکرٹری زراعت اس قسم کے نوٹیفیکیشن جاری کرنے کے مجاز نہیں تھے - انہوں نے اس قسم کی یہ نوٹیفیکیشن جاری کر کے زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے سینئر اساتذہ کی حق تلفی کی ہے - پروفیسر افتخار اس وقت گریڈ 18 کی آسامی پر کام کر رہا ہے - اور Secretary Pun jab coordination Board کے لئے جو قابلیت ہے اس کے مطابق گریڈ 20 کے عہدہ والے کو فائز ہونا چاہیئے۔

جناب سپیکر! ماضی کے ادوار کو آپ جتنا بھی کوسیں، جتنا بھی ان کے غلط کاموں کی نشاندہی کریں، مگر میں یہ کہوں گا کہ اس دور میں تو یہ ناانصافیاں نہیں ہونی چاہیں - اس وقت کی حکومت جو انصاف کی علم بردار ہے، اگر یہ بھی اپنے دور اقتدار میں ناانصافیاں کریں گے تو پھر جناب والا! آنے والے وقت میں، کیونکہ ہر عروج کو زوال ہوتا ہے، ایک نہ ایک دن تو اس حکومت کو جانا ہی ہے، اس میں تو ایک فلسفیانہ منطق ہے - تو پھر یہ کچھ ایسی روایت چھوڑ جائیں تاکہ آنے والے، موجودہ روایت کے تحت جس طرح سے ماضی کے حکمرانوں کی غلطیوں کی نشاندہی کی جاتی ہے یہ اچھے کام کر جائیں، اچھی روایات چھوڑ جائیں - اللہ تعالیٰ نے ان کو موقع دیا ہے یہ اقربا نوازی سے پرہیز کریں - حق دار کو اس کا حق ملنا چاہیئے، اور انصاف کے تقاضے پورے ہونے چاہئیں۔

جناب سپیکر! اب میں On Farm Water Management کی طرف آتا ہوں - حالانکہ میں گھڑی کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ وقت چل رہا ہے On Farm Water Management کی ذمہ داری کیا ہے؟ کہ وہ پانی کو کھیتوں تک صحیح مقدار اور روانی کے ساتھ پہنچانے کیلئے پختہ کھالوں کی تعمیر کروائے - اس مسئلہ پر ایوان میں ہمارے قابل احترام رکن اسمبلی جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب نے تفصیل سے بات کی ہے - میں اس سلسلے میں مزید کوئی Repetition نہیں کرنا چاہوں گا - مگر یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ اگر اس Farm Management Programme پر بدعنوانیاں جاری رہتی ہیں اور اس میں Specification کے مطابق کام نہیں ہوتا جناب والا! یہ Foreign Aid Programme ہے ہم بیرونی امداد پر چل رہے ہیں Aid کا مطلب امداد نہیں بلکہ یہ قرضے ہیں - جب سے آپ کے اس خادم نے ہوش سنبھالی ہے، ہم یہی سنتے چلے آئے ہیں کہ ہمارا قومی خزانہ خالی ہے اور ہم مقروض

ہیں - ایک ماہر معاشیات کے پیش کردہ اعداد و شمار کی روشنی میں اس ملک میں ہر پیدا ہونے والا بچہ سوا پانچ لاکھ روپے کا مقروض پیدا ہوتا ہے ، اور اگر یہ غلط ہے تو میں یہ اعداد و شمار اپنی طرف سے پیش نہیں کر رہا کیونکہ میں کوئی ماہر اقتصادیات نہیں میں معاشیات کا ماہر نہیں جو اطلاع اور معلومات مجھے Information Media کی طرف سے حاصل ہوئی ہیں وہ میں نے بیان کر دی ہیں - مگر اس حقیقت سے کوئی بھی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ ہمارے ملک میں ہر پیدا ہونے والا بچہ لاکھوں روپے کا مقروض پیدا ہوتا ہے - جناب سپیکر ! جب ہم انفرادی سطح پر کوئی کاروبار کرتے ہیں یا اپنے گھر کا بجٹ تشکیل دیتے ہیں اپنی بے وقت ضروریات کے لئے یا اپنے کاروبار کو وسعت دینے کیلئے بعض اوقات ہمیں قرضوں کی ضرورت ہوتی ہے مگر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص اتنا قرضہ حاصل کر لے کہ وہ ادا نہ کر سکے اور مالی طور پر وہ دیوالیہ ہو جائے - جناب سپیکر ! ہمیں یہ قرضے نہیں چاہئیں ، ہم اپنے وسائل اور دعوے سے یہ بات کہتا ہوں کہ اگر ہماری حکومت کی انتظامیہ پورے طریقے سے جو اس وقت تک رائج الوقت محاصل ہیں ، وہ چاہے صوبائی سطح یا قومی سطح پر ہوں اگر Tax Evasion یعنی محاصل کی چوری کو روک دیں ، اگر کروڑوں اور اربوں روپے کے قرضہ جات وصول ہو جائیں تو ہمیں قرضوں کی ضرورت نہیں - اگر یہ بڑی بڑی مچھلیاں جو اس ملک کو تباہی اور بربادی کی طرف لے جا رہی ہیں اور یہ کروڑوں اور اربوں روپے کے قرضے مرکزی سطح پر معاف نہ کر دیئے جائیں ، اور اگر محاصل کی صحیح وصولی شروع کر دی جائے ، اگر چوروں کا قلع قمع کر دیا جائے ، اگر بد دیانت افسروں کا محاسبہ کر لیا جائے اور اگر ہم اپنے محاصل کو اپنے وسائل کو صحیح طریقے سے استعمال کریں - اور وفاق کی سطح پر اگر ہماری حکومت اپنے آئینی حقوق کے تحت ، آئین کے آرٹیکل نمبر 107 کے تحت ، مالی حقوق ، مالی وسائل حاصل کرنے میں کامیاب رہتی ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں کسی بیرونی امداد کی ضرورت نہیں رہتی - میں تو یہ کہتا ہوں کہ بیرونی امداد بند ہونی چاہئے جب ہمیں بیرونی امداد نہیں ملتی تھی اس وقت بھی تو ہمارے گزارے ہوتے تھے ہمیں ایسی ترقی نہیں چاہئے کہ ہم خدانخواستہ اتنے مقروض ہو جائیں کہ ہم اپنا ملک اور اپنا وجود بیچنے پر مجبور ہو جائیں - جناب سپیکر ! یہ ہماری قوم کیلئے بھی لمحہ فکریہ ہے۔

جناب سپیکر ! مجھے میرے لیڈر نے یہ کہا ہے کہ میں اختصار سے کام لوں اس لئے میں اپنی تقریر کو Conclude کرتا ہوں - اور یہ کہتا ہوں کہ جب امداد دینے والے بیرونی اداروں تک یہ خبریں پہنچیں گی کہ بہاولپور کے علاقے اور وزیر زراعت کے اپنے ہی علاقے میں اخباری خبروں کے مطابق جب

ڈپٹی ڈائریکٹر On Farm Water Management اس قسم کی بدعنوانیوں میں ملوث ہو کر گرفتار ہو جائے کہ کاغذوں میں جو سکیمیں مرتب کر کے جھوٹے کھاتے بنا کر ثابت کر دیا جائے، مگر جب ان کی نشاندہی کی جائے جس پر عملاً ایک پائی بھی خرچ نہ ہو، لاکھوں اور کروڑوں روپے Full Payment کے نام پر Fudge Payment کے نام پر یہ لوگ رقوم کھا رہے ہیں۔ اگر ہماری بیورو کریسی نے اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے اگر بیرونی قرضوں پر ہی انحصار کرنا ہے تو کم از کم یہ سوچیں کہ ان قرضوں کا صحیح استعمال کسان اور مزدور، کھیت مزدور تک تو پہنچے۔ کام ہوتے نہیں ہیں، اگر ہوتے ہیں تو ناقص ہوتے ہیں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں اس معزز ایوان کی ایک کمیٹی متعین کی جائے اور تعمیرات کی Specifications کو چیک کیا جائے کہ وہ کام specification کے مطابق ہو، اور اس تعمیر کردہ Project کی Life اور Construction Life میں اگر خامیاں ہیں تو ان افسران کو کیفر کردار تک پہنچانا چاہیئے۔ میں تو Other Specifications کو چھوڑ کر وہاں پر جاتا ہوں اور یہ ایک حقیقت ہے اور قومی اخبارات میں یہ بات چھپی ہے کہ ڈپٹی ڈائریکٹر انجینئر اس بات پر گرفتار ہوئے کہ لاکھوں روپے کے Project کاغذوں میں مکمل ہوئے ہیں لیکن کوئی کام سرے سے نہیں ہوا۔ یہ ہمارے لئے جناب سپیکر! لمحہ فکریہ ہے۔۔ میں چودھری عبدالغفور صاحب وزیر زراعت سے یہ کہوں گا، اور ریکارڈ پر یہ بات آ رہی ہے وہ اس کا جواب دیں گے، ان سے یہ کہوں گا کہ آپ کا تعلق بنیادی طور پر ایک کسان گھرانے سے ہے، اور اگر آپ اپنے ہی طبقے کی تقدیر کا فیصلہ ائرکنڈیشن کمرے میں اور لاہور میں بیٹھ کر کرتے ہیں تو پھر اگر آپ کے ہوتے ہوئے، آپ کے محکمہ کی غلط کاریوں بدعنوانیوں اور نااہلیوں کی وجہ سے اگر کسان کا نقصان ہوتا ہے، اگر آپ کسان کی پیدا کردہ اجناس کی قیمتوں کو بڑھانے میں ناکام رہتے ہیں تو پھر میں آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ آپ وزارت زراعت سے مستعفی ہو جائیں اور گھر جا کر بیٹھ جائیں کہ کہیں آپ کو آپ کے ہی طبقے کے کسان یہ طعنہ نہ دے سکیں کہ ہمارے حقوق کا خون کرنے والا بھی ہمارے ہی طبقے کا ایک انسان تھا۔

جناب سپیکر! اس بات پر میں اپنی بات کو ختم کرنا چاہتا ہوں، مگر میری ایک اور کٹ موشن جو کہ انفرادی طور پر ہے، چونکہ پہلے چودھری رفیق صاحب اپنی بات مکمل کر لیں گے اس کے بعد میں اپنی دوسری کٹ موشن کی طرف آؤں گا۔ چونکہ وہ بھی زراعت سے متعلق ہے اس لئے آپ کو مجھے اجازت دے دینی چاہیئے۔ شکریہ۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب سپیکر! میں آپ کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا تھا کہ 27

تاریخ کو جو اجلاس منعقد ہونا ہے - میری آپ سے استدعا یہ ہے کہ وہ 27 تاریخ کو صبح 8 بجے یا ساڑھے آٹھ بجے کے بجائے شام پانچ بجے رکھ لیں تاکہ جمعہ کے روز آدمی گھر جاکر ہفتے کو تھوڑا بہت کام کر سکیں -

جناب چیئرمین: اس کا فیصلہ سپیکر کریں گے -

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا! آپ بھی سپیکر ہیں اور آپ کے یہ اختیار میں ہے -

جناب چیئرمین: چودھری محمد رفیق صاحب -

چودھری محمد صدیق سالار: پوائنٹ آف آرڈر سر- سر جو بھی معزز رکن اس چیئر پر ہو گا وہ سپیکر ہو گا، لفظ عارضی نہیں ہے - آپ بااختیار ہیں آپ جو فیصلہ کریں گے وہ آپ کا فیصلہ عین سپیکر جیسا ہو گا -

جناب چیئرمین: جس وقت ہاؤس ملتوی کیا جائے گا اس وقت سپیکر صاحب اس کا فیصلہ کر دیں گے - چودھری محمد رفیق صاحب -

وزیر زراعت: جناب سپیکر! جناب سپیکر آپ اتنے محو ہو گئے ہیں چودھری رفیق صاحب کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہ اور کسی کی طرف توجہ ہی نہیں دے رہے - تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح ظاہر ہے کہ یہ بحث 1.00 بجے فوڈ اور ایگریکلچر پر ختم ہونی ہے اس لئے یہ اس کو پہلے ہی مدنظر رکھیں -

جناب چیئرمین: میں چودھری رفیق صاحب سے کہوں گا کہ وہ اپنی تقریر شروع کریں -

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! ہم اسی طریقے سے چل رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ انشاء اللہ اسی طرح ہو اگر آپ نہیں ٹوکیں گے تو -

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے جناب وزیر زراعت جو بڑے لائق اور فائق وزیر ہیں ان کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا ملک فی ایکڑ اوسط پیداوار کے لحاظ سے دنیا کے چھ پسماندہ ترین ملکوں میں سے ایک ہے - جناب وزیر زراعت اس کی مبارکباد قبول کریں - کیونکہ جس محکمے پر اس قدر کثیر رقم ہمارے وسائل میں سے خرچ ہو رہی ہے جو کہ 56 کروڑ 54 لاکھ 85 ہزار 7 سو

روپے پر مشتمل ہے۔ جناب سپیکر! اب دیکھنا یہ ہے کہ اتنی کثیر رقم خرچ کرنے کے باوجود بھی اس محکمہ نے ہمارے کسان اور کاشتکار کی معاشی حالت کو بدلنے کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں یا اس نے کیا پیش رفت کی ہے یا اس نے کیا کامیابی حاصل کی ہے؟ جناب سپیکر! اس کے بعد پیشتر اس کے کہ میں اپنی گزارشات پیش کروں ایک جملہ معترضہ ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پھر وقت نہ بچے اور میں یہ بات کہنے سے رہ جاؤں - مجھ پر میرے ایک دو محترم عزیز دوستوں نے، فاضل ارکان نے کچھ اعتراضات کئے تھے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ میں ان کی طرح کورا کاغذ نہیں اور ان کورے کاغذوں کو بھی مبارک ہو - جناب سپیکر! مجھ سے پیشتر میرے معزز دوستوں نے ہمارے بنچوں سے سیر حاصل بحث کی ہے میں اعداد و شمار کی طرف نہیں جانا چاہتا کہ میں پھر سے وہی باتیں دھراؤں جو کہ وہ کہہ چکے ہیں صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ مجھے ان سے کلی طور پر اتفاق ہے اور جو کچھ وہ کہہ چکے ہیں میں ان کی تائید و حمایت کرتا ہوں اور وہ میری اپنے دل کی آواز تھی - چونکہ وقت مجھے کم نظر آ رہا ہے اور پھر آپ یقیناً" بیچ میں کہیں گے کہ اب بند کریں - خصوصاً" میرے مہربان وزیر زراعت تو یہ اپنا فرض ضرور نبھائیں گے کیونکہ وہ سچائیوں کو سننے کی تاب نہیں رکھتے -

جناب سپیکر! میں صرف ایک پہلو پر بحث کرنا چاہوں گا اور وہ یہی ہے کہ کروڑوں روپے کی جو رقم محکمہ زراعت اور اس کے ذیلی اداروں کے ذریعے سے خرچ کی جا رہی ہے - ان اعداد و شمار میں سے صرف ایک میں Figure آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا - کہ زراعت اور اس کے مختلف ذیلی اداروں پر، جو رقمیں خرچ کی جاتی ہیں ان میں سے ایک مد ایسی ہے جو میری سمجھ میں نہیں آئی اور میں جناب وزیر زراعت سے گزارش کروں گا کہ ان کی نوازش ہو گی ان کا کرم ہو گا، اگر وہ سمجھا سکیں - اپنے طور پر ادھر سے سیکرٹری صاحبان سے وہ کوئی رقعہ وقعہ بھیج کر معلومات حاصل نہ کر لیں - اس میں ایک مد " OTHER " ہے - Other Expenditures میں تو سمجھ آتا ہے کہ کچھ تفصیل موجود ہے کہ Other Expenditures میں جو رقمیں خرچ کی جاتی ہیں وہ تو شامل ہیں - ایک مد ایسی بھی ہے کہ جو صرف "OTHERS" لکھا ہوا ہے - آپ مجھے یہ سمجھ نہیں لگتی کہ یہ کونسا خفیہ خانہ ہے جو وزیر زراعت نے خرچ کرنے کے لئے رکھا ہوا ہے - ذرا اس کی وضاحت فرمائیں گے؟ اور اس پر لاکھوں روپے کی رقمیں OTHERS میں رکھی ہوئی ہیں - یہ OTHERS کا کون سا خفیہ خانہ ہے جس میں یہ رقمیں رکھی گئی ہیں اور وہ کون سی خفیہ مد ہے جہاں پر خرچ کی جانی مقصود ہیں اور اس OTHER میں کون کون شامل ہے - کون کون سے بخشے اس میں

شامل ہیں، وہ کون سے بخشے ہیں جن پر یہ other کی رقمیں خرچ کی جانی مقصود ہیں ؟ اور اس other کی مد سے کن کن کی کفالت کی جائے گی ؟ جناب سپیکر! ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے اور جس کی کثیر آبادی کسانوں، کاشتکاروں، مزدوروں، کھیت مزدوروں پر مشتمل ہے جو کہ 85% سے زائد بنتی ہے اور میں بڑے دکھ سے یہ بات کہوں گا کہ ہمارے Power Structure نے جو کہ صرف 7.5% سے زائد نہیں بلکہ اس سے کم ہی تعداد بنتی ہے اس نے ملک کی 85% آبادی جس میں کسان، مزدور، کھیت مزدور سارے کاشتکار شامل ہیں اس ساری آبادی کو اپنی سیاسی غلامی اور معاشی غلامی میں جکڑ رکھا ہے اور یہی وہ فتنہ ہے جس پر ہم 56 کروڑ سے زائد رقم محکمہ زراعت پر خرچ کر رہے ہیں اور جس نے قطعی طور پر آج تک ہمارے اس ملک کے کاشتکار کی معاشی حالت بدلنے یا بہتر بنانے میں کوئی اقدام نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس نے کوئی پیش رفت کی ہے اس کے کوئی مثبت نتائج نظر نہیں آتے۔

جناب سپیکر! اس کی بنیادی وجہ یہ ہے جیسا کہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں اور جناب وزیر زراعت کو اس کی مبارکباد دے چکا ہوں کہ ہمارا ملک ان دنیا کے چھ ممالک میں سے ایک ہے جس کی اوسط پیداوار فی ایکڑ سب سے کم ہے۔ یہ اوسط پیداوار کیوں کم ہے ؟ آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کے سامنے میں اپنی گزارش پیش کرنا چاہتا ہوں کہ 56 کروڑ سے بھی زائد رقم خرچ کرنے کے باوجود ہماری اوسط پیداوار بڑھانے میں محکمہ زراعت کیوں ناکام رہا ہے۔ جناب سپیکر! اس کی بنیادی وجہ یہ ہے میں یہ سمجھتا ہوں اور یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ماسوائے فائل ورک کے اس محکمے نے عملی طور پر کاشتکار کے پاس جا کر نہ تو اس کو Technical know how پہنچایا اور نہ ہی اس کی دوسری ضروریات کا خیال کیا۔ جس کی وجہ سے، ایک وجہ تو محکمہ کی نااہلی ہے کہ . . .

Technical know how اپنے پاس ہوتے ہوئے بھی کاشتکار تک وہ Technical know how نہیں پہنچایا۔ دفتروں میں بیٹھے ہی ان کے Tour Programme بنتے ہیں اور Tour Programme پر ہی ان کے ٹی اے / ڈی اے بنتے ہیں۔ میں نے نہیں دیکھا کہ کبھی کوئی زراعت افسر یا کوئی فیلڈ اسسٹنٹ یا سٹاف کے عملے میں سے کوئی کاشتکار کے پاس گیا ہو کیونکہ میں خود ایک چھوٹا کاشتکار ہوں دیہات میں رہتا ہوں اور اس بات کا عملی تجربہ رکھتا ہوں اور کاشتکار کے پاس جتنا علم ہے وہ اس کا اپنا خود ساختہ ہے یا خود پیدا کردہ ہے۔ اپنے علم ہی کے ذریعے سے وہ آج کے اس سائنسی اور جدید دور میں بھی جدید زرعی آلات کے ہوتے ہوئے بھی کاشتکاری کر رہا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ یہ ہماری اوسط پیداوار کیوں کم ہے ؟ اور دنیا میں سب سے کیوں کم ہے جبکہ ہم اس سفید ہاتھی پر اتنا خرچ کر رہے

ہیں - جناب سپیکر! یہ المیہ لمحہ فکریہ ہے کہ ہمارے ملک کی ایک کثیر آبادی جو معاشی بدحالی کا شکار ہے - آپ دیکھئے کہ لوکل آبادی کے علاوہ جو کالونی آبادیاں بنی ہیں - ان کالونی آبادیوں میں جب اس کاشتکار کا روزگار تنگ ہوا ، چونکہ آبادی میں بھی اضافہ ہوا ، وسائل تقسیم در تقسیم ہوئے اس لحاظ سے وسائل میں بھی کمی واقع ہوئی ، وسائل کے آمدنی میں بھی کمی واقع ہوئی - وسائل کی تلاش میں ان علاقوں سے نکل کر Colony area میں گیا ، وہاں اس کا روزگار تنگ ہوا تو سندھ جا کر آباد کیا - تو جناب سپیکر! اس کے باوجود نہ تو اس کی معاشی حالت میں بہتری پیدا ہوئی - اس کی Small Holdings تقسیم در تقسیم ہوتے ہوئے نہ تو اسے مرنے دیتی ہیں اور نہ ہی اس کو جینے دیتی ہیں - آپ اس بات کے خود شاہد ہیں جناب سپیکر! اور اس معزز ایوان کے معزز اراکین بھی اس بات کے شاہد ہیں کہ کاشتکار ، میں جناب وزیر زراعت سے یہ سوال کروں گا کہ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا کاشتکار اپنے کھیت کی آمدن پہ زندہ ہے تو یہ قطعی طور پر درست نہیں بلکہ میں یہ دعویٰ سے کہوں گا کہ یہ بات قطعی طور پر غلط ہے - کاشتکار نے اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے اپنے بیوی بچوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کیا اپنی آمدنی اور اپنے وسائل بڑھانے کے لئے اپنے آپ کو زندہ رکھنے اور فکر معاش کے لئے وہ بچے کہ جن کو سکول میں جانا چاہیئے تھا وہ ان کو سکول نہیں بھیج سکتا -

اس کے علاوہ جناب سپیکر! کسی کاشتکار کی حالت کا آپ اندازہ کریں کہ جس کو اتنا بھی حق نہیں کہ اپنی Cost of Production اخراجات پیداوار اور ان میں اپنا منافع ڈال کر اپنی پیداوار کی قیمت کا خود تعین کر سکے جس طرح کہ آج کا صنعت کار Cost of Production میں اپنا منافع شامل کر کے خود قیمت مقرر کرتا ہے اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ یہ 5 % لوگ ملک کی 85 % آبادی کو اپنی سیاسی غلامی اور معاشی غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں اور یہ پرائیویٹ سیکٹر کبھی نہیں چاہتا کہ اس 85 % آبادی کو اپنی سیاسی اور معاشی غلامی سے آزاد کر سکے -

جناب سپیکر! اپنے معاشی وسائل میں اضافہ کے لیے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کاشتکار جو اپنے گھر میں مرغی پالتا ہے وہ اپنی پالی ہوئی مرغی بھی نہیں کھا سکتا۔ اپنی مرغی کا انڈا بھی خود نہیں کھا سکتا۔ اپنی مرغی اور اس کا انڈا بھی آپ کے دستر خوان کی زینت بنارہا ہے اپنی پالی ہوئی بکری اور بھیڑ کا گوشت بھی نہیں کھاسکتا۔ وہ بھی آپ کے دستر خوان کی زینت بنارہا ہے اور آپ بڑے مزے سے کڑاہی گوشت اور مرغی کا گوشت کھاتے ہیں -

جناب سپیکر! اس کی معاشی حالت کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جو کسان اپنے آپ کو زندہ رکھنے

کے لیے اپنی پالی ہوئی مرغیوں اور بھیڑ بکریوں کو بیچنے پر مجبور ہے - جناب سپیکر! اپنی پالی ہوئی بھینس گائے اور بکری کا دودھ بھی نہیں پی سکتا ہے وہ بھی آپ ہی کے دستر خوان کی زینت بن جاتا ہے - جناب سپیکر! اپنا تن ڈھانپنے کے لیے اس کو اپنی منوں کپاس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے ایک جوتا خریدنے کے لیے اسے ایک بھیڑ اور بکری کے برابر قیمت دینا پڑتی ہے۔ اس مہنگائی کے دور میں جناب سپیکر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں اور جناب وزیر زراعت مجھے یہ بتائیں کہ 56 کروڑ روپیہ اپنے اس سفید ہاتھی پر خرچ کرنے کے بعد ہمارے آج کے کسان کی معاشی حالت کو بہتر بنانے میں انہوں نے کیا کردار ادا کیا ہے؟

جناب سپیکر! ہمارے لائق فائق وزیر خزانہ صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں جن چکنی چپڑی باتوں میں ہمارے کسان کو خوش کرنے کے لیے جو کچھ لکھا اور ہماری طرف سے اس تقریر پر کیے گئے اعتراضات کے جواب میں جناب وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ کسان کے لئے ہم سڑکیں ہسپتال اور سکول وغیرہ بنا رہے ہیں - کسان کے لیے دیہات میں بجلی لگوا رہے ہیں - تو جناب سپیکر! میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کسان کا پیٹ باتوں سے نہیں بھرتا یہ سڑکیں کسان کا پیٹ نہیں بھر سکتیں۔ یہ سکول کسان کا پیٹ نہیں بھر سکتے۔ ایسے حقوق کسان کا پیٹ نہیں بھر سکتے یہ سکول کسان کا پیٹ نہیں بھر سکتے جن میں وہ اپنے بچے بھی داخل نہیں کروا سکتا۔ اپنی معاش کو بہتر بنانے کے لیے وہ ان کو گنوار اور بے علم رکھنے پر مجبور ہے -

جناب سپیکر! ایک حقیقت سن لیجیے جو ممکن ہے کہ آپ کو ایک لطیفہ لگے یہ حقیقت ہے کہ ایک گاؤں میں ایک دہقان کے گھر میں بجلی کا میٹر چیک کرنے کے لیے واپڈا کا عملہ گیا۔ جو کہ اس کا میٹر ریڈنگ ظاہر نہیں کرتا تھا - انہوں نے کہا کہ بابا بجلی چوری کرتے ہو تمہارا میٹر بجلی کا خرچ ظاہر نہیں کرتا تو بابا نے کیا جواب دیا وہ جناب سپیکر! آپ کے لیے اور اس معزز ایوان کے لیے لمحہ فکریہ ہے اس بزرگ نے یہ جواب دیا کہ بھائی میں تو اپنے گھر کا دیا تلاش کرنے کے لیے لمحہ بھر کے لیے بجلی جلاتا ہوں وہ بجلی کا خرچ بھی برداشت نہیں کر سکتا جو ہمارے دیہات میں بستا ہے - اس کی معاشی حالات کا آپ اندازہ لگائیے اس بات سے کہ وہ بجلی کا ایک قمقمہ کیا روشن کرے گا باقی سہولتوں کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا - صرف مٹی کے تیل کا دیا جلانے کے لیے لمحہ بھر کے لیے وہ بجلی جلاتا ہے -

جناب سپیکر! میں یہ مانتا ہوں کہ ہمارے کاشتکار کی کھیت مزدور کی اور مزدور کی جو ضرورتیں ہیں جو اس کے حقوق ہیں - اس کو یہ سہولتیں پہنچانا حکومت وقت کا فرض ہے لیکن ان سہولتوں سے بہرہ

ور ہونے کے لئے ان سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے یہ سب سے پہلے بنیادی بات ضروری ہے کہ ہمارے کاشتکار کی معاشی حالت کو بہتر بنایا جائے کہ وہ سکول میں اپنے بچوں کو داخل کروا سکے گا وہ ان کا علاج کرواسکے گا اور سڑکوں پر اپنی موٹر کار نہ سہی موٹر سائیکل پر ہی سواری کر سکے گا۔

جناب سپیکر! آج کے کاشتکار کی ملک کی 85 % آبادی کی جو ایک کثیر آبادی ہے اسکی معاشی حالت بدلنے کے لیے پالیسی کو بدلنا ہوگا - جو آج ہم اس سفید ہاتھی پر 56 کروڑ روپے سے زائد رقوم خرچ کررہے ہیں اس کو مثبت طریقے سے بنانا ہوگا تاکہ جو بھی Technical know how اس محکمے کے پاس ہے وہ کسان کے گھر گھر جائے اور اسے Technical Know how پہنچائے - اس کے علاوہ یہ بات بھی لازمی طور پر کرنا ہوگی کہ ہمارے ہاں جو small holdings ہوچکی ہیں۔ تقسیم در تقسیم کے باعث، ان کے لیے مربوط پروگرام کے تحت Cooperative farming کی شکل اختیار کرنا ہوگی، کوئی ایسا قانون وضع کرنا ہوگا کہ جب تک لازمی طور cooperative farming کی شکل نہیں دیں گے ہمارا چھوٹا کسان، چھوٹا کاشتکار جدید زرعی آلات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب سپیکر! میں ہاؤس کے اراکین سے استدعا کروں گا کہ وہ ان کی تقریر حوصلے اور ضبط سے سنیں۔ ان کے حوصلے اور ضبط کی آزمائش ہے اس لیے غور سے سنیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! کورا کاغذ ہیں یہ لوگ.....

سید طاہر احمد شاہ: ہم چودھری گل نواز صاحب اور اس ایوان میں موجود فاضل اراکین کے بھی شکر گزار ہیں کہ وہ ہماری بات کو سن رہے ہیں۔ میں آپ سے التماس کروں گا کہ جو معاہدہ کل ہمارے درمیان ہوا ہے کہ سپیکر کی تقریر میں مداخلت نہ کی جائے۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے التماس کروں گا وہ بعد میں کریں۔ مجھے پتہ ہے کہ ان کا پیمانہ صبر لبریز ہوچکا ہے۔ میری آپ سے یہ استدعا ہے کہ میرے بزرگ ہونے کے ناطے سے وہ مقرر کو interrupt نہ کریں۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! وقت کی کمی کے پیش نظر، کیونکہ مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ میرے ڈپٹی لیڈر جناب محترم سید طاہر احمد شاہ صاحب نے بھی اپنی کٹوتی کی تحریک پر بات کرنا ہے۔ آج میرے دل میں کہنے کے لیے بہت کچھ تھا لیکن میں ان کے لیے چھوڑ رہا ہوں اور اپنے وقت کی قربانی دے رہا ہوں۔ میں فلور چھوڑنے سے پہلے صرف دو باتیں آخر میں کہنا چاہوں گا کہ میرے محترم بزرگ اور چیف وہپ جناب گل نواز وڑائچ صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں یہ بات کہی

تھی کہ یہ کسان بیوقوف ہے۔ اس کی بیوقوفی سے فائدہ اٹھاؤ۔ اگر یہ جاگ گیا تو انقلاب آجائے گا۔ جناب والا! میں اس بات کو دھراتے ہوئے یہ عرض کروں گا کہ آج کا کسان اپنی سیاسی اور معاشی غلامی میں جکڑا ہوا ہے' ٹھیک ہے آج کے کسان کو ان لوگوں نے یا Power sturcture نے یا اس پانچ فیصد آبادی نے سیاسی اور معاشی غلامی میں جکڑ رکھا ہے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا! یہ ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے۔ آپ ٹیپ منگوا کر سن سکتے ہیں۔

وزیر زراعت: خدا کے لیے بیٹھ جائیں جناب وڑائچ صاحب

جناب چیئرمین: بہرحال چودھری صاحب چودھری گل نواز صاحب نے وضاحت کر دی ہے آپ ان کی وضاحت کو تسلیم کر لیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گل نواز وڑائچ کی یہ دل کی آواز نہیں تھی' یہ ان کا پارٹی پروگرام ہے کہ ملک کی 85 فیصد آبادی کو اسی طرح سیاسی اور معاشی غلامی میں جکڑے رکھا جائے۔ جناب والا! میں آخر میں یہ بات کہوں گا کہ ملک کی یہ کثیر آبادی جس کو پانچ یا سات فیصد power structure یا دوسرے گماشتہ قسم کے لوگوں نے جکڑ رکھا ہے' اس کی سیاسی اور معاشی غلامی سے آزادی کے لیے دو راستے ہیں' ایک راستہ انقلاب کا ہے' دوسرا راستہ یہ ہے کہ جناب والا ! جب تک ان اسمبلیوں میں آبادی کے تناسب سے ان لوگوں کے لیے نشستیں مخصوص نہیں ہوں گی' ان کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لیے کسی اور نے کچھ نہیں سوچنا اور کسی نے بھی ان کے لیے کچھ نہیں کرنا۔ بہت بہت شکریہ!

جناب چیئرمین: جناب وزیر زراعت صاحب۔

وزیر زراعت: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ⊙ نحمدہ و نصلی علے رسولہ الکریم ⊙

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! میری ایک اور کٹ موشن ہے۔

جناب چیئرمین: آپ پہلے تقریر فرما چکے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! وہ ہماری اجتماعی کٹ موشن تھی اس کے علاوہ میری ایک

individual cut motions بھی ہیں جو اکاؤنٹ کٹ کے لئے ہیں۔

جناب چیئرمین: جناب وزیر قانون صاحب۔

وزیر قانون: ہم شاہ صاحب کا جواب نہیں دیں گے کیونکہ ان سے ہمارا سمجھوتہ ہوچکا ہے بہتر یہی ہے کہ یہ خود اس کا جواب دیں اور تشریح کر دیں۔

سید طاہر احمد شاہ: میری گزارش ہے کہ ایک کٹ موشن جو ہم نے اجتماعی طور پر حزب مخالف کی طرف سے دی تھی' اس پر تو ہم اپنے دلائل دے چکے ہیں اب کیونکہ معاہدے کے اندر رہتے ہوئے جن محکمہ جات کی ڈیمانڈز کو take up کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے' میری زراعت کی ڈیمانڈ پر انفرادی کٹ موشن ہے کیونکہ وہ معاہدے کے اندر آتی ہے۔ اس لیے میں نے اپنی تقریر میں اختتامی جملوں میں بھی یہ عرض کیا تھا کہ میری اور بھی کٹ موشنز ہیں' اس کے بعد وہ اپنی Concluding speech کر لیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں بلکہ ہم تو اسے سننا چاہیں گے۔

وزیر قانون: جناب والا! شاہ صاحب کے آنے سے پہلے قائد حزب اختلاف سے ایک معاہدہ ہوا تھا' میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بڑے واضح الفاظ میں یہ کہا تھا کہ جتنی بھی تقاریر ہوں گی جو پہلی کٹ موشن آئے گی اور اس پر ہوں گی' اس کے بعد کوئی تقریر نہیں ہوں گی' اس لیے میں اس کی تشریح کے لیے قائد حزب مخالف سے آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ وہ اب خود ہی فیصلہ کر لیں کہ کون درست ہے اور کون غلط ہے۔

وزیر زراعت: ایک بجے کا ٹائم تھا۔ انہوں نے خود کہا تھا کہ distriubution کے لیے ہمارے معاملات خود ہمارے ہاتھ میں ہیں' ہم اس کو جس طرح بھی تقسیم کریں ہم اس کو ایک بجے ختم کر دیں گے۔ اب وہ ایک بجے ختم کریں یا دو بجے ختم کریں۔ ان کی مرضی لیکن اب چونکہ ایک بج چکا ہے اس لیے ایک بجے تک ان کی اپنی distribution پر جتنی زیادہ بحث ہونی تھی ہوچکی' اس لیے میں اب عرض کروں گا کہ ہم نے ان کی باتیں حوصلے سے سنی ہیں میرا خیال ہے اب وہ بھی کچھ باتیں سننا پسند کریں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! جو کچھ راجہ صاحب نے فرمایا ہے ہم اس کے مطابق چل رہے ہیں لیکن فنی طور پر جو بات ہوئی ہے اور جو کٹ موشن خوراک کی مد پر ہیں ان پر کوئی نہ کوئی

بات تو ہونی ہے اور وہ پیش تو ہونی ہے جب وہ پیش ہوں گی تو پھر اس پر ہم پریس نہیں کریں گے اسی طرح زراعت پر دوسری کٹ موشنز ہیں انہوں نے پیش ہونا ہے۔ ان کو پریس نہیں کیا جائے گا' اس پر وہ پانچ منٹ کے اندر اپنی بات کو ختم کریں گے اور پھر آپ ڈیمانڈ کے اوپر ساری بات کرکے اس کو move کر دیں۔

وزیر زراعت: وہ اپنی ڈیمانڈ پیش کر دیں جو ایک بجے تک ٹائم ہے اس کے مطابق وہ اسے ختم کر دیں۔

میاں محمد افضل حیات: یہ معاملہ پانچ دس منٹ میں ختم ہوجائیگا کوئی ایسی بات نہیں۔

جناب چیئرمین: آپ move نہ کریں لیکن تقریر کریں۔

وزیر زراعت: جناب والا! اس کٹ موشن کو win dup کر لیتے ہیں اور اس کے بعد یہ پیش کریں گے۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! میں نے فلور اس لیے چھوڑا تھا کہ ان کو موقع دیا جائے کیونکہ میری تقریر سے پہلے انہوں نے اپنی کٹ موشن کا ذکر کیا تھا۔ اگر ان کو یعنی شاہ صاحب کو موقع نہیں دینا تو پھر مجھے دوبارہ موقع دیا جائے تاکہ میں اپنی بات اور کہہ سکوں۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں

چودھری محمد رفیق: جناب والا! اب یہ پھر کھڑے ہوگئے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی فرمایئے۔

وزیر زراعت: جناب والا! میں نے جیسا کہ عرض کیا ہے میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ کی طرف سے اور میرے حزب مخالف کی بھائیوں کی طرف سے جو نکات اٹھائے گئے ہیں ان کے جواب کے لیے مجھے بات کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر

وزیر زراعت: جناب والا! میں عرض کروں گا کہ ہم بھی ان کی ہر بات پر پوائنٹ آف آرڈر اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن ہم میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! اگر مجھے ایک منٹ کے لئے اجازت دیں تو میں عرض کروں۔

میاں محمد افضل حیات: شاہ صاحب اپنی اکانومی کٹ پر بغیر move کئے اس پر بات کرلیں' یہ پانچ منٹ کے لیے بات کرلیں پھر ہم اس ساری کا اکٹھا ہی جواب دیں گے۔

وزیر قانون: پہلے جو کٹ موشنز چل رہی ہیں ان کا جواب تو دے دیں۔

میاں محمد افضل حیات: ہم سب کا اکٹھا ہی جواب دے دیں گے۔

وزیر قانون: فنی طور پر پہلے یہ آئے گا پھر اس کے بعد وہ آئے گی۔

جناب وزیر زراعت: آپ پہلے اسے Close کرلیں پھر اس کو Move کرلیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ میں تقریر نہیں کروں گا۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر بارہ بجکر انسٹھ منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

قواعد کے مطابق اس معزز ایوان میں میں اپنی طرف سے انفرادی طور پر کٹوتی کی تحریک پیش کرنے میں حق بجانب ہوں' مگر اگر میرے قائد حزب اختلاف نے آپ کے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہے کہ میں اپنی انفرادی کٹ موشن بھی اس ڈیمانڈ پر پیش نہیں کروں گا تو میں بالکل اس کا پابند ہوں اور میں ان کے ہر فیصلے کا وہ خواہ میرے علم میں نہ بھی ہو اپنے گروپ کی ڈسپلن کی پابندی کرتے ہوئے اس کی پابندی کروں گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں آپ کی خواہشات کے پیش نظر اپنی تقریر نہیں کرنا چاہوں گا اگر وہ مجھے حکم دیتے ہیں تو پھر میں move بھی نہیں کرتا۔ بات کو یہیں ختم کر دیتا ہوں تو اگر آپ مجھے اجازت دیتے ہیں تو میں کٹ موشن پیش کرکے ایک منٹ میں تجویز دوں گا اگر آپ اتفاق کرتے ہیں۔ پیش کرلیں ورنہ نہ کریں۔

وزیر زراعت: ہمیں منظور ہے آپ پیش کریں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! پہلے میں اپنے قائد حزب اختلاف سے پوچھوں گا کہ کیا مجھے اجازت ہے۔

SYED TAHIR AHMED SHAH: Mr. Speaker: sir, I move that the item of Rs: 35, 03, 19,780.......

جناب سپیکر : شاہ صاحب! پہلی کٹ موشن پر ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا! اب تو بات ہو گئی ہے۔ معاہدہ ہوگیا ہے۔

جناب سپیکر : نہیں۔ یہ بات نہیں کہ آپ جو بھی معاہدہ کرلیں اس پر عمل ہوجائے۔ جو رولز کی بات ہوگی اس کی میں اجازت دے سکتا ہوں۔

سید طاہر احمد شاہ : بجا ارشاد

جناب سپیکر : اس میں یہ ہے کہ آپ اس کو پیش نہیں کرسکتے۔ آپ اس پر بات کرلیں۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا! میں معذرت چاہتا ہوں اور آپ کے فیصلے کو تسلیم کرتا ہوں۔ میں آپ کی وساطت سے فاضل وزیر زراعت سے یہ کہوں گا کہ پہلے سپلیمنٹری بجٹ میں جو میں نے اپنی کٹ موشن نمبر2 پیش کی ہے اس میں صرف اگر فاضل وزیر زراعت صاحب یہ زحمت گوارا کریں کہ جو گزارشات میں نے اس ایوان میں کرنی تھیں ان کے لیے ایک کمیٹی ترتیب دیدیں۔ محکمے کے مفاد میں مجھے بھی اس کا رکن بنا لیں تاکہ میں اپنی طرف سے اخراجات کو کم کرنے کے لیے اپنی تجاویز پیش کر دوں اگر وہ مجھ سے اتفاق کریں گے تو اس میں فائدہ ہوگا اور عمل درآمد کرلیں گے ۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ : جناب سپیکر! آپ کے آنے سے پہلے میں نے ایک گزارش کی تھی کہ آپ نے 27 جون کو صبح آٹھ بجے کی میٹنگ رکھی ہے۔ اس سلسلے میں میری گزارش ہے کہ بجائے صبح کے آپ شام کو میٹنگ رکھ لیں۔ تاکہ ممبران کو گھر سے آنے میں آسانی ہوجائے۔

وزیر زراعت : کیا آج کوئی جمعرات ہے؟ مہربانی کرکے آپ کچھ سوچا تو کریں اس کے بارے میں آپ کل بات کرلیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ : جناب والا! میں نے تو ممبران کی آسانی کے لئے کہا ہے۔

وزیر زراعت : جناب والا! میں عرض کروں گا کہ اس بات کی فی الحال ضرورت نہیں۔

جناب سپیکر : وزیر زراعت کا مقصد یہ ہے کہ ابھی مطالبہ زر پر رائے شماری ہونی ہے اور آپ رائے شماری کے راستے میں حائل ہو کر ایک نئی تجویز دے رہے ہیں۔ جو کل بھی دی جاسکتی ہے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ : جناب والا! چونکہ یہ پیپر میں چھپا ہے تو اس لئے یہ سب ممبران

کی طرف سے رائے ہے کہ 27 جون کو بجائے صبح آٹھ بجے کے شام پانچ بجے رکھ لیں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ Chief Whip صاحب مطالبہ زر کو پیش کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: وہ غالباً یہی کہلوانا چاہتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو وقتی چھٹیاں اس اسمبلی کے سیشن کے دوران آتی ہیں۔ اس بارے میں یہاں ریکارڈ پر یہ بات آتی ہے کہ ہم لوگ گھر جاتے ہیں اور گھروں سے واپس آتے ہیں اسلئے ہم تاخیر چاہیں گے اس کے لیے اور وقت مقرر کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں میں اس کی وضاحت نہیں کرنا چاہتا انفرادی طور پر میں اس کی وضاحت کر دونگا کہ میں یہ کیوں پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے تو یہ باتیں ریکارڈ پر نہیں لانی چاہئیں اور یہ ارکان اسمبلی کے اپنے انفرادی اور اجتماعی مفاد میں ہے۔

جناب سپیکر: جناب وزیر زراعت

وزیر زراعت: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ایگریکلچر پر جو بحث ہوئی ہے اسے سمیٹنے کا موقع عنایت فرمایا ہے۔ میں عرض کروں کہ جیسا کہ میرے فاضل بھائیوں نے فرمایا ہے کہ پاکستان میں زرعی معیشت کے مقام سے ہر شخص آگاہ ہے۔ اور یہ بھی بات اپنی جگہ درست ہے کہ ہم اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اور تمام تر اپنی ٹیکنالوجی ، ریسرچ' ایکسٹینشن اور ہر میدان میں اپنی کوششوں کے باوجود ابھی تک اس مقام پر نہیں پہنچے کہ ہم یہ کہہ سکیں کہ ہم ان ممالک کی صف میں شامل ہوگئے ہیں جن کی فی ایکڑ پیداوار بہت زیادہ ہے۔

جناب والا ! محکمہ زراعت کے کے لیے 56,54,83,700 روپے کی رقم مانگی گئی اور یہ رقم زرعی تحقیق ، زرعی توسیع' اصلاح آبپاشی' زرعی مشینری کے استعمال تحفظ اراضی' فصلوں کو بیماریوں اور کیڑے مکوڑوں سے بچانے کے اقدام پر خرچ کی جائیگی۔ جناب والا! آج محکمہ زراعت پر بحث کے دوران فاضل ارکان نے بے شمار نکات اٹھائے ہیں اور میں اس بات کیلئے اپنے بھائیوں کا مشکور ہوں کہ کئی گوشے ایسے بھی ابھارے گئے ان کو بھی اجاگر کیا گیا جن پر مزید توجہ کی ضرورت ہے اور میں اس بارے میں اس معزز ایوان اور اپنے بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اس ایوان سے تعلق رکھنے والے ہم سب کاشتکاری سے منسلک ہیں اور یہ ہمارا اپنا مفاد ہے کہ اسے بہتر سے بہتر بنانے اور بہتر

سے بہتر اقدامات اٹھانے کے لئے جو کچھ بھی ہمارے ذرائع اور ہماری اپنی انسانی طاقت میں موجود ہے اللہ تعالیٰ کے مہربانیوں پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اس کے سایہ رحمت میں رہتے ہوئے وہ سب کچھ کر گزریں تاکہ ہم زراعت کے میدان میں ایک مثالی ترقی کر سکیں۔

جناب والا! وہ نکات جو میرے فاضل دوستوں نے اٹھائے ہیں وہ میں نے پوری توجہ سے سنے ہیں اور ان کا خلاصہ اگر میں چاہوں تو چند منٹ میں بیان کر دوں تو میاں افضل حیات جو اپوزیشن کے لیڈر ہیں اور دوسرے جو Tail ender چودھری رفیق صاحب جن کے بارے میں مجھے اکثر کہنا پڑا کہ ان کو وہ ہمیشہ ٹیل پر رکھتے ہیں اور ان کے حقوق میں خاصا ......

چودھری محمد رفیق : جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ اگر فاضل وزیر اسے Wind up نہیں کر سکتے تو میں Wind up کرتا ہوں۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ وقت بہت کم رہ گیا ہے -

میاں محمد افضل حیات : جناب والا! انہوں نے پورا خلاصہ تو بیان کر دیا ہے -

وزیر زراعت : میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں -مجھے ان کے حقوق کا خاصا خیال رہتا ہے تو یہ جو دوباتیں کہی گئی ہیں۔ جناب ولا ! میں ان کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں - جناب والا! ایک بات تو یہ کہی گئی کہ ہمارا ملک کم ترقی یافتہ اور پیداوار کم کرنے والوں میں ہمارا ملک بھی شامل ہے - Un - economic holdings کی وجہ سے mechnised farming نہیں ہو سکتی اور ان سے ہم خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں کر رہے - اس کے بعد Cooperative farming کے بارے میں کچھ باتیں کہی گئی بیج اور کھاد کی ریگولیشن اور ڈی - ریگولیشن کے متعلق بھی باتیں ہوئیں کہ ہم کس طرح سے بہتر نتائج برآمد کر سکتے ہیں اسی طرح جناب والا! farms to market roads کے متعلق کافی کچھ کہا گیا اور اس بارے میں فاضل ارکان نے اپنے خیالات کا بھرپور انداز میں اظہار کیا۔ 1980ء میں جو دوائیاں متروک کر دی گئی اور جو پرائیویٹ سیکٹر میں دی گئی اور جو extenssion department کے پاس دوائیاں تھیں اور ان کا جو کیس pending تھا اس بارے میں باتیں بہت اہمیت کے ساتھ کہی گئیں کہ ان کو ابھی تک کیوں properly dispose of نہیں کیا گیا اور وہ اب تک کیوں pending رکھی جا رہی ہیں اور ان کے بارے میں خدشات کا اظہار کیا گیا اور اسی طریقے سے جناب والا! یہ ٹیوب ویل Subsidy کے متعلق Green House کے متعلق بھی کہا گیا۔ ہمارے فاضل مقرر ریاض ہنست جنجوعہ صاحب نے بھی ٹریکٹرز' بلڈوزرز اور ان کے کرایہ جات اور قیمتوں کے لیے اور ان کی

کارکردگی کے بارے میں اصلاح آبپاشی کے بارے میں اور اسی طریقے سے Seed Farms کی marketing اور سندھ کو پچاس ہزار من بیج سپلائی کرنے کے بارے میں اور جپسم کی کارکردگی، پھلوں کی برآمد' زراعت میں جو منافع بخش کاروبار ہے اس کے بارے میں ہمارے بھائی طاہر احمد شاہ صاحب نے بھی اسی طریقے سے یہ کہا کہ ہاؤس میں دہقانوں کی نمائندگی Proper طور پر موجود نہیں - موسیاتی رابطے کے متعلق محکمہ زراعت کو مورد الزام ٹھہرایا - اور اسی طریقے سے Combined Services اجناس کی قیمتوں کا تعین اور بہت سی باتیں منصوبہ آبپاشی کے متعلق بھی کی گئی اور اس کے علاوہ جو باتیں کی گئیں ریسرچ' پیداوار میں کمی' اس کے نتائج ' زرعی یونیورسٹی میں وائس چانسلر کا تقرر اور اسی طریقے سے چودھری رفیق صاحب نے جو کچھ کہا اس کو اس وقت میں بیان کرنے سے قاصر ہوں اور میری طاقت سے یہ باہر ہے کہ کسی طور پر میں اس کا تجزیہ کر سکوں اور اس کا جواب دے سکوں لیکن میں کوشش کروں گا کہ اس بارے میں کچھ عرض کر سکوں۔

جناب والا! میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اعداد و شمار کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا - میں اس بارے میں یہ بھی نہیں کہوں گا کہ جو رقوم ہمارے مختلف مدات میں مختص کی گئی ہیں۔ اس کے جواز کے لیے میرے فاضل دوست نے جو کچھ کہا ہے اور جو کچھ اس کی تردید میں کہا ہے - اور جو کچھ اس میں نکات بیان کیئے ہیں اس بارے میں میں تفصیل نہیں جاؤں گا۔ زرعی پالیسی کے بارے میں موجودہ حکومت نے زراعت کی میدان میں جو کچھ کیا ہے اس کا تھوڑا سا موازنہ کرنا ضرور مناسب سمجھوں گا۔

جناب والا! جناب کے علم میں ہے کہ گزشتہ حکومتوں کے دور میں ایک وقت وہ بھی تھا کہ یہ ملک' اس کا مزدور - اسکے دیہاتی اسکے پیداوار کرنے والے خود اسکے شہروں میں بسنے والے خود میں نے اس کمترین نے اپنی آنکھوں سے وہ نظارے دیکھے ہیں جو دانے دانے کو ترسنے والی قوم جس کے مزدور مزدوری کرکے اپنا خون اور پسینہ بہا کر بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے آنے والے لوگ سارا سارا دن اور ان کے بچے ان کی مستورات ان کے وہ سب بھائی قطاروں میں لگے ہوئے میں نے دیکھے ہیں کہ ان کو دو سیر آٹا مل جائے اور پرمٹ کے ڈپو ڈھونڈتے ہوئے اور آٹے کی اس پرمٹ کیلئے ایک ایک ورکر کے پاس جاتے ہوئے میں نے دیکھے ہیں - میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ چینی کے ایک ایک دانے کو ترستے ہوئے لوگ ان کے چائے کی ایک پیالی کو ترستے ہوئے لوگ اس دور میں میں نے دیکھے ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ہم نہ گندم میں خود کفیل تھے نہ ہمارے پاس کپاس پیدا ہوتی تھی اور نہ

ہمارے پاس زرعی اجناس کے لیے کوئی ایسی منصوبہ بندی تھی اور ملک اس نہج پر پہنچ گیا تھا کہ پوری قوم زرعی اجناس میں دیوالیہ ہو کر رہ گئی تھی - ہم بیرونی امداد پر انحصار کرتے تھے۔ گندم کے دانے دانے کے لیے ترستے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ڈالڈا جیسی چیز اسکا ڈبہ کسی سائیکل کے پیچھے رکھا ہوا نظر آجاتا تھا۔ خدا گواہ ہے میں نے ان آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پورا بازار اسکی طرف دیکھتا تھا کہ یہ ڈبہ پیدا کہاں سے ہوگیا۔ ڈالڈا اسکو مل کہاں سے گیا یہ آٹا اسکو کیسے مل رہا ہے۔ یہ گندم اسکو کیسے مل رہی ہے - ہمارے پاس اپنی ملیں بند ہوتی نظر آرہی تھیں۔ ایک وقت وہ آگیا کہ کپاس میں ہم 15 لاکھ گانٹھوں تک پہنچ گئے۔ اب یہ کہنا کہ ہمارے پاس زراعت کے میدان میں کچھ نہیں ہوا۔ ان کی تنقید سر آنکھوں پر لیکن میں سمجھتا ہوں اسکی کارکردگی کو نہ سراہنا۔ زراعت کے میدان میں اسکی ترقی کو نہ سمجھنا اور اسکو نہ سراہنا ہمارے ساتھ سخت ناانصافی ہے -

جناب والا! اگر ریسرچ کے میدان میں کچھ نہ ہوا ہوتا۔ میں خود ذاتی طور پر بڑی ذمہ داری کے ساتھ اس ہاؤس میں یہ بات کہہ رہا ہوں ریسرچ کے میدان میں میکسکو میں تمام دنیا کا ایک سیمینار منعقد ہوا جس میں 95 ممالک نے حصہ لیا۔ میں پورے وثوق سے کہتا ہوں اسکی رپورٹ میرے پاس موجود ہے میکسیکو جس میں گندم تیل اور بیج میں بہت بڑی ریسرچ ہو رہی ہے۔ اگر اسکا کوئی ہیڈ کوارٹر ہے تو وہ میکسیکو ہے۔ میں اس بات کا خود گواہ ہوں بلکہ ان آنکھوں نے ڈاکٹر برنارڈ اور باقی زرعی سائنسدان جو تمام دنیا سے آئے ہوئے تھے ان کو پاکستان کی تعریف میں رطب انسان دیکھا ہے - میں نے اپنے کانوں سے یہ بات سنی ہے کہ پاکستان نے زرعی میدان میں جو کارنامہ سرانجام دیا ہے دنیا کے کسی اور ملک نے وہ مقام بنانے کے لیے کام نہیں کیا -

جناب والا! ہر زرعی سائنسدان جو سیمینار میں تقریر کے لیئے آتا تھا تو وہ پہلا ذکر پاکستان کا کرتا تھا۔ پاکستان نے زراعت کے میدان میں جس نقطہ سے آغاز کرکے جس حد تک چند سالوں میں پہنچ گیا ہے اس کو سراہنے میں اس کی تعریف میں ہر شخص زمین و آسمان کے قلابے ملا رہا تھا کہ پاکستان کے زرعی سائنسدانوں نے جو کارنامے سرانجام دے ہیں اور میں آپ کو وثوق سے کہتا ہوں کہ ہماری زرعی تحقیق میں ہمارے پاس جو کچھ کام ہوا ہے جو بیج نئے نئے ہر جنس میں ہر دانے میں اس میں چارہ ہے اس میں کپاس ہے اس میں گندم ہے اس میں ہر چیز میں جو نئے بیج ہیں جو قوت مدافعت رکھتے ہوں - ایسے بیج جو موسمی لحاظ سے وقت مدافعت رکھتے ہوں ان میں زیادہ پیداوار کرنے والے بیج جو پاکستان نے تیار کیے ہیں میکسیکو کے سائنسدانوں نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے - اس Genetics سے اس تمام

میں بات کر رہا تھا۔ یہ plant Protection کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ ہمارا کارکن خدا کی قسم میں نے لوگوں کو ایک ایک پودے کے پاس 24-24 گھنٹے بیٹھے دیکھا ہے۔ ہم اس کو جانچیں کہ یہ پودا بڑھتا کیسے ہے۔ اسکا پھل کیسے آتا ہے۔ اس کی نئی قسم کس طرح آتی ہے۔ لوگوں نے اپنے گھر کے بیمار لوگوں کو چھوڑ کر Plant Protection کی طرف دن رات توجہ دی ہے جس طریقے سے پودے کی پرورش ہوئی ہے۔ جس طرح اس کو کیڑوں سے بچایا ہے۔ جس طرح ان کو بیماریوں سے بچانے کے لیے دن رات کام کیا ہے۔ میں ان تمام زرعی کارکنوں کو ان تمام سائنسدانوں کو سراہتا ہوں اس کے ساتھ میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ ہمارے کاشتکار اس میں سب سے پہلا نمبر ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ کاشتکار کی محنت اس میں شامل ہے نمبر ا کوئی کوشش ہے اس پیداوار میں تو وہ کاشتکار کی اپنی محنت اس میں شامل ہے۔ اسکے دوسرے نمبر محکمہ زراعت کی کارکردگی یا کسی توسیع کی کارکردگی یا کسی ریسرچ سائنسدان کی کارکردگی آتی ہے تو اسکے بعد آتی ہے۔ میں تمام کاشتکاروں کو اپنے تمام معزز بھائیوں کو جو دن رات کھیتوں میں کام کرتے ہیں جو اپنے ملک کے لیے غلہ اناج اور روئی پیدا کرتے ہیں اسی طرح اور چیزیں پیدا کرتے ہیں ان کے ساتھ ساتھ اپنے زرعی کارکنوں کو ریسرچ کے لوگوں کو توسیع کے لوگوں کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

جناب والا! یہ ریکارڈ پیداوار جس کو نہ سراہنا اس کو تسلیم نہ کرنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسانوں کے ساتھ بھی۔ زرعی کارکنوں کے ساتھ بھی اور ان سائنسدانوں کے ساتھ بھی جو دن رات کام کرکے اس ملک کے لیے ایک چیلنج کو قبول کر رہے ہیں۔ میں آج یہ بات دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہمارے ملک کی آبادی تین فیصد سے بھی بڑھ گئی ہے۔ ہم جس بنگلہ دیش کو کہتے تھے کہ وہاں چاول اور مچھلی کھانے سے سب سے زیادہ آبادی کو بڑھا رہے ہیں آج ہم اس سے بھی زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ اس سے بھی زیادہ آبادی بڑھا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے دنیا میں نمبر ایک نہیں تو آبادی کو بڑھانے میں اسکے نزدیک نزدیک کہیں ہونگے۔ لیکن اس چیلنج کا مقابلہ کرتے ہوئے ہمارے زرعی سائنسدانوں نے ہماری زراعت کے میدان میں ترقی کی ہے انشاء اللہ جو پیداوار ہماری آبادی میں ہو رہی ہے اس سے زیادہ ترقی پیداوار میں ہو رہی ہے۔ اور یہ چیلنج ہمارے زرعی سائنس دانوں extenssion کے کارکنوں اور محکمہ زراعت نے قبول کر رکھا ہے کہ آبادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہم انشاء اللہ اپنی پیداوار کو بڑھائیں گے اور قطعی طور پر موسمی حالات اور اللہ تعالٰی کی رحمتوں کے سائے میں رہتے ہوئے، حالات کی بہتری کی طرف توجہ رکھتے ہوئے ہم انشاء اللہ ثابت کرکے دکھائیں گے اور نہ صرف اپنے

تحقیق سے دنیا کے تمام ملکوں نے فائدہ اٹھایا ہے ۔ اس لیے یہ کہنا کہ پاکستان میں زراعت کے میدان میں کچھ نہیں ہو رہا اور کوئی نئے بیج سپلائی نہیں ہو رہے اسکی پروڈکشن میں کوئی اضافہ نہیں ہو رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسی طرح ہے جس طرح سورج کو چراغ دکھاتا ہے ۔ اور اسکو تسلیم کرنا کہ یہ سورج نہیں ۔ اگر پاکستان میں محکمہ زراعت میں پنجاب میں خصوصی طور ہمارے پاس اور بھی صوبے موجود ہیں میں ان کی کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتا کہ ان کی کارکردگی پر میں کوئی ایسی Aspersion لانا چاہتا ہوں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ 15 لاکھ گانٹھ سے بڑھ کر پاکستان میں اس وقت 57 لاکھ تیار تک روئی کی پیداوار ہوئی۔ اس سے بڑھ کر اس سال 64-65 لاکھ گانٹھ ہوئی۔ اس وقت پورے پاکستان نے 15 لاکھ گانٹھیں پیدا اور اب صرف پنجاب نے 65 لاکھ گانٹھیں پیدا کیں۔ یہ کتنا بڑا کارنامہ ہے جو پنجاب نے کپاس کی بہترین پیداوار کے لئے سرانجام دیا۔ ابھی میں گندم کی پیداوار کی بات کرتا ہوں ۔ یہ کپاس کی پیداوار تھی 15 لاکھ گانٹھوں سے چل کر 75 لاکھ گانٹھیں ریکارڈ پیداوار ہے ۔ اس کے لیے کوئی کوئی زرعی کارکن زراعت کے میدان میں لوگ کام کر رہے ہیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ بغیر کام کئے نتائج اتنے ہو گئے ہیں ۔ اگر ایسا ہوتا تو دیگر صوبوں میں بھی ایسا ہوتا ۔ ان میں یہ پیداوار کم ہوئی ۔ پنجاب میں اس حد تک پیداوار ہوئی کہ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ پوری دنیا میں کپاس پاکستان نے پیدا کی ۔ یہ کہنا کہ پاکستان سب سے نیچے ہے قطعی غلط ہے ۔

جناب والا! اب میں گندم کے متعلق عرض کروں گا ۔ جہاں ایک ایک روٹی کے لئے ایک ایک سیر آٹے کے لیئے لوگ ورکروں کے پیچھے بھاگتے تھے۔ اس وقت دستخط کروا کر لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ایک پرمٹ حاصل کر لیا ڈپو سے دو سیر آٹا لا کر کھا کر دوبارہ اگلے دن پھر قطاروں میں جا کھڑے ہوتے تھے۔ اس طریقے سے اس نہج سے اس سطح سے پاکستان کو بلند کرکے اب ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ ایک کروڑ 4 لاکھ ٹن سے بھی زیادہ گندم پیدا ہوئی ہے ۔ اس دفعہ فصل بہت اچھی تھی لیکن بارشوں کی وجہ سے یہ اس کا نقصان ہوا اس میں محکمہ زراعت اس کا ذمہ دار نہیں ۔ ہم سب مل کر اور جہاں تک ہم گنہگار ہیں ہم بھی اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے ہیں لیکن ہماری پوری قوم کو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی چاہیے۔ ہم سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو۔ ہماری فصلوں کو اچھے انداز میں پھلنا پھولنا چاہیے۔ کاشتکاروں اور زمینداروں کی محنت کا معاوضہ ان کو ملنا چاہیے۔ حکومت نے اس بارے میں ہر ممکن کوشش کی یہ کہنا کہ یہ خود بخود اپنے طور پر ہوا ۔ جو دیہی کارکن ہیں جو زراعت کے کارکن ہیں ان سب نے مل کر یہ کام کیا ہے میں زراعت کی معیشت کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔ یہ میں توسیع کے بارے

ملک کو خودکفیل کرکے دکھائیں گے بلکہ ثابت کر دیا ہے کہ گندم کو ہم نے برآمد بھی کیا ہے - اسی طرح چاول کے میدان میں اور دوسری چیزوں میں ہماری کارکردگی انشاء اللہ بڑھ رہی ہے اور یہ کہنا کہ اس میں ترقی نہیں ہو رہی میں سمجھتا ہوں کہ یہ حقائق کے قطعی خلاف ہے -

دوسری بات جس پر سب سے زیادہ توجہ دی گئی وہ water management کے بارے میں تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ جس کی سب سے زیادہ تعریف ہونی چاہئے تھی اور میں نے نہ صرف اپنے کانوں سے بلکہ ان خطوط سے جو پوری دنیا سے پاکستانی لوگوں سے ہمیں آتے ہیں یہ تعریف سنی ہے بلکہ میں جب باہر گیا ہوں تو غیرملکیوں نے جو یہاں آتے ہیں تعریف کی ہے کہ جتنا اچھا کام Water management پاکستان میں ہوا ہے اور جتنے اچھے طریقے سے ان کی management یہاں ہو رہی ہے اور کسی جگہ اتنی اچھی کارکردگی دیکھنے میں نہیں آئی - جس پر ہم جتنا بھی فخر کریں کم ہے - جناب والا! کو علم ہے کہ Water management کا کام 77-1976 میں شروع ہوا اور سات تحصیلوں میں شروع ہوا۔ اب پورے پنجاب میں اس کا جال بچھا ہوا ہے اور یہ کام جاری ہے - اگر میں اس کی تفصیل میں جاؤں کہ اس کے اعداد و شمار کیا ہیں تو میں زیادہ وقت لوں گا - لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے اب تک سات ہزار پانچ سو کھالہ جات کو درست کیا ہے، پچپن سو پختہ کھالے بنائے ہیں، لمبائی میں، تین لاکھ سے زائد نکے لگائے ہیں، چھتیس ہزار پلیاں اس محکمے نے لگائی ہیں، پندرہ ہزار سائفن اور اسی طریقے سے مال مویشی کے لئے پختہ تالاب، پندرہ ہزار کھالوں کی اصلاح، ایک لاکھ پینتیس ہزار رقبے کو ہموار کرنا، یہ ایسے کارنامے ہیں جس کے لئے آج ہر زمیندار اور ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ اس کا کھال بنایا جائے، اس کی زمین ہموار کی جائے - اس سے کارکردگی بڑھی ہے اور پینتیس سے چالیس فیصد جو پانی ضائع ہوتا تھا، وہ بہتر طور پر استعمال ہو رہا ہے - کارکردگی بڑھی، فی ایکڑ پیداوار بڑھی ہے، زیرکاشت رقبے میں اضافہ ہوا ہے، بغیر کسی اور distribution کے پینتیس سے چالیس فیصد تک پانی میں اضافہ ہوا، میں سمجھتا ہوں کہ یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے ہم یو ایس ایڈ اور ورلڈ بینک کے ساتھ مل کر اس میں اور اضافہ کرنا چاہتے ہیں تو اس سے زیادہ استفادہ کیا جا سکے گا - جناب والا! اس کے علاوہ ایک اور بات کہی گئی ہے جو سڑکوں کے بارے میں ہے - میرے بھائی رفیق صاحب نے کہا ہے کہ اور میں سمجھتا تھا کہ وہ اچھی بات کہیں گے - انہوں نے کہا کہ چک والوں کو بجلی کی کیا ضرورت ہے، سڑکوں کی کیا ضرورت ہے اور اس ساری باتوں سے ان کا کیا فائدہ ہے - اگر یہ بات کوئی شہری بندہ کرتا تو میں سمجھتا ہوں کہ شاید ہمارے ان بھائیوں کو علم نہیں۔ لیکن یہ رفیق صاحب نے کہا ہے

جو کہتے ہیں کہ میں دیہاتی بھی ہوں اور میرا خیال یہ کہ کسانوں اور کاشتکاروں کا سب سے زیادہ درد ان کے پاس ہے اور وہ اس کو اتنا محفوظ رکھتے ہیں کہ کسی کو دکھانے کے لئے بھی تیار نہیں ۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ان کے علم میں نہیں (جناب محمد رفیق کی طرف سے مداخلت) آپ کے خلاف کوئی چیز نہیں، میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ (قہقہے)

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا نام غلط منسوب کیا گی ہے ۔ ذاتی وضاحت کے لئے میرا حق ہے۔

جناب سپیکر: اس کے بعد ذاتی وضاحت کی ضرورت ہی کیا ہے جب وہ الفاظ انہوں نے واپس لے لئے ہیں ۔

وزیر زراعت: میں معذرت چاہتا ہوں میں معافی چاہتا ہوں، تو میں عرض کر رہا تھا، چھبیس سو کلومیٹر سڑکوں کے لئے اس دفعہ چیف منسٹر صاحب نے ستاون کروڑ روپے سے بڑھا کر اٹھانوے کروڑ روپے بطور خاص رکھے ہیں۔ اور میں ایوان کی اطلاع کے لئے ایک بات بتا دوں کہ اس موجودہ حکومت سے پہلے جونیجو صاحب کی مسلم لیگ کی حکومت آنے سے پہلے حالت یہ تھی کہ 72 فیصد آبادی جو دیہاتوں میں بستی ہے، اس کے لئے تیس فیصد بجٹ ہوتا تھا اور جو اٹھائیس فیصد آبادی شہروں میں بستی ہے اس کے لئے ستر فیصد بجٹ دیہات کے لئے ہے اور تیس فیصد شہروں کے لئے ۔ یہ کیا معمولی بات ہے؟ آج تک اس ملک میں کتنی حکومتیں آئیں، کتنی حکومتیں گئیں، کتنے بڑے بڑے عوامی حکومتوں کے دعوے کرنے والے آئے لیکن کسی کو یہ جرأت نہ ہو سکی ۔ یہی لوگ اسمبلیوں میں بیٹھتے تھے اور دیہات سے تعلق رکھتے تھے لیکن کسی نے یہ نہیں کیا کہ دیہات کے لوگوں کو سڑکیں دیں ان کو بجلی دیں، ان کو پینے کے صاف پانی کے منصوبے دیں، ان کو سکول دیں، ان کے لئے تعلیم کی، صحت کی اور دوسری سہولتیں مہیا کریں۔ لیکن یہ پہلی حکومت ہے کہ جس نے اپنے دیہاتی بھائیوں کی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے کام کئے ہیں، میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ جذباتی تقریر کرنی مجھے بھی آتی ہے اور اگر جلسہ عام ہو تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ حق اور سچ کی باتیں ہونی چاہئیں، وہ باتیں کی جائیں جن کا حقائق سے نفی ہو۔ صرف جذباتی بات کہہ دینے، تنقید کر دینے اور اس کے بالمقابل اصلاحی کوشش سامنے نہ لانے کے بعد کہہ دینا کہ ہم نے بہت تنقید کر لی ہے یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی اور میرے معزز بھائیوں نے جس خوش اسلوبی سے ان کی تقریریں سنی ہیں، میں اس پر

انہیں مبارکباد دیتا ہوں ان میں کتنی قوت برداشت ہے، جس جس طرح کی تقریریں انہوں نے آج سنی ہیں اور خاموشی سے بیٹھے رہے ہیں، اس پر میں آپ سب کو مبارکباد دیتا ہوں - میں اپنے فاضل بھائیوں سے ایک عرض کرنا چاہتا ہوں' بلڈوزر کی بات ہے - میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کاشتکاروں سے تعلق رکھتا ہوں، میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں - ایوان میں ایک قرارداد آئی کہ بلڈوزروں کے کرایے کم کر دیئے جائیں، پسماندہ علاقوں میں بلڈوزروں کے کرایے اتنے بڑھ گئے ہیں کہ وہ ادا نہیں کر سکتے - میں آج آپ کو بتاتا ہوں کہ ایوان میں آئی ہوئی قرارداد پر ہماری میٹنگز ہوئیں اور میٹنگز سے پہلے اور ایوان میں قرارداد کی رپورٹ پیش ہونے سے پہلے ہم نے اس پر فوری طور پر عمل درآمد کر کے باقی صوبوں سے اعداد و شمار لے کر ہم نے اسی سطح پر بغیر بڑھائے ہوئے کہ پرزوں کی قیمت بڑھی ہے، کھاد کی قیمت بڑھی ہے، موبل آئل کی قیمت بڑھی ہے، ہر چیز کی قیمت بڑھی ہے لیکن ہم ان چیزوں کو اسی سطح پہ واپس لائے، بلکہ اس سے بھی کم کر دیئے جو مشکلات ہمارے نوٹس میں آتی ہیں ہم ان کا انتظار کرتے ہیں تو وہ ہم اپنی کاشتکار برادری کی مشکلات کے لئے حل کرتے ہیں۔ ہم کسی قرارداد کا انتظار نہیں کرتے - ہم کسی رپورٹ کا انتظار نہیں کرتے، آپ نشان دہی کریں۔ میرے فاضل دوست ریاض حشمت جنجوعہ صاحب نے کہا، طاہر احمد شاہ صاحب نے کہا اور سارے دوستوں نے کہا کہ جناب! بیج کی بلیک ہوئی، وہاں بلڈوزر کا یہ ہو گیا، مجھے ایک مثال بتا دیں، میں نے پچھلی دفعہ بھی یہ باتیں ہوئیں اور چیلنج کیا کہ خدارا! اس کو کسی طور پر میرے نوٹس میں لائیں، میں نے ڈی سی صاحبان کو اے سی صاحبان کو، اپنے محکمے کے لوگوں کو اور پولیس سٹیشنوں کو مطلع کیا کہ کوئی ایسی بات آپ کے نوٹس میں آئے کہ بیج کی بلیک ہو رہی ہے یا اس میں ملاوٹ نظر آئے، کسی طور پر آپ کو اطلاع ہو تو آپ پرچہ درج کریں اور آج تک کوئی شکایت نہ میرے پاس نہ کسی تھانے کے پاس، نہ کسی اے سی کے پاس اور نہ کسی ڈی سی کے پاس آئی ہے - یہاں آکر تقریر کرنے کے لئے اور گیلری میں پلے کرنے اور یہ کہنے کے لئے کہ یہ باتیں ہوئیں، کیا یہ مجھے نہیں بتا سکتے؟ کیا ایڈمنسٹریشن نہیں ہے یا ان کو انکار کیا گیا ہے کہ اس پر Offence کی Cognizance نہ لی جائے - کیا وجہ ہے کہ یہ ساری باتیں مختص کر کے اسمبلی کے ہاؤس میں کی جاتی ہیں؟ ایڈمنسٹریشن کو کیوں نہیں کہا جاتا؟ مجھے کیوں نہیں کہا جاتا؟ اور میں اس کی پوری ذمہ داری قبول کرتا ہوں -

جناب سپیکر: چودھری صاحب، آپ کتنا ٹائم لیں گے؟

وزیر زراعت: میں کوئی دس منٹ اور لوں گا - ہمارا ایگریمنٹ ہے کہ کچھ مزید کٹ موشنز drop

ہو جائیں گی اور اس کو پاس ہی کرنا ہے۔

جناب سپیکر: تو وزیر خوراک کو اظہار خیال کی ضرورت نہیں۔

وزیر زراعت: نہیں! اس کے لئے پیش ہی نہیں ہوں گی۔ اس پر بحث ہی نہیں ہوگی۔

جناب سپیکر: تو وقت میں پندرہ منٹ کی توسیع کی جاتی ہے۔

وزیر زراعت: بہت بہت شکریہ۔ جناب والا! تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ باتیں ہوتی ہیں، ہمارا معاشرہ جس طرح کا ہے اس میں میں نہیں کہتا کہ یہ کوئی بدعنوانی سے پاک معاشرہ ہے، نہ میں کسی کے لئے کوئی صفائی دے رہا ہوں، میں تو خود آپ لوگوں میں سے ہوں اور میں خود اس بات کے لئے تیار ہوں۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ چودھری عبدالغفور صاحب وزیر زراعت نے تقریر کی روانی میں میرا نام بھی لے لیا کہ میں نے بلڈوزروں کے استعمال یا غلط استعمال کے بارے میں بات کی ہے۔ میں کرنا چاہتا تھا اور اسی سلسلے میں میری علیحدہ کٹ موشن تھی، مگر......

وزیر زراعت: اگر غلطی سے نام لے لیا گیا ہے تو میں واپس لیتا ہوں۔

سید طاہر احمد شاہ: کوئی بات نہیں۔ میں اس کو برا نہیں مناتا۔ ریکارڈ کی تصحیح کے لئے عرض کر رہا ہوں۔

وزیر زراعت: میں وہ الفاظ واپس لیتا ہوں جو ان کے بارے میں کہے گئے ہیں۔ میں کسی متنازعہ فیہ بات میں الجھنا نہیں چاہتا۔ میں تو کام کی بات کرنا چاہتا ہوں اور حکومت پنجاب کی پالیسی کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کے بارے میں تو کوئی بات نہیں ہوئی ہے

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک لطیفہ سنانا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ کسی سردار کا بچہ فیل ہو گیا دوسری سے پہلی میں آگیا ماں بولی سردار جی "اے کی ہویا اے"۔ سردار جی بولے "بھاگوانے اپنی فکر کر منڈے نے پورا پایا ہے"۔

وزیر زراعت: رفیق صاحب میں آپ کا لطیفہ علیحدگی میں سن لونگا۔

جناب سپیکر: رفیق صاحب آپ اپنا لطیفہ سنانا چاہتے ہیں تو وہ آپ کا لطیفہ علیحدہ سن لیں گے۔

چودھری محمد رفیق: جناب لطیفہ تو ہو گیا ہے۔

وزیر زراعت: جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اجناس کے معاملہ میں، پھل کے معاملہ میں' پھل کا پیدا کرنا تو ہماری ذمہ داری ضرور ہے لیکن اس کو ایکسپورٹ کرنا یہ ہماری ذمہ داری نہیں - یہ فیڈرل گورنمنٹ کا کام ہے - ہم اس معاملہ میں کوشش ضرور کر رہے ہیں ہمیں خود دکھ ہے کہ باغوں کے ثمرات سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا - ہم اس معاملہ میں فیڈرل گورنمنٹ سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں کہ یہاں اس قسم کے کارخانے لگانا ضروری ہے اور انشاء اللہ ہمیں ان باغوں کے علاوہ ہمیں اور باغات لگانے پڑیں گے - کیونکہ یہ موجودہ پھل موجودہ طلب کو پورا نہیں کر سکیں گے - جہاں تک یہ کہنا کہ موسمی رابطے سے صحیح طور پر خبروں کا تعلق ہے اور اس کا الزام محکمہ زراعت پر لگانا درست نہیں قطعی طور پر نامناسب ہے - موسمیات کے متعلق ہمارے پاس کوئی ایسا محکمہ نہیں بلکہ ہم چیف منسٹر صاحب کی مہربانی سے ایک ایسا چینل بنانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ریڈیو پر ایک ایسا سپیشل چینل شروع کر دیا جائے جو اس وقت دنیا بھر کے موسمیات کا رابطہ کا پروگرام ہے اس سے منسلک کرکے ہم اپنے زمینداروں کے لئے ایک ایسا پروگرام وضع کریں جو ہر فصل کی کاشت کے لئے بلکہ اس کی برداشت کے لئے بھی ہمیں بروقت موسمی معلومات کے متعلق اطلاع بہم پہنچاتا رہے۔ اور وہ 24 گھنٹے زمینداروں کو ایسی خبروں سے آگاہ کرتا رہے - بنیادی طور پر یہ کام ہمارا نہیں - اب تک یہ کام ٹی وی' ریڈیو کر رہے ہیں۔ ہمارا یہ کام نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم لوگوں کو بروقت اطلاع دیں لیکن یہ تجویز ہم اپنا چکے ہیں اور اس پر ہم مزید غور کر رہے ہیں اور ہم اس کو دنیا کے موسمیاتی رابطہ سے اس کا رابطہ قائم کر کے بنا سکیں اور ہم کسان بھائیوں کی اس طرح کوئی خدمت کر سکیں۔ جہاں تک mechanised Farming کا تعلق ہے۔ اور ہارویسٹر وغیرہ کا تعلق ہے اس کے متعلق ہمارے وزیر اعلیٰ کا پہلے ہی رابطہ ہے اور انہوں نے کمال مہربانی سے یہ بات کی ہے اس کے لئے پرائیویٹ سیکٹر میں بھی یہ ہو رہا ہے اور اب گورنمنٹ سیکٹر میں بڑی Investment کی جا رہی ہے۔ تاکہ ہم اپنے مختلف سیکٹرز تبدیل کر کے اتنے کمبائن ہارویسٹر آگئے ہیں کہ کم سے کم وقت میں موسم کی شدت کے پیش نظر فصل کو اٹھا سکیں۔

جہاں تک اجناس کی قیمتوں کا تعلق ہے۔ اور اس کے بارہ میں یہ کہنا کہ اگر روئی کی قیمت مقرر ہے۔ تو کاشتکار کو اجناس کی قیمتیں مقرر کرنے کا کیوں اختیار نہیں اس ضمن میں عرض ہے کہ یا تو میری سمجھ کمتر ہے یا میں اس کی وضاحت نہیں کر سکا۔ حکومت جب قیمتیں مقرر کرتی ہے تمام اخراجات کو سامنے رکھتے ہوئے Support Price مقرر کرتی ہے جس کو کم سے کم کہتے ہیں اس سے کم قیمت کرے تو حکومت ذمہ دار ہے۔ تاکہ اس کو سہارا دیا جا سکے۔ اور کاشتکار کو کوئی نقصان نہ اٹھانا پڑے ۔ اگر اس کم قیمتیں گریں تو حکومت اس کو اٹھانے کے لئے تیار ہے۔ اگر اس سے زیادہ قیمتیں بڑھ جائیں تو زمیندار اور کاشتکار کو ملے۔ آپ کپاس کی فصل کو دیکھ لیں۔ آپ مونجی کی فصل کو دیکھ لیں۔ اگر کپاس کی قیمت دو سو روپے مقرر تھی تو آڑھائی سو روپے فروخت ہوئی۔ اس طریقے سے گندم اور مونجی Support Price ہے۔ Supprot Price تو کم سے کم زمیندار اور کاشتکار کو سہارا دینے کے لئے مقرر کی جاتی ہے ۔ اس سے زیادہ ہم جتنی چاہیں فروخت کریں۔ مونجی کی فصل کو دیکھ لیں کہ ہمارے چیف منسٹر صاحب نے اس کی قیمت میں تقسیم میں۔ فروخت میں کتنی دلچسپی لی واضح طور پر احکام صادر ہوئے اور پہلی دفعہ اور اس سے پہلے بھی کاشتکاروں اور زمینداروں کی اسمبلیاں آتی رہی ہیں یہ پہلی دفعہ اور یہ پہلی اسمبلی ہے کہ چیف منسٹر صاحب نے اس کی نقل و حرکت کو آزاد کرایا اس کے لئے Procurement ختم کیا اور زمیندار کو موقع دیا کہ وہ جس طرح چاہے وہ اس کو فروخت کرے۔ اور ٹیوب ویلوں کے لئے آپ دیکھ لیں کہ واپڈا کو مجبور کیا گیا کہ وہ ٹیوب ویلوں کے flate rate مقرر کرے۔ آپ مجھے بتائیں کہ آج تک کوئی حکومت ایسا کر سکی ؟ کیا کسی حکومت کے سامنے واپڈا نے گھٹنے ٹیکے؟ یہ موجودہ حکومت ہی ہے جس کے سامنے واپڈا کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ اور اس کو flate rate مقرر کرنا پڑے۔ اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ زمینوں کے لئے انڈسٹریل قرضے دیئے گئے کبھی کسی حکومت نے ایسا کیا کہ دیہاتی زمینوں کے بدلے میں انڈسٹریل قرضے دیئے گئے یہ پہلی مسلم لیگ کی حکومت ہے آپ کو تو چاہیئے تھا کہ آپ اس قسم کے اقدام کی تعریف کرتے لیکن آپ اس میں کیڑے نکال رہے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد کسی حکومت نے آج تک وہ کام نہیں کیا جو اس مسلم لیگ کی حکومت نے ان دو آڑھائی سالوں میں کر کے دکھایا ہے۔ یہ وہ باتیں جو کہنا تھیں۔

اب رہ گئی زرعی یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی بات تو میں یہ یقین سے کہتا ہوں کہ وہ زرعی یونیورسٹی میں اپنا سائنسدان بطور وائس چانسلر دیکھنے کی چیف منسٹر صاحب کی تمنا تھی اور یہ تمنا عرصہ

سے چلی آرہی تھی ہمیشہ وائس چانسلر زرعی یونیورسٹی باہر سے لایا جاتا تھا۔ اور تمام پروفیسر صاحبان اور ڈین اور دوسرے حضرات میرے پاس چل کر آتے تھے۔ خدا را ہماری یونیورسٹی میں سے کسی ایک آدمی کو ہمارا وائس چانسلر مقرر کرا دیں اور ہم آپ کے مشکور ہونگے ہم سب خوش ہیں کسی کو کر دیں ان کے تین آدمیوں کا پینل بنا کر تحقیق کر کے زرعی شعبہ جو سب سے بہتر سائنسدان تھا جو سب سے بہتر کارکردگی کا مالک تھا اس کو مقرر کیا گیا۔

سید طاہر احمد شاہ : عرفان صاحب جو سب سے سینئر ترین پروفیسر ہیں ان کے بارہ میں بھی پوزیشن بتا دیں ان کی کیا پوزیشن ہے۔ ذرا بہتر رہیگی۔

وزیر زراعت :- میں بتاتا ہوں لیکن میں یہاں وضاحت کر دیتا ہوں کیونکہ ان میں سے ایک وٹرنری کا تھا' ڈاکٹر عرفان وٹرنری سے تعلق رکھتے تھے ان کا زراعت سے تعلق نہیں تھا وہ اپنی فیلڈ میں بہترین سائنسدان ہیں لیکن زرعی یونیورسٹی کے شعبہ میں جو سب سے اعلیٰ اور جس کو سب میں فوقیت حاصل ہے اس کو ایمانداری کے ساتھ اور بہترین تقاضوں کے ساتھ اس کو کیا گیا اور یونیورسٹی کے لوگ اس کے لئے شکرگزار ہیں تمام لوگوں کے میرے پاس ریکارڈ موجود ہے۔ انہوں نے کہا یہ مستحق تھا۔ اور یہ گورنر صاحب کی مہربانی ہے کہ یونیورسٹی میں سے اپنے ہی ایک آدمی کو یہ موقع دیا گیا کہ اس کے انتظام کو سنبھالے اور اس کی ریسرچ کو ٹھیک کرے۔ میں اس کے لئے چیف منسٹر صاحب کو اور گورنر صاحب کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے یونیورسٹی کو صحیح خطوط پر استوار کرنے کی کوشش کی ہے اس کے ساتھ ہی باتیں تو بہت ہیں لیکن میں پھر یقین دلاتا ہوں کہ جو باتیں میرے فاضل ارکان اور دوستوں نے کی ہیں میں نے ان کے نوٹس لئے ہیں۔ جناب والا! میں یہاں کسی مناظرہ کے لئے نہیں آیا میں نے تو صرف حقائق بیان کئے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! وہ اپنی تقریر ہماری تقاریر کے جواب میں فرما رہے ہیں۔ اور ہمارے نکات کا وہ جواب دے رہے ہیں۔ اگر یہ مناسب نہیں تو میں نہیں کہتا۔

جناب سپیکر:- جواب الجواب کی اجازت نہیں۔

وزیر زراعت : جناب والا! رفیق صاحب کو جس طرح بجٹ میں ایک مد ہوتی ہے اور Expenditure اسی طریقے سے میں رفیق صاحب کو Other کی لسٹ میں شمار کر کے انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس کو بہتر شمار کر کے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور رفیق صاحب کا خاص طور پر

مشکور ہوں انہوں نے بڑی اچھی تجاویز پیش کیں اور ان کی تجاویز اس قابل ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے۔ اور انشاء اللہ جو بھی ہمارے بھائیوں نے تجاویز دی ہیں ان کو ہم نے نوٹ کیا ہے ان سے استفادہ کریں گے اس سے ہماری پالیسی کو بہتر کریں گے۔ اور انشاء اللہ میں ان کی ہر خدمت کے لئے تیار ہوں جو بھی کی کسی وقت یہ پیش کریں گے میں دور کرنے کے لئے تیار ہوں گا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ موسمی حالات اچھے رہیں بہت مہربانی شکریہ پاکستان پائندہ باد۔

جناب فضل حسین راہی: کیا انہوں نے برادری کی بنیاد پر رفیق صاحب سے اتفاق کیا ہے؟

وزیر زراعت: آپ اپنی سوچ کے مطابق ہی سوچ سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:-

کہ 56 کروڑ 54 لاکھ 85 ہزار 7 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر 18) زراعت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

مطالبہ نمبر 18 کے بارے میں جو باقی کٹوتی کی تحاریک تھیں وہ Withdraw تصور ہوں گے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں نے جو چھوٹی سی بات کہی تھی وہ بھی ہو گئی؟

جناب سپیکر: آپ کی تحاریک Withdraw ہو گئی ہیں۔ اب سوال یہ ہے:

کہ ایک رقم جو 56 کروڑ 54 لاکھ 85 ہزار 7 سو سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنا پڑیں گے۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب سپیکر: وقت مزید پانچ منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

کہ ایک رقم جو 6 ارب 83 کروڑ 93 لاکھ 35 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30

جون 1988 ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے و چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنا پڑیں گے۔

جناب سپیکر: اس پر آپ کی جو کٹ موشنز ہیں وہ تو آپ پریس نہیں کرتے اور Withdraw کرتے ہیں ؟

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! تقریر نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: تقریر نہیں کر سکتے۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! پڑھ کر۔

جناب سپیکر: پڑھنے کی بھی ضرورت نہں ہے۔ اس کو آپ Withdraw کر چکے ہیں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! وہ ریکارڈ پر آجائے گی اور ہم مباحثہ نہیں کریں گے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! ہم اس پر مباحثہ نہیں کریں گے لیکن پیش کرنے کا تو ہمارا حق ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ آپ اسے پیش کریں۔ میاں صاحب آپ نے اس کی مخالفت کی ہے۔ اگر آپ مخالفت نہ کریں تو مطالبہ منظور ہو جائے گا۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! ابھی تو سوال پیش ہی نہیں ہوا تو ہم مخالفت کیسے کریں۔ جب سپیکر کی طرف سے سوال پیش ہو گا تو پھر ہم مخالفت کریں گے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے :-

کہ ایک رقم جو 6 ارب 93 کروڑ 93 لاکھ 35 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988 ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے و چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنا پڑیں گے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا۔ میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے کہ اسی موقع پر اسے Oppose ہونا تھا۔ اب اس میں میاں محمد افضل حیات صاحب کی طرف سے' سید طاہر احمد شاہ صاحب - میاں محمد اسحاق صاحب۔ میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب - چودھری محمد رفیق صاحب۔ جناب فضل حسین راہی صاحب۔ خان غلام سرور خاں صاحب۔ سردار غلام عباس صاحب کی طرف سے کٹوتی کی تحاریک ہیں۔

وزیر زراعت: جناب والا! وقت تھوڑا سا بڑھا دیا جائے۔

جناب سپیکر: ابھی ٹائم ہے۔ میاں صاحب! آپ پیش کریں گے؟

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:-

کہ 6 ارب 93 کروڑ 93 لاکھ 35 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر33) غلے اور چینی کی سرکاری تجارت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:-

کہ 6 ارب 93 کروڑ 93 لاکھ 35 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر33) غلے اور چینی کی سرکاری تجارت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

وزیر خوراک: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: سردار صاحب اسے Oppose کرتے ہیں اور آپ اب اس پر کچھ نہیں کہنا چاہتے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! ہم سارے اس پر بات کر چکے ہیں۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے

کہ 6 ارب 93 کروڑ 93 لاکھ 35 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر33) غلے اور چینی کی سرکاری تجارت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔

جو اس کے حق میں ہے وہ "ہاں" کہیں۔

چند آوازیں: ہاں

جناب سپیکر: جو اس تحریک کے خلاف ہیں وہ "نہ" کہیں۔

آوازیں :- نہ

جناب سپیکر: میرے خیال میں فیصلہ "نہ" والوں کے حق میں ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! نہیں۔ فیصلہ "نہ" والوں کے حق میں ہے۔

جناب سپیکر: آپ اس کو چیلنج کرتے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ: جی ہاں۔

وزیر زراعت: جناب والا! اس کو مذاق نہ بنائیں۔ میں اپنے فاضل بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ اس کو سنجیدگی سے لیں۔ اس طرح کوئی اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ ویسے تو آپ کا حق ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ کوئی اچھی روایت ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! ہم بھی ان کی کوئی بات مان لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: تو فیصلہ "نہ" والوں کے حق میں ہے۔

(تحریک نا منظور کی گئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے :-

"کہ ایک رقم جو -/6, 93, 93, 35, 000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو کہ مالی سال مختتمہ 30 جون 1988 ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے و چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنا پڑیں گے"

(تحریک منظور کی گئی)

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! وقت کتنے بجے تک بڑھایا گیا تھا؟

جناب سپیکر: ابھی وقت ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی جمعرات 25 جون 1987 ء صبح نو بجے تک کے لئے ملتوی کی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

جمعرات، ۲۵ جون ۱۹۸۷ء

(پنج شنبہ ۲۷ شوال ۱۴۰۷ھ)

جلد ۱۰...... شمارہ ۱۷

سرکاری رپورٹ

مندرجات

جمعرات، ۲۵ جون ۱۹۸۷ء

	صفحہ نمبر
تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ	۱۰۴۷
قاضی فضل اللہ کی وفات پر فاتحہ خوانی	۱۰۴۸
اراکین اسمبلی کی رخصت	۱۰۴۸
مسئلہ استحقاق	۱۰۵۰
میاں مختار احمد شیخ ایم پی اے کے حلقہ انتخاب کی دو تحصیلوں میں تقسیم	۱۰۵۱
پنجاب کا میزانیہ برائے سال ۸۸-۱۹۸۷ء	۱۰۵۲
مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری (جاری)	۱۰۵۲

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس

جمعرات 25 جون 1987ء

(پنج شنبہ ۲۷ شوال ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 8-30 بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا
نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى
الشّٰكِرِيْنَ ○ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ
كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا
وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ○ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ
اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْۤ اَمْرِنَا وَ
ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ فَاٰتٰىهُمُ
اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ
يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ؏

س آل عمران آیات ۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷ اور ۱۴۸

اور کسی شخص میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے اس نے موت کا وقت مقرر کر کے لکھ دیا ہے۔ اور جو شخص دنیا میں اپنے اعمال کا بدلا چاہے تو اس کو ہم یہیں بدلا دے دیں گے اور جو آخرت میں طالب ثواب ہو تو اس کو وہاں اجر عطا کریں گے۔ اور ہم شکر گذار بندوں کو عنقریب بہت اچھا صلہ عطا کریں گے۔

اور بہت سے نبی ایسے ہوئے ہیں جن کے ساتھ مل کر اکثر اللہ والے اللہ کے دشمنوں سے لڑتے ہیں تو جو مصیبتیں ان پر اللہ کے راستے میں واقع ہوئیں ان کے باعث انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی دکھائی اور نہ دشمنوں سے دبے اور اللہ صبر و استقلال رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور وہ کچھ بھی نہ کہتے تھے سوا اس دعا کے کہ اے رب ہمارے بخشش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں۔ اور ہمارے قدم جما دے اور ہمیں ان کافر لوگوں پر مدد دے۔ پس اللہ نے ان کو دنیا میں بھی بدلا دیا اور آخرت میں بھی نہایت اچھا صلہ عطا کرے گا اور اللہ ایسے محسن نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔

وما علینا الا البلاغ

قاضی فضل اللہ کی وفات پر فاتحہ خوانی

جناب وزیر قانون: جناب والا! ہمارے ایک عظیم لیڈر وفات پا چکے ہیں، میرا مقصد قاضی فضل اللہ سے ہے - وہ جنگ آزادی اور تحریک پاکستان کے سب سے بڑے مجاہد اور عظیم سپاہی تھے، وہ بہت بڑے پارلیمنٹرین بھی تھے اور مسلم لیگی لیڈر بھی تھے - میں آپ سے درخواست کروں گا کہ موصوف کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے -

جناب سپیکر: فاتحہ خوانی کی جائے -

(اس مرحلہ پر فاتحہ خوانی کی گئی)

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین اسمبلی کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری خادم حسین صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

گزارش ہے کہ بندہ مورخہ 18.6.87 کو بوجہ مصروفیت اجلاس میں شمولیت نہیں کر سکتا، رخصت عنایت فرمائی جائے -

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے -

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست مہر محمد سلیم صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

مجھے کل مورخہ 25.6.87 کو ایک ضروری کام کے لئے اسلام آباد جانا ہے جس کی وجہ سے میں اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا -

لہٰذا استدعا ہے کہ میری رخصت منظور فرمائی جاوے -

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری غلام رسول صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئے ہے

I could not attend the assembly session on 23/6/87 due to an urgent piece of work at Gujrat.

It is, therefore, requested that leave for one day i.e. 23/6/87 may please be granted.

Thanks.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب جاوید محمود گھمن صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

میں 21-6-87 کو بوجہ ضروری کام حاضر نہیں ہو سکا۔ اس لئے رخصت عطا کی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سید احمد محمود صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

I have to go for a very urgent piece of work out of Lahore. I request that I may very kindly be granted leave from the 25th to the 30th June, 1987.

Thanking you.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: میاں مختار احمد شیخ صاحب کی طرف سے تحریک استحقاق ہے۔

میاں مختار احمد شیخ: جناب والا! وزیر مال صاحب تشریف نہیں رکھتے۔

جناب سپیکر: اسے التواء میں رکھ دیا جائے، کیا وزیر مال تشریف رکھتے ہیں ؟

میاں مختار احمد شیخ: جناب والا! میں نے یہ تحریک استحقاق دی تھی لیکن اس وقت وزیر مال صاحب تشریف فرما نہیں ہیں، مگر انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ نوٹیفکیشن کو Held in abeyance کر دیتے ہیں اور بعد میں اس تحصیل کو دو حصوں میں تقسیم ہونے کے متعلق ڈی سی اور کمشنر صاحبان سے گفت و شنید کر لیں گے اور بعد میں اس پر عمل کیا جائے گا اور فی الحال انہوں نے فرمایا ہے کہ اس کو Held in abeyance کر دیں گے۔

(اس دوران وزیر مال صاحب ایوان میں تشریف فرما ہوئے)

جناب سپیکر: نہیں! آپ کا کیا ارشاد ہے ؟

میاں مختار احمد شیخ: اگر یہ فرما دیں تو پھر میں عرض کر دوں گا

جناب سپیکر: آپ کا مقصد ہے کہ On the floor of the house یہ statement دیں - وزیر مال صاحب کچھ فرمانا چاہیں گے ؟

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! پہلے تحریک استحقاق اس ایوان میں پڑھی جائے۔

جناب سپیکر: ہاں! یہ درست بات ہے - آپ پہلے اس کو اس ایوان میں پیش کریں گے۔

میاں مختار احمد شیخ ایم پی اے کے حلقہ انتخاب کی دو تحصیلوں میں تقسیم

میاں مختار احمد شیخ: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیربحث لانے کیلئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ اخبار "جنگ" مورخہ 23.6.87 میں یہ خبر آئی ہے کہ ملتان تحصیل کو دو تحصیلوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اس سے میرا حلقہ انتخاب دو تحصیلوں میں دیدہ دانستہ منقسم کر دیا گیا ہے، جس سے نہ صرف میرا بلکہ معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو شرف پذیرائی بخش کر مجلس قائمہ برائے استحقاق کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی سردار صاحب!

جناب وزیر مال (سردار محمد عارف نکئی): جناب والا! اس سے پہلے بھی دو دفعہ movement ہو چکی ہے کہ تحصیل ملتان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے، میں موقع پر گیا تھا اور وہاں کے حالات کے مطابق وہاں پر تقریباً 1700 کیسز اضلاع کی تقسیم کے بارے میں pending پڑے تھے اور اسی طرح سے کوئی ساڑھے سات سو کے قریب کیسز اے سی کی عدالت میں pending تھے۔ تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ اتنے کیسز یہاں پر کیوں ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہاں Law & Order کی situation بہت زیادہ ہوتی ہے اور جس کی وجہ سے ہم باہر جا نہیں سکتے اس لئے یہ ضروری ہے کہ یہاں پر دو تحصیلیں بنائی جائیں۔ ایک تحصیل اس وقت شہر تک محدود ہے اور دوسری تحصیل ملتان سرکل پر بنا دی جائے گی تو جناب میاں مختار احمد شیخ صاحب یہ چیز میرے نوٹس میں لائے ہیں کہ ان کا حلقہ انتخاب دو حصوں میں تقسیم ہو رہا ہے تو میں نے فوری طور پر یہ حکم جاری کر دیا ہے کہ اس Notification کو suspend کر دیا جائے اور کمشنر ملتان اور ڈپٹی کمشنر ملتان کو حکم دیا جائے کہ یہاں مختار احمد شیخ صاحب اور ملتان کے تمام ایم این اے اور ایم پی اے صاحبان کو بلا کر ان سے discuss کیا جائے اور جو یہ فیصلہ کریں اس پر عمل درآمد کیا جائے۔

میاں مختار احمد شیخ: جناب والا! ان کی اس یقین دہانی کے بعد میں اپنی تحریک استحقاق کو واپس لیتا ہوں۔

پنجاب کا میزانیہ برائے 88-1987

(مطالبات' زیر بحث اور رائے شماری) ـــــ (جاری)

جناب سپیکر: آج معاہدے کے مطابق ڈیمانڈ نمبر3 زیر بحث آئے گی -

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میری استدعا ہے کہ پہلے محکمہ صحت کو لے لیا جائے -

جناب سپیکر: میاں صاحب! جس ترتیب سے ہمارے پاس مطالبات زر ہیں ہم نے اس کے مطابق کام کرنا ہے پہلے ڈیمانڈ نمبر3 ہے -

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! 16 نمبر بھی ہے -

جناب سپیکر: ڈیمانڈ نمبر3 پہلے آتی ہے - 16 نمبر بعد میں آتی ہے -

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! آج دو ہیں -

جناب سپیکر: جی دو ہیں - ایک آبکاری و محصولات پر ہے اور دوسری صحت پر ہے -

میاں محمد افضل حیات: اس لئے ہماری گزارش ہے کہ پہلے محکمہ صحت کی کٹ موشن لے لی جائے پھر اس کے بعد آبکاری و محصولات کی -

جناب سپیکر: تو پھر یہ ترتیب کیا بنے گی- ویسے بھی وزیر آبکاری و محصولات موجود ہیں اور صحت کے وزیر موجود نہیں ہیں -کیا آپ چاہتے ہیں کہ محکمہ آبکاری پر مطالبات زر کو بعد میں لیں -

میاں محمد افضل حیات: جی جناب والا! آبکاری کو بعد میں لے لیا جائے - صحت پر مطالبہ زر چونکہ بہت ضروری ہے اس لئے اس کو ابھی لے لیا جائے -

جناب سپیکر: میاں صاحب ! رولز کے مطابق تو ہم اسے اسی ترتیب سے take-up کر سکتے ہیں - جس آرڈر میں یہ دی گئی ہیں یعنی نمبر3 پہلے آتی ہے اور 16 بعد میں آتی ہے - اسی آرڈر کے تحت ہم کام کرتے ہیں لیکن چونکہ اس ایگریمنٹ میں اگر آپ نے محکمہ صحت پہلے رکھا ہے تو پھر ہمیں کوئی اعتراض نہیں - جناب وزیر خزانہ -

مطالبہ نمبر16

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

کہ ایک رقم جو 1,72,48,76,300 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کیلئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنا پڑیں گے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

کہ ایک رقم جو 1,72,48,76,300 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کیلئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988 کے دوران صوبائی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنا پڑیں گے۔

MIAN MUHAMMAD AFZAL HAYAT: Opposed

MIAN MUHAMMAD ISHAQUE: Opposed

جناب سپیکر: اس پر میاں محمد افضل صاحب، سید طاہر احمد شاہ، میاں محمد اسحاق صاحب، میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب محمد رفیق صاحب، جناب فضل حسین راہی صاحب، جناب غلام سرور خان صاحب اور سردار غلام عباس صاحب کی cut motions ہیں، میاں محمد اسحاق صاحب یہ کٹ موشن پیش کریں گے۔

میاں محمد اسحاق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے یہ تحریک پیش کرتا ہوں

کہ ایک ارب 72 کروڑ 48لاکھ 76 ہزار 3 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر16) خدمات صحت کم کرکے ایک روپیہ کردی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ

ایک ارب 72 کروڑ 48 لاکھ 76 ہزار 3 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان

(مطالبہ نمبر16) خدمات صحت کم کرکے ایک روپیہ کردی جائے۔

MINISTER FOR LAW: Opposed.

میاں محمد اسحاق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - واجب الاحترام جناب سپیکر! آج جس محکمہ کے متعلق معزز اراکین کے سامنے ہم نے جو تحریک پیش کی ہے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے چہ جائیکہ کوئی غریب ہو، امیر ہو۔ حکومتی پارٹی سے تعلق رکھتا ہو۔ یا حزب اختلاف سے تعلق رکھتا ہو، مگر اس محکمہ سے تمام حضرات کو ایک ہی جیسی ہمدردیاں ہیں کیونکہ یہ محکمہ دکھی انسانوں کی خدمت کرتا ہے - وہ لوگ جب کسی دکھ میں مبتلا ہوتے ہیں ان کو پھر اپنی صحت کا احساس ہوتا ہے - جب انسان تندرست ہوتا ہے اس کو بیمار دکھی انسان کا احساس کرنا بڑا مشکل ہے، مگر جب انسان خود کسی دکھ یا بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کسی بیمار کے لئے علاج کی ہمدردی یا اس کے لئے کچھ کرنا کتنا کارمند، سودمند اور کار ثواب ہے -

جناب سپیکر: میاں صاحب! قبل اس کے کہ آپ اپنی بات جاری رکھیں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج آپ کی cut motion دو محکموں کے بارے میں ہیں - ایکسائز اور ہیلتھ کے متعلق ہیں یہ ظاہر ہے کہ آپ دونوں مطالبات زرپر بولنا چاہیں گے اور ان کو علیحدہ علیحدہ زیر بحث لایا جائیگا - اگر اس میں آپ اپنی منشا سے وقت مخصوص کر لیں کہ کس وقت تک آپ ہیلتھ پر وقت دینا چاہتے ہیں اور کس وقت تک آپ آبکاری کو وقت دینا چاہتے ہیں تو یہ مناسب ہوگا۔

میاں محمد افضل حیات: ہم کوشش کریں گے کہ 12 بجے تک مکمل ہو جائے -

جناب سپیکر: ویسے میں بھی آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ 12 بجے تک دونوں محکموں پر اپنی تقاریر ختم کرلیں تو میری یہ خواہش ہے کہ ہم اس دفعہ گلوٹین apply نہ کریں -

میاں محمد افضل حیات: کوشش یہی کریں گے -

جناب سپیکر: کیونکہ آپ کا معاہدہ ہو چکا ہے اور اگر یہ گلوٹین apply نہ ہو اور عام rutine میں demands کو زیربحث لایا جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں یہ ایک اسمبلی کا مجموعی طور پر اچھا کارنامہ ہوگا اور اس کا ایک اچھا اثر پڑے گا۔

میاں محمد افضل حیات: ہم کوشش یہی کر رہے ہیں کہ دس یا پندرہ منٹ پہلے یا بعد تک اس کو

ختم کریں یا اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ حضرات ہیلتھ اور کچھ ایکسائز پر بول لیں ۔ ہم آپس میں وقت تعین کر لیں گے کوشش کریں گے کہ 12 بجے تک دونوں مطالبات پہ بول لیں ۔

جناب سپیکر: شکریہ !

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! آج آپ خود ہی اس کٹ موشن سے حکومت کی دلچسپی کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ معزز وزیر متعلقہ آج بھی ایوان میں حاضر نہیں ہیں ۔ کاش کبھی ان کو بیمار اور دکھی انسانوں کا کچھ احساس ہوتا ۔

جناب والا! یہ وہ محکمہ ہے جس سے ہر انسان کو خواہ وہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو اسے ہمدردی ہے ۔ یہ وہ محکمہ ہے جس میں حادثات سے مجروح ہونے والے ، زخمی ہونے والے ، ہزاروں انسان ہسپتالوں میں تڑپ رہے ہیں ۔ جناب والا! یہ وہ محکمہ ہے جس میں ہزاروں انسان ٹی بی میں مبتلا ہسپتالوں میں ادویات کیلئے ترس رہے ہیں ۔ جناب والا! یہ وہ محکمہ ہے جس میں بیماریاں لاعلاج ہو چکی ہیں مگر یہ محکمہ چاہے تو لوگ علاج کے قابل ہو سکتے ہیں ، مگر عدم دلچسپی کی وجہ سے اس محکمہ کے ہسپتالوں میں ہزاروں مریض دوائیوں کو ترس رہے ہیں ۔

جناب والا! اس حکومت سے میں انسانی ناتے سے اپیل کرتا ہوں کہ خدارا! یہ جو اتنی رقوم اس محکمہ کے لئے رکھی گئی ہیں ہم باقی محکموں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس محکمہ کی چھان بین کیلئے پرزور اپیل کرتا ہوں اس پیسے کو اس طرح خرچ کیجئے کہ اللہ اور تمام انسانی آپ سے خوش ہو جائیں ، مگر اس پیسے کا جیسے ضیاع ہو رہا ہے اگر آپ کے گوش گزار کیا جائے تو آپ اس میں کچھ نہ کچھ ہماری ان تجاویز کو حکومت سے عمل کروانے پہ ہمارے ساتھ ضرور تعاون فرمائیں ۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ میں تمام محکمہ جات کی بے ضابطگیوں کو منظرعام پہ لاؤں میں یہ کہنا مناسب سمجھوں گا ۔ آپ کے گوش گزار کرنا مناسب سمجھوں گا ، اس معزز اراکین کے سامنے اس بات کو لانا مناسب سمجھوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر پنجاب اسمبلی کے سامنے یہ بات نہ لاؤں تو میں اپنے فرائض میں غفلت سے کام لوں گا۔

جناب والا! ہمارے پنجاب میں ہمارے لاہور میں ایک ہسپتال تعمیر کیا گیا جس کا نام زید بن سلطان ہسپتال ہے اور یہ ہسپتال ہمارے پنجاب کو ایک باہر کے سلطان ، متحدہ عرب امارات کے امیر نے تحفہ

کے طور پر دیا تھا۔ یہ میں آپ کو یقین اور وثوق سے عرض کرتا ہوں کہ اسی ضمن میں میری ان سے ملاقات ہوئی تھی - یہ تقریباً 1970ء کی بات ہے وہ انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل میں ٹھہرے تھے - ان کو پودوں کا اور شکار کا بہت شوق ہے وہ اکثر آیا کرتے تھے تو انہوں نے کہا کہ میں اس پنجاب کے عوام پر بہت خوش ہوں، یہ بہت محنتی لوگ ہیں، یہ لگن سے کام کرتے ہیں، مگر میں ان کو اپنی طرف سے کوئی تحفہ دینا چاہتا ہوں - جناب والا! انہوں نے اسی ضمن میں ایک "تحفتا" یہ ہسپتال کے طور پر دینے کا ارادہ کیا اور اس کے لئے رقوم انہوں نے فراہم کیں - یہ ان کا تحفہ لاہور کے عوام کو انہیں بلکہ پنجاب کے عوام کو تحفہ دیا گیا - جناب والا! یہ ستم ظریفی کی بات ہے کہ ہمارے پنجاب کے عوام کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے اس کی پاکستان میں کہیں مثال نہیں ملتی - جناب والا! یہ لاہور اور پنجاب کے عوام کیلئے خصوصاً ہسپتال تعمیر کیا گیا تھا جو کہ ایک جرنیل کو خوش کرنے کیلئے فیڈرل گورنمنٹ نے زبردستی اس پر قبضہ کر لیا ہے -

جناب والا! میں اس پنجاب اسمبلی کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں اگر ہم نے اپنے فرائض میں، اپنے فرائض منصبی میں صحیح کوشش نہ کی اور اس فریضہ کو پورا نہ کیا تو ہم سمجھیں گے، ہم نے اپنی ذمہ داریوں میں کوتاہی کی ہے - جناب والا! میں یہ اپیل کرتا ہوں کہ سلطان ہسپتال کو فوراً پنجاب کے حوالے کیا جائے - یہ پنجاب کے عوام کا حق ہے - جناب والا! جب سے یہ تعمیر ہوتا رہا پنجاب کے عوام اس کو غور سے دیکھتے رہے کہ یہاں پر غریب غربا اور لاعلاج لوگوں کیلئے بہترین مشینری مہیا کی جائے گی - یہاں پر لوگوں کا علاج کیا جائیگا، مگر جب ان کو اس کی فیس اس پر اٹھنے والے اخراجات ہسپتال میں داخل ہونے کیلئے بتائے گئے جو وہ برداشت نہ کرتے ہوئے آج اس ہسپتال کی دیواروں کو دیکھ سکتے ہیں، مگر وہاں علاج کرانے کیلئے نہیں جا سکتے - یہ پنجاب کے غریب عوام جو امیدیں لگائے بیٹھے تھے ان کو آج اندر جا کر دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوا - جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے پنجاب کے عوام کے ساتھ سراسر زیادتی ہے - یہ پنجاب کے عوام کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے - میں سمجھتا ہوں ہماری پنجاب کی حکومت اور ہمارے ان اراکین اسمبلی کی بھی اس میں غفلت ہوگی ہماری پھر کمزوری ہوگی، ہمیں اس مسئلہ کو حل کرنا ہے - پنجاب کو اپنے حقوق ہر طرح سے لینے ہیں - ہمیں اپنے حقوق کی بحالی کیلئے لڑنا ہے - جیسے دوسرے صوبے اپنے حقوق کے لے لڑ رہے ہیں۔ ہمیں بھی اپنی حقوق کے لیے لڑنا ہے۔ اگر ہم اپنے حقوق اپنے عوام کو لیکر نہیں دے سکتے، میں سمجھتا ہوں، یہ ہماری غفلت ہے، کوتاہی ہے اور یہ ہماری کمزوری ہے -

جناب والا! اس کے بعد دو مطالبات ایک ہی طرح کے ہیں، جو دوائیاں خریدی جاتی ہیں، پہلے میں اس کے بارے میں آپ کے سامنے وضاحت عرض کروں گا - آج میری معزز بھائی اس پر غور فرمائیں، اکسٹھ کروڑ، چھیاسٹھ لاکھ ستانوے ہزار چار سو روپے کی دوائیاں خریدی جاتی ہیں - کوئی صاحب وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ ایک غریب آدمی جب ہسپتال میں جاتا ہے تو اسے کوئی دوائی دی جاتی ہو - یہ وہ رقوم ہیں جو ان لوگوں کے لئے رکھی جاتی ہیں، جنھیں صرف خوش کرنا ہوتا ہے - نہ کہ غریبوں کے لئے رکھی جاتی ہیں - جناب والا! اس پیسے کا ضیاع عوام کے ساتھ سراسر زیادتی ہے - یہ غریب عوام کے ساتھ سراسر زیادتی ہے - جن لوگوں کا حق ہے، انہیں ان کا حق نہیں مل رہا - یہ ان کے ساتھ سراسر زیادتی ہے - میں عرض کروں گا کہ جن دوائیوں کی لوکل پرچیز کی جاتی ہے، ان کو فوراً بند کیا جائے - یہ ان لوگوں کو خوش کرنے کے لئے خریدی جاتی ہیں، جن کو رشوت دینی ہوتی ہے - وہ لوگ مستحق طبقے سے تعلق نہیں رکھتے - انہیں صرف رشوت کے طور پر یہ دوائیاں دی جاتی ہیں - لہٰذا لوکل پرچیز کو فوراً بند کیا جائے -

جناب سپیکر! وزیر صحت صاحب تشریف لے آئے ہیں - میں آپ کی وساطت سے ان سے عرض کروں گا کہ دو طرح کی دوائیاں خریدی جاتی ہے - لوکل پرچیز ان حضرات کو خوش کرنے کے لئے کی جاتی ہے جنہیں صرف اور صرف رشوت دینی ہوتی ہے - یہ وہ امیر طبقہ ہے جس کا ان دوائیوں کو استعمال کرنے سے دور کا بھی تعلق نہیں، بلکہ یہ تو غریبوں کا حق ہے - یہ اس طبقے کا حق ہے جس کے لئے یہ مخصوص رقم رکھی جاتی ہے - انہیں ان رقوم سے دوائیاں خرید کر مہیا کرنا تو کجا، انہیں ان دوائیوں کا پتا تک نہیں چلنے دیا جاتا، انہیں ہر آسائش سے محروم رکھا جاتا ہے، میں عرض کروں گا کہ یہ اکسٹھ کروڑ چھیاسٹھ لاکھ روپیہ صحت کے محکمے میں ایسے ہے جس طرح روڑی (گندگی کے ڈھیر) پر گھی گرا دیا جائے، ایسے ہی ضائع کر دیا جائے اور ایسے لوگوں کو رشوت کے طور پر دے دیا جائے - یہ پیسہ صحیح معنوں میں ان لوگوں تک پہنچنا چاہیئے جن کا حق ہے - یہ انہیں ملنا چاہیئے تاکہ دکھی انسانیت اس سے فائدہ اٹھا سکے -

جناب والا! اب میں یہ گزارش کروں گا کہ جو لوگ بیرون ملک علاج کے لئے بھیجے جاتے ہیں، میں وثوق سے کہتا ہوں کہ پچھلے سال جن لوگوں کو بیرون ملک علاج کے لئے بھیجا گیا ہے، آپ ان کی فہرست منگوائیں تو آپ اس میں دیکھیں گے کہ اس میں وہ لوگ شامل ہوں گے جن کے لئے وہاں جانا نامناسب تھا۔ انہیں علاج کے لئے نہیں، بلکہ سیر کے لئے جانا تھا - انہیں وہاں بھیجا گیا ہے، اگر اس

میں ایک آدھ غریب ہوگا تو ہم شاذ و نادر ہی یقین کر سکتے ہیں، بلکہ اس میں اکثریت ان لوگوں کی ہوگی جو امریکہ اور انگلینڈ وغیرہ کی سیر کے لئے جانا چاہتے تھے - ان لوگوں کو بیرون ملک بھیجا جاتا ہے - یہ رقم بھی ہمارے اس محکمے میں رشوت کے طور پر رکھی گئی ہے - اس کو فوراً بند کرنا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز! میں معزز ممبران سے التماس کروں گا کہ آج وزیر صحت کو تنگ نہ کیا جائے کیونکہ آج ان کے امتحان کا دن ہے - (قہقہے)

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! اس محکمے کے پاس ہزاروں گاڑیاں اور ایمبولنس ہیں، اگر وزیر متعلقہ نے اپنے علاقے میں جلسہ کرنا ہے تو یقین جانئے کہ وہاں Ambulance گاڑیاں استعمال کی جاتی ہیں - یہ کبیرہ گناہ ہے - یہ اللہ کو کیا جواب دیں گے ؟ یہ Ambulance مریضوں اور غریبوں کے لئے رکھی گئی ہیں، دوائیاں پہنچانے، دکھی انسانوں کو ہسپتال لے جانے اور حادثات کی شکل میں زخمی ہونے والوں کو ہسپتال پہنچانے کے لئے رکھی جاتی ہیں نہ کہ لوگوں کو جلسہ گاہ میں پہنچانے کے لئے ہوتی ہیں۔ یہ لوگ اللہ اور اس کے لوگوں کو کیا جواب دیں گے ؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سراسر اس محکمے کے ساتھ زیادتی ہے - انہیں فوراً مستعفی ہونا چاہئے اور حکومت پنجاب کو ایسے آدمی کا زبردست گھیراؤ کرنا چاہئے جو اس محکمے کے لئے باعث مصیبت اور باعث بدنامی بنا ہوا ہے - جناب والا! میرے بھائی اراکین اسمبلی جو دیہات سے تعلق رکھتے ہیں، یہ دیہات سے ہمدردیاں تو ضروری رکھتے ہیں۔ لیکن جہاں تک عملی کام کرنے اور تجاویز دینے کا تعلق ہے، میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج سے پہلے دیہات میں جو مراکز صحت بنے ہیں، وہ کیوں خالی پڑے ہیں ؟ ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے چیف منسٹر صاحب اور وزیر صحت کو تجاویز دیں - میں عرض کرتا ہوں کہ یہ اگر ان کو آباد کرنا چاہتے ہیں تو ہم ان کی خدمت کرنے کے لئے حاضر ہیں - میں سمجھتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر جو لاہور کا ماحول چھوڑ کر جاتا ہے جس کے لئے یہاں کافی زیادتی سہولتیں میسر ہیں، جو ہسپتال سے باہر بھی کافی پیسہ کماتا ہے، کیوں نہ اس کو اتنی ترغیب دی جائے، اتنی تنخواہ دی جائے، اتنی آسائشیں اور سہولتیں دی جائیں کہ ہر ڈاکٹر کہے کہ خدارا مجھے کسی گاؤں میں تعینات کراؤ، میں شہر میں نہیں جانا چاہتا - بلکہ وہ یہ سفارش لے کر آئے کہ مجھے کسی دیہات میں لگایا جائے۔ کسی ایسے دیہی مراکز صحت میں لگایا جائے کہ جہاں کوئی جانا پسند نہیں کرتا - یہ اس کا حق ہے۔ اس ڈاکٹر کو ملنا چاہئے جب تک اس قسم کی ترقیاں، تنخواہ میں اضافہ اور اس قسم کی آسائشیں نہ دیں گے اس وقت تک دیہات کے لوگ، دکھی انسان، ان چیزوں

سے محروم رہیں گے اور کم سے کم صحت کے شعبے میں یہ دیہات کی صحیح معنوں میں خدمت نہ ہو گی۔ جو ایم پی اے حضرات ہیلتھ سے تعلق رکھتے ہیں، انہیں فوراً اس پر غور کرنا چاہئے اور اپنی کابینہ کی میٹنگ میں اس پر فیصلہ کروانا چاہئے کئی لوگ دیہی علاقوں سے پڑھ کر ڈاکٹر بنے ہیں' بے شک انہی کو تعینات کیا جائے، مگر انہیں اتنی سہولتیں دی جائیں کہ وہ گاؤں میں اور باہر دیہات میں رہنے کو ترجیح دیں - چہ جائیکہ وہ شہروں کا رخ کریں - جب تک یہ نہ کیا جائے کوئی ڈاکٹر دیہات کی طرف نہ جائے گا۔

جناب سپیکر! ڈاکٹروں اور نرسوں کی آپس میں کوئی ہم آہنگی، کوئی رابطہ نہیں ہے - ذمہ داری کا فقدان ہے، جب تک ان کی تنخواہوں کا صحیح تعین نہیں کیا جاتا، نرسیں اپنی ڈیوٹی صحیح معنوں میں سرانجام دینے میں ناکام ہیں - آئے دن کی ہڑتالیں مریضوں کے لئے باعث مصیبت بنی ہوئی ہیں - یہ دکھ کن کے لئے ہے ؟ یہ دکھ اُن دکھی انسانوں کے لئے ہے جو ہزار ہا تعداد میں ہسپتالوں میں پڑے ہوئے ہیں، جو پانی کے لئے ترس رہے ہیں، جو خون کے لئے ترس رہے ہیں، جو دوائیوں کے لئے ترس رہے ہیں جن پر مصیبتیں آئی ہیں اور اللہ اور اللہ کے بندوں کو پکار رہے ہیں کہ کوئی ہماری مدد کو پہنچو - جناب والا! اس محکمے نے کسی کی مدد کو پہنچنے کی بجائے کئی اور دشواریاں پیدا کی ہیں اور اس پیسے کا، اربوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے - یہ حکومت کس وقت اور کب اللہ کو جواب دے گی ؟ اللہ سے بڑا کوئی حساب لینے والا نہیں، جو یہاں بھی حساب لیتا ہے اور آخرت میں بھی۔ اور اللہ نے حساب لینا ہے - ایک ایک پائی کا حساب لینا ہے - جو حکومتیں گزری ہیں' آپ دیکھ لیں، اللہ نے ان سے اسی طرح حساب لیا ہے جس طرح لینے کا حق تھا - قرآن پاک نے بھی فرمایا ہے کہ اس وقت کے جن لوگوں نے نبیوں کا حکم نہیں مانا، اللہ پاک نے انہیں نیست و نابود کیا۔ اسی طرح آج جو لوگ دکھی انسانوں کا پیسہ ضائع کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتے، میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کہیں انہیں بھی اسی طرح نیست و نابود نہ کرے - انہیں آنے والے وقت سے ڈرنا چاہئے، میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ یہ لوگ ذمہ داری کا جو فقدان دکھا رہے ہیں، اللہ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گا - میں نے کئی دفعہ عرض کی ہے جناب وزیر صاحب آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے ہمیشہ تندرست رہنا ہے - آپ نے کبھی بیمار نہیں ہونا اور آپ اسمبلی میں عدم دلچسپی لیتے ہیں - آپ کو سب سے زیادہ اس اسمبلی میں حاضر ہونا چاہئے۔ آپ کا فرض تو یہ ہے کہ آپ کسی وقت قصور میں ہسپتال کا معائنہ کر رہے ہیں کبھی لاہور میں معائنہ کر رہے ہوں، کبھی نشتر ہسپتال کا معائنہ کر رہے ہوں کبھی کسی گاؤں میں ہوں،

کبھی کسی جگہ پر ہوں، ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ یہ وزیر جس کو اللہ تعالیٰ نے اچھی صحت عطا کی ہے یہ کسی مریض کے کام آیا ہو یا کسی ہسپتال کے معائنہ کے لئے گیا ہو، جناب والا! گنگا رام ہسپتال میں ہماری بہنیں جو ڈاکٹر ہیں جو قوم کی خادم ہیں، ایک لیڈی ڈاکٹر جس کی عظمت کے ساتھ مذاق کیا گیا جس کی عظمت لوٹی گئی، انہوں نے ہڑتال کر کے سوئے ہوئے عوام کو جگایا ہے لیکن ابھی تک ان کی مدد کو کوئی نہیں پہنچا۔ آپ بتائیں وہ لوگ جو رات دن ہماری اتنی خدمت کرتے ہیں جن لوگوں نے ہماری خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے۔ ہم نے ان کے لئے کیا کیا۔ ہم عوام سے ووٹ لے کر یہاں بیٹھے ہیں اور ہم نے حلف اٹھایا ہے کہ ہم آپ کی خدمت کریں گے میں سمجھتا ہوں وہ لوگ جو عوام کی خدمت کر رہے ہیں ہم نے تو ان کی عظمتیں بچانے کے لئے کچھ نہیں کیا۔ خدارا! اس حکومت کو فوراً اس معاملہ کو take-up کرنا چاہئیے اور اس ڈاکٹر جس کی اس معاشرہ میں عزت لوٹی گئی ہے۔ اس کی عزت واپس کرنے کے لئے حکومت کو ہر طرح سے انکوائری کرنی چاہئیے اور اس کے لئے قربانی دینی چاہئیے اور اس کا حق اس کو ملنا چاہئیے۔ جناب والا! کبھی ہمارے اس پنجاب کا ڈاکٹر جب باہر جاتا تھا تو فخر محسوس کرتا تھا۔ ہمارا یہ معیار ہوتا تھا ہمارے ان ڈاکٹروں کو یہ ہاتھوں ہاتھ قبول کرتے تھے ہمارے ڈاکٹروں کی تنخواہ دوسروں سے زائد ہوتی تھی آج اس ڈاکٹر کا معیار یہ ہو گیا کہ اس کو باہر کے ملکوں میں کوئی داخلہ دینے کے لئے تیار نہیں، یہ معیار کیوں گرا ہے، یہ پستی کیوں ہوئی ہے، یہ اس لئے ہوئی کہ ان لوگوں کو حکومت دی گئی ہے، ان لوگوں کو یہ محکمہ دیا گیا ہے جن کو اس محکمہ کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس حکومت میں بھی ڈاکٹر موجود ہے۔ اس ڈاکٹر کو کیوں یہ محکمہ نہیں دیا گیا۔ جو اس محکمہ سے تعلق رکھتا ہو۔ جو اس محکمہ سے ڈاکٹر بنا ہے۔ اس ڈاکٹر کو کیوں یہ محکمہ نہیں دیا گیا ہے یہ بے انصافی ہے اس کا تدارک ہونا چاہئیے۔ اس آدمی کو جس کو ڈاکٹری کا دور کا بھی واسطہ نہیں، اس کو ڈاکٹری دی گئی ہے جو کسی کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا اس کو ڈاکٹری کی الف ب کا بھی پتہ نہیں اس کو ڈاکٹر بنا دیا گیا ہے۔

چودھری محمد صدیق سالار: فاضل رکن کیسے کہہ سکتے ہیں یہ محکمہ ایک ایسے فرد کو دیا گیا جو اس کو جانتا ہی نہیں، یہ محکمہ ایسے فرد کو چیف منسٹر نے دیا ہے جس پر پورے پنجاب کا اعتماد ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سالار صاحب یہ ان کا اپنا نقطہ نظر ہے ان کے اپنے سوچنے کا انداز ہے اس لحاظ سے وہ بات کر سکتے ہیں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! اب تو سالار صاحب کو سمجھنا چاہئے کہ کونسا پوائنٹ آف آرڈر ہے اور کونسا نہیں ہے اور کونسا پوائنٹ آف خوشامد ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ سالار صاحب اچھی طرح سمجھتے ہیں ان کو سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے، میاں صاحب آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ اسی معیار کو قائم رکھنے کے لئے جس معیار کو آج بھی زندہ رکھنے کے لئے ڈاکٹر امیرالدین کا نام لیا جاتا ہے آج ڈاکٹر ریاض قدیر کا نام لیا جاتا ہے وہ بھی ان کالجوں سے پڑھ کر نکلے تھے۔ آج کے ڈاکٹروں کا اور ان ڈاکٹروں کامقابلہ کیا جائے۔ آپ یقین جانئے کہ لوگ ان ڈاکٹروں کو سلام کرتے ہیں اور آج کل کے ڈاکٹروں کا معیار گرانے میں، مَیں سمجھتا ہوں وزراء کرام کا ہاتھ ہے۔ جناب والا! پہلے دوائیاں معیار کے مطابق نہیں ملتی تھیں آج بلڈ بنک جو دکھی انسان کے لئے ایمرجنسی میں خون مہیا کرنا ہسپتال کے اولین فرائض میں شامل ہے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ خون میں بھی ملاوٹ کی جا رہی ہے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ ہم کس حد تک گر چکے ہیں، ایک بیمار انسان بستر مرگ پر مر رہا ہے اور اس کو خون کی ضرورت ہے۔ جب وہ خون مہیا کیا جاتا ہے، خون لگایا جاتا ہے، تو پتہ چلتا ہے کہ اس خون کی بوتل میں ملاوٹ ہے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ اس محکمہ میں کس حد تک دھاندلی ہے۔ اس محکمہ میں کس حد تک گھپلا ہے۔ آپ اندازہ کیجئے اس محکمہ میں کس حد تک غبن ہے بدعنوانیاں ہیں۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ وہ انسان جب تک خود اس محکمہ سے یا اپنی صحت سے یا اپنی جان سے یہ نہ سمجھے کہ میں نے بھی کبھی مرنا ہے یا میں نے بھی کبھی بیمار ہونا ہے۔ تب تک اس محکمہ سے یہ برائیاں دور نہیں ہوں گی یہ دیکھیں ٹی وی میں اشتہار آتا ہے کہ خون دینے کی کسی کے لئے اپیل کی جاتی ہے۔ لوگ ہزاروں خون کی بوتلیں دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں خون دیا جاتا ہے۔ آپ یقین جانئے کہ ایک بوتل ایک دفعہ نہیں بلکہ وہ خون کی بوتل دس مرتبہ بکتی ہے۔ وہ بوتل ہسپتال جاتی ہے وہی بوتل باہر مارکیٹ میں آ جاتی ہے۔ وہ اندر جاتی ہے پھر باہر آ جاتی ہے۔ اس طرح کی بلیک مارکیٹنگ ان ہسپتالوں میں ہو رہی ہے یہ دوائیاں جو ہسپتال میں پہنچتی نہیں ہے اور باہر ڈرگ سٹوروں میں آ کر بکنا شروع ہو جاتی ہے۔ ان کا کون تدارک کرے گا۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ آپ کو ان چیزوں کی نشاندہی کرائیں۔ ہم ان کے گوش گزار کریں یہ تدارک کریں یا نہ کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے گوش گزار کریں یہ ان کا تدارک کریں یا نہ کریں ہم کرتے

رہیں گے - جناب والا! میرے لیڈر کا حکم ہے کہ وقت کی نزاکت کے تحت مجھے بھی وائنڈ اپ کرنا ہے اور مجھے اپنے دوسرے ساتھی کو بھی وقت دینا ہے - تو ابھی میں نے حکومت پنجاب اور بالخصوص میں وزیر صحت کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ایمرجنسی فوراً" اصلاح کیجئے - جب ایمرجنسی میں کوئی مریض جاتا ہے وہاں نہ کوئی دوائی ہوتی ہے اور نہ کوئی ایسا انسٹرومنٹ ہوتا ہے - جو اس مریض کے لئے ان لحات کے لئے اور زندگی بچانے کے اگر وہ انسٹرومنٹ چند لحات کے لئے مل جائیں یا اس کو اور کوئی ضروری دوائی مل جائے تو انسان کی جان بچ سکتی ہے کوئی معزز رکن اسمبلی ایمرجنسی کا معائنہ فرمائیں تو آپ دیکھیں گے کہ ایمرجنسی برائے نام ہے - وہاں پر کوئی چیز موجود نہیں ہے - جس سے دکھی انسان کی خدمت کی جا سکے - میں آپ کی وساطت سے وزیر صحت سے عرض کروں گا خدارا جو بھی آپ خدمت کر سکتے ہیں آپ آج ہی سے تیار ہوں کہ آپ نے دکھی انسان کی خدمت کرنی ہے آپ نے آخرت اسی خدمت سے کمانی ہے -

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں محمد افضل حیات صاحب -

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! وقت کی کمی کے باعث میں اس پر تھوڑا سا آپ کی وساطت سے وزیر صحت صاحب کی خدمت میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہ وہ آج حاضر ہیں محکمہ صحت سے متعلق کچھ باتیں کروں گا جناب والا! ہماری آج کی ریاست کا نظریہ فلاحی مملکت کا ہے اور فلاحی مملکت میں سب سے زیادہ اہمیت تعلیم اور صحت کو دی جاتی ہے - اس بجٹ میں بھی آج کے موضوع کی اہمیت اس بات سے بھی عیاں ہے کہ بجٹ میں تعلیم کے بعد سب سے زیادہ رقم محکمہ صحت کے لئے رکھی گئی ہے - لیکن اتنی خطیر رقم کے ہوتے ہوئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ محکمہ صحت پوری طرح سے عوام کی خدمت کرنے میں کامیاب نہیں ہو رہا۔ میں یہاں سب سے پہلے دیہات کے ہسپتالوں کا ذکر کرونگا جو کہ اس حکومت نے بنوائے ہیں۔ لیکن وہاں سٹاف کے نہ ہونے اور دوسری ادویات کے نہ ہونے کی وجہ سے ہسپتالوں میں تالے لگے ہوئے ہیں اور وہ بند پڑے ہیں - کئی ایسے بنیادی مراکز صحت جن کی بہت تشہیر کی گئی ان کی عمارات تو بن گئیں لیکن ان کا اجرا نہیں ہو سکا - میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کی بہت بڑی ناکامی ہے جبکہ دیہاتوں میں عمارات بنا کر ہسپتالوں کا اجرا نہیں کیا گیا - اور وہاں پر جانور بندھے ہوئے ہیں -

جناب والا ! دوسری بات جو میں عرض کرنا چاہوں گا وہ ہے دیہاتی ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کا نہ ہونا - جناب والا! جب بھی کوئی ڈاکٹر دیہات جاتا ہے تو وہ یہی کوشش کرتا ہے کہ میری جلد سے جلد وہاں سے تبدیلی ہو جائے - اور میں کسی بڑے شہر میں آ جاؤں - جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ضروری ہونا چاہئے کہ ہر ڈاکٹر اپنی ملازمت کا کچھ حصہ دیہات میں ضرور گزارے - اور اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ دیہاتوں میں ڈاکٹروں کو بھیجنے کے لئے ان کو ترغیبات دی جائیں - ان کو بہتر سہولتیں اور الاؤنسز دیئے جائیں - لیکن ہوتا اس کے برعکس ہے کہ جو لوگ شہروں میں کام کرتے ہیں ان کو تو الاؤنسز دیئے جاتے ہیں لیکن دیہاتوں میں ڈاکٹر صاحبان کو ایسی کوئی سہولتیں نہیں دی جاتیں۔ اور وہ کئی لحاظ سے کٹ جاتے ہیں - اس لئے ضرورت اس چیز کی ہے کہ ہر ڈاکٹر اپنی ملازمت کے دوران دیہی علاقوں میں خدمت کرے گا - اور اس کے ساتھ ہی ان کو یہ Incentive دیا جائے کہ وہ دیہاتوں میں جا کر کام کریں - جناب والا! حکومت کی Mis-Management اور Mis-Planning کی وجہ سے اس وقت ہزار ہا ڈاکٹر بے روزگار ہیں - اس لئے ضرورت اس چیز کی ہے کہ جن ڈاکٹر صاحبان کو نوکری نہیں ملی ان کے لئے فوری طور پر اس طرح کا طریقہ کار اختیار کیا جائے کہ انہیں مختلف جگہوں پر Adjust کیا جا سکے - کیونکہ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ ابھی بھی ہمارے پاس International levels کے حساب سے ڈاکٹروں کی کمی ہے - لیکن گورنمنٹ اپنے وسائل کو پوری طرح بروئے کار نہ لاتے ہوئے ان ڈاکٹروں کو بے روزگار کئے ہوئے ہے - اس لئے جہاں پر ڈاکٹر کم ہیں اور ابھی جو ان پر پریشر ہے اسے گھٹانے کے لئے ان کی آسامیاں بڑھائی جائیں - اور سب کو استحکام دیا جائے -

جناب والا ! میں اس ایوان میں خاص طور پر صدر مملکت کے اس بیان کا ذکر کرنا چاہوں گا جو کہ انہوں نے کچھ عرصہ پہلے دیا کہ سرکاری ہسپتالوں میں 50 فیصد ادویات ضائع اور خورد برد ہو جاتی ہیں - جناب والا! اب یہ بیان کسی اپوزیشن کے لیڈر کا نہیں - کسی حکومت کے مخالف کا نہیں بلکہ یہ صدر مملکت کا ہے جو اس حکومت کے سربراہ ہیں - اور ان کا یہ کہنا یا تو ان کی غلط فہمی ہے - جس کی کسی قسم کی کوئی تردید نہیں آئی اور نہ ہی ابھی تک کوئی اس طرح نظر آتا ہے کہ محکمہ صحت نے کوئی اس طریقے کا پروگرام بنایا ہو کہ جس سے یہ رقوم کا خورد برد اور ادویات کا نقصان کسی طریقے سے دور ہو سکے -

جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے ڈاکٹر صاحبان اتنے ہی قابل ہیں جتنے کہ بین الاقوامی سطح

پر دوسرے ممالک کے ڈاکٹر صاحبان ہیں - لیکن ان کو ادھر پورے طریقے سے سرکاری ہسپتالوں میں Equipments نہیں ملتے - ان کو وہ ذرائع حاصل نہیں جن سے وہ پوری طرح علاج کر سکیں - اور ہمارے بے شمار لوگوں کو بغرض علاج بیرون ملک جانا پڑتا ہے - میں گورنمنٹ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ کم از کم صوبے میں ایک ہسپتال کا درجہ اس قسم کا ضرور ہونا چاہئیے کہ وہ بین الاقوامی سطح کا ہسپتال ہو اور وہاں پر پوری طرح سے Equipments موجود ہوں - تاکہ ہمارے ڈاکٹر صاحبان بطریق احسن علاج کر سکیں جس طریقے سے بیرون ممالک میں کیا جاتا ہے اس طرح ہماری کروڑ ہا روپے کی رقوم جو سرکاری خزانے سے بیرون ملک علاج کے لئے ضائع ہوتی ہیں وہ نہ ہوں - اور باہر جانے پر پابندی لگے۔ اور ہر کسی کا علاج پورے طریقے سے ملک کے اندر ہو سکے -

جناب والا! میں آخر میں میاں صاحب نے جو بات کی تھی اسے پھر دہرانا چاہتا ہوں کیونکہ اس وقت وزیر صحت یہاں موجود نہیں تھے - جناب والا ! زیدبن سلطان ہسپتال پنجاب کے لئے قائم کیا گیا تھا - اس کے لئے رقوم باہر سے آئی تھیں - لیکن مجھے یہ بھی پتا ہے کہ اس کو بنانے کا کام اس کا بندوبست اس کی Management اور جب یہ شروع میں 1977ء سے پہلے Construct ہو رہا تھا تو وہ بھی پنجاب گورنمنٹ نے کیا تھا - لیکن آخر میں جب یہ ہسپتال تیار ہو گیا تو یہ وفاقی حکومت کے سپرد کر دیا گیا - مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ اسے وفاقی حکومت کو دینے کا کیا مقصد تھا - جب یہ لاہور میں موجود ہے تو کیا اسے یہی سمجھا جائے کہ پنجاب گورنمنٹ یا محکمہ صحت اس قابل نہیں کہ وہ اس ہسپتال کو چلا سکے - اس لئے یہ ضروری ہے کہ اپنی صوبائی خود مختاری کے لئے اور اپنے حقوق کے لئے زید بن سلطان ہسپتال پنجاب کی Management کے تحت آنا چاہئیے- جناب والا ! مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سید طاہر احمد شاہ صاحب -

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے صوبے میں حکومت نے دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے صوبہ کے عوام کی علاج معالجہ کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے صوبہ پنجاب کے اجتماعی فنڈ میں سے کثیر رقوم مختص کی ہیں - فاضل وزیر صحت میرے بھائی بھی ہیں اور قابل احترام بھی ہیں میں تنقید کے طور پر نہیں مگر میں حقیقت کے طور پر کہ اللہ کے کرم سے ان کی عمر کے تقاضے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت اچھی صحت عطا کی ہے اور اسی طریقے سے جو ڈاکٹر صاحبان ہیں اور Medical Profession سے متعلق بڑے یا چھوٹے افسران ہیں ان کی بھی صحت

ماشاء اللہ نہ صرف اچھی ہے بلکہ روزبروز اچھی ہوتی جا رہی ہے۔ مگر اتنی کثیر رقوم نہ صرف اس سال بلکہ ہر سال خرچ کرنے کے باوجود ہمارے صوبہ کے عوام کو خاص طور پر جن لوگوں کے وسائل کم ہیں اور جو بے اختیار ہیں اور جو لوگ پسماندگی کا شکار ہیں ان کو سرکاری ہسپتالوں یا صحت کی پالیسی سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحبان کے پیشے کا تجزیہ کیا جائے تو پیشے کے لحاظ سے وہ لوگ بہت ہی مقدس پیشہ سے وابستہ ہیں۔ کیونکہ وہ دکھی، بیمار اور پریشان حال مظلوم انسانیت کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! میں یہ عرض کرون گا کہ چودھری حاکم علی کی جنس تو کہیں تبدیل نہیں ہو گئی ؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کی وضاحت وہ خود ہی کر سکتے ہیں۔

چودھری حاکم علی جناب والا! وہاں سے تو مجھے جلدی سے اٹھنا پڑا میں اپنے بزرگوار وڑائچ صاحب کی بات نہیں سن سکا کیونکہ یہ اس عمر میں اتنی اچھی اور خوبصورت باتیں کرتے ہیں۔ اگر یہ باتیں نہ کریں تو کیا کریں اور تو ان کے پاس کچھ ہے نہیں۔ اگر یہ باتیں کر کے بھی وقت نہ پاس کریں تو یہ پھر کریں گے کیا۔ میں ذرا وضاحت چاہوں گا کہ میرے بزرگ نے کیا کہا ہے ؟

چودھری گل نواز خان وڑائچ جناب والا! وہ نشست خواتین کے لئے Reserve تھی اور یہ جا کر وہاں بیٹھ گئے، یہ Ladies Side پر بیٹھ گئے۔ میں نے سمجھا کہ کیوں کہ آج کل اکثر ہو جاتا ہے، جنس تبدیل ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ چودھری حاکم علی صاحب کی کہیں جنس تو تبدیل نہیں ہو گئی ؟

چودھری حاکم علی: جناب! میں اچھی خوبصورت جگہ پر بیٹھا ہوا تھا، لیکن انہیں اس عمر میں ایسی Jealously پیدا ہوئی، کیونکہ یہ عمر میں مجھ سے بڑے ہوں گے لیکن انہیں یہ بات نہیں کہنی چاہئے تھی اگر کسی کو اچھی جگہ مل جائے تو اس کو کم از کم صبر کرنا چاہئے، میں وہاں پر مستقل طور پر بیٹھنے نہیں گیا تھا۔ اب میں اٹھ کر ان کے پاس ہی آ گیا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیں، راہی صاحب، آپ تشریف رکھیں، شاہ صاحب آپ اپنی بات جاری رکھیں، میں معزز ممبران کی اطلاع کے لئے عرض کروں گا کہ آج دو Cut motions پر تقاریر ہوں گی، اس لئے براہ کرم وقت کا احساس ضرور فرمائیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں نہایت ادب اور احترام کے ساتھ، اس معزز ایوان کے تقدس کا واسطہ دیتے ہوئے میں اپنے محترم دوست چودھری گل نواز وڑائچ سے کہوں گا کہ از راہ کرم اس ایوان کی کارروائی کو شائستگی کے ساتھ چلنے دیں، اگر کوئی بات انہوں نے مزاحیہ انداز میں کرنی ہے تو وہ کسی مقرر کی تقریر میں مداخلت نہ کریں، کیونکہ ہمارا وقت ویسے بھی دو Cut motions کی وجہ سے کم ہے، مزید اس میں کمی نہ ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں، آپ درست فرما رہے ہیں، چودھری صاحب میرے خیال میں آئندہ اس سلسلہ میں محتاط رہیں گے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جب ہم کبھی کبھار ہسپتالوں میں کسی مریض کی عیادت کرنے کے لئے، کسی ناخوشگوار واقعہ کی تحقیقات یا اس کا جائزہ لینے کے لئے جاتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ بے شمار ایسے مریض ہمارے پاس شکایت کرتے ہیں کہ انہیں سرکاری ہسپتالوں سے نسخہ جات کے مطابق ادویات مہیا نہیں کی جاتیں بلکہ ڈاکٹر صاحبان ان کو نسخے تحریر کر دیتے ہیں اور ساتھ ہی ان کو مخصوص میڈیکل سٹوروں کی نشاندہی کرتے ہیں، کہ وہ وہاں جا کر اپنی ضروریات کی ادویات خرید لائیں اور شام کو جا کر اپنی دی ہوئی چٹوں پر ان کے ساتھ حساب کر کے ان سے کمیشن حاصل کرتے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے عوام کے مفاد اور حکومت کے مفاد میں، اپنے محترم بھائی وزیر صحت سے یہ استدعا کروں گا کہ وہ اس بات کا جائزہ لیں کہ کتنے کروڑ روپے اور کتنی کثیر رقم کی ادویات عوام کی بہبود اور علاج کے لئے سرکاری ہسپتالوں کو سپلائی کی جاتی ہیں اور اس سے کون سے طبقہ کو اور کتنے فیصد آبادی کو ان ادویات سے فائدہ پہنچتا ہے۔ میں یہ بھی یہاں پر ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے کیمسٹ کی دکانوں پر بے شمار ایسی ادویات غریب مریضوں کے لواحقین کو فروخت یا سپلائی کی جاتی ہیں جو کہ زائد المیعاد اور غیر معیاری بھی ہوتی ہیں۔ اگر آپ آج کی اخبارات پڑھیں تو اس میں بھی کسی صاحب نے، کسی مقتدر صاحب نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ 64 قسم کی غیر معیاری ادویات اس وقت بازار میں مل رہی ہیں اور ادویات کے نام پر ایسی ادویات جن میں تھوڑا نشہ ہوتا ہے۔ یا Sedative ہوتی ہیں وہ عوام اور نشہ کے عادی لوگوں کو ناجائز طور پر فروخت کی جاتی ہیں اور وہ ادویات کا ناجائز اور زائد استعمال کر کے اپنے نشہ کی تشنگی کو دور کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ یہ میرا اپنا ذاتی مشاہدہ بھی ہے کہ ایک ہی Specification اور ایک ہی برانڈ کی دوائی

اگر پاکستان کی مارکیٹ سے حاصل کی جاتی ہے تو اس کا اس قدر فائدہ نہیں ہوتا ہے جتنا اسی برانڈ اور اسی Specification کی دوائی اگر بیرون ممالک سے منگوائی جائے تو وہ زیادہ جلد اثر کرتی ہے۔ حکومت کو اس امر کا سختی سے نوٹس لینا چاہئے۔ عام طور پر شراب کے رسیا شراب کی پابندی ہونے کے باوجود بھی بااثر اور متمول لوگوں کو آج بھی صوبے میں فراوانی اور آسانی کے ساتھ شراب مہیا کر دی جاتی ہے، مگر جو بے اثر ہیں اور جو ان ناجائز شراب کے منبوں یا اڈوں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے، وہ ایسی نشہ آور ادویات سٹوروں سے حاصل کرتے ہیں جنہیں عرف عام میں پونڈے کہا جاتا ہے اور ٹنکچر قسم کی ادویات انسانی جسم کے لئے زہر قاتل کا درجہ رکھتی ہیں، وہ نشے کے عادی لوگ استعمال کرتے ہیں اور حکومت ان کو کنٹرول کرنے میں قطعی طور پر ناکام ہو چکی ہے۔

جناب والا! میں ایک خاص امر کی طرف توجہ دلانے کا خواہشمند ہوں کہ سرکاری ہسپتالوں میں ایمرجنسی وارڈ ہنگامی وارڈز کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ جب کوئی حادثہ پیش آ جاتا ہے کوئی فساد ہو جاتا ہے اور زخمی افراد کو سرکاری ہسپتالوں میں پہنچا دیا جاتا ہے تو اس کی ہنگامی طور پر علاج کے لئے ہسپتال میں ڈیوٹی پر متعین عملہ فوری طور پر ان کی طرف توجہ نہیں دیتا جس کی وجہ سے اکثر اوقات اخبارات میں یہ خبریں بھی جلی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوتی ہیں کہ ڈاکٹروں کے بروقت طبی امداد فراہم نہ کرنے کی وجہ سے کئی لوگ لقمہ اجل بن گئے ہیں اور ہسپتالوں کے ایمرجنسی وارڈ میں ایسے بھی واقعات ہوتے ہیں کہ جب کسی زخمی مریض کے لواحقین اپنے مریض کو فوری طبی امداد پہنچانے کے لئے وہاں پر جاتے ہیں تو چھوٹا عملہ ان کے ساتھ سودے بازی کرتا ہے اور ان سے پوچھتا ہے کہ آپ نے دفعہ 323 تعزیرات پاکستان کے تحت مقدمہ درج کروانے کے لئے میڈیکل سرٹیفکیٹ حاصل کرنا ہے یا آپ نے دفعہ 324 کا مقدمہ درج کروانا ہے یا دفعہ 325 کے تحت مقدمہ درج کروانا ہے یا آپ نے 307 کا مقدمہ درج کروانا ہے اور ان مختلف دفعات کے پرچے درج کروانے کے لئے ہسپتالوں میں ایسے ناجائز ذرائع استعمال ہوتے ہیں کہ وہ عملہ مختلف طریقے سے پیسے لے کر Medical Certificates جاری کر دیتے ہیں اور جب دوسرا فریق باقاعدہ طور پر درخواست دے کر Medical Re-examination کیلئے ہسپتالوں میں جاتا ہے تو ڈاکٹر دوسرے فریق سے بھی پیسے لے کر رپورٹ کی تصحیح کر دیتے ہیں یا رپورٹ کو الٹ پلٹ کر دیتے ہیں۔ اس طریقے سے سرکاری ہسپتالوں میں غلط . . .

Medical Legal Certificate جاری کرنے کی وجہ سے خوامخواہ عوام کو غلط قسم کے مقدمات میں الجھایا جاتا ہے۔

میں ایک مثال سے نشاندہی کروں گا کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 325 کسی شخص کے زخمی ہو جانے کی صورت میں صرف اس وقت لاگو ہوتی ہے کہ اگر کند آلے کے ساتھ اس کے جسم کی کسی ہڈی کا کوئی حصہ ٹوٹ جائے، تو وہ پیسے لیکر پہلے سے موجود کسی دیگر شخص کا ایکسرے اس کی رپورٹ کے ساتھ لگا کر یہ ظاہر کر دیتے ہیں کہ اس کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ جناب والا! یہ میں الزام برائے الزام نہیں لگا رہا یہ باتیں حقائق پر مبنی ہیں عوام کی تکالیف دور کرنا حکومت کا فرض ہے اور میرے بھائی وزیر صحت کا بھی یہ فرض منصبی ہے کہ وہ ان حقائق کی روشنی میں طبی شعبہ جو کہ بڑا مقدس شعبہ ہے اس کے انسداد کیلئے بھرپور طریقے سے عمل درآمد کریں۔

جناب سپیکر! ہمارے دیہاتوں میں ہسپتال ڈسپنسریاں اور بنیادی طبی مراکز موجود ہیں لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے صوبہ میں ہزاروں ڈاکٹر ہر سال تعلیم اور تربیت مکمل کر کے ڈاکٹری کا پیشہ اپناتے ہیں، مگر ہر ڈاکٹر کی یہ کوشش ہوتی ہے، خواہ بنیادی طور پر اس کا تعلق دیہی آبادی سے ہی کیوں نہ ہو وہ چاہتا ہے کہ سفارش کروا کر، یا اپنا پیسہ خرچ کر کے وہ شہر میں آرام کے ساتھ زندگی بسر کرے اور بڑے ہسپتال میں اس کی تعیناتی کی جائے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب ڈاکٹر کی آسامی پر کسی کو تعین کرنے کیلئے میڈیکل آفیسر، یا اس قسم کی دیگر مساوی آسامیوں پر تعیناتی کی جاتی ہے۔

جب Punjab Public Service Commission ان کا امتحان یا Test وغیرہ لیتا ہے تو اس کی بنیاد پر Merit List بنائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ جس طریقہ سے ماضی میں حکومت وقت نے میرٹ اور صرف میرٹ ہی کی بنیاد پر سکولوں اور کالجوں اور تعلیمی درسگاہوں میں داخلے کو بنیاد بنایا تھا اور یہ Credit بلاشبہ حکومت کو جاتا ہے۔ اسی طرح سے

Punjab Public Service Commission کی تیار کردہ Marit List کی بنیاد پر حکومت یہ پالیسی وضع کرے کہ اس Merit پر پاس ہونے والے ڈاکٹر کو اس قسم کے ہسپتالوں میں ڈیوٹی پر لگایا جائے گا اور اس کے بعد دوسری جگہوں پر تعینات کیا جائے گا۔ جناب والا! میں اس موقع پر وزیراعلیٰ پنجاب کے ایک اخباری بیان کی توجہ خاص طور پر آپ کی وساطت سے نہ صرف وزیر صحت پنجاب بلکہ اس معزز ایوان کی توجہ بھی دلانا چاہتا ہوں۔ جب ایک مخیر اور مخلص انسان نے منشی ہسپتال کے نام پر اپنے یا نجی وسائل کے طور پر منشی ہسپتال کو تعمیر کر کے حکومت پنجاب کے حوالے کیا تھا تو اس کی لاگت کا تخمینہ جاننے کے بعد وزیراعلیٰ پنجاب نے یہ بیان دیا تھا کہ اگر یہی ہسپتال سرکاری سطح پر تعمیر کیا جاتا تو

اس ہسپتال کی لاگت پرائیویٹ شعبہ کی نسبت چار گنا بڑھ جاتی - تو اس بیان سے جو کہ ہمارے صوبے کے سب سے زیادہ بااختیار اور حاکم اعلیٰ نے خود دیا ہے اور خود اس کا اعتراف کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ہسپتالوں کی تعمیر میں کس قدر بے ایمانی ہوتی ہے - اگر وزیراعلیٰ کے بیان کی روشنی میں اس کا تجزیہ کیا جائے تو اس سے ہم انکار نہیں کر سکتے کہ تعمیرات کے شعبہ میں ہمارا قومی سرمایہ ہمارا صوبائی سرمایہ ، خاص طور پر تعمیرات کے شعبے میں تین چوتھائی حصہ ضائع کر دیا جاتا ہے اور ایک چوتھائی حصے کو قومی مفادات میں استعمال کیا جاتا ہے -

جناب سپیکر ! میں اپنی بات کو مختصر کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنی بات مختصر کروں۔ جناب والا ! میں ایک تو یہ عرض کروں گا کہ بیرونی ممالک میں ہمارے ڈاکٹر صاحبان جو کہ اپنے پیشہ کے لحاظ سے تجربہ کار ماہرین ہیں اور انسانی خدمت کے سرشار جذبہ سے اپنی خداداد صلاحیتوں ، تعلیمی قابلیتوں کی وجہ سے بیرونی ممالک کے عوام کی خدمت کر رہے ہیں ، لہٰذا حکومت اس قسم کی منصوبہ بندی کرے ، انہیں اس قسم کا Incentive دے اور انہیں یہ باور کروانے کی کوشش کرے کہ ہمارے صوبہ کے غریب عوام کے محاصل سے اکٹھی ہونے والی ، کتنی کثیر رقم تمہیں ڈاکٹر بنانے پر صرف کی گئی تھی وہ یہاں آئیں اور اپنے ملک میں دکھی انسانیت کی خدمت کریں۔

جناب سپیکر ! کروڑوں روپے کے Electro-Medical Equipment صوبہ پنجاب کے مختلف ہسپتالوں میں اور خاص طور پر لاہور جو کہ پنجاب کا دل ہے یہاں کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں ہر سال منگوائے جاتے ہیں - میں بڑے دلائل کے ساتھ اور دکھ کے ساتھ عرض کروں گا ، میں اس پر دلائل بھی دے سکتا ہوں ، مگر وقت کی کمی کی وجہ سے میں صرف اتنی نشاندہی کرنا چاہوں گا کہ ان Electro - Medical Equipment پر کروڑوں روپے کا زرمبادلہ خرچ ہوتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر کثیر رقوم بھی اس پر صرف کی جاتی ہیں - ان کا استعمال ہسپتالوں میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ Equipment زنگ آلود ہو رہے ہیں ، بیکار ہو رہے ہیں ، مگر ان کا استفادہ صوبے کے عوام کو نہیں پہنچ رہا -

آخر میں اتنا عرض کروں گا کہ اس بات کا جائزہ لینا چاہیئے کہ میڈیکل الاؤنسز سرکاری ملازمین کیلئے موجود ہیں ، جو کہ صوبائی بجٹ میں پیش کئے گئے ہیں ، جن کے اندراجات بجٹ کی کتابوں میں موجود ہیں ، اگر ان کو جمع کرکے دیکھا جائے کہ پنجاب میں لاہور سے باہر یعنی سیکرٹریٹ اور لاہور میں

ڈائریکٹوریٹ کے دفاتر کے علاوہ جو پنجاب کے دوسرے شہروں اور دیہی علاقوں میں سرکاری ملازمین ہیں، ان کی جو طبی ضروریات ہیں انہیں بجٹ کا جو میڈیکل الاؤنس ہے کتنے فیصد کا فائدہ لاہور سے باہر بیٹھنے والے سرکاری ملازمین کو حاصل ہوتا ہے اور کتنا اس سے زیادہ کہیں زیادہ لاہور میں بیٹھنے والے افسران اور سرکاری اہلکاران پر خرچ کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لیا جائے اور مساوات کے اصول پر تمام ملازمین کو حکومت وقت کے قانون کے مطابق اس کا یکساں سطح پر فائدہ پہنچنا چاہیے۔

جناب سپیکر! بے شمار ایسی باتیں ہیں مگر میں ایک بات کرکے اپنی تقریر کو ختم کروں گا کہ فیصل آباد شہر کے وسط میں ایک پرانا ٹی بی ہسپتال ہے جو ماضی میں کسی وقت سول ہسپتال کے نام سے کہلاتا تھا، عملاً وہ اب ٹی بی کے مریضوں کے قابل نہ رہا ہے اور وہاں پر ٹی پی کے گنتی کے چند مریض ہوتے ہیں اور پھر اس پر ستم یہ کہ ہلال احمر ٹی بی ایسوسی ایشن نے اس کے ارد گرد بیشمار قطعات اراضی دکانوں کی شکل میں لوگوں کو پٹہ پر الاٹ کی ہوئی ہے اور اس ہسپتال کا نقشہ ہی قائم نہیں رہا اس کی قیمت میرے اندازے کے مطابق کروڑوں نہیں بلکہ اربوں میں ہے اگر اس کو نیلام عام کے ذریعے پٹہ پر فروخت کیا جائے۔ تو جناب والا! میں حکومت پنجاب کو یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اس جائزہ لے کیونکہ عملی طور پر وہاں ٹی بی ہسپتال کا کوئی فائدہ نہیں اور صوبائی خزانہ کی کاآمدنی بڑھانے کے لیے اس قطعہ اراضی کو نیلام عام کے ذریعہ commercial complex کے لیے فروخت کر دیا جائے اور commercial لوگوں کو فروخت کر دیا جائے۔ پھر اس کی صرف نیلامی سے حاصل ہونے والی رقم سے ہم فیصل آباد میں ایک اور عظیم الشان ہسپتال عوام کی طبی سہولتوں کے لیے بنا سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ کا اور اس معزز ایوان کے ارکان کا میں شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے آج پوری دلجمعی اور آرام کے ساتھ تقاریر سن کر ایک مزید اچھی روایت قائم کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ریاض حشمت جنجوعہ صاحب .....

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ واجب الاحترام جناب سپیکر! ایک ارب 72 کروڑ 48 لاکھ 76 ہزار اور 300 روپے پر مشتمل یہ مطالبہ زر جسے پنجاب وزیر خزانہ نے اس ایوان میں منظوری کے لیے پیش کیا ہے۔ اس مطالبہ کے تحت کار فرما حکمت عملی کو مسترد کرنے کے لیے میں نے ایک کٹوتی کی تحریک پیش کی ہے۔ جناب والا! دنیا کے کسی

بھی مہذب معاشرہ میں حکومت کا یہ فرض اولین ہوتا ہے کہ وہ عوام کے علاج معالجہ کی سہولتیں فراہم کرے مگر بدقسمتی سے ہمارے ملک میں صورت حال قطعی طور پر اس کے برعکس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کے دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں ہمارے ملک میں شرح اموات بہت زیادہ ہے اور اوسط عمر اس کے مقابلے میں کہیں کم ہے۔ جناب سپیکر! اس وقت بھی ہمارے معاشرہ میں ایسے لاتعداد انسان موجود ہیں جو جدید طبی سہولتوں کے فقدان کی وجہ سے نیم حکیموں' عطائیوں 'گنڈے تعویز اور ٹونے ٹوٹکوں کے ذریعے سے اپنا علاج کرانے پر مجبور ہیں اور اس طرح وہ بے وقت موت مرجاتے ہیں۔ جناب سپیکر! ہزاروں انسان ہیں جو ہسپتالوں کے دروازوں پر اس لیے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتے ہیں کہ ان کی جیبوں میں ڈاکٹروں کی بھاری فیسیں اور دوائیں خریدنے کے لیے کوئی پیسہ نہیں ہوتا۔ آج حکومت دیہاتوں میں دیہی مراکز صحت اور بنیادی ہیلتھ یونٹس کے قیام کا بے پناہ پروپیگنڈہ کرتی ہے یہ بات درست ہے کہ کروڑوں روپے خرچ کرکے عمارات کھڑی کر دی گئی ہیں مگر ان میں نہ تو عملہ موجود ہے اور نہ ہی دوائیں موجود ہیں اور اگر کوئی ڈاکٹر وہاں تعینات بھی کیا جاتا ہے تو وہ وہاں سے اکثر غیر حاضر رہتا ہے اور ہر وقت اس جستجو میں لگا رہتا ہے کہ اسے کس وقت موقع ملے اور وہ دیہات سے بھاگ کر شہر کی طرف چلا جائے۔ جناب والا! ہمارے دیہاتوں میں زچہ بچہ اور ان کے علاج معالجہ کے لیے کسی قسم کی سہولتیں موجود نہیں اور آج اکثر مائیں ایام زچگی میں ایک بے بس کی موت کا شکار ہو جاتی ہیں اور بچے بھی اپنی زندگی کی چند سانسیں لے کر ہمیشہ کے لیے دم توڑ دیتے ہیں۔

جناب والا! ہماری حکومت کو یہ حقیقت تسلیم کرنے میں عار محسوس نہیں کرنی چاہیے کہ جس طرح دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں دیہات کے عوام کے ساتھ دوسرے درجے کے شہریوں کا سلوک ہو رہا ہے اس طرح علاج معالجہ کے سلسلہ میں بھی شہریوں کے مقابلہ میں دیہاتیوں کو بہت کم سہولتیں دی جا رہی ہیں اور اس وقت صورتحال یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی طرف سے بنیادی ہیلتھ یونٹس کو اور دوسرے ہسپتالوں کو زچہ اور بچہ کی فلاح و بہبود کے لیے خشک دودھ' مکھن' اور چینی وغیرہ فراہم کی جاتی ہے لیکن یہ تمام چیزیں بازاروں میں بک جاتی ہیں۔ اس وقت یہ صورتحال ہے کہ ہماری یونین کونسلوں کی آبادی 15 سے 20 ہزار اور بعض صورتوں میں 25 ہزار نفوس پر مشتمل ہے وہاں پر صرف ایک بنیادی ہیلتھ یونٹ تعمیر کیا جاتا ہے اور اس بنیادی ہیلتھ یونٹ میں عملہ بھی نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ اس ایوان کے تمام ارکان اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ہماری یونین کونسلیں طوالت اور وسعت کے لحاظ سے کئی میلوں میں پھیلی ہوئی ہیں اور ذرائع آمد و رفت کا مناسب انتظام نہ ہونے کی

وجہ سے کسی مریض کو ہسپتال تک لانا جان جوکھوں کا کام ہے۔ اور اگر کوئی مریض افتاں و خیزاں ہسپتال تک پہنچ بھی جاتا ہے۔ اس کے علاج کے لیے چند مسکن گولیاں کے علاوہ کوئی life saving drug موجود نہیں ہوتی جس کی وجہ سے وہ مریض ہسپتال میں آکر جاں بحق ہو جاتے ہیں اور یہی حال ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال، تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال کا اور دیہی مراکز صحت کا ہے۔ جناب والا! جس طرح پانی کے بغیر کھیت بیکار ہیں، جس طرح استاد کے بغیر سکول بیکار ہیں، اور جس طرح اختیار کے بغیر وزیر بیکار ہے اسی طرح دوا کے بغیر ہسپتال بھی بیکار ہیں۔ اس لئے جناب والا! میں یہ حقیقت تسلیم کرتا ہوں کہ حکومت تو ہر سال بجٹ میں کروڑوں روپے دواؤں آلات اور مشینوں پر خرچ کرتی چلی آرہی ہے لیکن یہ تلخ حقیقت بھی اپنی جگہ پر موجود ہے کہ یہ تمام دوائیں بازاروں میں فروخت کر دی جاتی ہیں اور میں بلا خوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ صدر صاحب نے لاہور میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ مریضوں کی فلاح و بہبود اور ان کی دواؤں کے لئے حکومت خزانہ سرکار سے جو فنڈز متعین کرتی ہے وہ تمام کی تمام دوائیں خورد برد ہو جاتی ہیں اور مریض بستر علالت پر پڑے دوائی کا انتظار کرتے رہتے ہیں - جناب والا! نادار مریضوں کو ہسپتالوں میں جو کھانا مہیا کیا جاتا ہے وہ بھی انتہائی ناقص ہوتا ہے اور ہسپتالوں میں رشوت ستانی کا یہ عالم ہے کہ ڈاکٹر تو کیا مرہم پٹی کرنے والا عملہ کو بھی، جب تک دس، بیس روپے، نہ دیئے جائیں وہ مرہم پٹی کرنے سے انکار کر دیتا ہے، جناب والا! آج ہمارے صوبہ کے بازاروں میں میڈیکل سٹوروں اور کیمسٹوں کی دوکانوں پر جعلی ادویات فروخت کی جا رہی ہیں اور یہ ننگ انسانیت فعل محکمہ صحت کے Drug Inspectors کی چشم پوشی اور ان کے ساتھ ساز باز اور ملی بھگت کا نتیجہ ہے - میرے اس الزام کا جواب حکومت کے پاس کوئی نہیں ہوگا۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ پاکستان کے صدر مملکت کہتے ہیں کہ مریضوں کو دواؤں کے نام چاک سے بنی ہوئی گولیاں فراہم کی جا رہی ہیں اور صدر مملکت مزید یہ فرماتے ہیں کہ یہ بات انتہائی خوفناک ہے کہ آج ہمارے بازاروں میں جعلی ادویات کھلے عام فروخت ہو رہی ہیں اور محکمہ صحت ان کا سد باب کرنے میں ناکام ہو چکا ہے - جناب سپیکر! صدر مکرم کے اس بیان کے بعد محکمہ صحت کو کسی قسم کی خوش فہمی نہیں ہونی چاہیئے کہ وہ علاج معالجہ کے سلسلہ میں عوام کو کوئی سہولتیں کوئی رعایات یا کوئی ایسی خدمت انجام دے رہا ہے جس سے یہ حکومت یا وزارت صحت فخر کر سکتے اور اس وقت صورت حال یہ ہے Drug Inspector جس کے ذمہ یہ کام ہوتا ہے کہ وہ دواؤں کی کوالٹی اور معیار پر نظر رکھیں ان کو صرف کیمسٹوں اور دوا فروشوں سے اپنی ماہانہ طے شدہ رشوت وصول

کرنے سے دلچسپی ہے اور انہیں اس بات کی قطعاً پروا نہیں کہ یہ ناجائز دوائیں فروخت کرنے والے ہزاروں انسانوں کی جانوں سے کھیل رہے ہیں۔ جناب والا! وہ حکومت جو مفت تو کیا قیمت پر بھی عوام کو مستند قسم کی دوائیں فراہم نہیں کر سکتی' میں نہیں سمجھتا کہ اسے حکومت کرنے کا حق ہے۔

جناب والا! غلط medical certificate جاری کرنا' جیسے کہ شاہ صاحب نے فرمایا تھا' ایک کاروبار بن چکا ہے اور آج جب کوئی زخمی ہسپتال میں داخل ہوتا ہے تو وہ ڈاکٹر اس سے یہ سوال کرتا ہے کہ تمہیں کس قسم کا certificate چاہیئے۔ اور ان ڈاکٹروں نے کہ جن لاکھوں روپے خرچ کرکے حکومت ڈاکٹر بناتی ہے اپنے مسیحا کے طور پر پیش کرتی ہے لیکن آج کے ڈاکٹر کے ہاتھوں میں اور نشتر کی بجائے ہتھوڑے اور چھرے ہیں اور وہ عوام کی انگلیاں ' ناک اور کان stetho scope کاٹ کر ان کو جھوٹے certificate جاری کر رہے ہیں اور اس طرح انسانیت کو فوجداری کے نہ ختم ہونے والے سلسلہ میں جکڑ رہے ہیں۔

جناب سپیکر! آج اگر محکمہ صحت کے ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات کو ملا کر دیکھا جائے تو حکومت تقریباً سوا تین ارب روپے کی رقم محکمہ صحت پر خرچ کر رہی ہے جو کہ مجموعی بجٹ کا تقریباً 10 فی صد سے بھی زیادہ ہے لیکن افسوس ہے کہ آج پاکستان کا کوئی باضمیر شخص بھی محکمہ صحت کی کارکردگی سے مطمئن نہیں اور ابھی پچھلے دنوں اخبارات میں یہ خبریں شائع ہوئی تھیں کہ سیالکوٹ کے علاقہ سمبڑیال میں چالیس بچے خسرہ کے مرض کا شکار ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے - جناب والا! ہماری حکومت پنجاب صرف نوزائیدہ بچوں کو ٹیکے لگانے کے لیے تشہیر کرنے کے لیے لاکھوں روپے خرچ کرتی ہے اور ان مہلک اور موذی امراض کے سدباب کے لئے بجٹ میں کروڑوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود حکومت ان امراض پر قابو پانے میں ناکام ہو رہی ہے تو جناب والا! یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ محکمہ عوام کو علاج معالجہ کی سہولتیں فراہم کرنے میں اور مہلک امراض کو کنٹرول کرنے میں ناکام ہو چکا ہے۔ جناب والا! کہنے کے لئے میرے پاس بہت کچھ تھا لیکن میں اپنے منتظر ساتھیوں کی وجہ سے جنہوں نے اس کٹوتی کی تحریک پر اظہار خیال کرنا ہے اب میں معروضات کو مختصر کرتے ہوئے ختم کرتا ہوں۔ وما علینا الاالبلاغ المبین - شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب محمد رفیق صاحب

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! زیر بحث مطالبہ زر پر جو کٹوتی کی تحریک ہم نے پیش کی ہے۔ محکمہ

صحت کی پالیسی کو رد کرتے ہوئے ہم اس پر بحث کر رہے ہیں میں جناب سپیکر! سب سے پہلے تو اپنے تن و توانا وزیر صحت کو اتنی اچھی صحت رکھنے میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ "شالا نظر نہ لگے" جناب سپیکر! ہمارے وزیر صحت کی اتنی اچھی صحت کو دیکھ کر اور قوم کی بیمار صحت کو دیکھ کر مجھے سعادت حسن منٹو مرحوم کی یہ بات یاد آرہی ہے کہ جب اس نے یہ کہا تھا کہ "جس عورت کے ہونٹ جس قدر زیادہ سرخ ہوں گے اس کے خاوند کا رنگ اتنا ہی پیلا ہوگا" تو جناب سپیکر! مجھے یہ کوٹیشن بالکل فٹ بیٹھتی نظر آتی ہے کہ ہمارے وزیر صحت کی اتنی اچھی صحت اور قوم کی بیمار صحت..... جناب سپیکر! ارسطو نے کسی زمانے میں یہ بات کہی تھی کہ صحت مند ذہن کے لئے صحت مند جسم ہونا بڑا ضروری ہے اور جناب سپیکر! شاید یہی وجہ ہے کہ آج صحت مند ذہن کا فقدان ہماری قوم میں اسی وجہ سے ہے کہ قوم کی صحت کمزور ہے' قوم کی صحت بیمار ہے - جناب سپیکر! ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے ہماری قوم کی صحت اتنی بیمار ہے یا قوم اتنی بیمار کیوں ہے' ذہنی طور پر بھی اور جسمانی طور پر بھی —— ۔

جناب سپیکر! میں سب سے پہلے بڑے شہروں کے بڑے ہسپتالوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ میو ہسپتال ہو' سروسز ہسپتال ہو' جنرل ہسپتال ہو' گنگارام ہسپتال ہو یا کوئی اور بڑا ہسپتال ہو اور دیگر شہروں میں جو Teaching Institutions اس سے میری مراد ملتان فیصل آباد' بہاولپور یا راولپنڈی ہے - کبھی آپ کو ان ہسپتالوں میں جانے کا موقع ملا ہو تو آپ دیکھیں کہ وہاں پہ مریضوں کی کتنی بھرمار ہے لیکن وہاں پر ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا - وہاں پہ نہ تو اتنا عملہ ہوتا ہے کہ وہ ان کو attend کرسکے۔ اور نہ ہی انہیں ادویات کی سہولتیں وہاں میسر ہوتی ہیں۔اس لئے میں یہ چاہوں گا اور یہ تجویز دوں گا' جناب وزیر صحت اس کو نوٹ فرمائیں کہ centerlisation کے سلسلے کو ختم کرکے de-centerlisation کیا جائے اور localise کیا جائے اس ہجوم کو ختم کرنے کے لیے' اب چونکہ میں شہروں کی بات کر رہا ہوں کہ مختلف حلقوں میں مختلف چھوٹے ہسپتال بنائے جائیں جن میں تمام ضروری ادویات اور سازو سامان ہو اور specialist بھی موجود ہوں تاکہ لوگ بڑے ہسپتالوں کا رخ نہ کریں اور جو لوگوں کو بڑے ہسپتالوں میں ہجوم کی وجہ سے توجہ نہیں دی جاتی یا دوائیاں نہیں ملتی تو اس سے بہتر ہوگا کہ چھوٹے چھوٹے Units میں Localise کرکے ہسپتال بنائے جائیں اور وہ صرف انہیں حلقوں کے لئے مخصوص کر دیے جائیں۔ جناب سپیکر! چونکہ وقت کی کمی ہے اس لئے اپنی تقریر کو مختصر کرتے ہوئے گزارشات پیش کروں گا۔ (شور، غل)

یا تو یہ پہلے اس بات کا اعلان فرما دیں کہ وقت میں توسیع کریں گے۔ جناب سپیکر! اگر یہ ایوان اس امر کی سفارش کرے اور جناب سپیکر! اس بات کا اعلان کر دیں کہ وقت میں توسیع کر دی جائے گی تو میں اپنی مفصل باتیں جاری رکھوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رفیق صاحب ابھی آپ کو دوبارہ زحمت کرنی پڑے گی اس لئے اگر آپ کے پاس material کی کمی ہے' تو دوسرے وقت پر اپنا جوش خطابت آزما سکتے ہیں - آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! ابھی میں بڑے بڑے شہروں میں ہسپتالوں کی بات کر رہا تھا اب میں آپ کی توجہ دیہاتی حلقوں کی طرف دلانا چاہوں گا۔ ذرا تصور کریں کہ دیہات میں 75% آبادی رہتی ہے۔ اور جو استطاعت بھی نہیں رکھتی کہ وہ علاج معالجہ کے لئے اپنے پاس سے پیسے خرچ کرسکے۔ حالانکہ یہ حکومت کا فرض ہے اور یہ بات حکومت کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اپنی رعایا کے لئے علاج معالجہ کی سہولتیں فراہم کرے۔ لیکن جہاں تک ہم دیکھتے ہیں کہ ہسپتال تو بن رہے ہیں' جیسے میرے فاضل دوست نے کہا کہ بلڈنگ تو کھڑی کر دی جاتی ہیں لیکن وہاں پر نہ تو عملہ موجود ہوتا ہے نہ ڈاکٹر موجود ہوتا ہے۔

اب جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کی توجہ اس طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ وہاں پر ڈاکٹرز اور دیگر عملہ کیوں نہیں جاتا' جناب والا! اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر حضرات جو ایف - ایس سی کرنے کے بعد یا ایک مقررہ معیار کے بعد جب کالجوں میں جاتے ہیں تو وہ عام طور کھاتے پیتے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں' اعلیٰ تعلیمی سہولتیں ان کو میسر ہوتی ہیں' پھر وہ merit جس کے بارے میں ہماری حکومت دعویٰ کرتی ہے یہی طالب علم اس merit کو خریدنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور ان کا زیادہ تر تعلق شہروں سے ہوتا ہے اور یہی لوگ آگے میڈیکل کالجوں میں داخلہ حاصل کر پاتے ہیں' وہی طلباء ڈاکٹر بنتے ہیں جو بعد میں ان تمام مشکلات کا باعث بنتے ہیں' وہ دیہاتی علاقوں میں جانے سے گریز کرتے ہیں' پہلے تو ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ ان کی تعیناتی teaching Institution میں ہی ہو' اس کے بعد ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی بڑے ہسپتال میں ان کی تعیناتی ہو ان کے بعد ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی بڑے شہر میں ان کی تعیناتی ہو' دیہات میں

جانے کے بارے میں تو وہ سوچتے بھی نہیں' اگر خدانخواستہ کسی دیہات میں ان کی تقرری ہو جائے یا وہ اپنی تقرری کو قبول کر لیں تو میرا دعویٰ ہے کہ ہفتے میں ایک آدھ دن سے زیادہ وہاں نہیں جاتے' اور ڈسپنسر حضرات ہی وہاں کا سارا کام چلاتے ہیں۔ اور پھر وہ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ان کا تبادلہ شہر میں ہو جائے۔ تو اس سلسلے میں میں ایک تجویز اس معزز ایوان کے سامنے پیش کروں گا' جب تک دیہاتی لوگوں کو آبادی کے تناسب سے میڈیکل کالجوں میں داخلہ نہیں دیا جائے گا اس وقت تک دیہاتوں کے مسائل حل نہیں ہوسکتے' دیہات کے لوگ ہی دیہات میں جانا پسند کریں گے' اگر اس تعلیمی نظام میں تھوڑی سی تبدیلی کرکے دیہاتی طالب علموں کو میڈیکل کالجوں میں داخلے کے بارے میں مد نظر رکھا جائے تو اس بڑھتی ہوئی مشکل پر قابو پایا جاسکتا ہے ورنہ یہ سلسلہ ایسے ہی چلتا رہے گا اور شہری لوگ دیہاتوں میں جانا کبھی پسند نہیں کریں گے اور ان کی کوشش ہمیشہ یہی رہے گی کہ وہ شہری ہسپتالوں میں ہی منتقل ہوتے رہیں۔

جناب والا! ایک بڑا المیہ جس کا پہلے ذکر ہوچکا ہے وہ Medical legal cases کا معاملہ ہے کہ دیہات میں بنیادی مرکز صحت یا دیہی مرکز صحت اور چھوٹے موٹے ہسپتال موجود ہیں وہاں پر کاروباری لحاظ سے یہ ہوتا ہے کہ جتنے بھی میڈیکل لیگل جاری کئے جاتے ہیں وہ پیسے لے کر' رشوت لے کر' خود ساختہ اور جعلی سرٹیفکیٹ جاری کئے جاتے ہیں' جناب والا! اس سے بڑا المیہ یہ ہے کہ آپ اس سے بدعنوانی اور رشوت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ Medico legal report لینے کے لئے تو عوام کو فوجداری مقدمات میں الجھایا جاتا ہے۔ جس سے تھانے اور کچہریاں آباد رہتی ہیں۔ ایک مرے ہوئے آدمی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ تیار کرنے کے لئے بھی ڈاکٹر پیسے وصول کرتا ہے خواہ مرنے والا کسی جھگڑے یا کسی حادثے میں مرگیا ہو' پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی بغیر پیسوں کے جاری نہیں کی جاتی۔ جناب والا! طب ایک مقدس پیشہ ہے' انسانیت کی خدمت کے تقدس کو پامال نہیں کیا جانا چاہیئے۔

میں آخر میں جناب وزیر صحت سے یہی استدعا کروں گا کہ محکمہ کے اندر جملہ خرابیوں پر کنٹرول حاصل کریں اور عوام کو علاج معالجے کی تمام سہولتیں بہم پہنچائی جانی چاہئیں۔ اس کے لئے میں آپ کے توسط سے ایک تجویز اس معزز ایوان کے سامنے پیش کرنے والا ہوں کہ جس طرح سے ترقی یافتہ ملکوں میں National Health Scheme موجود ہے' ہمارے ملک میں بھی جب تک اس National Health Scheme کو جاری نہیں کیا جائے گا عام آدمی کو علاج معالجے کی سہولتیں کبھی

بھی میسر نہیں آسکیں گی اور یہ Compulsory Scheme ہونی چاہیئے کہ ہر فرد کو علاج معالجہ کی سہولتوں کی guarantee دی جائے خواہ وہ بچہ ہو' بوڑھا ہو یا نوجوان ہو یا کوئی زچہ بچہ ہو' میرے معزز دوست پہلے فرما چکے ہیں کہ خصوصاً بچوں کی شرح اموات دنیا میں سب سے زیادہ ہے اور عورتیں زچگی کے دوران اکثر فوت ہو جاتی ہیں' ان تمام خرابیوں پر قابو پانے کے لیئے

National Health Scheme کے اجراء کا پروگرام انتہائی ضروری ہے۔ جب تک ایسی کوئی سکیم نہیں چلائی جائے گی یا کسی ایسی سکیم پر عمل نہیں کیا جائے گا تو اس وقت تک ہم قوم میں اچھی صحت کا فقدان ہی دیکھتے رہیں گے' اچھی صحت نہ ہوگی تو ہم اچھا ذہن پیدا نہیں کرسکتے' اور آخر میں جناب والا! میں اپنے محترم وزیر صحت سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ :-

Sir, What is the secret of your robust health?

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب فضل حسین راہی صاحب

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! مجھے اجازت دی جائے کہ میں پنجابی زبان میں بات کر سکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی فرمایئے۔

جناب فضل حسین راہی: جب ہم کالجوں میں پڑھتے تھے تو ہمارے استاد اپنے طالب علموں سے یہ سوال کرتے تھے کہ آپ مستقبل میں کیا بننا چاہتے ہیں' وہ ذہین طالب علم جنہوں نے میڈیکل کے مضامین رکھے ہوئے تھے وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ میں ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں یا جب کوئی طالب علم بورڈ کے امتحان میں اول آتا ہے فرسٹ' سیکنڈ تھرڈ پوزیشن لے جاتا ہے اخباروں میں ان کے انٹرویو چھپتے ہیں ان سے پوچھا جاتا کہ آپ مستقبل میں کیا بننا چاہتے ہیں' وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم مستقبل میں ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں' پھر ان سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آپ ڈاکٹر کیوں بننا چاہتے ہیں' وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم دکھی انسانیت کی خدمت کرنا چاہتے ہیں' جناب والا! میری درخواست یہ کہ ان کو ذرا in order کریں مجھ سے زیادہ آواز ان ممبران کی آرہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! وہ یہ کہتا تھا کہ میں دکھی انسانیت کی خدمت کرنے کے

لیے ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں میں غریبوں کی خدمت کرنے کے لیے ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں' جب تک طالب علم عملی زندگی میں نہیں جاتا' جب تک طالب علم کالج کے اندر رہتا ہے یا سکول کے اندر رہتا ہے یا یونیورسٹی کے اندر رہتا ہے وہ مستقبل کے لیے جو بھی راہ اپنے واسطے متعین کرتا ہے وہ اس میں انتہائی مخلص ہوتا ہے۔ اسے ابھی عملی زندگی کا تجربہ نہیں ہوتا اس لئے وہ خلوص نیت سے یہ چاہتا ہے کہ میں ڈاکٹر بن کر غریب لوگوں کی خدمت کرسکوں' دکھی انسانیت کی خدمت کر سکوں لیکن جناب والا! جب وہ ڈاکٹر بن کر ہسپتال میں تعینات ہوتا ہے' جب اس کے ساتھی کہتے ہیں کہ بے ایمانی کے راستے یہ ہیں تم دوائیوں میں سے پیسے کھا سکتے ہو تو مریضوں کو لوٹ کر کھا سکتے ہو اور تم میڈیکو لیگل کیسوں میں پیسے لے سکتے ہو' لیکن وہ طالب علم جو نیا نیا ڈاکٹر بنا ہوتا ہے ایک مہینہ' دو مہینے' تین مہینے چار مہینے' پانچ مہینے' چھ مہینے تک وہ Corruption نہیں کرتا' کیونکہ اس نے اپنے ذہن میں یہ تہیہ کیا ہوتا ہے کہ وہ دکھی انسانیت کی خدمت کریگا' لیکن جب وہ دیکھتا ہے کہ میری چھوڑا ہوا کیس دوسرا ڈاکٹر لے جاتا ہے اور میرے چھوڑے ہوئے پیسے دوسرا ڈاکٹر لے لیتا ہے' میرے داوئیوں کے چھوڑے ہوئے پیسے دوسرا ڈاکٹر لے لیتا ہے تو پھر وہ چھ مہینے کے اندر آہستہ آہستہ اس معاشرے کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ وہ Corruption شروع کر دیتا ہے جب وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھ اکیلے سے میرے صاف ستھرا رہنے سے یہ ان کا ماحول بدل نہیں سکتا' یہاں کا نظام نہیں بدل سکتا' یہاں کو ڈھانچہ نہیں بدل سکتا' میں اکیلا تو ایماندار ہوسکتا ہوں لیکن بے ایمانی کو اس ملک سے ختم نہیں کرسکتا' بے ایمانی کو اس صوبے سے ختم نہیں کرسکتا' بے ایمانی کو اس ہسپتال سے ختم نہیں کرسکتا' تو پھر وہ آہستہ آہستہ بے ایمان ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ جناب والا! تمہارا ڈھانچہ جو ہے' ہمارا نظام حکومت جو ہے ان طالب علموں کو جو نیک نیتی سے خدمت کرنے کے جذبے لے آتے ہیں اس طالب علم کو یہاں کو ڈھانچہ Corrupt کر دیتا ہے' یہاں کا سماج اسے Corrupt کر دیتا ہے اور پھر وہ او بندہ Corruption کے راستوں پر چل نکلتا ہے' وہ مجبوراً چل پڑتا ہے' جناب والا! کوئی بندہ ہسپتال کے اندر مریض کو لے کر آتا ہے' وہ ایک ڈاکٹر کے ساتھ رابطہ قائم کرتا ہے' ڈاکٹر کو جا کر کہتا ہے' وہاں سے پرچی بنا' کے لائن میں کر دھکے کھا کر جب وہ ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے' ڈاکٹر اپنے کمپاؤنڈر کو ڈاکٹر ی کو یہ کہتا ہے کہ اس کے ذہن میں یہ بات ڈالو کہ یہ میرے پاس پرائیویٹ کلینک میں ریض کو ... اس کو مجبور کیا جاتا ہے اور دیکھنے سے انکار کیا جاتا ہے۔ اور اس کو ایک پرچی نا ہے کہ اس ڈاکٹر کے کلینک پر بہترین مشینیں پڑی ہوئی ہیں اور وہاں پر ہر قسم کی لیبارٹری

موجود ہے اور وہاں پر ایکس رے کی ضرورت ہوگی تو وہاں پر کروا لیں گے وہ ڈاکٹر اسے ایک پرچی دے کر اپنے پرائیویٹ کلینک پر بلاتا ہے اور انہوں نے اپنے پرائیویٹ کلینک پر اپنے اسطرح سے لگائے ہوتے ہیں جس طرح سے قصابوں نے اپنی اپنی دوکان پر لکھ کر لگایا ہوتا ہے کہ گوشت 36 روپے فی کلو۔ انہوں نے اس طرح لکھا ہوتا ہے کہ مریض کو پہلی دفعہ دیکھنے کا ڈیڑھ سو روپیہ دوسری دفعہ دیکھنے کا ایک سو روپیہ اور جو ہمیشہ آئے گا اس کے لیے ایک سو روپیہ اور قصابوں کی طرح ڈاکٹروں نے اپنے کلینکس پر ریٹ لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! دیکھنے والی چیز یہ ہے کہ ہمارے ملک کے اندر' ہمارے صوبے کے اندر یہ ڈاکٹر صاحبان دیہاتوں میں جا کر Basic Health Unit پر اپنی تقرریوں کو پسند کیوں نہیں کرتے یہ صاحبان وہاں پر کیوں نہیں جاتے اپنی نوکری پر کیوں حاضر نہیں رہتے' جناب سپیکر! اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کو پرائیویٹ پریکٹس میں زیادہ پیسے ملتے ہیں ان کو تنخواہ میں زیادہ سے پیسے نہیں ملتے اسلئے اپنی پرائیویٹ پریکٹس کو قائم رکھنے کے لئے اس کو جاری رکھنے کے لیے حکومت کی متعین کئے ہوئے مقام سے وہ غیر حاضر ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے پرائیویٹ کلینکس سے غیر حاضر نہیں ہوتے۔ اپنی پرائیویٹ پریکٹس کو چلائے رکھتے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ہم نے ڈاکٹروں کو ان کی مرضی کے مطابق ریٹ وصول کرنے کے اختیارات دیئے ہوئے ہیں۔ ہماری حکومت کو ڈاکٹروں کی فیسیں مقرر کرنی چاہیئے ہم ان کو یہ کہیں کہ جناب جنھوں نے ایم بی بی ایس کیا ہوا ہے۔ جناب والا! جب ایک لڑکا ایم - بی - بی ایس کرنے کے بعد کالج سے باہر نکلتا ہے تو اس قوم کا اس پر چار لاکھ روپیہ فی ڈاکٹر خرچ آجاتا ہے اور اس طرح جب ہم چار لاکھ روپیہ خرچ کرکے ایک ڈاکٹر پیدا کرکے اس کو فیلڈ میں لاتے ہیں تو وہ چھرے' کلہاڑیاں پکڑ کر مریضوں کو کاٹنا شروع کردیتا ہے ان کو لوٹنا شروع کر دیتا ہے اور ان کے تمام پیسے فیسوں کی صورت میں ان کی جیبوں سے نکال لیتا ہے تو جناب ضرورت اس امر کی ہے ہم اس کی فیسیں مقرر کر سکیں - جناب سپیکر! میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ ہم ایم بی بی ایس ڈاکٹر کی زیادہ سے زیادہ فیس بیس روپے ہونی چاہیئے یا پندرہ سے بیس روپے فی مریض ہونی چاہیئے اور جو ڈاکٹر ایف آر سی ایس یا سپیشلسٹ ہے اس کی فیس چالیس اور پچاس روپے کے درمیان ہونی چاہیئے اس سے زیادہ نہیں ہونی چاہے کیونکہ اس قوم میں مزدوروں کی اکثریت ہے اس قوم میں کسانوں کی اکثریت ہے' اس قوم میں کھیت مزدوروں کی اکثریت ہے اس قوم میں ریڑی چھابڑی والوں کی اکثریت ہے اس میں یومیہ اجرت پر کام کرنے والوں کی اکثریت ہے اور یہ لوگ اس بات کے متحمل نہیں کہ وہ دو'

تین سو روپے ڈاکٹر کو دے کر اپنا علاج کروا سکیں۔ ان لوگوں کے خود اپنے اپنے گھروں میں اتنے شدید مسئلے ہوتے ہیں کہ وہ ان مسئلوں کو حل کرنے کے لیے اپنی تمام کمائی لگا دیتے ہیں او اس طرح سے وہ اپنا علاج نہیں کرواسکتے۔ تو جناب والا! ہماری حکومت کو یہ چاہیئے محکمہ صحت کو یہ چاہیئے اور جناب وزیر صحت کو یہ چاہیئے کہ یہ کم از کم ان لوگوں کو relief لے کر دیں اور ان ڈاکٹروں کو اس سطح پر لائیں کہ اس پنجاب کا کوئی بھی آدمی بغیر دوائی کے نہ مرے۔ آج ہسپتال کے جنرل وارڈوں میں صورت حال یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحبان راؤنڈ پر ہی نہیں آتے اگر یہ ڈاکٹر صاحبان راؤنڈ پر آتے ہیں تو وہ اس مریض کے پاس جاتے ہیں جس کو انہوں نے اپنے پرائیویٹ کلینک پر داخل کرکے وارڈ میں بھیجا ہوا ہوتا ہے اور اس مریض کو دیکھنے کے بعد وہ ایک دروازے سے داخل ہوتے ہیں اور دوسرے دروازے سے باہر نکل جاتے ہیں جس طرح ہسپتال کے اندر خریدی ہوئی دوائی سٹور کے ایک دروازے سے داخل ہوتی ہے اور دوسری دروازے سے نکل کر واپس اسی مقام پر پہنچ جاتی ہے جہاں سے وہ خریدی گئی تھی۔

جناب سپیکر! ہمارے ہسپتالوں کے لیے 30 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے کہ اس سے ادویات خریدی جائیں گی لیکن دیکھنے والی چیز یہ ہے کہ جس طرح صدر پاکستان جناب جنرل ضیاء الحق صاحب نے یہاں پر ارشاد فرمایا تھا کہ چاک کی بنی ہوئی ادویات غریب مریضوں کو دے دی جاتی ہیں اور بڑی ادویات کی لوٹ مار ہو جاتی ہے جناب میں آپ کو ایسی ایسی پرچیاں دکھا سکتا ہوں جو کہ جعلی بنی ہوئی ہیں اور اگر جناب وزیر صحت صاحب چاہیں وہ مجھے وقت دیں تو میں ان کو دو سے زائد ایسی پرچیاں دکھا سکتا ہوں جو جعلی پرچی ہوتی ہے اس پر دوائی کی قیمت پانچ' پانچ' چھ چھ سو روپے ہوتی ہے اور ان کا جعلی ناموں پر اندراج کرکے ڈاکٹر صاحبان اپنے اپنے کلینکوں پر لے جاتے ہیں اور ان کو اپنے کلینکوں پر مریضوں کو دے کر اس کی زیادہ قیمت وصول کرتے ہیں اس طرح سے ہماری ادویات تو غریب آدمیوں تک نہیں پہنچتیں' غریب آدمی کو وہ دوائی پہنچتی ہے جو دو نمبر ہوتی ہے ہمیں یہ سمجھ نہیں آتی کہ اب اس ملک میں ہر چیز دو نمبر چلنے لگی ہوئی ہے جس میں کچھ طاقت ہوتی ہے اور جس کو لوگ خریدنا چاہتے ہیں اس کو جعلی طور پر تیار کرکے اور نمبر دو بنا کر پندرہ دنوں میں مارکیٹ میں لے آتے ہیں اور آج اس ملک میں اس صوبے میں دو نمبر ادویات اس مقدار میں بک رہی ہیں کہ جب وہ جعلی ادویات خطرناک مریضوں کے پاس پہنچتی ہیں تو وہ مریض ان کے استعمال سے مرجاتے ہیں اس Practice کو روکنے کے لیے ضلعی سطح پر Drug Inspectors بھی ہیں۔ تحصیل کی سطح پر بھی ہیں

ڈویژن کی سطح پر بھی ہیں اور پھر ان کے اوپر حکومت نے عدالتیں بھی بنا رکھیں ہیں - لیکن چالان جناب والا! اس آدمی کا ہوتا ہے جو ان کو ماہانہ نہیں دیتا اور Drug courts میں وہی لوگ جاتے ہیں اور ماہانہ وصول کرنے والے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ جناب یہ میں نے اکیلے ہی نہیں کھانی ہے میرے اوپر کئی افسر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان افسروں پر کئی اور سول افسر صاحبان بیٹھے ہیں جنہوں نے اس ماہانہ کو کھانا ہے تو جناب والا! یہ چالان صرف ان لوگوں کے ہوتے ہیں جو ان کو ماہانہ نہیں دیتے۔

جناب سپیکر! بلڈ بنکوں کی حالت اتنی زیادہ خراب ہے کہ کسی بھی مریض کو لے جائیں اور ان سے کہیں کہ ہمیں O+ positive چاہیئے تو وہ کہیں کہ ہمارے پاس O+positive نہیں آپ O- negative اپنے پاس سے کروا لیں اور O- positive ہم سے لے جائیں تو وہ جناب والا! مریضوں کے ساتھ خون کا تبادلہ کرتے ہیں جبکہ حکومت نے یہ سہولت پیدا کی ہے حکومتیں تو پہلے بھی سہولتیں پیدا کرتی ہیں اگر جناب کسی آدمی پر کوئی مقدمہ ہو جاتا ہے اور وہ وکیل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تو حکومت اس کو وکیل کرکے دیتی ہے تاکہ اس آدمی کا مقدمہ لڑا جائے اور اگر کوئی آدمی دوائی نہیں خرید سکتا تو حکومت نے اس کے لیے ادویات فراہم کی ہوئی ہوتی ہیں لیکن ان ادویات کا استعمال وہ لوگ نہیں کرتے جو اس کے ضرورت مند ہوتے ہیں - جناب والا! جتنے بھی بلڈ بنک اس وقت کام کر رہے ہیں وہ کالجوں کے احساس ترین طالب علموں کی سرپرستی میں کام کر رہے ہیں اور ان طالب علموں نے پرائیویٹ سطح پر اس کے انتظامات کئے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کا حکومت کے ساتھ تعلق نہیں ہے ان کی اپنی Contributions ہوتی ہے اور ان طلبا کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ یہ ہر ہسپتال کے اندر یا باہر بلڈ بنک بنا سکیں تو جناب والا! اس بارے میں میری تجویز ہے کہ کیوں نہیں ہم خود اپنی نگرانی میں خون کی Donation کو ہسپتالوں میں سپلائی کریں اور اپنی ہی نگرانی میں مریضوں کو لگوائیں۔

جناب سپیکر! ایک بہت بڑی بات ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی بھی محکمہ اسی صورت میں ٹھیک ہو سکتا ہے اگر ایڈمنسٹریشن ٹھیک ہو ایک یہ راستہ اختیار کیا ہوا ہے کہ کسی کے میاں صاحب لاہور میں کام کرتے ہیں اور ان کی بیوی ملتان میں کام کر رہی ہے ان کے بچے فیصل آباد میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں تو جناب والا! اس طرح سے خاوند کہیں اور جگہ پر کام کر رہا ہے - بیوی کہیں اور جگہ کام کر رہی ہے اور بچے کہیں اور جگہ پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں تو وہ لوگ نہ اپنے بچوں کی طرف کوئی توجہ دے سکتے ہیں جب وہ یہاں پر یہ کہتے ہیں کہ جناب ہمیں ایک شہر میں اکٹھے کریں یا ایک جگہ پر اکٹھے کر

دیں تو ان کو کہا جاتا ہے کہ تبادلہ پر پابندی لگی ہوئی ہے یہ صرف ان لوگوں کے ٹالنے کے لیے کہا جاتا ہے ٹال مٹول کرنے کے لئے ہے میں آپ کو اس طرح کے آرڈر دکھا سکتا ہوں اور میں پنجاب کی ساری حکومت کو چیلنج کرتا ہوں کہ میں ان کو ایسے آرڈر دکھا سکتا ہوں کہ جن میں time limit بھی مقرر کیا گیا ہے لیکن جناب سپیکر! یہ یا تو بڑے افسر کروا لیتے ہیں یا ایم پی اے کروا لیتے ہیں یا ایم این اے کروا لیتے ہیں یا سینٹر کروا لیتے ہیں یا پھر وہ کسی سیاسی مصلحت کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں اور باقی عام لوگوں کو ٹرخا دیا جاتا ہے کہ تبادلوں پر پابندی لگی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! یہ ایک اہم بات ہے کہ ایم بی بی ایس کرنے کے بعد ان طالب علموں کو کہا جاتا ہے کہ آپ پبلک سروس کمشن کا امتحان پاس کرکے آئیں - اس میں بھی appear ہو کر آئیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پانچ سال تک ایف ایس سی کے بعد محنت کرنے کے باوجود جو سب سے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے وہ میڈیکل کے طلباء کو کرنی پڑتی ہے - وہ دو سال میں ایف ایس سی کرتا ہے اور پانچ سال آگے لگاتا ہے اور وہ سات سال میں ایم بی بی ایس کرکے نکلتا ہے - پھر اس پر پابندی لگائی جاتی ہے کہ آپ پبلک سروس کمشن کا امتحان پاس کرکے آئیں۔ یہ اپنی جاری شدہ ڈگری کے اوپر عدم اعتماد کیا جاتا ہے آپ کی ایم بی بی ایس کی ڈگری کو باہر کی حکومتیں مانتی ہیں باہر کے ادارے مانتے ہیں آپ کی اپنی حکومت اسکو کیوں نہیں مانتی۔ ان کو کیوں کہا جاتا ہے کہ آپ پبلک سروس کمشن کا امتحان پاس کرکے آئیں۔ جناب سپیکر! اس medical profession کے اندر کوئی کشش رہنے دی گئی۔ یہاں کشش صرف یہ ہے کہ جو آدمی کسی teaching institute کے اندر ہے کسی بڑے بجٹ والے ادارے کے اندر ہے وہ وہاں سے کمائی کرتا ہے - وہ لوٹ کر کھاتا ہے - اسکے لئے ماحول پیدا کیا جاتا ہے کہ وہ لوٹ کر کھاوے لیکن Charm جو کسی بھی سروس کے اندر ہے وہ سوائے سی ایس ایس کے پی سی ایس کے انتظامی کے اور کہیں نہیں رہ گیا۔ آج آپ سول سروسز کی اکیڈمی میں دیکھ لیں آپ کو ہر تیسرا آدمی ڈاکٹر ملے گا۔ ہر تیسرا طالب علم آپکو ڈاکٹر ملے گا - میں کہتا ہوں کہ اتنی دیر تک پڑھائی کرنے کے بعد ایک میڈیکل کے Profession میں ماسٹری کرنے کے بعد انتظامی عہدوں کے لیے دوڑ کر جاتے ہیں یہ کیوں جاتے ہیں - یہ لوگ تبادلوں سے ڈر کر جاتے ہیں - انہوں نے ہمیں وہاں بھیج دینا ہے - انہوں نے ہمیں بنیادی صحت مرکز میں بھیج دینا ہے - ان کی نوکریاں عدم تحفظ کا شکار ہیں - اس لیے جناب سپیکر! وہ سارے اپنی نوکریاں چھوڑ کر سول ایڈمنسٹریشن میں آنے کے لئے سی ایس ایس کی اکیڈمیوں میں داخلہ لیتے ہیں اور سی ایس ایس کرکے ڈنڈے کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔

جناب سپیکر! یہاں ایک پنجاب ڈینٹل کالج ہے - پنجاب ڈینٹل کالج کے اندر جس طرح ہر ادارے کے اندر۔ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے ہر ادارے کے اندر ہر ہسپتال کے اندر ایک ایم - ایس گروپ ہوتا ہے دوسرا ان کے ماتحتوں کا گروپ ہوتا ہے اسی طرح ہر ادارے کے اندر ہر نوکریوں کے اندر ایک گروہ بندی ہوتی ہے۔ پنجاب ڈینٹل کالج کا پرنسپل اپنی ان بچیوں کو جن کو ہم نے ان کے سپرد کیا ہوا ہے کہ ان سے مریضوں کی خدمت کروائیں - اور ان نرسوں سے خدمت کروائیں۔ ایڈمنسٹریشن کریں۔ وہ ان کو طوائفوں کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے - وہ کہتا ہے کہ ان میں اور شاہی محلے کی کنجریوں میں کوئی فرق نہیں وہ اس طرح کی باتیں کرتا ہے - میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں اگر پنجاب ڈینٹل کالج کے پرنسپل اپنی بچی کو کہہ سکتا ہے تو اس کی اور شاہی محلے کی بچی میں کوئی فرق نہیں پھر اسکو حق پہنچتا ہے کہ وہ ڈاکٹر کو یا لیڈی ڈاکٹر کو کہے یا کسی نرس کو کہے اور وہاں اتنا تناؤ پیدا کیا گیا ہے کہ پچھلے دنوں وہاں ہڑتال بھی رہی۔ ہڑتال کے بعد وزیروں نے بھی کہا کہ ہم آپکا مسئلہ حل کریں گے۔ سیکرٹری نے بھی کہا کہ آپکا مسئلہ حل کریں گے - آج بھی وہاں تناؤ اور کھچاؤ اسی طرح چلا آرہا ہے - اور یہ تناؤ اور کھچاؤ پنجاب کے تمام اداروں کے اندر موجود ہے -

جناب سپیکر! ضرورت اس بات کی ہے کہ ویکسین کو re-assess کرنے اسکو دوبارہ دیکھنے کے لیے آیا یہ کار آمد بھی ہے یا خراب ہوگئی ہے ہمیں مشینوں کی ضرورت ہے - ہم مشینیں نہیں خریدتے ہیں اور ویکسین پڑی رہتی ہے اور وہ کئی سال تک پڑی رہتی ہیں اس کو اس طرح اٹھا کر دیہاتوں میں بھیج دیا جاتا ہے جس طرح دیہاتوں میں انڈیا کے شہری رہتے ہیں اگر مر بھی جائیں تو کوئی پرواہ نہیں - جناب سپیکر! ان کو re-assess کرنے کے لیے مشینوں کی ضرورت ہے جو ہر ہسپتال کے اندر اور ہر بنیادی جگہ پر موجود ہونی چاہئیں تاکہ ان کو چیک کرکے ان کا کچھ علاج کیا جائے۔

جناب سپیکر! سروسز ہسپتال کے اندر دو لفٹیں لگائی گئی ہیں اور وہ لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے لگائی ہیں۔ لاکھوں روپیہ ان پر خرچ ہوا۔ وہ دونوں لفٹیں جب پہلے روز چلائی گئیں دونوں ہی خراب چلیں۔ پہلے دن سے لیکر آج تک سروسز ہسپتال کے انتظامیہ ان لفٹوں کا چارج لینے کے لیے تیار نہیں وہ کہتی ہے کہ اگر ہم ان کا چارج لے لیں تو ذمہ داری بھی ہماری ہو جائے گی۔ آج ہی وہاں ایل ڈی اے کے ملازم ان لفٹوں کو چلاتے ہیں سروسز ہسپتال کے ملازم ان لفٹوں کے اوپر نہیں بیٹھے اسی طرح اگر ہم باہر سے ٹیلیفون کریں یا اندر سے ٹیلیفون کریں سروسز ہسپتال کا ایکسچینج ٹیلیفون اٹھاتا ہی نہیں۔ جب ان سے پوچھا کہ آپ ٹیلیفون کیوں نہیں اٹھاتے تو انہوں نے کہا کہ لائنیں کم ہیں اور بوجھ بہت

زیادہ ہے۔ ہم سروسز ہسپتال کے باہر تو فوارے لگائے دیتے ہیں لیکن سروسز ہسپتال کے اندر کی ضرورتوں کو ہم پورا ہی نہیں کرتے۔ جس طرح لاہور کے اندر جناح باغ کے اندر اچھی بھلی پہلے سے اسکی چار دیواری موجود تھی لیکن کسی کو شکر گزار کرنے کے لیے دو کروڑ روپے کا ایک خاص آدمی کو ٹھیکہ دے دیا گیا کہ آپ نصب کریں - اسی طرح سروسز ہسپتال کے اندر اچھے بھلے فرش موجود ہیں لیکن ان کو توڑ کر نئے لگا دیئے۔ میں کہتا ہوں کہ توڑ کر نئے لگانے کی بجائے آپ وہاں کی ایکسچینج کے اوپر پیسے کیوں نہیں لگا دیتے - آپ re-assess کرنے کے لیے مشین کیوں نہیں لگا دیتے۔

جناب سپیکر! یہ ساری خرابی کسی بھی محکمے میں پیدا ہوتی ہے اسکی بنیادی وجہ صرف یہ ہے کہ دولت حاصل کرنے کے لیٔے لوگ خدمت کا جذبہ لیکر نہیں آتے - لوگ دولت حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں۔ اس نظام کے اندر خدمت کرنے والا شخص بھی تین مہینے کے بعد پیسے کی طرف آجاتا ہے۔ پیسے کے حصول کی جو دوڑ اس ملک میں جاری ہے اس شامل ہونے کے لیے دوڑ میں آگے نکلنے کے لیے یہ سارے ناجائز اور منفی ذریعے استعمال کئے جاتے ہیں - ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس تفاوت کو ختم کرنے کی کوشش کریں اور لوگوں کے اندر حقیقی معنوں میں یہ جذبہ پیدا کرسکیں کہ وہ غریب عوام کی خدمت کریں وہ اپنے اداروں کو بہتر کریں اور وہ اپنے اداروں کو اس قابل بنائیں کہ غریب آدمی اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ صحت کی روز گار کی' تعلیم کی اور رہائش کی یہ سب ذمہ داریاں حکمرانوں پر عائد ہوتی ہیں۔ اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا گیا تھا کہ اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی پیاسا مرگیا تو قیامت کے دن آپ سے اس کا حساب کتاب لیا جائے گا۔ یہ اس لیے کہا گیا تھا ہم اپنے وزراٗ صاحبان کو یہ بات نہیں کہتے کہ اگر آپکے ہسپتال کے اندر کوئی مریض بغیر دوائی کے مرگیا تو ہم آپکے گریبان کو پکڑیں گے۔ ہم کبھی یہ بات نہیں کہتے ہم ان کو کبھی اس سطح پر نہیں لاتے کہ عوام ان کا محاسبہ بھی کریں گے۔ اور ضرورت یہ ہے کہ ہم لوگوں کے اندر تفریق کو ختم کرکے لوگوں کے اندر بھائی چارے کے جذبے پیدا کریں تاکہ ان کے اندر خدمت کا جذبہ پیدا ہوسکے۔ جناب سپیکر! آپ کی مہربانی - بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب غلام سرور خان۔ نہیں سردار غلام عباس صاحب وہ بھی نہیں ہیں۔ وزیر صحت صاحب۔

وزیر صحت (سید افضال علی شاہ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو مجھے

اجازت دی جائے کہ یہ پالیسی کا مسئلہ ہے اور میں اسے پڑھ کر سنا سکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع دیا ہے کہ میں cut motions کے بارے میں کچھ عرض کر سکوں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میں یہ عرض کر دوں کہ یہاں پر جو بات ہوئی ہے جو ہمارے الزامات ہیں، ان کا جواب آنا ہے۔ Policy Statement نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ شاید آپ کے اعتراضات کا جواب زبانی ارشاد فرمائیں گے۔ آپ انہیں بات شروع تو کرنے دیں۔

جناب فضل حسین راہی: اگر آپ مناسب سمجھیں اور اجازت دیں تو میں عرض کروں کہ Policy Statement کچھ اور ہوتی ہے اور ہم نے اپنی تقاریر میں جو نکات اٹھائے ہیں وہ کچھ اور ہوتے ہیں۔ انہیں Wind up کرنے کے لیے ہمارے نکات کا جواب دینا ہے۔ لیکن وزیر موصوف ڈرامے کا Script ہاتھ میں پکڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کی ضرورت نہیں۔ ضرورت تو اس بات کی ہے وہ ہمارے نکات کے Points لیتے رہیں اور ان کا جواب دیں۔ لیکن یہ اپنے سیکرٹری صاحبان سے تقریر لکھوا کر لاتے ہیں۔ اور یہاں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے اپنی تقاریر میں جو اعتراضات اٹھائے ہیں، انہیں وہ نوٹ کرتے رہے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ ان کا جواب بڑی تسلی سے اور بڑے اچھے انداز سے دیں گے شاہ صاحب آپ فرمائیے۔

وزیر صحت: میں محترم ممبران حزب اختلاف کی تمام تجاویز اور مشوروں پر پوری طرح غور کر کے یقین دلاتا ہوں کہ ان پر پوری دیانتداری سے سوچ بچار ہوگی۔ اور ان کے احساسات کا پوری طرح خیال رکھا جائے گا۔ (نعرہ تحسین) جناب والا! یہ درست ہے کہ اس مد میں محکمہ صحت نے دس کروڑ اٹھانوے لاکھ اکانوے ہزار آٹھ سو پچاس روپے کی اضافی رقم کا مطالبہ کیا ہے۔ یہ مطالبہ جائز تسلیم کیا گیا ہے اور اس بجٹ میں پیش کیا گیا ہے کیونکہ محکمہ صحت پچاس دیہی مراکز اور چار سو بنیادی صحت یونٹس کو Up grade کرنا چاہتا ہے۔ ان مراکز اور یونٹوں کو سامان اور ادویات فراہم کرنے کے لیے

اٹھ کروڑ بیاسی لاکھ روپے کا تخمینہ لگایا گیا ہے - جناب سپیکر! اس کے علاوہ منشی ہسپتال بند روڈ لاہور' جس کو حکومت پنجاب نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے اس کو مالی سال 87-1986ء میں ادویات اور سامان فراہم کرنے کے لیے اڑتالیس لاکھ پچاس ہزار روپے کا اندازہ لگایا گیا ہے اس کے علاوہ ہسپتال اور ڈسپنسریوں کو فراہم کی جانے والی ادویات پر محکمہ صحت پنجاب نے محکمانہ چارج یکم جولائی 1987ء سے کم کرکے پانچ فی صد کر دیا ہے - جس کی وجہ سے ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کی قوت خرید میں دس فیصد اضافہ ہوا۔ ان ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کو ادویات فراہم کرنے کے لیے مزید ایک کروڑ نوے لاکھ روپے کی ضرورت تھی۔ جناب سپیکر! ان تمام وجوہات کی بنا پر محکمہ صحت نے بجٹ میں اضافی رقم کا مطالبہ کیا ہے - مطالبہ زر نمبر13 میں بجٹ کے تحت بیاسی کروڑ 49 لاکھ اکسٹھ ہزار روپے کی رقم طلب کی گئی ہے۔ اس رقم میں محکمہ صحت کا حصہ صرف پانچ کروڑ 96 لاکھ اکاون ہزار سات سو اسی روپے ہے - باقی رقم کا تعلق دوسرے محکموں سے ہے - یہ رقم محکمہ صحت موجودہ مالی سال 87-1986ء کے دوران اکتیس ترقیاتی منصوبوں کے عملی جامہ پہنانے کے لیئے خرچ کر رہا ہے اور امید ہے کہ 30 جون 1987ء تک یہ رقم خرچ ہو جائے گی۔ جہاں تک مجوزہ منصوبوں کے انتخاب ' جانچ پڑتال اور منظوری کا تعلق ہے' اس کے لیے تمام قواعد و ضوابط کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اور صرف ان منصوبوں کے لیے رقم طلب کی گئی ہے جو کہ وسیع تر عوامی مفاد کے حامل ہیں - یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ تمام منصوبے محکمہ ترقیات اور منصوبہ بندی کے ماہرین کے مشورے سے تیار کئے گئے ہیں اور یہ رقم ان منصوبوں کے لیے بجٹ میں ناگزیر تھی۔ محکمہ صحت میں منصوبے کی عمل درآمد پر کڑی نظر رکھی جاتی ہے اور جس جگہ محسوس کیا جائے کہ عملدرآمد کی رفتار سست ہے' وہاں فوراً ہدایات جاری کر دی جاتی ہیں تاکہ رفتار کو بہتر بنایا جاسکے۔

جناب معزز رکن اسمبلی ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ حکومت دیہی علاقوں میں طبی سہولتیں فراہم کرنے میں ناکام رہی ہے' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وزیر اعظم جناب محمد خان جونیجو کے پانچ نکاتی پروگرام کے تحت حکومت نے دیہی علاقوں کو طبی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے ایک جامع پروگرام وضع کیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت ہمیں وزیر اعلیٰ پنجاب جناب نواز شریف کا بھی پورا پورا تعاون حاصل ہے اور ہر مشکل وقت میں وہ ہماری رہ نمائی کرتے ہیں - میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ 1990ء تک ایک ہیلتھ سنٹر کے علاوہ ہر یونین کونسل میں ایک بنیادی مرکز صحت قائم کیا جائے گا۔ چنانچہ پروگرام کی تکمیل کے لئے گیارہ نئے دیہی مراکز صحت اور

Basic Health Unit قائم کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ پہلے سے موجود 227 دیہی مراکز صحت اور 1699 بنیادی مرکز صحت میں مندرجہ ذیل سہولتیں فراہم کرکے ان کے معیار کو بہتر بنایا جائے گا۔ دیہی مراکز صحت میں کیا کیا اضافی سہولتیں دی جائیں گی۔ جناب والا! مجھے سمجھ نہیں آرہی ہے شاہ صاحب میری طرف دیکھ کر ہنس کیوں رہے ہیں ؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بھی ان کی طرف دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیں۔

سید طاہر احمد شاہ: مجھے اپنے بھائی اچھے لگے ہیں تو میں مسکرا پڑا۔ انہیں تو خوشی ہونا چاہیئے - دانستہ طور پر تو میں نے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا۔

میاں محمد اسحاق: پوائنٹ آف آرڈر - جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ کی طرف سے یہ رولنگ دی جانی چاہیے کہ ہم نے یہاں جو تقاریر یا سوالات کیے ہیں' کیا وزیر موصوف ان کے جواب دے رہے ہیں یا اپنی ایک علیحدہ Policy Statement پیش کر رہے ہیں -

وزیر صحت: اس کے بعد ان کا بھی جواب دوں گا۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! جنجوعہ صاحب نے آج پانچ نکات کی قطعاً بات نہیں کی۔ یہ بات ان کی طرف کیوں منسوب کی گئی ؟ جبکہ انہوں نے ایک سوال بھی نہیں کیا تو وزیر موصوف پہلے سے لکھ کر جو پڑھ رہے ہیں' اس کا مقصد یہ ہے کہ گھر سے جو لکھ کر دے دیا جاتا ہے وہ یہاں پر پڑھ دیا جاتا ہے - آپ کی طرف سے رولنگ آنی چاہیئے کہ وزیر موصوف جوابات دے رہے ہیں یا Policy Statemnet دے رہے ہیں -

وزیر صحت: یہ نوٹس ہیں -

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ابھی ان کی بات جاری ہے انہیں موقع دیں کہ وہ آپ کے اعتراضات کے جوابات دے سکیں۔ آپ پہلے ہی اتنے بے تاب کیوں ہو گئے ہیں۔ انہیں اپنی بات جاری رکھنے دیں۔

جناب فضل حسین راہی: وزیر صحت نے اعتراض کیا ہے کہ شاہ صاحب ان کی طرف دیکھ کر ہنستے کیوں ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ انہیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ انہیں دیکھ کر کوئی ایک آدمی ہنس رہا ہے۔ پوری قوم تو انہیں دیکھ کر رو رہی ہے۔ بس ایک آدمی انہیں دیکھ کر ہنس رہا ہے۔ کوئی

تو ہنستا ہے۔

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب والا! ہنسنے پر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا۔ "ہنسنے پر قتل اور قتل پر معطلی" یہ واقعہ یورپ میں پیش آیا کہ تین شرابی سارجنٹ سکوٹر چلا رہے تھے تو وہ گر پڑے۔ پاس سے دو معصوم بچے گزر رہے تھے...... (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ اگر آپ لطیفہ سنانے پر بضد ہیں تو براہ کرم ایک تو ایسا کریں کہ ہماری سمجھ میں آجائے اور دوسرے اس کو تھوڑا سا مختصر کر دیں۔

بیگم نجمہ تابش الوری: "جنگ" میں یہ خبر چھپی ہے' جس کی سرخی ہے "ہنسنے پر قتل اور قتل پر معطلی" اس کی تفصیل یہ ہے کہ تین شرابی سارجنٹ گزر رہے تھے' وہ گر پڑے' جب وہ گرے ہیں تو دو بچے ہنس پڑے - جب وہ بچے ہنس پڑے تو سارجنٹ نے غصہ میں آکر ان کو گولیاں مار دیں۔ گولی مار دی گئی تو سارجنٹ کو سزا یہ ملی کہ وہ معطل ہوگئے تو ہنسنے کی سزا قتل ہے اور قتل کی سزا معطلی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ تشریف رکھیئے۔ شاہ صاحب فرمایئے۔ میں جناب طاہر احمد شاہ صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ کی تقاریر بڑے صبرو تحمل سے سنی گئی ہیں - اب آپ متعلقہ منسٹر صاحب کو اپنی بات ختم کرنے دیں۔ وقت کی نزاکت کا احساس فرمائیں۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! ابھی اس سے پہلے جناب فاضل وزیر خزانہ صاحب اور فاضل وزیر زراعت نے بھی ہماری تقاریر میں تعمیری تنقید یا الزامات یا سوالات کے جواب دینے کے بجائے سیکرٹری صاحبان کی طرف سے تحریر شدہ باقاعدہ تقاریر ایوان میں پڑھ کر سنائیں اور انہوں نے اس نکتے کا سہارا لیا کہ انہیں policy statement پڑھ کر سنانے کا استحقاق حاصل ہے -

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! میں آپ کی اطلاع کے لیئے عرض کروں کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر ابھی اٹھایا گیا تھا اور اس کا جواب مل چکا ہے -

سید طاہر احمد شاہ: جناب' میری گزارش تو سن لیں۔ جناب والا ! حالانکہ وہ policy statement نہیں تھی۔ چونکہ ابھی ہم ترتیبی مراحل سے گزر رہے ہیں ' وزرا صاحبان بھی' ہم بھی اور ارکان اسمبلی بھی ' تو ہم نے فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ آج بھی اگر وہ

policy statement نہیں دی اگر ہمارے بھائی وزیر صحت افضال شاہ صاحب سید نامدار اگر پڑھ کر سناتے ہیں خواہ وہ policy statement نہیں دی تو ہم اس پر اس لئے اعتراض نہیں کرتے ہیں ابھی ہم نے تربیت حاصل کرکے آگے چل کر اور شاہ صاحب نے تو شاید آگے چل کر بہت بڑا پارلیمنٹرین بن جاتا ہے اور وقت آنے پر وہ زبانی جواب دے دیں گے۔ اور ہم اعتراض نہیں کریں گے۔ خواہ وہ ہمارے سوالوں کے جواب پڑھ کر سنائیں خواہ اپنی طرف policy statement بنا کر بات کریں۔

ایک معزز رکن: یہ اقرباء پروری ہے -

سید طاہر احمد شاہ: حقیقت یہ ہے کہ یہاں سب اقرباء پرور ہیں اور سب سے بڑھ کر چودھری عبدالغفور صاحب برادری کے نمبردار ہیں -

وزیر زراعت: جناب والا ! اس میں کوئی شک نہیں لیکن شاہ صاحب نے یہ جو بیڑہ اٹھایا ہے کہ بڑے فراخ دل ہیں میرے خیال میں انہوں نے اپنے آپ پر الزام لگایا ہے نہ تو وہ فراخ دل ہیں اور نہ ہی ان کو فراخ دلی کا معنی آتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ شاہ صاحب اپنے آپ کو بہت بڑے مقرر سمجھتے ہیں۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لوگوں کا حوصلہ ہے کہ ہم ایسی باتیں سننے پر مجبور ہیں اور اس کے باوجود ہم غور سے سنتے ہیں اور یہ سراسر الزام ہے کہ میں نے پڑھ کر سنایا ہے - میں نے ایک ایک بات اور ایک ایک الزام کی جواب دہی کی ہے - میں نے پڑھ کر نہیں سنایا -میرا خیال ہے کہ جب سے انہوں نے بال صاف کرائے ہیں انکا حافظہ بھی غائب ہوگیا ہے -

جناب ڈپٹی سپیکر: میں معزز رکن سے التماس کروں گا کہ آپ وقت کی نزاکت کا احساس فرمادیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! اگر وقت نہیں ہے تو ہم دوسری ڈیمانڈز پر تقاریر نہیں کریں گے - یہ بات درست ہے کہ چودھری عبدالغفور صاحب نے پڑھ کر تقریر نہیں کی تھی میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ کہ پہلے یہاں پر ہوتا تھا کوئی گھوڑی پال۔ کوئی مربع پال ہوتا تھا - اب یہاں پر آرائیں پال - راجپوت پال ہے۔ گجر پال ہیں۔ اب یہاں پال ہی پال کا سلسلہ چل رہا ہے -

وزیر صحت: جناب سپیکر راہی صاحب نے فرمایا تھا کہ شاہ صاحب کے ہنسنے پر کہ ساری رقوم مجھ پر رد رہی ہے - ·

جناب ڈپٹی سپیکر: میں معزز ارکان سے التماس کروں گا کہ وہ براہ کرم وزیر صاحب کی جو پہلے بھی

کم بولتے ہیں انکو تقریر جاری رکھنے دیں۔ اور ان کی تقریر میں مداخلت نہ کریں۔

وزیر صحت: میں شاہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اور راہی صاحب کو صرف یہ کہتا ہوں مجھے ان کی عقل پر رونا آتا ہے۔

جناب سپیکر! دیہی مراکز صحت کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے حکومت 30 بستروں پر مشتمل وارڈ ڈاکٹرز ڈینٹل سرجنز کی رہائش گاہیں چار دیواری وغیرہ ایمبولینس' چیئرز اور دوسرا سامان مہیا کرے بنیادی ہیلتھ یونٹوں میں ڈاکٹر کی رہائش گاہ اور دو بستر کالیبر روم لیبر وارڈ اور چار دیواری بنیادی یونٹس میں یہ سارا جدید سامان مہیا کیا جائے گا۔ اسکے علاوہ جناب وزیر اعظم کے پانچ نکاتی پروگرام کی تکمیل پر 1990ء پر ہر یونین ترقیاتی مرکز کی سطح پر ایک بنیادی مرکز صحت ہوگا۔ یہ مراکز تربیت یافتہ عملے کے ساتھ جدید ترین طبی آلات سے لیس ہونگے - جناب عالی محکمہ صحت نے پچھلے تین سالوں میں ڈاکٹروں کو جو ملازمتیں دی ہیں انکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1984-85	میل میڈیکل آفیسرز	733
	لیڈی میڈیکل آفیسرز	233
	میزان	966
1985-86	میل میڈیکل آفیسرز	844
	لیڈی میڈیکل آفیسرز	231
	میزان	1075
1986-87	میل ڈاکٹرز	1649
	لیڈی ڈاکٹرز	334
	میزان	1983

سال 1986 میں جونیئر ڈاکٹروں کی ہڑتال کی وجہ سے selection نہیں ہوسکی۔ محکمہ صحت نے اس عرصہ میں 1649 مرد اور 334 لیڈی ڈاکٹرز کو ایڈھاک کی بنیاد پر ملازمت فراہم کی - وفاقی حکومت کے فیصلہ کے مطابق جو پبلک سروس کمشن سے انٹرویوز میں کامیاب نہ ہونے والوں کو بھی ملازمت سے نہیں نکالا گیا۔ ان کی تعداد 1300 کے قریب تھے - کل 941 میڈیکل افسران نے پنجاب پبلک سروس کمشن کا امتحان پاس کیا ہے۔ جن میں سے 680 مرد اور 234 خواتین ڈاکٹر شامل ہیں - ان کو ایک ماہ

کے اندر ملازمتیں فراہم کی دی جائیں گی۔ اس کے علاوہ محکمہ صحت نے وزیر اعظم پاکستان کے پروگرام کے تحت 1262 مرد ڈاکٹرز اور خواتین ڈاکٹرز جنہوں نے ایک سال کا House job کیا ہے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! محترم وزیر صاحب اپنی تقریر ایوان کے میز پر رکھ دیں تو ہمارا کچھ وقت بچ جائے گا۔

وزیر صحت: وزیر اعظم پاکستان کے پروگرام کے تحت ڈاکٹروں کو ملازمت فراہم کرنے کے لئے 1050 آسامیوں کے لیے فنڈز مہیا کئے ہیں۔ صوبائی حکومت مزید فنڈز مہیا کرنے کا مطالبہ کر رہی ہے۔ تاکہ تمام ڈاکٹرز کو روزگار مہیا کیا جائے۔ میں آخر میں معزز ارکان کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کے مخلصانہ قیادت کی بدولت اور وزیر اعظم پنجاب کے 5 نکاتی پروگرام کے تحت پورے صوبے میں بالخصوص دیہی علاقہ جات میں ۔ طبی سہولتوں کا جال بچھا دیا جائے گا۔

جناب سپیکر! کٹوتی کی اس تحریک کو قواعد کے خلاف ہونے کی سبب معزز ایوان سے درخواست کروں گا کہ اسے مسترد کر دیا جائے۔

سید طاہر احمد شاہ: میں فاضل وزیر صحت کو اس خوبصورت انداز میں ہمارے اعتراضات کا جواب دینے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک ارب 72 کروڑ 18 لاکھ 76 ہزار 300 روپے کی کل رقم بسلسلہ مد مطالبہ زر نمبر 16 خدمات صحت کم کرکے ایک روپیہ کم کی دی جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/300 ,76 ,48 ,72 ,1 روپے سے متجاوز نہ گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سالی مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: یہ ہیلتھ پر جو کٹ موشن تھی وہ نمٹا دی گئی ہیں۔ اب مطالبہ زر نمبر3 ہے۔ جناب فنانس منسٹر!

وزیر خزانہ: جناب والا! میں تحریک پیش کرتا ہوں:

"ایک رقم جو 2 کروڑ 13 لاکھ 62 ہزار 600 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے

"کہ ایک رقم جو 2 کروڑ 13 لاکھ 62 ہزار 600 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوائے دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنا پڑیں گے"

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس مطالبہ زر پر میاں محمد افضل حیات، سید طاہر احمد شاہ صاحب، میاں محمد اسحاق صاحب، جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب، چودھری محمد رفیق صاحب، جناب فضل حسین راہی صاحب، جناب غلام سرور خان صاحب اور سردار غلام عباس صاحب کی طرف سے کٹوتی کی تحاریک ہیں۔ کون صاحب اسے پیش کرنا چاہیں گے؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! میں پیش کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب یہ کٹ موشن پیش کریں گے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ 2 کروڑ 13 لاکھ 62 ہزار 6 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ

نمبر3) صوبائی آبکاری کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

"کہ 2 کروڑ 13 لاکھ 62 ہزار 6 سو روپے کی کل رقم بسلسلہ مد میزان (مطالبہ نمبر3) صوبائی آبکاری کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔

وزیر آبکاری و محصولات (چودھری اختر رسول): جناب والا! میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب اس پر بات کرنا چاہیں گے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ بارہ بجے تک آپ بحث ختم کر دیں گے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! جو وقت ہم نے لیا ہے اسے مزید بڑھا دیں۔ ساڑھے بارہ بجے تک ہم ختم کر لیں گے۔

جناب سپیکر: چلیں ٹھیک ہے ساڑھے بجے تک یہ بحث ختم ہو جانا چاہیئے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ 2 کروڑ 13 لاکھ 62 ہزار 6 سو روپے بسلسلہ مد صوبائی آبکاری کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے"

میں اس تحریک تخفیف زر کے ذریعہ سے مطالبہ ہذٰا کے تحت کارفرما حکمت عملی کو مسترد کرنے کے لیے کٹوتی کی ایک تحریک پیش کر چکا ہوں۔ جناب والا! محکمہ ایکسائز کی زیر نگرانی جیل روڈ پر شفا خانہ دماغی امراض کے عقب میں ایک افیون ساز فیکٹری چل رہی ہے اور اس میں افیون سے ایک پوڈر تیار لیا جاتا ہے جو کہ دوا ساز اداروں کو سپلائی کیا جاتا ہے محکمہ آبکاری کی سرپرستی میں دوا ساز فرموں کو پوڈر کی سپلائی کے بارے میں کئی حکایتیں اور کئی شکائیں زبان زد خاص و عام ہیں اور حال ہی میں 13 مئی کو لاہور کے ڈویژنل ڈرگ انسپکٹر کی ایک رپورٹ اخبارات کی زینت بنی ہے۔ جس میں یہ ڈرگ انسپکٹر محکمہ صحت کو اپنی یہ رپورٹ پیش کرتا ہے کہ محکمہ ایکسائز افیون، سپرٹ، ٹنکچر اور جعلی ادویات کی فروخت کا ذمہ دار ہے۔ کیونکہ یہ اشیاء جعلی طور پر ایسی فرمیں اور دوا ساز ادارے تیار کر رہے ہیں جس کے پاس حکومت کی طرف سے دوا سازی کے کوئی لائسنس موجود نہیں مگر اس کے باوجود بھی محکمہ [illegible] قانونی طور پر افیون سپلائی کرتا ہے اور اس طرح موت کے یہ سوداگر ایلوپیتھک اور

یونانی دوا سازی کے نام پر کروڑ روپے کی افیون ان جعلی دوا ساز فرموں کے ہاتھ فروخت کرکے لاکھوں روپے ماہانہ کما رہے ہیں - جناب سپیکر! جس ملک میں منشیات کی فروخت اور ان کی تیاری اور استعمال ممنوع ہو اس ملک کی حکومت کی سرکردگی ایک سرکاری محکمہ کی زیر نگرانی افیون کی تیاری کم از کم میری سمجھ سے بالاہے - اور یہ معاملہ اسلامی نظریاتی کونسل کو refer کیا جانا چاہیئے۔ لاہور کی اس افیون ساز فیکٹری میں جو کچھ آج ایکسائز کے بددیانت افسروں کے لاکھوں روپے کمانے کا ایک ذریعہ بن چکی ہے۔ یہاں پر افیون سازی ختم ہونی چاہیئے۔

وزیر آبکاری و محصولات: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! معزز ممبر کٹوتی نمبر ایک پر تقریر کر رہے ہیں جبکہ اس وقت بحث کٹوتی نمبر3 پر ہو رہی ہے -

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کی اطلاع کے یہ عرض کر دوں کہ حزب اختلاف اور حزب اقتدار کے درمیان یہ معاہدہ ہوا ہے کہ ہم وقت کی قلت کے باعث کسی بھی کٹوتی کی تحریک پر اس محکمے کے تمام پہلوؤں پر اختصار کے ساتھ بات کر سکتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! محکمہ صوبائی آبکاری کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ منشیات کی نقل و حمل، ان کی فروخت اور ان کے استعمال کے خلاف کارروائی کرے۔ مگر اس محکمہ کی فرائض سے غفلت اور بدعنوانی کا نتیجہ ہے کہ ملک میں منشیات خصوصاً ہیروئن کے استعمال میں رجحان نے ایک سنگین صورت اختیار کر لی ہے۔ منشیات کے اس انداز میں پھیلنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ منشیات آج آسانی سے دستیاب ہو جاتی ہیں۔ جناب والا! پاکستان میں جو افیون کاشت ہوتی ہے امریکی حکومت کے ساتھ ایک معاہدہ کے تحت اس کی تمام فصلیں تباہ کر دی جاتی ہے۔ اور ایسی سینکڑوں فیکٹریاں اور لیبارٹریاں بند کر دی گئی ہیں جہاں افیون سے ہیروئن تیار ہوتی ہے۔ اس وقت دنیا کے واحد ملک افغانستان ہے جہاں پر افیون کی کاشت پر کوئی کنٹرول نہیں۔ اس لئے منشیات کے تاجر افغان مہاجرین کے روپ میں جب پاکستان میں آتے ہیں تو وہ منشیات کی ایک بڑی مقدار اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس وقت صورت حال یہ ہے کہ حکومت کے اپنے سروے کے مطابق 1982ء میں منشیات کے عادی افراد کی تعداد صرف تیس ہزار تھی اور آج یہ تعداد بڑھ کر تیس لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آج سے پانچ سال قبل اگر ایک شخص منشیات کا عادی تھا تو آج 66 افراد منشیات کی لعنت میں گرفتار ہو چکے ہیں، اور اس صورت حال کے ذمہ دار

جہاں منشیات پر کنٹرول کرنے والے دوسرے ادارے ہیں، وہاں پر ہمارے صوبہ کا محکمہ آبکاری بھی اس میں پوری طرح ملوث ہے۔

جناب سپیکر! یہ بات جس قدر شرمناک ہے کہ اس محکمہ کے افسران اپنی کارروائی دکھانے کے لیے پولیس کے ساتھ ساز باز کرکے دو دو تین تین گرام کی پڑیاں راہ چلتے مسافروں کو پکڑ کر اپنی طرف سے جھوٹ بیان کرکے ان کا چالان کروا دیتے ہیں اور اسی طرح سے ایک طرف تو غریب لوگوں کو جھوٹے مقدمات میں پھنسایا جاتا ہے اور دوسری طرف اپنی جعلی کارروائی دکھانے کے لیئے حکومت کی آنکھوں میں بھی دھول جھونکی جاتی ہے - جناب والا! یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس وقت ہمارے ملک میں ڈرگ مارفیا کے لوگ حکومت کے بالائی طبقہ تک رسائی حاصل کر چکے ہیں اور ان پر ہاتھ ڈالنا کچھ آسان کام نہیں۔ دنیا کے بعض ممالک میں یہ قانون بنایا جا رہا ہے کہ وہ لوگ جو منشیات کی فروخت میں ملوث ہوں یا ملوث پائے جائیں گے ان کی جائیدادیں ضبط کر جائیں گی۔ اس پر اس ایک پاکستانی نے کچھ اس انداز سے تبصرہ کیا تھا کہ اگر یہ قانون پاکستان میں بنا دیا جائے تو بہت سے گورنر ہاؤس بھی بحق سرکار ضبط کرنے پڑیں گے کیونکہ بہت سے سابق گورنروں کے ماہوار بنک بیلنس اور غیر ملکی بنکوں میں ان کا جمع کردہ سرمایہ بھی بحق سرکار ضبط کرنا پڑے گا - جناب سپیکر! اس وقت ہمارے صوبہ میں منشیات کے استعمال اور فروخت کا یہ عالم ہے کہ شہروں اور دیہاتوں میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ منشیات میں ملوث ہو چکے ہیں اور سینکڑوں سہراب گوٹھ ہمارے، شہروں اور دیہاتوں میں قائم ہو چکے ہیں۔ اور لاکھوں پڑیاں منشیات کی لوگ اس طرح کھڑے بازاروں میں فروخت کرتے ہیں جیسے کوئی مجمع باز اپنی دوائیں فروخت کرتا ہے -

جناب سپیکر! اب میں اس محکمہ کی ایک اور شکایت کے بارے میں بھی اختصار کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ محکمہ جس طرح سے آج قانون کی دھجیاں اڑا رہا ہے۔ اس کی کی ایک ادنے مثال اس ایوان کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ ہم قانون ساز ادارے کے ممبران ہیں - ہم عوام کے لیے قانون بناتے ہیں اور اگر قانون بنانے والے بھی قانون کا احترام نہ کریں تو پھر قانون کی حکمرانی کا خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکیشن کے ارباب بست و کشاد نے پنجاب کے تمام اضلاع میں گاڑیوں کی رجسٹریشن کی نئی سیریز کے آغاز سے قبل ہی سینکڑوں با اثر افراد کو ان کے پسندیدہ نمبر الاٹ کر دیئے ہیں۔ تمام اضلاع میں رجسٹریشن کی نئی سیریز کے شروع ہونے کا مستقبل قریب میں کوئی امکان نہیں اور ان کے ایک سے لے کر پچاس تک نمبر اور ایک ہی ترتیب والے تمام

نمبر پہلے ہی الاٹ کر دئے گئے ہیں' اور جن افراد کو یہ نمبر الاٹ کئے گئے ہیں' وہ فرضی، جعلی اور غیر قانونی نمبر اپنی گاڑیوں پر لگا کر پنجاب کی سڑکوں پر اپنی گاڑیاں دوڑاتے پھر رہے ہیں اور اس صورت حال نے ہمارے صوبہ میں قانون کا احترام کرنے والے لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے - کہ یہ کیسی حکومت ہے جو کہ اپنے بنائے ہوئے قانون کا خود بھی احترام نہیں کرتی - جناب سپیکر! اکثر سننے میں آتا ہے کہ اکثر ایسی بھی گاڑیاں جن کے اوپر یہ فرضی نمبر پلیٹیں لگی ہوئی ہیں' جرائم میں بھی ملوث پائی جاتی ہیں۔ اگر آج کے بعد ایسی گاڑیاں جن پر یہ جعلی نمبر لگے ہوئے ہیں محکمہ نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی اور یہ جعلی نمبر پلیٹیں نہ اتروائی گئیں تو یہ بات اس امر کا ثبوت ہوگا کہ ہم قانون کی بالا دستی قائم کرنے میں سنجیدہ نہیں اور پھر میرے خیال میں کئی بار یہ خبریں اخبارات میں بھی چھپی ہیں کہ اس ایوان کے معزز ممبران بھی بغیر نمبر پلیٹ صرف ایم پی اے کے نمبر پلیٹ لگا کر گاڑیاں استعمال کرتے ہیں - جناب والا! ایک قانون ساز ادارے کے فاضل ارکان کے لیے یہ بات کافی حد تک اس قابل نہیں کہ اسے قابل تحسین کہا جائے بلکہ اس بات پر ہمیں صد افسوس ہے - جناب والا! گاڑیاں کے یہ جعلی فرضی اور غیر قانونی نمبر کی موجودگی میں میرے خیال میں وزیر ایکسائیز اینڈ ٹیکسیشن کو وزارت میں رہنے کا کوئی قانونی جواز موجود نہیں۔ اگر جرمنی کا ایک چانسلر Willy Brandt جس کے باپ کا آج تک کسی کو علم نہیں اور اس کو father less chancellor کہا جاتا ہے۔ اگر صرف اس بات پر مستعفی ہوسکتا ہے کہ اس کی حکومت میں ایک غیر ملکی جاسوس نے ملازمت حاصل کر لی تھی تو جناب والا! اگر ہمارے وزیر ایکسائیز اینڈ ٹیکسیشن کوئی اخلاق رکھتے ہیں تو پھر ان کو بھی اس غیر قانونی حرکت پر فوری طور پر مستعفی ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ ایسے بد اخلاق وزیر کو جو غیر قانونی حرکتیں کرتا ہے۔ جو اپنے بنائے ہوئے قانون کی دھجیاں اڑاتا ہے' اس کو اس حکومت میں رہنے کا کوئی حق نہیں - شکریہ۔

جناب سپیکر: اور کوئی صاحب تو اس پر بولنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ یہ فیصلہ ہوا تھا کہ ساڑھے بارہ بجے تقاریر ختم ہوں گی۔

سید طاہر احمد شاہ: ازارہ کرم وقت بڑھا دیں' ہم عوام کے مفاد کی باتیں دو دو تین تین منٹ کریں گے۔

وزیر قانون: جو طے ہوا اور وعدہ ہوا۔ آپ کو وعدہ کا پاس رکھنا چاہیئے۔

جناب سپیکر: اس پر آپ کی کٹ موشن ہے۔ آپ کا یہ قانونی اور اخلاقی حق ہے کہ آپ اس پر بولیں لیکن آپ خود یہ طے کر چکے ہیں کہ ساڑھے بارہ بجے کے بعد آپ نہیں بولیں گے۔ آپ اپنے معاہدے پر عمل فرمایئے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! ہم معاہدے کی پابندی کرنے کے لیے تیار ہیں اگر آپ ہمیں پانچ پانچ منٹ ان کی رضا مندی سے اگر دے دیں تو ہم آپ کے شکرگزار ہیں ورنہ ہم اپنی بات کو ختم کرتے ہیں۔

میاں محمد افضل حیات: صرف راہی صاحب کو تین منٹ دے دیں اور جب تین منٹ ختم ہوں آپ گھنٹی بجا دیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ جناب فضل حسین راہی

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! بڑی مہربانی' میں پنجابی میں تقریر کروں گا۔ جناب والا! بات یہ ہے کہ ایکسائیز کا جو عملہ ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے' سارے پاکستان کے شہری جانتے ہیں کہ یہ عملہ ٹیکس collection صحیح نہیں کرتا۔ جہاں اس کی ڈیوٹی لگائیں کسی مل میں لگا دیں کسی بڑے ہوٹل پر ڈیوٹی لگا دیں' ایکسائیز انسپکٹر کی ڈیوٹی جہاں بھی لگا دیں۔ وہ صرف یہ کرتے ہیں کہ اس مل کی Production کے 50 فیصد سے زیادہ حصہ کو بغیر کسی ریکارڈ پر اندراج کئے مل سے باہر نکال کر چور بازاری کا باعث بنتے ہیں۔ ایک تو گورنمنٹ کا ٹیکس کھا جاتے ہیں' دوسرے انکم ٹیکس جو گورنمنٹ نے ان سے حاصل کرنا ہوتا ہے' پروڈکشن کی بنیاد پر وہ بھی چلا جاتا ہے تیسرا جو کھاتوں میں رقم show ہونا ہوتی ہے۔ جس سے یہ پتہ چلنا ہوتا ہے کہ اس ادارے کی Production کتنی ہے' اور اس کی Production کی بنیاد پر مزدوروں کو بونس ملتے ہیں۔ مزدوروں کی Facilities کا مسئلہ ہوتا ہے' جب ان کا ریکارڈ Maintain نہیں ہوگا' جب ان کا ریکارڈ ہی نہیں ہوگا' ریکارڈ میں گھپلا ہوگا' پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ مزدوروں کے جو بونس ہیں ان کو جو سہولتیں ملتی ہیں وہ ختم ہو جاتی ہیں۔ گورنمنٹ کے پیسے کھانے کے ساتھ ساتھ مزدوروں کی سہولتوں کو کھانے کا باعث بن رہے ہیں۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ پراپرٹی ٹیکس کی تشخیص اور انکم ٹیکس کی تشخیص سب غلط کی جا رہی ہے۔ جب سروے ٹیمیں جاتی ہیں تو وہ موقع پر پیسہ لے کر وہ بڑے لوگوں کو رعایت دے دیتے ہیں اور غریب لوگ جو پیسے نہیں دے سکتے ان پر ٹیکس بہت زیادہ لگ جاتے ہیں۔ جناب والا! گاڑیوں

کے نمبر بھی مفت ملتے تھے' جب کوئی apply کرتا تھا تو اسے مل جاتے تھے' لیکن آج گاڑیوں کے نمبر بھی پیسوں کے ساتھ ملتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ ہمارے لئے بڑی قابل غور بات ہے۔ گاڑی کا نمبر اپنی مرضی کے مطابق لے جاؤ' لیکن دینے والے کو بھی اس کی مرضی کے مطابق پیسے دے کر پھر لے کر جاؤ اس طرح نہیں ہو سکتا کہ اس محکمے سے آپ بغیر پیسوں کے نمبر حاصل کر سکیں۔

جناب والا! دوسری سب سے اہم بات یہ ہے کہ افیون کے Head میں گورنمنٹ اتنی کمائی کر رہی ہے جس کا کوئی شمار نہیں - گورنمنٹ 8 پیسے فی گولی کے حساب سے افیون کی وہ گولیاں خریدتی ہے اور اڑھائی روپے فی گولی کے حساب سے اس کی فروخت ہوتی ہے اور اس کی ڈیمانڈ ہسپتال میں اتنی زیادہ ہو چکی ہے' اور لوگوں میں اس کی اتنی مانگ ہے کہ ساڑھے تین روپے فی گولی کے حساب سے ایکسائیز انسپکٹر اسے فروخت کر رہے ہیں۔ اور جناب 8 پیسہ فی گولی کے حساب سے جو گولیاں خریدی جاتی ہیں ایک پیسہ فی گولی کے حساب سے اس پر کمیشن بھی لی جاتی ہے۔ جو ڈائریکٹر جنرل صاحب لیتے ہیں۔ جناب والا! آج ہم اس محکمے کے کسی آدمی سے پوچھ لیں اور یہ بات ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ اس محکمے میں ٹیکس کی Collection صحیح نہیں ہوتی اور اس کی Recoveries صحیح نہیں ہو رہیں اور ایکسائیز کے عملہ نے لوٹ مچا رکھی - یہ دوکاندار کو بھی لوٹ کر کھا رہے ہیں۔ فیکٹری کے مالکان کو بھی لوٹ رہے ہیں۔ یہ عام غریبوں کو بھی لوٹ کر کھا رہے ہیں اور جب ہم کسی محکمے کے ملازم سے پوچھتے ہیں اس محکمے میں اتنی لوٹ مار کیوں ہے وہ کہتے ہیں کہ نیچے سے لے کر اوپر تک ہمیں متھلیاں دینی پڑتی ہیں اور کئی لوگوں کا اس محکمے سے تعلق بھی کوئی نہیں ہوتا۔ لیکن ان کی عزیزداریاں ہوتی ہیں اور ان کی عزیزداریوں کی وجہ سے ہمیں متھلیاں دینی پڑتی ہیں - جناب والا! یہ باتیں اکثر ہوتی ہیں اور لوگ ان کو عام طور پر جانتے ہیں۔ میں آپ کو اس طرح کے خالی کاغذ بھی دکھا سکتا ہوں جن پر لکھا ہوگا کہ :- He may be appointed as Clerk. He may be appointed as peon.

اور نیچے دستخط ہوں گے اور اس درخواست پر نہ تو جناب اور نہ ہی جناب والا! کچھ نہیں لکھا ہوگا اور جناب یہ آرڈر بکتے ہیں' درخواست بعد میں ٹائپ ہوتی ہے اور حکم پہلے ہی ملا ہوتا ہے۔ جناب والا! یہ باتیں بڑی قابل غور ہیں اور حکومت پنجاب کو چاہیے کہ اس محکمے کا سختی سے نوٹس لے اور اس محکمے کی دھاندلیوں کو ختم کرے۔ میں آپ کا بڑا مشکور ہوں کیونکہ میں نے آپ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ تین منٹ میں اپنی بات ختم کروں گا۔ بڑی مہربانی

جناب سپیکر: وزیر آب کاری و محصولات

وزیر آب کاری و محصولات (چودھری اختر رسول) : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ کٹوتی کی تحریک پر ......

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! ہمارے پوائنٹ منسٹر صاحب نے نوٹ نہیں کئے اور جو تقریر ان کو محکمے نے لکھ کر دے دی ہے اور اسے یہاں پڑھ دیں گے ۔ کیونکہ ہم دیکھتے رہے ہیں کہ انہوں نے یہاں نوٹس نہیں لئے دی ریاض حشمت جنجوعہ صاحب نے بھی جو باتیں کی ہیں انہوں نے وہ بھی نوٹ نہیں کیں۔ اور جو باتیں میں نے کی ہیں وہ بھی نوٹ نہیں کیں۔

جناب سپیکر: راہی صاحب اب آپ تشریف رکھیں۔

وزیر آب کاری و محصولات: جناب سپیکر! میں نے اور دوسرے معزز اراکین نے بڑے تحمل سے بڑی ہمت سے اور بڑی محبت سے ان کی باتیں سنی ہیں' میں ان سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ محبت تو ان میں نہیں ہے' ان کے کسی فرد میں نہیں ہوسکتی کم از کم ہماری متعلقہ باتیں ہی سن لیں۔

جناب سپیکر! تحریک کٹوتی مطالبہ زر نمبر 3 جو کہ مبلغ -/2,13,62,600 روپے کے متعلق ہے جس میں ایک روپے کی کمی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اور معاملے کو زیر بحث لانے کے لیے استدعا کی گئی ہے تاکہ مطالبہ زر ان کے پس منظر کی پالیسی پر بحث کی جاسکے۔ جناب والا! میں اس امعزز ایوان چاہوں گا کہ یہ مطالبہ زر اخراجات کے متعلق ہے جو قانون امتناع منشیات اور نفاذ حدود آرڈر 1979ء کی سکیموں کے سلسلے میں کئے جاتے ہیں' اس معزز ایوان کو یہ پہلے سے علم ہے کہ ہر قسم کے نشہ آور اشیاء بعض افیون ہیروئن چرس اور شراب وغیرہ کا استعمال ممنوع ہے۔ جس میں ملوث افراد کو قید اور جرمانے کی سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ تمام بڑی شاہ راہوں پر چیک پوسٹیں قائم کر دی گئی ہیں۔ تاکہ متحرک اور مستعد سٹاف کے ذریعے ان اشیاء کی آمد کو روکا جاسکے۔ اس معزز ایوان کو بخوبی علم ہے کہ صوبہ پنجاب میں افیون پیدا نہیں ہوتی' یہ صوبہ صرف راہداری کے لیے استعمال ہوسکتا ہے۔ اس لئے مشکوک گاڑیوں کی پڑتال' مختلف شاہ راہوں پر صوبے میں داخل ہونے والی جگہوں پر کرلی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں صوبے میں مختلف لائسنس یافتہ کمرشل سپرٹ کی کشید گاہیں موجود ہیں۔ جو کہ تعلیمی' سائنسی تحقیقاتی اور تعمیراتی اغراض کے لیے سپرٹ مہیا کرتی ہیں - اور ان تمام کشید گاہوں میں محکمہ ہذا کا عملہ متعین ہوتا ہے۔ تاکہ اس بات کی نگرانی کی جاسکے کہ یہ سپرٹ صرف جائز اغراض کے لیے استعمال ہو رہا ہے۔ اگر وہاں سے نگران عملہ بلا لیا جائے تو اس کی صحیح طور پر نگرانی نہ ہونے کی باعث صرف نشہ

آور اشیاء کے پھیلاؤ کا مزید خطرہ ہے' بلکہ وفاقی قانون امتناع منشیات اور نفاذ حدود آرڈر 1979ء کی بھی خلاف ورزی ہے۔ جناب سپیکر! یہ نفاذ حدود آرڈر 1979ء جو کہ وفاقی قانون ہے اس پر صوبائی اسمبلی میں بحث نہیں ہو سکتی۔ میں اس معزز ایوان کو یہ بتانا چاہوں گا کہ پچھلے تین برسوں میں ــــ

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! اگر اجازت ہو تو ــــ

جناب سپیکر: جناب راہی صاحب' آپ تشریف رکھیں اگر آپ ان کو Interrupt نہ کریں تو بہتر بات ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں ان کو Interrupt نہیں کرنا چاہتا' میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ یا آپ ہمیں رولنگ دے دیں کہ Policy Statement اور وہ نکات جو اس معزز ایوان میں اٹھائے گئے ہیں' ان کا جواب دیتے ہیں اور Policy Statement جاری کرنے میں فرق ہے۔ جناب سپیکر! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے Policy Statement نہیں دینی بلکہ ہمارے نکات کا جواب دینا ہے۔ Policy Statemnet تو ٹھیک ہے یہ پڑھ سکتے ہیں لیکن ہمارے نکات کا جواب یہ حرف بحرف پڑھ کر دے رہے ہیں یہ تو مناسب نہیں اگر یہ بات مناسب ہے تو آپ اس پر میرے خیال میں رولنگ دے دیں۔

وزیر آب کاری و محصولات: جناب والا! اگر یہ بیٹھے رہیں تو ان کی اپنی ہر بات کا جواب مل جائے گا۔

جناب سپیکر: راہی صاحب! تشریف رکھیں ابھی وزیر موصوف Policy Statement پڑھ رہے ہیں اس کے بعد آپ کے نکات کا بھی جواب دیں گے۔

وزیر آب کاری و محصولات: جناب والا! یہ تو حوصلے کی بات ہے میں ان کے نکات کا جواب ضرور دوں گا۔ میں معزز رکن کو یہ درخواست کروں گا کہ وہ ذرا صبر کریں۔ جناب والا! میں معزز ایوان کو یہ بتانا چاہوں گا کہ محکمہ ہذا نے پچھلے تین برسوں میں نشہ آور اشیاء کے متعلق جن مقدمات کا ذکر کیا ہے ۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ 1984ء میں محکمہ ایکسائز نے 2906 افراد کو گرفتار کیا جن کے قبضے

سے تقریباً 266 کلو ہیروئن 617 کلو گرام افیون' 30597 کلو گرام چرس برآمد کی - پھر اسی طرح 1985ء میں 3904 افراد کو گرفتار کیا گیا۔ ان کے قبضے سے 121 کلو گرام ہیروئن' 189 کلو گرام افیون اور 683 کلو گرام چرس برآمد کی گئی - پھر اسی طرح 1986ء میں 4471ء افراد کو گرفتار کیا گیا ان کے قبضے سے 206 کلو گرام ہیروئن 222 کلو گرام افیون' 2936 کلو گرام چرس برآمد کی گئی۔ پھر مارچ 1987ء تک 1349 افراد کو گرفتار کیا گیا جن کے قبضے سے 40 کلو گرام ہیروئن 21 کلو گرام افیون اور 166 کلو گرام چرس برآمد کی گئی۔

جناب سپیکر! میرے فاضل رکن نے جیل روڈ پر واقع افیون فیکٹری کے بارے میں بھی بات کی ہے۔ اس کے بارے میں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ افیون فیکٹری لاہور میں قائم شدہ نہ صرف پنجاب کی بلکہ پاکستان کی واحد فیکٹری ہے جسے نہ نفع اور نہ نقصان کی بنیادوں پر چلایا جا رہا ہے - یہ فیکٹری افیون کی گولیاں تیار کرتی ہے جو کہ نشہ کے عادی مریضوں کو جو اضطرار کی شرط کے تحت آتے ہیں۔ متعلقہ ہسپتال کے میڈیکل افسران کی تصدیق پر ان میں تقسیم کی جاتی ہیں - علاوہ ازیں فیکٹری ہذا میں ادویاتی افیون پاوڈر بھی تیار کیا جاتا ہے جو کہ مختلف ادویات کی تیاری میں ادویہ ساز ادارے اور یونانی دواخانے استعمال کرتے ہیں - اور یہ پاوڈر جس دوائی کا جزو ہوتا ہے اس کی بات محکمہ ہذا کی تصدیق کر لیتا ہے کہ ادویاتی افیون پاوڈر صرف اور صرف ادویہ سازی کے لے استعمال ہو رہا ہے اگر افیون کی گولیاں نشہ کی عادی مریضوں کو یا ادویاتی افیون پاوڈر متعلقہ ادویہ ساز اداروں کو نہ مہیا کیا جائے تو امن عامہ کی صورت حال کا خطرہ پیدا ہوتا ہے اور اس جگہ یہ بتانا غیر مناسب نہ ہوگا کہ ادویہ سازوں کی لائسنسنگ مرکزی حکومت کے دائرہ اختیار میں ہے - ادویات کی تیاری اور افیون کی گولیاں کا مہیا کرنا نفاذ حدود آرڈر 1979ء کے تحت جائز ہے۔ جو کہ ایک وفاقی قانون ہے اور جسے یہاں پر زیر بحث نہیں لایا جاسکتا۔

جناب والا! میرے محترم دوست ریاض حشمت جنجوعہ صاحب نے کاروں کے رجسٹریشن کے بارے میں بات کی ہے تو میں ان کی خدمت میں اور معزز ایوان کی خدمت میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ رجسٹریشن نمبر اسی وقت الاٹ ہوتا ہے جب series شروع ہوتی ہے لیکن جب ایڈوانس نمبر الاٹ کئے جاتے ہیں تو ان لوگوں پر یہ بات واضح کر دی جاتی ہے انہیں تحریری اور زبانی طور پر بتا دیا جاتا ہے کہ اس وقت تک انہیں گاڑی نمبر Disclose کرنے کی اجازت نہیں جب تک کہ اس کی series شروع نہ ہو۔ جناب والا! اگرچہ فضل حسین راہی صاحب نے بھی کچھ الزامات لگائے ہیں۔ میں ان کی

خدمت میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ جہاں حکومت صوبہ میں منشیات کے کاروبار کو روکنے کے لیے اپنا دن رات ایک کئے ہوئے ہے وہاں ان کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ یہ بھی ہماری مدد کریں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب والا! میں معزز ایوان سے درخواست کروں گا کہ کٹوتی کی اس تحریک کو قواعد کے خلاف ہونے کے سبب رد کر دیا جائے۔ شکریہ۔

میاں محمد اسحاق: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: جی میاں صاحب

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! میں علم میں اضافے کے لے آپ سے عرض کروں گا۔ اور میں یہ پوچھنا چاہوں گا۔ جناب والا! کہ کل وزیر زراعت نے جو اس طرح کی policy Statement دی ہے۔ آپ آج پاکستان ٹائمز اخبار دیکھیں کہ ہم نے پہلے اس پر جو کٹ موشن دی تھی اس پر تمام حزب اختلاف کے ممبران نے تقریریں کیں۔ ہم نے موو کیا۔ اور قواعد انضباط کار کے تحت سارا ہاؤس کل چلا گیا مگر آج یہ طریقہ ہمارے سامنے ہے اس پر آپ سے رولنگ چاہتے ہیں کہ کیا واقعی، ہم اپوزیشن والے سوالات کرتے ہیں ان اعتراضات کے جواب میں انہیں ہمیں واپسی پر Satisfaction دینی چاہیے یا نہیں کہ جو لکھا ہوا اس کو ایک دم پڑھ کر ختم کر دیا جائے۔ اس پر ہم جناب والا! آپ سے رولنگ چاہتے ہیں۔ یہ صرف اپنے سیکھنے کے لیے ہے کہ اگر ایسا ہے تو ہم آئندہ تقریریں نہیں کریں گے۔ پھر جو وہ بیان دیں گے ہم اسے قبول کریں گے۔

جناب سپیکر: یہ آپ قائد حزب اختلاف سے دریافت فرما لیں آپ کے قریب بیٹھے ہیں کہ کیا چیئر کی طرف سے وزراء کو Instructions issue کی جا سکتی ہیں کہ وہ اپنے جواب کا حق جو کٹ موشن پر استعمال کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی تقریر کریں۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب ہم کٹوتی موو کرتے ہیں پھر اس پر ہم سوال کرتے ہیں اعتراضات کرتے ہیں، کیا وزیر موصوف یا وزیر متعلقہ کی طرف سے ان کے جواب اس وقت ہاؤس میں آنے چاہئیں یا نہیں؟

جناب سپیکر: میاں افضل حیات ککا ارشاد فرماتے ہیں؟

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! جوابات تو اس بات کے آنے چاہئیں جو سوال ہوں۔

جناب سپیکر: لیکن اگر exactly ایک ایک سوال کا جواب اس انداز میں نہ آئے تو پھر کیا ہونا چاہیے......

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! Exactly تو ہونا بھی مشکل ہوتا ہے لیکن جو موٹی موٹی بات ہوتی ہے اس ساری کا جواب آنا چاہئے یہ نہیں ہونا چاہئے کہ سوال گندم اور جواب جَو ہو ۔

وزیر زراعت: جناب والا! اگر وزیر متعلقہ اس اعتراض کو اس قابل ہی نہ سمجھے کہ اس کا جواب دیا جائے تو یہ ان کی مرضی ہے اگر وہ اس سے Convince ہی نہیں ہوتے اور وہ بات اس قابل ہی نہیں تو وہ سمجھیں تو اس کا جواب دیں اور نہ سمجھیں تو نہ دیں۔ یہ تو ہاؤس کی بات ہے کہ وہ Convince کرے۔ منسٹر کو پابند تو نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے اعتراض کا جواب ان کے مطابق دیا جائے۔

جناب سپیکر: دراصل میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بارے میں کوئی Hard and fast rules نہیں ہو سکتے کہ متعلقہ منسٹر کس قسم کا جواب دیں ـــ ؟

وزیر قانون: بعض اوقات خاموشی اختیار کرنی پڑتی ہے ...... (قہقہے)

میاں محمد افضل حیات: جناب والا ! آج ایک خاص بات ادھر سے ہوئی تھی اور اس کا عمداً ایسے ہی ذکر آگیا کہ ہم نے بار بار یہ کہا تھا کہ زید بن سلطان ہسپتال پنجاب گورنمنٹ کے کنٹرول میں ہونا چاہئے۔ یہ دو تین دفعہ بات ہوئی اور اس کا بڑا مطالبہ تھا لیکن اس کے متعلق کوئی جواب ہی نہیں آیا۔ میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ بات بالکل جائز نہیں تھی یا اس کے اوپر مطالبہ غلط تھا۔ میں اس قسم کی کئی مثالیں دے سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: لیکن اس بارے میں صورت یہ ہے کہ آپ کے اعتراضات ہوتے ہیں۔ کٹ موشنز پر آپ تقریریں کرتے ہیں آپ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ مطالبہ زر ناجائز ہے اس میں فلاں فلاں چیز پر آپ کو اعتراض ہے۔ تو یہ وزیر متعلقہ نے خود ذاتی طور پر اس بات کا تعین کرنا ہے کہ ان کا جواب کتنا Comprehensive ہونا چاہئے' آپ کے اعتراضات کا اس میں کتنا احاطہ ہونا چاہئے۔ کس طرح ایک ایک چیز کو انہیں Tackle کرنا چاہئے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پورا ایوان

ان تمام باتوں کا مشاہدہ کر رہا ہے یہ ان چیزوں کو نظر میں رکھے ہوئے ہے کہ کون سی باتیں کیسی ہو رہی ہیں اور کن باتوں کا کیسے جواب دیا جا رہا ہے اور اس ایوان کے علاوہ یہاں جو کارروائی ہو رہی ہے ساری قوم اور سارے پنجاب کے عوام اس کو دیکھ رہے ہیں اور پھر ہماری پریس گیلری اس کو دیکھ رہی ہے تو اس سے زیادہ میں سمجھتا ہوں کہ اور کوئی قدغن کسی بات پر چیئر کی طرف سے نہیں لگائی جا سکتی۔

جناب فضل حسین راہی (پنجابی) : جناب سپیکر! میں نے ایک نکتہ اٹھایا تھا کہ ایکسائز کا محکمہ production کو ریکارڈ پر لائے بغیر ہی 50 % سے زیادہ نکال لیتا ہے۔ اس کا جواب تو منسٹر صاحب نے دیا ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو باتیں ہم کرتے ہیں کم از کم ہمیں مطمئن تو کریں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ ان میں صلاحیت ہی نہیں مطمئن کرنے کی ...

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! یہ بات ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں یہ وفاقی حکومت کے دائرہ اختیار میں آتی ہے ۔۔

جناب سپیکر: جناب چودھری صاحب آپ تشریف رکھیں۔ اس میں میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جناب راہی یہ آپ پہلے ہی تصور کر لیتے ہیں کہ آپ کو پنجابی زبان میں بات کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے اس کے لئے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں ہمیشہ اجازت حاصل کرتا ہوں اب بھی میں نے Request کی تھی اور پھر آپ خاموش رہے۔ خاموشی نیم رضا مندی ہوتی ہے اس لئے میں سمجھا کہ مجھے اجازت مل گئی ...

جناب سپیکر: جی آپ نے اجازت حاصل نہیں کی ......

جناب فضل حسین راہی: سر! آپ ٹیپ چلا کر دیکھ لیں میں نے کہا۔ جناب والا! پنجابی میں اجازت دی جائے۔ آپ خاموش رہے' خاموشی نیم رضا مندی ہوتی ہے تو میں نے شروع کر دی ...

جناب سپیکر: تو اس کے لئے باقاعدہ اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔

جناب فضل حسین راہی: اس لئے Request کی تھی ...

سید اقبال احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر سر...

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اب اس پر ووٹنگ ہو جانی چاہئے۔۔۔

سید اقبال احمد شاہ: سر ایک چھوٹی سی بات کرنا چاہتا تھا۔ وہ یہ بات تھی کہ جو مناسب اعتراض ہوتا ہے وزیر صاحب جواب دے دیتے ہیں اب جو سرے سے بات ہی نہیں ہے اس کا جواب وزیر صاحب کیا دیں۔۔۔

جناب فضل حسین راہی: سر ان کا جواب اچھا ہے ان کی بجائے انہیں منسٹر لگا دیا جائے۔۔۔

جناب سپیکر: لیکن آپ کی طرف سے اس بات کی بھی قطعاً ضرورت نہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: ہم کٹوتی کی تحریکیں پیش کرتے ہیں اور اس میں ہم بہت سے الزامات اور بہت سے حقائق سے پردہ اٹھاتے ہیں اور اس کے جواب میں وزیر صاحب کو جوابدہی کا جو حق دیا گیا ہے اس کے تحت میرے خیال میں ان پر یہ لازم ہے کہ وہ ہماری باتوں اور ہمارے الزامات کا جواب دیں۔ لیکن یہاں ہمارے ایوان میں پریکٹس چل رہی ہے کہ ڈرامہ کے اداکار کی طرح ان کو لکھا ہوا script دے دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: اس پر تو فیصلہ ہو چکا ہے آپ نے شاید توجہ نہیں فرمائی۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر!

وزیر زراعت: شاہ صاحب سے ہم درخواست کریں گے کہ بڑا Gentlemanly agreement ہوا تھا اگر اسی طریقے سے چلتا رہا تو پھر وہ اعتماد جو ایک دوسرے پر ہے وہ ختم ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب نے خود اس بات کا اقرار کیا ہوا ہے۔

وزیر زراعت: اگر اس طرح اس اعتماد کو ٹھیس پہنچائی گئی تو آئندہ کسی agreement کا کیا امکان ہو سکتا ہے؟ ہم اپنے فاضل دوست قائد حزب اختلاف سے درخواست کریں گے کہ بارہ بجے کے بعد اب ایک بج رہا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب تشریف رکھیں۔ شاہ صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! آپ نے مجھے حکم دیا اور انہوں نے ہماری تجویز سے اتفاق کیا۔۔۔۔

جناب سپیکر: یہ آپ کس نکتے پر بول رہے ہیں ؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں نکتہ وضاحت پر بول رہا ہوں۔

جناب سپیکر: کس چیز کا نکتہ وضاحت ؟

سید طاہر احمد شاہ: جو چودھری عبدالغفور صاحب نے اٹھایا ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے آپ کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! انہوں نے مجھے مخاطب کیا ہے۔

جناب سپیکر: ان سے پہلے آپ کھڑے ہو گئے تھے۔

سید طاہر احمد شاہ: میں تو پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوا تھا۔

جناب سپیکر: فرمائیے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ اس بات پر آپ نے فرمایا ہے کہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اب چونکہ فیصلے کا لفظ آ گیا ہے۔ یہ ایک روایت اور رولنگ بن جائے گی۔ آپ رولنگ دے دیجئے کہ جب حزب اختلاف کی طرف سے کٹوتی کی تحریکوں پر کیسی مطالبہ زر کے سلسلے میں اعتراضات اٹھائے جائیں' خامیوں کی نشاندہی کی جائے تو اس کی جوابی تقریر متعلقہ انچارج وزیر کی طرف سے کی جاتی ہے تو کیا ان کی تقریر policy matter ہوتا ہے کہ جو پڑھ کر سنا سکتے ہیں یا ان کی تقریر زبانی ہونی چاہئے البتہ وہ نوٹس سے استفادہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اس بات پر ہم مجبوراً آپ کی رولنگ چاہیں گے کہ اگر یہ Policy statement کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ جوابی تقریر فی البدیہہ اور زبانی وزیر متعلقہ کو کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! تشریف رکھیں' اس کے بارے میں ہم روایات دیکھیں گے۔ پچھلی کارروائیوں کو دیکھیں گے کہ یہ پریکٹس کیسے رہی ہے تو پھر آپ کو اس بارے میں کچھ عرض کریں گے۔ اس بات کا ٹھیک طریقے سے مشاہدہ کرنے کے بعد میں کچھ بتانے کی پوزیشن میں ہوں گا۔

سید طاہر احمد شاہ: آپ بتائیں گے یا رولنگ صادر فرمائیں گے ؟

مطالبہ زر نمبر3

جناب سپیکر: بتانا بھی رولنگ ہی ہے۔ اب سوال یہ ہے۔

کہ مطالبہ زر نمبر3 کے بارے میں کٹوتی کی تحریک:

"کہ 2,13,62,600 روپے کی کل رقم بسلسلہ میزان (مطالبہ نمبر3) صوبائی آبکاری کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔ جو اس کے حق میں ہیں وہ ہاں کہیں گے اور جو اس کے خلاف ہیں وہ نہ کہیں گے۔

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے

"کہ ایک رقم -/2,13,62,600 سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جو اس تحریک کے حق میں ہیں وہ ہاں کہیں گے اور جو خلاف ہیں وہ نہ کہیں گے۔

(تحریک منظور کی گئی)

(حزب اختلاف کی طرف سے تحریک کے منظور ہونے پر اعتراض کیا گیا تو جناب سپیکر نے رائے شماری کرائی۔ رائے شماری کے ذریعے بھی تحریک منظور ہوئی)

جناب فضل حسین راہی: اگر خفیہ ووٹنگ کرائی جاتی تو ہمارے ووٹ زیادہ ہوتے۔

وزیر آبکاری و محصولات: میں فضل حسین راہی سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ خفیہ کام کرنا چھوڑ دیں۔

مطالبہ نمبر1

جناب سپیکر: آرڈر پلیز! اب ہم مطالبہ زر نمبر1 سے شروع کریں گے۔ اگر آپ کٹوتی کی تحریک پیش نہیں کریں گے تو وہ واپس لی گئی تصور ہوں گی۔ وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبر1 سے شروع کریں گے۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/3,92,500 روپے سے متجاوز نہ ہو ۔ گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر سلسلہ مد افیون برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے:

"کہ ایک رقم جو -/3,92,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر سلسلہ مد افیون کرنا پڑیں گے"

اس میں کٹوتی کی تحاریک ہیں لیکن وہ پیش نہیں کی جا رہی ہیں - اس لئے یہ واپس لی گئی متصور ہوں گی۔ اب سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/3,92,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر سلسلہ مد افیون برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جو اس تحریک کے حق میں وہ ہاں کہیں اور جو اس کے خلاف ہیں وہ نہ کہیں۔

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر2

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/15,92,62,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس پر کٹ موشن ہے جو پیش نہ ہونے کی صورت میں withdrawn تصور ہوگی' لہذا یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/15,92,62,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر4

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/10,8,19,700 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اسٹامپ برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس پہ کٹ موشنز نہیں ہیں۔ یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/10,8,19,700 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اسٹامپ برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر5

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/19,23,41,700 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے

دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور
پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس پہ کٹ موشنز ہیں جو کہ withdrawn تصور ہوں گی۔ اور یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/19,23,41,700 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان
اخراجات کی کفالت کے لیئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے
دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور
پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر6

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/33,15,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان
اخراجات کی کفالت کے لیئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے
دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور
پر بسلسلہ مد رجسٹریشن برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں کٹ موشنز نہیں ہیں' اور یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/33,15,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان
اخراجات کی کفالت کے لیئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے
دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور
پر بسلسلہ مد رجسٹریشن برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر7

وزیر خزانہ: جناب والا میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/1,93,29,300 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قوانین موٹر گاڑی ہائے برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس پہ کٹ موشنز نہیں ہیں' یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/1,93,29,300 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قوانین موٹر گاڑی ہائے برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر8

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/3,68,56,600 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد دیگر ٹیکس و محصولات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں بھی کٹ موشنز نہیں ہیں اور یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/3,68,56,600 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لئے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ دیگر ٹیکس و محصولات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر9

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/1,68,37,96,200 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: ایک تحریک پیش کی گئی ہے جس میں کٹ موشنز ہیں اور کٹ موشنز پیش نہیں ہوئیں۔ لہذا یہ withdrawn تصور ہوں گی اب سوال یہ ہے

"کہ ایک رقم جو -/1,68,37,96,200 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر10

وزیر خزانہ: جناب والا میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/53,35,29,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ انتظام عمومی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/53,35,29,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے

دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور
پر بسلسلہ مد انتظام عمومی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر 11

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/16,42,95,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد نظم و نسق و عدل گستری برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/16,42,95,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد نظم و نسق و عدل گستری برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر 12

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/19,14,08,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/19,14,08,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان

اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر 13

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/1,53,74,16,600 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/1,53,74,16,600 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر 14

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/38,23,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور بسلسلہ مد عجائب خانہ جات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/38,23,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عجائب خانہ جات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر 15

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/5,58,78,20,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/5,58,78,20,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر 17

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/7,29,86,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صحت عامہ برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/7,29,86,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صحت عامہ برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر18

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/56,54,85,700 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/56,54,85,700 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر19

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/2,67,84,800 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان جات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ماہی پروری برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/2,67,84,800 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ماہی پروری برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر20

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/26,23,21,600 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امور حیوانات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/26,23,21,600 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امور حیوانات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر21

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/6,31,65,800 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امداد باہمی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں کوئی کٹ موشن نہیں ہے۔ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/6,31,65,800 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امداد باہمی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر22

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/10,06,54,200 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صنعت و حرفت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں کٹ موشنز جملہ اراکین اپوزیشن کی طرف سے سے پیش نہ ہونے کی وجہ سے withdrawn متصور ہوگی۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/10,06,54,200 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ صنعت و حرفت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر23

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/19,75,63,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے-

دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور
پر بسلسلہ مد متفرق محکمہ جات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں کٹ موشنز جملہ اراکین اپوزیشن کی طرف سے پیش نہ ہونے کی وجہ سے withdrawn متصور ہوں گی۔

تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/19,75,63,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان
اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے
دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور
پر بسلسلہ مد متفرق محکمہ جات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ نمبر24

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/59,59,16,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان
اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے
دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور
پر بسلسلہ مد سول ورکس برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں کوئی کٹ موشن نہیں ہے۔

تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/ 59,59,16,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان
اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے
دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور
پر بسلسلہ مد سول ورکس برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر25

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/54,83,62,700 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مواصلات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: وقت میں پندرہ منٹ کی توسیع کی جاتی ہے.....

اس میں کٹ موشنز جملہ اراکین کی طرف سے پیش نہ ہونے کی وجہ سے withdrawn متصور ہوں گی۔

تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/54,83,62,700 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مواصلات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک باتفاق رائے منظور کی گئی)

جناب سپیکر: ہم آج اس بجٹ کے موقع پر گلوٹین apply نہیں کرنا چاہتے -اور آج اس ایوان کی یہ ایک نئی بات بنے گی کہ گلوٹین کے بغیر بجٹ پاس ہوا۔ اور اس میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے خوبصورت تعاون کی ایک جھلک نظر آئے گی۔

(نعرہ ہائے تحسین)

مطالبہ زر نمبر26 :

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/23,06,47,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور

پر بسلسلہ مد تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں جملہ اراکین حزب اختلاف کی طرف سے کٹ موشنز ہیں جو پیش نہیں کی گئی اس لئے withdrawn متصور ہوں گی۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/23,06,47,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر 27

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/1,59,99,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امداد (ریلیف) برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں کٹ موشنز ہیں جو پیش نہ ہونے کی وجہ سے withdrawn تصور ہوں گی۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/1,59,99,500 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امداد (ریلیف) برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر 28

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/90,52,52,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پیرانہ سالی و پنشن برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں کٹ موشن نہیں ہے۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/90,52,52,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ پیرانہ سالی و پنشن برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر 29

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/8,17,45,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سٹیشنری و طباعت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں کٹ موشن نہیں ہے۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/8,17,45,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سٹیشنری و طباعت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر30

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/1,74,26,82,100 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ زر اعانت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں کٹ موشن نہیں ہے۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/1,47,26,82,100 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زر اعانت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر31

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/36,78,57,100 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرق برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں جملہ اراکین حزب اختلاف کی طرف سے کٹ موشنز ہیں جو پیش نہ ہونے کی وجہ سے withdrawn متصور ہوں گی۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/36,78,57,100 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان

اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرق برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر 32

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/1,43,34,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ شہری دفاع برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس میں کٹ موشنز ہیں جو پیش نہ ہونے کی وجہ سے withdrawn متصور ہوں گی۔ یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/1,43,34,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ شہری دفاع برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر 34

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/61,66,97,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد میڈیکل سٹور اور پتھر کے کوئلہ کی سرکاری تجارت برداشت کرنا برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/61,66,97,400 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد میڈیکل سٹور اور پتھر کے کوئلہ کی سرکاری تجارت برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر35

وزیر خزانہ: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/17,00,00,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری ملازمین کو قرضہ جات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/17,00,00,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری ملازمین کو قرضہ جات مد سرکاری ملازمین کو قرضہ برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر36

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/3,55,61,65,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان

اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/3,55,61,65,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر 37

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/59,45,00,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیرات آبپاشی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اس پر کٹ موشن نہیں ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/59,45,00,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیرات آبپاشی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر 38

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/4,94,25,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زرعی ترقی و تحقیق برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اس پر کٹ موشن نہیں ہے سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/4,94,25,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زرعی ترقی و تحقیق برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر39

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم -/1,50,93,000 جو روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صنعتی ترقی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اس پر کٹ موشن نہیں ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/1,50,93,000 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صنعتی ترقی برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر40

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو -/31,10,000روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری ترقیات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اس پر کٹ موشن نہیں ہے سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو -/31,10,000روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری ترقیات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر41

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو 1 ارب 92 کروڑ 70 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شاہرات و پل برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس پر کوئی کٹوتی کی تحریک نہیں ہے' لہذا سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو 1 ارب 92 کروڑ 70 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شاہرات و پل برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر42

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو 2 ارب 42 لاکھ 56 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری عمارات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس پر کٹوتی کی تحریک نہیں۔ سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو 2 ارب 43 کروڑ 56 لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری عمارات برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر 43

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو 1 کروڑ 1 لاکھ 7 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس پروجیکٹس برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس پر کٹوتی کی تحریک نہیں ہے لہذا سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو 1 کروڑ 1 لاکھ 7 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس پروجیکٹس برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

مطالبہ زر نمبر 44

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

"کہ ایک رقم جو 73 کروڑ 93 لاکھ 59 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے بلدیات' پورٹ فنڈز برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: اس پر بھی کوئی کٹوتی کی تحریک نہیں لہٰذا سوال یہ ہے:

"کہ ایک رقم جو 73 کروڑ 93 لاکھ 59 ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ان اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1988ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے بلدیات' پورٹ فنڈز برداشت کرنا پڑیں گے۔"

(تحریک منظور کی گئی)

جناب سپیکر: میں یہ سمجھتا ہوں کہ بجٹ اس انداز میں اس اسمبلی کی تاریخ میں پہلی دفعہ پاس ہوا ہے کہ اپوزیشن کی کٹوتی کی تحاریک کے باوجود گلوٹین استعمال کرنے کا انتہائی ناخوشگوار فریضہ جو ہر بجٹ کے موقع پر ادا کرنا پڑا' اس دفعہ یہ ادا نہیں کیا گیا۔ یہ موجودہ پنجاب اسمبلی کی تاریخ میں پہلی دفعہ واقعہ ہوا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور ہمیں اس بات کی بے حد خوشی ہے۔ جس میں میں سمجھتا ہوں کہ حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا آپس میں جو تعاون کا جذبہ کار فرما رہا۔ یہ صرف اس کی بدولت ہے اور میں اس بجٹ کے پاس کرنے کے موقع پر مزید قانون' قائد حزب اختلاف جملہ وزراء اور جملہ اراکین کو اس اچھے موقع پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں...... (قطع کلامیاں)

آوازیں: اجلاس اتوار کو رکھیں (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز ذرا سنیے۔ میاں محمد افضل حیات صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! یہ ایک روایت رہی ہے کہ اس مقصد کے پیش نظر

cut motions کے دوران ایک اچھے طریقے سے اہم موضوعات پر بحث ہوسکے ہمیشہ سے اپوزیشن اور گورنمنٹ میں compromise ہوتا ہے تاکہ بہتر تجاویز یہاں آسکیں۔ اور اس کے تحت اس دفعہ بھی یہ معاہدہ ہوا ہے جیسے کہ ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ پہلے دن گورنمنٹ کا رویہ کچھ اس قسم کا تھا اور مداخلت اتنی زیادہ تھی کہ ہمیں احتجاجاً باہر جانا پڑا۔ لیکن اس کے بعد گورنمنٹ نے بھی بالکل رواداری کے ساتھ ہماری باتیں سنیں۔ اس کے ساتھ میں آپ کے سامنے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اپوزیشن کا رویہ ہمیشہ سے یہ نہیں رہا کہ تنقید برائے تنقید ہو۔ ہمارے ہاں ہمیشہ سے تنقید برائے تعمیر ہوتی ہے۔ تاکہ ہم بہتر سے بہتر ہوتے چلے جائیں۔ جناب والا! میں آپ کے توسط سے یہ یقین دلاتا ہوں کہ اپوزیشن کا رویہ ہمیشہ مثبت رہا ہے اور جب بھی کوئی غیر مثبت بات ہوئی ہے تو صرف اس وقت ہم نے احتجاج کیا ہے اور مثبت بات پر مثبت رویہ آپ نے دیکھا جب بھی کوئی ایسی بات ہوئی ہے اور گورنمنٹ کا رویہ ٹھیک تھا ہم نے پوری دلچسپی کے ساتھ اور پوری محنت کے ساتھ ایوان کی کارروائی میں حصہ لیا ہے اور ہمارے اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے سب ممبران نے اس پر محنت کی ہے تاکہ صحیح طریقے سے گورنمنٹ کی خامیوں کی نشان دہی کی جاسکے۔

وزیر زراعت: جناب والا!! آپ کی اجازت سے ہم بھی اپنے دوستوں کی طرف سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور یہ یقین دہانی کرانا چاہتے ہیں کہ ان کے مثبت رویے کا جواب ہمیشہ مثبت دیا جائے گا اور امید کرتے ہیں کہ صرف واک آوٹ برائے واک آوٹ نہیں ہوگا۔ اور ہماری طرف سے ایسی بات بھی نہیں ہوگی۔ ہم ان کے تعمیری رویے کی تعریف کرتے ہں اور ہم اپنے ساتھیوں کو داد دیتے ہیں کہ جنہوں نے مسلسل ان موضوعات پر تقاریر سنیں۔ اور ہاؤس میں بڑی بردباری اور بڑے اچھے طریقے سے بیٹھے رہے آپ کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نہایت خوش اسلوبی سے بجٹ اجلاس جاری رکھا۔

جناب سپیکر: شکریہ - اب اسے ہفتہ کے روز......

آوازیں: اگلی نشست اتوار کو رکھیں (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: ذرا سنئے تو سہی - (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز- آرڈر پلیز (قطع کلامیاں)

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: سید طاہر احمد شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں - (قطع کلامیاں)

شاہ صاحب! ٹائم مزید بڑھانا پڑے گا۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں بڑا ضروری پوائنٹ آف آرڈر اٹھانا چاہتا ہوں' اگر آپ مناسب سمجھیں تو وقت بڑھا دیں تاکہ پوائنٹ آف آرڈر پیش کر دوں' اگر آپ مناسب نہیں سمجھتے تو پھر میں چپ ہوں'

جناب سپیکر: کیا یہ ممکن ہے کہ آپ اگلے یوم کار پر یہی پوائنٹ آف آرڈر پیش کریں؟

سید طاہر احمد شاہ: میں سمجھتا ہوں کہ یہ آج کے لیے ضروری ہے لیکن اگر آپ اس کے برعکس مناسب سمجھتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر: آپ سمجھ لیں کہ یہ کتنا ضروری ہے' میں پوائنٹ آف آرڈر کو کیسے انکار کر سکتا ہوں' میں وقت کتنا بڑھا دوں؟

سید طاہر احمد شاہ: میری نظر میں تو یہ بہت ضروری ہے۔ وقت 5 منٹ بڑھا دیں۔

جناب سپیکر: ایوان کا وقت پانچ منٹ کے لیے بڑھایا جاتا ہے۔ شاہ صاحب ایک گزارش کروں گا کہ اس پوائنٹ آف آرڈر ہی اکتفا ہونا چاہیے' جس کے لیے آپ نے اجازت چاہی ہے وہ پوائنٹ آف آرڈر ہی ہونا چاہیے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس اچھے ماحول میں ہم اس اجلاس کو ملتوی کرنا چاہتے ہیں' اس میں کوئی تلخ بات نہیں ہونی چاہیے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! اگر میری کوئی بات تلخ ہو یا میری کوئی بات نازیبا ہو' غیر قانونی اور غیر اخلاقی ہو تو میں آپ کے حکم کی ہمیشہ تعمیل کروں گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ فرمائیے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں اصلاح کے لیے بات کر رہا ہوں اور مجھے افسوس ہوا کیونکہ کل بھی یہ مسئلہ اٹھا تھا اور میں اپنی نشست سے اٹھ کر اخلاقی طور پر محترم چودھری گل نواز خان کی نشست پر جا کر میں نے انکو راز داری کے لہجہ میں یہ بات سمجھائی تھی کہ جب آپ مطالبہ کرتے ہیں کہ دو دن کے لیے اسمبلی کی کارروائی کو ملتوی کیا جائے۔ اور یہ بات ریکارڈ پر آجاتی ہے کہ ہم لوگوں نے اپنے گھروں کو جانا ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! قواعد و ضوابط کے مطابق اگر کوئی بھی فاضل رکن

اسمبلی لاہور سے باہر اپنے گھر' کسی کام یا عوامی خدمات کے سلسلہ میں جاتا ہے تو پھر اسی دن کے لیے اس کا یہ استحقاق نہیں رہتا کہ وہ سرکاری خزانہ سے ٹی اے / ڈی اے اور دیگر الاؤنسز کلیم کرے۔ جناب سپیکر! اب میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ آپ بے شک دو دن کی چھٹی کریں' ایک دن کے لیئے چھٹی کریں' بار بار اگر ارکان اسمبلی اس بات کا ذکر کرتے ہیں وہ گھروں کو جاتے ہیں تو پھر ان پر واجب ہوتا ہے کہ وہ پھر اسی دن کے daily allowance کا مطالبہ نہ کریں کیونکہ یہ پھر غیر قانونی بات ہو جاتی ہے - ہم جو اس مقتدر ایوان کے رکن ہیں۔ جو پنجاب کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ اگر ہم اپنے طور پر غلط طریقہ سے سفر خرچ اور دیگر الاؤنسز کلیم کریں گے جبکہ ہم اپنے فرائض کے سلسلہ میں یہاں نہیں ہوں گے تو یہ جناب سپیکر! غیر قانونی بات ہے' میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ بات ریکارڈ پر لاؤں مگر فاضل ارکان اس طرف توجہ نہیں دیتے ہیں۔ تو میں نے اب یہ ضروری سمجھا ہے کہ میں یہ بات فاضل ارکان کو سمجھا دوں تاکہ اس کے پیش نظر وہ جو کرنا چاہتے ہیں کریں' اگر جانا چاہتے ہیں تو پھر daily allowance کلیم نہ کریں۔

جناب سپیکر: اب صورت یہ ہے کہ اس ہفتہ کے روز ہم نے پروگرام کے مطابق پرائیویٹ ممبرز ڈے رکھا ہے۔ اور یہ ہمیں بہت مجبوری سے رکھنا پڑا ورنہ ہم اتوار کو پرائیویٹ ممبرز ڈے کرنا چاہتے تھے اور اگر ہفتہ کو چھٹی کرتے ہیں تو آپ کا پرائیویٹ ممبرز ڈے جو آپ کا استحقاق ہے جس میں ممبرز کے پریویلج کے مطابق بات ہوتی ہے۔ گورنمنٹ کا کوئی بزنس نہیں ہے۔ تو اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنا پرائیویٹ ممبرز ڈے چھٹی کے لیے قربان کر دیں تو میں آپ کو یہ مشورہ نہیں دوں گا کہ آپ اس کو قربان کریں۔

ملک طیب خان اعوان: اتوار کو double Session کر لیں۔ یا اگلے جمعہ کو کر لیں۔

جناب سپیکر: نہیں اتوار کو double Session کیسے ہو سکتا ہے - اتوار کو بھی پہلے مقرر شدہ پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے' ہم نے اس دن بھی آپ کے لیے پرائیویٹ ممبرز ڈے رکھا ہوا ہے۔ دو اجلاس ایک دن نہیں ہو سکتے ہیں۔ ایک ہی ہو سکتا ہے - جمعہ کے روز کیسے ہو سکتا ملک صاحب ؟ اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ ایک روز چھٹی کر کے ہفتہ کے روز ہم بعد دوپہر اجلاس کر لیتے ہیں' آپ کی سہولت کے لیے' پانچ بجے کر لیتے ہیں -

(اس مرحلہ پر ایوان کی کارروائی ہفتہ 27 جون شام پانچ بجے تک کے لیے ملتوی کی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

ہفتہ ۲۷ جون ۱۹۸۷ء

(شنبہ ۲۹ شوال ۱۴۰۷ھ)

جلد ۱۰ .... شمارہ ۱۸

سرکاری رپورٹ

مندرجات

ہفتہ ۲۷ جون ۱۹۸۷ء

صفحہ نمبر

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ ۱۱۳۵

اراکین اسمبلی کی رخصت ۱۱۳۶

تحریک التوائے کار .....

(i) کاموکی میں احتجاجی اجتماع پر لاٹھی چارج ۱۱۳۷

(ii) پولیس کا کاموکی کے نوجوان کو مادر زاد ننگا کر کے زدوکوب کرنا ۱۱۳۹

تحاریک استحقاق نمبر ۲-۳-۱۳ کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ کا پیش کیا جانا ۱۱۴۹

مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں ...

(i) آفت زدہ علاقوں میں زرعی قرضوں کی معافی ۱۱۵۱

(جاری) ....

........(جاری)

صفحہ نمبر

(ii) امتحانات میں ناجائز ذرائع کے استعمال کی روک تھام ۱۱۵۳
(iii) گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس میں لیز پر چلنے والی بسوں کا دوبارہ اجراء ۱۱۷۱
(iv) پی آئی اے کے صدر دفاتر کی کراچی سے اسلام آباد منتقلی ۱۱۸۲
(v) تمام مساجد کے خطیبوں کے لئے ماہوار وظیفہ اور تمام مساجد کی مرمت کے لئے فنڈز کی تخصیص ۱۱۸۳
(vi) تعلیمی اداروں کے متعلق مالکان کو واگزاری ۱۲۰۴

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس

ہفتہ ' 27 جون 1987ء

(شنبہ ۲۹ شوال ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں بوقت 5.30 بجے شام منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ
يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ
يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ
مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝
وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ
عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ
مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ
حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

س نساء آیت ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۲ اور ۴۰

اور اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی کرے اور جو لوگ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے بھٹک کر دور جا پڑو۔ اللہ کی یہ خواہش ہے کہ تم پر سے بوجھ ہلکا کرے مگر انسان طبعاً کمزور پیدا ہوا ہے۔ اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھانا ہاں اگر آپس کی رضا مندی سے تجارت کا لین دین ہو اور اس سے مالی فائدہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرنا بلاشبہ اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔

اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے اس کی ہوس مت کرو۔ مردوں کو ان کاموں کا اجر ملے گا جو انہوں نے کئے اور عورتوں کو ان کاموں کا اجر ملے گا جو انہوں نے کئے اور تم تو اللہ سے اس کا فضل و کرم مانگتے رہو بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اللہ کسی شخص کی ذرہ برابر حق تلفی نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو گی تو وہ اس کو دوچند کر دے گا اور اپنی طرف سے اجر عظیم عطا کرے گا۔

وما علینا الا البلاغ

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری خالد جاوید ورک صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

گزارش ہے کہ بندہ کسی ضروری کام کے سلسلہ میں مصروف تھا۔ جس کی وجہ سے 23 اور 24 تاریخ کو حاضر نہ ہو سکا۔ برائے مہربانی رخصت عنایت فرمائیں۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب سرفراز نواز صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

گزارش ہے کہ میں نجی مصروفیات اور ناسازی طبع کے باعث اسمبلی کے اجلاس میں 15 جون سے 25 جون 1987ء تک حاضر نہیں ہو سکا۔ مہربانی کر کے ان ایام کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب سپیکر: جی پیر صاحب۔

پیر اللہ یار چشتی: جناب والا! میاں غلام فرید چشتی کی اہلیہ قضائے الٰہی سے وفات پا چکی ہیں، ان کیلئے دعائے مغفرت کی جائے۔

جناب سپیکر: دعائے مغفرت کی جائے۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

تحریک التوائے کار

جناب سپیکر: ہمارے پاس 35 سے 40 تک Identical تحاریک استحقاق ہیں یہ آج ملتوی کی جاتی ہیں۔ اور یہ تحاریک التوائے کار نمبر2' 4 اور 34 ہیں' یہ Identical ہیں' اس میں جناب فضل حسین راہی کی طرف سے تحریک التوائے کار نمبر2 ہے۔ تحریک التوائے کار نمبر4 چودھری اصغر علی گجر صاحب کی طرف سے ہے یہ identical ہے کوئی بھی صاحب اسے پیش کر سکتے ہیں۔ تو کیا آپ پیش کرنا چاہیں گے۔

کامونکی میں احتجاجی جلوس پر لاٹھی چارج

چودھری اصغر علی گجر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کیلئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 2 اپریل کے روزنامہ جنگ کی ایک خبر کے مطابق کامونکی میں ڈاکوؤں کے ہاتھوں 2 افراد کی ہلاکت پر ہڑتال کے سلسلے میں پولیس کی طرف سے عوام پر زبردست لاٹھی چارج کیا گیا اور آنسو گیس کے شیل پھینکے گئے مزید برآں احتجاج کرنے والے پندرہ افراد کو زدوکوب کرنے کے بعد کپڑے اتار کر انہیں ننگا بھگا دیا۔

ہماری ظالم' جابر اور قاہر کے ساتھ ساتھ نااہل اور نالائق پولیس کی طرف سے پست اخلاقی کی آئے روز مثالیں قائم ہوتی رہتی ہیں مگر احتجاج کرنے والے عوام کو ننگا کر کے سرعام بھگا دینا اپنی نوعیت کے اعتبار سے اس قدر سنگین معاملہ ہے کہ اس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ حق تو یہ تھا کہ پولیس افسران ڈاکوؤں کی گرفتاری اور سرکوبی کیلئے اپنی مستعدی کا مظاہرہ کرتے مگر اس کے برعکس انہوں نے اپنے ملک اور شہر کے شریف لوگوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ اور شرمناک طرز عمل کا مظاہرہ کیا۔

جناب سپیکر! ہماری پولیس اپنے فرائض سے ہٹ کر جیسے کہ دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ نہتے عوام پر پاکستان کے شہریوں پر ظلم و ستم کر کے ہلاکو اور چنگیز خان کی تاریخ کو دھراتی رہتی ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پولیس کو اپنے فرائض کے سلسلے میں جو کہ یہاں پر انتہائی نہ ہونے کے برابر ہیں اس سے پیشتر پنجاب میں اتنے بڑے بڑے واقعات اور حادثات وقوع پذیر ہو چکے ہیں جس میں علامہ احسان الہی ظہیر ایک ایسے عالم دین کے قاتلوں کو آج تک پولیس نہیں پکڑ سکی۔

جناب محمد صدیق انصاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر۔ یہ تحریک التوا ہے اس کا متن پڑھا گیا ہے اس کے بعد اس پر رائے زنی کرنی ضابطہ کے خلاف ہے۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ تحریک التوائے کار پر short statement نہیں ہوتی۔ یہ جس وقت admit ہو گی اس کے بعد اس پر short statement کی اجازت ہو گی۔ شکریہ انصاری صاحب۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! اسی سلسلے میں میری بھی ایک تحریک التوائے کار ہے۔

جناب سپیکر: جی۔ 34 نمبر آپ کی ہے۔ کیا اس میں یہ نہیں ہو گا کہ یہ جو ایک کی طرف سے پیش کر دی گئی ہے وہ سب کی طرف سے ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! اس میں الفاظ کا فرق ہے۔

جناب سپیکر: تو کیا یہ وقت کا ضیاع نہیں ہو گا؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! پہلے تو آپ کی طرف سے اجازت ہوتی تھی کہ اس ایوان میں ایک ہی نوعیت کی آٹھ' آٹھ اور نو' نو تحاریک التوائے کار پیش ہوتی رہیں اور آپ نے ان کے پڑھنے کی اجازت دی۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟

میاں محمد افضل حیات: اگر ایک ہی کاغذ پر سب نے دی ہو تو پھر تو ایک ہی آدمی پڑھتا ہے اگر یہ الگ الگ ہوں تو پھر تو انہوں نے اکٹھے بیٹھ کر تو دی نہیں۔ اور الگ الگ کا تو فرق ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب۔ آپ کا تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس میں ہماری پچھلی پریکٹس کا حوالہ دیا گیا ہے تو آپ کو اس بارے میں تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! اس میں مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن قانونی طور پر اعتراض ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں وہ تو بعد میں ہو سکتا ہے۔

وزیر قانون: ٹھیک ہے۔ جی۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے جنجوعہ صاحب آپ پڑھیں۔

پولیس کا کاموں کی کے نوجوان کو مادر زاد ننگا کر کے زدوکوب کرنا

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کیلئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 3 اپریل کے روزنامہ جنگ لاہور صفحہ اول پر ایک تصویر شائع ہوئی ہے جس میں قانون کے محافظ ایک نوجوان کو مادر زاد ننگا کر کے زدوکوب کر رہے ہیں۔ یہ نوجوان کاموں کی کے شہریوں کے اس اجتماع میں شامل تھا جو کاموں کی کے دو معصوم شہریوں کے ڈاکوؤں کے ہاتھوں ہلاک ہونے کے خلاف احتجاج کر رہا تھا۔ اس تصویر کو دیکھ کر ہر مہذب شہری کا سر ندامت سے جھک گیا ہے۔ اس طرح کی ننگ انسانیت اور ننگ شرافت حرکتوں کی وجہ سے پولیس کا وقار عوام میں گر چکا ہے اور ہم قانون کی حکمرانی بحال کرنے کی بجائے قانون سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں جو ایک قومی المیہ ہے۔ اس شرمناک واقعہ کے خلاف صوبہ کے عوام میں زبردست اشتعال اور تشویش پیدا ہوئی ہے اور عوام یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ نہ جانے کب تک پولیس کا ڈنڈا عوام کی کمر پر برستا رہے گا اور ہماری پولیس نہ جانے کب ایسا رویہ اپنائے گی جو مہذب قوموں کی شایان شان ہو گا۔ لہٰذا استدعا ہے کہ اس انتہائی اہم واقعہ کو زیر بحث لانے کیلئے اسمبلی کی کارروائی کو ملتوی کیا جائے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! اس سے پیشتر کہ یہ تحریک التوائے کار پر بحث ہو اس پر مجھے دو اعتراضات ہیں رول 67 میں یہ درج ہے۔

Rule 67 (d) The motion shall not revive discussion on a matter which has been discussed in the same session;

تو جناب اس سلسلہ میں لاء اینڈ آرڈر پر خاصہ تبصرہ ہو چکا ہے اور لاء اینڈ آرڈر پر کم از کم چار یا پانچ دن بحث ہوتی رہی ہے لہٰذا یہ تمام باتیں جذباتی ہیں اور ان پر بحث ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر: کیا اس سیشن میں لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو چکی ہے ؟

وزیر قانون: جی بالکل۔ دوسرے جناب والا! یہ معاملہ Subjudice ہے اور عدالت میں جا چکا ہے اور اسی رول کا سیکشن (ب) ہے کہ

The motion shall not deal with any matter which is subjudice.

اس کا چالان عدالت میں پیش ہو چکا ہے یہ کیس subjudice ہے لہٰذا اس پر اب بحث نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر: کیا چودھری صاحب ہم اس سیشن میں لاء اینڈ آرڈر پر بحث کر چکے ہیں ؟

چودھری اصغر علی گجر: جی بالکل نہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ کوئی بات نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی اس ایوان میں اس مسئلے پر اس وقت تک کوئی ذکر ہوا ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! یہ تحریک التوائے کار لاء اینڈ آرڈر کے متعلق ہے تو اس پر بحث ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر: کیا اس اجلاس میں ؟

وزیر قانون: جی اس اجلاس میں۔

جناب سپیکر: آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم لاء اینڈ آرڈر پر discussion کر چکے ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا! بجٹ کے دوران ہم نے چار دن مختص کئے ہوئے تھے اس میں لاء اینڈ آرڈر پر کافی بحث ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر: اس اجلاس میں ؟

وزیر قانون: جی اسی اجلاس میں اور بجٹ کے دوران۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! اس تحریک التوائے کار کے متعلق قطعاً کوئی بحث نہیں ہوئی۔

وزیر قانون: جناب والا! میں اس تحریک کی بات نہیں کر رہا میں تو لاء اینڈ آرڈر کی بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: ہاں۔ ہاں۔ لاء اینڈ آرڈر کی بات تو کر رہے ہیں۔

وزیر قانون: کوئی معاملہ اب دوبارہ زیر بحث نہیں آ سکتا ہے۔
My submission is that we have already discussed Law and Order.

Now it cannot be discussed according to the rules.

جناب سپیکر: میں یہی آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اس اجلاس میں لاء اینڈ آرڈر پر کن ایام میں ہم نے بحث کی ہے ؟

وزیر قانون: جناب والا! جب ہم نے بجٹ پر بحث کی ہے تو اس میں یہ تقریباً ساری باتیں آ جاتی ہیں۔

جناب سپیکر: بجٹ کے متعلق ؟

وزیر قانون: جی بجٹ کے متعلق۔ وہی میں کہہ رہا ہوں' بجٹ پر بحث کے دوران لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو چکی ہے۔ دوسرے جناب والا! یہ subjudice ہے چالان عدالت میں پیش ہو چکا ہے لہذا قانونی طور پر یہ بات اسمبلی میں اب زیر بحث نہیں آ سکتی۔

جناب سپیکر: اس میں یہی بات ہے کہ چالان عدالت میں پیش کیا جا چکا ہے تو یہ subjudice بن جاتا ہے تو چودھری صاحب اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! ہم اس تحریک التوائے کار کے ذریعے اس مسئلے کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ ایک شہری کو مادر زاد ننگا کر کے پولیس کی طرف سے زدوکوب کرنے کا معاملہ ہے۔ اگر اس کے متعلق کوئی چالان مرتب کر کے عدالت میں بھیجا گیا ہے تو وہ جناب والا! ان شہریوں کے قتل ہونے کے بارے میں ہو گا تو اس لحاظ سے یہ مسئلہ subjudice نہیں ہے ہم جس مسئلہ کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ وہ جناب والا! یہ ہے کہ پولیس کا تشدد اور اس کا شرمناک رویہ ہے کہ ایک شہری کو مادر زاد ننگا کر کے سڑک پر پیٹا گیا۔ ہم اس مسئلے کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ اور اس طرح جناب وزیر قانون جناب والا! جناب معزز سپیکر آپ کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر قانون صاحب فرما رہے ہیں کہ اگر واقعی یہ مسئلہ ان لوگوں کے خلاف عدالت میں جاچکا ہے جن کا ذکر اس تحریک میں کیا گیا ہے تو کیا وزیر موصوف صاحب ان کے نام بتائیں گے کہ کون کون سے وہ پولیس افسران اور اہلکاران ہیں جن کے خلاف ان لوگوں کو ننگا کرنے پر مقدمہ عدالت میں جاچکا ہے پھر تو یہ

بات سمجھ میں آسکے گی ورنہ اگر اس کی دفعات اور ہیں یہ مقدمہ اور ہے اور یہ مجرمان اور ہیں تو پھر یہ تحریک بھی اس سے الگ تصور کی جائے گی۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں صرف یہ عرض کروں گا کہ یہ اپنی تحریک التوا کے الفاظ پڑھ لیں۔ اوپر کچھ ہے نیچے کچھ ہے۔ اس کو پڑھ کر دیکھ لیں۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ وہاں ڈاکہ پڑا۔ قتل ہوا۔ یہ ہوا وہ ہوا۔ آخر میں جا کر انہوں نے ذکر کیا ہے کہ جس پر تشدد ہوا ہے اس کے خلاف بھی ہم تحریک التوا پیش کرتے ہیں۔ Two motions is one motion آپ پہلے فیصلہ کر لیں کہ کونسی تحریک آپ پہلے لانا چاہتے ہیں۔ ایک موشن میں؟ آپ دو قسم کی تحریک التوا لانا چاہتے ہیں۔ اس کا جواب ہم دے دیتے ہیں اگر آپ چاہیں۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! غم و غصے میں وہ لوگ احتجاج کر رہے تھے۔ وہ قتل ہونے کا معاملہ تھا۔ ڈاکوؤں کے ہاتھوں دو آدمیوں کے قتل ہونے کا معاملہ تھا۔ اس پر وہ لوگ احتجاج کر رہے تھے۔ احتجاج کرنے والوں کے ساتھ پولیس نے یہ سلوک کیا بات ایسے ہے۔

جناب سپیکر: کیا یہ ایک ہی واقعہ کی بات ہے باقی بات اس کے حوالے میں کہی گئی ہے۔

وزیر جنگلات (سردار عارف رشید): جناب سپیکر! جہاں تک ڈکیتی اور چوری کا تعلق ہے۔ مورخہ 31 مارچ اور یکم اپریل کی شب کو چوری ہوئی تھی اور یہاں جب ملزمان سامان نکال کر باہر جانے لگے تھے تو اہل خانہ جاگ اٹھے جن کو دیکھ کر ملزمان نے فائرنگ شروع کر دی۔ اور مسماۃ نواب بی بی ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی دم توڑ گئیں۔ طفیل موقع پر جاں بحق ہو گئے۔ ارشد اور گوگی ولد فضل دین ہسپتال میں جاں بحق ہوئے۔ اس فائرنگ سے ایک ملزم بھی زخمی ہوا اور ہسپتال میں جا کر دم توڑ گیا۔

بہرحال اس حادثے کا مقدمہ درج ہوا اور مورخہ 16-5-87 کو عدالت میں بھجوا دیا گیا۔ اس وقت مقدمہ عدالت میں زیر سماعت ہے۔ جہاں تک پولیس کا لوگوں پر تشدد کا ذکر ہے اس حادثے کے بعد جلوس نکلا اور جلوس نے جی ٹی روڈ بند کر دی اور وہاں ٹائر جلائے۔ امن عامہ کی صورت پیدا ہوئی۔ مقامی انتظامیہ کی پوری کوشش کے باوجود جلوس منتشر نہ ہوا لہذا کارروائی کرنی پڑی۔

جہاں تک اخبار کی تصویر کا تعلق ہے دو کانسٹیبل جو تصویر میں نمایاں ہیں عبدالغفار نمبر 430 اور اعجاز احمد 1509 کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے۔ وہ اس وقت معطل ہیں اور ان کے خلاف محکمانہ کارروائی ہو رہی ہے۔ کیونکہ محکمانہ کارروائی ان کے خلاف ہو رہی ہے اور جو ڈکیتی تھی اس کا چالان

عدالت میں جا چکا ہے تو میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ مسئلہ اتنا ضروری ہے کہ پوری اسمبلی کی کارروائی کو روک کر اس پر بحث کی جائے۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! اس میں محرک جو مسئلہ زیر بحث لانا چاہتے ہیں وہ ایک اخبار میں چھپی ہوئی ننگی تصویر کا ہے۔ جو ایک لڑکے کی ہے جس کو پولیس کے اہلکار مار رہے ہیں۔ یہ تصویر آپ نے دیکھی ہو گی جو اخبار میں چھپی ہوئی ہے۔ اس کو وہ زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ یہ معاملہ اس کے بارے میں آپ نے بتایا ہے کہ جن پولیس کے اہلکاروں کی وہ تصویر ہے جو مار رہے ہیں ان کے خلاف محکمانہ کارروائی کی جا رہی ہے۔ اور ان کو معطل کیا جا چکا ہے۔ باقی ان کے خلاف انکوائری ہو رہی ہے۔ اس میں محرک حضرات کیا فرماتے ہیں۔ اس پر ایکشن تو لیا جا چکا ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: اس پر ایکشن تو ہم تبھی سمجھتے کہ لیا جا چکا ہے اور وزیر موصوف اس ایف آئی آر کا نمبر بتاتے جس ایف آئی آر کے تحت ان پولیس اہلکاران یا افسران کے خلاف کارروائی کی ہو۔ ایوان میں وہ بتاتے واقعی ان کے خلاف یہ مقدمہ درج ہوا ہے۔

جناب سپیکر: ان کے خلاف مقدمہ درج نہیں ہوا ان کے خلاف محکمانہ کارروائی ہو رہی ہے جو انہوں نے فرمایا ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: محکمانہ کارروائی تو میرا خیال ہے اس کے جواب میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ کیا محکمانہ کارروائی ہوئی ہے انہیں نکالا گیا ہے۔ انہیں کیا کیا گیا ہے۔ معطلی کے آرڈر پتہ نہیں کب کیے ہیں کب نہیں کیے۔ میرے خیال میں یہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ حکومت اس کو بحث میں نہیں لانا چاہتی کہ شہریوں کو ننگا کر کے پولیس بھگا دے یہ کوئی عام مسئلہ نہیں ہے اور نہ کوئی معمولی مسئلہ ہے۔ میں کہتا ہوں یہ خاص مسئلہ ہے اور انتہائی اہمیت کا حامل مسئلہ ہے۔ ایسے لوگوں کے خلاف اس مسئلہ کو اس ایوان میں زیر بحث ضرور لانا چاہیے۔ اگر وہ واقعی اس کے گنہگار ٹھہریں تو ان کے خلاف سخت قسم کی کارروائی ہونی چاہیے۔ یہ عام مسئلہ نہیں اس قسم کا پہلے کبھی مسئلہ پیش نہیں آیا۔

جناب سپیکر: اس پر سردار صاحب کچھ فرمانا چاہیں گے کہ اس کا جو نوٹس لیا جا رہا ہے اس پر گورنمنٹ کوئی مناسب کارروائی کرنا چاہتی ہے؟

وزیر جنگلات: جناب والا! بالکل کارروائی کریں گے۔ جہاں انکوائری مکمل ہوئی یہ محکمانہ کارروائی

ہوگی۔ جہاں تک مقدمے کے درج ہونے کا تعلق ہے۔ ایف آئی آر تیار ہوتی ہے تو مقدمہ درج ہوتا ہے۔ یہ محکمانہ انکوائری ہے اس کا مقدمہ نہیں ہوتا۔ محکمانہ انکوائری جب مکمل ہو جائے گی تو ان کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: یہ محرکین کو آپ اس بات کا یقین دلاتے ہیں۔

وزیر جنگلات: بالکل۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ جناب وزیر موصوف نے جواب میں یہ فرمایا ہے ایک شہری کو مادر زاد ننگا کر کے زدوکوب کرنے کا معاملہ اتنا اہم نہیں ہے کہ پورے ایوان کی کارروائی کو روک کر اس پر بحث کی جائے۔ جناب والا! جس ملک کے قانون میں یہ بات لکھی ہوئی ہو کہ آپ کسی مجرم پر بھی تشدد نہیں کر سکتے۔ اس ملک میں ایک پر امن شہری پر جو کہ پر امن احتجاج میں شامل تھا اس کو مادر زاد ننگا کر کے سڑک پر پیٹا گیا ہے اور جناب وزیر جنگلات جو کہ غالباً جنگل سے زیادہ مانوس ہیں اور اس ملک میں جنگل کا قانون بھی چاہتے ہیں ان کی طرف سے یہ کہنا کہ ایک شہری کو مادر زاد ننگا کر کے پیٹے جانے کا مسئلہ اس قدر اہم نہیں ہے۔ جناب والا! شاید وہ حقیقت سے واقف نہیں ہیں ......

وزیر جنگلات: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جنگل کا وزیر ضرور ہوں جنگلی قانون آتا نہیں ہے اگر میرے دوست جنجوعہ صاحب مجھے سکھا دیں تو سیکھنے کیلئے تیار ہوں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! یہ قانون ہی جنگل کا قانون کہلاتا ہے۔

وزیر جنگلات: جناب والا! میں جنگل کے قانون کی بات کر رہا ہوں۔ دوسرے قانون کی تو بات ہی نہیں ہو رہی۔ جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ جہاں یہ جنگل کا قانون کہہ رہے ہیں۔ پر امن شہری کہہ رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ پر امن جلوس تھا ......

جناب سپیکر: سردار صاحب! جنجوعہ صاحب کی بات پہلے سن لیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! جناب وزیر جنگلات اگر مجھ سے قانون پڑھنا چاہتے ہیں تو میں ان کو پڑھانے کیلئے بھی تیار ہوں۔ لیکن جہاں تک ان کی اس بات کا تعلق ہے میرے خیال میں "بیکار سے بیگار بھلی" والا معاملہ ہے اور چونکہ ان کو کوئی کام نہیں ہے آج جو بیگار ان کے ذمے

لگا دی گئی ہے اسی طریقے سے وہ ایک بیگار سمجھ کر اس کو نبھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر وزیر جنگلات کے دل میں ذرا بھی درد ہوتا اور ان کو احساس ہوتا اور قانون کی حکمرانی کے وہ علمبردار ہوتے تو کم از کم آج وہ ہماری آواز میں آواز ملا کر کہتے کہ ایک آزاد ملک میں ایک شہری کو مادر زاد ننگا کر کے سڑکوں پہ اگر پیٹا جائے وہ مسئلہ اتنی اہمیت کا حامل ہوتا ہے تو اس کے لئے اس ایوان کی کارروائی کو معطل کیا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر: جنجوعہ صاحب یہ تصویر آپ نے دھیان سے دیکھی ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! بالکل دیکھی ہے۔

جناب سپیکر: آپ فرما رہے ہیں' "مادر زاد ننگا" - لیکن میں نے جو تصویر دیکھی ہے' اس میں وہ صورت حال نہیں ہے۔ یہاں تو اس نے باقاعدہ نیکر پہنی ہوئی ہے۔

چودھری اصغر علی گجر: یہ پریس والوں کی مہربانی ہے کہ وہ ایسے فوٹو اخبار میں نہیں دیتے۔ اور یہ روایات کے تحت ہوتا آیا ہے کہ اخبار کے فوٹوگرافر کبھی ننگی تصویر نہیں دیتے۔ اخلاقی طور پر بھی یہ درست بات ہے کہ اگر پولیس والوں نے ایک ایسے کام کا ارتکاب کیا ہے تو کم از کم فوٹوگرافر تو اس سے احتراز کریں۔ انہوں نے کچھے میں مارتے ہوئے تو دکھایا ہے' لیکن جب بعد میں کچھا اتارا گیا تو وہ چیز انہوں نے آپ کو نہیں دکھائی۔ وہ دکھا سکتے تھے۔ ایسا حقیقتاً" ہوا ہے۔

وزیر جنگلات: غالباً میرے دوست کا موقف یہ ہے کہ اخبار والے تصویر ننگی نہیں دیتے۔ لیکن تصویر کو نیکر ضرور پہنا دیتے ہیں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! جھنگ میں بچے نیکر پہن کر ہی پیدا ہوتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: بہاول پور میں عینک پہن کر پیدا ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: تو جنجوعہ صاحب! سردار صاحب کی یقین دہانی تو آپ سن چکے ہیں۔ تو اب اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! میں اسے پریس کروں گا اور کارروائی ملتوی کی جائے۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! یہ انتہائی سنگین معاملہ ہے۔ آپ سوچ لیں کہ پنجاب میں اتنا

بڑا واقعہ نہ پہلے کبھی پیش آیا ہے اور نہ ایسے حالات و واقعات ہوئے ہیں۔ عوام کو ننگا کر کے بھگا دیا جائے' اگر ہم اس بات کو زیر بحث نہ لائیں تو اور کس بات کو لائیں ؟

جناب سپیکر: جب نیکر پہنی ہو تو پھر معاملہ اتنا سنگین نہیں رہتا۔

چودھری اصغر علی گجر: میری تحریک میں کہیں نیکر کا ذکر نہیں ہے۔ اس میں یہ بات صاف طور پر بتائی گئی ہے کہ ان کو ننگا کر کے بھگایا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ان لوگوں کا حکومت بھی دفاع نہیں کرے گی جنہوں نے اتنی سنگین بداخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ میرا خیال ہے کہ ان کو دفاع کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں تو اپنے وزراء بھائیوں سے بھی یہ گزارش کروں گا کہ حکومت کو ان چیزوں کا دفاع نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اس انداز میں رائے دینی چاہیئے کہ ان کے خلاف ضرور ایکشن ہونا چاہیئے۔

وزیر جنگلات: یہ مسئلہ تو اس وقت پیدا ہوتا جب کسی کو گھر سے پولیس والے پکڑ کر لاتے۔ پھر مارتے۔

جناب سپیکر: سردار صاحب' اس میں مسئلہ تو سیدھا ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ محرکین حضرات یہ چاہتے ہیں کہ یہ جو اخبار میں ایک بات چھپی ہے اور پولیس کی طرف سے غیر قانونی کارروائی کی گئی ہے اور تصویر چھپی ہے کہ ایک نوجوان لڑکے کو ننگا کر کے مارا جا رہا ہے' اس پر حکومت کتنی سنجیدہ ہے اور کتنا ایکشن لینا چاہتی ہے۔ یہی وہ چاہتے ہیں۔ تحریک التواء کا مدعا اور مقصد یہی ہوتا ہے کہ یہاں ایک بات Highlight ہو جائے اور اس پر ایکشن ہو جائے۔

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! حکومت خود یہ جانتی ہے کہ اگر پولیس ایسے معاملات کرتی ہے تو اس میں ہماری پولیس کی نیک نامی نہیں ہو گی۔ لہذا میں نے پہلے بھی یقین دہانی دی ہے کہ عبدالغفار اور اعجاز احمد کانسٹیبل کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے' انکوائری جاری ہے۔ انکوائری کے مطابق جو فیصلہ ہو گا' سخت سے سخت کارروائی کی جائے گی۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! یہ فرماتے ہیں کہ ان کے خلاف انکوائری ہو رہی ہے۔ کیا ان کو معطل کیا گیا ہے ؟

وزیر جنگلات: جی ہاں۔ وہ معطل ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! یہ اپریل کی بات ہے اور اس معاملے کو تین ماہ گذر چکے

ہیں۔ تین مہینے سے زیادہ تو قانون کسی کو معطل ہی نہیں رکھ سکتا۔

جناب سپیکر: کارروائی کے بارے میں انہوں نے آپ کو بتایا ہے کہ وہ معطل ہو چکے ہیں اور اس پر مزید کارروائی قانون کے مطابق کی جا رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تحریک التواء کا مقصد یہی ہوتا ہے جو پورا ہو چکا ہے۔ اگر ہم اس کو admit کرتے ہیں' اور پھر اس کے بعد اس پر مزید دو گھنٹے بحث ہوتی ہے تو بھی اس نے talk out ہونا ہے۔ پھر بھی اس کا یہی انجام ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! ہم اس کو پریس کرتے ہیں۔ یہ انتہائی اہم معاملہ ہے۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! نکتہ اطلاع۔ اس میں ایک تو نکتہ تھا یقین دہانی کا جو منسٹر صاحب نے انہیں دی ہے۔ لیکن جو نکتہ پہلے جناب وزیر قانون نے اٹھایا تھا کہ یہ معاملہ اس ایوان میں زیر بحث آ چکا ہے۔ چونکہ بجٹ تقاریر میں عام بحثیں ہوتی ہیں اور اس میں یہ معاملہ میرے دوست معزز رکن زیر بحث لا چکے ہیں۔ اس ضمن میں ایک مخصوص شق ہے' جو اگر آپ اجازت دیں تو میں پیش کروں:

Rule 67 (d) The motion shall not revive discussion on a matter which has been discussed in the same session;

یہ معاملہ پہلے زیر بحث آ چکا ہے۔ اور اس بارے میں تمام معزز اراکین نے یہاں پر اپنی گزارشات پیش کی ہیں۔ اگر یہ معاملہ زیر بحث آ چکا ہے پھر تو یہ ٹیکنیکل معاملہ ہے۔

جناب سپیکر: اس پر پہلے بات ہوئی ہے ؟

وزیر کالونیز: جی ہاں ....

چودھری اصغر علی گجر: ممکن ہے' لودھی صاحب ٹھیک فرما رہے ہوں۔ لیکن میرے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ جو تحریک میں نے پیش کی ہے' اس کے متعلق اس اجلاس میں کسی آدمی نے بھی کوئی بات کی ہو۔ جنجوعہ صاحب نے یہ بات نہیں کی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ ان کی طرف سے اس واقعے کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہوا۔ اگر کی ہو تو درست بات ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: میں نے اچھی بات کی تھی۔

جناب سپیکر: بجٹ تقریر میں یہ بات نہیں آئی ؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! بالکل نہیں۔ آپ بے شک ریکارڈ دیکھ لیں۔ ☆ ☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وزیر کالونیز: جہاں تک ایکشن کا تعلق ہے' ابھی وزیر صاحب نے انہیں یقین دہانی کرائی ہے کہ ان ملازمین کے خلاف ایکشن ہو رہا ہے۔ وہ معطل ہیں۔ ان کے خلاف قانون اور ضابطے کے مطابق کارروائی ہو رہی ہے اور ہو گی۔ اگر ان پر یہ یقین نہیں کرتے تو پھر جناب والا! معاملہ ٹیکنیکل ہے۔ یہ معاملہ زیر بحث آ چکا ہے' تو پھر یہ معاملہ قانونی طور پر پیش نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر: یہ کیسے تصدیق ہو کہ یہ معاملہ زیر بحث آ چکا ہے ؟

وزیر قانون: جناب والا! جب بجٹ پر عام بحث ہوتی ہے تو اس میں امن عامہ کا مسئلہ بھی سامنے آتا ہے۔ اور معزز رکن اس پر بحث کرتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ ایک مخصوص واقعے پر ہی بحث کریں۔ پولیس پر بھی تنقید ہوتی ہے' اعتراضات ہوتے ہیں' حکومت کی Handling پر بھی اعتراضات ہوتے ہیں' تنقید ہوتی ہے۔ تو جب یہ باتیں ہو جائیں اس کے بعد وہ دوبارہ زیر بحث نہیں آسکتیں۔

جناب محمد صدیق انصاری: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! وزیر متعلقہ نے جو یقین دہانی دی ہے' وہ ریکارڈ پر آ چکی ہے۔ جب وزیر کی طرف سے ریکارڈ پر یقین دہانی آ جائے تو حکومت اس کو پورا کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ جنجوعہ صاحب نے منسٹر صاحب کے بارے میں جو ریمارکس دیئے ہیں کہ ان کی سچائی قابل اعتبار نہیں' ان کے یہ الفاظ غیر پارلیمانی ہیں اور انہیں اپنے الفاظ واپس لینے چاہئیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! انصاری صاحب بات کو بڑھانا چاہتے ہیں۔ میرے پاس ثبوت موجود ہے کہ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر! میں نے عرض کیا ہے کہ منسٹر صاحب نے جو statement دی ہے' یہ بیان منسٹر صاحب، کا ذاتی نہیں رہتا' بلکہ گورنمنٹ کی ذمہ داری بنتی ہے۔ یہ ایوان کی کارروائی ہے اور اس کارروائی میں جنجوعہ صاحب کے ریمارکس غیر پارلیمانی ہیں۔ انہیں یہ ریمارکس واپس لینے چاہئیں۔

وزیر قانون: انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ وزیر موصوف کی شہرت اچھی نہیں ہے۔ میں اپنے دوست سے التماس کرتا ہوں کہ وہ کم از کم یہ الفاظ واپس لیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! ان کی شہرت تو بہت اچھی ہے۔ میں نے اتنا عرض کیا

☆☆ بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے

ہے کہ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
☆☆☆☆☆ ———————— ☆☆☆☆☆

وزیر جنگلات: جناب والا! میں احتجاج کرتا ہوں۔ اگر جنجوعہ صاحب کوئی ایسا واقعہ بتا دیں جو سچائی پر مبنی نہ ہو' تو میں قصوروار ہوں۔ ویسے ہی کسی کو کہہ دینا کہ یہ سچا نہیں' اس میں سچائی نہیں' اور فلاں نہیں' تو میں سمجھتا ہوں کہ .Honourable Member of the House is not justified

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! انہیں حقائق پر لائیں تاکہ حقیقت پر بات ہو سکے۔ ہمارا ذاتیات سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہم ذاتی طور پر کسی کے مخالف ہیں۔ ایک بات کی نشان دہی کی گئی ہے اس پر بحث ہونی چاہئے۔ انہیں حقیقت کی طرف پلٹ کے آنا چاہئے تاکہ وقت ضائع نہ ہو۔

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر! میں نے ایک پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے یہ ریمارکس ہاؤس کے خلاف ریمارکس ہیں۔ اور اس یقین دہانی کو ہاؤس کا فرض ہے کہ اس کو پورا کرائے اور یہ الفاظ ہاؤس کی کارروائی کے خلاف ریمارکس ہیں۔ میں اس کے متعلق فیصلہ چاہتا ہوں۔ کہ یہ الفاظ واپس لئے جائیں۔ اور یہ غیرپارلیمانی الفاظ ہیں۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں ایوان کی کارروائی سے حذف کرتا ہوں اور اس تحریک التوائے کار کی admissibility پر اپنا فیصلہ مؤخر کرتا ہوں اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

تحاریک استحقاق نمبر2' 3 اور 13 کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ کا پیش کیا جانا

جناب وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے تاکہ تحاریک استحقاق نمبر2' 3' 13 کے بارہ میں مجلس خصوصی کی رپورٹ پیش کروں۔

جناب سپیکر: یہ تحاریک استحقاقات نمبر2' 3 اور 13 کے بارہ میں مجلس خصوصی کی رپورٹ ایوان میں پیش کی گئی۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے یہ عرض کروں گا کہ ایک سال ہو چکا ہے کہ میں نے مشیروں کے متعلق ایک نکتہ اٹھایا تھا اور آپ نے ابھی تک اس کو التوا میں رکھا ہوا

☆ بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ اس اجلاس میں اس کے متعلق رولنگ دے دیں گے۔ اور اب تو ہمارے صبر کی انتہا ہو چکی ہے۔ میں آپ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ ہمیں مایوس نہیں کریں گے اور اسی اجلاس میں رولنگ دے دیں گے۔

جناب سپیکر: میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ اس بارہ میں سنجیدہ نہیں ہیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! جب آپ نے ہمیں بلایا تو ہم آپ کے چیمبر میں گئے اس بارہ میں بڑی تفصیل سے بات ہو چکی ہے اور مخدوم زادہ سید حسن محمود بھی بڑی تفصیل سے دلائل دے چکے تھے۔ آپ نے کہا تھا کہ میں نے دونوں طرف سے دلائل سن لئے ہیں ابھی میں اس کو مؤخر کرتا ہوں اور اپنا فیصلہ سناؤں گا۔ اب آپ نے صرف فیصلہ ہی سنانا تھا۔

جناب سپیکر: میاں صاحب ایسے بات نہیں ہے اس پر دلائل ہونے باقی تھے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ اس پر مزید کارروائی میرے چیمبر میں ہو گی۔ تاکہ ہاؤس کا وقت ضائع نہ ہو۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! آپ ہمیں ابھی وقت دیں ہم آپ کے چیمبر میں بیٹھنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم آپ کو کلی طور پر مطمئن کریں گے۔ آپ کو دلائل دیں گے۔ اس لئے آپ اس اجلاس میں اپنا فیصلہ سنا دیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ بتائیں آپ کے لئے کب آسانی ہوگی؟

میاں محمد اسحاق: یہ تو آپ نے کرنا ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے وزیر قانون صاحب سے بھی بات کر لیتے ہیں اور ایڈووکیٹ جنرل کو بھی اس میں شامل کر لیتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! جب ہم دوسری عدالتوں سے یہ شکایت کرتے ہیں کہ اتنی دیر تک مقدمات زیر التواء رہتے ہیں تو پھر وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسمبلی میں معاملات اتنی دیر مؤخر رہ سکتے ہیں تو پھر عدالتوں کا تو کیا حال ہوگا۔

جناب سپیکر: یہ تو پیروی کرنے والے پر منحصر ہوتا ہے اگر وہ تاریخ پر حاضر نہ ہوں تو بیشک تین سال تک معاملہ چلتا رہے۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! جب بھی اجلاس ہوا ہے تو اخبارات میں یہ آیا ہے کہ ہم نے میاں صاحب سے رابطہ قائم کر لیا ہے - میں اور قائد حزب اختلاف آپ کے کمرہ میں گئے ہیں - آپ نے ہمیں وقت دیا ہے - اس کے بعد آپ کسی نہ کسی وجہ سے مصروف رہے ہیں -

جناب سپیکر: اب ہم یہ طے کرتے ہیں - راجہ صاحب آپ کب اس بارے میں بات کرنے کے لئے تیار ہیں ؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! ہم تو ہر وقت تیار ہیں -

جناب سپیکر: ٹھیک ہے اس اجلاس کے بعد آپ اور میں میاں صاحب کے ساتھ وقت مقرر کر لیتے ہیں' ٹھیک ہے میاں صاحب -

(مفاد عامہ سے متعلق) قراردادیں

آفت زدہ علاقوں میں زرعی قرضوں کی معافی

ملک ممتاز احمد بھچر: ۱۱ جون کو آپ نے ایک کمیٹی آفت زدہ علاقوں میں زرعی قرضوں کی معافی تشکیل دی تھی اس کی رپورٹ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں -

جناب سپیکر: جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اس کی رپورٹ پیش کرنا ہے - آپ نے باتفاق رائے قرارداد تیار کی ہے ؟

ملک ممتاز احمد بھچر: جی ہاں!

جناب سپیکر: ٹھیک ہے! فرمایئے -

ملک ممتاز احمد بھچر: جناب والا! اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! درحقیقت یہ میری قرارداد تھی - یہ میرا حق بنتا ہے کہ میں اس کو پیش کروں -

جناب سپیکر: اس قرارداد کے لئے جو کمیٹی بنی آپ اس کے ممبر ہیں -

ملک ممتاز احمد بھچر: جی ہاں! جناب والا! میں اس کمیٹی کا ممبر ہوں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! میں اس کمیٹی کا ممبر بھی ہوں اور اس قرارداد کا محرک بھی ہوں۔

جناب سپیکر: کیا آپ اس میں محرک تھے؟

ملک ممتاز احمد بھچر: اس کی رپورٹ جناب والا! وزیر زراعت نے پیش کرنا تھی

جناب سپیکر: وزیر زراعت نے پیش کرنی تھی کیا آپ اس میں محرک تھے۔

ملک ممتاز احمد بھچر: میں اس میں ممبر ہوں۔

جناب سپیکر: آپ ان میں ممبر نامزد کئے گئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس قرارداد کو یا تو وزیر زراعت پیش کریں یا ان کا کوئی محرک پیش کرے۔

ملک ممتاز احمد بھچر: وزیر زراعت نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: تو پھر اس قرارداد کے ابتدائی محرک اس کو پیش کریں۔

ملک ممتاز احمد بھچر: وزیر قانون پیش کر دیں؟

جناب سپیکر: وزیر قانون تو اس میں نہ محرک ہیں نہ متعلقہ وزیر ہیں۔

وزیر قانون: کوئی بھی وزیر اس کو پیش کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہونا چاہیئے کوئی بھی محرک اس قرارداد کو پیش کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پنجاب کے کاشتکاروں کو واجب الادا قرضوں سے مستثنیٰ کرنا

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں:

"کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی

سفارش کرے کہ آفت زدہ علاقہ جات کے ایسے کاشتکاران جنہوں نے 1985ء
سے تاحال زرعی پیداواری قرضہ جات حاصل کئے اور جن کی حد ملکیت 25 ایکڑ
تک ہے ان کے قرضہ جات معاف کئے جائیں۔
پنجاب بھر میں ایسے تمام کاشتکاران کے بقایا جات جو اصل رقم ادا کر چکے
ہیں اور منافع mark-up کی رقم بقایا ہے تمام واجب الادا منافع mark-up
معاف کر دیا جائے"

جناب سپیکر: قرارداد پیش کی گئی ہے۔

"کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی
سفارش کرے کہ آفت زدہ علاقہ جات کے ایسے کاشتکاران جنہوں نے 1985 سے
تاحال زرعی پیداواری قرضہ جات حاصل کئے اور جن کی حد ملکیت 25 ایکڑ تک
ہے ان کے قرضہ جات معاف کئے جائیں۔
پنجاب بھر میں ایسے تمام کاشتکاران کے بقایا جات جو اصل رقم ادا کر چکے
ہیں اور منافع mark-up کی رقم بقایا ہے تمام واجب الادا منافع mark-up
معاف کر دیا جائے۔

(قرارداد بالاتفاق رائے منظور کی گئی)

امتحانات میں ناجائز ذرائع کے استعمال کی روک تھام

جناب سپیکر: یہ اس پر بحث بھی ہو چکی تھی، قرارداد پیش بھی ہو چکی ہے؟

وزیر قانون: جناب والا! بحث جاری ہے اور محترمہ بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ تقریر کر چکی ہیں۔ اگر ان کی خواہش ہے کہ دوبارہ ان کا نام آئے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی تقریر جاری تھی؟ بیگم نجمہ حمید صاحبہ صحیح صورت جانتی ہیں۔

بیگم نجمہ حمید: جناب والا! قرارداد کے حق میں میری تقریر جاری تھی۔

جناب سپیکر: آپ کی تقریر جاری تھی

بیگم نجمہ حمید: جی!

جناب سپیکر: وہ کس سلسلے میں ؟

بیگم نجمہ حمید: جناب والا! انہی کی قرارداد کے حق میں' میں تقریر کر رہی تھی

جناب سپیکر: کیا یہ تقریر کر چکی تھیں ؟

بیگم نجمہ حمید: جی! یہ تقریر کر چکی تھیں۔

جناب سپیکر: آپ کیا دوبارہ تقریر کرنا چاہتی ہیں ؟

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! میں بھی یہی کہنے کے لئے کھڑی ہوئی تھی کہ اس وقت سپیکر صاحب نے یہ رولنگ دی تھی کہ جب یہ قرارداد دوبارہ شروع کی جائے گی تو محترمہ نجمہ حمید صاحبہ اپنی تقریر سے شروع کریں گی اور اس کے بعد اگر آپ مجھے اجازت دے دیں تو میں کچھ کہنا چاہوں گی۔

جناب سپیکر: جی! بیگم نجمہ حمید صاحبہ!

بیگم نجمہ حمید: جناب والا! میں بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ کے حق میں بول رہی تھی اور اس میں، میں نے یہی کہا تھا کہ پہلے صرف ایک پنجاب بورڈ ہوا کرتا تھا تو اس وقت Corruption بہت کم ہوا کرتی تھی اور جب سے یہ پانچ بورڈ ہو گئے ہیں لاہور، گوجرانوالہ، سرگودھا، ملتان اور راولپنڈی تو ان میں جو بھی ممتحن صاحبان ہوتے ہیں ان سے رابطہ قائم کرنا اور جن کے پاس پرچے جاتے ہیں ان سے رابطہ قائم کرنا لوگوں کے لئے بہت آسان ہو گیا ہے۔ جناب والا! پہلے تو تھانوں کا سودا ہوتا تھا لیکن اب تعلیمی مراکز کا سودا ہوتا ہے میں سمجھتی ہوں کہ جو بچے اس corruption سے۔

ایک آواز: آپ ایک پارلیمانی سیکرٹری ہیں۔

بیگم نجمہ حمید: میں پہلے ماں ہوں اس کے بعد ایم پی اے ہوں۔ جو قرارداد پیش کی گئی ہے میں اس پر ضرور بولوں گی اور اس پر بولنا میرا حق ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ آپ پارلیمانی سیکرٹری ہیں۔ یہ بات تو غلط ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری بول نہیں سکتا۔

جناب سپیکر: راجہ خلیق اللہ خاں صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں

وزیر قانون: جناب والا! میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی حکومت کا اہم ستون ہوتے ہوئے حکومت پر تنقید کر سکتا ہے؟

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: یہ ایک پوائنٹ آف آرڈر آیا ہے - چودھری صاحب تشریف رکھیئے جنجوعہ صاحب تشریف رکھیئے - پہلے راجہ خلیق اللہ خاں صاحب کی طرف سے ایک پوائنٹ آف آرڈر ہے (قطع کلامیاں) خاں صاحب تشریف رکھیئے - راجہ صاحب کی طرف سے یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ آیا حکومت کا کوئی اہم فرد حکومت پر نکتہ چینی کر سکتا ہے؟ اس بارے میں میری رائے یہ ہے کہ یہ آپ کا internal معاملہ ہے - اگر کوئی صاحب یہاں بولنا چاہیں - جنجوعہ صاحب! تشریف رکھیئے - اگر حکومت کا کوئی فرد یہاں حکومت کے حق میں بولنا چاہیں تو بول سکتا ہے' خلاف بولنا چاہے تو بول سکتا ہے - یہ آپ کا اپنا معاملہ ہے - آپ کی پارٹی کا معاملہ ہے کہ آپ اپنی پارٹی ڈسپلن میں لوگوں کو لائیں یہاں ہم کسی کو نہیں روک سکتے کہ آپ حکومت کے آدمی ہیں اس لئے آپ نہیں بول سکتے -

بیگم نجمہ حمید: جناب والا! جو اپنے career کی ابتداء بدعنوانی سے کرتے ہیں وہ کل کے آنے والے انجینئرز ہیں' ڈاکٹرز ہیں' افسران ہیں اور لیڈر ہیں' وہ سارے معاشرے میں بدعنوانی پھیلائیں گے -

جناب سپیکر: خان سعید اکبر پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں -

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ باجی نجمہ حمید صاحبہ نے یہ فرمایا ہے کہ میں پہلے بحیثیت ماں اور اس کے بعد ایم پی اے کی حیثیت سے بول رہی ہوں تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو ان کو یہاں حق ملا ہے تو وہ یہاں بطور ایم پی اے بول رہی ہیں یا بطور ماں بول رہی ہیں اگر ماں کی حیثیت سے بول رہی ہیں تو وہ گھر پر بول سکتی ہیں۔ یہاں وہ بطور ایم پی اے بول رہی ہیں۔ اس لئے میں ان کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ وہ یہاں ایم پی اے ہیں اس لئے وہ بول رہی ہیں -

بیگم نجمہ حمید: جناب والا! مجھے پرائیویٹ ممبرز ڈے پر تو بولنے دینا چاہئے تھا۔ ویسے یہ بات غلط ہے۔

جناب سپیکر: کیا بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتی ہیں ؟

بیگم بشریٰ رحمٰن: جی!

جناب سپیکر: جی فرمایئے! آرڈر پلیز۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کے لئے کھڑی ہوئی ہوں اور میں اس معزز ایوان سے التجا کرتی ہوں کہ یہ بہت بڑا سنگین قومی مسئلہ ہے - یہ ایک المیہ ہے اسے مذاق کی نذر نہ کریں اور جناب والا! میں آپ کے توسط سے محترم راجہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ راجہ صاحب ہیں خدا کے واسطے اس قرارداد کے حق میں بولنے والوں کو حکومت کی " تڑی " نہ دکھائیں کیونکہ ہم لوگ ایم پی اے پہلے ہیں او ربعد میں کچھ اور ہیں - وزیر بھی ہوں اور پارلیمانی سیکرٹری بھی ہوں تو جناب والا! اس قرارداد کے بارے میں تمام اراکین کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیجئے اور اس کے بعد میں اپنا موقف بیان کرونگی -

چودھری محمد صدیق سالار: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: چودھری محمد صدیق سالار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں -

چودھری محمد صدیق سالار: جناب والا! پہلی بات یہ ہے کہ حکومت کا کوئی وزیر " تڑی " کی بات نہیں کرتا - محترمہ ہماری پارٹی کی بہت اہم ممبر ہیں - ہم انہیں جو چاہیں کہہ سکتے ہیں - دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہتے ہیں کہ پنجاب کے نوجوانوں کو، پنجاب کے ذہین نوجوانوں کو یہ کبھی خطاب دینے کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ نقل مار کر پاس ہوتے ہیں - انہی میں سے سی ایس پی، پی ایچ ڈی اور انہی میں سے ڈاکٹر، انجینئرز کوئی نقل نہیں مارتا - اگر کوئی فرد نقل مارتا ہے تو یہ بات ان کی ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جناب جنجوعہ پوائنٹ آف آڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں -

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! آج پوائنٹ آف آرڈر پر جناب راہی صاحب نے میری ڈیوٹی لگائی ہے کیونکہ ان کا گلا ٹھیک نہیں ہے - تو میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ جناب

محترم بزرگ سالار صاحب جو کچھ فرما رہے ہیں کیا یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر ہے ؟

جناب سپیکر: جی ! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے - بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ کی قرارداد پر کوئی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں ؟

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں نکتہ معلومات پر عرض کرنا چاہتا ہوں -

جناب سپیکر: جی ارشاد فرمایئے

رانا پھول محمد خان: جناب والا! یہ قراردادیں جو پرائیویٹ ڈے میں آتی ہیں اور ان کو یہ ہاؤس اتفاق رائے سے منظور کرے تو کیا یہ ضروری ہے کہ حکومت اس کی پابندی کرے یا اگر اس کی پابندی نہ کی جائے اور اس پر عملدرآمد نہ کیا جائے تو پھر کیا اس کے خلاف تحریک استحقاق اس ہاؤس میں پیش ہو سکتی ہے ؟

جناب سپیکر: رانا صاحب کی بات کے بارے میں جناب لاء منسٹر روشنی ڈال سکیں گے ؟

وزیر قانون: جناب والا! یہ بڑا نازک نکتہ ہے - اس کے لئے ہمیں کل تک موقع دے دیں -

جناب سپیکر: ایسا کرلیں کہ اس پر ذرا سوچ کر بات کرلیں - کوئی حرج نہیں ہے -

وزیر قانون: جناب والا! مجھے موقع دیں، میں عرض کردوں گا -

جناب سپیکر: جی ! بالکل صحیح ہے۔ راجہ صاحب اس پر اپنی رائے کا اظہار ایک دو روز میں کریں گے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں -

جناب سپیکر: جی ! ارشاد فرمایئے -

رانا پھول محمد خان: جناب والا! یہ تمام ارکان کے لئے ایک مسئلہ ہے کہ جب اسمبلی کا اجلاس شروع ہو جائے اور کوئی رکن اسمبلی یہاں لاہور میں ہوتے ہوئے بیمار ہو جائے اور وہ ہسپتال میں داخل ہو جائے تو کیا اس کو الاؤنس برابر ملے گا اس کی حاضری تصور ہوگی یا نہیں ؟

جناب سپیکر: یہ تو میرے متعلقہ معاملہ ہے اور میں اس پر سوچ کر جواب دوں گا -

رانا پھول محمد خاں: جناب والا! اسی کے ساتھ ایک اور بات ہے کہ اگر ایک رکن اسمبلی دو چھٹیوں میں کسی عدالت میں تاریخ بھگتنے کے لئے ملتان جاتا ہے یا وہ اپنے گھر جاتا ہے اور واپس آتا ہے کیا اس چھٹی کا الاؤنس اس رکن کو ملے گا یا وہ وہاں سے اپنا ٹی اے ڈی اے پھر بنائے کہ میں وہاں گیا تھا تو اس کو یومیہ الاؤنس پورا ملے گا یا آدھا ملے گا؟

جناب سپیکر: آپ کی بات ہو گئی؟

رانا پھول محمد خاں: جناب!

جناب سپیکر: تشریف رکھیئے۔ اس پر بھی ہم سوچ کر جواب دیں گے۔ بیگم صاحبہ کی قرارداد پیش ہو چکی ہے اب اس پر آپ کچھ اور کہنا چاہیں گی؟

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! آپ اگر مجھے اجازت دیں تو میں کچھ تھوڑا سا عرض کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر قانون: جی! میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: تو پہلے بیگم صاحبہ کہہ لیں۔

وزیر قانون: جناب والا! بیگم صاحبہ پہلے کہہ چکی ہیں۔ اگر یہ کوئی نیا نازک سا مسئلہ اٹھانا چاہتی ہیں تو یہ ایک علیحدہ بات ہے۔

جناب سپیکر: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بیگم صاحبہ دو چار منٹ میں بات کر لیں گی۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: شکریہ! جناب والا! انسانی حافظہ بہت کمزور ہوتا ہے اس لئے اس پر یقین نہیں کرنا چاہئے اور جہاں سے یہ سلسلہ گفتگو کا ٹوٹا تھا وہاں سے یہ سلسلہ جوڑنا بہت ضروری ہے کہ کچھ تھوڑا سا عرض کر دیا جائے۔

وزیر قانون: آپ ٹیلی ویژن پر آئی ہوئی ہیں یا اسمبلی میں آئی ہوئی ہیں۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب! میں تو اپنے آپ کو ٹیلی ویژن پر ہی سمجھ رہی ہوں، جناب والا! پچھلی مرتبہ تقریر کرنے کے بعد اور اس کا تمام سیاق و سباق دیکھنے کے بعد میں نے اس قانون کا مطالعہ کیا۔

جس کا حوالہ جناب وزیر قانون دے رہے تھے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے پاس طلباء اور طالبات کی نقل کرنے کے سلسلے میں ایک قانون موجود ہے۔ جناب والا! اس کو اچھی طرح سے مطالعہ کرنے کے بعد میں نے یہ دیکھا ہے کہ اس قانون کی ہر شق امیدوار کے لئے ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اگر امیدوار یہ یہ کرتا پایا گیا، امیدوار اگر اس طرح نقل کرتا پایا گیا" امیدوار اگر اسلحہ کے ساتھ پایا گیا وغیرہ وغیرہ " میری قرارداد کو اگر وزیر موصوف غور سے دیکھیں۔ میں نے یہ کہا ہے کہ " ممتحن صاحبان اور والدین کو بھی " ایک زمانہ تھا جب امیدوار خود اپنی مرضی سے رازداری سے نقل کرتا تھا لیکن اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ والدین بھی شامل ہوگئے ہیں اور ممتحن صاحبان بھی اور بورڈ کے ممبران بھی اور سارا عملہ اس میں شامل ہو چکا ہے۔ میں جناب والا! ایک فائل لائی ہوں، میں صرف آپ کو دکھانا چاہتی ہوں کہ اس میں وہ تمام خطوط ہیں جو کہ گیارہ جون 1987ء سے آج تک میرے پاس طلباء اور طالبات نے اور بہت سے متعلقہ لوگوں کی طرف سے آئے ہیں۔ انہوں نے مجھے مزید اعداد و شمار بتائے ہیں اور انہوں نے مجھے مزید حادثات بتائے ہیں اور انہوں نے اس میں لکھا ہے کہ کس کس علاقہ میں دس دس ہزار روپیہ لے کر ابھی موجودہ میٹرک کے امتحانوں میں کیا کچھ کیا گیا ہے اور کس طرح بچوں کو مجبور کرکے کون سا پرچہ کس طرح نقل کروایا گیا اور کتنے پرچے گم کروائے گئے اور کتنی کاپیاں اڑائی گئیں۔ جناب والا! یہ تو اب فرمائیں گے کہ وقت نہیں ہے اور یہ خط پڑھ کر نہ سنائیں اور پھر یہ ہے کہ ان کو بچوں کے خطوط سے دلچسپی نہیں ہے تو یہ کوئی اور سے خطوط ہوتے تو یہ کہتے کہ پڑھ کر سنا دیں۔

وزیر قانون: آپ کے خطوط سے تو مجھے دلچسپی ہے۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جی ہاں! مگر میں اس عمر میں تو آپ کو نہیں لکھ سکتی۔ جناب والا! ان خطوط سے ان کو دلچسپی تو نہیں ہوگی ورنہ میں نے ان خطوط میں سے کچھ خطوط کو نشان لگا کر رکھے تھے تاکہ میں ان کی خدمت میں عرض کرتی۔ اب ان کا قانون جو ہے وہ ان اساتذہ کو جو طلباء سے رقم طلب کرتے ہیں۔ ان والدین کو جو رقم پیش کرتے ہیں، ان ممتحن صاحبان کو جو پرچے تبدیل کرواتے ہیں اور جو ممتحن سینٹروں کی بولی لگاتے ہیں۔ اور جو والدین بریف کیس بھر کر جاتے ہیں اور جو پرچے باہر آتے ہیں اور جو کاپیاں بدلوائی جاتی ہیں اور معزز لوگوں کی وساطت سے بدلوائی جاتی ہیں اور عملہ کی وساطت سے بدلوائی جاتی ہیں، جیساکہ آج کل بہت افواہ ہے کہ میٹرک کے امتحانات میں اپنے بچوں کو فرسٹ

کروانے کے لئے یہ کچھ کیا جا رہا ہے۔ آپ کا قانون تو جناب والا! صرف انہی امیدواروں کو سزا دیتا ہے جو کہ ان میں سے کمزور اور "ماڑا" ہوتا ہے۔ جو پیسے والے ہیں، ان کو وہ سزا نہیں دیتا ہے، سوال یہ ہے کہ ہم اعتراض برائے اعتراض یا تنقید برائے تنقید نہیں کر رہے ہیں، ہم نے ان کے سامنے ایک المیہ رکھا ہے اور ہم نے یہ کہا ہے کہ آپ نے نئی روشنی سکولوں کے تحت تعلیم کو تیز تر کرنے کا جو عزم کیا ہے، اس کے تحت آپ اگر یہی سلسلہ رکھیں گے تو پھر تو وہ سارا بجٹ ضائع ہو جائے گا، سب کچھ ضائع ہو جائے گا اور اگر نقلیں یہاں سے شروع ہو رہی ہیں تو پھر نئی روشنی میں بھی یہی ہوگا کہ تین سال تک کوئی بچہ پڑھے گا نہیں اور پیسے دے کر سرٹیفکیٹ لے لے گا اور اپنے آپ کو پرائمری پاس کہہ دے گا۔ جناب والا! یہ اعتراض نہیں ہے، یہ تنقید نہیں ہے، یہ تنقیص نہیں ہے، اس کو آپ ایک آہ سمجھیں، ایک فریاد سمجھیں، ایک التماس سمجھیں، اس کو التجا سمجھیں، آپ کی نئی نسل کی طرف سے ایک یہ پیغام تھا جو کہ میں نے آپ کو دیا ہے، ان کی تمنائیں تھیں جو کہ آپ تک پہنچائی گئی ہیں اور ان کے المیے تھے، ان کے حادثے تھے اور ان کے ٹوٹے ہوئے دل تھے جو کہ میں نے آپ کے پاس اس لئے پہنچائے ہیں کہ آج اس بازار میں علم کا بھی سودا ہونے لگا ہے، پہلے ہر شے بکتی تھی لیکن علم نہیں بکتا تھا۔ آج علم کے بیوپاریوں نے اس کا ڈھیر لگایا اور کہا کہ بولی دیجئے اور ڈگری اٹھا لیجئے، میڈیکل کی اٹھایئے، کیمیکل انجینئرنگ کی اٹھایئے، میٹرک کی اٹھایئے، بی اے کی اٹھایئے، کوئی بھی ڈگری اٹھایئے اور آپ اس کے لئے بولی دیجئے۔ جناب والا! ابھی تک تو نقول کرنے والے افراد کی تعداد کم ہے، جیسے صدیق سالار فرماتے ہیں۔ ہم نے تو یہ نہیں کہا ہے کہ خدانخواستہ سارے پنجاب کے لوگ اتنے مشہور و معروف، دانشور، اچھے اور اس ملک کو چلانے والے سارے نقل کرکے پاس ہوئے ہیں۔ ہم نے تو جناب والا! سارے کا لفظ ہی نہیں کہا ہے۔ ہم نے یہ کہا ہے کہ ایک رجحان ہے جو کہ کینسر کی طرح پھیلتا جا رہا ہے۔ ہم نے اس کی تشخیص کی ہے۔ جناب والا! آپ اس کا کوئی علاج کیجئے، آپ علاج میں ہمیں ساتھ نہیں ملاتے نہ سہی، وعدہ تو کیجئے کہ آپ اس کا علاج کریں گے۔ یہ کہتے ہیں کہ آپ ہر ایک پر الزام لگا رہے ہیں۔ یہ کہہ کر میری قرارداد کی دھجیاں پھر اڑانا چاہتے ہیں۔ جناب والا! میں نے یہ نہیں کہا ہے میں نے آنے والی نسلوں کے لئے آپ کو متنبہ کیا ہے۔ میں نے کہا ہے کہ یہ پھیل رہا ہے، میں خود سینٹر سینٹر گئی ہوں۔ انٹرمیڈیٹ کے امتحانوں میں، میٹرک کے امتحانوں میں، میں نے وہاں پر جا کر دیکھا ہے جو کچھ ہوتا ہے، علی الاعلان نقل ہو رہی ہے اور دو چار شریف بچے جو کہ نقل نہیں کر رہے ہیں، وہ رو رہے ہیں کیونکہ ان کے

والدین نے ان کو منع کیا ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے - جناب والا! ان تمام حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے وزیر موصوف فرمائیں ان کا قانون نقل نہ کرنے والوں کو کیا انعام دیتا ہے۔ اور نقل کرنے والوں کو کیا سزا دیتا ہے اور کیا وہ کوائف پیش کر سکتے ہیں کہ جتنے لوگوں نے گزشتہ سالوں میں نقل کی ہے، پچھلے امتحانوں میں جنہوں نے نقل کی ہے، جو اعداد و شمار میں نے پیش کئے تھے انہوں نے ان کو کیا سزائیں دی ہیں - ان کا قانون اتنا بے جان ہو چکا ہے کہ اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکتا ہے - اب یہ ہے کہ سب ہی یہاں پر اولاد والے ہیں اور بچوں والے ہیں - جناب والا! اور ...... دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہے - شکریہ -

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں بھی اس پر بولنے کی اجازت چاہتا ہوں - جناب والا! گزارش یہ ہے کہ یہ قرارداد بہت اچھی ہے اور وقت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے لیکن اس میں جو سب سے بڑا نقص ہے وہ یہ ہے کہ اگر طالبات کو نقل کرتے ہوئے پکڑا گیا اور ان کو جرمانہ کیا گیا تو ہماری قوم کی بیٹیوں کو جو جرمانہ کے بعد سزا یافتہ ہوئیں تو ان کے رشتے بھی لوگ نہیں مانیں گے اور یہ ہمارے لئے ایک مشکل پیدا ہو جائے گی -

بیگم بشریٰ رحمٰن: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! پنجابی میں کہنے کی اجازت چاہتی ہوں، جناب والا! " رانا صاحب نوں اس مروج رشتیاں دی کیوں فکر پے گئی اے - نالے اوہ جوان کڑیاں دی او اپنی فکر کرن، اناں نوں رشتے مل جان گے، جے جوان ہیگے نے " -

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں یہ گزارش کروں کہ اس قرارداد میں وارد ہونے والے الفاظ جو کہ اس کی سطر 4 میں ہیں " اور والدین کو بھی اگر وہ اس فعل میں ملوث پائے جائیں مناسب جرمانے کی سزا دی جا سکے " - اس میں فعل کی بجائے لفظ جرم ثبت کیا جائے - میں زبانی یہ ترمیم اس قرارداد میں پیش کرتا ہوں کہ لفظ " فعل " والدین کے لئے درست نہیں ہے - اس کے علاوہ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ آپ کے سیکرٹریٹ نے بھی اس کو نہیں دیکھا ہے - یہ مطالبہ ایک قرارداد کے ذریعہ سے نہیں کیا جا سکتا ہے - یہ قانون میں ترمیم کی جا سکتی ہے - یہ محترمہ کو اور اس ایوان کے تمام ارکان کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی صوبائی قانون میں اگر کوئی تبدیلی چاہتے ہیں تو وہ قرارداد کے ذریعہ نہیں آتی ہے وہ امنڈمنٹ بل کے ذریعہ سے آتی ہے - اگر یہ ترمیمی بل ہوتا تو باخدا میں سب سے پہلا آدمی تھا جو اس کی تائید کرتا اور ان کی اس تجویز سے مجھے کلی اتفاق ہے۔ لیکن یہ ایک پرائیوٹ ڈے میں

پرائیویٹ بل پیش کر سکتی ہیں اور میں گزارش کروں گا کہ قرارداد سے ہمارا اور ان کا مقصد حل نہ ہوگا، وہ اس کو واپس لیں اور اس سلسلہ میں ایک ترمیمی بل پیش کریں اور انشاء اللہ اس سے عوام کو فائدہ ہوگا۔ لیکن ہماری بیٹیوں کے سلسلہ میں جو سزا یافتہ ہونے کی صورت میں جو مشکلات ہوں گی ان کو سزا نہیں دینی چاہئے۔ طالبات کے لئے میں گزارش کروں گا کہ ان کو سزا سے مستثنیٰ قرار دینا چاہئے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! جن جذبات کا جن احساسات کا، میرے معزز رکن نے یہاں پر اظہار کیا ہے اس سے قطعی طور پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔

(قطع کلامیاں)

MR: SPEAKER: No interruptions please.

وزیر قانون: جناب والا! سب سمجھتے ہیں کہ کس طرح سے امتحانات میں Unfair means استعمال ہو رہے ہیں۔ گورنمنٹ کو بھی اس کا احساس ہے والدین کو بھی اس کا احساس ہے، اور عوام میں بھی اس کے خدشات موجود ہیں۔ جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح رانا پھول محمد خان نے کہا کہ بجائے اس کے کہ یہاں پر کوئی قرارداد پیش کی جاتی، بجائے اس کے کہ ہم یہاں پر زبانی جمع خرچ کریں، بجائے اس کے کہ ہم جذبات سے کھیلتے، سب سے احسن قدم یہ تھا کہ ہم یہاں پر کوئی ایسا قانون لاتے، کوئی ایسی ترمیم پیش کرتے جس سے ہم اس برائی سے بچ سکتے۔ جناب والا! میں یہ دعوت دیتا ہوں کہ بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ کو کہ آئیں مل کر ہم اس مرحلے پر کوئی ایسا قدم اٹھائیں جس سے اس برائی کو ختم کیا جا سکے۔ آپ کوئی تجویز لائیں ہم اس کے مطابق انشاء اللہ قانون بنائیں گے، ضرور بنائیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس اسمبلی سے ہی پاس کروائیں گے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: یہ ایک Assurance ہے جو کہ On the floor of the House دلائی جا رہی ہے۔

وزیر تعلیم: ٹھیک ہے جناب یہ قانون لائیں اگر وہ قوم کے لئے، ہمارے لئے بہتر ہوگا تو ہم اسے اس اسمبلی سے پاس کروائیں گے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: پہلے راجہ صاحب کو بات کرنے دی جائے۔

وزیر تعلیم: جناب والا! جہاں تک امتحانات میں Unfair means ختم کرنے کا ذکر کیا ہے، ہمارے پاس اب بھی قوانین موجود ہیں، ہمارے پاس اب بھی رولز موجود ہیں۔ سوال قانون یا رولز کا نہیں۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ اس قانون یا رولز کو ہم خود استعمال کرتے ہیں۔ ہم نے معاشرے میں جو برائی ہے اس کو ختم کرنا ہے۔ خواہ آپ کتنے ہی قوانین بنائیں، خواہ آپ کتنے ہی رولز بنائیں۔ لیکن جب تک آپ سپرنٹنڈنٹ کو ٹھیک نہیں کہیں گے، جب تک آپ اپنے افسران کو ٹھیک نہیں کریں گے، جب تک آپ ماں باپ کو ٹھیک نہیں کریں گے، جب تک آپ بچوں کو ذہنی طور پر ٹھیک نہیں کریں گے، اس وقت تک خواہ کسی قسم کا قانون ہو تو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ ہم نے نیک نیتی سے کوشش کی ہے اور ہم نے اس سال اتنی سختی کی ہے اور میں یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم نے اس سال جو میٹرک کے امتحانات ہیں اس میں Unfair means کو 50% تک کم کر دیا ہے۔ اور میں یہ بھی آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انٹرمیڈیٹ کے امتحانات میں ہم نے 75% Corruption ختم کر دی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اور اگر یہ کہیں تو میں اس سلسلے میں تمام اعداد و شمار پیش کر سکتا ہوں۔

انٹرمیڈیٹ کے امتحانات میں 717 کیس رجسٹرڈ ہوئے تھے جن میں سے 295 کا فیصلہ ہو چکا ہے اور 231 کو سزا ہو چکی ہے۔ 64 بچوں کو معاف کر دیا گیا ہے۔ اور ابھی تک 422 کیس ہمارے زیر مطالعہ ہیں۔ اسی طرح سیکنڈری بورڈ 1987ء کے امتحانات میں 809 کیس رجسٹرڈ ہوئے تھے۔ جن میں سے 723 کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ 565 کو سزا ہو چکی ہے اور 158 لڑکوں کو صفائی پیش کرنے کی وجہ سے معاف کر دیا گیا ہے اور 186 کیس زیرالتواء ہیں یعنی حکومت کی طرف سے جس طرح اس دفعہ سختی ہوئی ہے ماضی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ ہمارا فرض ہے اور ہم اپنے فرض کو اچھی طرح سے نبھاتے ہیں کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس دور کے لئے سب سے اہم مسئلہ یہی ہے کہ . . .

Unfair means کو ہم کس طرح سے ختم کر سکتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے اور ہاں ہم قوم کے سامنے بھی جواب دہ ہیں، آپ کے سامنے بھی جواب دہ ہیں اور خدا کے سامنے بھی جواب دہ ہیں، ہم اس کیلئے کوشش کریں گے اور آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ ہم آپ کو Assurance دیتے ہیں کہ اگر وہ قانون صحیح ہوا تو ہم آپ کا پوری طرح سے ساتھ دیں گے۔ آیئے ہمارے ساتھ مل کر کام کیجئے

ہم خود اس برائی کو ختم کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ملک اور قوم کیلئے مفید ہے۔

سید حسنات احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! میں نے یہ گزارش کرنی تھی کہ اتنی معمولی سی بات تھی جسے ہم نے لمبا کر دیا ہے۔ بیگم بشریٰ رحمن صاحبہ کی قرارداد بالکل Innocent type ہے' اس سلسلے میں قانون کا ہونا یا نہ ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر اس قرارداد کو آپ مہربانی کرکے پڑھیں اور اگر اس کو پاس کر لیا جائے تو یہ بھی ایک سفارش ہے۔ اس میں ایسی کونسی بات ہے' اس میں کونسی خرابی ہے۔ سفارش کر دی جائے اس کے بعد گورنمنٹ کی مرضی ہے جو چیز وہ کرنا چاہتی ہے وہ کرے' جو نہیں کرنا چاہتی وہ نہ کرے لیکن اس قرارداد کو پاس کرنے میں حرج کیا ہے؟

ملک ممتاز احمد خان بھچر: جناب والا! میری بھی اس ضمن میں ایک تجویز ہے کہ اگر آپ اس سلسلے میں ایک کمیٹی تشکیل کر دیں تاکہ اس پر غور کرکے کوئی متفقہ چیز پیش کی جا سکے۔

وزیر تعلیم: کمیٹی کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: نہیں تو اس پر کسی کو کوئی اعتراض ہے؟

وزیر تعلیم: جناب والا! اس پر اعتراض یہ ہے کہ ہمارے پاس رولز موجود ہیں' ہمارے پاس قوانین موجود ہیں' جیساکہ میں نے پہلے بھی یہ عرض کیا ہے کہ جو شخص باہر سے کاغذ بھیجتا ہے ہم نے اس کو بھی ختم کرنے کیلئے' ہم ے ہر سنٹر میں دفعہ 144 کا نفاذ کیا ہوا ہے اور کسی غیر شخص کو ہم سنٹر کے نزدیک پھٹکنے نہیں دیتے اور میں یہ بات پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ جس طرح ہم نے اس دفعہ قانون کا نفاذ کیا ہے۔ اس کی مثال نہیں ملتی' ہمیں موقع دیں انشاء اللہ تعالیٰ اگلے دو تین سالوں میں اس لعنت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: بیگم بشریٰ رحمن ۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! وزیر موصوف، ابھی یہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے اس مسئلے پر' اس دفعہ کافی حد تک قابو پا لیا ہے اور یہ ہو گیا اور وہ ہو گیا' اور اتنے لوگ پکڑے گئے اور اتنے لوگوں پر مقدمے چلائے گئے۔ اگر یہ معاملہ حل ہو چکا ہے اور ان کے پاس اس کا حل ہے تو پھر یہ کیوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس بیٹھیں اور تعاون کریں۔ پھر کس بات پر بلاتے ہیں یہ؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ

یہ معاملہ کبھی حل نہیں ہو گا۔ جناب والا! یہ تو مجھے کہہ رہے تھے کہ اس پر جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن یہ خود جذباتی ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ آپ ذرا ان کی تقریر بھی سنا کریں اور اس کے بعد یہ بھی کہوں گی کہ خود یہ بڑے جوش سے بھری ہوئی تقریر کر گئے۔ بات یہ ہے کہ جب ایک دفعہ طلباء و طالبات کمرہ امتحان کے اندر چلے جاتے ہیں، اس وقت قانون شروع ہو جاتا ہے۔

میاں فضل حق: جناب والا! ہم نے راجہ صاحب کو پہلی دفعہ جذباتی ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

وزیر تعلیم: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کم از کم پہلے میری معروضات تو سن لیں۔ جب میں تقریر کرنے کھڑا ہوتا ہوں تو کبھی بشریٰ رحمٰن صاحبہ کھڑی ہو جاتی ہیں یا کوئی اور کھڑا ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب آپ نے بات مکمل نہیں کرلی؟

وزیر تعلیم: جناب والا، میری بات تھوڑی سی رہ گئی ہے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب آپ اپنی بات مکمل کریں۔ (قطع کلامیاں)
آرڈر پلیز آرڈر پلیز

وزیر تعلیم: جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ قرارداد اپنا مقصد پورا نہیں کر سکتی، کیونکہ ہمارا یہ ایوان با اختیار ہے، ہم اس سلسلے میں ہر وہ قدم اٹھا سکتے ہیں جس سے یہ لعنت ختم ہو سکے۔ اس قرارداد کے پاس ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا جو بھی اس میں بہتری چاہتا ہے اور اس سلسلے میں Contribute کرنا چاہتا ہے تو ہم اسے دعوت دیتے ہیں، کیونکہ مقصد تو ان کا بھی وہی ہے جو میرا ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ایسے طریقے استعمال کئے جائیں ایسا راستہ اختیار کریں کہ ہم منزل کو پالیں۔ خالی قراردادوں سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور اس قرارداد کے پاس ہونے سے بھی کوئی مقصد حل نہیں ہو گا۔ کیونکہ جب یہ اسمبلی بااختیار ہے، یہ خود ہی قانون بنا سکتی ہے تو میں ان کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ یہ قانون کو کوئی ایسی شکل دیں جس سے ہم اس لعنت کو ختم کر سکیں۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ قرارداد ویسے بھی اس لئے غیر قانونی ہے کہ ایک اسمبلی جب خود ہی خود مختار ہوتی ہے، اور جس کو اختیار ہوتا ہے وہ قرارداد پاس نہیں کرتی وہ قانون پاس کرتی ہے، وہ رولز پاس کرتی ہے اس لئے ان کی قرارداد قانونی لحاظ سے بھی اس ایوان میں پاس نہیں ہو سکتی۔ بہت بہت شکریہ۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب سپیکر اس سلسلے میں گزارش کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر: پیرزادہ صاحب اس قرارداد پر بات کرنا چاہیں گے؟

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جی ہاں۔

جناب سپیکر: فرمایئے۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! بیگم صاحبہ نے جو قرارداد پیش کی ہے اس کا مقصد حکومت پر تنقید نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا ناسور ہے اگر آپ اس کا غور سے جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ شروع میں جب امتحانات ہوا کرتے تھے۔ تو اس وقت چاقو میز پر لگا کر امتحان دینے والا نقل مارتا تھا۔ اس میں ممتحن شامل نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ زبردستی کرتا تھا لیکن پھر اس کے ساتھ ممتحن شامل ہوا' پھر اس کے ساتھ اب والدین شامل ہوئے اب یہ بڑھتا ہوا ایک ناسور ہے جس پر قابو پانا ضروری ہے۔ یہ قرارداد اس لحاظ سے بھی بہتر ہے کہ یہ گورنمنٹ کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ برائی کو روکنے کے لئے ہے' اس لئے بہتر یہ ہو گا کہ اس سلسلے میں کوئی کمیٹی بنائی جائے یا وزیر تعلیم صاحب یہ Surety دیں کہ ہم اس پر کمیٹی نامزد کریں گے اور اس ناسور کو ختم کریں گے یہ ایک صحیح وقت پر صحیح موقع پر صحیح نشاندہی کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ راجہ صاحب کی تقریر کے بعد اب آپ کا کیا ارشاد ہے؟

رانا پھول محمد خاں: جناب والا! انہیں یہ قرارداد واپس لے لینی چاہیئے اور اسے ترمیمی بل کی شکل میں پیش کریں۔ کیونکہ اگر یہ ترمیمی بل پیش نہیں کریں گی تو گورنمنٹ اپنی طرف سے ترمیمی بل پیش کر دے گی اس لئے یہ خود کیوں نہ پیش کریں۔ ان کا حق ہے۔

جناب سپیکر: یہ ایک تجویز ہے جو کہ رانا صاحب نے پیش کی تھی اور اس تجویز کے بارے میں جناب وزیر قانون نے یہ کہا ہے کہ وہ بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ آپ اسے بل کی شکل میں پیش کریں اور کوئی legislation تجویز کیجئے۔ کیونکہ اس سلسلے میں اسمبلی بااختیار ادارہ ہے کہ وہ اس پر قانون سازی کر سکے - وزیر قانون صاحب کی طرف سے یہ پیشکش ہے آپ اس پر کیا فرمانا چاہیں گی؟

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے میں کمیٹی تشکیل دی جائے اور ان

سفارشات سے ایک بل میں ترمیم اخذ کر کے پیش کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: کمیٹی ایک نئی قرار داد پیش کرنے کے لیے تشکیل کی جائے۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: نہیں جناب یہ قرارداد ایک کمیٹی کے سپرد کر دی جائے جس کے ممبران وزیر تعلیم خود نامزد کریں۔ اور اس کمیٹی میں شامل جو ممبران ہوں وہ اس پر غور خوض کر کے ان کی آراء لے کر کوئی سفارشات ترتیب دے دی جائیں۔ جتنے مرضی اس کے ممبر ہوں اور اس پر غور و خوض کر کے سب کی آراء لے کر کوئی سفارشات ترتیب دے دی جائیں پھر اس کو ایک بل کی صورت میں ڈھال کر' ترمیم کی صورت میں ڈھال کر اسے پھر اگلی دفعہ پیش کر دوں۔

جناب سپیکر: آپ اس کو اگلی دفعہ قرارداد کی شکل میں پیش کریں گی؟

بیگم بشریٰ رحمٰن: نہیں جناب میں اسے ایک بل کی شکل میں پیش کروں گی۔

جناب سپیکر: کیا بل کی شکل میں پیش کریں گی؟

بیگم بشریٰ رحمٰن: جی ہاں!

جناب سپیکر: تو بل کو آپ اکیلے بھی پیش کر سکتی ہیں۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب! اس کے اوپر بہت غور و خوض کرنے کی ضرورت ہے اور بہت سے لوگوں کی رائے لینے کی ضرورت ہے کہ اس میں کس طرح ہو سکتا ہے۔ جناب والا! اس میں والدین اور ممتحن ملوث ہیں۔ اس قانون کو سخت کریں گے تو وہ لوگ پیچھے ہٹیں گے بچوں کو تو ہم ٹھیک کر لیتے ہیں والدین اور ممتحن کو کیسے ٹھیک کیا جا سکتا ہے جو اپنی قیمتیں مقرر کرتے ہیں۔ تو اس کے اوپر غور و خوض کرنے کی بہت ضرورت ہے۔

جناب سپیکر: آپ کا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک بل لانے کے لئے حکومتی سطح پر ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو اس پر غور و خوض کرنے کے بعد اس کو بل کی شکل میں لائے۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب آپ کی کیا رائے ہے؟

وزیر تعلیم: گورنمنٹ کے پاس تو جو کچھ ہے وہ آپ کے پاس اور آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا

ہے۔ جو قانون ہے اور جو رولز ہیں وہ بڑے واضح ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی کمزوری ہے تو وہ محترمہ دیکھ لیں اور پڑھ لیں۔ قانون جو ہے وہ اسے پڑھ لیں۔ میں نے ابھی ابھی ان کو ایک کتاب دی ہے وہ بھی پڑھ لیں۔ وقت لے لیں۔ اگر وہ سمجھتی ہیں کہ ان میں کوئی ترمیم چاہیے اور ان میں ایسا کوئی ضروری قدم اٹھانا ہے جو اس کے لئے ضروری ہے تو ہم اس کا خیر مقدم کریں گے۔

جناب سپیکر: تو اس میں راجہ صاحب کا مقصد یہ ہے کہ اس کے لئے کمیٹی بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اس کو خود دیکھ لیں اور اگر آپ اس میں کوئی قانون سازی Initiate کرنا چاہتی ہیں تو اس کے بارے میں آپ ان کے ساتھ گفت و شنید کرلیں۔ ان کو اسے قبول کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! ٹھیک ہے جس طرح انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر میں قانون سازی میں کوئی ترمیم کرنا چاہوں گی تو وہ میں ان کے ساتھ گفت و شنید کر کے اسے بل کی صورت میں پیش کر دوں گی۔ یہ اس کی یقین دہانی کروائیں کہ پھر مجھے وہ بل پیش کرنے کی اجازت دیں گے۔

جناب سپیکر: وہ تو انہوں نے اس کی یقین دہانی کروا دی ہے۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! کیونکہ ان کے پاس تو بہت سی تاویلیں ہیں اور ان کی یادداشت بھی اتنی ٹھیک نہیں ہے' وہ باتوں کو بھول جاتے ہیں۔

وزیر تعلیم: میں یقین دلاتا ہوں کہ میں اب ان کو کبھی نہیں بھولوں گا۔ (قہقہے)

جناب رئیس مشتاق احمد: جناب والا! اس میں اصل بات جو ہے وہ رہ گئی ہے۔ بشریٰ رحمٰن صاحبہ نے فرمایا ہے کہ بڑے آدمیوں کے لڑکے پیسے دے کر نقل لگاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نقل نہیں ہو سکتی اگر سپرنٹنڈنٹ اور نگران صحیح ہوں۔ نہ والدین نقل لگوا سکتے ہیں اور نہ لڑکے لگا سکتے ہیں۔ یہ پیسے دیتے ہیں اور پیسے دینے کے بعد نقل حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ راجہ صاحب نے فرمایا ہے کہ 200 اتنے کیس ہیں جن کو سزا ہو گئی ہے۔ سزا تو بچوں کو ہوئی ہو گی اور جو پیسے لیتے ہیں ان میں سے کتنے آدمیوں کو سزا ہوئی ہے۔ وہ یہ بتائیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ وہ پیسوں سے نقل کرتے ہیں اور جو غریب بیچارے ہیں وہ پیسے نہیں دے سکتے اس لئے وہ نقل لگوا نہیں سکتے۔ اصل بات تو یہ ہے۔ نشاندہی کون کرے۔ جب سپرنٹنڈنٹ پیسے لیں اور نگران پیسے لیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: .No Cross-talk Please رئیس صاحب اس انداز میں بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کہ آپ ہاؤس میں بیٹھے لوگوں کو مخاطب کر کے بات کریں۔ آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟

جناب رئیس مشتاق احمد: میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بشریٰ رحمٰن صاحبہ نے جو فرمایا ہے کہ میرے پاس خطوط آئے ہیں اور ان بچوں نے کہا ہے کہ ہم غریب ہیں ہم پیسے نہیں دے سکتے اور بڑے آدمیوں کے لڑکے پیسے دے کر نقل لگواتے ہیں اور انہوں نے فرمایا ہے کہ کاپیاں باہر جاتی ہیں نقل ہو کر اندر آجاتی ہیں تو یہ قصور جو ہے یہ نگران اور سپرنٹنڈنٹ کا ہے۔ کاپیاں بچوں کے پاس تو نہیں ہوتیں جو کہ وہ باہر بھیج دیتے ہیں۔ وہی پیسے لیتے ہیں اور باہر بھجوا دیتے ہیں پھر نقل ہو کر آتی ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو دیکھنا چاہیئے کہ ان میں سے کتنے آدمیوں کو سزا ہو چکی ہے۔ وہ سزا کے قابل ہیں۔ بچوں کو تو جو کچھ ملے گا وہ نقل کریں گے جیسا کہ یہ سرائیکی میں ایک مثال ہے کہ:۔

"لوڑھا رڑھ چہے تے راکھا کیا کرے"

جب وہ جو راکھے ہیں جو سپرنٹنڈنٹ لگے ہوئے ہیں جو پیسے لیتے ہیں اور نقل کرواتے ہیں تو بچے کیا کریں۔

جناب سپیکر: رئیس صاحب شکریہ' اب اس قرارداد کا کوئی حل نکلنا چاہیئے۔ تشریف رکھیئے۔ حضور اب میں چاہتا ہوں کہ اس پر ہم بات کو ختم کر دیں۔ آخر اس پر وقت کی کوئی حد ہوتی ہے۔
بیگم صاحبہ اب راجہ صاحب کی آخری بات کے بعد اس قرارداد کے بارے میں اب آپ کی رائے کیا ہے؟

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب ان کی آخری بات کون سی تھی؟

جناب سپیکر: جی۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: ان کی آخری بات کون سی تھی۔ ...... (قہقہے)

وزیر تعلیم: جناب والا! کوئی راز کی بات نہیں تھی' بر سر عام بات ہوئی تھی ...... (قہقہے)

جناب سپیکر: یہ راجہ صاحب نے جو آخری بات کی ہے۔ آپ کے لئے Assurance کی بات جو کی ہے اس کے بعد اس قرارداد کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

بیگم بشریٰ رحمٰن: جی بل پیش کرنے کے بارے میں ......

جناب سپیکر: جی بل پیش کرنے کے بارے میں اور اپنی یادداشت کے بارے میں انہوں نے جو آپ کو Assurance دلائی ہے ...... (قہقہے)

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! آپ ان کی بات کا یقین کر سکتے ہیں پچھلے بیس سالوں سے پتہ نہیں کتنوں کو کہہ رہے ہیں میں تمہیں نہیں بھول سکوں گا ...... (قہقہے)

وزیر تعلیم: اب عمر کے اس حصے میں ہیں کہ جہاں صرف ایک ہی پسند کر سکتے ہیں ...... (قہقہے)

بیگم بشریٰ رحمٰن: ابھی فاضل اراکین کہہ رہے تھے کہ شعر سنائیے تو اس پر مجھے یاد آیا کہ ......

اب وہ ہرجائی کسی اور سے کہتا ہوگا
توں میری جان ہے میں تجھ کو بھلا سکتا نہیں

...... (قہقہے)

جناب والا! میں ان کی اس یقین دہانی کے ساتھ' جو بھلائی جانے والی نہیں' کہ مجھے بل پیش کرنے کی اجازت ہے میں اس کو پریس نہیں کرتی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں بیگم صاحبہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس ھاؤس کے معزز اراکین کی رائے کو اہمیت دی اور اپنی خواہش راجہ صاحب کی خواہش پر قربان کر دی ...... (قہقہے)

اور جناب والا اس میں ایک چیز اور بھی ہے کہ جہاں پیسے دینے کا معاملہ آتا ہے وہاں تمام والدین فیل ہو جائیں گے۔ کل کو میرا بچہ یا بیگم صاحبہ کا بچہ اگر نقل مارے والدین اس میں ملوث تو پائے جاتے ہیں جب وہ پیسے دیتے ہیں۔ جرم میں شامل تو ہو جاتے ہیں۔ اس کا مضمون بنا لیں۔

جناب سپیکر: تو اس قرارداد کو بیگم صاحبہ کو واپس لینے کی اجازت ہے ....

آوازیں: جی اجازت ہے۔

جناب سپیکر: جی دوسری قرارداد جناب غلام سرور خان صاحب کی طرف سے ہے۔ (قطع کلامی)

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر ......

جناب سپیکر: نماز کا وقفہ ہوتا ہے اور اب ہم دوبارہ یہاں پونے آٹھ بجے اکٹھے ہوں گے ......

(وقفہ برائے نماز مغرب)

گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس میں لیز پر چلنے والی بسوں کا دوبارہ اجراء

(نماز مغرب کے بعد جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: ایک قرارداد ہے جناب غلام سرور خان صاحب کی طرف سے۔

جناب غلام سرور خان: جناب سپیکر میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں:۔

"کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت پنجاب گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس میں حسب سابق لیزبندوبست کے تحت چلنے والی بسوں کا سلسلہ دوبارہ شروع کرے"

جناب سپیکر: قرارداد پیش کی گئی ہے:۔

"کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت پنجاب گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس میں حسب سابق لیزبندوبست کے تحت چلنے والی بسوں کا سلسلہ دوبارہ شروع کرے"

وزیر ٹرانسپورٹ: میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جناب ڈاکٹر سردار احمد صاحب نے اس کی مخالفت کی ہے۔ کیا غلام سرور خان صاحب آپ کچھ فرمانا چاہیں گے؟

جناب غلام سرور خان: جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ لیز ایگریمنٹ پر پرائیویٹ بسیں گورنمنٹ کے تحت چلانے کی تجویز 1979ء میں پیش کی گئی تھی۔ اس پر اس وقت کی حکومت نے اجازت دی تھی کہ بس کی روزانہ جو آمدنی ہوگی اس پر ایک چوتھائی حصہ بغیر سرمایہ لگائے گورنمنٹ کا ہوگا جناب والا! یہ سکیم 1987ء تک چلتی رہی - اس سکیم میں گورنمنٹ کو کم از کم 50 لاکھ روپے ماہوار آمدنی ہوتی رہی اس میں گورنمنٹ کے اخراجات سوائے سٹیشنری کے اور ایک کنڈیکٹر کی تنخواہ کے اور کوئی اخراجات نہ تھے۔ جبکہ گورنمنٹ کی اپنی بسیں جس طرح کہ محکمہ ٹرانسپورٹ نے اپنے

ایک سوال کے جواب میں بھی تحریرا" یہ فرمایا تھا ہماری اپنی 384 بسیں روزانہ ہر روٹ پر چلتی ہیں جن سے کارپوریشن کو 1 کروڑ 4 لاکھ 60 ہزار روپیہ آمدن ہوتی ہے۔ جبکہ اخراجات کی مد میں 1 کروڑ 69 ہزار روپے اوسطا" خرچ ہوتا ہے۔ اس طرح کارپوریشن کو 65 لاکھ 35 ہزار روپے ماہانہ خسارا برداشت کرنا پڑتا ہے۔ یہ تو گورنمنٹ کی اپنی بسوں کے بارے میں محکمہ ٹرانسپورٹ کی وضاحت تھی۔ دوسری طرف پنجاب روڈ کارپوریشن نے لیز ایگریمنٹ ان بسوں کے بارے میں بتایا کہ اس وقت گورنمنٹ کے پاس 277 لیز بسیں ایگریمنٹ کے تحت چل رہی ہیں۔ جن سے پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کو کمیشن کے طور پر اوسطا" 40 لاکھ 10 ہزار روپیہ ماہوار آمدنی ہوتی ہے ــــ

جناب سپیکر! متعلقہ منسٹر صاحب نے میری اس قرارداد کی مخالفت کی ہے۔ میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ خود روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ یہ تسلیم کرتا ہے کہ ہمیں بغیر کچھ سرمایہ کاری کیے چالیس لاکھ دس ہزار کی ماہانہ آمدنی ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف خود محکمہ ٹرانسپورٹ یہ تسلیم کرتا ہے کہ ہماری جو تین سو کچھ بسیں چل رہی ہیں۔ ان پر ہمیں ماہانہ 65 لاکھ 35 ہزار روپے کا خسارہ ہے۔ اس کے علاوہ لیز ایگریمنٹ منسوخ ہونے پر عوام کو بھی تکالیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اسی سلسلے میں میں نے اپنی یہ قرارداد پیش کی ہے کہ اگر حکومت کو لیز ایگریمنٹ بسوں پر بغیر کوئی سرمایہ کاری کیئے ہوئے چالیس یا پچاس لاکھ روپے ماہانہ آمدنی ہوتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہ لیز ایگریمنٹ ختم کیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: اس بارے میں آپ کیا ارشاد فرمانا چاہتے ہیں؟

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے اس کے حق میں کچھ دلائل عرض کرنا چاہوں گا۔ ٹرانسپورٹ ایک ایسا محکمہ ہے کہ جو ہمیشہ ہی خسارہ دکھاتا ہے۔ جیسا کہ میرے فاضل دوست نے بتایا ہے' اگر اس میں لیز کی بسیں لی جائیں تو اس پر انہیں کسی حد تک فی صد منافع کی رقم ادا کی جاتی ہے اور جو بسیں لیز پر لی جاتی ہیں ان کا مالکان خود بندوبست کرتے ہیں' ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور ان کی اچھی طرح نگرانی کرتے ہیں۔ ہوتا یوں ہے کہ جو چیزیں حکومت کی خرید کی ہوتی ہیں وہ جلد ختم ہو جاتی ہیں۔ ان کی نگرانی صحیح نہیں کی جاتی۔ اکثر یوں ہوتا ہے کہ نئی بس کا پورے کا پورا انجن نکال کر دوسری جگہ فروخت ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی پرانا انجن ڈال دیا جاتا ہے۔ تو یہ بہت اچھی تجویز ہے - میں اس کی حمایت میں یہ عرض کروں گا کہ اگر محکمہ ساٹھ لاکھ روپے مہینہ خسارہ برداشت کرتا ہے' تو اگر محکمہ کرایے کی بسیں لینا شروع کر دے تو میرا خیال ہے کہ اس میں

حکومت کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ بلکہ اس میں فائدہ مند چیز ہے کہ کچھ لوگوں کو روزگار ملے گا' لوگوں کو آنے جانے میں سہولتیں ملیں گی اور جو بسیں حکومت کی کافی دیر تک خراب پڑی رہتی ہیں' ان پر کچھ خرچ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور نئی بسیں زاید نہیں خریدنی پڑیں گی۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ جو لوگ کرایے پر بسیں ڈالتے ہیں' کیوں نہ ان کو موقع دیا جائے اور اس طرح وہ اپنی بسوں کی خود نگرانی کریں۔ وہ زیادہ پائیدار ثابت ہوں - ہم باہر سے جو بسیں منگواتے ہیں وہ جلدی ختم ہو جاتی ہیں۔ اس پر ہمارے کافی پیسے کا ضیاع ہوتا ہے۔ اگر گورنمنٹ کی ایک بس ایک سال تک چلتی ہے تو پرائیویٹ بس پانچ سال تک چلتی ہے۔ ہم باہر سے جو بسیں منگواتے ہیں' ہمیں زر مبادلہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح پرائیویٹ سیکٹر کو فروغ ملے گا اور حکومت کو جو خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے' اس میں بھی کمی واقع ہو گی۔ شکریہ جناب۔

جناب سپیکر: ملک صاحب بھی کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں۔ فرمائیں۔

ملک اللہ یار خان: جی ہاں

جناب سپیکر: فرمائیں

ملک اللہ یار خان: جناب والا! بادی النظر میں یہ قرارداد بہت مفید نظر آتی ہے۔ جیسا کہ اس تحریک کے محرک نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ حکومت کو سات آٹھ سال تک اس انتظام سے تقریباً" چالیس لاکھ روپے ماہوار تک آمدن آتی رہی۔ لیزوں پر بسیں چلانے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ حکومت کے پاس اتنا سرمایہ نہ تھا کہ وہ اتنی بڑی مقدار میں بسوں کو سڑکوں پر لے آئیں اور چلائیں۔ تو اس وجہ سے یہ طریق کار اختیار کیا گیا جس سے نہ صرف یہ کہ عوام کی تکالیف کو بھی پیش نظر رکھا گیا اور ان کی تکالیف کا ازالہ بھی کیا گیا' بلکہ اس مد میں کوئی چالیس لاکھ روپے ماہوار آمدن بھی آتی رہی۔ اس بندوبست کو ختم کرنے میں یقیناً" حکومت کے پاس کوئی جواز ہو گا اور یقیناً" اس کی وہ کوئی توجیہ کر سکیں گے۔ جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ اس ضمن میں وزیر ٹرانسپورٹ کو اجازت دی جائے کہ وہ اپنے خیال کا اظہار کریں۔ اگر فی الواقعی ان کے پاس کوئی ایسی وجوہات ہیں جو کہ قابل عمل بھی ہیں' جس سے حکومت کو جو خسارہ برداشت کرنا پڑ رہا ہے' وہ خسارہ بھی دور ہو سکے' اس سے حکومت کو آمدن بھی ہو سکے اور لوگوں کی تکالیف کا ازالہ بھی ہو سکے تو اس صورت میں' میں سمجھوں گا کہ پھر یہ تحریک ایوان کے سامنے بحث کے لئے پیش کی جائے اور اراکین کو اس پر اپنے خیالات کا

اظہار کرنے کی اجازت دی جائے۔ میں گزارش کروں گا کہ پہلے وزیر ٹرانسپورٹ اس پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

جناب سپیکر: آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! میں اس قرارداد کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شراکتی کاروبار نجی شراکت میں بھی ناکام رہتا ہے' خصوصاً" بسوں کے کاروبار میں' اور حکومت کے ساتھ شراکت کسی صورت بھی جائز نہیں۔ کل کو یہی حزب اختلاف حکومت پر تنقید کرے گی کہ اس میں اتنا گھپلا ہو رہا ہے۔ جب حکومت خود ٹرانسپورٹ کے ادارے کو بہتر بنانے کے لئے اتنا خرچ کر رہی ہے یا اس کے لئے مزید اقدامات کر رہی ہے' اس میں شراکتی کاروبار یا شراکت پر بسیں شامل کرنا بالکل جائز نہیں۔ میاں اسحاق صاحب' جو ہمارے بزرگ ہیں' انہوں نے بھی بڑا زور دیا ہے کہ اس طرح کاروبار ہونا چاہیے۔ لیکن جب وہ شراکت میں حکومت کو اپنی نرسری میں شریک نہیں کرنا چاہتے تو بسوں میں وہ کسی طرح کہتے ہیں کہ ہم حکومت کے ساتھ شریک ہو جائیں؟ میں اس کی مخالفت کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ یہ حکومت کی اپنی پالیسیاں ہوتی ہیں' اپنا طریقہ ہوتا ہے کام کرنے کا۔ اگر گورنمنٹ مناسب سمجھے گی تو وہ بے شک اس پر رپورٹ طلب کر کے شراکت میں کسی کو شامل کرے تو یہ حکومت کی اپنی صوابدید ہے۔ لیکن کسی کے کہنے پر کوئی پالیسی بنانا بالکل ناجائز ہوگا۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر، میں فاضل رکن کی ایک بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں اگر حکومت پنجاب کسی وقت مجھ سے کرایے پر پودے لینے چاہے تو میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ حکومت کو بھی پرائیویٹ بسیں ڈالنے میں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔

وزیر قانون: زمین گورنمنٹ کی ہے اور پودے ان کے ہیں۔ شراکت تو پہلے ہی موجود ہے۔

جناب سپیکر: جناب ڈاکٹر صاحب کچھ کہنا چاہیں گے؟ ارشاد فرمائیے۔

وزیر جنگلات: جناب والا! زمین حکومت کی ہے پودے اللہ کے ہیں اور منافع ان کا ہے۔

میاں محمد اسحاق: میں آپ کی وساطت سے وزرائے کرام کو یقین دلاتا ہوں کہ میری زمین خود اپنی خرید کردہ ملکیت ہے۔ میں نے کوئی زمین پٹے پر نہیں لی جہاں میں نے نرسری لگائی ہے اس کی یہ تحقیق فرما لیں اور اپنی معلومات کی تصحیح کر لیں۔

وزیر جنگلات: میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میرے جنگلات کو اس چیز سے بڑا فائدہ ہو گا۔

چودھری محمد صدیق سالار: جناب والا! میاں اسحاق صاحب عالم دین بھی ہیں اور ان کا اسلام سے تعلق بھی ہے۔ زمین کا مالک تو اللہ تعالی ہے۔ کوئی انسان زمین کا مالک نہیں ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ (ڈاکٹر سردار احمد): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! اس مسئلے کے بارہ میں کچھ اس کی تاریخ بیان کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔ جناب والا 1975ء سے آج تک انٹر سٹی میں کوئی بس نہیں ڈالی گئی - اس کے دو Wing ہیں۔ ایک Urban Wing ہے اور ایک Inter City Wing اور جتنی لیز کی بسیں لی گئی تھیں وہ Inter city wing میں لی گئی تھیں۔ اور میں اس وقت Inter city wing کی بات کروں گا 1975ء سے جتنی بھی گاڑیاں Inter city routes تھیں ان میں آج تک اضافہ نہیں کیا گیا۔ اور نئی گاڑیاں نہیں لی گئیں۔ 1979ء میں یہ محسوس کیا گیا کہ اس میں کیوں نہ لیز کی بسیں ڈالی جائیں یہ ایک تجربہ ہے اس کو آزما کر دیکھیں کہ عوام کو کتنا فائدہ پہنچتا ہے اور محکمہ کو کتنا فائدہ پہنچتا ہے۔ لہذا محکمہ اور عوام کے فائدہ کے پیش نظر 350 بسیں 1979ء میں Inter city wing میں ڈالی گئیں جو 23 اپریل 1987ء تک چلتی رہیں۔ ان کو اس لئے بند کرنا مقصود ہوا کہ ورکرز بہت دیر سے مطالبہ کرتے آئے تھے۔ کہ لیز بسیں ہماری گورنمنٹ کی بسوں کا وقت لے لیتی ہیں محکمہ میں رشوت ستانی کا بیج انہوں نے بو دیا ہے۔ اور یہ وہ محکمہ تھا جو 1945ء سے چل رہا تھا اور فائدہ میں چل رہا تھا اگر اس کے متعلق کسی بزرگ سے بات کریں۔ کہ ہم جی ٹی ایس میں سفر کرنا پسند کرتے تھے۔ یہ آرام دہ بسیں ہوتی تھیں۔ وقت پر چلتی تھیں وقت پر پہنچتی تھیں - بااخلاق لوگ تھے اور بس سٹینڈ پر بھی تمام سہولیات موجود ہوا کرتی تھیں۔ بسیں ڈالنے کے بعد کیونکہ یہ پرائیویٹ لوگ کاروباری لوگ ہوتے ہیں۔ انہوں نے کاروباری نقطہ نظر سے اپنے لئے وقت زیادہ لیا اور ملی بھگت کر کے محکمہ کو نقصان پہنچایا۔ اور خود فائدہ میں رہے۔ جناب والا! Inter city wing میں اگر آج دیکھا جائے۔ 4846 ورکرز تنخواہ تو لیتے ہیں لیکن کام کوئی نہیں کرتے۔ وہ ویسے ہی بیٹھے ہوئے ہیں کیونکہ ان کے پاس کرنے کے لئے کوئی کام نہیں ہے۔ اگر ہم لیز کی بسیں مزید ڈالتے جاتے جب کہ پرائیویٹ مالکان ہمارا صرف ایک Conductor قبول کرتے تھے۔ وہ ہمیں اس میں سے 25 % آمدن دیتے تھے - یہ درست ہے کہ 35 سے 45 لاکھ تک ماہانہ آمدنی ہوا کرتی تھی - لیکن یہ روپیہ یہ آمدنی لیز بسوں سے صرف 25 % ہے۔ حکومت نے سوچا ہے۔ اور اس میں دو مقاصد لیز بسیں ختم کرنے کے ہیں۔ ایک

مقصد یہ ہے کہ تمام لیز بسیں ختم کر کے جیسا کہ ہم بہت کوشش کر رہے ہیں یونین کا مطالبہ ہے کہ ہم چار سو بسیں لے لیں اور ہم چار سو بسیں لینے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ ہم اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور 25 % کیوں لیں ہم کیوں نہ سو فیصد کمائیں۔ اور ہمارے پاس جو 4846 ملازمین ہیں۔ جب ہمارے پاس چار سو نئی بسیں آئیں گی تو Yard کے مطابق ایک بس پر 7 آدمیوں کو جگہ دے سکیں گے۔ اور ان میں سے ہمارے بہت سے لوگ کھپ جائیں گے۔ 4846 آدمی تنخواہیں تو لیتے ہیں۔ لیکن کام کچھ نہیں کرتے۔

چودھری مہدی حسین بھٹی: جناب سپیکر! غلام سرور خان کی جو تحریک تھی وہ یہ تھی جو بسیں ڈالی گئی ہیں ان سے 40 لاکھ دس ہزار روپے ماہانہ آمدن ہو رہی تھی اس سلسلے کو دوبارہ کیوں نہ شروع کیا جائے۔ جیسے وزیر موصوف بتا رہے ہیں یہ تو ایک لمبی تاریخ بتا رہے ہیں۔ اور جیسا کہ انہوں نے بتایا ہے کہ یہ ورکرز کا مطالبہ تھا کہ اس میں مزید بد عنوانی کا راستہ کھلے گا۔ میں آپ سے یہ گزارش کرونگا کہ آپ 1945 سے لے کر کسی ایک سال کی مثال دے سکتے ہیں کہ جو آپ کی Inter city wing میں بسیں چل رہی ہیں۔ کسی سال میں انہوں نے کتنا منافع کمایا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جو تجویز ہے اس کے مطابق ہمیں جواب دیں۔ اور ہمیں مطمئن کرنے کی کوشش کریں۔ اور حکومت کو جہاں فائدہ ہو وہ وہی کام اس کو کرنا چاہیئے تاکہ لوگوں کی سہولتوں میں اضافہ ہو۔ اور اس سے لوگوں کی سہولتوں میں بھی اضافہ ہوا تھا اور حکومت کو بھی فائدہ ہوا ہے۔ حکومت نے بسیں کیوں بند کی اس کی کیا وجوہات تھیں۔ آپ ہمیں صحیح جواب دیں۔ ہمارے پلے تو کچھ نہیں پڑ رہا ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ: اگر معزز ممبر کے پلے کچھ نہیں پڑتا تو اس میں میرا قصور نہیں ہے۔

جناب سپیکر: پہلے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ معزز ممبر کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ وزیر اپنے جواب کا حق استعمال کر رہے ہیں۔ اگر آپ ان کی بات سے اتفاق نہیں فرماتے تو آپ کو ان کی بات سے اختلاف کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر پر آپ رولز کی بات کر سکتے ہیں۔ طریقہ کار کی بات کر سکتے ہیں اگر آپ اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو اس کے بعد آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ اپنی رائے کا اظہار کریں۔ فضل حسین راہی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! یہ معاملہ کچھ لمبا نظر آرہا ہے لیکن میرا معاملہ مختصر ہے۔

وہ یہ کہ آپ کے یہاں جو کیفٹیریا ہے وہاں پر ہم بیٹھے تھے ہم نے چائے منگوائی لیکن چائے 25 منٹ تک نہیں ملی ایک چائے آئی وہ پانی کی طرح چائے تھی وہ چائے واپس کی۔ ہمارے مہمان اٹھ کر چلے گئے ہم نے پھر چائے منگوائی دو کپ چائے منگوائی ایک پلیٹ سینڈوچز کی تھی اور ایک پیس تھا یہ 72 روپے کا اس کا بل دیا۔ ہم نے اس سے پوچھا اس نے کہا کہ غلطی ہو گئی پھر اس نے کہا کہ آپ مہربانی کریں اور آپ سپیکر صاحب سے کہیں ہمیں یہاں سے جانے دیں ہم اپنا سامان اٹھانا چاہتے ہیں۔ اور اس کے بعد وہ گالیاں دینا شروع ہو گئے کہ ہمیں سامان نہیں اٹھانے دیتے۔ سپیکر ہمیں سامان نہیں اٹھانے دیتا اور ایم پی اے اپنی جیب سے نہیں دے کر جاتے ہمیں یہاں روزانہ گھاٹا پڑتا ہے۔ ایسی باتیں وہ کرتا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔ جناب والا! اس کو بالکل بند کرا دیں۔ یا اس کا کوئی تدارک فرمائیں۔ جناب سپیکر! یہ آپ کے ذمے ہے یہ میری شکایت نہیں بلکہ دیگر ارکان کی بھی ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی شکایت جائز ہو سکتی ہے ہم آپ کی بات کی تردید نہیں کرتے۔ لیکن یہ مسئلہ ہاؤس میں اٹھانے کا نہیں ہے۔ (قطع کلامیاں) یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ کیفیٹیریا کا مسئلہ رولز آف پروسیجر کا مسئلہ نہیں ہے۔

جناب فضل حسین راہی: میں آپ کی بات کو یقیناً صحیح سمجھتا ہوں میں یہ بات آپ کے نوٹس میں اس لئے لا رہا ہوں یہ تمام ممبران وہاں جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ وہی سلوک ہوتا ہوگا۔ جو ہمارے ساتھ ہوا ہے آپ کے وزراء کرام کے ساتھ ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: اس پر زیادہ Stress کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھئے گا۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! اگر کوئی شخص یا دوکاندار یا کوئی اہلکار آپ کی ذات کے متعلق کوئی غلط بات کرے۔ کیا ہم برداشت کریں گے کیونکہ ہم نے آپ کو سپیکر بنایا ہے۔ ہم نے ہی آپ کو اس کرسی پر بیٹھایا ہے۔ ہم کبھی بھی یہ برداشت نہیں کریں گے کہ آپ کی ذات کے متعلق کوئی ایسی بات کرے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ کا بہت بہت شکریہ۔

میاں ممتاز احمد متیانہ: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے حکم کے مطابق ہمارا کوئی مہمان اس اسمبلی کی عمارت میں نہیں آسکتا۔ اگر جناب راہی صاحب کو اپنے مہمان کیلئے تیرا

میں لانے کی اجازت ہے تو ہمیں بھی اس سے مطلع فرمایا جائے تاکہ ہم بھی اپنے مہمان کیفر ٹیریا میں لائیں۔ باقی ان کی بات جائز ہے۔ اس شکایت کا آپ ضرور ازالہ کریں۔ اگر کسی ایم پی اے کے ساتھ' اس کے مہمان کے ساتھ بدتمیزی ہوتی ہے تو اس کا ضرور ازالہ کریں لیکن یہ واضح فرمائیں کہ کیا اسمبلی کے اندر ہمارے مہمان آسکتے ہیں؟

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں ذاتی نکتہ وضاحت پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ باہر سے کوئی مہمان میں نے نہیں منگوائے۔ مگر آپ کے ایم پی اے یعنی حزب اقتدار کے جو لوگ ہیں اگر وہ ہماری ٹیبل پر بیٹھتے ہیں تو وہ بھی ہمارے مہمان ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! پریس کے لوگ اگر ہماری ٹیبل پر بیٹھے ہیں تو وہ ہمارے مہمان ہیں۔ ہم نے باہر سے کوئی مہمان نہیں منگوایا۔ نہ باہر کے کسی مہمان کی بات کرتے ہیں - ویسے مجھے بہت دکھ ہوا تھا۔ اگر یہ اسمبلی نہ ہوتی تو میں یقیناً" اس کے ساتھ کوئی اور سلوک کرتا جیسی اس کی زبان تھی۔ یہ اسمبلی کی وجہ سے میں نے وہ سلوک نہیں کیا۔ اس کی ساری گفتگو بازاری قسم کی تھی۔ اس کو ایک منٹ میں ٹھیک کیا جا سکتا تھا۔ لیکن یہ اسمبلی ہے۔ اسمبلی کے Decorum کا خیال کرتے ہوئے میں نے اس کے ساتھ کوئی بات نہیں کی۔ میں نے آپ کو اس لئے کہا ہے کہ ان سب کے ساتھ وہی ہوتا ہے۔ اس لئے میں ان کے سامنے کہہ رہا ہوں۔ اس کا اگر آپ نوٹس نہیں لیں گے تو آپ کی مرضی ہے۔ آئندہ اس جگہ جانے کے لئے میں تو تیار نہیں ہوں۔ اگر یہی صورتحال رہی تو وہاں پر نہیں جا سکتا۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ میاں صاحب تشریف رکھیں۔ اس سلسلہ میں پہلے ایک روز یہ معاملہ یہاں ھاؤس میں پیش کر دیا گیا ہے جناب سید اقبال احمد شاہ صاحب نے ایک بات میری عدم موجودگی میں یہاں کیفے ٹیریا کی ورکنگ کے بارے میں Point out کی تھی۔ تو میں نے اسی روز سیکرٹریٹ کو یہ کہہ دیا تھا کہ یہ انتظام فوری طور پر تبدیل کر دیا جائے۔ ہم اپنے معزز اراکین کی شکایت دوبارہ نہیں سننا چاہتے۔ تو اس کے لئے اخبارات میں اشتہار دیا جا چکا ہے اور یہ انتظام ہم فوری طور پر تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ اور بغیر کسی تاخیر کے تبدیل کر دیں گے۔ وہ شائد اسی وجہ سے ناراض ہو کر آپ سے بولے ہوں گے کیونکہ ہم یہ نظام تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور اپنے ممبرز کی شکایت کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ تو ڈاکٹر سردار احمد اپنی بات جاری رکھیں گے۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ لیز بسوں کو ختم کرنے کے سلسلہ میں یا اسے

دوبارہ شروع نہ کرنے کے سلسلے میں میں نے دو وجوہ بتائی ہیں۔ ایک تو یہ تھا کہ 4 ہزار 8 سو 46 ملازمین جو فارغ بیٹھے ہوئے ہیں اور تنخواہ لے رہے ہیں۔ نئی بسیں آنے پر ہم انہیں Accommodate کر سکیں گے اور وہ اپنی Contribution کریں گے۔ میں معزز ممبر کے جواب میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ Inetr city پہلے ہمیشہ منافع میں رہی ہے۔ بہت کم وقت ایسے آئے جب وہاں خسارہ ہوا۔ جو بسیں چل رہی ہیں وہ بارہ چودہ سال پرانی ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے ملازمین نے اپنی جانفشانی اور محنت کے ساتھ ان پرانی بسوں کو جن کی عمر سات سال تھی بارہ بارہ سال' تیرہ تیرہ سال چلایا اور اس سے منافع کمایا۔ جو منافع جو Good will 1945ء سے آج تک میرے محکمے نے یا اس محکمے نے Earn کی ہے۔ اس سے ہم کیوں نہ فائدہ اٹھائیں اور اس فائدے سے ملازمین کے اور عوام کے لئے کیوں نہ سہولتیں پیدا کریں۔ اس کو Achieve کرنے کے لئے ہم نے یہ تہیہ کیا ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ بسیں خود خریدیں اور خود Induct کریں اور ان بسوں کو نکال دیں جو منافع لینے آتی ہیں اور سہولتیں دینے نہیں آتیں۔

جناب والا ! تیسری بات یہ ہے کہ جتنے Lucrative Routes ہیں وہ روٹ جن پر بیشمار کمائی ہوتی ہے یہ بسیں انہیں روٹ پر چلانے کے مشتاق ہیں۔ ان روٹ پر چلانے کے لئے یہ تیار ہی نہیں ہوتے اور نہ ہمارے پاس روٹ لینے آتے ہیں۔ ہمیشہ لاہور سے پشاور۔ لاہور سے فیصل آباد - لاہور سے ملتان۔ لاہور سے راولپنڈی - یہی آواز لگتی ہے کبھی انہوں نے یہ نہیں کہا چکوال جا کر جہاں سڑکیں نئی بنی ہیں ان پر بسیں چلائیں۔ یہ انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ ہمیں ڈی جی خان میں جہاں سڑکیں نئی بنائی گئی ہیں وہاں کے روٹ دیئے جائیں - تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے محکمے میں اور بسیں خرید کر وہ تمام سڑکیں جو نئی بنی ہیں ان پر عوام کو سہولیات دینے کے لئے تمام بسیں وہاں چلا دی جائیں تاکہ ....

رانا پھول محمد خاں: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا ! ہمیشہ طریقہ کار یہ رہا ہے کہ پرائیویٹ ڈے میں وزراء حضرات کو بہت کم وقت دیا جاتا رہا ہے۔ حاجی اسحاق صاحب کا استحقاق مجروح ہو رہا ہے اور جب تک وہ نہیں بولیں گے اسمبلی کا کورم نہیں ٹوٹے گا اس لئے وزیر موصوف کو چاہیئے کہ وہ ذرا اختصار سے کام لیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا! میں اپنے بزرگ کا مشکور ہوں۔ جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا اس

Good will سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور کمائی کر کے ملازمین اور عوام کو فائدہ دینا چاہتا ہوں۔

جناب والا! چوتھی بات یہ ہے کہ یہ بسیں ہمارا رنگ۔ ہمارے ڈپو اور ہماری facilities استعمال کر کے اپنے آپ کو یہ سمجھتے رہے ہیں کہ یہ ٹریفک قوانین سے مبرا ہیں۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے اور یہ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جتنی ٹریفک کی خلاف ورزیاں یہ لوگ کرتے ہیں بہت کم دوسرے لوگ کرتے ہے اس لئے ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں.........

میاں محمد اسحاق: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! میں رانا پھول محمد خاں صاحب کی اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اب بھی ہاؤس میں کورم نہیں ہے مگر ہم پوائنٹ آف نہیں کرنا چاہتے۔

آوازیں: کورم ہے۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! اس وقت بھی حاؤس میں کورم نہیں ہے۔ مگر ہم پوائنٹ آوٹ نہیں کرنا چاہتے (قطع کلامیاں)

رانا پھول محمد خاں: جناب والا - حاجی صاحب جب تک اپنی منقار کو نہیں کھولتے اس وقت تک تو کورم پورا ہے اور جب وہ بیان فرمانا شروع کر دیں تو انشاء اللہ لازمی ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ قدرتی امر ہے۔ اس وقت کورم پورا ہے۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! اگر یہ بات ہے تو آپ گنتی کروایئے۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیئے ڈاکٹر صاحب! اب آپ اس کو Wind up کریں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا! میں ایک دو منٹ میں Wind up کر دوں گا۔

جناب سپیکر: میاں صاحب تشریف رکھیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! گنتی کروائیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب والا! دو لفظوں میں اور کہنا چاہتا ہوں کہ خسارے کے متعلق بات کہی گئی کہ خسارہ بہت ہوتا ہے۔ لیکن خسارے کا تجزیہ کسی نے نہیں کیا اور نہ خسارے کا کوئی تجزیہ کرنا چاہتا ہے۔ میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ خسارہ محکمہ ٹرانسپورٹ میں تمام دنیا میں ہوتا ہے جو کہ

Facilities خرید کر سستے داموں عوام کو بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ آج میں یہ ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ ایک لاکھ بیس ہزار طلباء جو ہمارے بچے ہیں شہروں میں پچیس پیسے سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کالجوں میں جاتے ہیں اور سفر کرتے ہیں۔ اسی طرح 133 بسیں ایسی ہیں جو سپیشل ایجوکیشن کے لئے اور گورنمنٹ ملازمین کے لئے اور روٹوں پر چلائی گئی ہیں جو Lucrative Routes ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خسارہ نہیں ہے۔ یہ ایک سہولت ہے جو ہم پہنچا رہے ہیں۔ اسے خسارہ نہیں کہنا چاہیے۔ اسے سہولت کہنا چاہیے۔ اس کے Spare Parts کی قیمتیں بڑھ گئیں - تیل کی قیمتیں بڑھ گئیں۔ لیکن پچیس پیسے کے پچیس رہے ہیں۔ کیا یہ سہولت نہیں ہے۔ آج تک ہم نے کرایہ نہیں بڑھایا - اسی کرایہ پر اور بڑھتی ہوئی قیمتوں پر ہم اتنی سہولیات دے رہے ہیں۔ خسارہ اسی لئے ہو رہا ہے۔ میں عرض کر دوں کہ جو میرے پاس 4 ہزار 8 سو چھیالیس لوگ ہیں ان کے لئے 18 کروڑ روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ طلباء پر میں چھ کروڑ روپیہ خرچ کر رہا ہوں۔ اور اسی طرح ملازمین پر یعنی جو میرے ملازم ہیں انہیں میں کئی سہولتیں دیتا ہوں۔ اگر میں حساب کروں کہ ایک ملازم جو میرے پاس فارغ بیٹھا ہے اس کو میں کتنے پیسے مہینے کے دیتا ہوں سارے Fringe Benefits اکٹھے کر کے تو جناب والا! آپ حیران ہو جائیں گے کہ یہ 3 ہزار 8 سو روپے بنتے ہیں۔ تو ان حالات کے تحت میں کیوں نہ فائدہ اٹھاؤں اپنی نئی بسیں خرید کر وہاں ڈالوں ان Lucrative Routes پر اور کمائی کروں ملازمین کو اور عوام کو فائدہ پہنچاؤں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان کی قرارداد کو نامنظور فرمایا جائے۔ مہربانی - شکریہ۔

جناب غلام سرور خان: جناب والا! ان کی بات سننے کے بعد میں حق رکھتا ہوں کہ وضاحت کروں۔ بجٹ میں قطعاً کوئی Provision نہیں تھی۔

جناب سپیکر: آپ بات کر چکے - اب وزیر قانون کے بعد آپ کیسے بات کریں گے؟ اس کے بعد بولنے کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔ خانصاحب میں عرض کرتا ہوں کہ قراردادوں کا طریقہ کار یہ ہے کہ آپ نے قرارداد پیش کی۔ آپ اس کے حق میں بولے' جو صاحبان اس کے حق میں یا اس کی مخالفت میں بولنا چاہتے تھے وہ بولے۔ متعلقہ وزیر نے اپنا نقطہ نظر اس بارے میں بتایا۔ اب اس کو ووٹنگ کے لئے پیش کرنا ہے۔

جناب غلام سرور خان: بجٹ میں قطعاً یہ نہیں تھا۔ ٹرانسپورٹ کے لئے کوئی Provision نہیں

تھی کہ ہم اس پر 18 کروڑ روپیہ خرچ کریں گے۔ یا 20 کروڑ خرچ کریں گے۔ گورنمنٹ قطعاً" اس سال کوئی بسیں خریدنے کو تیار نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ کو ان کی بات سے اتفاق نہیں ہے۔ ہم یہ مانتے ہیں۔ لیکن اب یہ ایوان کو فیصلہ کرنا ہو گا کہ وہ آپ کی بات کو اہمیت دیتے ہیں۔ یا منسٹر ٹرانسپورٹ کی بات کو اہمت دیتے ہیں۔

جناب غلام سرور خان: جناب میں نے حق بات کرنی تھی۔ اب یہ ایوان کی مرضی ہے کہ وہ اس کو اہمیت دیں یا نہ دیں۔

جناب سپیکر: یہ صحیح ہے۔ شکریہ آپ کا جو کام تھا۔ آپ نے کر دیا۔ اب اس پر میں کسی کو مزید بات کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا ہوں' وزیر متعلقہ سے پہلے جو صاحب بھی بات کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ آرڈر پلیز۔ یہ قرارداد پیش کی گئی اور سوال یہ ہے'

"کہ حکومت پنجاب گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس میں حسب سابق لیز بندوبست کے تحت چلنے والی بسوں کا سلسلہ دوبارہ شروع کرے"

(قرارداد نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: یہ قرارداد سید طاہر احمد شاہ کی طرف سے۔ شاہ صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! محترم چودھری ارشاد صاحب نے نہیں" کہنے کے بعد یہ کہا ہے کہ میں نے ضمیر کے خلاف یہ بات کہی ہے۔

چودھری ارشاد علی: میرے خیال میں انہوں نے سوتے میں یہ بات سنی ہے۔ میں اتنی جسارت نہیں کر سکتا ہوں' کہ میں اپنے ساتھی گورنمنٹ بنچز کے خلاف بات کر سکوں۔

پی آئی اے کے صدر دفاتر کی کراچی سے اسلام آباد منتقلی

جناب سپیکر: راجہ صاحب' ایک دو قراردادیں ہیں' میرے خیال میں ان کو ختم کر دیں اب یہ قرارداد میاں محمد اسحاق کی طرف سے ہے۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں آپ کی اجازت سے یہ قرارداد پیش کرتا ہوں:

"کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی

سفارش کرے کہ پی آئی اے کے صدر دفتر کراچی سے اسلام آباد فی الفور منتقل کئے جائیں تاکہ پنجاب سے برآمد کی جانے والی سبزیاں' پھل دیگر زر مبادلہ کمانے والی اشیاء دیگر ممالک کو بھیجنے میں آسانی ہو"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:۔

"کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ پی آئی اے کے صدر دفاتر کراچی سے اسلام آباد فی الفور منتقل کئے جائیں تاکہ پنجاب سے برآمد کی جانے والی سبزیاں ' پھل و دیگر زر مبادلہ کمانے والی اشیاء دیگر ممالک کو بھیجنے میں آسانی ہو"

(یہ قرارداد باتفاق رائے منظور ہوئی)

تمام مساجد کے خطیبوں کے لئے ماہوار وظیفہ اور تمام مساجد کی مرمت کے لئے فنڈز کی تخصیص

جناب سپیکر: چودھری غلام رسول صاحب کی ایک قرارداد ہے۔

چودھری غلام رسول: جناب سپیکر! اس ایوان کی رائے ہے:

"کہ حکومت صوبہ پنجاب کی تمام مساجد کے خطیبوں کا ماہوار وظیفہ مقرر کرے تاکہ ہر خطیب اپنے مقدس فریضہ کو عزت سے سرانجام دے سکے اور تمام مساجد کی مرمت وغیرہ کے لئے سالانہ فنڈز مختص کریں تاکہ اس کی مناسب دیکھ بھال ہو سکے"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی:

"کہ حکومت صوبہ پنجاب کے تمام مساجد کے خطیبوں کا ماہوار وظیفہ مقرر کرے تاکہ ہر خطیب اپنے مقدس فریضہ کو عزت سے سرانجام دے سکے اور تمام مساجد کی مرمت وغیرہ کے لئے سالانہ فنڈز مختص کئے جائیں تاکہ ان کی مناسب دیکھ بھال ہو سکے"

اس میں جناب میاں اسحاق صاحب کی ایک امنڈمنٹ ہے۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں:

کہ قرارداد کی سطر 2 میں وارد ہونے والے الفاظ " خطیبوں کا " اور " ماہوار وظیفہ " کے درمیان "کم از کم گریڈ 16 تک کے الفاظ ایزاد کئے جائیں۔

جناب سپیکر: میاں محمد اسحاق کی طرف سے یہ قرارداد میں ترمیم پیش کی گئی ہے کہ قرارداد کی سطر 2 میں وارد ہونے والے الفاظ " خطیبوں کا " اور ماہوار وظیفہ " کے درمیان الفاظ "کم از کم گریڈ 16 تک " ایزاد کئے جائیں۔

رانا پھول محمد خان: میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

وزیر جنگلات و ٹورازم: میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب' آپ اس بارے میں کچھ کہنا چاہیں گے۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام نافذ کیا جائے اور اسلام کو لانا چاہیئے۔ اور یہ خطہ زمین اسلام کے لئے لیا گیا تھا اور یہ خطہ قرآن کی بالادستی حاصل کرنے کے لئے لیا گیا تھا اور جن حضرات نے اس کو نافذ کرنا ہے' جنہوں نے اس پر عمل درآمد کروانا ہے' جن کی بدولت آج دین زندہ نظر آتا ہے' جن کی بدولت ہم مسلمان ہیں۔ جناب والا ! آپ یہ دیکھیں کہ ہم نے معاشرے میں ان کو کیا مقام دیا ہے۔ انگریزوں نے ہمیں اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ علمائے کرام کا جو معاشرے میں مقام تھا وہ ہم نے کھو دیا ہے' ہم نے اپنے علم میں اس حد تک نقصان کیا ہے کہ اپنے علمائے کرام کو مقام نہ دے کر ہم نے اسلام سے دوری اختیار کر لی ہے۔ جس کی وجہ سے ہم سچے مسلمان نہیں ہیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا ! اس قرارداد میں جو ترمیم پیش کی گئی ہے وہ علماء کے متعلق نہیں ہے۔ علمائے دین کا تو ہم احترام کرتے ہیں' یہ خطیبوں کے متعلق ہے خطیب اور علماء میں فرق ہے۔ علماء وہ ہیں جو فتویٰ جاری کرسکتے ہیں اور خطیب وہ ہیں جو خطبہ دے سکتے ہیں اور امامت کرواتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ رانا صاحب۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا ! خطیب جو آٹھ دن کے بعد امامت کرواتے ہیں یا خطابت کرتے ہیں یا

وہ حضرات جو جمعہ پڑھاتے ہیں' میں انہیں قابل احترام سمجھتا ہوں' میں ان کی دل کی گہرائیوں سے عزت کرتا ہوں ......

وزیر قانون: جناب میاں صاحب اپنے لئے 16 گریڈ مانگ رہے ہیں (قہقہے)

آوازیں: حالانکہ یہ 21 گریڈ میں ہیں۔ (قہقہے)

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ اگر ......

جناب سپیکر: براہ کرم میاں صاحب کی بات میں مداخلت نہ کی جائے۔

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں آپ سے یہ رولنگ چاہتا ہوں کہ کیا یہ طریقہ کار درست ہے کہ ایک قرارداد پیش ہوئی۔ میں نے اسے Oppose کیا اور اس سے پہلے ترمیم پیش کرنے والے کو تقریر کی اجازت مل سکتی ہے۔

جناب سپیکر: ہاں جی! پہلے ترمیم کو Dispose of کیا جائے گا۔

(قطع کلامیاں)

Please don't interrupt

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! عالم دین اور اسلام کی بات' قران کی بات ☆

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! مجھ پر ذاتی حملہ کیا گیا ہے اور میں حاجی اسحاق صاحب کو بالکل یقین سے کہتا ہوں کہ جب وہ ☆

جناب سپیکر: رانا صاحب! یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں نے تو وضاحت کی ہے ☆

جناب سپیکر: اب آپ تشریف رکھیں گے۔

☆ ☆ بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے

رانا پھول محمد خان: میں تو ان کا محسن ہوں۔ یہ جناب والا! اپنے الفاظ واپس لیں۔ جو انہوں نے میرے متعلق کہے ہیں ☆ ☆☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ورنہ میں احتجاج کروں گا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ تشریف رکھیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! انہیں یہ الفاظ واپس لینے چاہیں یا آپ کو ریکارڈ سے حذف کروانے چاہیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں گے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! آپ کو یہ ریکارڈ سے حذف کروانا چاہیئے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ تشریف رکھیں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! یہ الفاظ کارروائی سے حذف ہونا لازمی ہیں کیونکہ رانا صاحب ہمارے بزرگ ہیں اور کسی مسلمان کے خلاف اس قسم کی بات قابل احترام دوست اسحاق صاحب کو کرنی ہی نہیں چاہیئے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب نے رانا صاحب کی ذات کے بارے میں جو الفاظ کہے ہیں وہ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔ اور رانا پھول محمد خان صاحب نے جو الفاظ میاں محمد اسحاق صاحب کی ذات کے بارے میں کہے ہیں وہ الفاظ بھی کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔ میاں صاحب آپ اپنی بات جاری رکھنا چاہتے ہیں ؟

میاں محمد اسحاق: جناب میں اپنی بات جاری رکھنا چاہتا ہوں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا۔

جناب سپیکر: راہی صاحب کو میں یہ تجویز کروں گا کہ وہ اپنے گلے کا خیال کریں اور تشریف رکھیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے رانا صاحب سے معذرت چاہتا ہوں وہ میرے بزرگ ہیں اور میں ان کی تہہ دل سے عزت کرتا ہوں وہ اسلام کی بات تو سنیں .....

☆☆ بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے

رانا پھول محمد خان: جناب والا! یہ مجھے بزرگ کہہ رہے ہیں حالانکہ میں ان سے چھوٹا ہوں۔ جناب والا! ان کا احترام کرتا ہوں اور ان کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے معذرت کر لی ہے لیکن میں یہ وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ میں ان کا بزرگ نہیں شاید میں ان سے ایک سال چھوٹا ہی ہوں۔ یہ مجھے بتائیں کہ ان کی تاریخ پیدائش کس سال کی ہے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ تشریف رکھیئے اور میاں صاحب کو اپنی بات مکمل کرنے دیجئے۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! یہ بات نہایت اہم ہے کیونکہ یہ علماء کرام اور خطیبوں کے متعلق ہے جو ہمارے روحانی' ایمانی اور قرآنی ترجمانی کرتے ہیں۔ میں معزز اراکین سے یہ عرض کروں گا کہ آپ میری بات سنیں بے شک اسے رد کر دیں یا اس کو قبول کر لیں' یہ آپ کی اپنی صوابدید پر ہے' مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے آپ بے شک اسے منظور نہ کریں۔ بہرحال یہ میرا حق ہے ....

رانا پھول محمد خان: جناب والا یہ Chair سے مخاطب ہوں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب Chair کو مخاطب کریں۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وہ حضرات جن کو ہم نے صرف روٹی مولوی بنا دیا ہے اگر ہم انہیں روٹی سے نکال کر ان کی معاشی حالت درست کریں تو بہتر ہو گا۔ تاکہ یہ صحیح معنوں میں ہماری دینی خدمات سرانجام دے سکیں۔ کیونکہ آپ دیکھیں کہ کوئی عالم دین یا امام مسجد کسی مسجد میں کم تنخواہ لیتا ہے تو وہ کئی قسم کی ایسی حرکات کرتا ہے جس سے دین کے بیان کرنے میں کوتاہی ہوتی ہے اور ان کو صرف اپنی روزی کمانے کے لئے کئی پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اگر ہم ان کو صحیح مقام دیں اور ان کی معاشی حالت کا خیال رکھیں ......

وزیر قانون: جناب والا! میاں محمد اسحاق صاحب نے " حرکات " کا ذکر کیا ہے تو میں میاں صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وہ وہاں مسجد میں حرکات کرتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! جب کسی کو کھانے کے لئے صحیح روٹی نہیں ملتی تو اپنے بچوں کے لئے اگر وہ غلط کام کرتا ہے تو پھر آپ ان کو کہتے ہیں کہ یہ " روٹی مولوی " ہے۔ اس لئے میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ ان کو صحیح تنخواہیں دی جائیں ان کو سولھواں گریڈ چھوڑ کر اٹھارواں' انیسواں اور بیسواں گریڈ دینا چاہیئے۔ جو کہ صحیح علماء دین ہیں۔ جو صحیح علمائے دین ہیں ان کو صحیح مقام دیا

جائے تاکہ اسلام کو صحیح فروغ مل سکے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز

میاں محمد اسحاق: تاکہ اسلام پاکستان میں صحیح طور پر نافذ ہو سکے۔ اور دین اور قرآن کی بالادستی کو نافذ کیا جا سکے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہاں پر اجاگر ہو سکے۔ میں معزز اراکین اسمبلی سے یہ عرض کروں گا کہ علماء کرام کا وہ مقام ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں ہے اور اگر پنجاب اسمبلی میں اس پر غور نہ کیا گیا تو پھر بتائیں کہ اس پر کہاں پر غور کیا جائے گا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اگر آج ہم مسلمان نظر آتے ہیں تو صرف عالم دین کی وجہ سے ہم یہاں پر مسلمان ہیں اور ان کی وجہ سے ہی پاکستان میں آج اسلام نظر آرہا ہے۔ ان کی خدمات کے پیش نظر ہمیں ان کو کچھ نہ کچھ ضرور مقام دینا چاہیئے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب دس منٹ پورے ہو گئے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: اگر ہم ان کو ان کا مقام نہیں دیں گے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے ساتھ سراسر ناانصافی ہے اور ان کی حق تلفی ہوگی۔ اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ اس قرارداد کو منظور کیا جائے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ صرف دس منٹ بول سکتے ہیں اور آپ اس سے تجاوز کر چکے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک بنیادی طور پر چودھری غلام رسول صاحب کی طرف سے ہے اور اس میں یہ ترمیم پیش کی گئی ہے۔ چودھری صاحب آپ اس ترمیم کے بارے میں کچھ کہنا چاہیں گے۔

چودھری غلام رسول: قرارداد کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں ترمیم کے بارے میں اگر کچھ کہنا چاہیں تو ......

چودھری غلام رسول: جی نہیں۔

جناب سپیکر: پہلے چونکہ ترمیم کو نمٹانا ہے اگر آپ قرارداد کے بارے میں کچھ کہنا چاہیں تو کہہ سکتے

ہیں۔ اس ترمیم کی آپ مخالفت کرتے ہیں یا اسے قبول کرتے ہیں۔

چودھری غلام رسول: مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اس ترمیم پر آپ کو کوئی اعتراض نہیں۔

چودھری غلام رسول: مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں نے اس ترمیم کی مخالفت کی ہے۔

جناب سپیکر: آپ فرمائیں آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا رانا صاحب اس کی مخالفت کر سکتے ہیں۔ اگر محرک نے مجھے ترمیم پیش کرنے کی اجازت دی ہے اور میری ترمیم کو منظور کر لیا ہے تو ان کو اس پر اب کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: میں یہ سمجھتا ہوں کہ بنیادی طور پر جو قرارداد ہے اس میں بھی اور کسی ترمیم کے بارے میں بھی کوئی بھی ممبر اس کی حمایت یا مخالفت کر سکتا ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں نے چونکہ چودھری غلام رسول صاحب کی اس قرارداد کی بھی مخالفت کی ہے اور اس میں ترمیم کی بھی مخالفت کی ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ مناسب یہی ہے کہ میں اپنی دونوں باتوں کو اکٹھا کر دوں تاکہ اس حاؤس کا زیادہ وقت صرف نہ ہو اور چودھری صاحب کی قرارداد پر بھی فیصلہ ہو سکے۔ جناب والا! جہاں تک اس ترمیم کا تعلق ہے کہ پیش امام کو گریڈ 16 دے دیا جائے تو جناب والا! میں یہ گزارش کروں کہ پیش امام کا درجہ کیا ہے؟ اس کا درجہ صدر پاکستان سے بڑا درجہ ہے' بادشاہ سے بڑا ہے مسجد کے پیش امام کا کیونکہ وہ منبر رسول کا مالک ہے۔ اس کو اگر آج تنخواہ دار ملازم بنا دیا جائے' اس کو کرائے کا آدمی بنا دیا جائے' اس کو وظیفہ خوار بنا دیا جائے تو وہ اعمال کے لحاظ سے اس مسجد کا پیش امام نہیں ہو گا ایک وظیفہ خوار ہو گا۔ حکومت موجودہ ہو یا آنے والی ہو ہر حکومت ان پیش اماموں کو خطیبوں کو خریدے گی۔ چونکہ نائب رسول کوئی خریدا ہوا نہیں ہو سکتا اور لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ یہ دین فروش ملاں ہیں جو کرائے پر امامت کراتے ہیں۔ میں اپنے گاؤں کا ایک واقعہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ میرے سابقہ گاؤں میں ایک مولوی صاحب ہمارے شاہ صاحب تھے۔ میں چھوٹا سا تھا میرے دادا جی کے وہ دوست تھے۔

انہوں نے کبھی کسی کے گھر کھانا نہیں کھایا اب وہ تنخواہ جو زکوٰۃ کے پیسوں سے ہو اور وہ زکوٰۃ جو سود کی رقم سے کاٹ لی گئی ہو ایک پیش امام کے لئے حلال نہیں ہو سکتی اور جب پیش امام کے پیٹ میں روزی حلال نہ ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہو سکے گی۔ رزق حلال پیش امام کے لئے سب سے اولین ہے۔

میاں محمد اسحاق: پوائنٹ آف آرڈر سر۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے رانا صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا آج کل جو اوقاف کے علماء کرام یا خطیب ہیں وہ گورنمنٹ کے ملازم نہیں ہیں؟

رانا پھول محمد خان: جناب والا ! میں ان کی شان میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کر سکتا چونکہ علماء کرام اولیاء کرام کی وارث ہیں اور ہم ان کے پیرو ہیں اس لئے ان کی شان میں ایسے الفاظ استعمال کرنے میرے لئے تو جائز نہیں ہیں وہ چونکہ مولوی صاحب بھی ہیں وہ اگر کہہ بھی دیں تو وہ پانچ روپے دے کر فتویٰ لے لیں گے ...... (قہقہے) تو جناب والا ! گزارش یہ ہے کہ وہ پیش امام جو حکومت کے تابع ہوں اور اس نگری میں یہ قرارداد پیش ہو رہی ہے کہ جہاں داتا صاحب کو بادشاہوں نے تھیلیاں بھیجیں اور انہوں نے ٹھوکر مار دی کہ لے جاؤ ان تھیلیوں کو، اس شہر میں' اس داتا کی نگری میں' ایسی قرارداد کہ جہاں ہمارے پیش اماموں کو خریدا جائے اور اپنی مرضی سے کل وہ سیاسی ورکر بن جائیں اور وہ ایک تھانیدار کی طرح حکومت کے اشاروں پر ناچیں۔ جناب والا ! یہ تو مناسب نہیں ہے۔ چونکہ ان مولوی صاحب کے متعلق میں عرض کر رہا تھا کہ اس وقت اڑھائی آنے مزدوری تھی اور میں حلفاً" کہتا ہوں کہ انہوں نے روزانہ جا کر کسی کی مزدوری کرنی' آٹھ مسجدیں میرے گاؤں میں تھیں۔ وہ جامعہ مسجد کے پیش امام تھے انہوں نے کبھی کسی کے گھر کھانا نہیں کھایا۔ کسی دعوت میں نہیں گئے صرف پانی پی لیتے تھے یا پھر مزدوری کرنی اور ظہر کی نماز پر جماعت کے لئے آنا اور پھر عصر کی نماز کے وقت جماعت کرانے کے لئے مسجد میں آنا اور شام کو کہنا کہ بھائی مجھے روزانہ کی مزدوری روزانہ دے دو۔ یہ ایک پیسہ' میں اپنا فرض ادا کرنے کے لئے گیا تھا جو امامت کرانے گیا تھا اور عصر کا ایک پیسہ یا دو پیسے میرے لئے حرام ہیں اور دو آنے حلال ہیں چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ جس شخص کو دین کے علم سے مالا مال کر دے اور پھر اس کو وہ رتبہ عطا فرما دے کہ جو نائب رسول کہلائے اس کو کرائے کا آدمی' تنخواہ دار آدمی نہیں رکھا جا سکتا۔

جناب سپیکر: شکریہ رانا صاحب ......

رانا پھول محمد خان: جناب والا! عام مسجدوں میں بھی' محلے کی مسجدوں میں بھی' گاؤں کی مسجدوں میں بھی کوئی معاوضہ مقرر کر کے جو لوگ امامت کراتے ہیں وہ درست نہیں چونکہ اصل بات کیا ہے میں ایک زمیندار ہوں' میں بجلی کی چوری کر سکتا ہوں' نہر کا پانی بھی چوری کرتا ہوں۔ ایک کارخانے دار ایک نرسری کا مالک وہ انکم ٹیکس کی چوری کرتا ہے اور اس انکم ٹیکس کی چوری کا مال خنزیر کے گوشت کے برابر ہے۔ خواہ وہ چوری انکم ٹیکس کی ہو' خواہ نرسری کی ہو خواہ گندم کی ہو' نہر کے پانی کی ہو' اور وہ شخص امامت کے فرائض انجام نہیں دے سکتا جس کے پیٹ میں رزق حرام ہو اس لئے ایسے ایسے ٹیکسوں سے وصول ہونے والی رقم پر وہ حکومت کا تنخواہ دار ملازم نہیں ہو سکتا ......

جناب سپیکر: آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے رانا صاحب ......

رانا پھول محمد خان: بلکہ ایک عالم دین' ایک خطیب اتنا Independent ہو کہ وہ چاہے تو ملک کے صدر کے خلاف فتویٰ جاری کر دے اور اس کو یہ کہنا کہ یہ سرکاری پٹھو ہے۔ یہ بکاؤ مال " ملا " ہے۔ ہمارے علماء کے متعلق پہلے ہی لوگ بڑی غلط باتیں کرتے ہیں جن سے مجھے بھی نفرت ہے کہ وہ کیوں ایسی باتیں کرتے ہیں۔ ہم علماء کو دین فروش ملا نہیں کہنے دیں گے اور اس کو کسی قیمت پر آج ہماری حکومت ہے اس لئے نہیں کل حاجی اسحاق صاحب کی حکومت اس صوبے میں آجائے اور یہ ان خطیبوں سے تمام ناجائز فتوے' سیاسی کام کروائیں تو ہم یہ اجازت نہیں دیں گے۔ یہ ملک خطیب بنانے کے لئے نہیں بنا تھا یہ اسلام پھیلانے کے لئے بنا تھا اور اسلام پھیلانے کا معاوضہ جو عالم لیتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا ایک گانا گانے والا ریڈیو سنگر لیتا ہے۔ امامت کو کبھی بیچا نہیں جا سکتا۔ معاوضے پر نہیں لایا جا سکتا۔ اس لئے میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ رانا صاحب۔ چودھری محمد اکرم صاحب کچھ کہنا چاہیں گے ......

چودھری محمد اکرم: بسم اللہ الرحمن الرحیم! جناب سپیکر! اس قرارداد کے ضمن میں جس میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ خطیبوں کا ماہوار وظیفہ اور میاں اسحاق صاحب کی طرف سے اس میں ترمیم کی گئی ہے......

جناب سپیکر: چودھری صاحب اختصار سے ذرا اپنی بات کیجئے گا ......

چودھری محمد اکرم: جی اختصار سے میں اپنی بات کروں گا۔ اور میاں اسحاق صاحب کی طرف سے

اس میں ترمیم کی گئی ہے میں ان دونوں کو ملا کر ان کی حمایت میں عرض کرنا چاہوں گا ......

جناب سپیکر: آپ ایسے کیجئے دونوں کو ملا کر بات نہیں ہو سکتی۔ پہلے ترمیم پر بات ہو سکتی ہے کیونکہ ترمیم کو ہم Take up کر رہے ہیں۔ ترمیم پر پہلے فیصلہ ہوگا اس کے بعد جو اصل قرارداد ہے اس کو پھر ٹیک آپ کیا جائے گا۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! میں اپنی کم علمی کی وجہ سے اصل بات کو چھوڑ گیا ہوں ......

جناب سپیکر: رانا صاحب بیشک آپ چھوڑ گئے ہیں لیکن اب میں آپ کو اجازت نہیں دوں گا آپ تشریف رکھیں۔ جی چودھری صاحب فرمایئے۔

چودھری محمد اکرم: جناب سپیکر! میں اس ضمن میں عرض کرنا چاہوں گا کہ سب سے پہلے تو بحیثیت مسلمان ہمیں ایک خطیب کے مقام کو پہچانا چاہیئے۔ یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ تعریف کرنے والے اور Oppose کرنے والے دونوں صاحبان نے خطیب کے مقام کی تعریف کو تسلیم کیا ہے مگر آج ہم نے دیکھنا ہے کہ کیا عملاً ایسا ہو رہا ہے اس معاشرہ میں جب بحیثیت مسلمان ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خطیب کا مقام یہ ہے تو کیا اس پر عملدرآمد ہو رہا ہے یا یہ ہے کہ ہمارے چکوک میں یا شہروں میں' محلہ میں جو مساجد ہیں ان کے خطیبوں کو جو وظیفہ ہم دیتے ہیں وہ کس طرح سے دیا جاتا ہے۔ میں تھوڑا سا عرض کروں گا کہ ہمارے چکوک یا محلہ کی مساجد میں خطیبوں کو جو سالانہ یا چھ ماہ بعد ان کی جو خدمت کی جاتی ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے ہمارے چکوک میں ہمارے وہ بھائی جو محنت مزدوری کر کے جنہیں ہم لوہار' ترکھان یا دوسرا کوئی اور پیشہ جو وہ اپناتے ہیں ان کے ساتھ ان کے دانے یا ان کی جو تنخواہ ہے وہ اس لحاظ سے خطیبوں کو دی جاتی ہے جو کسی طرح بھی ان کے شایان شان نہیں ہے یا پھر بحیثیت مسلمان ہمیں یہ زیب نہیں دیتا تو اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنے مقام کو پہچانتے ہوئے جو اہم دینی فریضہ سرانجام دے رہے ہیں ان کے لئے ان کے معاش کا انتظام کریں پھر میں اپنے معزز اراکین اسمبلی سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ اگر انہیں ہم وظیفہ خوار کہہ کر نظرانداز کر دیں تو یہ درست نہیں ہو گا۔ ہم میں سے کتنے اصحاب ایسے بیٹھے ہیں جو سفید پوش یا زمیندار ہیں اور جنہوں نے اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلوا کر رضا کارانہ طور پر مساجد کا کام اپنے ذمہ لگایا ہے۔ جیسا کہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں میں یہ شعور اور جذبہ تھا کہ وہ دین کے کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیتے تھے۔ اگر ہم میں یہ جذبہ نہیں رہا تو وقت ہی ایسا آگیا ہے معاشرے کی نزاکت کے پیش نظر

یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کے ذرائع معاش کے لئے ایسا انتظام کریں کہ وہ اپنے بچوں کا پیٹ پال سکیں۔ تو میں اس ضمن میں عرض کروں گا کہ اس معاشرہ میں دینی تعلیم حاصل کرنے کی بہتات ہمارے غریب بھائیوں کی ہے۔ اکثر غریب بھائیوں کے بچے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور جو بڑے زمیندار اور امیر لوگ ہیں ان کے بچے تو انگریزی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اگر ہم ان بھائیوں کی حوصلہ افزائی نہیں کریں گے اور ان کے بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے کوئی وظیفہ مقرر نہیں کریں گے تو یہ کام کون چلائے گا۔ تو میں عرض کروں گا کہ میاں محمد اسحاق صاحب نے جو ترمیم پیش کی ہے۔ اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ فی زمانہ گریڈ 16 کا آدمی اتنی تنخواہ نہیں لیتا۔ ان کے بھی ویسے ہی مسائل ہیں جیسے ہمارے عام آدمی کے ہیں۔ یہاں جو اراکین اسمبلی بیٹھے ہیں ہمارے بھی دینی مسائل ہیں ......

رانا پھول محمد خان: جناب والا، پوائنٹ آف آرڈر، میں اپنے فاضل دوست کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنی تقریر میں یہ نہیں کہا۔ گریڈ سولہ کے لئے مقابلہ شروع ہو جائے اور سفارش بازی شروع ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

رانا پھول محمد خان: اور اگر سفارشی پیش امام تعینات کیا ہوا ہو تو اس کے پیچھے نماز ہی نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر: مجھے افسوس ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ آپ اپنی ذاتی وضاحت کرنے کے لئے ہر وقت اپنا حق تقریر استعمال نہ کیجئے گا۔ براہ مہربانی اس بات کا خیال کیجئے۔

چودھری محمد اکرم: جناب سپیکر! بڑھتی ہوئی قیمتوں کے پیش نظر کسی اہم دینی فریضہ انجام دینے والے کے لئے گریڈ 16 کوئی زیادہ نہیں ہے بلکہ عین انصاف ہے۔ اسی طرح اپنے ان خطیب حضرات کے لئے وظیفہ مقرر کرنا اس لئے بھی ضروری ہے۔ اگر ہم ان کے لئے کوئی وظیفہ مقرر نہیں کریں گے تو محلہ یا چک کی وہ مسجد جہاں تک مختلف مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود ہوتے ہیں اور جب سال بعد یا چھ ماہ بعد اپنے خطیبوں کا وظیفہ دینے پہ آتے ہیں تو اکثر لوگ جو ان سے اختلاف رکھتے ہوئے وہ ان کا معاوضہ نہیں دیتے۔ اگر حکومت کی طرف سے کوئی وظیفہ مقرر کیا گیا ہو تو لوگوں کا آپس میں اختلاف ضرور ہو گا۔ آپس میں فرقہ بندی ضرور ہو گی مگر جس نے یہ دینی فریضہ انجام دینا

ہے اس کا حق نہیں مارا جائے گا۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ یہ نہایت مناسب ترمیم ہے اس لئے اس کو منظور کیا جائے۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: آپ ترمیم کے بارے میں کچھ بولنا چاہتے ہیں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! میاں اسحاق صاحب نے اپنی ترمیم میں لکھا ہے کہ "کم از کم گریڈ 16 تک" ایزاد کیا جائے۔ جناب والا! سرکاری ملازمتوں میں جب گریڈ کی بات ہوگی تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ گریڈ 16 کا افسر جب نماز پڑھائے گا تو گریڈ 17 کا یہ سی ایس پی افسر اس کے پیچھے کیسے نماز پڑھے گا۔ اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ گریڈ نہیں ہو سکتا۔ یہ ترمیم ہو ہی نہیں سکتی۔

چودھری اکرام الحق: جناب والا! میں ایک تصحیح کرنا چاہتا ہوں کہ رانا صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ ان کے گاؤں میں آٹھ مسجدیں تھیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان میں اثر تو ایک مسجد کا بھی نظر نہیں آتا۔ (قہقہے)

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! میں چودھری صاحب کا اپنے آپ کو اب بھی غلام سمجھتا ہوں اور اسلام یہ کہتا ہے کہ اپنے بھائیوں کی غلامی کرو لیکن میرے گاؤں میں مسجدیں آٹھ تھیں گاجریں کم کاشت ہوتی تھیں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب سپیکر! چودھری صاحب اپنی سیٹ پر موجود ہیں یا نہیں۔

جناب سپیکر: پیرزادہ! آپ کو انصاری صاحب اور چودھری اکرام الحق صاحب کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آیا۔

صدیق سالار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد صدیق سالار: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اس ہاؤس کے معزز اراکین سے درخواست کروں گا کہ علمائے دین کے متعلق بات کرتے وقت احتیاط سے کام لیں۔ علمائے دین قابل احترام ہیں۔ آپ ان کے حق میں یا اس قرارداد کے حق میں یا مخالفت میں جو کچھ بھی کہیں مدبرانہ طریقے سے اور دلیل سے کہیں۔ صحاح ستہ میں ایک حدیث میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے بعد دین حق کی تبلیغ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہی کے صدقے امت محمدی کو بخشے

گا۔ لہٰذا علماء کے متعلق بات کرتے وقت احتیاط سے کام لیں۔

جناب سپیکر: شکریہ' تو میاں محمد اسحاق صاحب کی جو ترمیم ہے اس میں یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"کہ قرارداد کی سطر 2 میں وارد ہونے والے الفاظ " خطیبوں کا " اور " ماہوار وظیفہ " کے درمیان الفاظ کم از کم گریڈ 16 تک ایزاد کیے جائیں۔ جو صاحبان اس کے حق میں ہیں وہ " ہاں " کہیں اور جو خلاف ہیں وہ " ناں " کہیں گے۔ "

(تحریک نامنظور کی گئی)

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر ووٹنگ کروا لیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب ووٹنگ کے بارے میں آپ سے عرض کروں کہ ایک تو یہ ہے کہ سپیکر کے فیصلے کے بعد اس میں کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ سپیکر جب اپنے فیصلے کا اعلان کرتا ہے اگر آپ اس کو پوری طرح سمجھیں تو پھر آپ کو کہنے کی ضرورت پیش نہ آئے کہ جس وقت سپیکر کو ابہام ہوتا ہے کہ ووٹنگ میں کس کا پلہ بھاری ہے تو وہ پہلے یہ الفاظ استعمال کرتا ہے کہ " میرے خیال میں فیصلہ " ہاں " والوں کے حق میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بادی النظر میں یہ فیصلہ مجھے ہاں والوں کے حق میں نظر آتا ہے۔ تو اس کے بعد جب وہ بات واضح ہوتی ہے کوئی اعتراض نہیں کرتا تو پھر وہ اپنا فیصلہ سنا دیتا ہے کہ فیصلہ " ہاں " والوں کے حق میں ہے یا " ناں " والوں کے حق میں ہے۔ تو اس میں کوئی ابہام نہیں تھا اس لئے کہ آپ کی طرف سے صرف دو تین آوازیں آئیں اور دوسری طرف سے سارے ہاؤس کی آوازیں تھیں۔ اس لئے کوئی ابہام نہیں تھا۔ لہٰذا میں نے " میرے خیال میں " کے الفاظ استعمال نہیں کیے بلکہ میں نے براہ راست اپنا فیصلہ سنایا کہ فیصلہ " ناں " والوں کے حق میں ہے۔ اب چودھری صاحب کی اصل قرار داد آتی ہے۔ جناب چودھری غلام رسول صاحب اس پر کچھ کہنا چاہیں گے؟

چودھری غلام رسول: جناب سپیکر! رانا صاحب بڑے پرانے پارلیمنٹرین ہیں لیکن انہوں نے قرارداد کو پڑھے بغیر تقریر شروع کر دی ہے کیونکہ انہوں نے ایک حصہ بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہے۔ اس میں دو حصے ہیں۔ ایک حصہ مساجد کی دیکھ بھال اور maintenance کے لئے سالانہ فنڈز مختص کرنے سے متعلق ہے۔ جناب سپیکر! جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ دیہاتی علاقوں میں بہت ساری مساجد

کی ایسی حالت ہے کہ کسی کا دروازہ ٹوٹا پڑا ہے۔ کسی کی چھت نہیں ہے۔ ان کی سالانہ کوئی تعمیر و مرمت نہیں ہوتی۔ تو ایک اسلامی مملکت میں مثال کے طور پر سعودی عربیہ میں تمام مساجد کی تعمیر' مرمت اور توسیع وغیرہ سب گورنمنٹ کے ذمے ہے اور تمام خطیبوں کو وظیفہ گورنمنٹ کی طرف سے ملتا ہے۔ تو جس طرح میرے معزز دوست نے فرمایا کہ اگر علماء کو تنخواہیں دی جائیں گی تو ......

چودھری محمد صدیق سالار: جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے سعودی عرب کی مساجد کا ذکر کیا ہے تو کیا بہتر تھا کہ یہ بھی کہہ دیتے کہ سعودی عرب کی مساجد میں خطبہ بھی ایک ہی ہوتا ہے' کوئی دوسری بات نہیں کرتا۔ ہمارے ملک میں علماء اپنی مرضی سے تقریریں کرتے ہیں جن کو ہم روک نہیں سکتے۔

جناب سپیکر: چودھری غلام رسول کو اپنی بات جاری رکھنے دی جائے۔ اور غیر ضروری مداخلت نہ کی جائے۔

چودھری غلام رسول: جناب سپیکر' جس طرح میں نے پہلے عرض کی ہے کہ جس طرح رانا صاحب کا یہ موقف تھا ......

جناب سپیکر: جناب آپ اپنی بات کریں۔ آپ اپنی قرارداد کی بات کریں۔

چودھری غلام رسول: تو جناب والا' اس میں میری گزارش یہ ہے کہ جتنی بھی محکمہ اوقاف کی بڑی بڑی مساجد ہیں ان میں علماء حضرات کی تنخواہ مقرر ہے۔ کیا ان کے پیچھے نمازیں نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے جناب والا' میں یہ کہتا ہوں کہ جس طرح ہمارے دیہاتوں میں علماء کی عزت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک ایک گھر سے روٹی اکٹھی کرتے ہیں۔ کیا یہ ان کی عزت ہے۔ اگر ہم ان کو صحیح تنخواہ دیں گے ان کا صحیح وظیفہ مقرر کریں گے۔ ہم ان کا معاوضہ ادا نہیں کر سکتے لیکن ان کو ایک مقام دینے کے لئے اور ان کی عزت بنانے کے لئے وظیفہ بہت ضروری ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ یہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور ہم اسلام کی ترقی کے لئے اور اس کی سربلندی کے لئے اگر ہم ان مساجد کو عزت نہیں دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ مسجدیں اللہ کا گھر ہیں اور علماء اور درویش لوگ دین کے محافظ ہیں۔ میں اس بارے میں حدیث کا حوالہ دیتا ہوں۔ اس وقت تو مجھے یاد نہیں ہے لیکن میں دعوٰی سے یہ بات کہہ سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مساجد کا اور علماء کا درجہ بیان کیا ہے' اسلامی مملکت اگر ان مساجد کی مرمت کے لئے اور علماء خطیبوں

کے گزر اوقات کے لئے کوئی وظیفہ مقرر کر دے تو میں سمجھوں گا کہ یہ ایک احسن قدم ہو گا بجائے اس کے کہ ہم یہ کہیں کہ اگر ہم ان کو تنخواہ دیں گے تو ان کی بے عزتی ہو گی کیا یہ بے عزتی نہیں کہ وہ گھر گھر سے روٹی اکٹھے کرتے پھریں اور لوگوں کے اس طرح محتاج رہیں "اور پھر دیہاتوں اور گاؤں میں جس فرقے کا آدمی بھی ہے اگر وہ "لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ " کا کلمہ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے۔ کسی بھی فرقے کی مسجد کے علماء یا خطیب کو اگر حکومت کوئی وظیفہ دے گی تو اسے لوگوں کا محتاج نہیں ہونا پڑے گا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اب کسی بھی جگہ پر کسی بھی مسجد کے دو نمازی ناراض ہوئے اور انہوں نے کہہ دیا کہ ہم اس کو نکال دیں گے ہم اس کو روٹی نہیں دیں گے' ہم اس کو غلہ نہیں دیں گے یہ باتیں اس کے لئے مشکلات کا باعث بن جاتی ہیں اور وہ اپنا کام صحیح طریقے سے سر انجام نہیں دے سکتا۔ اس لئے میں عرض کروں گا کہ اس مقدس پیشے کا بلا امتیاز وقار بحال کرنے کے لئے ہی میں نے یہ قرارداد پیش کی ہے کہ یہ ایک اسلامی مملکت ہے اور یہ حکومت کا فرض ہے اور ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم انہیں ان کا صحیح مقام دیں۔ اب آخر میں جناب والا کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے وقت عطا فرمایا۔

جناب سپیکر: کوئی صاحب اس تجویز کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری (جناب سعید اکبر خان): جناب والا! میری اس معاملے میں گزارش ہے کہ چودھری صاحب کے علاقے میں شاید ایسا ہوتا ہو کہ وہاں کے گاؤں کے لوگ اپنی مساجد کو ٹھیک نہ رکھتے ہوں لیکن ہم نے پورے پاکستان میں دیکھا ہے خاص طور پر دیہات میں' جو بھی گاؤں کے لوگ ہوتے ہیں وہ ہمیشہ یہی کوشش کرتے ہیں کہ وہ اپنے گھروں سے زیادہ اچھے طریقے سے مساجد کی دیکھ بھال کریں' اور وہ اپنے گاؤں سے ہٹ کر کسی سے بھی ایک روپیہ مسجد کے لئے لینے کے لئے تیار نہیں ہوتے' اور اپنے ہی گاؤں کے لوگوں سے پیسے اکٹھے کر کے اور بڑے باعزت طریقے سے مساجد کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر حکومت یہ اقدام کرے کہ مساجد کے لئے پیسے رکھے جائیں تو اس میں سب سے بڑی خرابی یہ ہو گی کہ ہر گاؤں میں دو تین فرقے ہوتے ہیں اور ان کی مساجد ہوتی ہیں۔ اگر کسی ایک فرقے کی مسجد کو پیسے دئے گئے اور دوسرے فرقے کی مسجد کو پیسے نہ دیئے گئے تو اس بات سے پھر اس گاؤں میں پھوٹ پیدا ہو گی اور اس کا الزام حکومت پر آئے گا کہ حکومت فلاں فرقے کی حمایت کر رہی ہے اور فلاں فرقے کے خلاف کام کر رہی ہے۔ جناب والا!

میری گزارش ہے کہ ایسا کوئی کام نہ کیا جائے کیونکہ ہم سب مسلمان ہیں اور بحیثیت مسلمان ہر آدمی کا یہ فرض بنتا ہے کہ جہاں بھی کوئی مسجد ہو' جس گاؤں میں بھی مسجد ہو اس گاؤں کے آدمی اللہ کے گھر کو صحیح رکھیں اور اس کا انحصار کسی کے اوپر نہ کریں۔ جناب والا! میری گزارش ہے کہ یہ ایک نیا سلسلہ ہے جو معاشرے میں ایک خرابی پیدا کرے گا اور اس میں تفرقہ بازی آجائے گی اور اس کا الزام حکومت پر ہی عائد ہو گا کہ وہ فلاں فرقے کو حمایت کا یقین دلا رہی ہے' یہ بات اس ملک کے لئے بہتر نہیں بلکہ نقصان دہ ثابت ہو گی۔

جناب والا! میں استدعا کروں گا کہ اس قرارداد کو کبھی بھی پاس نہ کیا جائے کیونکہ اس میں زیادہ بگاڑ پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جناب چودھری نسیم احمد صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری اوقاف (چودھری نسیم احمد): جناب والا! چودھری صاحب کی قرارداد میں یہ فرمایا گیا کہ حکومت پنجاب تمام پنجاب کی مساجد کے خطیبوں کا ماہوار وظیفہ مقرر کرے۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ حکومت پنجاب کی تمام مساجد کو اپنی تحویل میں لینا پڑے گا۔ محکمہ اوقاف موجود ہے' حکومت کسی قسم کی کوئی امداد نہیں دیتی' اور نہ ہی وہ حکومت سے کسی قسم کی امداد لیتے ہیں وہاں پر مزاروں اور مساجد کو تحویل میں لیا گیا ہے اور ان مساجد کے خطیبوں کو باقاعدہ ان کی قابلیت کے مطابق انہیں گریڈ دیا گیا ہے' چھٹا سکیل بھی ہے' نواں (9) سکیل بھی ہے' بارھواں (12) سکیل بھی ہے اور اس سے آگے بتدریج ان کی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ یہ وہ مساجد ہیں جن مساجد کے ساتھ لوگوں نے اوقاف کا رقبہ وقف کیا ہوا تھا' ان کے ساتھ کوئی دوکانیں ہیں یا رقبہ جات ہیں جہاں سے کوئی آمدنی آتی ہے' کیونکہ حکومت کوئی امداد نہیں کرتی' اور اپنی مدد آپ کے تحت ان کا علیحدہ بجٹ ہے اور اس طرح وہ سلسلہ چل رہا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ان مساجد کے تمام خطیبوں کو ہم تنخواہ دار بنا لیں یا ان کا کوئی وظیفہ مقرر کر دیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ تمام مساجد کو اپنی تحویل میں لینا پڑے گا' اس سے بہت سے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں' اب آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ہر محلے میں جتنے بھی مکاتب فکر کے لوگ رہتے ہیں اتنی ہی مسجدیں آباد ہیں' اور اتنی ہی مسجدیں تعمیر ہو چکی ہیں' یہ ہو گا کہ اگر چار مکتب فکر کے لوگ ہیں تو چار مسجدیں ہیں چاہیئے ان کی آبادی وہاں پر ایک سو (100) گھرانوں پر بھی مشتمل کیوں نہ ہو' کسی گاؤں یا محلے میں اگر پچاس گھرانے ہیں اور ان گھرانوں میں جتنے بھی مکاتب فکر کے

لوگ ہوں گے اتنی ہی مسجدیں موجود ہوں گی اور موجود ہیں' اور اس سے ایسی مشکلات پیدا ہو جائیں گی کہ گھر گھر مسجدیں بننی شروع ہو جائیں گی اب تو محلے میں کئی مسجدیں ہیں پھر گھر گھر مسجدیں بننی شروع ہو جائیں گی' اور پھر مسجد کی تعمیر کے لئے مسائل پیدا ہو جائیں گے اور کسی نئی مسجد کی تعمیر کو روکنا کسی مسلمان کے بس کی بات نہیں اور وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہاں پر نئی مسجد کی تعمیر نہیں ہو سکتی۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ چوراہوں پر سڑکوں پر تجاوزات کر کے مسجدیں بنائی گئی ہیں اور اس معاملے میں حکومت بھی بے بس ہے اور ان مسجدوں کی تعمیر کو نہیں روک سکتی' اب اگر کسی محلے میں دو مسجدیں ہیں تو یہ لازمی امر ہے کہ پھر وہاں پر چھ (6) مسجدیں ہو جائیں گی۔ اور پھر ان خطیبوں کو بھی تنخواہیں دینی پڑیں گی اور اس طرح ایک لامتناہی سلسلہ چل نکلے گا۔ جب یہ خطیب حضرات وہاں آجائیں گے تو پھر ان کے تبادلوں کا چکر چلے گا' اب محکمہ اوقاف میں یہ اصول ہے کہ اصولاً" جس مسجد میں جس مکتب فکر کے خطیب صاحب تشریف رکھتے ہیں اگر اس کی تبدیلی ہو گی تو پھر اس مکتب فکر کا آدمی وہاں پر بدلا جائے گا دوسرے کو تبدیل نہیں کیا جائے گا۔ اس لحاظ سے پھر ایک نئی چیز پیدا ہو جائے گی کہ اتنی زیادہ مسجدوں میں زیادہ تبادلے ہوں گے اور پھر ان کا آپس میں لڑائی جھگڑا پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے میں تھوڑا سا عرض کروں کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ **"ولا تلبسوا الحق بالباطل لاتکتموا الحق وانتم تعلمون"** ○ کہ سچی بات کو جھوٹ سے نہ ملاؤ اور سچی بات کو کبھی نہ چھپاؤ جیسے کہ تم جانتے ہو۔ میں اس سلسلے میں ایک چھوٹا سا واقعہ مختصراً" عرض کرتا ہوں کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک جب خلیفہ بنے تو وہ مدینہ تشریف لے گئے اور لوگ انہیں ملنے کے لئے آئے پھر اپنے وزیر سے پوچھا کہ کوئی ایسا آدمی بھی ہے جو ملنے کے لئے نہیں آیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں !امام ابو ہاشم رحمتہ اللہ علیہ تو انہیں بلوایا گیا ان سے سوال کیا گیا کہ مدینہ کے تمام لوگ مجھے ملنے کے لئے آئے آپ کیوں نہیں آئے وہ کہنے لگے کہ اس سے پہلے نہ میری آپ سے کوئی ملاقات ہوئی نہ اس سے پہلے کسی قسم کا کوئی تعارف ہوا تو بغیر تعارف کے میرے لئے جانا مناسب نہیں تھا چونکہ وہ اس وقت کے عالم دین تھے اس وقت وہ صحابی تھے تو خلیفہ نے اس پر بجائے رنج کرنے کے چند سوالات شروع کر دیئے کوئی دس بارہ سوال کئے ان کے جوابات بہترین طریقہ سے اپنے مسلکے کی رو سے دیئے اور اپنے حق کی بات کہہ دی۔ جناب والا ! میں وہ پورا قصہ بیان نہیں کرنا چاہتا اور میں اس کو مختصرا کرتا ہوں تو انہوں نے یعنی خلیفہ وقت نے اشرفیوں کی دو تین تھالیاں ان کے گھر بھجوا دیں۔ جس پر انہوں نے لکھ کر جواب دیا کہ اگر تو یہ بیت المال کا حصہ ہے اور میرا بیت المال میں جو حق بنتا ہے

اگر تو یہ وہ حصہ ہے تو کیا بیت المال کا اتنا حصہ تمام علمائے دین کو تقسیم کر دیا گیا ہے اگر یہ میری باتوں کا معاوضہ دیا گیا ہے تو یہ میرے لئے حرام ہے۔

جہاں تک مسجدوں کی تعمیر کا تعلق ہے تو اس بارے میں میں عرض کروں علامہ اقبال ؒ فرما گئے ہیں۔

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

تو جناب والا! بات اتنی ہے کہ اگر ہم اپنے ہی معاملے میں جبکہ اپنی کوٹھیوں میں اپنے غسل خانوں میں چپس کو دیکھتے ہیں اور اس کے رنگ کو دیکھتے ہیں مگر ہم مسجد نہیں بنا سکتے تو یہ انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس مقام پر بیٹھ کر ہم مسجد کے لئے حکومت سے چندہ مانگیں۔ گلاسکو کی ایک مثال ہے کہ وہاں پر 27 کروڑ روپے سے ایک مسجد تعمیر کی گئی ہے کسی گورنمنٹ نے اس میں کوئی عطیہ نہیں دیا خود لوگوں نے اپنے طور پر بنائی ہے۔ یورپ میں گلاسکو میں بھی مسجد ہے جہاں آذان لاؤڈ سپیکر پر ہوتی ہے۔ تو میں اس کی پر زور مخالفت کرتا ہوں کہ یہ علمائے کرام کی ذات پر ایک دھبہ ہو گا اور یہ قرارداد بالکل پاس نہیں کرنی چاہیئے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ اس پر کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: جی جناب والا!

جناب سپیکر: تو کیا آپ اختصار سے فرمائیں گے؟

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں چند منٹ میں اپنی بات بیان کر دوں گا۔

جناب گزارش یہ ہے کہ میں نے اس قرارداد کے اس حصے کی مخالفت نہیں کی جس میں مسجد کی تعمیر اور مرمت کا معاملہ ہے وہ تو بغیر کسی فرقے کے تمام مسجدوں کی مرمت اگر حکومت کرائے تو یہ اس کے لئے ثواب بھی ہے لیکن جناب والا - جہاں تک فی مسجد کے پیش امام خطیب کو تنخواہ دار رکھنے کا معاملہ ہے میں نے اسی سلسلے کی مخالفت کی ہے وہ اس لئے کہ اس ملک میں بلکہ اسلام تو دنیا میں یہ کہتا ہے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں آپس میں پیار کرو لیکن یہ خطیبوں کی تعیناتی کا معاملہ ......

پارلیمانی سیکرٹری (جناب سعید اکبر خان): پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! جب ترمیم پیش ہوئی تو میرے بزرگ رانا صاحب نے کہا تھا کہ چودھری صاحب کی تحریک اور میاں صاحب کی ترمیم دونوں کو

اکٹھا کر کے ان پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ پھر انہوں نے وہی بات دہرانا شروع کر دی جو انہوں نے پہلے بیان دیا تھا۔

جناب سپیکر: نہیں۔ نہیں یہ بات نہیں ہے وہ دونوں پر بات کرنا چاہتے تھے جو میں نے اجازت نہیں دی۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! انہوں نے کہا ہے کہ میں نے دونوں کو اکٹھا کیا ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں نے دونوں کی مخالفت کی ہے۔ سعید اکبر خان صاحب نے اپنی ناتجربہ کاری میں جو کچھ کہا ہے میں انہیں معاف کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: دونوں پر پہلے آپ نے بات نہیں کی ہے۔

رانا پھول محمد خان: نہیں جی۔

تو جناب والا! گزارش یہ ہے کہ یہ ان کی ناتجربہ کاری ہے وہ میرے برخوردار ہیں میں انہیں معاف کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! کیا آپ نے پہلے اس قرارداد پر بات کی ہے؟

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں نے ضمناً بات کی تھی۔ وہاں گریڈ 16 کا معاملہ تھا وہ گریڈ 16 کی بات تھی۔

جناب سپیکر: تو آپ نے ترمیم پر بات کی ہے۔

رانا پھول محمد خان: جی! جناب والا۔

جناب سپیکر: قرارداد پر نہیں کی۔

رانا پھول محمد خان: نہیں جی۔

جناب سپیکر: تو آپ دو منٹ میں ختم کر دیجئے۔

رانا پھول محمد خان: ٹھیک ہے۔ جناب والا۔ اسلام میں اگر آپ دیکھیں۔ خانہ کعبہ ہے' جامعہ مسجد نبوی میں جائیں وہاں تمام فرقوں کے لوگ کوئی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھ رہا ہے کسی نے یہاں ہاتھ

باندھے ہوئے ہیں کسی نے وہاں ہاتھ باندھے ہوئے ہیں۔ کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ایک پیش امام ایک مسجد میں ہوتا ہے اب جب مولویوں کو تعینات کیا گیا تو وہاں یہ ہو گا کہ محلے کے لوگ ایک دوسرے کو کافر قرار دلائیں گے اور وہ کہیں گے کہ مسجد وہابیوں کی ہے وہ کہیں گے کہ دیو بندیوں کی ہے کوئی کہے گا کہ شیعہ حضرات کی ہے جناب والا ۔ ہم تو یہاں وہ نظام چاہتے ہیں کہ صرف ایک فرقہ ہے۔ اور وہ فرقہ محمدی ہے اپنے مسلک کے مطابق کوئی کسی طرح سے نماز پڑھے روزے رکھے ہم فتنہ و فساد کو کنٹرول کریں اور اگر ہم نے یہ کر دیا کہ ہم تمام مسجدوں میں تنخواہ دار خطیب رکھیں گے تو یقین کریں کہ فرقہ واریت کو ہوا ملے گی اور اس ملک میں اب تک اسلامی نظام کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ اگر کوئی ہے تو وہ یہ ہے کہ اس ملک کے اسی فیصد لوگ ایک مسلک سے تعلق نہیں رکھتے اب یہاں مولانا مودودی کا اسلام آئے ' یہاں نورانی کا آئے' یہاں مفتی کا آئے' کس کس کا آئے' اس لئے اس ملک میں اسلامی نظام قائم نہیں ہو سکتا جہاں کے 80 فیصد لوگ ایک ہی فرقہ سے تعلق نہ رکھتے ہوں اور اسلام کی تباہی کا موجب ہمارے فرقے ہیں اور تنخواہ دار مولوی کی گو تنخواہ بھی بڑھا دی جائے اب بھی محکمہ اوقاف میں جو علماء تعینات ہیں وہ ہمارے ممبروں کے پیچھے پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ تبادلے کروا دو جب امامت بھکاری بن گئی' تبادلوں پر آ گئی' سفارشوں پر آ گئی تو اسلام کی تبلیغ باقی کیسے رہے گی۔

جناب سپیکر: رانا صاحب ۔ شکریہ میاں ریاض حسین پیرزادہ۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب سپیکر! میں صرف اتنا عرض کرونگا کہ مذہب اور سیاست کو کبھی غلط ملط نہیں کرنا چاہیئے یہ خالصتاً مذہبی بات ہے خطیبوں کو' علماء کا اپنا جو مقام ہے وہ مذہب میں اپنا ہے یہ ایوان سیاسی ہے جب ہم کسی کے خلاف یا حق میں کوئی تقریر کرتے ہیں جو کچھ ایسے الفاظ مجھ جیسے جاہل سے نکل جائیں جس سے خدانخواستہ کسی عالم کی یا خطیب کی کوئی توہین نظر آئے تو وہ میرے لئے باعث شرم ہو گا میں صرف اتنا عرض کرونگا کہ سیاست اور مذہب کو علیحدہ رکھا جائے جو رسول اکرمؐ کے وقت میں قرآن میں سنت میں یا خلفائے راشدین کے دور میں علماء اور خطیبوں کا جو وظیفہ تھا یا حکومت کی طرف سے کوئی امداد تھی اس پر تحقیق کر کے اس حساب سے رکھا جائے اس اسمبلی میں اس طرح کی تقریر سے شاید یہ نہ اخذ کیا جائے کہ ہمارے ممبران یا ایم۔ پی ۔ اے صاحبان علماء یا خطیبوں کے خلاف ہیں۔ جناب والا۔ میں اس گزارش کے ساتھ آپ کے توسل سے جناب چودھری

غلام رسول صاحب کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس قرارداد کو پریس نہ کریں' شکریہ۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! پیرزادہ صاحب نے ایک بات کہی ہے جو بہت ہی اہم بات ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ دین اور سیاست کو الگ الگ رکھا جائے۔

جناب سپیکر: آپ کا یہ نقطہ نظر ہے ان کا وہ نقطہ نظر ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! حالانکہ بڑی معروف بات ہے اور تمام صاحب علم لوگ اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

تو جناب والا! کیا وہ چنگیزیت کا پرچار کرنا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر: چودھری رفیق صاحب آپ اس پر کچھ فرمانا چاہیں گے؟

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! اس قرارداد پر حقیقت اور سچائی پر مبنی صرف دو جملوں پر مشتمل میری مختصر ترین تقریر۔

جناب سپیکر: جزاک اللہ چودھری صاحب۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! جس طرح ہمارا موجودہ نظام ایڈہاک بنیادوں پر چل رہا ہے اسی طرح سے ہم نے اسلام کو بھی ایڈہاک بنیادوں پر بنا رکھا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب کیا آپ کی تقریر ختم ہو گئی؟

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ وہ جملوں پر مشتمل میری تقریر ہو گی۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ چودھری غلام رسول صاحب آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیا آپ اس کو پریس کرتے ہیں؟

چودھری غلام رسول: بالکل پریس کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ حکومت پنجاب کی تمام مساجد کے خطیبوں کا ماہوار وظیفہ مقرر کرے تاکہ ہر

خلیب اپنے مقدس فریضہ کو عزت سے سرانجام دے سکے اور تمام مساجد کی مرمت وغیرہ کے لئے سالانہ فنڈز مختص کئے جائیں تاکہ ان کی مناسب دیکھ بھال ہو سکے"

(تحریک نامنظور کی گئی)

جناب سپیکر: میجر وکٹر سموئیل صاحب

تعلیمی اداروں کی متعلقہ مالکان کو واگزاری

میجر (ریٹائرڈ) وکٹر سموئیل: جناب والا! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں:

"کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت اپنی تحویل میں لئے گئے تعلیمی اداروں کو فی الفور متعلقہ مالکان کو واپس کرے"

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا وقت میں توسیع کر دیں۔

جناب سپیکر: اس میں کوئی وقت مقرر کیا گیا تھا۔ 5 بجے اجلاس شروع ہونے کا وقت تھا۔ ہم رات 12 بجے تک بھی بیٹھ سکتے ہیں اس میں توسیع کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ کوئی ٹائم مقرر نہیں کیا گیا۔ یہ آخری قرارداد ہے میرے خیال میں دس بیس منٹ سے زیادہ اس پر نہیں لگیں گے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! صبح کا اجلاس ساڑھے چار گھنٹے پر مشتمل ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: جناب جنجوعہ صاحب! آپ باہر سے لقمے لے رہے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: نہیں جناب والا۔ وہ کہہ رہے ہیں ساڑھے پانچ گھنٹے اجلاس کا وقت ہوتا ہے۔ وہ لقمے دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: ان کو باہر سے کسی کو لقمہ نہیں دینا چاہیئے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! میرے علم کے مطابق آپ ہمیشہ 9 بجے اجلاس شروع کرتے ہیں جو ڈیڑھ بجے ختم ہو جاتا ہے۔ آج پانچ بجے اجلاس شروع ہوا ہے ساڑھے نو بجے اس کو ختم ہو جانا چاہیئے۔

جناب سپیکر: یہ آپ اس بنا پر بات کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ صبح کو اجلاس ساڑھے چار گھنٹے ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی ساڑھے چار گھنٹے ہو۔ لیکن اس کے بارے میں کوئی ٹائم مقرر نہیں کیا گیا۔ میں چاہتا ہوں یہ قرارداد ہم Take up کر لیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! یہ کوئی خصوصی اجلاس نہیں ہے بلکہ صبح کی نشست کو ارکان کی سہولت کے لئے شام پر ملتوی کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: میں اس کے باوجود یہ قرارداد ضرور Take up کروں گا۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! وقت میں توسیع فرما دیں۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں اس میں توسیع کی ضرورت نہیں اس لئے اس کا ٹائم مقرر نہیں کیا گیا۔ میجر وکٹر سموئیل صاحب۔

میجر (ریٹائرڈ) وکٹر سموئیل: جناب والا! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں:

"کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت اپنی تحویل میں لئے گئے تعلیمی اداروں کو فی الفور متعلقہ مالکان کو واپس کرے"

جناب سپیکر: قرارداد پیش کی گئی ہے:

"کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت اپنی تحویل میں لئے گئے تعلیمی اداروں کو فی الفور متعلقہ مالکان کو واپس کرے"

وزیر قانون: میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ جناب میجر وکٹر سموئیل۔

میجر (ریٹائرڈ) وکٹر سموئیل جناب سپیکر میں اس قرارداد کے پس منظر میں جاؤں گا کہ 1972ء میں ایک حکومت جس نے اداروں کو قومی تحویل میں لینے کی پالیسی اپنائی اس نے تعلیمی اداروں کو بھی تحویل میں لیا۔ ایک مثال ضرور عرض کروں گا کہ اس طریقے سے اس حکومت نے صنعتوں کو بھی اپنی تحویل میں لیا اور جو اس کا حشر نشر ہوا وہ کسی سے بھی مخفی نہیں ہے۔ اسی طریقے سے تعلیمی اداروں کے بارے میں بھی حقیقت یہ ہے کہ جن تعلیمی اداروں کا پس منظر یا ان کی تاریخ بنتی ہے کم سے کم

جب سے وطن عزیز معرض وجود میں آیا ہے ان تعلیمی اداروں کا اصل مقام تھا اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان تعلیمی اداروں سے بہت ہی اہم شخصیات پیدا ہوئیں۔ یہاں تک ان واروں نے سائنسدان پیدا کئے ان اداروں نے ڈاکٹر پیدا کئے۔ انجینئر پیدا کئے یہاں تک میں کہوں گا کہ ان اداروں نے ڈاکٹر علامہ اقبال پیدا کئے۔ یہ ان اداروں کی تاریخ ہے جن پر مجھے بھی انتہائی فخر ہے۔

گزارش یہ ہے کہ ان تمام اچھائیوں کے باوجود بھی ان تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لیا گیا اس کا کیا جواز ہے؟ اس جواز کو ڈھونڈنا پڑے گا۔ جب یہ تعلیمی ادارے اپنا کردار اپنی مثال رکھتے ہیں اور رکھتے تھے تو ان تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لینے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کی کوئی وجہ نہ تو اس وقت کی حکومت دے سکی اور میں بھی آج دعوےٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ آج بھی حکومت ان تعلیمی اداروں کو اپنی تحویل میں رکھنے کا کوئی صحیح جواز پیش نہیں کر سکے گی۔ کیونکہ آج بھی صورت حال یہ ہے کہ اس قسم کے تعلیمی ادارے اب بھی موجود ہیں اور اب بھی وہاں Waiting lists لگی ہوتی ہیں کہ سالوں تک لوگوں کو داخلے کے لئے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ سفارشیں کرنا پڑتی ہیں۔ ابھی تک ان تعلیمی اداروں کی طرف قوم کا رجحان ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان تعلیمی اداروں میں Quality of Education موجود تھی اور موجود ہے۔ اور انشاء اللہ موجود رہے گی۔ یہ وہ قومی ادارے ہیں جنہوں نے پاکستان وطن عزیز کی بہترین خدمت کی ہے اور کر رہے ہیں اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود بھی ان قومی اداروں کو تحویل میں لیا۔ میں یہاں جس حوالے سے بات کر رہا ہوں وہ میں اقلیتی حوالے سے بات کروں گا۔

جناب والا! یہی ایک پراپرٹی ہمارے پاس تھی جس کو بغیر کسی جواز کے قومی تحویل میں لے لیا گیا۔ میں یہاں تک عرض کروں گا کہ جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے اس کو تو قومیایا گیا لیکن اب صورت حال یہ بن رہی ہے کہ جو ہمارے ٹرسٹ کی پراپرٹی تھی ان کو بھی قومی تحویل میں لینے کے بعد ان کے بھی انتقال کئے جا رہے ہیں۔ میں 1972ء کا تھوڑا سا حوالہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت کے صدر پاکستان نے جو بات ہمیں لکھ کر دی میں سمجھتا ہوں کم از کم اس پر ہی عمل درآمد کیا جاتا تو یہ ادارے اپنی اہلیت اپنی قابلیت اپنی بہتری جو ان کے پاس تھی جو ان کی کارکردگی تھی اس کو بدستور جاری و ساری رکھتے اور وطن عزیز کا تعلیم کے معاملے میں بھلا ہو جاتا۔

جناب والا! میں آپ کی توجہ گورنمنٹ آف پاکستان کے ایک مراسلہ نمبر ڈی 3394-72 ڈی سی ایم مورخہ یکم اکتوبر 1972ء کی طرف دلاتا ہوں۔ سارا مراسلہ تو بہت لمبا ہے میں جس پوائنٹ کی طرف آنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔

جناب والا جس وقت یہ قومیائے گئے ادارے قومی تحویل میں لئے گئے تو اس وقت کی Spirit کیا ہے۔ وہ Spirit گورنمنٹ کی چٹھی سے بالکل ظاہر ہے جس سے کہ انحراف کر لیا گیا ہے۔ اس وقت صدر پاکستان کا موقف ان الفاظ سے بالکل ظاہر ہے۔

That the President very generously assured the delegation (minority delegation) that it was not the intention of the Government to disturb any particular group or community. He agreed that the christian institution should maintain their character and with over all frame of nationalization the christian institutions be run by the Government concerned through autonomous boards at which the President should have effective representation.

جناب عالی! ان تمام الفاظ کو پڑھنے سے میری مراد یہ ہے کہ اس وقت Spirit یہ تھی کہ ان اداروں کا جو مسیحی تشخص ہے' یا تھا یا رہے گا وہ پورا قائم رہے گا۔ لیکن اب پندرہ سال کے بعد صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ اس اقلیت کی پراپرٹی پر بھی غاصبانہ قبضہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس لحاظ سے میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ وہ ادارے ہیں جنہوں نے تعلیم کے میدان میں اپنی فوقیت کا سکہ منوایا ہے اور جہاں تک تعلیم کا تعلق ہے' ہم نے بھی پاکستان میں بہت بڑی خدمات کی ہیں' کر رہے ہیں اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے۔ یہ تو کردار ہے ان اداروں کا' جن کے بارے میں پہلے بھی میں نے عرض کیا ہے کہ ہمیں سب سے بڑا فخر ہے کہ ان اداروں سے ہم نے علامہ اقبال پیدا کر کے دیے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود بھی ان اداروں کو قومیایا گیا اور اب بھی ان کو تحویل میں رکھا جا رہا ہے۔ جب کہ موجودہ حکومت تعلیم کو اتنی اہمیت دے رہی ہے کہ نئی روشنی سکول کھولے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ہمیں روزمرہ اخباروں میں یہ بیانات پڑھنے میں آتے ہیں کہ حکومت وقت تعلیم کے معاملے میں پرائیویٹ سیکٹر کی پوری حوصلہ افزائی کرے گی۔ لیکن ان کے باوجود حکومت نے ان تعلیمی اداروں کو اپنی تحویل میں لئے رکھا ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود میں عرض کرتا ہوں کہ کاش یہ ادارے' حقیقی وارثان کو واپس کئے جائیں تاکہ تعلیم کے میدان میں جو حکومت چاہتی ہے اور جو قوم اور اس ملک کی وقت کی ضرورت ہے' اس کو آگے بڑھاوا دینے کے لئے ہم سب مل کر بہتر سے بہتر کام کر سکتے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں ایک یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے اس وقت بارہ کروڑ روپیہ صرف ان تعلیمی اداروں کی مرمت اور دیکھ بھال کے لئے رکھ دیا ہے۔ ایک لحاظ سے تو یہ ایک اچھا قدم ہے۔ لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ تعلیمی ادارے حقیقی وارثان کے پاس ہوتے تو ان بارہ کروڑ روپوں کے ساتھ قوم کے لئے مزید چوبیس

ہزار پرائمری سکول کھل سکتے تھے۔ باوجود اس کے کہ ہم چاہتے یہ ہیں کہ وطن عزیز میں تعلیم کو فروغ حاصل ہو' ہماری شرح خواندگی دگنی ہو اور دوسری طرف ہم تعلیمی اداروں کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہیں تاکہ تعلیم بڑھ نہ سکے۔ جناب عالی! اس بات کا جواز میں آپ کی خدمت میں اس لئے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ان تعلیمی اداروں کو قومی مفاد میں اور وطن عزیز کے مفاد میں واپس کیا جائے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان قومیائے گئے تعلیمی اداروں کا جو تعلیمی معیار اور کارکردگی تھی' آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ آج وہ کارکردگی کہاں گئی؟ تعلیم تو تعلیم رہی' آج وہ سکول یا پراپرٹی کھنڈروں میں تبدیل ہو چکی ہے۔ کیونکہ کبھی بھی وہ تعلیمی ادارے حکومت کی تحویل میں لے کر نہیں چلائے جا سکے۔ ان تمام باتوں کے باوجود میں عرض کروں گا کہ اگر پاکستان میں تعلیم کو فروغ دینا ہے۔ اگر ہم واقعی سنجیدہ ہیں کہ پاکستان میں شرح خواندگی چھبیس فی صد سے باون فی صد کرنی ہے تو یہ تعلیمی ادارے جن وارثان کے ہیں' اس میں اکثریت کے تعلیمی ادارے بھی ہیں' وہ بھی واپس جانے چاہئیں تاکہ حکومت کا پیسہ تعلیم کو فروغ دینے کے لئے استعمال ہو نہ کہ ان تعلیمی اداروں پر' جن کو انہوں نے اپنے قبضے میں کر رکھا ہے' ان کی مرمت اور دیکھ بھال پر یہ قیمتی اور کثیر رقم ضائع کی جائے۔ جناب عالی! میں پراپرٹی کا ذکر کرتا ہوں تو میں یہ بھی آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ اگر اسلامی نقطہ نگاہ سے بھی دیکھ لیا جائے تو یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ اقلیتی املاک پر قبضہ کر لیا جائے۔ نہ اس کا کوئی صلہ ہو' نہ اس کا کوئی جواز ہو' نہ کوئی قانونی طریقہ ہو۔ بلکہ میں تو آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ جناب عالی! پاکستان میں مئی کے مہینوں میں یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ہماری Judicial ہمارے انصاف کے مینار ہے ......

جناب سپیکر: آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) وکٹر سیموئیل: سر' میں ہمیشہ وقت کا شکار رہتا ہوں۔ دو چار منٹ مجھے دیئے جائیں اس پوائنٹ کے بعد میں ختم کر دوں گا۔

جناب سپیکر: آپ بیس منٹ سے زیادہ بول چکے ہیں۔ قواعد کے مطابق آپ بیس منٹ بول سکتے ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) وکٹر سیموئیل: سر' میں آپ سے صرف دو منٹ کی گزارش کروں گا۔

جناب سپیکر: ایک منٹ میں اپنی بات ختم کیجئے۔

میجر (ریٹائرڈ) وکٹر سیموئیل : میں اپنی بات ختم کروں گا۔ پاکستان میں عدالت عالیہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انصاف کے تقاضے کیا ہوتے ہیں۔ مئی کے مہینے میں انہی اداروں کے بارے میں ایک اتنا اچھا فیصلہ جاری کر دیا گیا ہے۔ میں اس کے حوالے سے بھی یہ عرض کروں گا کہ اب ہمیں نوشتہ دیوار پڑھ لینا چاہیئے۔ اسی کے ساتھ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا اور میں اپنی معروضات آپ کی خدمت میں پیش کر سکا۔ میں اس معزز ایوان کی خدمت میں بھی یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آیئے، ہم اس معاملے کو کسی تعصب کی عینک سے نہ دیکھیں۔ آیئے وطن عزیز کی بہتری اور تعلیم کو فروغ دینے کے لئے اس مسئلے کو لے کر میری قرارداد کو کامیاب بنایا جائے۔ اسلام علیکم !

وزیر تعلیم : اگر اجازت دیں تو میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی ہاں۔ اپنا موقف بتایئے کہ آپ چاہتے کیا ہیں؟

وزیر تعلیم : میں یہی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں چند حقائق اور اعداد و شمار پیش کرنا چاہتا ہوں۔ حکومت نے جو کالج ، ہائی سکول ، مڈل سکول اور پرائمری سکول اپنی تحویل میں لیے ہیں، ان میں کالج 78 ہیں۔ ہائی سکول 585 ہیں ، مڈل سکول 160 ہیں پرائمری سکول 651 ہیں۔ یہ خیال غلط ہے کہ صرف مسیحی ادارے ہی قومیائے گئے ہیں۔ بلکہ ان میں مسلمانوں کے ادارے بھی شامل ہیں۔ اس میں لاہور کی انجمن اسلامیہ ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) وکٹر سیموئل : میری تحریک کا موقف یہ ہے کہ میں نے مسیحی اداروں کے لئے نہیں، بلکہ تمام اداروں کے لئے کہا ہے۔ اور میں نے اپنی تقریر میں بھی اس چیز کا ذکر کیا ہے کہ تمام ادارے واپس کئے جائیں۔ میں نے خصوصاً اس کا حوالہ دیا ہے۔

جناب سپیکر: براہ مہربانی مداخلت نہ فرمائیں۔

وزیر تعلیم : آپ نے ذکر کیا ہے کہ تعصب کی بنا پر یہ کام ہوا ہے۔ میں آپ کے اس قیاس کو غلط قرار دینا چاہتا ہوں کہ وہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے ملک و قوم کی بہتری کے لئے ان کو قومی ملکیت میں لیا ہے۔ ان اداروں کے جتنے بھی اساتذہ ہیں، وہ کسی بھی ادارے کے پاس قطعی طور پر واپس نہیں جانا چاہتے۔ وہ حکومت پنجاب کے ملازم ہو چکے ہیں اور انہیں وہ تمام مراعات حاصل ہو چکی ہیں اگر خدانخواستہ یہ تحریک منظور ہو جاتی ہے تو مجھے یہ خدشہ ہے کہ نہ صرف

۱۰-۱۲ | اساتذہ کرام بلکہ علمائے کرام بھی اس طرح پنجاب میں ہنگامہ آرائی کریں گے جس کی مثال نہیں ملے گی۔ سوال یہ ہے کہ ہم نے اس کو پنجاب کے نقطہ نظر سے اور پاکستان کے نقطہ نظر سے بھی دیکھنا ہے۔ یہ ادارے ہم نے قومی تحویل میں نہیں لیے' یہ تو مارشل لاء ریگولیشن 118 کے تحت تحویل میں لئے گئے ہیں۔

مسٹر پیٹر گل: پوائنٹ آف آرڈر - سندھ میں کچھ سکول واپس ہوئے ہیں۔ جہاں تک مشنری سکولوں کا تعلق ہے ......

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ براہ مہربانی جناب منسٹر کو تقریر ختم کرنے دیں اور مداخلت نہ کریں۔ آپ اپنا موقف بیان کرنا چاہتے ہیں تو بیان کر سکتے ہیں۔ ایسے نہیں کہ آپ ان کے نقطہ نگاہ سے اختلاف کرتے ہیں تو آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ان کے نقطہ نظر سے اختلاف کریں - یہ مناسب بات نہیں ہے۔

مسٹر پیٹر گل: ھاؤس میں یہ پریکٹس ہو گئی ہے ......

جناب سپیکر: یہ پریکٹس ہم بند کرنا چاہتے ہیں۔

مسٹر پیٹر گل: یہ پریکٹس ہو گئی ہے کہ جب بھی کوئی اختلاف کرنے لگتا ہے تو پوائنٹ آف آرڈر اٹھاتا ہے۔

جناب سپیکر: ہماری خواہش ہے کہ یہ پریکٹس نہ رہے اور ہم قواعد کے مطابق چلیں۔ آپ ہماری مدد کریں گے تو ہم قواعد کے مطابق چل سکیں گے۔

وزیر تعلیم: جناب والا! یہ تصور بھی غلط ہے کہ ان اداروں کا معیار تحویل میں لینے سے 'بہت نیچے آگیا ہے۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم نے ان کے معیار میں بہت بہتری کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ سکول یا کالج کھنڈر بن چکے ہیں۔ تو آپ کے سامنے کالج ہیں۔ ایف سی کالج ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ایک مثالی ادارہ ہے۔ آپ کے سامنے ہے۔ کون سا کھنڈر بن گیا ہے؟ سارے کالج آپ دیکھ لیں۔ ان میں سے کون سا کھنڈر بن گیا ہے؟ وہ اس سے بہتر حالت میں ہیں جس حالت میں ہم نے ان کو تحویل میں لیا تھا۔ جو ہم سب سے بڑی مشکلات اپنے سامنے سمجھتے ہیں' ان کی چار پانچ وجوہات ہیں۔ اگر یہ تعلیمی ادارے واپس کئے گئے' تو آپ نے ان کی فیس بڑھا دینی ہے جیسے عام

پرائیویٹ ادارے بڑھاتے ہیں۔ قوم اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ یہ ہمیں سب سے بڑا خطرہ ہے۔ اس کے بعد ہو سکتا ہے کہ پنجاب میں ہنگامے ہوں۔ تیسری بات یہ ہے کہ ان کا عملہ عدم تحفظ کا شکار ہو گا۔ وہ کسی صورت بھی برداشت نہیں کرے گا کہ وہ پھر آپ کے پرائیویٹ اداروں میں چلا جائے۔ اور جو وہاں استاد پڑھاتے ہیں ان کی یہی خواہش ہے کہ یہ ادارے سرکاری تحویل میں رہیں۔ ان کو جو سہولتیں ملتی ہیں وہ آپ نہیں دیتے تھے آپ ان کو Supress کرتے تھے۔ اور جو کچھ ہم ان کو اب دے رہے ہیں وہ ماشاء اللہ حکومت کے ملازمین کے برابر دے رہیں وہ کسی طرح بھی برداشت نہیں کریں گے۔ کہ ان کو دوبارہ ان کے ادارے واپس دے دئے جائیں اور سب سے بڑا نقطہ نظر وہ نظریاتی اساس ہے۔ ہم اس کو ہر حالت میں بحال رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کی واپسی سے پاکستان کے نظریاتی اساس پر ٹھیس پہنچے گی جس فیصلہ کا آپ ذکر کر رہے ہیں - انہوں نے یہ نہیں کہا کہ جو ہم نے انہیں سرکاری تحویل میں لیا تھا وہ غلط تھا۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ سرکاری تحویل میں لینا درست ہے۔ سپریم کورٹ نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ سرکاری تحویل میں لینا قانونی طور پر درست تھا۔ اور حکومت کو یہ حق ہے۔ کہ وہ ادارے چلائے۔ آپ کے پاس وہ فیصلہ ہو گا اس کو پڑھکر دیکھیں انہوں نے قطعی طور پر یہ نہیں لکھا کہ سرکاری تحویل میں لینا غلط ہے۔ غیر قانونی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ فیصلہ بہت بہتر ہے کیونکہ انہوں نے واضح کر دیا ہے۔ ہم پنجاب والے حکومت والے یہ حق رکھتے ہیں کہ ان کو سرکاری تحویل میں لے کر ان تمام اداروں کو خود چلائیں - ان اداروں کی ترقی پر ہم نے اس وقت تک کروڑوں روپے خرچ کئے ہیں۔ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم ان اداروں کو بنا سنوار کے ان کو دے دیں اور انہوں نے تو ان کو تباہی کے دہانوں پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ ہم نے ان پر کروڑوں روپے خرچ کئے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں آپ اپنے نئے ادارے قائم کیجئے۔ ہم آپ کو مالی امداد دیں گے۔ آپ کو پلاٹ دیں گے اور سستی قیمت پر دیں گے اگر آپ بنانا چاہیں گے اس کے لئے کچھ نہ کچھ دیں گے۔ تاکہ اپنے اداروں کو اچھی طرح سے بنالیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اس وقت جو تقاضا ہے اور جو حالات ہیں۔ ہم کسی طرح بھی ان کو واپس کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ان اداروں کو چاہے وہ مسلمان کے ہوں' عیسائیوں کے ہوں یا کسی کے بھی ہوں' ہم کسی صورت میں بھی واپس کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ہم کریں گے۔ شکریہ۔

میجر (ریٹائرڈ) وکٹر سیموئیل: جناب سپیکر! نکتہ وضاحت۔

جناب سپیکر: اس پر اگر کوئی اپنی وضاحت دینی چاہیں اگر میجر صاحب اپنی بات کرنا چاہیں تو وہ ایک

دو منٹ میں اپنی بات ختم کر سکتے ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) وکٹر سیمو ئیل: جناب سپیکر وزیر صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ اساتذہ کا مسئلہ کھڑا ہو جائے گا امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا' میری گزارش یہ ہے کہ پاکستان میں چار صوبے ہیں اور تین صوبوں میں یہ معاملہ بالکل حل شدہ ہے۔ وہاں اس قسم کی کوئی بات چیت نہیں ہے۔ میں ان کی توجہ سندھ گورنمنٹ کے ایک نوٹیفکیشن کی طرف دلانا چاہتا ہوں اگر آپ مجھے تھوڑا سا وقت عنایت فرمائیں تو میں یہ تمام پڑھ دیتا ہوں اس کے اندر وہ تمام Points موجود ہیں۔ جو وزیر اعظم نے اس وقت دیئے ہیں۔ اگر اس کا حل حکومت سندھ کر سکتی ہے۔ تو حکومت پنجاب کیوں نہیں کر سکتی۔ اس کے اندر باقاعدہ جائز دیے گئے ہیں۔ اگر آپ مجھے 2 / 3 منٹ دیں تو میں اس کے تین چار لائنیں پڑھ دوں۔

جناب سپیکر: میجر صاحب آپ کو اس کو پڑھنے سے کیا فائدہ ہو گا؟

میجر (ریٹائرڈ) وکٹر سیمو ئیل: میں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ وزیر تعلیم کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ اگر حکومت سندھ نے حل کر لیا ہے۔ تو پھر پنجاب میں کیوں نہیں ہو سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج ہمیں کہا جا رہا ہے کہ آپ نئے سکول بنائیں اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ان کو یہ بھولنا نہیں چاہیئے کہ یہ پراپرٹی ہماری ہے اور ہماری رہے گی اور اس پراپرٹی کے تحت ہمیں حق پہنچتا ہے کہ یہ ادارے ہمیں واپس کئے جائیں۔

جناب سپیکر: اب میں اس تحریک کے حق میں یا خلاف بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ حکومت اپنی تحویل میں لئے گئے تعلیمی اداروں کو فی الفور متعلقہ مالکان کو واپس کرے"

(تحریک نامنظور کی گئی)

اجلاس کل نو بجے صبح تک کے لئے ملتوی ہوتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس 28 جون 1987ء صبح نو بجے تک کے لئے ملتوی کیا گیا)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

اتوار ۲۸ جون ۱۹۸۷ء

(یک شنبہ یکم ذیقعد ۱۴۰۷ھ)

جلد ۱۰......... شمارہ ۱۹

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مندرجات

اتوار ۲۸ جون ۱۹۸۷ء

صفحہ نمبر

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ ۱۲۱۳

اراکین اسمبلی کی رخصت ۱۲۱۴

جناب سپیکر کی رولنگ: کہ بجٹ پر عام بحث اور کٹوتی کی تحریک پر انتظامی عمومی بحث ہو جانے کے بعد اسی اجلاس میں تحریک التوا کے ذریعے انتظام عمومی کے کسی مسئلہ کو زیر بحث لانا Revival of discussion کی ضمن میں آتا ہے: ۱۲۱۵

مسئلہ استحقاق ...

پنجاب کے مالی حقوق کے تحفظ میں حکومت کی ناکامی ۱۲۱۷

(جاری) ....

صوبائی اسمبلی پنجاب

......(جاری)

	صفحہ نمبر
منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ بابت سال ۸۷-۱۹۸۶ء (جو ایوان کی میز پر رکھا گیا)	۱۲۲۳
منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ بابت سال ۸۸-۱۹۸۷ء (جو ایوان کی میز پر رکھا گیا)	۱۲۲۳
حکمت عملی کی کار آمد رپورٹ بابت سال ۸۶-۱۹۸۵ء (جو ایوان کی میز پر رکھی گئی)	۱۲۲۳
پبلک سروس کمیشن کی رپورٹ برائے سال ۱۹۸۵ء (جو ایوان کی میز پر رکھی گئی)	۱۲۲۳

مسودات قانون ...

مسودہ قانون (ترمیم) مدت برائے ادائیگی معاوضہ کی توثیق و توسیع مزارعت پنجاب مصدرہ ۱۹۸۷ء	۱۲۲۵
مسودہ قانون پنجاب کا مالیاتی بل مصدرہ ۱۹۸۷ء	۱۲۲۶

1213

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس

اتوار' 28 جون 1987ء

(یک شنبہ یک ذیقعد ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں 10 بجے صبح منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ
ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ ؕ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ؕ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ
وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝
اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی
الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ
وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا
بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا
عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝

س ال عمران - آیات ۱۸۰ - ۱۹۰ - ۱۹۱ اور ۱۹۴

جو لوگ اس مال میں جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے بخل کرتے ہیں وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں وہ اچھا نہیں بلکہ ان کے لئے برا ہے وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں روز محشر اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا اور آسمانوں و زمین کا وارث تو اللہ ہی ہے اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔ بیشک آسمانوں و زمین کی پیدائش اور رات و دن کے یکے بعد دیگرے آنے جانے میں عقل رکھنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں وہ' وہ لوگ ہیں جو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں کے بل تخلیق کائنات میں آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور کرتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے اس مخلوق کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا تیری ذات پاک ہے پس ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئو۔

پروردگار تو نے جن جن چیزوں کے ہم سے پیغمبروں کے ذریعے وعدے کئے ہیں وہ ہمیں عطا فرما اور ہم کو قیامت کے دن رسوا نہ فرمانا بے شک تو وعدہ خلافی کبھی نہیں کرتا۔

وما علینا الا البلاغ

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

سیکرٹری: مندرجہ ذیل درخواست ریاض محمود خان مزاری صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں دو دن کے لیے کراچی جا رہا ہوں لہٰذا مورخہ 29,28 جون 1987ء کی رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست حاجی افتخار احمد بھنگو صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

گزارش ہے کہ میں ایک نجی کام کی وجہ سے مورخہ 23-6-87 کو اسمبلی کی کارروائی میں شامل نہیں ہوسکا۔ مہربانی کرکے چھٹی منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست حاجی جمشید عباس تہیم صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

جناب والا! میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں 25-6-87 کو اسمبلی میں حاضر نہ ہوسکا۔ برائے مہربانی رخصت عطا فرمائی جائے۔ مشکور ہوں گا۔

1215

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار الطاف حسین صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

مودبانہ گزارش ہے کہ میں بیماری کی وجہ سے مورخہ 27-6-87 کو اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا میری رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب سپیکر کی رولنگ

"کہ بجٹ پر عام بحث اور کٹوتی کی تحریک پر انتظامی عمومی پر بحث ہو جانے کے بعد' اسی اجلاس میں تحریک التوا کے ذریعہ انتظام عمومی کے کسی مسئلہ کو زیر بحث لانا Revived of Discussion کی ضمن میں آتا ہے۔"

جناب سپیکر: میں نے دو رولنگز مؤخر کی تھیں' کل جناب چودھری اصغر علی گجر صاحب اور جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کی تحاریک نمبر 4 اور 34 تھیں' ان پر میں نے اپنا فیصلہ مؤخر کیا تھا' اب میں اپنی رولنگ پڑھ کر سناتا ہوں۔ کل کی نشست میں چودھری اصغر علی گجر صاحب ایم پی اے اور جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب ایم پی اے نے اپنی تحاریک التوائے کار نمبر 4 اور 34 میں پولیس کے اقدامات کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کیا' تحریک ہائے التواء کے فنی پہلوؤں پر بحث کے دوران یہ نکتہ زیر بحث آیا کہ بجٹ اجلاس کے دوران بجٹ کے پیش نظر تحریک التواء زیر بحث آسکتی ہے یا نہیں' میں نے اس معاملہ کے قانونی اور فنی پہلوؤں پر غور کیا ہے اور درج ذیل نتیجہ اخذ کیا ہے:

"بجٹ پر عام بحث کے لئے مخصوص ایام متعین کئے جاتے ہیں تاکہ جملہ اراکین کسی بھی معاملہ پر جس کے لیے رقوم مختص کی گئی ہیں بحث کر سکیں اور وہ اپنی مرضی کی ترجیحات کو متعین کر سکیں کہ کون سے معاملہ کو وہ زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔ بعینہٖ بجٹ کی بحث کے دوران ایک دوسرے مرحلے پر ایک اور موقع قواعد اسمبلی ہذا کے تحت دیا جاتا ہے کہ اراکین کسی بھی پالیسی' اسراف اور معاملہ کو بذریعہ کٹ موشن' (تحریک کٹوتی) پر زیر بحث لاسکتے ہیں' اب یہ اراکین کی صوابدید پر ہے کہ وہ کس معاملہ کو اولیت اور اہمیت دیتے ہیں اور کس کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔اس کے لیے قواعد نے اراکین اسمبلی کو مواقع فراہم کر دیئے ہیں۔ اس پس منظر میں اس بجٹ جو تحاریک کٹوتی کے لیے ایام مقرر کئے گئے ہیں گورنمنٹ اور اپوزیشن کے معاہدے کی صورت میں جنرل ایڈمنسٹریشن بھی زیر بحث تھی اور نمبر1 پر جنرل ایڈمنسٹریشن تھی اس میں آپ لاء اینڈ آرڈر کو زیر بحث لاسکتے ہیں۔ اور لاء اینڈ آرڈر ہی اسی میں زیر بحث آیا ہے تو اس پس منظر میں عام بحث اور تحریک کٹوتی کی بحث سے قبل Rules of in anticipation یعنی رول 67- سی لاگو ہوتا ہے اور عام بحث اور کٹوتی کی تحریک پر بحث کے بعد Rules of Revival of Discussion یعنی رول 67 - ڈی آڑے آتا ہے۔ لہٰذا میں ان دو تحارک التوائے کار کو ضابطہ کے مطابق نہیں پاتا لہٰذا انہیں خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں۔ 12-16

سید طاہر احمد شاہ صاحب نے ایک نکتہ اعتراض اٹھایا تھا کہ 22 جون 1987ء کی نشست ڈیڑھ بجے کی بجائے ایک بجکر 37 منٹ پر ختم ہوئی جبکہ اسمبلی کی کارروائی کا وقت حسب ضابطہ بڑھایا نہیں گیا تھا مگر ریکارڈ دیکھا ہے ہمارے رپورٹر ہر دس منٹ کے بعد اپنی باری پر کارروائی نوٹ کرتے ہیں جو کہ گھڑی کے وقت کے مطابق اپنی تحریر میں وقت کا اندراج بھی کرتے ہیں۔ 22 جون 1987ء کی رپورٹ کارروائی میں 1.30 پر اجلاس ختم ہونا درج ہے مختلف گھڑیوں میں تفاوت بھی ہو سکتا ہے لیکن میں معزز ایوان اور معزز رکن کے نوٹس میں 1973ء کے آئین کے آرٹیکل 69 اور آرٹیکل 127 لانا چاہتا ہوں جس کی رو سے اسمبلی کی کارروائی کو اس نکتہ پر کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا کہ اس میں ضابطہ کار کا سقم پایا جاتا ہے آرٹیکل 69 کے وہ الفاظ پڑھ دیتا ہوں۔

69 (1) Even if the objection raised by the member may be taken as correct under Article 69, read with Article 127 of the Constitution, the validity of any proceedings in the Provincial Assembly shall not be called in question on the ground of-any irregularity of procedure.

امید ہے کہ آرٹیکل 69 اور 127 کے منشا کے مطابق فاضل رکن سید طاہر احمد شاہ صاحب کے نکتہ

اعتراض کا خاطر خواہ جواب مذکورہ بالا وضاحت سے ختم ہو گیا ہوگا۔

مسئلہ استحقاق

اب ہم تحریک ہائے استحقاق کو لیتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! آپ نے میری ایک تحریک استحقاق التوا میں رکھی تھی۔

جناب سپیکر: کونسی

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: اس کا نمبر 18 ہے۔

جناب سپیکر: کیا اس پر فیصلہ التوا میں رکھا ہوا ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! اس پر میں نے آپ سے ایک رولنگ چاہی تھی۔

جناب سپیکر: جی میں دیتا ہوں۔

35 سے لے کر 40 نمبر تک تحاریک استحقاق ہیں اور یہ جناب سید طاہر احمد شاہ صاحب' جناب میاں محمد افضل حیات' چودھری محمد رفیق' میاں ریاض حشمت جنجوعہ' جناب فضل حسین راہی' اور میاں محمد اسحاق کی ہیں اور یہ identical قسم کی ایک ہی نوعیت کی تحاریک استحقاق ہیں۔ اس کو کون صاحب پیش کرنا چاہیں گے۔ ؟

پنجاب کی مالی حقوق کے تحفظ میں حکومت کی ناکامی

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میں حال میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ صوبائی حکومت پنجاب اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی دفعہ نمبر 160 کے تحت پنجاب کی مالی حقوق کا تحفظ کرنے میں ناکام رہی ہے جو حکومت کی آئینی ناکامی کا مظہر ہے اور نتیجتاً" ایک خسارے کا بجٹ پیش کیا جو مکمل طور پر وفاقی حکومت کے کنٹرول میں ہے۔ جس سے صوبائی مالی خود مختاری خطرے میں پڑ گئی ہے اس طرح اس سے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ بنابریں اس پر ایوان میں بحث کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: آپ اس پر کوئی مختصر بیان دینا چاہیں گے۔ ؟

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میں آپ کی توجہ آرٹیکل 160 کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ اس آرٹیکل کی دو Clauses پڑھوں گا۔

160 (1) Within six months of the commencing day and thereafter at intervals not exceeding five years, the President shall constitute a National Finance Commission consisting of the Minister of Finance of the Federal Government, the Ministers of Finance of the Provincial Governments, and such other persons as may be appointed by the President after consultation with the Governors of the Provinces.

اس کے بعد میں زیادہ وقت کی وجہ سے دوسری تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا کہ جب آئین یوم آغاز سے چھ مہینے کے اندر فنانس کمیشن بن گیا تھا۔ آئین کے مطابق پہلا ایوارڈ 1975ء میں آگیا تھا۔ اس کے بعد اور پانچ سال کے بعد پھر یہ نیشنل فنانس کمیشن بنی اور پانچ سال کے بعد پھر بنایا گیا جو اب بھی کام کر رہا ہے۔ لیکن 1975ء کے بعد یہ اپنا ایوارڈ نہیں دے سکے۔ اور آج بھی ہم 1975ء کے ایوارڈ کے مطابق صوبوں میں کسی حد تک تقسیم ہو رہی ہے جبکہ اب حالات بہت مختلف ہو چکے ہیں۔

جناب والا! جمہوریت میں سب سے ضروری بات آئین کی پابندی اور اداروں کا مستحکم ہونا ہے جس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ 1977ء کے بعد آج تک اس مسئلے میں کوتاہی برتی گئی ایک تو جب آئین میں ایک چیز موجود ہے اس کے مطابق کام ہونا چاہیے تھا اور یہ جو سارا مسئلہ ہے یہ آج تک غیر آئینی ہو رہا ہے میں چونکہ پنجاب سے تعلق رکھتا ہوں اس لئے صوبہ پنجاب کی بات کرتا ہوں میں یہ سمجھتا ہوں کہ سب صوبوں کے حقوق اس سے متاثر ہوئے ہیں اب صورت حال یہ ہے کہ خسارے کا بجٹ پیش ہوتا ہے اور اس میں یہ تاثر دیا جاتا ہے جیسے ہم وفاق سے خیرات لے رہے ہیں حالانکہ وہ آئینی طور پر ہمارا حق ہے اور ہمیں اپنا حصہ ملنا چاہیئے اور دوسرے صوبوں کو بھی ان کا حصہ اسی کے مطابق ملنا چاہیے لیکن جناب والا! میں ادھر جناب وزیر خزانہ کی تقریر کا بھی حوالہ دینا چاہتا ہوں جن کے پیراگراف 41 کے متعلق ہے۔

جناب محمد صدیق انصاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرے فاضل دوست جو ابھی اپنی تحریک استحقاق زیر بحث لا رہے ہیں اسی تحریک کے متعلق خسارے کا بجٹ اور یا ایوارڈ کے متعلق بات اپنے اجلاس میں تحریک کٹوتی اور جنرل تقریر میں کر چکے ہیں ابھی ابھی جناب والا! نے ایک فیصلہ دیا ہے تو کیا یہ پنجاب اسمبلی کے رول 67 سی اور ڈی کی زد میں نہیں آتی ہے اگر آتی ہے تو جناب

والا! اس پر فیصلہ دیا جائے۔

جناب سپیکر: لیکن آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کا یہ مناسب وقت نہیں ہے۔ اگر آپ کو ان کے اس تحریک کے پیش کرنے پر کوئی اعتراض ہے تو وہ جب اس پر اپنی بات ختم کر لیتے ہیں اس کے بعد وزیر قانون کے ساتھ آپ یہ بات کر سکتے ہیں کہ اس میں یہ فنی خرابی ہے اور اس کو پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! قومی مالیاتی کمیشن 1980ء اپنی سفارشات حکومت کو پیش کرنے میں ناکام رہا۔ 1985ء میں نیا کمیشن تشکیل دیا گیا لیکن وہ بھی ابھی تک اپنی رپورٹ مرتب نہیں کر سکا۔ لہٰذا صوبائی حکومتوں کو ابھی تک 12 سال پرانے 1975ء کے ایوارڈ کے تحت وفاق سے قابل تقسیم محاصل کا حصہ ملتا ہے جو کہ بدلتے ہوئے حالات میں بڑھتی ہوئی صوبائی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ نتیجتاً" تمام صوبائی حکومتوں کے رواں بجٹ خسارے میں چلے گئے۔ اور یہ خسارہ اب تک وفاقی گرانٹ سے پورا کیا جاتا رہا ہے۔

جناب والا! یہی میرا مقصد ہے کہ ہمیں اس کا حصہ ملنا چاہیئے۔ جو وفاقی گرانٹ ہے وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہیں سے کچھ مانگنے والی بات ہے۔ جبکہ ہمارا ایک حصہ ہے اور ہمارا ایک حق ہے۔ قومی مالیاتی کمیشن کی کوتاہی سے صوبوں کو ان کے حق سے محروم کر کے ان کو ایک بھکاری بنا دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے جناب والا! ہماری صورت بالکل بدل جاتی ہے جس سے ہماری خود اعتمادی اور بجٹ کے بنانے میں ہمیں جو تکالیف ہیں وہ اپنی جگہ آجاتی ہیں۔ اس لیے یہ بالکل غیر آئینی بات ہو رہی ہے جس سے پنجاب کا استحقاق اور اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ میرے دوسرے دوست بھی اپنے مختصر بیان میں کچھ کہنا چاہیں گے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب اس میں آپ کی بات جو ہے وہ یہ ہے کہ پنجاب کو اس کا حصہ ملنا چاہیے۔ یہ رقومات جو پنجاب کو دی جاتی ہیں یہ ایک گرانٹ کی شکل میں دی جاتی ہیں۔ اس سے اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ آئین کا آپ نے حوالہ دیا ہے میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ کیسے استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ کونسے آئینی تقاضے پورے نہیں ہو رہے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! آئین کے آرٹیکل 160 کے تقاضے پورے نہیں کئے جا رہے۔

جناب سپیکر: مثلاً کیا۔؟

میاں محمد افضل حیات: اس کا ایوارڈ جو ہر پانچ سال تک آنا چاہیئے اور جو 1980ء کے بعد آجانا چاہیے تھا وہ آج تک نہیں آیا اور صوبے کو بھکاری بنایا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: 1980ء کے بعد آجانا چاہیے تھا۔ اس کو آپ ذرا واضح کریں۔

میاں محمد افضل حیات: میں صرف وزیر خزانہ کی تقریر کا حوالہ دے رہا ہوں۔ میں اسے پڑھ دیتا ہوں۔

> " قومی مالیاتی کمیشن 1980ء اپنی سفارشات حکومت پیش کرنے میں ناکام رہا۔ 1985ء میں نیا کمیشن تشکیل دیا گیا لیکن وہ بھی ابھی تک اپنی رپورٹ مرتب نہیں کر سکا۔

یہ آئین کے خلاف ورزی ہے۔

جناب سپیکر: یعنی 1980ء تک بھی ایوارڈ نہیں آیا۔

میاں محمد افضل حیات: 1980ء کا بھی نہیں آیا۔ 1975ء میں جو ایوارڈ آیا تھا اس کے بعد آج تک ایوارڈ نہیں آیا۔ 1973ء میں آئین بننے کے بعد 1975ء میں پہلا ایوارڈ آیا۔ اس کے بعد آج تک قومی مالیاتی کمیشن نے ایوارڈ نہیں دیا یہ بالکل ایک سراسر غیر آئینی بات ہے۔ اور یہ آئین کی خلاف ورزی ہے۔

جناب سپیکر: لیکن اس میں 1985ء تک تو اور پوزیشن تھی اس دوران اسمبلیاں نہیں تھیں۔

میاں محمد افضل حیات: 1985ء کے بعد بھی نہیں آیا دو سال اس کو بھی ہوگئے ہیں۔

جناب سپیکر: پھر تعین یہ کرنا ہے کہ پانچ سال کے مدت یہ 1985ء کے بعد سے لاگو ہوگی یا 1985ء سے پہلے سے لاگو ہوگی۔ اس سے پہلے اسمبلیاں نہیں تھیں۔

میاں محمد افضل حیات: اس سے پہلے بھی اور مارشل لاء کے دوران بھی کوئی ایوارڈ نہیں آیا۔ 1973ء کے آئین کے تحت حکومت بنانے یا جو ادارے ہیں ان کے اوپر وہ اثر انداز نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت بھی 1973ء کا آئین اس حد تک کہا جاتا ہے کہ یہ بحال ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب ٹھیک ہے شکریہ۔ باقی صاحبان کچھ کہنا چاہیں گے ؟ چودھری محمد رفیق صاحب کچھ فرمانا چاہیں گے ؟

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! تحریک استحقاق جو پیش کی جاچکی ہے میرے خیال میں اس کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت تو نہیں ہے۔

جناب سپیکر! آئین کے آرٹیکل 160 کے تحت قومی مالیاتی کمیشن کا وجود میں آنا اور اس کے فرائض اس میں درج کئے گئے ہیں وہ میں آپکے توسط سے اس معزز ایوان کے لیے پیش کرتا ہوں۔ خاص طور پر جو قومی مالیاتی کمیشن کی تشکیل ہے وہ آئین کے آرٹیکل (1) 160 میں واضح طور پر درج ہے۔

160 (1) "Within six months of the commencing day and thereafter at intervals not exceeding five years, the President shall constitute a National Finance Commission consisting of the Minister of Finance of the Federal Government, the Ministers of Finance of the Provincial Governments, and such other persons as may be appointed by the President after consultation with the Governors of the Provinces".

جناب سپیکر! یہاں پر توجہ فرمائیں یہاں Mandatory ہے۔ یہاں لفظ Shall لکھا ہے۔

".......shall constitute a National Finance Commission consisting of the Minister of Finance of the Federal Government, the Minsters of Finance of the Provincial Governments, and such other persons as may be appointed by the President after consultation with the Governors of the Provinces."

جناب سپیکر! آئین کے آرٹیکل 160 کے تحت ایک قومی مالیاتی کمیشن کا قیام، اسمبلی کے معرض وجود میں آنے کے چھ ماہ کے اندر اندر جناب صدر کو ایسے کمیشن کا قیام عمل میں لانا لازم تھا کیونکہ یہ Mandatory Provision ہے لفظ shall اس میں آگیا ہے۔ لیکن جناب سپیکر! ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے کسی قومی مالیاتی کمیشن کے ذریعہ سے ہمیں کوئی ایوارڈ نہیں دیا گیا۔ اس میں حکومت قطعی طور پر ناکام رہی ہے خاص طور پر ہماری پنجاب گورنمنٹ ایسے ایوارڈ حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے۔

اب میں تھوڑا سا ایسے ہی مالیاتی نظام کے بارے میں آپ کی توجہ کچھ پیچھے کی طرف لے جانا چاہتا ہوں۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کے تحت 1919ء میں ایک financial award کا اعلان کیا گیا تھا جس میں صوبوں کے درمیان کچھ مالیاتی نظام میں ٹیکسوں کے تقسیم کی گئی تھی۔ جناب سپیکر! اس کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء کے تحت ایسا ہی ایک financial award دیا گیا تھا۔ پھر

Independent Act, 1947 کے تحت بھی 1953ء میں ایک financial award دیا گیا۔ جس کو Ressiman Award کہا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! 1962ء امین عقیلی ایوارڈ کے نام سے بھی ایک ایوارڈ وجود میں آیا تھا اس کے تحت صوبوں کے درمیان اس کا تعین کیا گیا تھا کہ ٹیکسوں کی تقسیم کس طرح سے ہونی ہے۔ اور مرکز نے اس میں سے صوبوں کو کس حد تک یا کس تناسب سے حصہ دینا ہے۔ اس کے بعد جناب سپیکر! 1965ء میں financial award بنا پھر 1974ء میں قومی مالیاتی کمیشن نے ایوارڈ دیا تھا جو آج تک لاگو ہے۔ اس وقت دو صوبے خسارے میں تھے ایک بلوچستان اور دوسرا صوبہ سرحد ان کو بتدریج 5 کروڑ اور 10 کروڑ خسارے کا بجٹ پورا کرنے کے لیے مرکز سے ٹیکسوں میں سے حصہ دیا گیا تھا۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ قومی مالیاتی کمیشن اس طرح سے چاروں صوبوں کے درمیان رابطے کا ایک ذریعہ ہے جس میں صدر کو اس کی تشکیل کرنے کا آئین میں ذکر کیا گیا ہے کہ کس طرح اس کی تشکیل ہونی ہے اور اس کے کیا فرائض رکھے گئے ہیں۔ تاکہ قومی مالیاتی کمیشن ٹیکسوں کے نظام میں چاروں صوبوں کے وزیر خزانہ مرکز کے وزیر خزانہ بیٹھ کر اسکی وصولی اور صوبوں کو جو اس میں سے حصہ مقرر کرنا ہے اس کی ادائیگی کا نظام اس کمشن کے ذریعہ واضح طور پر درج کیا گیا ہے۔ لیکن جناب سپیکر! ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہماری حکومت اس ایوارڈ کو حاصل کرنے میں قطعی طور پر ناکام رہی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ آزادی سے پہلے انگریزی سامراج کے دور میں بھی جتنے ایوارڈ دیے گئے ہیں۔ ان میں بھی صوبائی خود مختاری زیادہ تھی کیونکہ باقاعدگی کے ساتھ ایوارڈ بیٹھتے تھے صوبوں میں ٹیکسز کے نظام میں یا مالیات میں ان کا حصہ باقاعدگی سے ایوارڈ کے ذریعہ تعین ہوتا تھا۔ صوبے اس میں اپنی ضروریات کے مطابق خود مختار تھے اور صوبے خود مختار تھے کہ اپنی ضروریات کے مطابق ٹیکس لگا سکیں۔ بجٹ میں اپنی ضروریات کو پورا رکھتے ہوئے وہ خود مختار تھے۔ اس لحاظ سے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ آزادی سے پہلے انگریز کے وقت آج کی نسبت ہم لوگوں یا صوبوں کو زیادہ سے خود مختاری حاصل تھی اب جبکہ ہم آزاد ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم ایک آزاد مملکت میں رہ رہے ہیں۔ لیکن جس صوبے کو مالیاتی نظام میں خود مختاری حاصل نہیں ہے' اس پر بھی مرکز کا اس قدر کنٹرول ہے کہ مرکز کی طرف سے ہر بات میں مداخلت ہوتی ہے کہ ہم اپنی ضروریات کے مطابق ٹیکس بھی نہ لگا سکیں اور اپنی ضرویات کو پورا کرنے کے لیے دوسروں کے دست نگر رہیں یا مرکز کی طرف سے دیکھتے ہیں - اور مرکز کہیں اور کنسورشیم کے ممالک کی طرف دیکھتا رہے۔ اس لحاظ سے یہ

لازم تھا کہ قومی مالیاتی کمیشن کا باقاعدگی کے ساتھ ایوارڈ ہوتا اور تعین ہوتا۔ صوبوں کو مالیات کے نظام میں اختیار ہوتا کہ اپنی ضروریات کے مطابق صوبوں میں اپنے ٹیکسوں کے نظام کو وہ اپنی ضروریات کے مطابق چلاتے اور اپنی ضروریات بجٹ سازی میں پوری کرتے۔ جناب سپیکر! اب میں آئین کی آرٹیکل 160 کی سب کلاز (5) کی طرف آپکی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا۔ جس میں یہ درج ہے:

Article 160 (5) The recommendations of the National Finance Commission, together with an explanatory memorandum as to the action taken thereon, shall be laid before both Houses and the Provincial Assemblies.

جناب سپیکر! یہ سب کلاز بھی Mandatory ہے۔ جب قومی مالیاتی کمیشن کی تشکیل ہوتی تو اس کی رپورٹ جناب صدر کو پیش کرنا لازمی تھا اور صدر کے لیے یہ لازمی تھا کہ سینٹ اور پارلیمنٹ دونوں ایوانوں میں وہ رپورٹ رکھی جاتی۔ اور اسی طرح وہی رپورٹ صوبائی اسمبلیوں میں بھی پیش کی جاتی۔ تاکہ اس پر اپنی ضروریات کے مطابق بحث یا غور و خوض ہوتا۔ جناب سپیکر! قومی مالیاتی کمیشن نے کوئی رپورٹ نہ تو صدر کو پیش کی ہے۔ اور نہ ہی صدر نے یہ رپورٹ اسمبلیوں کے سامنے رکھی اور نہ ہی ایسی کوئی رپورٹ صوبائی اسمبلیوں کو پیش کی گئی ہے۔ اس لئے میں نے ابھی جو سب کلاز (5) پڑھ کر سنائی ہے، ایسی کوئی رپورٹ آج تک صوبائی اسمبلی میں پیش نہیں کی جاسکی۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے اس مقتدر ادارے اور پنجاب حکومت کے اختیارات کے منبع صوبائی اسمبلی کا استحقاق آئینی طور پر مجروح ہوا ہے۔ نہ صرف یہ آئینی خلاف ورزی ہے۔ بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ایوان کا بھی استحقاق مجروح ہوا ہے۔

جناب سپیکر: آپ فرما رہے ہیں کہ یہ رپورٹ پنجاب اسمبلی میں پیش نہیں ہوئی جو کہ ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن اپنی تحریک استحقاق میں تو آپ نے اس کا کہیں ذکر نہیں کیا۔

جناب محمد رفیق: جناب سپیکر! 160 کا اگر حوالہ ہے تو اس میں ساری Sub Clauses ہیں۔

جناب سپیکر: آرٹیکل 160 سب کو cover کرتا ہے۔ لیکن آپ کی تحریک استحقاق میں تو اس کا ذکر نہیں ہے۔

جناب محمد رفیق: جناب سپیکر! اس لیے بھی ضروری نہیں سمجھا گیا کہ 160 تمام ذیلی دفعات کو cover کرتا ہے۔ اس میں ابہام کی تو کوئی بات نہیں۔

جناب سپیکر: ذیلی دفعات کو cover کرتا ہے۔ لیکن اس میں یہ مخصوص معاملہ جس کو اب آپ mention کر رہے ہیں' اپنی تحریک استحقاق میں بھی اس کا ذکر کرنا چاہیئے تھا۔

جناب محمد رفیق: اس میں آرٹیکل 160 کا تو حوالہ دیا ہے " 160 کے تحت " اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے 160 کے تحت آئینی طور پر جو استحقاق مجروح ہونا بتایا ہے' وہ ایوان کا استحقاق مجروح ہونا بتایا ہے۔ 160 کا مطلب تمام آرٹیکل ہے جو تمام ذیلی دفعات کو cover کرتا ہے۔

جناب سپیکر: میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔ لیکن پھر بھی آپ نے فرما لیا۔ آپ تشریف رکھیں۔ جنجوعہ صاحب' آپ کچھ کہنا چاہیں گے ؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب واجب الاحترام سپیکر! آئین پاکستان کا آرٹیکل 160 جو کہ وفاق پاکستان اور صوبوں کے درمیان محاصل کی تقسیم کے بارے میں ہے' یہ آرٹیکل قومی مالیاتی کمشن کو آئینی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ آئین پاکستان کے نافذ العمل ہونے کے چھ ماہ بعد ایک مالیاتی کمشن تشکیل پایا تھا۔ جس سے 1975ء میں ایک ایوارڈ جاری کیا تھا اور آئین پاکستان کی رو سے 1980ء میں جناب صدر پاکستان اس بات کے پابند تھے کہ وہ دوبارہ ایک کمشن کی تشکیل کرتے اور اس کمشن سے صوبوں اور وفاق کے درمیان محاصل کی تقسیم کے بارے میں ایوارڈ حاصل کرتے۔ مگر جناب سپیکر! 1980ء میں ایک وفاقی مالیاتی کمشن تشکیل دیا گیا' اس کمشن نے جو وفاقی وزیر خزانہ اور صوبوں کے وزراء خزانہ پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ اور جس میں دوسرے ایسے اشخاص بھی شامل ہونے چاہئیں جن کو جناب صدر جناب گورنر کے مشورے سے نامزد کرتے ہیں۔ مگر اس بارے میں کوئی ایوارڈ اس مالیاتی کیمشن نے جاری نہ کیا حالانکہ یہ قومی مالیاتی کمشن کا فرض بنتا ہے کہ وہ صدر پاکستان کو وفاق اور صوبوں کے درمیان محاصل سے ہونے والی آمدنی کی تقسیم کی بارے میں سفارشات پیش کرے۔

جناب والا! جن محاصل کی آمدنی وفاق اور صوبوں کے درمیان مالیاتی کمشن کے ایوارڈ کے ذریعے سے قابل تقسیم ہے اس میں آمدنی کے ذرائع میں انکم ٹیکس کا لگایا جانا' درآمدی اور برآمدی اشیاء کی خرید و فروخت پر ٹیکس کا لگایا جانا' مصنوعات پر ٹیکس کا لگایا جانا اور Cotton export duty وغیرہ شامل ہیں۔ جس وقت اس مالیاتی کمشن کی رپورٹ جناب صدر پاکستان کو وصول ہو اس کے بعد ان پر لازم ہے کہ جس قدر جلد ہو وہ اس رپورٹ کو اور اس کے مطابق اس رپورٹ کے روشنی میں صوبوں

کے محاصل میں ان کے جتنے حصے بنتے ہیں وہ فی الفور صوبائی حکومتوں میں تقسیم کریں۔ مگر جناب سپیکر! اب صورت حاصل یہ ہے اور اس بارے میں وفاقی مالیاتی کمشن کی سفارشات اور ان پر عمل در آمد کے بارے میں ایک مفصل یاد داشت دونوں ایوان میں اور صوبائی اسمبلیوں میں بھی پیش کی جانی چاہیئے۔ مگر صورت حال یہ رہی ہے کہ 1975ء کے ایوارڈ کے بعد کوئی ایوارڈ حاصل کرنے کی نہ ہی کوشش کی گئی اور نہ مالیاتی کمشن نے کوئی ایوارڈ اس سلسلے میں جاری کیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہوا کہ 1977ء کے بعد ملک میں ایک ایسی حکومت مسلط ہو گئی تھی جو نہ تو عوام کے سامنے جواب دہ تھی اور نہ ہی اس کے دل میں آئین کا کوئی احترام تھا بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آئین کی کتاب کو لپیٹ کر ماضی کے سرد خانوں میں سجا دیا تھا۔ لیکن یہ حکومت جو اب معرض وجود میں آئی ہے اور جو خود کو منتخب اور عوامی جمہوری حکومت کہتی ہے۔ اس کو وجود میں آئے بھی اڑھائی سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ مگر اس حکومت نے بھی آج تک قومی مالیاتی کمشن سے کوئی ایوارڈ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ جس کی وجہ سے اس وقت تمام صوبے' وفاق کی جتنی بھی اکائیاں ہیں' وہ ساری کی ساری جو بھی بجٹ پیش کر رہی ہیں' وہ خسارے کے بجٹ ہیں۔ اور اس وقت پنجاب کی حکومت نے 9 ارب 93 کروڑ 95 لاکھ روپے کے خسارے کا بجٹ پیش کیا ہے اور حکومت پنجاب نے اپنا یہ خسارہ اس وفاقی گرانٹ سے پورا کرنا ہے۔ جو خیرات کی شکل میں وفاقی حکومت کی طرف سے ملے گی۔ جناب والا! خدانخواستہ اگر وفاقی حکومت کی اپنی مالی دشواریوں کے پیش نظر اس امداد میں کوئی کمی کر دی گئی تو پھر ہماری ترقیاتی مقاصد کے لیے رکھی گئی رقوم ہمارے اخراجات کے زمرے میں خرچ کی جائیں گی۔ میں اس بارہ میں بغیر کسی ذہنی اخفاء کے یہ کہہ دینا چاہتا ہوں ہماری صوبائی حکومت کی بے حسی' غفلت اور جرات کے فقدان کی وجہ سے ہم پنجاب کا کیس قومی مالیاتی کیمشن میں پیش کرنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں۔ جسکی وجہ سے پنجاب کے عوام کی امنگوں ان کی خواہشات اور ان کی توقعات کو زبردست ٹھیس پہنچی ہے۔ اور یہ بات نہ صرف ہماری صوبائی خود مختاری کی نفی کرتی ہے۔ بلکہ جناب والا! اگر وفاقی مالیاتی کیمشن نے جلد ہی کوئی ایوارڈ جاری نہ کیا تو پھر پاکستان کو بھی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔

جناب سپیکر! اب میں اپنے آئینی استحقاق کی طرف آتا ہوں۔ وفاقی مالیاتی کمشن کے ایوارڈ نہ دینے کی وجہ سے اس کی سفارشات اور ان پر عملدر آمد کی رپورٹ جو آئین کے آرٹیکل 160 کی کلاز 5 کے تحت صوبائی اسمبلی میں پیش ہونا تھی۔ پیش نہیں ہو سکی۔ جس کی وجہ سے اس ایوان کا آئینی

استحقاق پامال ہوا ہے - یہاں میں آئین کے آرٹیکل 5 کا حوالہ دینا چاہتا ہوں جس کے مطابق ریاست کا وفادار آئین اور قانون کا تابع فرمان ہونا ہو شہری کا فرض ہے۔ اس لئے جہاں قومی مالیاتی کمشن کا ایوارڈ جاری نہ ہونے کی وجہ سے سینٹ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے ارکان کے آئینی استحقاق کی خلاف ورزی کی گئی ہے - وہاں حکومت نے آئینی ذمہ داریوں کو پس پشت ڈال کر ایک آئین شکنی کا ارتکاب بھی کیا ہے اس لئے جناب والا! میں استدعا کرتا ہوں میری اس تحریک استحقاق کو بعد از منظوری مجلس برائے استحقاقات کے سپرد کر دیا جائے۔ شکریہ۔

میاں محمد اسحاق : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب سپیکر! میرے فاضل دوستوں نے جو تحریک استحقاق پیش کی ہے اس کی تائید میں یہ عرض کروں گا - ہم نے اس اڑھائی سال کے عرصہ میں یہ اندازہ لگایا ہے۔ خرچ کرنے میں تو یہ بہت تیز اور بہت آگے جا رہی ہے - لیکن جہاں لینے کا معاملہ ہے اس میں انتہائی غفلت اور سستی برتی جا رہی ہے یہ مسئلہ جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے - اگر اس سلسلے میں مرکز کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں 9 ارب 93 کروڑ روپے کا جو خسارے کا بجٹ پیش کرنا پڑا ہے - ممکن ہے کہ ہمیں کئی گنا رقوم وفاقی حکومت سے مل جاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت نے ابھی تک مرکز کی طرف رجوع ہی نہیں کیا بلکہ یہ اس پوزیشن میں نہیں آسکی کہ انہیں یہ بھی نہیں پتہ لگ سکا کہ کون کونسے حصہ جات سے ہمیں وصولی ہونی ہے وہ ابھی تک ان کو معلوم ہیں ہو سکی بجائے اسکے کہ ان رقوم کو وصول کیا جائے جن میں ہمارے حق بنتے ہیں بلکہ حکومت پنجاب عوام پر ٹیکس لگائے جا رہی ہے۔ کسی بڑی گاڑی پر ٹیکس لگ رہا ہے - کسی نہ کسی حیلے بہانے سے لوگوں سے پیسے اکٹھے کرنے میں مصروف ہے - تو میری گزارش یہ ہے۔ بجائے اس کے عوام پر بوجھ ڈالا جائے کیوں نہ وفاقی حکومت سے وہ اپنا حق مانگا جائے اپنی رقوم مانگی جائے - جو ہمارا حق بنتا ہے تو میں اسی ضمن میں یہ عرض کروں گا کہ وفاقی حکومت کی طرف رجوع کیا جائے۔ جو ایوارڈ ابھی رہتا ہے جو ابھی نہیں ہوا ہے اس کو لے کر اس خسارے کے بجٹ کو پورا کیا جائے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب اس پر آپ کچھ فرمائیں گے ؟

وزیر قانون : جناب سپیکر! جو تحریک استحقاق زیر بحث ہے۔ اور جس پر ابھی بات ہو رہی ہے - وہ کسی طور پر بھی آئینی طور سے نہیں بنتی میں لیڈر آف اپوزیشن کا مشکور ہوں اور دیگر اپوزیشن ممبران کا بھی مشکور ہوں انہوں نے خود ہی اس سیکشن کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن جو اپنے مطلب کی بات ہے اس

کو تو اخذ کر لیا ہے - اور جو ہمارے مقصد کی بات ہے وہ پی گئے۔ ایک مقولہ ہے بلکہ حکم ہے " مت جاؤ نماز کے نزدیک جب تم نشے کی حالت میں ہو " آپ نے یہ تو کہہ دیا " مت جاؤ نماز کے نزدیک " لیکن یہ نہیں بتایا کہ کس حالت میں ہو۔ جناب والا! اگر آپ 160 آرٹیکل کے الفاظ پڑھیں۔ یہ بڑا واضح ہے -

بیگم نجمہ تابش الوری: راجہ صاحب! جو کچھ فرما رہے ہیں وہ ہمارے سروں پر سے گزر رہا ہے ان کی بات بالکل سمجھ نہیں آرہی ہے - میں ان سے براہ راست تو مخاطب نہیں ہو سکتی آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ وہ رک رک کر اور آہستہ آہستہ ہمیں سمجھا دیں تاکہ ہماری سمجھ میں بھی تو آئے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں -

وزیر قانون: جناب والا! ان کو زندگی بھر سمجھ نہیں آئی میں اب ان کو کیا کیا سمجھ دے سکتا ہوں ان کو ایک ہی دکھ ہے کہ ان کی استحقاق کی تحریک اور تحاریک التوائے کار واپس لے لیں اور ان کو کوئی دکھ نہیں تھا۔ محبت کے سوا اور کوئی دکھ نہیں ہے -

جناب سپیکر: راجہ صاحب کی یہ بات سمجھنے والی تھی۔

بیگم نجمہ تابش الوری: یہاں بات سمجھانے کی ہے تو راجہ صاحب مجھے سمجھا دیں - پتہ نہیں کہ وہ لاطینی زبان میں گفتگو کرتے ہیں یا کسی اور زبان میں گفتگو کرتے ہیں ہمیں تو بالکل سمجھ نہیں آتی۔

وزیر قانون: میری بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور میں شاید ان کی بات سمجھنا نہیں چاہتا ہوں۔ میں یہ عرض کر رہا تھا - جس آرٹیکل کا حوالہ دیا ہے اس میں یہ بڑا واضح ہے -

Article 160 (1) Within six months of the commencing day and thereafter at intervals not exceeding five years, the President shall constitute a National Finance Commission consisting of the Minister of Finance of the Federal Government, the Ministers of Finance of the Provincial Governments and such other persons as may be appointed by the President after consultation with the Governors of the Provinces.

اس کے بعد حضور والا! سیکشن 160 (4) ہے اس میں یہ کہا گیا ہے -

Article 160 (4) As soon as may be after receiving the recommendations of the National Finance Commission, the President shall, by Order, specify, in.

accordance with the recommendations of the Commission under paragraph (a) of clause (2), the share of the net proceeds of the taxes mentioned in clause (3) which is to be allocated to each Province, and that share shall be paid to the government of province concerned, and, with not standing the provision of Article 78 shall not form part of the Federal Consolidated Fund.

اس کے بعد جو اہم چیز ہے جو میرے دوست نے بتایا ہے - یہ 160 (5) وہ یہ ہے۔

Article 160 (5) The recommendations of the National Finance Commission, together with an explanatory memorandum as to the action taken thereon, shall be laid before both Houses and the Provincial Assemblies.

یہ جو Distributions of Revenue آرڈر اس کا ابھی ذکر ہو رہا تھا۔ 1975ء میں اس کو لاگو کیا گیا تھا - اس سلسلہ میں جیسا کہ آپ کو علم ہے 1977ء میں تمام کی تمام اسمبلیاں ختم کر دی گئی تھیں۔ 1985ء میں اسمبلیاں بحال کی گئی ہیں ان سے یہ کہتا ہوں کہ اس دوران مجھے یہ بتا دیں کہ اسمبلی معرض وجود میں تھی جس کے سامنے یہ سفارشات پیش کی جاتیں۔ تو جب بھی یہ اسمبلی معرض وجود میں آئی ہے اور فیڈرل اسمبلی معرض وجود میں آئی ہے تو ایک فنانس کمشن کا تعین کر دیا گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ جلد اس پر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ میں یہ عرض کروں گا کہ آئین کے مطابق فنانس کمشن کے لیے بھی کسی میعاد کا تعین نہیں ہے۔ وہ جس طرح چاہے میعاد حاصل کر سکتا ہے - تو کم از کم ہم یہ صبر کر لیں کہ میعاد کا پانچ سال کا عرصہ تعین کیا گیا ہے - اگر صبر بھی کر لیں تو یہ میعاد 1990ء تک جائے گی - تو اس لحاظ سے بھی کسی قسم کا استحقاق مجروح نہیں ہوا - لیکن اگر آپ دیکھیں گے تو اس کی عبارت اس طرح ہے کہ

Article 160 (4) As soon as may be after receiving the recommendations of the National Finance Commission......

اس میں کوئی Time Limit نہیں ہے -

بیگم نجمہ تابش الوری: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: جی! بیگم صاحبہ! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں۔

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب سپیکر! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جو کچھ راجہ صاحب فرما رہے ہیں اس کی سمجھ آپ کو آرہی ہے ؟

نوابزادہ محمد ضرغام خان خاکوانی: جناب والا! راجہ صاحب! جو کچھ فرما رہے ہیں وہ سوائے بیگم صاحبہ کے ہر کسی کو سمجھ آرہی ہے- ہر آدمی سمجھ رہا ہے اور سن رہا ہے- بیگم صاحبہ سے کہہ دیں کہ وہ کان صاف کر کے آئیں۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ نے مجھ سے دریافت کیا ہے- آپ سے دریافت تو نہیں کیا کہ آپ کھڑے ہو گئے ہیں-

جناب پٹیر گل: جناب والا! باقی لوگوں کو تو سمجھ آرہی ہے-

جناب سپیکر: جناب! بیگم صاحبہ کا پوائنٹ آف آرڈر ہے اور وہ میرے بارے میں ہے۔ آپ کے بارے میں تو نہیں ہے۔ خاں صاحب! آپ سے تو بیگم صاحبہ نے کچھ نہیں پوچھا۔ بیگم صاحبہ کا جواب مجھے دینے دیں۔

جناب سعید اکبر خاں: پوائنٹ آف آرڈر- جناب والا! میں آپ سے ایک وضاحت چاہتا ہوں اگر آپ مہربانی فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی فرمائیں۔

جناب سعید اکبر خاں: جناب والا! وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی ممبر آپ سے یہ پوچھے جیسے پہلے بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ مجھے سمجھ نہیں آئی۔ تو اس میں آپ کے پاس' اس اسمبلی کے پاس کوئی ایسا قانون ہے کہ ان کے ساتھ ایک آدمی بٹھا دیں کہ وہ ان کو سمجھاتا رہے- اگر ایسا ہے تو سردار عارف نکئی کو ان کے ساتھ بٹھا دیں تاکہ وہ ان کو سمجھاتے رہیں۔

جناب سپیکر: میں نے آپ کی بات درست سمجھی ہے کہ آپ نے مجھ سے دریافت کیا ہے کہ مجھے راجہ خلیق اللہ صاحب کی بات کی سمجھ آئی ہے یا نہیں- تو میرا جواب یہ ہے کہ مجھے راجہ صاحب کی سمجھ آئی ہے۔

حاجی جمشید عباس تہیم: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: جی- حاجی جمشید عباس تہیم صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

حاجی جمشید عباس تہیم: جناب والا! جہاں تک میں سمجھا ہوں کہ بیگم صاحبہ آپ کو درمیان

میں سے نکال کر راجہ صاحب کی بات سمجھنا چاہتی ہیں۔ کیونکہ پہلے وہ بات آپ سمجھیں آپ پھر انہیں سمجھائیں تو اس طرح بہت وقت لگ جائے گا۔ آپ کوئی ایسا طریقہ کار نکالیں کہ ایک دن راجہ صاحب کو اور بیگم صاحبہ کو اپنے پاس بٹھائیں اور ان کا آپس میں کوئی مکالمہ کروائیں تاکہ انہیں واپس میں ایک دوسرے کی بات سمجھنے کی عادت پڑ جائے۔

جناب سپیکر: جی۔ خورشید بیگم صاحبہ! آپ کچھ فرمانا چاہتی ہیں؟

محترمہ خورشید بیگم: جناب والا! میں سمجھ نہیں پاتی۔ آپ نے کہا ہے کہ مجھے راجہ صاحب کی سمجھ آئی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ راجہ صاحب کی بات سمجھ آئی ہے۔ یا راجہ صاحب کی سمجھ آئی ہے۔ یہ وضاحت فرما دیں تو آپ کی نوازش ہو گی۔

جناب سپیکر: اس میں کونسی اور سمجھنے والی بات باقی رہ گئی ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب! "بندے دی سمجھ سمجھنی ہور ہوندی اے تے بندے دی گل نوں سمجھناں کچھ ہور ہوندا اے"

جناب سپیکر: راجہ صاحب کی سمجھ تو مجھے پہلے ہی ہے۔ میں ان کو بہت اچھے طریقے سے پہلے ہی جانتا ہوں۔ ان کی بات کی سمجھ بھی مجھے آتی ہے۔ اور مجھے ہمیشہ ان کی بات سمجھ آتی ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! اگر میں بیگم صاحبہ کو سمجھانا چاہوں بھی تو میں اس سے معذور ہوں گا۔ میری معذرت آپ کے ذریعے ان تک پہنچ جانی چاہیئے۔ میرا نہ تو اتنا حوصلہ ہے نہ میری اتنی عقل ہے۔ کہ میں انہیں سمجھا سکوں۔

جناب جمشید عباس تہیم: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: جناب تہیم صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

جناب جمشید عباس تہیم: جناب والا! میں راجہ صاحب کی اس بات سے اتفاق نہیں کرتا ہوں۔ راجہ صاحب بہت پرانے تجربہ کار انسان ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ بیگم صاحبہ کو وہ بات کیسے نہیں سمجھا سکتے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! ان کی بات کو سمجھنے پر ایک پنجابی کہاوت ہے کہ "گونگے

دیاں رمزاں گونگے دی ماں ای سمجھ سکدی اے "

وزیر قانون: یہ تو میری ماں نہیں بنی۔

جناب پیٹر گل: جناب والا! راجہ صاحب اس کی تشریح کریں کہ اگر ان کی ماں نہیں ہو سکتی تو اور کیا ہو سکتی ہیں ؟

وزیر قانون: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ اگر اس وقفے کے دوران فنانس کمشن کوئی فیصلہ نہیں کرتا تو اس کے لیے اس آئین میں Remedy موجود ہے - جیسے 1985ء کا یہ کمیشن بیٹھا ہوا ہے - ابھی تک اس نے کوئی فیصلہ نہیں کیا کہ کس صوبے کو کتنی امداد چاہیئے اور کتنی ملنی چاہیئے۔ اسی سلسلے میں 160 کا آرٹیکل ہے - (6)

160 (6) "At any time before on Order under clause (4) is made, the President may, by Order, make such amendments or modifications in the law relating to the distribution of revenues between the Federal Government and the Provincial Governments as he may deem necessary or expedient.

تو 1985ء کے بعد پریذیڈنٹ صاحب کی طرف سے جو احکامات جاری ہو رہے ہیں اس پر عمل ہو رہا ہے اور ہمیں یعنی پنجاب کو باقاعدہ حصہ مل رہا ہے - لہٰذا کسی لحاظ سے بھی اس اسمبلی کا یا پنجاب کے عوام کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔ اور ہر بجٹ میں یہ ہوتا چلا آرہا ہے - اور federal grants سے ہی ہم وہ خسارہ پورا کرتے ہیں - کوئی اس میں آئینی سقم نہیں ہے - لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی جو تحریک استحقاق ہے وہ خلاف ضابطہ ہے اور فنی لحاظ سے اور قانونی لحاظ سے وہ قابل پزیرائی نہیں ہے - بہت بہت شکریہ۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب سپیکر! میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ جو تحریک پیش کی گئی ہے اور سوا دو سال اس اسمبلی کو چلتے ہوئے ہو چکے ہیں۔ تو یہ اس وقت ان کا استحقاق کیسے مجروح ہو گیا۔ سوا دو سال پہلے ہونا چاہیے تھا یا جب اجلاس شروع ہوا تھا اس وقت ہونا چاہیے تھا۔ میرے خیال میں یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی - اگر یہ بنانا چاہتے ہیں تو کوئی قرارداد دے دیں تاکہ اسمبلی پاس کر دے اس وقت ہمارا قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے - اس بحث کو شروع ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ ہو گیا ہے - یہ تحریک استحقاق بنتی نہیں ہے۔ (قطع کلامی) رفیق صاحب کو شائد میری بات سمجھ نہیں آئی۔ تو ان کو میری بات سمجھنا چاہیئے کہ میں نے کیا بات کی ہے - اگر دوبارہ ٹیپ چلا کر ان کو سمجھا دیا جائے جو میں نے

بات کی ہے تو میرے خیال میں وہ سمجھ جائیں گے۔ کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔

جناب سپیکر: یہ سمجھنے سمجھانے پر آج اتنا زور کیوں دیا جا رہا ہے بعض دفعہ بات نہ سمجھی جائے تو زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ جی جناب فنانس منسٹر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ اس تحریک استحقاق پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ میں نے آپ کو پہلے پکارا تھا۔ آپ یہاں نہیں تھے۔ آپ نے اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ دینا تھی۔ تو شارٹ سٹیٹمنٹ ختم ہو گی۔ اور راجہ صاحب کی بات شروع ہو گئی۔ آپ آپ شارٹ سٹیٹمنٹ دینا چاہتے ہیں؟

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں چاہتا تو یہی تھا۔ میں لابی میں بیٹھا تھا میں نے سوچا کہ شائد ان کے بعد آپ مجھے پکاریں گے۔ آپ نے ان کو بلا لیا اور مجھے پکارا نہیں تھا پہلے پکارا ہوگا جس سے میں انکار نہیں کرتا۔ بعد میں آپ نے نہیں پکارا تھا۔ اگر آپ نے پکارا ہوتا تو میں آپ کی بات سن رہا تھا۔ ان کی تقریر بھی میں نے سنی ہے ریاض حشمت صاحب کی بھی تقریر سنی ہے۔ میاں صاحب کی تقریر بھی سنی ہے۔ یہ ساری تقاریر میں نے سنی ہیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ جناب فنانس منسٹر! راہی صاحب کے بعد پھر آپ بات کریں گے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! آئین کی شق 160 کی سب کلاز (5) کے تحت قومی مالیاتی کمشن کے ایوارڈ کی رپورٹ قومی اسمبلی، سینٹ اور چاروں صوبائی اسمبلیوں میں پیش کرنا لازمی ہے۔ جو کہ آج تک اسمبلیوں میں پیش نہیں کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! 1975ء میں قومی مالیاتی کمشن نے ایوارڈ دیا تھا اور اس کے بعد 1980ء میں قومی مالیاتی کمشن بنایا گیا اور وہ بغیر کسی ایوارڈ دینے کے ختم کر دیا گیا۔ 1985ء میں پھر قومی مالیاتی کمشن بنایا گیا اور آج تک اس نے اتنے اہم مسئلہ کو حل نہیں کیا ہے۔ ایوارڈ نہیں دیا جو کہ اسمبلیوں میں زیر بحث آسکتا ہے۔ جناب سپیکر! جو چیز پاکستان کے آئین میں ہے وہ مقدم ہے اور اس پر عمل کرنے کی حکومت پابند ہے۔ لیکن یہاں پر پریکٹس آئین کے برعکس جاری ہے۔ ضرورت یہ تھی کہ وفاق اور صوبوں کے درمیان جو کشیدگی پیدا ہوئی ہے۔ جو یہاں پاکستان کی سیاست میں اس حوالے سے محاذ بنے ہیں تو یہ محاذ کبھی نہ بنتے، یہ آزادیوں کے نعرے کبھی بلند نہ ہوتے۔ جب مارشل لاء کی حکومت بنی، اس نے اس ملک کے تمام آئینی حقوق کو ختم کر دیا۔

اب مارشل لاء کی حکومت کے بعد جو سول حکومت قائم ہے۔ جسے ہم مارشل لاء حکومت کا ہی تسلسل سمجھتے ہیں - اس لئے کہ سول حکومت نے موجودہ اسمبلیوں میں سوائے مارشل لاء کو تحفظ دینے کے اور کچھ بھی نہیں کیا' اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان اسمبلیوں نے وہ کام نہیں کیا جو کہ انہیں کرنا چاہیئے تھا اور ان اسمبلیوں کے وجود کو اتنا غیراہم سمجھا جا رہا ہے۔ کہ قومی مسائل پر جن کو حل کرنا بہت ہی ضروری ہے - جن کو حل کئے بغیرپاکستان کی سیاست میں ایک ہلچل پیدا ہو رہی ہے۔ ان کو حل کرنا بہت ضروری تھا اور اس طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ اور قومی مالیاتی کمشن نے جو ایوارڈ دینا تھا وہ ایوارڈ جاری نہیں کیا گیا۔

جناب والا! اس طرح سے صوبائی خود مختاری بھی متاثر ہوتی ہے - اگر پاکستان کے آئین میں یہ بات طے ہے کہ حکومت مالیاتی کمشن کے ایوارڈ کی رپورٹ کو اسمبلیوں میں پیش کرنے کی پابند ہے اگر حکومت کے نزدیک ان اسمبلیوں کا کوئی احترام ہو' ان کا کوئی تقدس ہو ان کی کوئی اہمیت ہو' تو آئین پاکستان کے تحت یہ حکومت پابند تھی کہ ان رپورٹس کو اسمبلیوں میں پیش کرکے زیر بحث لاتی - جناب والا! ایسا نہیں کیا گیا ہے اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ نہ صرف پنجاب اسمبلی کا بلکہ چاروں صوبائی اسمبلیوں کا' پاکستان کی قومی اسمبلی کا اور سینٹ کا استحقاق اس رپورٹ کے پیش نہ کرنے سے مجروح ہوا ہے - اور حکومت ایسے معاملات کا کوئی خاطر خواہ حل کرنے کی بجائے ایڈہاک بنیادوں پر کام چلانے کا فیصلہ کئے ہوئے ہے۔ اور ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کو مستقل طور پر حل کیا جائے اور حکومت پنجاب قومی محاصل جو قابل تقسیم قومی محاصل ہیں' اپنے حصہ کے مطابق وہ ان کو حاصل کرے۔ یہ ضروری ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ پنجاب کے عوام کا نہیں پاکستان کے عوام کا مسئلہ ہے کہ ہم ایک چیز کو جب ملک کے آئین میں طے کرتے ہیں۔ اس پر عمل نہ کرکے' اس کو منصفانہ بنیادوں پر تقسیم نہ کرکے ہم پنجاب کے عوام کے حقوق سے جہاں کھیل رہے ہیں وہاں پاکستان کے عوام کے حقوق سے بھی کھیل رہے ہیں اور ضرورت یہ ہے کہ ہم صوبائی خود مختاری جو ہے بلکہ اب تو لوگوں کی ڈیمانڈ یہ ہے کہ 1973ء کی دی ہوئی صوبائی خود مختاری کو 1987ء میں اسی طرح سے قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔ لوگوں کی ڈیمانڈ تو اب بہت زیادہ آگے چلی گئی ہے۔ جب کہ ہم سال 1973ء کے آئین پر بھی عمل درآمد نہیں کر رہے ہیں۔ جو کہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر اس پاکستان کو کوئی چیز بچا سکتی ہے تو وہ پاکستان کا آئین ہے جو کہ اس کو بچا سکتا ہے۔ اور اس پر عمل کرنا ہر حکومت کا بھی فرض ہے اور پاکستان کے شہریوں کا بھی فرض ہے -

لیکن جو حکمران اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتے ہیں۔ تو پھر عوام سے کیا توقع رکھیں گے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں گے۔ کیا عوام اپنے فرائض کو پورا کریں گے۔ پہلے حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان اداروں کو مضبوط کرنے کے لیے ان کے تسلط کو مضبوط کرنے کے لیے' لوگوں کے اندر' سینٹ' قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کا اعتماد بحال کرنے کے لیے' یہ ضروری ہے کہ ہم ایسے معاملات کو اسمبلیوں میں پیش کر کے لوگوں کی توجہ ان اسمبلیوں کی طرف مبذول کروا سکیں' لیکن ابھی تک ان اسمبلیوں میں جو کچھ حکومت نے کیا ہے وہ اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے کیا ہے۔ اور عوام کے مطالبات سے پہلوتہی کرتے ہیں۔ اور ضرورت یہ ہے کہ ہم فوری طور پر اس کا بندوبست کریں۔ ابھی منسٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ 1975ء سے 1985ء تک اسمبلیاں نہیں بنی تھی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ نے ایوارڈ ہی نہیں دیا۔ اگر آپ نے ایوارڈ دیا ہوتا تو اسمبلیاں تو بعد کی بات ہے۔ اسمبلی میں تو اس کی رپورٹ چلی جاتی لیکن اس کو بنیاد بنا لینا کہ پاکستان میں اسمبلیوں کا نظام معطل رہا ہے۔ اس لئے ہم نے اس اہم معاملہ کو حل نہیں کیا ہے۔ یہ ان کی اپنی دلیل ان کے خلاف جاتی ہے کہ انہوں نے یہ خود قبول کیا ہے کہ ......

جناب سپیکر: جی انصاری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے میں یہ ایوان سے التماس کروں گا کہ ایوان میں جو بات ہو رہی ہے' راہی صاحب جو بات کر رہے ہیں' یہ ایک قسم کا جواب الجواب ہے' اس سے قبل چونکہ لاء منسٹر بات کر چکے ہیں اور یہ بات ان کے جواب میں آ رہی ہے۔ آپ ان کو جو بات کرنے کا حق دیا ہے وہ اس سے قبل کا تھا۔ اور اس سے قبل کی ہی بات ان کو کرنی چاہیے۔ نہ کہ لاء منسٹر کی بات کا جواب دیں۔

جناب سپیکر! میں نے ایک پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا' اس وقت جناب نے حکم دیا کہ یہ مناسب وقت نہیں ہے۔ میں اس وقت آپ کے حکم کی تعمیل میں بیٹھ گیا۔ میں اس بات کی بھی آپ سے رولنگ چاہوں گا کہ اگر کسی معاملہ پر بحث ہو رہی ہو تو اس میں کوئی پوائنٹ آف آرڈر پیش کرنے کے لیے کوئی مناسب وقت مقرر ہوتا ہے' اور اگر ہوتا ہے تو وقت کا تعین کیا جائے۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر کی یہ پوزیشن نہیں ہے کہ آپ کسی پیش کئے جانے والے نقطہ نظر سے اتفاق نہیں کرتے ہیں تو آپ پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہو جائیں اور اس کے خلاف بولنا

شروع کر دیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔ اس کے لیے اگر آپ اپنا نقطہ نظر پیش کرنا چاہتے ہیں تو بھی اس کے لیے مناسب وقت ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر پر Procedural Matters کو discuss کیا جاتا ہے۔

جناب محمد صدیق انصاری: جناب والا! میں نے جو پوائنٹ آف آرڈر پیش کیا تھا' اس میں رول 67 (سی) (ڈی) کا حوالہ دیا تھا لیکن آپ کی چونکہ رولنگ آچکی ہے کہ یہ مناسب وقت نہیں ہے تو اس لیے ہی میں آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ جناب سپیکر! اگر یہ تحریک اس قواعد کے تحت نہیں بنتی ہے۔ تو آیا یہ فاضل ممبران کی تقریر ہمیں ضروری ہی سنی چاہیئے اور آیا ہمیں ان کو وقت ضرور ہی دینا چاہیئے۔

جناب سپیکر: جی یہ ضروری بات ہے۔ یہ ان کا استحقاق ہے کہ ایک تحریک استحقاق جو پیش کی گئی ہے اگر Prima Facie میں اس کو سمجھتا ہوں کہ اس کو ایوان میں آنا چاہیے تو اس پر فاضل محرک اپنی Short Statement دے سکتا ہے۔ جہاں تک آپ کے رول 67 کا تعلق ہے کہ جس کا آپ نے حوالہ دیا تھا۔ وہ apply کرتا تھا جہاں تحریک التوائے کار کے سلسلہ میں۔ جس میں میں نے رول 67 (سی) کی رولنگ دی تھی۔ وہ تحریک التوائے کار کے بارے میں تھی اور جب کہ تحریک استحقاق کے سلسلہ میں بات ہو رہی تھی۔ آپ نے تحریک استحقاق کے سلسلہ میں رول 67 کا حوالہ دیا جو relevnat نہیں تھا......جی راہی صاحب آپ اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ ختم کیجئے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میں اپنی بات ایک منٹ میں ختم کرتا ہوں' جناب سپیکر! ان کا یہ ارشاد ہے کہ صوبائی اسمبلیاں کام نہیں کرتی تھیں۔ ان کا استدلال اس طرح سے ختم ہو سکتا ہے کہ 1981ء کی اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹیں موجودہ اسمبلیوں میں زیر بحث آرہی ہیں۔ اگر انہوں نے ایوارڈ دیا ہوتا تو ایوارڈ کی رپورٹ جب 1985ء میں اسمبلیاں بنی تھیں 1985ء میں ایوارڈ کی رپورٹیں اسمبلیوں کو روانہ کی جاسکتی تھیں۔ ان کو زیر بحث لانے کے لیے پیش کیا جاسکتا تھا۔ جناب سپیکر! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ معاملہ طے کر لیا جاتا تو ہمیں خسارے کا بجٹ پیش کرنے کی ضرورت نہ آتی' نہ ہی پنجاب اسمبلی میں اور نہ ہی دوسری اسمبلیوں میں۔ ہم خسارے کا بجٹ صرف اس لئے پیش کر رہے ہیں کہ ہمیں ہمارے حقوق نہیں دیئے گئے۔ اگر محاصل کی تقسیم صحیح کی گئی ہوتی اور ہمیں ہمارا حق دیا گیا ہوتا تو ہمیں خسارے کا بجٹ پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن جناب والا!

یہ عجیب بات ہے کہ مرکز پنجاب کے لوگوں کو ان کا حق نہیں دے رہا بلکہ بھیک دے رہا ہے اور ہماری پنجاب کی حکومت اپنے حق کا مطالبہ نہیں کر رہی' اپنے خسارے کو پورا کرنے کے لئے وفاقی حکومت سے گرانٹ طلب کر رہی ہے۔ بھیک مانگ رہی ہے ہماری حکومت کو یہ چاہیئے کہ وہ پنجاب کے حقوق کا مطالبہ کرے۔

جناب سپیکر! اپنی بنائی ہوئی اسمبلیوں کو اتنا غیر اہم سمجھنا کہ قومی مسائل جو قومی مسائل جو قومی سیاست میں ہلچل پیدا کر سکتے ہیں۔ اب ان کو بھی ان کے سامنے پیش نہ کرکے آپ اپنی اسمبلیوں کا استحقاق مجروح کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: راہی صاحب میں آپ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آپ شارٹ سٹیٹمنٹ دے رہے ہیں کوئی تقریر نہیں کر رہے۔ شارٹ سٹیٹمنٹ کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ آپ اس کے فنی پہلوؤں پر بات کریں۔ آپ کی جو اصل تحریک استحقاق ہے اس پر بات کریں۔ تقریر نہ کریں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میری آپ سے درخواست یہ ہے کہ آپ اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ - وزیر خزانہ

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! یہ مختلف تحاریک جو قومی مالیاتی کمشن کے متعلق پیش کی گئی ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! بڑی معذرت کے ساتھ میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے سید طاہر احمد شاہ فیصل آباد میں مصروف ہیں' کیونکہ وہاں پر پاور لومز والوں کی ہڑتال جاری ہے اور ان کے جلوس نکل رہے ہیں' اس مسئلے پر پاور لومز کی جو کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں اور جو ہمارے مہمان آرہے ہیں ان کے استقبال کے لیئے وہاں پر موجود ہیں' انہوں نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ آپ سپیکر صاحب سے گزارش کرکے میری تحریک استحقاق کو موخر کروالیں تاکہ میں اس پر بات کرسکوں - اگر مناسب سمجھتے ہیں کیونکہ یہ بھی ہمارا بہت بڑا مسئلہ ہے - پاور لومز کے مسئلے پر شہر میں بڑی کشیدگی پیدا ہو چکی ہے - اور پچیس پچیس اور اس سے زیادہ لوگوں کے وہاں پر جلوس نکل رہے ہیں' جلسے ہو رہے ہیں۔ اس لئے ان کا وہاں ہونا بھی ضروری تھا۔

جناب سپیکر: راہی صاحب اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ جو صاحبان اسے پیش کر چکے

ہیں اور اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ بھی دے چکے ہیں وہ تو اب اس پر بات نہیں کرسکتے اب ان کی بات یہ ہے کہ سید طاہر احمد شاہ جو اس کے محرک ہیں وہ موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کی وجہ سے یہ تحریک استحقاق موخر کی جائے۔ اس پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ غور کیا جاسکتا ہے۔ یعنی اس کے جو ایک محرک نہیں ہیں ان کی آمد تک اس کو التوا میں رکھ لیتے ہیں۔ وہ اس پر بات کرلیں پھر اس پر وزیر خزانہ بات کرلیں گے۔

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! اس تحریک استحقاق کے متعلق جتنی باتیں ہوسکتی تھیں وہ ہو چکی ہیں اور میرے خیال میں اب کوئی ایسی بات باقی نہیں رہی کہ جس کی وجہ سے اسے مؤخر کیا جائے۔ اگر میرے یہ دوست مناسب سمجھیں کیونکہ وزیر قانون اس کی admissibility پر بات کرچکے ہیں' اس کے بے ضابطہ یا باضابطہ ہونے کی بات ہوچکی ہے' مجھے تھوڑا سا موقع دیا جائے کہ میں اپنا نقطہ نظر بیان کروں۔

جناب سپیکر: میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس پر گورنمنٹ کی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں ہے ؟ اگر اس کو موخر کرلیا جائے اور سید طاہر احمد شاہ بھی اس پر اپنی بات کرلیں تو میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی حرج ہے۔

وزیر خزانہ : جناب یہ اب آپ جیسے مناسب سمجھیں' میں نے تو اس پر اپنا نقطہ بیان کرنے کے لیے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: کیونکہ مجھے علم ہے کہ کل یہ مسئلہ پیش ہونا تھا تو کل بھی اس کو موخر کیا گیا تھا آج ہم اس کو موخر کرسکتے ہیں۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

وزیر خزانہ : ٹھیک ہے جناب۔

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید) : جناب والا! میں اسی سلسلے میں صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ تحاریک استحقاق ساری تقریروں کے بعد میں موخر ہونی تھیں تو شروع میں ہی کرلیتے۔

جناب سپیکر: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے کوئی وقت ضیاع نہیں ہوا' یہ تقریریں تو آج بھی ہونی تھیں اور کل بھی ہونی تھیں.....

وزیر جنگلات و سیاحت: جناب والا! اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ ہوتی ہیں تقریریں نہیں ہوتیں......

جناب سپیکر: ہاں آپ کی یہ صحیح بات ہے۔

وزیر جنگلات و سیاحت: آج ڈیڑھ گھنٹہ جو اس تحریک پر لگا ہے اور یہ سرکاری کارروائی کا وقت صرف ہوا ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: یہ مسئلہ جو ہے۔

This is a very important issue. This is a constitutional issue.

اس پر بات دو اڑھائی گھنٹے بھی ہو سکتی ہے۔

وزیر جنگلات و سیاحت: admit ہونے کے بعد پھر بات ہو سکتی ہے۔ اگر یہ تحریک استحقاق admit ہو جائے تو پھر اس کے بعد جتنی مرضی اس پر بات ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں admit ہونے کے بعد پھر اس پر کیا بات ہونی ہے۔ admit ہونے کے بعد تو پھر استحقاق کمیٹی کو چلی جاتی ہے۔

بیگم نجمہ تابش الوری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ کا موقف بالکل درست ہے یہ نہایت اہم مسئلہ ہے اور اس کی وجہ سے ہڑتالیں ہو رہی ہیں جلوس نکالے جا رہے ہیں اور غیر ملکی طاقتوں کو اس بات کا موقع مل رہا ہے......

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ آپ تو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہی ہیں۔

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب والا! سوت کے دھاگے کی قیمتوں میں مسلسل اضافے پر بات کر رہی ہوں، پاور لومز والوں نے جو ہڑتالیں کی ہوئی ہیں اور اپنی پاور لومز بند کی ہوئیں ہیں۔

(قہقہے)

آوازیں: یہ مسئلہ زیر غور نہیں ہے۔

بیگم نجمہ تابش الوری: اچھا اگر یہ مسئلہ اس وقت زیر غور نہیں ہے تو یہ میرا مسئلہ ہے میں اسے پیش کر رہی ہوں۔ پاور لومز والوں کی طرف سے میں یہ مسئلہ پیش کر رہی ہوں۔ سوت کے دھاگے کی قیمتوں میں جو اضافے ہوا ہے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب بیگم صاحبہ کی بات کے بارے میں آپ ہی کچھ کہہ سکتے ہیں۔

(قہقہے)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! ایک شعر میں آپ کی خدمت عرض کروں گا کہ ۔

بہت بے تاب تھے رم جھم میں بھیگیں گے ہم بھی
آئی برسات تو برسات پر رونا آیا

(نعرہ ہائے تحسین)

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب سپیکر! مجھے پھر نکتہ تشویش پر کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ اس شعر کے جواب میں شعر ہی کہا جاسکتا ہے۔

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب والا! یہاں کوئی مشاعرہ نہیں ہو رہا اور نہ ہی یہاں پر شعر و شاعری کی کوئی نشست منعقد ہے۔ شعر کے جواب میں ان کو یہاں پر شیر نہیں مل سکتا لیکن باہر میں شیروں کی دھاڑیں کی دھاڑیں کھڑی کردوں گی۔

جناب سپیکر: آپ تو پھر ماشاء اللہ اہل زبان ہیں۔

بیگم نجمہ تابش الوری: اہل زبان ہونا اور بات ہے اور یہ قانون ساز ادارہ ہے یہاں پر شعر و شاعری کرکے بات کو مذاق میں نہیں ڈال سکتے۔ اور میرا جو نکتہ تشویش ہے وہ بہت اہم ہے' میں پاور لومز والوں کے لیے بات کرنا چاہتی ہوں ان کا یہ مطالبہ ہے ......

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ آپ کے ساتھ بیگم ذکیہ شاہ نواز صاحبہ بیٹھی ہیں' ان سے پوچھیں کہ کون سا مسئلہ زیر بحث ہے۔

بیگم نجمہ تابش الوری: مسئلہ تو جو بھی زیر بحث ہے لیکن میں حکومت کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتی ہوں...... (قہقہے) ...... نہیں میرے بھائی میری اس بات پر ہنسیں نہیں یہ لاکھوں آدمیوں کے روزگار کا مسئلہ ہے......

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ آپ غور تو فرمائیں کہ اس وقت کون سا مسئلہ زیر بحث ہے ......

بیگم نجمہ تابش الوری: جو بھی مسئلہ زیر بحث ہوگا' لیکن میں تو اپنا مسئلہ پیش کر رہی ہوں......

آوازیں: کس پوائنٹ پر؟

بیگم نجمہ تابش الوری: نکتہ تشویش پر (قہقہے)

جناب سپیکر: مسئلہ جو ہے وہ ایک آئینی معاملہ ہے......

بیگم نجمہ تابش الوری: اس سے جناب حکومت کی سبکی ہو رہی ہے......

جناب سپیکر: ہمارے پاس 6 تحاریک استحقاق ہیں جن پر کہ بات ہو رہی ہے اور اس میں ایک بات یہ کی گئی ہے کہ یہ تحاریک استحقاق مؤخر کر لی جائیں کیونکہ اس کے ایک فاضل محرک سید طاہر احمد شاہ موجود نہیں ہیں......

بیگم نجمہ تابش الوری: لیکن میں تو نکتہ تشویش پر بات کر رہی ہوں۔

جناب سپیکر: ...... تو ان تحاریک کے متعلق فیصلہ ہونا ہے۔ اور آپ نے بیگم پاور لومز کی بات شروع کر دی۔ آپ بیگم صاحبہ تشریف رکھیں حاجی جمشید عباس تہیم صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

حاجی جمشید عباس تہیم: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ نکتہ تشویش یا نکتہ تفتیش کے متعلق سن رہے تھے اس کی میں ذرا وضاحت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ان تحاریک استحقاق کو اب ہم مؤخر کرتے ہیں اور سید طاہر احمد شاہ صاحب کل آجائیں گے، جس وقت وہ آجائیں گے اس کو Take up کر لیں گے۔ تو آج ہم تحاریک استحقاق کو کافی ٹائم دے چکے ہیں۔

چودھری محمد خان جسپال: جناب سپیکر! مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت ہے۔؟

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

چودھری محمد خان جسپال: جناب سپیکر! موسم بہار کے اجلاس میں میں نے ایک تحریک استحقاق نمبر14 پیش کی تھی جو کہ اس ضمن میں تھی کہ پاکستان کے سب سے بڑے صوبہ پنجاب کی اسمبلی کی کارروائی کو ٹی وی پر ہمیشہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اور خاص طور پر رات 9 بجے والی خبروں میں بالکل ہی

اسے کوئی Coverage نہیں دی جاتی۔ تو اس تحریک استحقاق پر کچھ بحث ہوئی اور بعد ازاں جناب نے یہ ہدایت دی کہ اسے موخر کیا جاتا ہے اور وزیر قانون راجہ خلیق اللہ صاحب کو ہدایت فرمائی کہ یہ خود ذاتی سطح پر اس مسئلے کو وزیر اعلیٰ کے پاس Take up کریں گے۔ اور آپ نے خود بھی فرمایا کہ میں بھی اپنی سطح پر بات کروں گا۔ جناب سپیکر! میں نے حالیہ اجلاس میں آپ کے دفتر سے رابطہ قائم کیا تو پتہ چلا کہ جناب کی طرف سے 29 اپریل کو ایک چٹھی ٹی وی کے ادارے کو لکھی گئی لیکن آج تک اس کا کوئی جواب نہیں آیا تو اس ضمن میں میری یہ گزارش ہے کہ انہوں نے ہمارے ایک اور استحقاق کو پامال کیا ہے یہاں تک کہ ہمارے سپیکر صاحب کی چٹھی کا جواب دینا گوارا نہیں سمجھا تو میں جناب سپیکر وہ بات آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ اس پر دوبارہ غور فرمایا جائے اور اس کے متعلق جناب وزیر قانون سے بھی دریافت فرمایا جائے کہ کیا کارروائی آج تک ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ یہ کافی سنجیدہ معاملہ ہے اور اسے ہم نے پچھلے اجلاس میں موخر کیا تھا۔ اسے موخر اس لیے کیا تھا کہ جو باتیں کہنے والی نہیں ہوتیں وہ بعض دفعہ کہے بغیر لوگ خود بخود سمجھ جاتے ہیں تو ہمارا یہ خیال تھا کہ ہمارا ٹی' وی کا ادارہ بغیر ہمارے کچھ کہے ہوئے یہ خود بخود اس بات کا نوٹس لے گا۔ اب میں یہ کہوں گا کہ جناب راجہ خلیق اللہ اور میں اس معاملے پر بیٹھ کر بات کرتے ہیں اور پھر اس کو ہم مناسب انداز میں ٹیک اپ کرتے ہیں ۔ آج ہی ہم اس پر بات کریں گے اور اسے انشاء اللہ مناسب اہمیت دیں گے۔ اور ہم اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ پنجاب اسمبلی کی coverage پاکستان کے سب سے بڑے ہاؤس کی Coverage مناسب انداز میں ہونی چاہیئے' ....

(نعرہ ہائے تحسین)

میاں محمد اسحاق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس ضمن میں' میں بھی ایک گزارش کروں گا کہ کل متفقہ طور پر ہم نے پی آئی اے کے متعلق ایک قرارداد متفقہ طور پر پاس ہوئی۔ مگر وہ آج نہ پاکستان ٹائمز' ڈان اور نہ ہی کسی اور اخبار میں ہے۔ اتنے متفقہ طور پر جو مسائل یہاں پر اسمبلی میں پاس ہوتے ہیں ان کو بھی کوئی Coverage نہیں ملتی تو اس ضمن میں' میں بھی گزارش کروں گا کہ آپ لاء منسٹر سے یا اخبارات سے یا ٹی وی سے یا ریڈیو سے جو میٹنگ کر رہے ہیں اس کا کوئی نہ کوئی ہمیشہ کے لیئے بندوبست کیا جانا چاہیئے۔

جناب سپیکر: آپ کی بات درست ہے کہ اس قسم کے جو مسائل ہیں جن پر اسمبلی متفقہ طور پر

کوئی Stand لیتی ہے ان چیزوں کا Coverage قومی مفاد میں ہے کہ عوامی نمائندگان کی سوچ میں بعض مسائل پر کسی قدر ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ میں یہ توقع کرتا ہوں کہ ہمارے اخبارات جو پنجاب اسمبلی کی کارروائی کو موثر انداز میں پیش کرتے ہیں وہ ان چیزوں کا ضرور نوٹس لیں گے اور ایسی چیزیں بے توجہی کا شکار نہیں ہوں گی۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میری ایک تحریک استحقاق نمبر43 انتہائی اہم اور ضروری ہے۔ فنانس بل چونکہ آج پیش ہو رہا ہے اور اس فنانس بل سے ہی متعلقہ میری یہ تحریک استحقاق ہے۔ اس لیے میری آپ سے یہ درخواست اور التماس ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو فنانس بل کے پیش ہونے سے پہلے مجھے اس تحریک استحقاق کو پیش کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ کی یہ تحریک استحقاق ہمارے پاس بہت لیٹ آئی ہے۔ اس کا نوٹس بھی متعلقہ محکمہ کو نہیں دیا جاسکا اس لیے کہ آپ کی تحریک استحقاق ہمارے پاس کوئی ساڑھے نو بجے پہنچی ہے تو اجلاس کی کارروائی سے ایک گھنٹہ پہلے تحریک استحقاق آنی بہت ضروری ہے۔ ہم ان کو نوٹس نہیں دے سکے۔ آپ کی تحریک استحقاق پیش کرنے کی اجازت آج میں نہیں دیتا۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ ساڑھے سات بجے جمع کروا دی گئی اور مجھے حیرت ہے کہ یہ ساڑھے نو بجے آپ تک پہنچی ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! اگر آپ نے تحریک استحقاق ساڑھے سات بجے دی ہے تو میں اپنے دفتر سے اس بات کا نوٹس لوں گا کہ وہ ساڑھے نو بجے کیوں پیش کی گئی ہے۔ سردست چونکہ میرے سامنے وہ ساڑھے نو بجے آئی ہے اس لیے میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔ .I am sorry فنانس بل آج پیش ہونا ہے وہ رک نہیں سکتا۔ جی جناب مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب ....

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! میں چونکہ غیر حاضر رہا ہوں میری ایک تحریک استحقاق تھی اور چار تحاریک التوا تھیں میں چونکہ آج حاضر ہوا ہوں تو میں درخواست کروں گا کہ میری تحریک استحقاق جو کہ بجٹ کے متعلق تھی اسے پیش کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: جی! مولانا ہم نے آپ کے یہاں موجود نہ ہونے کی وجہ سے آپ کی تحریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار التوا میں رکھی ہوئی ہیں تو اب آپ تشریف لے آئے ہیں ان کو انشاء اللہ

پیش کریں گے ....

مولانا منظور احمد چنیوٹی: آج

جناب سپیکر: آج نہیں' آج کے بعد پیش کریں گے۔ اب ہم تحاریک استحقاقات کو کافی ٹائم دے چکے ہیں۔ اب جتنی بھی تحاریک استحقاقات بقایا ہیں ان کو کل یا پرسوں انشاء اللہ take up کر لیں گے۔ جی جناب فنانس منسٹر....

منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ بابت سال 1986-87

(جو ایوان کی میز پر رکھا گیا)

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ بابت سال 1986-87ء ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: ضمنی گوشوارہ بابت سال 1986-87ء ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ بابت سال 1987-88

(جو ایوان کی میز پر رکھا گیا)

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ بابت سال 1987-88ء ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: ضمنی گوشوارہ بابت سال 1987-88ء ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

حکمت عملی کی عملدر آمد رپورٹ بابت سال 1985-86

(جو ایوان کی میز پر رکھی گئی)

MINISTER FOR LAW: With your permission I lay on the table reports on the Observance and the Implementation of the Principles of Policies for the year 1985-86.

MR. SPEAKER:The reports on the Observance and the Implementation of the Principles of Policies for the year 1985-86 have laid on the Table.

پبلک سروس کمیشن کی رپورٹ برائے سال 1985
(جو ایوان کی میز پر رکھی گئی)

MINISTER FOR LAW: With your permission, I lay on the Table the report of the Public Service Commission for the year 1985.

MR. SPEAKER:The report of the Public Service Commission for the year 1985 has been laid on the Table.

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! نیچے بہت سے محترم صحافی حضرات نے میرا آج گھیراؤ کر لیا اور انہوں نے میرے ساتھ احتجاج کیا کہ کیفے ٹیریا تو بند کر ہی دیا گیا ہے مگر اس پر مزید ستم ظریفی یہ ہے کہ اس کیفے ٹیریا کے ایریا کو Lock up کر دیا گیا ہے تو میری آپ سے استدعا ہے کہ فوری طور پر کیفے ٹیریا کو دوبارہ بحال کیا جائے اور اگر کوئی مجبوری ہے تو کم سے کم اس جگہ کو صحافیوں کے بیٹھنے کے لیے اور ارکان اسمبلی کی آپس میں گفتگو کرنے کے لے اسے کھلا رہنا چاہیئے۔

جناب سپیکر: جی! درست ہے ہم آپ کے بیٹھنے کے لیۓ اس کو کھول دیتے ہیں لیکن ہم نے اس کا انتظام جیسا کہ میں نے کل کہا تھا وہ کل سے ہی change کر دیا ہے اب آپ کی طرف سے فوری مطالبہ تھا اس لیے ہم نے فوری طور پر اس کو change کر دیا ہے اب نیا انتظام جو ہے انشاء اللہ ایک دو روز میں ہو جائے گا اور آپ کی خدمت کے لیے وہ کیفے ٹیریا کھلا رہے گا۔ سردست ہم اس کو کھول دیتے ہیں اس کے جو دروازے ہیں ان کو کھول دیتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! ایک بڑی اہم بات ہے شاہ صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں۔ ہمارے فیصل آباد میں پاور لومز......

MR SPEAKER: Sorry Sir.

جناب فضل حسین راہی: میں عرض کروں ....

MR SPEAKER: Sorry, Please take your seat. I can't allow you.

مسٹر راہی یہ فنانس بل پیش کیا جا رہا ہے۔ ایک بل پیش کیا جا رہا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! محنتی مزدور کے معاشی قتل عام کا مسئلہ ہے......

MR. SPEAKER:I am sorry. I can't allow you at this stage. Please take your seat. I can't allow you at this moment.

سید طاہر احمد شاہ: ہم فیصل آباد کی نمائندگی کرتے ہیں یہ محنت کشوں کا مسئلہ ہے ....

MR SPEAKER: Shah Ji will you please take your seat.

سید طاہر احمد شاہ: ان کا استحصال ہو رہا ہے پھر ہم واک آوٹ کرنے پر مجبور ہیں۔

جناب سپیکر: راہی صاحب' آپ میری بات سنئے کسی چیز کی Importance اپنی جگہ پر لیکن کسی چیز کو agitate کرنا اس کو پیش کرنے کا بھی ایک ضابطہ ہے - ایسے نہیں ہے کہ آپ کھڑے ہو جائیں اور اپنی مرضی سے ہی آپ بولتے چلے جائیں۔ میں نے آپ کو عرض کیا ہے کہ میں اس سٹیج پر آپ کو یہ معاملہ پیش کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس لیے کہ گورنمنٹ کی کارروائی ایک بل under Consideration ہے کیا ایسا کوئی Precedent ہے۔ آپ میاں افضل حیات صاحب سے پوچھیے کہ کوئی Precedent ہے کہ اس انداز میں بات کی جاتی ہے ؟

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! آپ ہمیں اس فنانس بل کے پیش کرنے کے بعد اجازت دے دیں۔

جناب سپیکر: جی میں آپ کو کوئی Commitment نہیں دیتا۔ پہلے فنانس بل پیش ہوگا اس کے بعد آپ بات کریں گے تو میں آپ کی بات سنوں گا۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! ہم آج کی بقیہ کارروائی سے واک آوٹ کرنے پر مجبور ہیں.....

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! اگر آپ Commitment دیتے ہیں تو ٹھیک ہے ......

جناب سپیکر: آپ کی اپنی منشا ہے میں کوئی Commitment نہیں دیتا.....

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف کے اراکین ایوان سے واک آوٹ کر گئے)

مسودات قانون

مسودہ قانون (ترمیم)(مدت برائے ادائیگی معاوضہ کی توثیق و توسیع) مزارعت پنجاب مصدرہ 1987

وزیر مال: جناب سپیکر! میں مسودہ قانون (ترمیم) (مدت برائے ادائیگی معاوضہ کی توثیق و توسیع) مزارعت پنجاب مصدرہ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: مسودہ قانون (ترمیم) (مدت برائے ادائیگی معاوضہ توثیق و توسیع) مزارعت پنجاب مصدرہ 1987ء پیش کر دیا گیا ہے اور متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا ہے جو اپنی رپورٹ 31-اگست 1987ء تک پیش کرے گی۔

مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ 1987ء

MINISTER FOR FINANCE: I move:- "That the Punjab Finance Bill, 1987 be taken into consideration at once"

MR. SPEAKER: The motion moved is:- "That the Punjab Finance Bill, 1987 be taken into consideration at once"

آپ کی اس تحریک پر اب ووٹنگ ہو گی۔

MR. SPEAKER: The question is:-

"That the Punjab Finance Bill, 1987 be taken into consideration at once"

(The motion was carried)

کلاز نمبر 2

Now, Clause 2 of the Bill is under consideration,.

Since there is no amendment in it.

The question is:-

"That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill"

(The motion was carried)

Clause 2 of the Bill stands part of the Bill.

کلاز نمبر 1

Now, Clause 1 of the Bill is under consideration.

Since there is no amendment in it.

The question is:-

"That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill"

(The motion was carried)

Clause 1 of the Bill stands part of the Bill.

Now, the Preamble of the Bill is under consideration.

Since there is no amendment in it -

The question is :- "That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill"
(The motion was carried)

The Preamble of the Bill stands part of the Bill.

Long Title

Now, the Long title of the Bill is under consideration.

Since there is no amendment in it, it becomes part of the Bill.

MINISTER FOR FINANCE: Mr. Speaker, I move:-

"That the Punjab Finance Bill, 1987 be passed".

MR. MINISTER SPEAKER: The motion moved is :-

"That the Punjab Finance Bill, 1987 be passed"

.... Any Member can oppose it ......

MR. SPEAKER: The question is :-

"That the Punjab Finance Bill, 1987 be passed."

(The motion was carried)

(The Punjab Finance Bill, 1987 was passed)

(The House then adjourned till
9.00 A.M.,. tomorrow)

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی پیر 29 جون 1987ء صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

سوموار، ۲۹ جون ۱۹۸۷ء

(دو شنبہ ۲ ذیقعد ۱۴۰۷ھ)

جلد ۱۰........ شمارہ ۲۰

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مندرجات

سوموار، ۲۹ جون ۱۹۸۷ء

صفحہ نمبر

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ ۱۲۴۹

اراکین اسمبلی کی رخصت ۱۲۵۰

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ۱۲۵۳

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے) ۱۲۸۲

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ۱۳۰۲

مسئلہ استحقاق

پنجاب کے مالی حقوق کے تحفظ میں حکومت کی ناکامی ۱۳۲۷

(جاری)........

صوبائی اسمبلی پنجاب

...... جاری

صفحہ نمبر

تحاریک التوائے کار ......

(i) صوبہ میں تخریب کاری کی وارداتیں ۳۵۴

(ii) صوبہ میں امن و امان کی صورت حال ۳۵۵

(iii) پولیس کی نا اہلی ۳۵۸

(iv) بدعنوان اہلکاران کی وجہ سے عوام کا حکومت پر عدم اعتماد ۳۶۰

مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں

(i) بہترین پارلیمنٹرین کی منتخب تقاریر کی وڈیو کیسٹ کا ایک ایک سیٹ تاریخ ساز اور بے مثال رو لنگز لائبریریوں میں محفوظ کرنے کا بندوبست ۳۶۴

(ii) خاندانی منصوبہ بندی کے گریجوایٹ ملازمین کی ملازمت پر بحالی ۳۶۶

(iii) چھوٹے زراعت پیشہ افراد کو فراہم کردہ قرضہ جات پر صرف ۲ فیصد خدمتی محصول کی وصولی ۳۷۶

(iv) اقلیتی نمائندگان کی فلاح و بہبود کے لئے فنڈز کی تخصیص ۳۷۸

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس

پیر 29 جون 1987ء

دو شنبہ ۲ ۔ ذیقعد ۱۴۰۷ھ

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 30-8 بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ
اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكٰفِرُوْنَ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ
سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا
الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا
خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ
كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ
الْعَظِيْمُ ○

س بقرہ ۔ آیات ۲۵۴ ۔ ۲۵۵

اے ایمان والو جو مال ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کر لو جس میں نہ اعمال کا سودا ہو نہ دوستی اور نہ سفارش ہو سکے اور منکرین حق تو ظالم ہیں۔ اللہ جو معبود برحق ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش کر سکے۔ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے اسے سب معلوم ہے اور وہ اس کی مخلوقات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے اسی قدر معلوم کرا دیتا ہے اس کی بادشاہی اور علم آسمان و زمین سب پر حاوی ہے اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں وہ بڑا عالی مرتبہ اور جلیل القدر ہے۔

وما علینا الاالبلاغ

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں سنی جائیں گی۔

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری محمد صدیق صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔

گزارش ہے کہ میری طبیعت خراب ہے اس لئے مورخہ ۸۷۔۶۔۲۷ اور ۸۷۔۷۔۲۸ کو اجلاس میں حاضر نہ ہو سکوں گا۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد عثمان خان عباسی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔

I have to goto Karachi for an urgent business.It is therefore, requested that leave may be granted from 30/6/87 to 2/7/87.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کی دی جائے

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب نذر محمد دوگل صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:۔

السلام علیکم! مورخہ ۸۷۔۶۔۲۷ کو اجلاس میں ایک ضروری کام کی وجہ سے شامل نہ ہو سکا ہوں' رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محمد مرزم خان خاوانی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

اسلام علیکم! مورخہ 27-6-87 کو بوجہ علالت اجلاس میں شامل نہ ہوسکا ہوں۔ رخصت عنایت فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست ملک ارشاد حسین ایتلا صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

I have just received a message on phone to-day that Mlik Jrshad Hussain Maitla, MPA, Khanewal would not be able to attend the House due to some urgent nature of work. His absence from the House to-day the 28th of June'1987 has therefore, been requested to be excused.

Submitted for the kind information of the Speaker, Provincial Assembly Punjab, Please.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست مخدودم زادہ سید محمد احسن شاہ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

گزارش ہے کہ میں 14-6-87 سے 18-6-87 تک اجلاس میں بوجہ بیماری والدہ صاحبہ ملتان رہا ہوں اور اجلاس میں نہیں آسکا۔ رخصت فرما کر مشکور فرمائیں۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سید طاہر احمد شاہ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

اسلام علیکم میں مورخہ 27 جون 1987ء کو فیصل آباد میں عوام کے ایک مخصوص اور اجتماعی اور اہم مسئلہ کے سلسلہ میں گیا تھا اور اس لئے میں ایوان کی کارروائی میں حصہ لینے کے لئے حاضر نہ ہوسکا۔ اس لئے براہ کرم میری درخواست بغرض منظور رخصت 27 جون 1987ء ایوان میں پیش کی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کردی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

میاں محمد اسحاق: پوائنٹ آف آرڈر......

جناب سپیکر: جی میاں صاحب

میاں محمد اسحاق: جناب والا! قواعد انضباط کار رول نمبر 29 کی کلاز نمبر 2 پر آپ کی توجہ مبذول کرتا ہوں کہ " وقفہ سوالات کے بعد لیکن اس دن کی فہرست کارروائی کے آغاز سے قبل سیکرٹری ایوان کے روبرو درخواست پڑھ کر سنائے گا اور سپیکر بغیر کسی مباحثے کے استصواب رائے کرے گا کہ آیا درخواست منظور کردی جائے "

جناب سپیکر: یہ میاں صاحب کون سا صفحہ ہے.....

میاں محمد اسحاق: یہ قواعد انضباط کار کا صفحہ نمبر21 ہے رول نمبر 29 کی کلاز نمبر(2) ہے.....

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔

میاں محمد اسحاق: شکریہ

جناب سپیکر: وقفہ سوالات کے بعد Leave application ہونی چاہیں وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے میاں مختار احمد شیخ صاحب .....

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

سرکاری ملازمین کی ملازمت میں توسیع

☆417- **میاں مختار احمد شیخ**: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کی پالیسی ہے کہ آئندہ کسی سرکاری ملازم کو ریٹائر منٹ کے بعد ملازمت میں توسیع نہیں دی جائے گی تاکہ نوجوان ملازمین کو ترقی کے مواقع مل سکیں۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ پالیسی پر کب عمل درآمد ہوگا؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) موجودہ ملازمت کے قانون' قواعد یا پالیسی میں ملازمت میں توسیع کا تصور نہیں ہے۔ البتہ سیکشن 13 پنجاب سول سرونٹ ایکٹ کے تحت مفاد عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت ہی غیر معمولی قابلیت اور اعلیٰ سروس ریکارڈر رکھنے والے ریٹائرڈ ملازمین کو دوبارہ ملازمت میں مقررہ مدت کے لئے از سرنو رکھ لیا جاتا ہے۔

(ب) جیسا کہ جزو الف میں کہا جاچکا ہے کہ خالصتاً مفاد عامہ میں ریٹائرڈ ملازمین کو بہت ہی خصوصی حالات میں بہت محدود تعداد میں دوبارہ ملازمت میں رکھا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور ہوگا۔ کوئی ضمنی سوال ......

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! اس پر ضمنی سوال ہے کہ جن ملازمین کو دوبارہ ملازمت میں رکھا گیا ہے ان کی تعداد کیا ہے اور ان میں کون سی غیر معمولی قابلیت ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت: جناب والا! جیسے جواب دیا گیا ہے کہ کوئی غیر ضروری افسر دوبارہ ملازمت میں نہیں رکھا جاتا بلکہ جس افسر کی ضرورت ہوتی ہے محکمہ جات باقاعدہ اس کا نام ایس اینڈ جی اے ڈی کے پاس بھیجتے ہیں وہاں پر دو بورڈ ہوتے ہیں ایک بورڈ 18- گریڈ سے اوپر کا ہوتا ہے اور ایک بورڈ 17- گریڈ سے نیچے کا ہوتا ہے تو ان کی باقاعدہ ان بورڈز میں سیلیکشن ہوتی ہے اور پھر وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس وہ فائل جاتی ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب پھر اس کی توسیع کرتے ہیں۔ دوسری بات جو انہوں نے پوچھی ہے اس کے متعلق میرے پاس اس وقت اعداد و شمار 1982ء سے 1985ء تک ہیں اس میں کل 522 افسران کی توسیع کی گئی ہے۔ جس میں گریڈ -1 کے لئے 135 ہیں۔ گریڈ 5 اور گریڈ 6

کے لیے 72 اور 46 ہیں۔ گریڈ 18 اور گریڈ 19 کے لیے 45 اور 49 ہیں۔ گریڈ 21 کے لیے اور گریڈ 22 کے لیے 6 ہیں۔ باقی گریڈ 7 کے لئے گریڈ 8 کے لیے کوئی 5 ہیں کوئی 6 ہیں ان کی کل تعداد 552 بنتی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ Due Scrutiny کے بعد باقاعدہ اہلیت والے لوگوں کو توسیع دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: میاں محمود احمد صاحب .....

لاہور سے تبدیل ہونے والے سرکاری ملازمین میں سے کمرشل رینٹ کی وصولی

☆ 491- **میاں محمود احمد:** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

کیا یہ حقیقت ہے کہ متعدد سرکاری ملازمین (جریدی اور غیر جریدی) نے جو لاہور سے باہر تبدیل ہو چکے ہیں۔ ابھی تک سرکاری رہائش گاہیں خالی نہیں کیں اگر ایسا ہے تو ان کی تعداد کیا ہے اور کیا حکومت مذکورہ اہلکاراں سے سرکاری رہائش گاہیں خالی کرانے یا ان سے کمرشل رینٹ لینے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کیا وجوہ کیا ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

جی ہاں! لاہور سے باہر تبدیل ہونے والے مندرجہ ذیل سرکاری ملازمین نے تاحال سرکاری رہائش گاہیں خالی نہیں کی۔

جریدی	9
غیر جریدی	2

افسران مذکورہ سے سرکاری رہائش گاہیں خالی کروانے کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے۔ قوانین کے مطابق تادیبی کرایہ بھی نافذ کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال......

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کتنے عرصے سے ان ملازمین نے سرکاری رہائش گاہیں خالی نہیں کیں اور ان کے نام اور عہدے کیا ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت: جناب والا! اس سوال کے جواب میں تھوڑی سی ترمیم ہے اس میں اس

وقت جریدی 9 اور غیر جریدی 2 افسران ایسے ہیں کہ جو سرکاری رہائش گاہوں میں ہیں اور ان کی تفصیل اس طرح سے ہے کہ میاں بشارت رسول صاحب' ممبر سول سروس اکیڈمی فیڈرل گورنمنٹ کی طرف سے ایکسچینج پر ہیں اور ان کو وہاں ایکسٹنشن مل چکی ہے۔ محمد حیات اللہ خان سنبل' یہ بھی وہاں رہائش پذیر ہیں بہرحال سرہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ جو ملازمین پنجاب سے باہر جاچکے ہیں یا ان کی ٹرانسفر ہوچکی ہے - ان سے رہائش گاہیں خالی کروائی جائیں اور جو ملازمین خالی نہیں کرتے ان سے **تنخواہ کا 60 فیصد بطور کرایہ وصول کیا جاتا ہے** اور اس سلسلے میں مسٹر معزالدین احمد سے 38 ہزار 578 روپے وصول کئے جاچکے ہیں اور گورنمنٹ کوشش کر رہی ہے کہ ان ملازمین سے مکان خالی کرائے جائیں اور جو خالی نہیں کرتا اس کو باقاعدہ کرایہ دینا پڑتا ہے۔ یہ میرے پاس کافی لمبی سی تفصیل ہے جس میں ان کے سارے قواعد درج ہیں اور اس کے یہاں پڑھنے میں کافی وقت لگے گا اگر میاں اسحاق صاحب چاہیں تو میں ان کو یہ پوری تفصیل دے دیتا ہوں کہ یا پھر میں اسے ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سجاد احمد چیمہ: جناب سپیکر! ضمنی سوال

جناب سپیکر: جی فرمایئے۔

جناب سجاد احمد چیمہ: جناب سپیکر! وزیر موصوف یہ فرما رہے ہیں کہ جو مکان خالی نہیں کرتا اسے کرایہ دینا پڑتا ہے۔ کرایہ تو بہرحال دینا ہی پڑتا ہے لیکن جواب کی آخری سطر میں انہوں نے فرمایا ہے کہ قوانین کے مطابق تاوہی کرایہ بھی نافذ کیا گیا ہے - کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ یہ کرایہ جو نافذ کیا گیا یہ کتنے فیصد ہے؟ کیا یہ اتنا معمولی کرایہ ہے کہ اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

وزیر جنگلات و سیاحت: یہ کرایہ بہت زیادہ ہے - یہ بنیادی تنخواہ کا 60 فیصد ہے۔

میاں محمد اسحاق: کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ کیا وہ کوئی حتمی تاریخ مقرر کرنے کے لئے تیار ہیں کہ جس کے تحت یہ فرما سکیں کہ اتنی تاریخ تک اگر کوئی افسر مکان خالی نہیں کرتا تو اس کے خلاف کیا ایکشن لیا جائے گا؟

وزیر جنگلات و سیاحت: میاں صاحب! میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ کوئی ایسی بات نہیں ہوتی۔ یہ بھی سینئر افسر ہوتے ہیں ان کے خلاف کوئی ایسی کارروائی نہیں ہوتی کہ ان

کو گھر سے اٹھا کر باہر پھینک دیا جائے یا کوئی اور قانونی کارروائی کی جائے۔ ہمیشہ جو بھی افسر کسی مکان میں رہتا ہے وہ کسی مجبوری کے تحت رہتا ہے۔ عام طور پر آپ یہ دیکھیں گے کہ جب تبدیلی ہو جاتی ہے تو اس افسر کے بچے یہاں لاہور میں پڑھ رہے ہوتے ہیں اور ان کے امتحانات ہوتے ہیں۔ دو مہینے کا تو ان کو پہلے ہی Grace Period ملتا ہے - اور اگر امتحانات تین یا چار مہینے کے بعد ہوں تو پھر ان کو دو تین مہینے کی توسیع بھی دے دی جاتی ہے اور جو لوگ compassionate Grounds کے علاوہ رہتے ہیں تو ان کو باقاعدہ 14 دن کا نوٹس دیا جاتا ہے اور 14 دن کے نوٹس کے بعد اگر وہ مکان خالی نہ کریں تو ان کی بنیادی تنخواہ کا 60 % کرایہ وصول کیا جاتا ہے - اور کئی ایسے لوگ بھی ہیں مثلاً ہمارے ایک جج تھے چودھری ظفر اللہ صاحب ان کی بیوہ ہیں اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ ان کو ایک مکان دیا گیا ہے اور ان سے باقاعدہ تھوڑا بہت کرایہ بھی لیا جاتا ہے - یہ صرف Compassionate Grounds پر کیا گیا ہے کیونکہ وہ ہمارے بہت ہی نیک جج تھے اور وہ حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے .....

میاں محمد اسحاق : جناب والا! میرے سوال کا جواب نہیں آیا۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جن مکانات میں افسران اعلیٰ رہ چکے ہیں اور ان پوسٹوں پر فائز نہیں ہیں۔ ان مکانوں میں اور کوٹھیوں میں ایم پی اے حضرات نے جا کر نہیں رہنا۔ وہ انہیں افسران کو دینی ہیں جو ان کی جگہ پر تبادلہ ہو کر آتے ہیں اور میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وہ مکان جس میں پہلے افسر رہ رہا ہے - اور اس کی تبدیلی ہو گئی ہے اس کو آپ کتنی میعاد دینا چاہتے ہیں یعنی ایک سال' دو سال' تین مہینے یا جو بھی۔ اس کے متعلق آپ فرمایئے گا۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! قواعد کی بات ہو رہی ہے کہ قواعد میں کیا شرط ہے کہ وہ کتنا عرصہ رہ سکتے ہیں ؟

وزیر جنگلات سیاحت : جناب سپیکر! قواعد میں تو یہ شرط ہے کہ تبدیلی کے بعد دو مہینے تک رہ سکتے ہیں۔ دو مہینے کے بعد پھر Compassionate Grounds پر ان کو درخواست دینی پڑتی ہے اور اگر Compasionate Grounds پر تو رہائش کی مدت میں توسیع بھی ہو جاتی ہے لیکن جب کوئی جواز نہ رہے تو پھر 14 دن کا نوٹس دیا جاتا ہے - اور پھر بھی سرکاری افسران مکان خالی نہ کریں تو پھر 60 % بنیادی تنخواہ پر تادیبی کرایہ وصول کیا جاتا ہے -

جناب سپیکر: میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب ضمنی سوال پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ لاہور سے باہر تبدیل ہونے والے جن دس گزیٹیڈ سرکاری افسران نے لاہور میں سرکاری رہائش گاہیں خالی نہیں کی ہیں ان کے نام' عہدے اور موجودہ جائے تعیناتی کیا ہے اور کیا وہ موجودہ جائے تعیناتی پر بھی سرکاری رہائش گاہیں استعمال کر رہے ہیں اگر ایسا ہو رہا ہے تو دو مقامات پر سرکاری رہائش گاہیں استعمال کرنے والوں کے خلاف Misconduct کے تحت کارروائی کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ اگر ایسا کیا جاسکتا ہے تو کیا حکومت ایسا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

وزیر جنگلات سیاحت: جناب سپیکر! میں پہلے بتا چکا ہوں کہ فہرست میرے پاس موجود ہے۔ اگر کہیں تو میں پڑھ دیتا ہوں اور اگر جنجوعہ صاحب چاہتے ہیں تو میں ان کی خدمت میں اس کی نقل بھی بھیج دیتا ہوں۔ یہ 9 حضرات جریدی اور 2 غیر جریدی ہیں۔ تو ان کی کل تعداد 11 ہے۔ میں بشارت رسول صاحب کا ذکر کر دیتا ہوں کہ جن کا مورخہ 6 نومبر 1983 کو تبادلہ ہوا ہے۔ یہ سول سروس اکیڈمی لاہور میں تعینات تھے۔ انہوں نے مورخہ 16۔ اپریل 1987ء کو خالی کرنا تھا۔ ان کو خالی کرنے کا نوٹس دے دیا گیا ہے اور وہ انشاء اللہ خالی کر دیں گے۔ اسی طرح محمد حیات خاں سنبل ہیں۔ ان کا مورخہ 6۔ اکتوبر 1986ء کو مرکزی حکومت میں تبادلہ ہوا ہے۔ ان کو مکان میں رہائش کے لیے 31 دسمبر 1988ء تک رہائش رکھ سکیں گے کیونکہ ان کے بچے یہاں پڑھ رہے ہیں۔ لہٰذا جونہی تاریخ ختم ہو جاتی ہے تو 15 دن کا نوٹس دے دیا جاتا ہے اور **پھر اگر مکان خالی نہ ہوا تو پھر تادیبی کرایہ لگایا جاتا ہے۔**

جناب سپیکر: سردار صاحب جو ان کا سوال ہے کہ وہ یہ ہے کہ جن افسران کی لاہور سے باہر تقرری ہو چکی ہے اور وہ یہاں لاہور میں بھی مکان رکھے ہوئے ہیں۔ اور باہر بھی اپنی تقرری کے دوران وہاں کے مکانات رکھے ہوئے ہیں۔ تو جن دونوں جگہوں پر مکانات استعمال کر رہے ہیں' ان کے اسمائے گرامی کیا ہیں اور اس بارے میں آپ کے قواعد کیا کہتے ہیں۔ اور آپ کیا کارروائی کر رہے ہیں۔؟

وزیر جنگلات و سیاحت: میں یہ عرض کرتا ہوں کہ قواعد کے مطابق ایک افسر بغیر اجازت دو مکانات نہیں رکھ سکتا۔ بہرحال تفصیل لمبی ہوگی۔ اس کے لیے تازہ سوال دیں تو پھر وہ تفصیل میں دے سکتا ہوں۔ میرے پاس اس وقت گیارہ افسران کی تفصیل ہے۔

جناب سپیکر: تو آپ کے خیال میں اس کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہیں ؟

وزیر جنگلات و سیاحت: میرا ذاتی خیال نہیں ہے کہ ایسے ہوں گے کہ لیکن اگر آپ کہتے ہیں تو میں ایک دفعہ پھر دیکھ لیتا ہوں اور تفصیل جنجوعہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دوں گا ۔

جناب سپیکر: جنجوعہ صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں ؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ پہلے سوال سے نہ تو آپ مطمئن ہیں نہ میں لیکن پھر بھی سردار صاحب سے لگاؤ کی بنیاد پر انہیں کچھ نہیں کہتے۔ میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ جو لوگ مکانات خالی نہیں کر رہے ہیں ان کے خلاف تادیبی کرایہ نافذ کیا گیا ہے تو میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ لاہور کی سرکاری رہائش گاہیں خالی نہ کرنے والوں پر قانون کے مطابق جو تادیبی کرایہ نافذ کیا گیا ہے اس کی تفصیل بتائی جائے کہ کس ملازم پر کتنا تادیبی کرایہ نافذ کیا گیا ہے ۔ وصول ہونے والے تادیبی کرایہ کی تفصیل بھی بتائی جائے۔

وزیر جنگلات و سیاحت: جناب والا! اس کی میں نے ایک مثال دی ہے کہ مسٹر معزالدین سے 38,578/- روپے 31 مئی 1987ء کو وصول کئے گئے تھے اور اس کی تفصیل چاہتے ہیں تو اس کے لیے تازہ سوال کا نوٹس دیں ۔ شاید اس کی تفصیل لمبی ہو۔ اس وقت تفصیل موجود نہیں ہے اور نہ اس کو مانگا گیا تھا ۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! میرا اس پر ضمنی سوال بنتا ہے یا نہیں ۔

جناب سپیکر: آپ اپنا سوال دھرائیے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! میں نے یہ سوال کیا ہے کہ سرکاری رہائش گاہوں کو خالی نہ کرنے والوں پر قانون کے مطابق جو تادیبی کرایہ نافذ کیا گیا ہے اس کی تفصیل بتائی جائے کہ کس ملازم پر کتنا کرایہ نافذ ہوا ہے نیز وصول ہونے والے تادیبی کرایہ کی تفصیل بھی بتائی جائے۔

جناب سپیکر: اس کے لیے تازہ سوال چاہیئے......... جی میاں ممتاز متیانہ صاحب ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

میاں ممتاز احمد متیانہ: میں وزیر موصوف سے پوچھنا چاہوں گا کہ سیکرٹری اسمبلی کو اب تک کوئی

سرکاری رہائش گاہ نہیں دی گئی اس کی کیا وجہ ہے ؟

وزیر جنگلات و سیاحت: جناب سپیکر! مجھے افسوس ہے کہ اگر سرکاری رہائش گاہ انہیں نہیں دی گئی۔ ویسے یہ تازہ سوال آنا چاہئے۔ اس کی تفصیل معلوم کرکے بتائی جاسکتی ہے۔

جناب سپیکر: ویسے سردار صاحب یہ تازہ سوال کیسے ہے ؟ اس میں تو آپ کو بات کرنا ہوگی کہ سیکرٹری اسمبلی آپ کا سرکاری ملازم ہے اور اتنے عرصے سے سرکاری ملازم ہے اس کو سرکاری رہائش گاہ کیوں مہیا نہیں کی گئی۔ تمیانہ صاحب کا یہ سوال جائز ہے۔

وزیر جنگلات و سیاحت: جناب سپیکر! اگر آپ کہتے ہیں تو جائز ہے۔ اگر یقین دہانی چاہتے ہیں کہ مکان جلدی مل جائے تو انشاء اللہ میں پوری کوشش کروں گا۔

وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! اگر آپ کہتے ہیں تو پھر جائز ہے' اگر آپ یقین دہانی چاہتے ہیں' تو انشاء اللہ میں اپنی پوری کوشش کروں گا' سیکرٹری صاحب ہمارے بھی عزیز ہیں ان کو جلد از جلد کوئی نہ کوئی ایسا مکان مل جائیگا۔

میاں ممتاز احمد تمیانہ: جناب والا! میں وزیر موصوف کی اس یقین دہانی کو اس ہاؤس کی امانت سمجھوں کہ اگر وہ آئندہ وقفہ سوالات تک سیکرٹری اسمبلی صاحب کو مکان دینے میں ناکام رہے تو کیا ہمارا یہ استحقاق ہوگا کہ ہم اس کے خلاف move کرسکیں۔

جناب سپیکر: اس میں کیا شک ہے ؟

جناب وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! میں یہاں پر ایک بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ سرکاری مکان ملازمین کو اپنی باری پر الاٹ ہوتے ہیں' اگر یہاں پر میں خود سوال پوچھ لوں تو میرے خیال میں بجا ہوگا۔ سیکرٹری صاحب مجھے بتا دیں کہ ان کا رجسٹریشن نمبر کیا ہے ؟ اور انہوں نے کب درخواست دی تھی ؟ ان سے پہلے اور کتنے لوگ ہیں جن کو مکان دینے ہیں' اگر ان سارے لوگوں کو پیچھے چھوڑ کر سیکرٹری صاحب کو پہلے مکان دینا ہے تو آپ پھر حکم دے دیں۔

جناب سپیکر: نہیں پیچھے چھوڑنے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

میاں ممتاز احمد تمیانہ: کیا آج تک کسی ایسے افسر کو مکان نہیں دیا گیا جس کی Priority نہ بنتی

ہو۔ کیا جناب منسٹر صاحب اس کی وضاحت فرمائیں گے ؟

وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! سب Priority کے حساب سے مکان دیئے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں اس میں As a special case. بھی دیئے جاتے ہیں میاں صاحب کے کہنے کا مطلب یہ ہے اور آپ اس پہ بات کر چکے ہیں کہ آپ اس کو زیر غور لائیں گے اور اسے Accommodate کرنے کی کوشش کریں گے' میرے خیال میں اتنی یقین دہانی کافی ہے۔ جناب چودھری صاحب ضمنی سوال۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! کیا وزیر موصوف بیان فرمائیں گے کہ out of turn کی اصطلاح جو عام طور پر چل نکلی ہے کیا اس کی بنیاد پر مکانات نہیں دیئے جاتے ؟

وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! out of turn خاص بنیادوں پر ....

چودھری محمد رفیق: جناب والا! جب out of turn بھی الاٹمنٹ ہوتی ہے تو کیا ہمارے سیکرٹری صاحب کو out of turn مکان نہیں دیا جا سکتا ؟

وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! یہ بات ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر: ہاں! چودھری صاحب میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات ہو گئی ہے۔

وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! اگر چودھری صاحب چاہتے ہیں تو ان کو ایک مکان دے دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں آپ جو مکان ان کو دینا ہے وہ آپ out of turn ہمارے سیکرٹری اسمبلی کو دے دیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! وزیر موصوف مجھ پر اتنی شفقت کی وجہ بیان فرمائیں گے ؟

وزیر سیاحت و ثقافت: یہ ہمارے مشیر جو ہوئے۔

جناب سپیکر: سید اختر حسین رضوی صاحب

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! حاجی جمشید عباس تہیم صاحب کا سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی ہاں بالکل ہے۔ جناب حاجی جمشید عباس تہیم صاحب۔

سرکاری ملازمین کی مدت ملازمت میں توسیع

☆573- حاجی جمشید عباس تہیم۔ کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے حکومت کی جانب سے اعلانات کیے جاتے ہیں کہ آئندہ مدت ملازمت پوری کرنے والے کسی بھی سرکاری ملازم کی مدت میں توسیع نہیں کی جائے گی مگر اس کے برعکس بیشتر ملازمین کی مدت میں توسیع کی جا رہی ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت آئندہ بے روز گاری کے سدباب اور ترقی یافتہ سرکاری ملازمین کی حق تلفی کے ازالہ کے لئے آئندہ مکمل طور پر مدت ملازمت میں توسیع ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) اگرچہ حکومت پنجاب نے سرکاری طور ایسا اعلان نہیں کیا ہے۔ تاہم موجودہ ملازمت کے قوانین' قواعد یا پالیسی میں ملازمت میں توسیع کا تصور نہیں ہے۔ البتہ سیکشن 13 پنجاب سول سرونٹ ایکٹ 1974ء کے تحت مفاد عامہ کو مدت مدنظر رکھتے ہوئے بہت قابلیت اور اعلیٰ سروس ریکارڈ رکھنے والے ریٹائر شدہ ملازمین کو مفاد عامہ میں دوبارہ ملازمت میں مقرر مدت کے لئے از سرنو رکھ لیا جاتا ہے۔

(ب) جیسے کہ جزو (الف) میں کہا جاچکا ہے کہ بہت اچھے کردار و عمل کے حامل ریٹائر شدہ ملازمین کو بہت خصوصی حالات میں بہت محدود تعداد میں دوبارہ ملازمت میں رکھا جاتا ہے۔ یہ خالصتاً مفاد عامہ کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ اور اسے یکسر ختم کرنا مفاد عامہ میں نہیں ہوگا۔ یہ عمل اتنی محدود تعداد میں کیا جاتا ہے کہ اس سے بے روزگاری یا ملازمین کی ترقی میں رکاوٹ کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔

سیکشن آفیسروں کو گریڈ 19 اور 20 میں ترقی دینے کے اقدامات

*587- سید اختر حسین رضوی۔ کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

صوبہ میں جو سیکشن آفیسر مقابلہ کا امتحان پاس کرکے آج سے پندرہ بیس سال پہلے تعینات ہوئے

تھے ان میں سے کتنے اس وقت گریڈ 19 اور 20 میں ترقی پا چکے ہیں اور اگر ان میں سے کوئی بھی مذکورہ گریڈ میں ترقی نہیں پاسکا تو اس کی کیا وجوہ ہیں۔ ؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

اس وقت صوبہ پنجاب میں سابق پنجاب سیکرٹریٹ سروس سے تعلق رکھنے والے تین (3) افسران بی پی ایس - 20 کی اسامیوں پر اور 5 بی پی ایس - 19 کی آسامیوں پر ترقی پا چکے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے -

سیریل نمبر	نام آفیسر	تاریخ تقرری بطور سیکشن آفیسر	موجودہ عہدہ
-1	مسٹر بی اے ملہی	12-11-1957	مورخہ یکم فروری 1986ء سے حکومت پنجاب کے سیکرٹری کے عہدہ پر ترقی پا چکے ہیں اور آج کل ممبر (انکوائری) سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن اینڈ انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ کے عہدہ پر فائز ہیں۔
-2	مسٹر ذوالفقار علی شاہ	23-11-57	مورخہ 10 جنوری 1986ء سے حکومت پنجاب کے سیکرٹری کے عہدہ پر ترقی پا چکے ہیں اور آج کل سیکرٹری خزانہ پنجاب کے عہدہ پر فائز ہیں۔
-3	مسٹر عبدالرشید	14-11-57	مورخہ 2-12-78 سے حکومت پنجاب کے ایڈیشنل سیکرٹری کے عہدہ پر فائز ہیں اور ان کا نام صوبائی سیکرٹری کے عہدے پر ترقی کے لئے منظور ہو چکا ہے۔
-4	چودھری سخاوت علی	22-11-57	مورخہ 2-12-78 حکومت پنجاب کے ایڈیشنل سیکرٹری کے عہدہ پر فائز ہیں اور ان کا نام بھی صوبائی سیکرٹری کے عہدہ پر ترقی کے لئے منظور ہو چکا ہے۔
-5	عبدالحمید خان	13-11-57	مورخہ 11-6-87 سے حکومت پنجاب سیکرٹری کے عہدہ پر ترقی پا چکے ہیں اور آج کل ڈائریکٹر سٹاف ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ لاہور تعینات ہیں۔

6-	مسٹر فرخ زمان	8-12-52	مورخہ 27-10-1985 سے حکومت پنجاب کے ایڈیشنل سیکرٹری کے عہدہ پر ترقی پا چکے ہیں اور آج کل ڈائریکٹر / ایڈیشنل سیکرٹری سروسز جنرل ایڈمنسٹریشن اینڈ انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ میں تعینات ہیں۔
7-	مسٹر کمال دین	11-7-1949	25-5-1986 سے حکومت پنجاب کے ایڈیشنل سیکرٹری کے عہدہ پر ترقی پا چکے ہیں اور آج کل ایڈیشنل سیکرٹری سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ میں تعینات ہیں۔
8-	مسٹر محمد اسلم	24-8-1960	23-9-1986 سے حکومت پنجاب کے ایڈیشنل سیکرٹری کے عہدہ پر ترقی پا چکے ہیں اور آج کل ایڈیشنل سیکرٹری / ڈائریکٹر سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ میں تعینات ہیں۔

مزید برآں 22-2-1987 کو ہونے والی صوبائی سلیکشن بورڈ کی میٹنگ میں بی پی ایس 19 سکیل (ایڈیشنل سیکرٹری) میں ترقی کے لیے 1960ء بیچ کے دو افسران کے نام منظور ہو چکے ہیں اور مستقبل قریب میں ان کی ترقی اور تعیناتی کے احکامات صادر ہو جانے کے امکانات ہیں۔

افسران کے ترقی آسامیوں کے دستیابی پر کی جاتی ہے ۔ ابھی تک سیکرٹریٹ سروس سے تعلق رکھنے والے 1960ء بیچ تک کے افسر ایڈیشنل سیکرٹری رینک میں ترقی پا چکے ہیں یا ترقی پانے کے لیے ان کا نام منظور ہو چکا ہے۔ اس طرح آج سے بیس سال قبل بطور سیکشن آفیسر بھرتی ہونے والے افسران کی ایڈیشنل سیکرٹری رینک میں ترقی آئندہ چند سالوں میں متوقع ہے ۔ البتہ ان میں سے تقریباً تمام صاحبان موو اور سکیم کے تحت سکیل نمبر 19 کی تنخواہ لے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ 573۔

It may be taken as read. Any Supplementary.

وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! اس میں ایک بات عرض کروں کہ اگر آپ سوال نمبر 417 دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: یہ نمبر471 Indetical ہے۔ اور یہ ایک ہی قسم کے دو سوالات ایک ہی اجلاس میں نہیں آسکتے اس لئے ہم اس کو اس اجلاس میں Disallow کرتے ہیں۔ سید اختر حسین رضوی صاحب'

It may be taken as read. Any Supplementary.

جی جنجوعہ صاحب ضمنی سوال۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! وزیر موصوف سے جو سوال دریافت کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ جو سیکشن آفیسر مقابلہ کا امتحان پاس کرکے آج سے پندرہ سال یا بیس سال پہلے تعینات کئے گئے تھے ان میں سے کتنے اس وقت گریڈ اے اور بی میں ترقی پا چکے ہیں' اگر ان میں سے کوئی بھی مذکورہ گریڈ میں ترقی نہیں پاسکا تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟ مگر جواب میں بطور سیکشن آفسر بھرتی ہونے والے جن نو (9) افسران کا ذکر کیا گیا ہے ان کو بھرتی ہوئے تیس (30) سال یا اس سے بھی زیادہ مدت گزر چکی ہے۔ اس لئے جواب سوال کی اصلی روح کے مطابق قطعی طور پر نہیں ہے اور ایسا دانستہ طور پر کیا گیا ہے تاکہ پندرہ سے بیس سال پہلے بطور سیکشن افسر ترقی پانے والے آدمیوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں پر پردہ ڈالا جائے' اور ایسا ہی سروس میں موجود خاص طبقہ کے وجہ سے ہو رہا ہے' جو کہ سیکشن افسر اور سابقہ پی سی ایس افسران کی ترقی کے مسئلہ کو پس ماندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ جناب والا! سوال یہ کیا گیا ہے کہ پندرہ سے بیس سال پہلے جن لوگوں کو سیکشن افسر تعینات کیا گیا ہے' لیکن جو جواب دیا گیا ہے اور اس میں جن نو (9) افسران کا نام دیا گیا ہے ان تمام کو بھرتی ہوئے کم از کم تیس سال اور اس سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے مگر جن لوگوں کو پندرہ سال سے بیس سال پہلے سیکشن آفیسر بھرتی کیا گیا تھا ان کا یہاں پر کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر: جناب جنجوعہ صاحب آپ کا ضمنی سوال بہت لمبا ہو گیا ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ سوال یہ کیا گیا ہے کہ آج سے پندرہ سال یا بیس سال پہلے جن لوگوں کو بطور سیکشن افسر تعینات کیا گیا تھا ان میں سے کتنے ایسے ہیں جن کو گریڈ انیس (19) یا گریڈ بیس (20) میں ترقی دی گئی ہے؟ لیکن انہوں نے جواب میں جن نو (9) افسران کا ذکر کیا ہے وہ تمام کے تمام آج سے تیس (30) سال پہلے یا اس سے بھی زیادہ عرصہ پہلے کے ملازم ہیں' تو یہاں پر پندرہ یا بیس سال پہلے تعینات ہونے والے سیکشن افسروں کا ذکر تک نہیں کیا گیا'

اور ایسا دانستہ طور پر کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: یہ آپ کا جواب ہے تو یہ Revised جواب کدھر ہے میرے پاس تو نہیں ہے۔

وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! Revised جواب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی ہاں سردار صاحب' آپ نے سپلیمنٹری سوال کو Follow کیا ہے۔

وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! یہ سپلیمنٹری سوال چونکہ لمبا تھا' میں نے Follow نہیں کیا' میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے اور شائد یہ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ جو اتنے پرانے سیکشن افسر بھرتی کئے گئے تھے وہ اب تک گریڈ 19 / 20 میں ترقی پا کر کیوں نہیں پہنچے ؟

جناب سپیکر: ہاں! ان کا سپلیمنٹری سوال یہ ہے کہ یہ جو جواب دیا گیا ہے ان میں جن سیکشن آفیسر کے نام ہیں یہ تیس سال پہلے کے ہیں یا اس سے زائد عرصہ کے ہیں' لیکن جو سوال سید اختر حسین رضوی صاحب کا ہے وہ یہ ہے کہ آج سے پندرہ بیس سال پہلے تعینات کئے ہوئے تھے ان کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں آئی۔

وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! کئی ایسے افسران ہیں جو ترقی پا گئے ہیں اور یہ ہمیشہ سنیارٹی کے حساب سے ہی ترقی پاتے ہیں' ترقی کے لیے گریڈ 19 / 20 میں باقاعدہ سلیکشن ہوتی ہے۔ اور سلیکشن کے بعد یہ ترقی پاتے ہیں۔ بہرحال اس وقت تک جو تفصیل دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ میرے علم میں کوئی ایسے افسر نہیں ہیں' جو ترقی پا چکے ہیں' بہرحال اس سال تین افراد بی ایس 19 میں ترقی کے لیے اور دو افراد کے نام بی ایس 20 کے لیے زیر غور ہیں۔ باقی جو فہرست دے دی گئی ہے اس کے مطابق ترقی پا چکے ہیں۔

چودھری غلام احمد خان: جناب والا! میں آپ کے توسط سے فاضل وزیر سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جن افسران کو پندرہ اور بیس سال کے درمیان ترقی دی گئی ہے اور اگر ترقی نہیں دی گئی تو ان کی وجوہات بیان کریں۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے چاہوں گا کہ وہ وجوہات بیان کریں جن کی وجہ سے اس گریڈ کا کوئی افسر Promote نہیں ہوا جن کے متعلق کہا گیا ہے۔

جناب سپیکر: صحیح بات ہے یہ جواب واضح نہیں ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! اس پر تو تحریک استحقاق پیش کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: اس کا واضح جواب اس اجلاس کے دوران ایوان کی میز پر رکھا جانا چاہیئے۔

چودھری غلام احمد خان: جناب والا! جو کچھ میں نے اپنے ضمنی سوال میں پوچھا ہے ......

جناب سپیکر: اس کا جو جواب ہے اس کے بارے میں ہی میں نے کہہ دیا ہے کہ اس کا واضح جواب اس سیشن کے دوران ایوان کی میز پر رکھا جائے کیونکہ یہ جواب واضح نہیں ہے۔

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر! کل ایک قرار داد اس ہاؤس میں پیش ہوئی تھی کہ بچوں کو نقل مارنے سے منع کیا جائے یا اس کا کوئی علاج ڈھونڈا جائے۔ جناب سپیکر! یہ وزیر صاحب جو جواب دے رہے ہیں یہ یہاں اس ایوان میں نقل کی پرچیاں وصول کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ آپ کے سامنے ہی ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: اس ایوان میں وزراء صاحبان کو جواب دینے کے لیے اتنی نقل مارنے کی اجازت ہے۔

جناب سجاد احمد چیمہ: جناب والا! ضمنی سوال ......

جناب سپیکر: اس وقت سوال بہتر ہو گیا ہے اور اس کا جواب ایوان کی میز پر رکھیں گے۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! بات تو پرچیوں کی تھی جو انصاری صاحب نے کہا کہ وزیر موصوف ایوان ہی میں پرچیاں وصول کر کے نقل مار رہے ہیں۔

غیر جریدی سرکاری ملازمین کے بچوں کو بنوولینٹ فنڈ سے امداد

☆593- **میاں محمد اسحاق** - کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ جریدی سرکاری ملازمین کے ان بچوں کو جو پرائمری تا مڈل کلاسوں میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ 1962ء سے 1974ء تک بنوولینٹ فنڈ سے وظیفے دیئے جاتے رہے ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ 1974ء کے بعد مذکورہ وظائف بند کر دیئے گئے تھے اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجوہ ہیں اور کیا حکومت وظائف دوبارہ جاری کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو

کب تک؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف)یہ درست ہے

(ب) غیر جریدی ملازمین کے بچوں کے لیے وظائف کے مسئلہ پر صوبائی بورڈ برائے بہبود فنڈ کے 16 اگست 1978ء کے اجلاس میں غور کیا گیا ہے۔ بورڈ نے فیصلہ کیا کہ چونکہ میٹرک تک تعلیم مفت کر دی گئی ہے لہٰذا ملازمین کے بچوں کو وظائف دینے کا کوئی جواز نہیں ہے اور یہ کہ بہبود فنڈ بنیادی طور پر متوفی سرکاری ملازمین کے خاندانوں کی بہبود کے لیے ہے۔ مذکورہ وظائف کو دوبارہ . . .
. . . جاری کرنے کی کوئی سکیم حکومت کے زیر غور نہیں ہے۔ البتہ غیر جریدی ملازمین کے بچوں کو میٹرک کے کے بعد تعلیم جاری رکھنے کے لیے وظائف دئے جاتے ہیں۔ یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ اگر ملازمت کے دوران کوئی غیر جریدی ملازم وفات پا جاتا ہے تو ایسے ملازم کے بچوں کو بھی وظائف دئے جاتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: ضمنی سوال - جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ میں نے سوال کیا ہے کہ 1974ء سے وظائف بند کر دیئے گئے ہیں جبکہ جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ فیصلہ 16 اگست 1978ء کو ہوا 1974ء سے 16 اگست 1987ء تک وظائف نہ دینے کی کیا وجہ ہے؟

وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! یہ وظائف 74-1962 کے دوران دیئے جاتے تھے اور اس کی بعد 1978ء سے یہ بند ہوئے ہیں اس مدت کے دوران یہ سمجھا جاتا تھا۔

This was under Discussiion

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے جناب وزیر موصوف کو اپنا سوال ایک بار پھر بتاتا ہوں......

جناب سپیکر: نہیں میاں صاحب۔ سردار صاحب کو اپنا جواب مکمل کرنے دیں۔ سرادر صاحب آپ پہلے اپنا جواب مکمل کیجئے۔

MINISTER FOR TOURISM: With due respect,the Honourable Member has put me off.I would request the Chairman that Mian Muhammad Ishaq may kindly repe t his question.

جناب سپیکر: میاں محمد اسحاق صاحب

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں نے یہ سوال کیا ہے کہ 1974ء سے وظائف بند کر دیئے گئے جبکہ جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ فیصلہ 16 اگست 1978ء کو ہوا لہٰذا 1974ء سے 1978ء تک وظائف نہ دینے کی کیا وجہ ہے یہ چار سال آپ نے وظائف نہیں دیئے وہ کس وجہ سے نہیں دیئے اس کی وجہ جناب فرما دیجئے۔؟

وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! اس کی کیا وجہ ہے کہ اس دوران یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ چونکہ میٹرک کی تعلیم مفت ہو چکی ہے۔ یہ فیصلہ ہو چکا تھا لہٰذا وظائف کا معاملہ زیر غور تھا اور فیصلہ بالآخر 16 اگست 1978ء کو لیکن فیصلہ کے زیر غور ہونے کے دوران ہی یہ وظائف بند کر دیئے گئے۔ کیونکہ میٹرک کی تعلیم مفت ہو چکی تھی۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میرے سوال کا جواب اور وزیر موصوف کااب جواب دیکھ لیں کہ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۷۸ء کو یہ فیصلہ فرماتے ہیں تو چار سال کسی فیصلے سے پہلے ہی کام بند کر دینا کیا حکومت کی ایسی کوئی ایسی وجہ ہے کہ بغیر فیصلہ کئے ہوئے کسی کام کو بند کر دینا یہ کہاں کا اصول ہے ؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ ابھی فیصلہ 78 کو ہوا ہے اور 74 سے 87 تک یعنی چار سال جو بچوں کے وظائف بند کئے گئے ہیں ان کا میں چاہتا ہوں کہ معقول جواب فرمائیں۔ جی۔

وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! میں جناب فاضل رکن کو سمجھاتا ہوں کہ اصل میں اس پر غور ہو رہا تھا اور یہ فیصلہ 16 اگست 1978 کو ہوا ہے۔

This is with retrospective effect from 1974.

اور 1974ء سے فیصلہ ہونے تک کوئی وظائف نہیں دیئے گئے کیونکہ یہ معاملہ زیر غور تھا۔ pending اور جب فیصلہ ہوا تو It was with retrospective effect from 1974 ہوا کیونکہ 1974ء میں سے میٹرک کی تعلیم مفت ہو چکی تھی۔

جناب محمد رفیق: ضمنی سوال۔ جناب سپیکر! اس سوال کے جزو(ب) میں یہ توضیح کی گئی ہے کہ چونکہ میٹرک تک تعلیم مفت کر دی گئی تھی اس لئے 1978ء میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان کے وظائف نہ دیئے جائیں یا بند کر دیئے جائیں' جناب سپیکر! میرا سوال ہے کہ میٹرک تک مفت تعلیم سے وزیر موصوف کا کیا مطلب ہے کیونکہ ہمیں تو میٹرک تک کوئی ایسی تعلیم مفت نظر نہیں آتی ہے تو کیا وزیر موصوف میٹرک تک مفت تعلیم کی وضاحت فرمائیں گے ؟

وزیر سیاحت و ثقافت: جناب والا! میرے خیال میں یہ عوام کی بات نہیں ہے یہ سرکاری افسران کی بات ہے سرکاری ملازمین کی بات ہے سارے سرکاری ملازمین کے بچوں کے لیے میٹرک تک تعلیم مفت ہے یہ سرکاری ملازمین کی بات ہے یہ عوام کی بات نہیں ہو رہی۔ آپ اس بات کو سمجھ نہیں رہے۔

میاں ممتاز احمد متیانہ: جناب سپیکر! میں اپنے خوبرو وزیر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جریدی سرکاری ملازمین اور غیر جریدی سرکاری ملازمین میں کیا فرق ہے۔ اگر کوئی فرق ہے تو سوال میں جریدی سرکاری ملازمین کا ذکر ہے۔ اور جواب میں غیر جریدی سرکاری ملازمین کا ذکر ہے۔ اس میں کیا فرق ہے اور اسکی تفاوت کی وجہ کیا ہے ؟

وزیر جنگلات: گزیٹڈ اور نان گزیٹڈ۔

میاں ممتاز احمد متیانہ: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ وزیر موصوف میرا سوال سمجھے نہیں ہیں۔ میرا سوال یہ ہے "کہ جریدی سرکاری ملازمین کے ان بچوں کو جو پرائمری تا مڈل کلاسوں میں تعلیم حاصل کرتے تھے 1962ء سے 1974ء تک بنود لینٹ فنڈ سے وظیفے دیئے جاتے رہے ہیں "کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ 1974ء کے بعد مذکورہ وظائف بند کر دیئے گئے " جواب میں صرف غرجریدی ملازمین کے بارے میں جو پالیسی وضع کی گئی اس کا ذکر کیا گیا ہے جریدی سرکاری ملازمین کا ذکر تک نہیں ہے - جو کہ سوال کی اصل روح ہے - کیا اس فرق کی کوئی خاص وجہ ہے۔

جناب سپیکر: یہ سوال درست ہے کہ سوال جریدی ملازمین کے بارے میں ہے اور جواب غیر جریدی ملازمین کے بارے میں ہے -

وزیر جنگلات: اس میں ایک غلطی ہے یہ جریدی کی بات ہے -

جناب سپیکر: یہ غیر جریدی غلط لکھا گیا ہے -

وزیر جنگلات: یہ طباعت کی غلطی ہے - یہ جریدی ملازمین کی بات ہو رہی ہے۔ جریدی ملازمین کے متعلق سوال ہوا ہے -

جناب سپیکر: یہ تصحیح ہوگئی ہے - جناب جنجوعہ ضمنی سوال کریں گے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب سپیکر! سوال کے جزو(ب) کے جواب میں جناب وزیر موصوف نے یہ بتایا ہے کہ بہبود فنڈ بنیادی طور پر متوفی سرکاری ملازمین کے خاندانوں کے لیئے ہوتا ہے ۔ اگر یہ درست ہے تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ غیر جریدی ملازمین کے بچوں کو میٹرک کے بعد تعلیم جاری رکھنے کے لیئے وظائف کس فنڈ سے دیئے جا رہے ہیں۔

وزیر جنگلات : غیر جریدی ملازمین کے لئے اگر یہ نیا سوال دے دیں تو میں بتادوں گا یہ تو جریدی ملازمین کے متعلق پوچھا گیا ہے غیر جریدی ملازمین کے متعلق نہیں پوچھا گیا۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جواب میں بتایا گیا ہے کہ جریدی ملازمین کے بچوں کو وظائف نہیں دیئے جا رہے البتہ غیر جریدی ملازمین کے بچوں کو وظائف دیئے جا رہے ہیں یہ جواب کے جزو(ب) میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے ۔

جناب سپیکر: یہ درست ہے کہ جواب کے جزو(ب) میں ہے " البتہ غیر جریدی ملازمین کے بچوں کو میٹرک کے بعد تعلیم جاری رکھنے کے لئے وظائف دیئے جاتے ہیں "۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! آپ کو ایک تجویز دینا چاہتا ہوں۔ اگر یہ ممکن ہوسکے آپ کو آپ کے خصوصی اختیارات میں تو وزیر موصوف کی جگہ ان کے جو سیکرٹری ہیں جو ان کو جوابات لکھ کر بھیج رہے ہیں اور وہ ان کے جوابات دے دیں تو میرے خیال میں زیادہ مناسب ہوگا۔

جناب سپیکر: سردار صاحب اس میں جو بات غلط فہمی پیدا کر رہی ہے وہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ مغالطہ اس میں یہ ہے کہ طباعت غلط ہوئی ہے - میرے دفتر نے مجھے بتایا ہے کہ یہ دراصل " غیر جریدی " ہے - یہ جواب جس میں " غیر جریدی " درج ہے یہ درست ہے - جو پہلے آپ نے کہا ہے وہ صحیح نہیں تھا۔ یہ " غیر جریدی " جواب درست ہے۔ اس میں جو اوپر سوال ہے یہ غلط چھپ گیا ہے - یہ " جریدی " چھپ گیا ہے۔ حالانکہ یہ " غیر جریدی " تھا۔ اس کے عنوان میں بھی " غیر جریدی " ہے اور یہ سوال غیر جریدی ملازمین کے لیے ہے جریدی ملازمین کے لئے نہیں ہے ۔"

وزیر جنگلات : یہی میں نے کہا ہے ۔

جناب سپیکر: اوپر سوال میں طباعت کی غلطی ہے۔ اب آپ کی جنجوعہ صاحب تسلی ہوگئی ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے اگر ان کے جواب کے

مطابق "کہ بہبود فنڈ بنیادی طور پر متوفی سرکاری ملازمین کے خاندانوں کی بہبود کے لیئے ہے" پھر غیر جریدی ملازمین کے بچوں کو میٹرک کے بعد تعلیم جاری رکھنے کے لیے وظائف کس فنڈ سے دیئے جا رہے ہیں۔ بہبود فنڈ متوفی سرکاری ملازمین کی بہبود کے لیئے ہے۔

جناب سپیکر: کیا یہ سوال درست ہے کہ کس فنڈ سے ان کو وظائف دیئے جاتے ہیں؟

وزیر جنگلات: جناب والا! غیر جریدی ملازمین کے بچوں کے لیے وظائف کے مسئلہ پر صوبائی فنڈ برائے بہبود فنڈ کے 16 اگست 1978ء کے اجلاس میں غور کیا گیا۔ بورڈ نے فیصلہ کیا کہ چونکہ میٹرک تک تعلیم مفت کر دی گئی ہے لہٰذا ملازمین کے بچوں کو وظائف دینے کا جواز نہیں ہے۔ "غیر جریدی ملازمین کو اس فنڈ سے کوئی وظائف نہیں دیا جاتا۔ یہ تو واضح ہے نان گزیٹیڈ افسر کو وظائف بنوولینٹ فنڈ سے نہیں دیئے جاتے۔

جناب سپیکر: سردار صاحب اس سوال کا جو جواب ہے اس کے جواب کے جزو(ب) کی آپ چوتھی سطر پڑھیئے۔ "البتہ غیر جریدی ملازمین کے بچوں کو میٹرک کے بعد تعلیم جاری رکھنے کے لیے وظائف دیئے جاتے ہیں" یہ آپ کا جواب ہے۔ جناب جنجوعہ ضمنی سوال میں پوچھنا یہ چاہتے ہیں کہ یہ کون سے فنڈ سے وظائف دیئے جاتے ہیں۔ یہ آسان سی بات ہے جنجوعہ صاحب یہی آپ پوچھنا چاہتے ہیں

وزیر جنگلات: جناب والا! اسی بنوولینٹ فنڈ سے۔

جناب سپیکر: بنوولینٹ فنڈ سے دیئے جاتے ہیں۔

وزیر جنگلات: میٹرک سے پہلے نہیں میٹرک کے بعد۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جواب میں لکھتے ہیں "کہ بہبود فنڈ بنیادی طور پر سرکاری ملازمین کی بہبود کے لیئے ہے" جو مر جاتے ہیں ان کی بہبود کے لیے ہیں زندہ لوگوں کے بچوں کو اس سے کیسے وظائف دیئے سکتے ہیں؟

وزیر جنگلات: یہ تجویز ہے ضمنی سوال نہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! بہبود فنڈ سے متوفی سرکاری ملازمین کے لیئے مختص ہے

تو اس میں سے آپ زندہ لوگوں کے بچوں کو کیسے وظائف دے سکتے ہیں۔

وزیر جنگلات: جناب والا! وہ سمجھے نہیں ہیں۔ اگر اس سوال کو پورا پڑھ لیں تو غیر جریدی ملازمین کے بچوں کو میٹرک تک کوئی وظائف نہیں ملتا اور میٹرک کے بعد وظائف اسی فنڈ سے ملتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! یہ فنڈ متوفی سرکاری ملازمین کے لیے مخصوص ہے۔

جناب سپیکر: یہ صحیح بات ہے۔ جنجوعہ صاحب کی بات دراصل صحیح ہے۔ یہ جواب غیر واضح ہے۔ ایک جگہ یہ لکھا گیا ہے۔ جواب کے جزو(ب) کی تیسری سطر ہے "کہ بہبود فنڈ بنیادی طور پر متوفی سرکاری ملازمین کے خاندانوں کی بہبود کے لیے ہے" آگے آپ سطر نمبر 4 میں لکھتے ہیں "البتہ غیر جریدی ملازمین کے بچوں کو میٹرک کے بعد تعلیم جاری رکھنے کے لیئے وظائف دیئے جاتے ہیں" اس میں تضاد ہے۔

وزیر جنگلات: جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ غیر جریدی ملازمین کے بچوں کے لیے وظائف کے مسئلہ پر صوبائی بورڈ برائے بہبود فنڈ کے 16 اگست 1978ء کے اجلاس میں غور کیا گیا۔ بورڈ نے فیصلہ کیا کہ چونکہ میٹرک تک تعلیم مفت کر دی گئی ہے لہذا ملازمین کے بچوں کو وظائف دینے کا کوئی جواز نہیں۔

> "..... اور یہ کہ بہبود فنڈ بنیادی طور پر متوفی سرکاری ملازمین کے خاندانوں کے بہبود کے لیئے ہے۔ مذکورہ وظائف کو دوبارہ جاری کرنے کی کوئی سکیم حکومت کے زیر غور نہیں ہے۔"

یہاں تک میٹرک کی بات ہے۔ آگے اور ہے:

> "..... البتہ (انہی) غیر جریدی ملازمین کے بچوں کو میٹرک کے بعد تعلیم جاری رکھنے کے لیئے وظائف دیئے جاتے ہیں"

میٹرک سے پہلے کوئی وظائف نہیں ہیں۔ میٹرک کے بعد اسی فنڈ میں سے نان گزیٹیڈ ملازمین کو وظائف دیے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں یہ یوں ہے کہ میٹرک سے پہلے صرف متوفی سرکاری ملازمین کے بچوں کے لیئے ہے اور میٹرک کے بعد دیگر سرکاری ملازمین کے بچوں کے لیئے وظائف دیئے جاتے ہیں۔

وزیر جنگلات: جی ہاں

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز! چودھری محمد صدیق صاحب کا ضمنی سوال ہے۔

چودھری محمد صدیق: جناب والا! میں ایک تجویز دیتا ہوں کہ میں کچھ نہ جانوں' میں کچھ نہ جانوں۔ اور دوسرا بولتا ہے۔ جو تیرا حال سو میرا حال۔ اس پر آگے جناب خود غور فرمالیں۔ وہی بات ہے میں کچھ نہ جانوں میں کچھ نہ جانوں۔ وہ کہتا ہے' جو تیرا حال' جو تیرا حال سو میرا حال (قہقہے)

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! وزیر موصوف کا جواب کچھ یوں ہونا چاہیے تھا کہ ہم ٹھہرے جنگل کے بادشاہ۔ چاہے انڈے دیں۔ چاہے بچے دیں۔ (قہقہے)

سرکاری ملازمتوں میں معذور افراد کے کوٹہ کی تخصیص

☆614- **سردار الطاف حسین** - کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے امتحان مقابلہ 1985ء برائے تقرری ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز و سیکشن آفیسرز میں معذور افراد کی ہر کیٹیگری کے لئے کتنی آسامیاں مختص کی گئی تھیں اور ان پر کتنے امیدواروں (معذور افراد) کو تعینات کیا گیا ہے۔

(ب) اگر جزو(الف) کا جواب نفی میں ہے تو محکمہ امور ملازمت و انتظام عمومی کی چھٹی نمبر ایس۔ او۔ آر تھری 1-39 / 79 مورخہ 28 دسمبر 1983ء اور چھٹی نمبر ایس۔ او۔ آر (ایس اینڈ جی اے ڈی) 16-4 / 85 مورخہ 31 دسمبر 1983ء پر عمل در آمد نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں اور کیا حکومت ان احکامات پر عمل در آمد کرنے کو تیار ہے تو کب تک؟

وزیر جنگلات (سردار عارف رشید)

(الف) **پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ امتحان مقابلہ 1985ء برائے تقرری اکسٹرا اسسٹنٹ** کمشنرز و سیکشن آفیسرز میں معذور افراد کے لئے کوئی آسامی مختص نہیں کی گئی تھی۔ لہذا کسی معذور فرد کے امتحان مقابلہ میں 1985ء کے نتیجہ میں تقرری نہیں کی گئی۔

(ب) محکمہ امور ملازمت و انتظام عمومی کی چھٹی نمبر ایس او آر (III) 1-39 / 79' مورخہ 28 دسمبر 1983 سروس ریکروٹمنٹ رولز میں ایک ترمیم ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جن محکموں میں ایک سال کے دوران سو (100) سے کم ملازمین بھرتی نہیں کئے جاتے ان میں ایک فیصد

آسامیاں معذور افراد کی دی جائیں۔ جہاں تک چھٹی نمبر ایس او آر(ایس اینڈ جی اے ڈی) 4-16 / 85 مورخہ 31 دسمبر 1983ء (اصل میں یہ چھٹی 31 مارچ 1985ء کی ہے) کا تعلق ہے اس میں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ ہر محکمہ پبلک سروس کمیشن یا ایمپلائمنٹ ایکسچینج کو آسامیاں بھیجتے وقت خاص طور پر معذور افراد کے لیے ایک فیصد آسامیاں کل تعداد ملازمین (ٹوٹل کیڈر سٹرنتھ) کی بنیاد پر مختص کرے گا۔ چونکہ یہ ہدایات مارچ 1985ء میں جاری ہوئی تھی۔ لہذا امتحان مقابلہ 1985ء برائے تقرری ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز و سیکشن آفیسر میں معذور افراد کے لیے آسامیاں مختص نہ ہوسکیں۔ کیونکہ پبلک سروک کمیشن کومقابلہ کے امتحان کی بنیادوں پر تقرریاں کرنے کی ہدایت نومبر 1984ء میں جاری ہوچکی تھیں۔ بہرحال حکومت ان ہدایات پر عمل درآمد کر رہی ہے۔ امسال امتحان مقابلہ میں معذور افراد کے لیے آسامیاں مختص کرکے پبلک سروس کمیشن کو ضروری ہدایات جاری کی جاچکی ہیں۔

حکومت کی جاری کردہ ہدایات بابت معذور افراد کے لیے ایک فیصدیہ تناسب کل تعداد ملازمین پر عمل کرتے ہوئے امتحان مقابلہ میں 1986ء برائے تقرری ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز و سیکشن آفیسر میں معذور افراد کے بالترتیب ایک' ایک آسامیاں مختص کی گئی ہیں۔ آرڈیننس اور مابعد جاری ہونے والی ہدایات کی روشنی میں معذور افراد جو قابلیت عمر و دیگر شرائط پر پورے اترتے ہوں گے اور امتحان پاس کرلیں گے ان مختص شدہ آسامیوں پر تقرر حاصل کرلیں گے۔

سردار الطاف حسین : کیا وزیر موصوف یہ وضاحت فرمائیں گے کہ امتحان منعقدہ 1985ء برائے تقرری ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز و سیکشن آفیسرز کس تاریخ کو منعقد ہوا تھا ؟

وزیر جنگلات: سوال کی سمجھ نہیں آئی۔

جناب سپیکر: سردار صاحب' آپ اپنے سوال کو دھرائیے گا۔

سردار الطاف حسین : کیا وزیر موصوف یہ وضاحت فرمائیں گے کہ امتحان مقابلہ 1985ء برائے تقرری ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز و سیکشن آفیسرز کس تاریخ کو ہوا تھا ؟

وزیر جنگلات: کس چیز کا مقابلہ ؟

جناب سپیکر: سوال یہ ہے۔

" پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے امتحان مقابلہ 1985ء برائے تقرری ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز و سیکشن آفیسر میں معذور افراد کی ہر category کے لیے کتنی آسامیاں مختص کی گئی تھیں......"

اب ان کا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ مقابلے کا امتحان جو 1985ء میں ہوا' یہ کس تاریخ کو ہوا۔

وزیر جنگلات: تازہ سوال دیں۔ مجھے تاریخ کا اس وقت علم نہیں۔

جناب سپیکر: سرادر صاحب' اس کے لیے آپ تازہ سوال کریں۔

سرادر الطاف حسین: جناب والا! انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا ہے:

" ..... لہٰذا امتحان مقابلہ 1985ء برائے تقرری ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز و سیکشن آفیسرز میں معذور افراد کے لیے آسامیاں مختص نہ ہو سکیں۔ کیونکہ پبلک سروس کمیشن کو مقابلے کے امتحان کی بنیاد پر تقرریاں کرنے کی ہدایت نومبر 1974ء میں جاری ہو چکی تھیں...."

اس لئے انہیں تاریخ کا تو علم ہونا چاہیے۔ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ معذور افراد کے لیے 31 مارچ 1985ء کو ایک نوٹیفیکشن جاری کیا گیا تھا کہ معذور افراد کو ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز و سیکشن آفیسرز کی آسامیوں میں حصہ دیا جائے۔

جناب سپیکر: اس سوال کو پھر دہرائیے گا۔

سردار الطاف حسین: ان کے جواب کی روشنی میں ان سے میں نے دریافت کیا تھا کہ وزیر موصوف ہمیں یہ وضاحت فرمائیں گے کہ امتحان مقابلہ 1985ء برائے تقرری ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز و سیکشن آفیسرز کس تاریخ کو ہوا تھا؟

جناب سپیکر: یہ تو سوال ہو گیا آپ کا کوئی دوسرا ضمنی سوال ہے؟

سردار الطاف حسین: دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا حکومت 1 سے 15 سکیل تک کی ملازمتوں میں بھی معذور افراد کو حصہ دینے کا پروگرام رکھتی ہے؟ ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز و سیکشن آفیسرز کے متعلق تو انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ ہم نے 31 مارچ 1985ء کو نوٹیفیکشن جاری کر دیا تھا۔

جناب سپیکر: جی ہاں! اب آپ کا سوال ہے کہ 1 سے 15 سکیل تک بھی حکومت معذور افراد کے

لیے سیٹیں مخصوص کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں ؟

وزیر جنگلات : قواعد و ضوابط کے مطابق معذور افراد کے لیے ہر گریڈ میں کل آسامیوں کا ایک فی صد کوٹا مخصوص ہے ۔ تمام گریڈوں میں ایک فی صد سیٹیں مخصوص ہیں۔

جناب محمد رفیق : ضمنی سوال۔ جناب سپیکر! سوال کے جز "ب" کے جواب میں واضح طور پر درج ہے کہ ایس اینڈ جی اے ڈی کی چھٹی مورخہ 28 دسمبر 1983ء میں قواعد ملازمت میں ترمیم کر دی گئی ہے ۔ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ہر محکمے میں معذور افراد کی آسامیاں مخصوص کی جائیں۔ پھر آگے وہ لکھتے ہیں کہ 31 دسمبر 1983ء کو یہ واضح طور پر ہر محکمے کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ دفتر روزگار کے ذریعے آسامیاں بھیجتے وقت ان کو ہدایت کریں کہ معذور افراد کی آسامیوں کو مخصوص کیا جائے۔ جناب سپیکر! اس سوال کے جزو " الف " میں جو کہا گیا ہے کہ اس امتحان کے ذریعے سے معذور افراد کے لیے تو نہ کوئی آسامی مخصوص کی گئی تھی اور نہ ہی ان کی تعیناتی کی گئی ہے ۔ تو میرا سوال یوں ہے کہ جب حکومت کو پہلے سے یہ ہدایات دی جا چکی ہے اور ان کے اپنے جواب میں چٹھیوں کے نمبر اور تاریخیں بھی موجود ہیں تو معذور افراد کے لیے کوٹا کیوں مخصوص نہیں کیا گیا ؟

وزیر جنگلات : دراصل کوٹا مخصوص تھا۔۔۔۔ آپ ذرا میری بات غور سے سنیں تو شاید آپ کو سمجھ میں آ جائے۔ پھر شاید آپ انڈوں اور بچوں والی بات نہ کریں (قہقہے) اگر غور سے سنیں گے تو شاید آپ کو سمجھ آ جائے۔

جناب والا! ہر دفتر روزگار کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ معذور افراد کے لیے درخواستیں لیں اور اشتہار بھی دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ہر گریڈ کے لوگوں کا کوٹہ مخصوص کر دیا تھا۔ جس عرصے کا انہوں نے ذکر کیا ہے' اس میں معذور افراد کی درخواستیں موجود نہ تھیں۔ اب جس جس طرح درخواستیں آتی جاتی ہیں' اس طرح ان کی تقرری کرتے رہتے ہیں۔ ایک فی صد کوٹا ہر محکمہ میں اور ہر گریڈ میں ہے ۔

سرکاری ملازمین کے خلاف محکمانہ کارروائی

☆ 636- جناب خوشحال محمد ڈوگر - کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ سرکاری ملازمین کے خلاف محکمہ انسداد رشوت ستانی کے ذریعہ

تحقیقات کرنے کے لیے جو کیٹیاں تشکیل دی جاتی ہیں۔ ان کے مندرجہ ذیل چیئرمین ہوتے ہیں۔

(1) گریڈ 1 تا 10 کے ملازمین کے لیے متعلقہ ضلع کا ڈپٹی کمشنر

(2) گریڈ 11 تا 16 کے ملازمین کے لیے متعلقہ ڈویژن کا کمشنر

(3) گریڈ 17 تا 20 کے ملازمین کے لیے صوبائی چیف سیکرٹری

(ب) آیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ انٹی کرپشن جن ملازمین کے خلاف تحقیقات کرتا ہے اس کی رپورٹ پر متعلقہ چیئرمین نے یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ آیا کے اس خلاف عدالتی چارہ جوئی کی جائے یا محکمانہ کارروائی کی جائے۔

(ج) اگر جزو(الف) اور (ب) کا جواب اثبات میں تو 1983 ء سے 1984ء تک کتنے سرکاری ملازمین کے خلاف عدالتی چارہ جوئی اور محکمانہ کارروائی کی گئی ہے اور ان کے فیصلے کیا ہوئے۔ نیز جن ملازمین کے خلاف کارروائی کی گئی اور ان پر جرم ثابت ہوگئے ان میں سے کتنے ملازمین ترقی یاب ہوئے۔

(د) آیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ انٹی کرپشن کا ڈائریکٹر پہلے ڈی۔ آئی - جی پولیس ہوتا تھا۔ اب ڈپٹی کمشنر کے عہدہ کا ڈائریکٹر ہوتاہے اگر ایسا ہے تو 1983ء تا 1985ء کے دوران محکمہ کے دونوں سربراہان کا بلحاظ کارکردگی انسداد رشوت ستانی پر کیا اثر پڑا ہے -

(ہ) آیا یہ بھی درست ہے کہ سرکاری گاڑیوں کو نجی طور پر استعمال کرنے پر پابندی ہے -

(و) اگر جزو (ہ) کا جواب اثبات میں ہے تو 85-1983ء عرصہ میں دوران صوبہ بھر میں محکمہ انٹی کرپشن نے سرکاری گاڑیاں نجی طور پر استعمال کرنے والے کتنے ملازمین کے خلاف کارروائی کی ہے اور ان کی مکمل تفاصیل کیا ہیں۔

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید):

(الف) تنظیم نو 3 مئی 1985ء سے قبل تک سوال میں درج صورت حال درست ہے -

(ب) تنظیم 23 مئی 1985ء سے قبل تک سوال میں درج صورت حال کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔

(ج) سوال جزو (الف) اور (ب) کا جواب سابقہ قوانین کے تحت اثبات میں ہے 1983ء سے 1985ء تک کے عرصہ میں 3889 سرکاری ملازمین کے خلاف عدالتی کارروائی کی گئی۔ جن میں

سے 1557 ملازمین کے مقدمات کے فیصلے ہوئے جن میں سے 242 ملازمین سزا یاب ہوئے۔ اسی عرصہ میں 1117 سرکاری ملازمین کے خلاف محکمانہ کارروائی کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جن میں سے 165 ملازمین کے خلاف محکمانہ کارروائی کی تکمیل ہوئی اور 42 ملازمین سزا یاب ہوئے۔ جہاں تک سزا یاب ہونے والے سرکاری ملازمین کی ترقی پانے کا تعلق ہے باقاعدہ سزا یاب ہونے والے کسی سرکاری ملازم کو سزا کے بعد ترقی نہیں دی گئی۔

(د) کیونکہ 1983ء سے 1985ء کے دوران محکمہ کے سربراہان صرف سول سروس کے افسران ہی تعینات رہے لہٰذا اس عرصہ کے لیے ان کی کارکردگی کا پولیس سروس کے ڈائریکٹر کی کارکردگی سے تقابل نہیں کیا جاسکتا۔

(ھ) سرکاری گاڑیوں کے بلا معاوضہ نجی استعمال پر پابندی ہے۔

(و) 1983ء تا 1985ء کے دوران 386 سرکاری گاڑیاں بظاہر نجی طور پر استعمال ہوتے ہوئے پائی گئیں۔ جن سے 47 گاڑیوں کے بارے میں وفاقی تحقیقاتی ادارہ کو ضروری کارروائی کے لئے لکھا گیا ۔ کیونکہ گاڑیاں وفاقی حکومت کی تھیں۔ بقیہ 339 گاڑیاں صوبائی محکمہ جات یا ایسے خودمختار اداروں سے متعلق تھیں جو صوبائی حکومت کے ماتحت ہیں۔ لہٰذا ان کے بارے میں متعلقہ محکمہ جات کے سربراہان کو اطلاع دی گئی۔

جناب سپیکر: سوال نمبر 636 پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ ضمنی سوالات

میاں ممتاز احمد قتیانہ : جناب سپیکر! اس سوال کے آخری جزو میں ہے اگر جز (ھ) کا جواب اثبات میں ہے تو 85-1983ء عرصہ کے دوران صوبہ بھر میں محکمہ انٹی کرپشن نے سرکاری گاڑیاں نجی طور پر استعمال کرنے والے کتنے ملازمین کے خلاف کارروائی کی ہے اور انکی مکمل تفصیل کیا ہیں۔ لیکن جواب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ کیونکہ کچھ گاڑیاں وفاقی حکومت کی تھیں بقیہ 339 گاڑیاں صوبائی محکمہ جات یا ایسے خود مختار اداروں سے متعلق تھیں جو صوبائی حکومت کے ماتحت ہیں۔ لہٰذا ان کے بارے میں متعلقہ محکمہ جات کے سربراہان کو اطلاع دی گئی۔ جبکہ جواب میں ان ملازمین کا ذکر ہے اور پوچھا گیا ہے کہ کتنے ملازمین کے خلاف کارروائی ہوئی ہے ۔ کیا میں وزیر موصوف سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ محکمہ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کے متعلقہ حکام نے ہمارے ان سوالات کو غیر سنجیدگی سے نوٹ کیا ہے انکے جوابات قطعاً کسی قسم کی سنجیدگی نظر نہیں آتی کوئی متعلقہ ممبران نے جو کوائف پوچھے ہیں انکا

جواب نہیں دیا گیا اسکی کیا وجہ ہے۔

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے اس سوال کا جواب درست نہیں اور سوال کے مطابق جواب نہیں ہے۔

وزیر جنگلات: اگر آپ مجھے اجازت دیں تو اسی سیشن میں اس کا جواب دے دیا جائے گا۔

میاں فضل حق: جناب سپیکر! اس سے پہلے بھی وزیر صاحب کی طرف سے اسی قسم کا جواب آیا تھا کہ اسی سیشن میں جواب دیا جائیگا اور اب دوبارہ بھی یہی بات دہرائی جا رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ سوالات کے جوابات صحیح کیوں نہیں آرہے ہیں۔ اصل بات تو یہ دیکھنا ہے کہ ان کو نظرانداز کیوں کیا جا رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ جوابات آنے چاہئیں۔ اس ایوان میں حقائق کا پتہ لگے۔ اور ہم لوگ اس پر بحث کر سکیں۔ ہم لوگ عوام کے نمائندے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہمیں حقائق کا پتہ لگ سکے۔ اب تین دن باقی رہ گئے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کا صحیح جواب اسی سیشن میں آسکے

جناب سپیکر: یہ بات درست ہے کہ اس سوال کا جواب آج ہی ایوان میں آنا چاہیئے اور اگلے وقفہ سوالات میں جو صاحب اگر ضمنی سوال کرنا چاہئیں تو وہ بھی کر سکیں گے اور آئندہ سوالات کے جوابات اس انداز سے آنے چاہیں۔ یہ ممبر کا حق ہے کہ جو وہ سوال کریں انکے صحیح جوابات دیئے جائیں۔

سرکاری افسران کے تصرف میں کاروں کی تعداد

☆659- **جناب انور الحق پراچہ۔** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

صوبہ پنجاب میں گریڈ 19 تا 22 افسران کی کل تعداد کیا ہے اور مذکورہ افسران کے تصرف میں کتنی سرکاری کاریں ہیں نیز ان میں 1985ء - 1984ء کی کتنی کاریں ہیں ۔

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

صوبہ پنجاب میں گریڈ 19 تا 22 کے افسران کی کل تعداد تقریباً 1255 ہے۔ جن کے تصرف میں 377 سرکاری کاریں ہیں۔ ان میں سے 73 کاریں 1984ء ماڈل کی 74 کاریں 1985ء ماڈل کی ہیں۔

کلرکوں اور گن مینوں کے لئے سپیشل تنخواہ کی عطائیگی

☆ 692- میاں محمود احمد - کیا وزیراعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

کیا یہ حقیقت ہے کہ تمام وزراء کرام کے پرسنل سٹاف کو سپیشل تنخواہ ملتی ہے - لیکن کلرکوں اور گن مینوں کو مذکورہ سٹاف کے ساتھ مل کر کام کرنے میں سپیشل تنخواہ نہیں ملتی۔ اگر ایسا ہے تو اس کیا وجوہ ہیں اور کیا حکومت مذکورہ کلرکوں اور گن مینوں کو بھی سپیشل تنخواہ دینے کے لیے تیار ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہ ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

وزراء کرام کے پرسنل سٹاف کو مندرجہ ذیل شرح سے سپیشل تنخواہ ملتی ہے -

-1	پرائیویٹ سیکرٹری (بی پی ایس - 16)	200	روپے ماہوار
	پرائیویٹ سیکرٹری (بی پی ایس - 17)	250	روپے ماہوار
-2	پی - اے	100	روپے ماہوار
-3	قاصد	20	روپے ماہوار
-4	نائب قاصد	15	روپے ماہوار
-5	گن مین (کانسٹیبل)	20	روپے ماہوار

وزراء کرام کے ڈرائیور کو 200 روپے ماہوار کی شرح سے اوور ٹائم الاؤنس ملتا ہے -

کلرکوں کو جو وزراء کرام کے ساتھ کام کرتے ہیں کوئی سپیشل تنخواہ نہیں ملتی۔ حال ہی میں ان کلرکوں کی ایک عرضداشت موصول ہوئی ہے' جس میں انہوں نے سپیشل تنخواہ کی استدعا کی ہے - یہ عرضداشت حکومت کے زیر غور ہے۔

میں ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آخر میں سوال کے متعلق ہے کہ کلرکس کو کچھ نہیں دیا جاتا اب انکو بھی 50 روپے ماہوار دیئے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: سردار صاحب اس پر کوئی ضمنی سوال نہیں ہے -

MINISTER FOR FOREST: The answer to this question was read and it was my duty to point out the facts.

جناب سپیکر: چودھری محمد اعظم چیمہ

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ایڈیشنل سیشن ججوں کی تقرری میں قواعد کی خلاف ورزی کی تحقیقات

☆ 780- چودھری محمد اعظم چیمہ - کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ 1977ء کے قواعد کی رو سے ایڈیشنل سیشن ججوں کی دو تہائی آسامیاں ان سول ججوں میں سے بذریعہ ترقی پر کی جانی چاہئیں جن کی مدت ملازمت 5 سال ہو چکی ہو اور ایک تہائی آسامیاں براہ راست بھرتی یا ان وکلاء میں سے پُر کی جانی چاہئیں جن کی پریکٹس 10 سال ہو اور جن کی سفارش ہائی کورٹ نے کی ہو۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ بالا قواعد کے نفاذ سے ہنوز دو تہائی کی بجائے صرف پچاس فیصد آسامیاں بذریعہ ترقی کی جاری ہیں۔ 1981

(ج) اگر جزو (الف) و (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو ایڈیشنل سیشن ججوں کی آسامیوں کی تقرری کے قواعد کے خلاف ورزی کی کیا وجوہ ہیں اور کیا حکومت سول ججوں کو ان کا جائز حق مذکور قواعد کے اجراء کی تاریخ سے دینے کو تیار اگر نہیں تو اس کیا وجوہ ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) جی ہاں۔

(ب) جی ہاں۔

(ج) ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن ججوں کی پچاس فیصد آسامیاں بذریعہ ترقی اور پچاس فیصد براہ راست وکلاء صاحبان کی بھرتی سے پر کی جا رہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے عدالت عالیہ نے 2/3 برائے ترقی 3 / 1 براہ راست بھرتی کے کوٹہ سے اتفاق نہ کیا - اور 50 / 50 آسامیاں عدالت عالیہ کی سفارشات کے مطابق پر کی جا رہی ہیں۔ قواعد مرتب کرنے والی کمیٹی نے بھی عدالت عالیہ کی سفارشات سے اتفاق کیا اور گورنر پنجاب نے اس کے مطابق تقرریاں کیں اور ترقی عطا کی۔ اب مذکورہ قواعد میں بھی ترمیم کی جا رہی ہے -

چودھری محمد اعظم چیمہ : کیا وزیر موصوف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ سوال کے جواب میں فاضل وزیر صاحب نے اثبات میں دیا ہے۔ کیا یہ اس بات کی وضاحت فرمائیں گے کہ یہ غیر قانونی کی گئی ہے اسکی کیا وجوہات ہیں اور اس غیر قانونی بات کو دور کرنے کے لیے کونسے انہوں نے اقدامات کئے ہیں؟

وزیر جنگلات: جناب والا! قانون کے مطابق دو تہائی حصہ ترقی اور ایک تہائی حصہ براہ راست بھرتی کی جاتی ہے اس روڈ کو ہائی کورٹ نے یہ کہا ہے کہ اس رول کو ترمیم کیا جائے اور 50 /,50 کے مطابق کی جائیں لہٰذا اس رول کو ترمیم کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات ختم ہو گیا ہے۔

وزیر جنگلات: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کے میز پر رکھے گئے)

سول ججوں' ایڈیشنل سیشن ججوں اور سیشن ججوں کو موو اوور کی سہولت کی فراہمی

☆781- **چودھری محمد اعظم چیمہ** - کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ اساتذہ' انجینئروں' ڈاکٹروں اور زرعی ماہرین کو ٹیکنیکل پیشہ ورانہ سروس میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور انہیں مو اوور کی سہولت دی گئی ہے

(ب) کیا یہ درست ہے کہ قانون کی ڈگری بھی پیشہ ورانہ تعلیم میں شمار ہوتی ہے۔

(ج) کیا یہ حقیقت ہے کہ سول ججوں' ایڈیشنل ججوں' اور سیشن ججوں کی آسامیوں کے لئے قانون کی ڈگری کی شرط مقرر ہے۔

(د) اگر جزو (الف) تا (ج) کا جواب اثبات میں ہے کیا حکومت قانون اور انصاف کے ماہرین کو جو موو اوور کے مقاصد کے لئے ٹیکنیکل - پیشہ ورانہ ملازمت میں سہولت کے مستحق ہیں۔ انہیں بھی ٹیکنیکل / پیشہ ملازمت میں شامل کرنے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کیا وجوہ کیا ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) جی ہاں

(ب) جی ہاں

(ج) یہ جزوی طور پر درست ہے۔ کیونکہ قواعد کے مطابق ڈسٹرکٹ و سیشن ججوں کی کچھ آسامیاں ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ کے افسران سے بھی پر کی جاسکتی ہیں۔ جن کے لئے قانون کی

ڈگری کا ہونا لازمی نہیں۔

(د) 28 مئی 1986ء کو جاری ہونے والی ایک وضاحت کے تحت جوڈیشل افسران کو بھی اب (move over) کے لئے "ٹیکنیکل پیشہ ورانہ ملازمت" کے زمرے میں شامل سمجھا جاتا ہے۔

صوبائی محکموں میں فوجیوں کی تعیناتی

☆832 - بیگم نجمہ تابش الوری - کیا وزیر اعلیٰ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

صوبہ پنجاب کے مختلف صوبائی محکموں' میونسپل کارپوریشنوں اور خود مختار و نیم مختار اداروں میں گریڈ 16 اور اس کے اوپر گریڈ کی کس کس سول آسامیوں پر افواج پاکستان سے متعلق کون کون سے افسر اور مجموعی طور پر کتنے افسران اس وقت کام کر رہے ہیں حکومت کس فارمولے' قاعدے اور شرح سے انہیں صوبائی آسامیوں پر متعین کرتی ہے۔ اور آئندہ اس سلسلے میں صوبائی حکومت کیا پالیسی اختیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

صوبہ پنجاب کے مختلف صوبائی محکموں' میونسپل کارپوریشنوں' خود مختار اور نیم خود مختار اداروں میں بی پی ایس 16 اور اس سے اوپر کے سکیلوں کی آسامیوں پر افواج پاکستان سے تعلق رکھنے والے افسروں کے متعلق تفصیلات لف ہیں۔

-2 وفاقی حکومت نے مورخہ 10 فروری 1980ء کو افواج پاکستان کے افسروں کی سول آسامیوں پر تعیناتی کے موضوع پر ہدایات جاری کی تھیں۔ ان ہدایات میں گاہے بگاہے ترامیم بھی ہوتی رہی ہیں۔ مختصراً ان ہدایات کے مطابق مخصوص پیشہ وارانہ گروپ میں مخصوص پے سکیلوں کی دس فیصد آسامیوں پر افواج پاکستان کے افسروں کی تعیناتی کی جاسکتی ہے۔

-3 جہاں تک حکومت پنجاب کا تعلق ہے۔ ابھی تک اس موضوع پر کوئی حتمی پالیسی طے نہیں کی گئی۔ البتہ وفاقی حکومت کی پالیسی سے ایک حد تک رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ اس موضوع پر صوبائی پالیسی وضع کرنے کے لیے حال ہی میں وزیر تعلیم کی سربراہی میں ایک بورڈ کی از سرنو تشکیل کی گئی ہے۔

AGRICULTURE DEPARTMENT

S.No.	Name of Officer	BPS IN WHICH RE EMPLOYED	DESIGNATION.
1.	Lt. Col (Rtd) Muhammad Daud Gul.	19	Director (Marketing).
2.	Naib Sub (Rtd) Manzoor Ahmad	17	Assistant Manager.
3.	L.T.O (Pak Navy) Muhammad Ajmal.	16	Store Officer
4.	Maj. (Rtd) Muhammad Aslam Khan.	19	Addl. Secretary.

EDUCATION DEPARTMENT.

5.	Sub. Muhammad Suleman.	17	Instructor (Urdu).
6.	Naib Sub. Ghulam Rabani.	17	Instructor (English)
7.	Ch. Muhammad Ismail	16	Distt: Sports Organizer

FORESTRY AND WILDLIFE DEPARTMENT.

8.	Maj (Rtd) Manzoor Hussain Shah	18	Adminstrator Lalsuhanra Natioanal Park, B/pur.

HEALTH DEPARTMENT

9.	Lt.Col (Rtd) Muhammad Asghar.	18	Dir. Medical Equipment Repair Workshop, LHR.
10.	Capt. Tahir Naeem.	18	Pathologist, Holy Family Hospital, RWP.
11.	Lt. Col Saleem Ahmad	19	Project Dir. Cardiac Centre, Lahore.
12.	Maj. Muhammad Amin.	20	Prof. of Surgery, Quaid-e-Azam Medical College, Bahawalpur. Selected by PPSC.
13.	Col. M.A. Cheema.	20	Prof. of Cardiac Surgery, E.E.M, LHR. Selected by PPSC.

14.	Capt. Muhammad Shafiq.	18	Asstt. Prof. Bio Chemistry, Quaid-e-Azam Medical College, BWP., Selected by PPSC.

HOME DEPARTMENT

15.	Maj. Qurban Hussain (Rtd).	18	Dy. Dir.Provl. Control Room, Lahore.
16.	Sub (Rtd) Syed Faiz ul Hassan.	18	Transport Officer.
17.	lt. Col. Sultan Haider.	19	OSD, SPecial Branch, Punjab.
18.	Mr. Sarfraz AHmad Mufti. PRR 9657 Capt.	18	Supdt.Central Jail, Rawalpindi
19.	Ch. Muhammad Isa Khan Naik(ASC).	17	Supdt. Distt: Jail, Faisalabad
20.	Maj. (Rtd) Muhammad Saleem.	16	Civil Defence Officer.

HOUSING AND PHYSICAL PLANNING DEPARTMENT

21.	Maj. Munawar Hussain (Rtd)	18	Dy. Dir. (Engg) (Dir.Engg:BS-19). The Officer is on deputation with Labour Department since 7.3.1985.
22.	Lt. Col (Rtd) Ashfaq Ahmad Cheema.	19	Diractor (Admn & Coord) FDA.
23.	Maj. (Rtd) Muhammad Shafique.	18	Dy. Dir(Estate Management) FDA.
24.	Sub (Rtd) Bashir Ahmad Sahi.	16	Administrative Officer (EM) FDA.
25.	Warrant Officer (Rtd) Karam ud Din.	16	-do- (Town Planning) FDA.
26.	Sub. (Rtd) Muhammad Ibrahim.	16	-do- (Town Planning) FDA.
27.	Sqn. Leader (Rtd) M.A Wahid.	18	Dy. Dir.Admn./Traning, LDA.
28	Sub Rtd) Mehr Khan.	17	Security Officer, LDA.
29.	Sub. Maj. (Rtd) Fida Hussain.	16	-do-
30.	Sub (Rtd) Mehdi Khan.	16	Intelligence Officer, LDA.
31.	Lt. Col. (Rtd) Muhammad Farooq Ali Qureshi	19	Direcotr. Multan Dev.Authority.

32.	Maj. (Rtd) Aqil Dad.	18	Dy. Dir. MDA.
33.	Ex-Capt. Ejaz Mehdi Jangua	17	Asstt: Dir. MDA.
34.	Sub (Rtd) Nawaz Khan.	16	Transport Office, MDA.
35.	Lt. Col (Rtd) Khair Muhammad Khan.	18	Dir. Construction-II, WASA FDA.
36.	Sub.(Rtd) Muhammad Shabbir.	17	Security Officer, WASA, FDA.
37.	Sub (Rtd) Abdul Ghani.	16	Admn. Officer WASA FDA.
38.	Col. Rtd) Muhammad Hafeez.	19	Dir (C&I) LDA.
39.	Maj. (Rtd) Tariq Ahmad.	18	Project Manager, LDA.
40.	Maj. (Rtd) Pervaiz Habib Khawaja.	18	Dy. Dir. (Engg), LDA.
41.	Maj. (Rtd) Tariq Pervaiz Loan.	18	Incharge Transport, LDA
42.	Maj (Rtd) Khalid Sharif.	18	Dy. Dir. (Engg), LDA.
43.	Maj (Rtd) Ijaz Ikram.	18	Deputy Director (Engg) LDA.
44.	Capt. (Rtd) Ikram Afzal.	18	Asstt. director (Store) LDA.
45.	Su (Rtd) Fazal Hussain.	16	Rent Officer, LDA.
46.	It. Col (Rtd) Syed Mujtaba. Fixed salary. Rs.2100/-		Project Director, LDA.
47.	Col. Muhammad Zafar.	20	Managing Director WASA FDA.
47.	Brig. Ayaz Ahmad.	21	Managing Dir. WASA, LDA.

INDUSTRIES AND MINDERAL DEV. DEPARTMENT

48.	Lt.Commdr. (Rtd) J.A. Mufti.	18	Snr. Manager (Commr) tektil Div. FIDB Head Office.
49.	Maj (Rtd) G.A. Bhatti.	17	Mangaer (Commr) Sugar Div. PIDB Head Off:
50.	Maj (Rtd) Maratab Ali Shah.	17	Personel Manager, Para, Textile Mills, Bahawalpur
51.	Maj (Rtd)Mehmood Sajjad.	16	Security Officer, Kamalia Sugar Mills, Kamalia.
52.	Capt (Rtd) Nayab Iftikhar.	16	Stores Officer, Kamalia Sugar Mills Rahwali.
53.	Maj. (Rtd) Muhammad Zulfiqar Ali.	17/18	Joint Dir.; Zonal Officer, Lahore.

54.	Maj. (Rtd) Muhammad Nazir.	12	Stores Officer, Harappa Textile Mills, Sahwali.
55.	Capt. (Rtd) M.Muzhar Hameed.	17	Dr. Dir. Small Industries Advisery Service Lahore.
56.	N/Sub. Muhammad Akhtar Cheema.	18	Sr. Counsellor, Small Industries Advisory Service, Lahore.
57.	Sepoy Clk. Muhammad Aslam Janjua.	18	Joint Dir (Finance).
58.	Hav. Clk. MUhammad Iqbal.	16	Asstt. Director.

LABOUR DEPARTMENT

59.	Dr. Col (Rtd) Badar Munir Mirza.	18	Medical Officer.
60.	Dr. Maj. (Rtd) bilquis Nawaz	18	Woman Medical Officer.
61.	Maj (Rtd) Munawar Hussain,	18	Dy. Dir.
62.	Lt. Col. Muhammad Abdullah.	18	Principal.
63.	Sub. Muhammad Latif.	16	Senior Instructor.
64.	N/Sub Muhammad Yasin.	16	-do-
65.	N/Sub. Muhammad Yasin.	16	-do-
66.	N/Sub. Muhammad Shafi.	16	-do-
67.	Hav. Muhammad Habib Ullah.	16	-do-
68.	Mr. Muhammad Mohsin Malik.	16	Dy. Dir(EEs).
69.	Mr. Muhammad Afzal Azad.	18	Deputy Director
70.	Mr. Muhammad Amin Khalid.	17.	Regional Manager
71.	Mr. Muhammad Anwar Bhutta.	16	Manager EES
72.	Mr. Farid Khan.	16	-do- EES
73.	Mr. Manzoor Hussain Bhatti.	16	-do- EES
74.	Mr. Shaukat Ali Shah.	16	-do- -do-

LIVESTOCK & DAIRY DEV. DEPARTMENT.

75.	Mr. Naseer ud Din Harayun Colonel.	20	Managing Director Punjab Dairy Coroporation Ltd. Lahore.

LOCAL GOVT. & RURAL DEV. DEPARTMENT.

76.	Hon. Capt (Rtd) Nazir Ahmad (148474)	16	Administrator Gowala Colony, Harbanspura Lahore

77.	Sub Maj.(Rtd) Muhammad Din (34)	16	-do-Gowal Colony,Rakh. Chandra.
78.	Lt.Col(Rtd)Muhammad Yaqub Khan.		Officer on Special Duty Rs. 2600/- fixed
79.	Capt.Dr.Riaz Hussain Rana.	17	Medical Officer ZC Sargodha.
80.	Capt.Dr.Zaka Ullah.	17	-do-MC Multan.
81.	Capt.Dr.Rajab Ali.	17	-do-MC Sahiwal.
82.	Capt.Dr.Akbar Ali.	17	-do-ZC Sargodha.
83.	Capt.Dr.Rafique Ahmad Abbasi	17	-do-ZC Attock.
84.	Capt.Dr.Shaukat Jalal Ansari.	17	-do-ZC Sheikhupura.
85.	Capt.Dr.Ali Arshad Rashid.	17	-do-ZC Sahiwal.
86.	Capt.Dr.Shahid Bilal Yousaf.	17	-do-L.M.C.
87.	Capt.Dr.Tasneem Arshad.	17	-do-L.M.C.
88.	Capt.Dr.Ghulam Shabbir Saqib.	17	-do-ZC Jhang.
89.	Capt.Dr.Zafar Iqbal Raja.	17	-do-ZC Sialkot.
90.	Capt.Dr.Mohammad Saeed.	17	-do-MC Multan.
91.	Capt.Dr.Mushtaq Hussain. Sheikh.	17	-do-ZC Jhang.
92.	Capt.Dr.Mohammad Iqbal.	17	-do-ZC Sialkot.
93.	Capt.Dr.Ejaz Ahamd.	17	-do-MC Multan.
94.	Capt.Dr.Ajmal Hussain.	17	-do-ZC Sahiwal.
95.	Capt.Dr.Nazir Ahamad.	17	-do-MC Sahiwal.
96.	Capt.Dr.Mohammad Aslam Babar.	17	-do-MC Jhelum.
97.	Capt.Dr.Aziz-ur-Rehman.	17	-do-MC Jhelum.
98.	Capt.Dr.Rukhsana Rehman.	17	women -do-ZC Jhang.
99.	Capt.Dr.Hafeez Hashmi.	17	Municipal Medical Officer,Health.
100.	Capt.Dr.Mohammad Akram.	17	Municipal Committee. Sahiwal.
101.	Capt.Dr.Asghar Imam Kazmi.	17	M.C.Z.C.Jhang.
102.	Capt.Dr.Manzar Alam Baig.	17	-do-
103.	Capt.Dr.Shahid Mehmood.	17	-do-ZC Sialkot.

P & D DEPARTMENT.

104.	Capt.Dr.Y.A Haq.	18	Dy.Dir,Population Welfare programme, Punjab Lahore.

INFORMATION CULTURE & TOURISM.

105.	Riz.Maj.(Rtd) Sherzaman Khan	16	Security Officer,Lahore Museum,Lahore.

صوبہ میں' بہاولپور ڈویژن سے تعلق رکھنے والے افسران کی تعداد

☆833- بیگم نجمہ تابش الوری - کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

صوبہ میں بہاولپور ڈویژن کی سکونت رکھنے والے گریڈ 16 اوراس سے اوپر کے گریڈوں میں کون کون سے اور کتنے افسر سرکاری ملازمتوں میں ہیں ان کے نام ان کی تاریخ تقرری اور موجودہ پوسٹنگ کی تفصیل کیا ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

بہاولپور ڈویژن کی سکونت رکھنے والے گریڈ 16 اور اس سے اوپر کے گریڈ میں سرکاری ملازمتوں میں کام کرنے والوں کے نام' ان کی تاریخ تقرری اور موجودہ تعیناتی کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے - اور انکی کل تعداد گریڈ کے مطابق مندرجہ ذیل ہے -

گریڈ	16	17	18	19	20
کل تعداد	290	949	194	33	21

AGRICULTURE DEPARTMENT

Water Management Wing

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mr. Maqsood Ahmad	16	Agri-Officer, WM.Field Team, Shahpur.	1.11.83	1.11.83
2.	Mr Zubair Akbar Gill	17	W.M.O.Chishtian	21.9.84	1.12.80
3.	Mr. Muhammad Aslam	17	-do- Leiah	29.11.85	5.3.81
4.	Mr. Anwar-ul-Haq	17	-do- Bahawalpur	1.1.86	1.1.86
5.	Mr. Muhammad Sarwar Sabir	17	-do- Hasilpur	1.1.86	1.1.86
6.	Mr. Muhammad Younas	17	-do- R.Y.Khan	1.1.86	1.1.86
7.	Mr. Muhammad Ashraf Ali	17	W.M.Specialist Chishtian	30.8.84	16.7.77
8.	Mr. Maqbool Ahmad Gill	17	Asstt. Agronomist Area Team Multan.	1.9.83	27.2.80
9.	Mr. Mushtaq Ahmad Gill	17	Asst-Agronomist Vehari	1.2.82	3.3.80
10.	Mr. Muhammad Siddique	17	W.M.S.Lodhran	1.9.84	20.3.74
11.	Mr. Amir Ahmad Khan	17	W.M.S.Hasilpur	5.3.86	1.8.77
12.	Mr. Iqdar-ul-Hyum Siddiqi	17	W.M.S.Area Team Vehari	16.1.86	2.1.74
13.	Mr. Abdul Hakim Khan	17	W.M.S.D.G.Office, Lahore	21.6.83	22.11.74

Field Wing

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
14.	Mr. Muhammad Ahmad Rajput	20	D.G.A(Field), Lahore	16.2.85	29.11.63
15.	Rana Mustaq Ahmad	19	Dir. of Agri. (Eng), F.Aabad	26.4.84	14.8.52
16.	Mr. Abdul Majeed Jamil	18	Agri. Engineer Lahore	26.6.85	19.0.71
17.	Mr.Rafique-ur-Rehman	18	A.E.Multan	5.1.83	1.1.75
18.	Mr.Muhammad Afzal Khan	17	Senior Subject Matter Specialist, Vehari	March,86	29.5.68
19.	Mr. Muhammad Akram	17	DADA (E&M) Sahiwal	16.3.86	6.1.69
20.	Mr. Abdul Haque,	17	EADA (E&M) TT Singh	14.5.85	14.5.85
21.	Mr. Ghulam Rasool	17	Asst. Agri. Enginner (Bio-Gas), D.G.Khan.	16.10.85	31.7.76
22.	Mr. Sajid Malik	17	Asst. Agri. Enginner Khanpur	9.6.84	31.5.79

23.	Mr. Anwar Hakim	17	Asst. Agri. Engineer D.G. Khan	2.5.85	1.1.70
24.	Mr. Abdul Majeed	17	Asst. Agri. Engineer Multan	Jan.86	10.10.73
25.	Mr. Shahid Pervez	17	Asst. Agri. Engineer Sahiwal	5.5.85	1.6.78
26.	Mr. Khalid Mahmood	17	Asst. Agri. Engineer Khushab	25.9.85	17.6.79
27.	Mr. Rafiq Ahmad	17	Asst. Agri. Engineer Bahawalpur	6.4.85	5.8.71
28.	Mr. Noor Azam'	17	Agri.Officer (on deputation with PLUA)	3.1.82	28.8.72

P&M Cell, Agri. Deptt.

29.	Ch.Muhammad Afzal	16	Economic Inv. Lahore	13.7.78	28.8.74
30.	Mr. Maqbool Ahmad Ijaz	16	Economic Inv. Lahore	20.5.85	20.5.85

Crop Reporting Service

31.	Mr. Ghulam Murtaza	17	Stat.Officer, Multan	2.7.85	1.9.72
32.	Mr. Ghulam Hussain	17	Stat.Officer, Vehari	9.7.85	20.10.60
33.	Mr. Muhammad Zubair	17	Stat.Officer, Sahiwal	9.7.85	20.10.60
34.	Mr. Manzoor Ahmad	17	-do- B.Nagar	5.2.80	25.10.66
35.	Mr. Munzoor Ahmad Khan	16	Stat.Inv.Jhang	19.9.79	15.1.57
36.	Mr. Muhammad Mukhtar	16	-do- B.Pur	27.1.86	6.1.66
37.	Mr. Muhammad Hussain	16	-do-	21.1.86	14.2.58
38.	Mr. Muhammad Tariq	16	-do-	8.1.83	19.2.68
39.	Mr. Muhammad Munir	16	.do.	1.4.78	12.8.68
40.	Mr. Rafique Ahamd Khan	16	Stat.Inv.R.Y.Khan.	13.2.83	9.11.73
41.	Mr. Muhammad Nasir	16	-do- B.Nagar	18.1.86	1.15.51
42.	Mr. Suleman Ahmad Ansari	16	-do- B.Pur	2.8.84	6.5.76
43.	Mr. Muhammad Latif	16	-do- H.Q.Lahore	23.7.83	15.5.76
44.	Rana Muhammad Irshad	16	-do- B.Pur	28.1.83	5.1.77
45.	Mr. Abdul Sattar	16	-do- B.Nagar	9.1.86	8.1.77
46.	Mr. Muhammad Israr-ul-Haque	16	-do- -do-	27.1.86	25.4.77
47.	Mr. Zaheer Ullah	16	-do- R.Y.Khan	26.5.84	26.5.84

Extension Wing

48.	Mr. Inayat Ullah Shah	18	Under Secretary(R&E), LHR.	21.1.80	1.6.72
49.	Mr. Muhammad Sarwar	18	Agril.Economicst, Lahore	20.3.80	6.1.69
50.	Mr. Abdul Sattar Javaid	18	Senior Subject Matter Specialist (Agro) Vehari	5.8.85	7.1.67
51.	Mr. Fazal-ud-Din	18	DDA (Trg)	7.10.84	29.7.59
52.	Malik Nazir Ahmad	17	Sr. Instructor, R.Y.Khan	26.5.84	7.11.54
53.	Hafiz Fazal Hussain	17	ADA (PP) Pest Warning	1.5.84	13.8.56
54.	Mr. Zaki Ahmad Shah	17	EADA, B.Pur	6.4.85	10.8.56
55.	Mr. Muhammad Sharif	17	EADA, Hasilpur	6.3.84	20.8.56
56.	Mr. Ghulam Yasin	17	EADA, Karor	1.11.85	27.8.56
57.	Mr. Muhammad Sadiq	17	EADA, Ali Pur	April, 85	6.1.79
58.	Rana Muhammad Shafique	17	EADA, Bahawalpur	21.5.84	7.4.71
59.	Mr. Muhammad Shafique	17	EADA, Attock	12.10.85	17.8.56
60.	Mr. Basharat Ali Siddiqui	17	EADA, Haroona bad	1.1.86	24.5.56
61.	Mr. Subtain Haider Naqvi	17	Senior Instructior, R.Y.Khan	26.6.85	1.7.59
62.	Mr. Mushtaq Ahmad	17	Agri.Officer.R.Y.Khan	2.4.83	6.9.60
63.	Mr. Ali Ahmad	17	-do- Mailsi	27.6.85	31.5.68
64.	Mr. Ghulam Rasool	17	-do- Fortabbas	13.12.76	6.1.69
65.	Mr Majid Khan	17	Stat. Officer, Rawalpindi	8.2.83	28.12.63
66.	Mr. Muhammad Yaseen Bhatti	17	Agri.Officer, Multan	2.9.84	10.4.67
67.	Mr. Muhammad Asghar	17	-do- Rawalpindi	13.6.85	18.12.69
68.	Mr. Mushtaq Ali Qadri	17	-do- Lahore	12.4.84	26.1.52
69.	Mr. Allah Ditta	17	-do- Matli	1.10.83	2.7.57
70.	Mr. Jan Allah Wasaya	17	-do- Kot Mithan	2.4.84	15.10.54
71.	Mr. Muhammad Hussain	17	-do- Multan	1.7.83	19.5.76
72.	Mr. Iftikhar Ahmad	17	-do-	21.5.86	21.5.86
73.	Mr. Haji Abdul Ghaffar	17	-do- Taja Abbasia	1.4.84	31.8.77
74.	Mr. Bashir Ahmad	17	-do- Multan	1.4.84	31.8.77
75.	Mr. Muhammad Afzal Naeem	17	-do- Multan	3.8.85	31.8.77
76.	Mr. Habib Akhtar Gillani	17	-do- ZAhir Peer	31.8.77	3.8.85
77.	Mr. Habib-ur-Rehman Najmi	17	Instructor, ATI,R.Y.Khan	4.7.85	24.11.82
78.	Mr. Abdul Basit	17	A.O.Bagh-e-Jinnah, Lahore	29.12.85	10.1.83
79.	Mr. Muhammad Ajmal Khan	17	A.O.R.Y.Khan	23.5.83	May, 83
80.	Mr. Akhtar Hussain	17	A.O.R.Y.Khan	6.4.85	23.5.83

81.	Mr. Muhammad Nawaz	17	A.O.Lahore	7.4.85	6.4.85
82.	Mr. Shabbir Ahmad	17	A.O.Bahawalnager	30.5.85	May, 85
83.	Mr. Shaukat Ali	17	-do- B.Nagar	21.5.85	20.5.85
84.	Hafiz Muhammad Irshad-ul-Hassan	17	-do- Behawalpur	3.4.86	May, 85
85.	Mr. Muhammad Ilyas	17	-do- Multan	6.5.85	6.5.85
86.	Mr. Maqsood Ahmad	17	-do- B.Pur	1.8.85	6.5.85
87.	Mr. Ehsan-ul-Haque	17	-do- Multan	1.8.85	1.8.85
88.	Mr. Shahab-ud-Din Fasihi	19	Director Sugarcane F.Abad	20.1.77	19.5.54
89.	Mr. Waheed Sultan Khan	19	Director Cotton R.Y.Khan	28.10.83	15.12.66
90.	Mian Abdul Malik	17	Asstt. Technologist, Rice KSK.	24.10.73	17.2.17
91.	Mr. Muhammad Anwar Javaid	17	Asst.Agronomist (workin as Agronomist Khanewal)	14.6.84	23.11.63
92.	Mr. Muhammad Shafi	17	Asst. Poultry R.O.F.Abad	9.9.83	9.9.63
93.	Mr. Muhammad Sarwar Cheema	17	Asst. Agronomist, B.Pur	6.3.83	28.6.73
94.	Mr. Muhammad Shafiq Anwar	17	Asst.Dir. (Trg. Plant Path) Faislabad.	16.4.83	18.12.73
95.	Mr. Manzur Hussain	17	Asst. Botanist (Millat)	26.9.68	18.5.58
96.	Mr. Muhammad Arshad Gill.	18	Plant Pathologist, KSK on higher studies abroad w.e.f	18.11.84	23.7.68
97.	Mr. Muhammad Rafi	17	Asst. Botainst Vegetable, B.Pur	8.6.85	26.1.66
98.	Mr. Munir Ahmad	16	Economic Invetigator Faislabad	27.6.77	27.6.77
99.	Mr. Muhammad Rashid Ahmad	17	Asst. Res.Officer (Bio-Chem)F/Abad)	5.8.77	5.9.77
100.	Mr. Qaser Javaid	17	Agri.Officer, B.Pur	22.4.77	5.9.77
101.	Mr. Ghulam Muhammad	17	ARO, Khanpur	1.1.82	12.2.69
102.	Mr. Muhammad Aslam	17	ARO, B.Pur	1.4.84	10.2.85
103.	Mr. Muhammad Jamil	17	ARO, KSK.	12.12.85	16.4.79
104.	Mr. Habib Ahmad	17	ARO, R.Y.Khan	16.4.79	5.5.70
105.	Mr. Shaukat Ali Shah	17	ARO, Faisalabad	1.2.86	30.12.81
106.	Mr. Shah Jahan	17	A.O.B.Nagar	31.12.81	31.12.81
107.	Mr. Muhammad Ashraf Saeed	17	ARO, Haroonbad	17.5.74	10.4.63

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
108.	Mr. Abdul Rauf	17	A.R.O.Faisalabad	13.11.68	17.3.66
109.	Mr. Altaf-ur-Rehman	17	A.R.O.Bahawalpur	22.8.66	22.8.66
110.	Mr. Khalid Mahmood	17	A.R.O.Kalurkot	1.10.84	26.11.83
111.	Mr. Abdul Rashid	17	A.R.O.B.Pur	12.1.86	12.1.86
112.	Dr. Muhammad Afzal	18	Asst. Professor Entomology, Rawalpindi	1.3.82	1.3.82
113.	Mr. Hafiz Fazal Hussain	17	Asst. Dir. Agri.B.Pur	13.11.84	15.8.58
114.	Mr. Muhammad Shahjhan	17	A.O.Bahawalnagar	31.12.81	31.12.81
115.	Mr. Khalikd Mehmood Khalid	17	Ahmadpur East.	1.11.85	27.7.84
116	Mr. Saraj Ahmad	17	Asst. Manger H.Q.Office Lahore	15.12.82	15.2.82
117.	Mr. Muhammad Saleem	17	Asst.Manager F.A.S. Khanewal.	18.11.82	15.2.82
118.	Mr. Abuid Hussain	17	Asst.Manager F.A.S. R.Y.Khan	4.12.82	6.12.82
119.	Mr. Shabbir Ahmad	17	Asstt. Manager FAS Sahiwal.	10.10.83	10.10.83

AUQAF DEPARTMENT

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mr. Masood Ul Hassan Qureshi.	18	Adminstrator of Auqaf Sargodha Zone, Sargodha.	6.1.86	20.9.1960
2.	Mr. Ch.Abdur Rehman	17	Adminstrator of Auqaf, Bahawalpur Zone, BWP.	14.6.85	5.8.1960
3.	Mr. Talib Hssain	17	S.D.O.(Auqaf) Multan	19.8.71	19.8.1971
4.	Mr. Allam Maqsood Ahmad	17	Urs Officer (Auqaf) LHR.	6.8.82	1.10.1969
5.	Mr. Wajih ul Hassan Naqvi	16	Asst: Accts Officer (Auqaf) Bahawalpur Zone BWP.	1.1.86	4.10.1966
6.	Rana Shamshad ALi	16	Superintendent (Auqaf) Bahawalpur Zone BWP	8.1.86	7.7.1966
7.	Rana Muhammad Irshad	16	Suerintendent, Head Office, Lahore.	15.11.82	5.3.1963

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

COMMUNICATION AND WORKS DEPTT.

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Sardar Muhammad Ch.	19	S.E.Highways, Multan	26.3.85	14.10.63
2.	Mr.Farooq Ahmed Sh.	18	XEN, Construction Divn, Bahawalpur.	1.1.86	5.5.73
3.	Mr. Majeed Hussain Rahmani	18	XEN, Highways Divn. Khanewal	23.9.85	31.12.58
4.	Mr. Abdul Hamid Khan.	18	-do- RY Khan	30.8.83	10.10.63
5.	Mr. Abdul Majeed Nazim	18	-do- TT Singh	2.10.85	13.5.67
6.	Mr. Shaukat Jamil	18	XEN/Asstt: Dir (Dev) o/o CE(North), Bldg. Dpet. Lhr	14.9.83	23.11.63
7.	Mr. M.Amin Khan Mazhar	18	XEN, 3rd Provl. Bldgs Divn, Lahore	16.8.84	31.10.63
8.	Mr.Shaukat ALi Shaheen	18	XEN, Ist Medical Provl. Bldgs Divn Lahre	9.9.82	7.4.73
9.	Mr. Ghulam Nabi	18	XEN, Provl. Bldgs, Divn, Bhakkar	2.11.85	23.1.74
10.	Mr. Muhammad Yasin	17	SDO, Provl. Bldgs. Sub-Divn Sheikhupura.	1.8.85	13.6.55
11.	Mr. Azhar Arshad	18	Design Engr. Design Standardisation Cell, Bldgs. Dept. Lahore	3.9.84	24.10.63
12.	Ch. Zafar Iqbal	18	XEN, Medical Const. Divn. Faisalabad.	16.3.85	21.4.62
13.	Mr. Riaz Ahmed	18	XEN, Provl. Bldgs, Divn. Vehari	29.7.84	14.6.74
14.	Mr. Muhammad Nawaz	18	XEN, Provl. Bldgs, Divn. Sahiwal.	23.7.84	2.1.74
15.	Mr. Hayat Muhammad Bhatti	17	EN, Provl. Bldgs, Divn Rajnpur.	21.3.83	19.3.73
16.	Mr. Bashir Ahmad Nasir	17	Asst: Engr. Bldgs. Research Station Lahore.	1.7.85	2.6.75
17.	Mr. Abdul Malik	17	SDO, 2nd Provl. Bldgs Divn. Multan	21.2.84	28.9.84
18.	Mr. Muhammad Ashraf	17	SDO, 2nd Provl. Bldgs Divn. Miann Channu.	8.12.85	22.5.69
19.	Mr. Abdul Rehman Rana	17	SDO, 2nd Prol. Bldgs, Divn Bahawalpur.	8.8.84	8.12.80

20.	Mr. Akbar Ali	17	SDO, 2nd Prol. Bldgs, Divn Hasilpur.	15.9.84	8.12.80
21.	Mr. Ijaz Ahmad	17	SDO 2nd QMC Const. Sub-Divn. Bahawalpur.	29.9.85	7.6.81
22.	Mr. Shabbir Hussain	17	SDO 3rd	24.10.84	26.6.76
23.	Mr. Hidayat Ullah Kh.	17	SDO, Provl. Bldgs, Sub-Divn Sadiqabad.	6.2.86	8.6.76
24.	Mr. Muhammad Sarwar Javed	17	SDO, Provl. Bldgs, Sub-Divn. Haroonabad	17.12.85	1.3.83
25.	Mr. Khalid Usmani	17	-do- Chistian	13.2.86	12.3.83
26.	Mr. Abdul Hamid	17	Asst: Engr. P&D Cell	8.6.85	18.6.76
27.	Mr. Yousaf Ali	16	Research Asst: P.B. Circle Bahawalpur	19.12.83	19.12.83
28.	Mr. Muhammad Yousaf	17	Sr. Draftsman, o/o Chief Architect, Pb.Lhr.	5.4.76	5.4.76
29.	Mr. Saadat Badar	17	SDO, Highways Sub-Din. Khushab.	31.1.84	23.12.80
30.	Mr. Mushtaq Mahmood	17	Asst: Engr./Jr. Research Officer, Reg.Lab. Highways Circle, Rawalpindi	22.9.84	2.6.75
31.	Mr. Inam Ahmad Hashmi	17	SDO, HIghways Sub-Divn, Muzaffargarh	13.8.85	2.6.75
32.	Mr. Ehsan Ahmad Hashmi	17	SDO Machinery Maintenance Sub-Divn. Rajanpur.	13.2.86	13.2.86
33.	Mr. Munawar Ali	17	SDO, Highway Sub-Divn. Jampur	13.2.86	8.12.80
34.	Mirza Tahir Beg.	17	-do- Mailsi	20.7.84	22.4.79
35.	Mr. Muhammad Ahmad	17	Asst: Engr. Highways Circle Bahawalpur	20.2.86	2.6.75
36.	Mr. Muhammad Azeem	17	SDO, Highway Sub-Divn, Hasilpur	10.2.86	1.3.83
37.	Mr. Nazir Ahmad	17	-do- CHishtian	25.11.85	8.4.79
38.	Mr. Muhammad Farooq Azam	17	-do- R.Y.Khan	23.1.84	14.2.80
39.	Mehr Muhammad Malik	17	SDO, Machinery Maintenance Sub-Divn. Ry Khan	23.1.86	14.2.80
40.	Mr. Abdul Rashid Khan	17	ADO, Planning & Design Dte. Highways Dept.Lhr.	4.6.85	26.5.76

COOPERATIVE.DEPTT: REPLY TO A.Q. NO.833 REGARDING OFFICER GRADE 16& ABOVE BELONGING TO B/PUR DIV.

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mahmood Iqbal	16	Asstt.Registrar, Cooperative Societies M/Garh	7.10.85	1.7.61
2.	Mukhtar Ahmad	16	Instructor, C.T.C, Rawalpindi	25.11.85	1.7.65
3.	Irshah Ahmad	16	Asstt. Registrar,C.S. Lodharan	7.10.85	7.9.52
4.	Sardar Muhammad	16	Asstt. Registrar,C.S. Sugar Cane,F/Bad.	12.10.83	18.3.71
5.	Abdul Rashid	16	Asstt. Registrar,C.S. Bahawalpur	7.10.85	4.11.48
6.	Muhammad Abdullh	16	Asstt. Registrar,C.S. Haroonabad.	5.7.84	9.10.52
7.	Roray Khan	16	Asstt. Registrar.C.S. Hasilpur	7.10.85	28.8.75
8.	Ismat Ullah	16	Asstt.Registrar,C.S. Rajanpur	25.2.86	16.8.60
9.	Muhammad Din	16	Instructor, R.C., College Bahawalpur	6.10.85	21.2.60
10.	Abdul Rashid	17	Circle Registrar, C.S. Bahawalpur	1.9.85	30.12.52
11.	Abdul Majid Bhatti	17	Principal, R.C.T.I. Bahawalpur	25.8.85	2.5.62

EDUCATION DEPARTMENT

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mr. Mahmood Ahmad	16	D.P.E, Govt S.E. College, Dera Nawab Sahib.	4.9.1976	1.9.1972
2.	Mr. Attiqur Rehman	16	Librarian, Govt S.E. College, Dera Nawab Sahib.	18.1.1977	18.11.1977
3.	Mr. Munawar Hussain	16	D.P.E Govt Inter College, Hasilpur.	1.9.1980	10.12.1971
4.	Mr. Muhammad Ikram Niazi	16	D.P.E Govt. College Liaqatpur.	1.5.1980	1.9.1980

5.	Mr. Talib Hussain	16	Librarian, Govt R.I College, Haroonabad	1.9.1972	1.9.1972
6.	Mr. Muhammad Aslam	16	Librarian Govt: Inter College Sadiqabad.	1.9.1972	1.9.1972
7.	Mr. Nasir Cheema	16	Librarian Govt: Inter College Sadiqabad.	29.2.1982	29.2.1982
8.	Mr. Irshad Ahmad	16	Librarian Govt: Inter College Bahawalpur	15.9.1984	16.2.1984
9.	Mr. Abdul Hamid Razi	16	D.P.E Govt: Inter College, Bahawalpur	18.9.1976	13.2.1976
10.	Mr. Farzand ALi Asim	16	D.P.E. Govt: Inter College Fortabbad.	2.3.1983	1.9.1980
11.	Mr. Rashid Ahmad	16	Librarian. Govt College Liaqatpur	20.3.1984	20.3.1984
12.	Mr. Ramooz Ahmad	16	Librarian, Govt: S.E College, BWP.	30.11.1971	30.1971
13.	Mr. Muhammad Anwar Akhar	16	D.P.E Govt: S.E College Bahawalpur	1.11.1986	1.11.1966
14.	Mr. Iftikha Ahmad	16	-do-	20.9.1983	25.2.1977
15.	Mr. Ghulam Nabi	16	D.P.E Govt: Inter College Mailsi.	14.10.1983	25.2.1977
16.	Mr. Jalal Ud Din	16	Govt: Elementary Tog Colleg BWP.	1.9.1980	25.2.1977
17.	Mr. MUhammad Aslam	16	D.P.E Govt: K.F College R.Y.Khan	22.9.1973	22.9.1973
18.	Mr. Muhammad Aslam Shakir	16	D.P.E Govt: Inter College Yazman.	25.9.1983	25.5.1983
19.	Mr. MUhammad Aslam Bajwa	16	D.P.E Govt: R.I College Haroonabad.	1.9.1972	1.9.1972
20.	Mr. Faiz Ahmad	16	Librarian Govt: Inter College Yazman	16.9.1984	20.10.1952
21.	Mr. Rashid Ahmad Goria	16	D.P.E Govt, Inter College Chistian.	24.2.1977	14.5.1970
22.	Mr. Habibur Rehman	16	Librarian. Govt: Colleg B/Nagar.	14.6.1980	27.10.76
23.	Mr. Muhammad Rashid Aman	16	D.P.E -do-	12.2.76	12.2.76
24.	Mr. Farman Kausar	16	D.P.R Govt. College Vehari.	2.6.83	2.6.83
25.	Mr. Khurshid Ahmad	16	Junior Asst: Dir. Off. of the DE (C) B/Pur.	16.2.86	3.11..84

EDUCATION DEPARTMENT

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mr. Muhammad Khalid	17	Lecturer, Govt Inter College Alipur Chatta.	1.10.1985	1.10.1985
2.	Mr. Muhammad Anwar	17	Lecturer, Govt: Degree College Mandi Baha ud Din.	1.9.1984	1.9.1984
3.	Mr. Mukhtar Ahmad	17	Govt College Shakargarh.	6.11.1985	6.11.1985
4.	Mr. Muhammad Ashraf Javed	17	Lecturer Govt: College Shakargarh	23.9.1985	23.9.1985
5.	Mr. Dilshad Ajmal	17	Lecturer Govt: Zamindar Degree Science College Gujrat	24.9.1985	24.9.1985
6.	Mr. Mushtaq Ahmad	17	Lecturer. Govt Deegree College Burewala	20.5.985	4.12.1984
7.	Hafiz Muhammad Ilyas	17	-do-	25.4.1984	12.3.1983
8.	Mr. Abdullah Ahmad	17	Lecturer Govt College Bosan Road, Multan	2.6.1973	3.6.1969
9.	Mr. Mohsin ALi Wasti	17	-do-	18.2.1983	14.5.1981
10.	Mr. Mukhtar Ahmad Zafar	17	Lecturer Govt: College of Education Multan	9.11.1973	1.10.1972
11.	Mr. Ghulam Chishti	17	Lecturer Govt: Millat College Multan	13.3.1973	1.9.1972
12.	Mr. Mushtaq Ahmad	17	Lecturer Govt Degree College Burewala.	20.5.1985	4.12.1984
13.	Mr. Muhammad Tahir	17	-do-	25.4.1984	2.3.1983
14.	Mr. Muhammad Ismail	17	Lecturer Govt: Faridia Degree College, Khanewal	26.6.1984	23.4.83
15.	Mr. Jalil Ahmad	17	Lecturer Govt: Islamia Degree College Pakpattan	9.9.1979	20.12.76
16.	Mr. Muhammad Ahsan Javaid	17	Lecturer Govt: College Vehari	24.5.1984	24.5.84
17.	Mr. Muhammad Akram	17	-do-	1.1.1984	.11.1982
18.	Mr. Ghulam Nabi	17	-do-	18.10.1983	15.2.77
19.	Rao Farman Kasur	17	-do-	2.6.1983	2.6.1983
20.	Ch. Abdul Rashid	17	Lecturer Govt: E.T College Chichawatni (Sahiwal)	27.9.71	27.9.71

21.	Rana Akhtar Rasool	17	Lecturer Govt: Islamia College Arifwala	10.9.85	2.4.76
22	Munir Ahmad Zafar	17	-do-	4.9.1984	1.3.84
23.	Mr. Muhammad Hayat Malik	17	Lecturer Govt: College Jauharabad.	17.11.75	17.11.75
24.	Mr. Muhammad Younas Arshadi	17	Lecturer Govt: College Mianwali.	22.12.75	22.12.75
25.	Mr. Ghulam Dastigir	17	Lecturer, Govt: College Jhang.	22.9.85	1.6.83
26.	Abdul Hamid Rizwani	17	Lecturer Govt: College Jaranwala.	26.5.1984	17.8.58
27.	Mr. Riaz Ahmad	17	Lecturer T.I College Rubwah	22.4.1981	22.4.1981
28.	Mr. Muhammad Ibrahim	17	-do-	3.9.1985	3.9.1985
29.	Mr. Noor Ahmad Bhalli	17	Lecturer Govt: College of Science Faisalabad.	21.3.1978	1.10.1974
30.	Hafiz Abdul Rehman	17	Lecturer, Govt: College (Gordon), Rawalpindi	28.10.1985	28.10.85
31.	Ch. Muhammad Shafi	17	Lecturer Govt: Gordon College, Rawalpindi	30.11.78	1.9.72
32.	Mr. Muhammad Baksh Ali	17	Lecturer Govt: Inter College Daultala.	2.6.1984	8.2.1983
33.	Mr. Qazi Muhammad Sharif	17	Lecturer govt: Inter College Fateh Jang.	8.2.1983	8.2.1983
34.	Mr. Amjad Farooq	17	Lecturer F.C.College Lahore	19.9.1984	11.11.82
35.	Mr. Iftikhar Ahmad	17	-do-	21.4.85	28.1.77
36.	Mr. Badar Ismail	17	Lecturer Govt:M.A.O College Lahorer.	1.12.84	20.9.73
37.	Mr. Syed Sajjad Asghar Zaidi.	17	Lecturer Govt: D.S College Lahorer.	14.9.64	14.9.64
38.	Mr. Muhammad Ibrahim Farooqi.	17	Lecturer Govt: S.E. College, Bahawalpur	22.12.80	7.5.71
39.	Mr. Muhammad Anwar	17	-do-	8.11.75	8.11.75
40.	Mr. M.M.K.Khakwani	17	-do-	17.11.75	17.11.75
41.	Mr. Makhdoom Muhammad Ghaus Shah Shfqat	17	-do-	19.2.76	192.76
42.	Mr. Shifa Muhammad	17	-do-	13.1.77	13.1.77
43.	Mr. Muhammad Akram Shaheen	17	-do-	1.1.79	1.1.79

44.	Mr. Muhammad Riaz Shad	17	-do-	26.3.80	26.3.80
45.	Mr. Mushtaq Ahmad	17	-do-	1.6.82	1.6.82
46.	Mr. Noor Ullah	17	Lecturer, Govt: S.E. College Bahawalpur	28.10.81	28.10.81
47.	Mr. Syed Shakir Ali Ghazali	17	-do-	2.5.85	2.5.85
48.	Mr. Abdul Rashid	17	-do-	10.10.79	10.10.79
49.	Hafiz Ghulam Mujtaba	17	-do-	6.10.85	21.10.82
50.	Mr. Nasir Ahmad	17	-do-	24.10.82	18.8.75
51.	Mr. Manzoor Ahmad Nasir	17	-do-	10.2.83	14.5.76
52.	Mr. Muhammad Iqbal ur Rehman	17	-do-	25.5.83	29.12.70
53.	Mr. Muhammad Rafiq	17	-do-	3.10.85	29.5.83
54.	Mr. M. Irshad Khan	17	-do-	21.7.85	17.11.83
55.	Mr. Abdul Rauf	17	-do-	9.1.84	9.1.84
56	Mr. Abdul Rehman	17	-do-	13.10.84	13.10.84
57.	Mr. Rana Jamshaid Khan.	17	-do-	27.12.76	1.9.72
58.	Malik Ashiq Muhammad	17	-do-	1.11.69	1.11.69
59.	Mr. Syed Fazal Hussain	17	-do-	1.9.72	1.9.72
60.	Mr. Mazhar ul Hassan	17	-do-	1.9.72	1.9.72
61.	Mr. Muhammad Ayub-ul-Hassan.	17	-do-	1.9.72	1.9.72
62.	Mr. Saeed Akbar Shah.	17	-do-	1.9.72	1.9.72
63.	Mr. Nazir Ahmad Tariq	17	Lecturer, Government Inter College, Rasilpur	30.5.76	31.12.75
64.	Mr. Abdul Ghafar	17	-do-	1.10.80	1.10.72
65.	Mr. Abdul Hamid Ahmad	17	-do-	1.10.85	21.3.81
66.	Mr. Abrar ul Haq Alvi	17	-do-	21.11.85	21.3.81
67.	Mr. Muhammad Ashar Ali	17	-do-	31.10.82	31.10.82
68.	Mr. Muhammad Aman Ullah.	17	-do-	15.4.84	7.1.82
69.	Mr. Manzoor Ahmad.	17	-do-	21.8.84	28.11.83
70.	Mr. Muhammad Ikram ul Haq.	17	-do-	7.8.85	7.5.69
71.	Mr. Munawar Sajjad	17	-do-	17.10.85	17.10.85
72.	Mr. Munawar Hussain	17	-do-	25.4.1982	10.12.71
73.	Mr. Muhammad Nazir Ragi.	17	-do-	7.8.85	7.5.69
74.	Mr. Khuda Bux Somroo.	17	Lecturer Govt. T.T. College, Khanpur	23.12.76	1.1.74
75.	Mr. M. Abdul Latif	17	-do-	10.9.80	10.9.80

76.	Mr. Hameed Ullah Shah	17	-do-	20.4.81	13.5.79
77.	Mr. Nazir Ahmad	17	-do-	29.5.83	11.5.76
78.	Mr. Saeed Ahmad	17	-do-	30.7.85	20.5.74
79	Mr. Javaid Kahtar	17	-do-	-------	17.12.76
80.	M Muhammad Tayab	17	Lecturer Govt. T.T. College, Khanpur	.12.79	23.10.78
81.	Mr. Muhammad Saleem	17	-do-	22.12.85	22.12.85
82	Mr. Abdul Majeed	17	-do-	5.9.82	31.10.82
83.	Mr. Zulfiqar Ahmad	17	-do-	31.10.82	31.10.82
84.	Mr. Muhammad Tahir	17	-do-	14.4.85	15.2.78
85.	Mr. Muhammad Amin	17	-do-	7.2.82	14.9.81
86.	Mr. Mansoor Ahmad	17	-do-	27.5.84	27.5.84
87.	Mr. Ghulam Abbas Cheema	17	-do-	11.11.85	11.11.85
88.	Mr. Abid Hussain	17	-do-	20.10.82	31.5.74
89.	Mr. Mushtaq Ahmad	17	Lecturer, Govt: College Liaqat Pur.	25.10.84	12.11.75
90.	Mr. Sh. Mahmood Akhtar	17	-do-	13.11.75	13.11.75
91.	Mr. Irshad Ahmad	17	-do-	10.9.84	15.11.75
92.	Mr. Saeed Ahmad Saeed	17	-do-	6.3.82	30.3.78
93.	Mr. Altaf Hussain Toor.	17	-do-	3.6.82	26.10.78
94	Mr. Nazir Ahmad Rana	17	-do-	21.12.78	21.12.78
95.	Mr. Munir Ahmad	17	-do-	4.7.84	25.9.80
96.	Mr. Muhammad Ramzan	17	-do-	8.10.80	19.5.79
97.	Mr. Jam Muhammad Nawaz	17	-do-	8.1.80	8.1.80
98.	Mr. Muhammad Shafi	17	-do-	21.5.82	21.5.82
99.	Mr. Khalid Pervaiz	17	-do-	1.11.82	1.11.82
100.	Mr. Muhammad Ashraf	17	-do-	13.10.84	13.10.84
101.	Mr.Muhammad Abdullah	17	-do-	8.1.86	8.1.86
102.	Mr. Muhammad Hashim	17	Lecturer Govt.Inter College, Uch Sharif	13.9.82	13.9.82
103.	Mr. Anwar Nadeem	17	-do-	28.4.85	31.10.83
104	Mr. Abdur Rauf	17	-do-	26.10.82	26.10.82
105.	Mr. Wajid Aziz	17	-do-	1.10.85	16.5.71
106.	Mr. Bilal Ahmad	17	-do-	22.6.73	4.12.68
107.	Mr. Ali Ahmad	17	-do-	10.3.73	10.3.73
108.	Mr. Muhammad Akram	17	-do-	26.2.73	26.2.73
109.	Mr. Mamoon Abbas Khan	17	-do-	13.6.72	1.12.69
110.	Mr. Itrat Hussain	17	-do-	1.2.70	23.9.57
111.	Mr. Muhammad Ramzan Ullah	17	-do-	23.9.79	16.3.66

112.	Mr. Muhammad Younis	17	-do-	22.11.75	1.9.04
113.	Mr. Noor Ahmad Sangi	17	-do-	19.11.75	5.11.75
114.	Mr. Anwar-ul-Haq	17	-do-	5.11.75	5.11.75
115.	Mr. Muhammad Siddique Nasir	17	Lecturer, Kh: Farid Govt: College Rahimyar Khan.	19.11.75	19.11.75
116.	Mr. Ghulam Sarwar Siddiqi	17	-do-	23.12.76	23.12.76
117.	Mr. Shahjahan Mehmood	17	-do-	31.5.76	31.5.76
118.	Mr. Shabbir Ahmad	17	-do-	18.12.76	18.12.76
119.	Mr. Muhammad Nawab	17	-do-	28.3.85	14.1.74
120.	Mr. Ghulam Saghir Bokhari	17	-do-	11.1.77	12.4.74
121.	Mr. Rana Farooq Mustafa	17	-do-	2.11.82	21.2.78
122.	Mr. Mukhtar Ahmad Azmi	17	-do-	10.3.79	10.3.79
123.	Mr. Muhammad Azhar Ch.	17	-do-	11.8.79	8.2.79
124.	Mr. Abdul Ghafoor	17	-do-	12.2.81	2.11.???
125.	Mr. Muhammad Akram Ch.	17	-do-	3.9.80	3.9.80
126.	Mr. Ahmad ALi	17	-do-	1.9.80	12.10.76
127.	Mr. Muhammad Hussain Shah	17	-do-	26.10.82	27.4.80
128.	Mr. Muhammad Abrar Farooq	17	-do-	3.11.82	27.11.81
129.	Mr. Abdul Ghaffar	17	-do-	31.10.82	31.10.82
130.	Mr. Pervez Kamran	17	-do-	27.6.84	24.3.83
131.	Mr. Tahir Mahmood Akhtar	17	-do-	8.6.85	19.11.83
132.	Mr. Muhammad Saqib Hussain	17	-do-	25.5.85	25.5.85
133.	Mr. Munir Ahmad	17	-do-	5.5.84	5.5.84
134.	Mr. Haji Wali Muhammad	17	-do-	10.9.85	10.9.85
135.	Mr. Abdul Malik Shakir	17	-do-	24.9.85	24.9.85
136.	Mr. Muhammad Aslam	17	-do-	22.11.72	24.9.85
137.	Mr. Nazar Hussain	17	-do-	19.3.1981	1.10.72
138.	Mr. Javed ul Haq	17	-do-	23.5.83	23.5.83
139.	Mr. Muhammad Ibrar Hussain	17	-do-	13.3.85	13.3.85

140.	Mr. Mazhar Mohsin	17	-do-	12.9.85	12.9.85
141.	Mr. Shamim Sadiq	17	-do-	29.9.85	17.4.75
142.	Mr. Rehan Muzzam	17	-do-	28.9.85	7.6.82
143.	Mr. Atta Muhammad Butta	17	Lecturer Government College Bahawalnagar	10.1.78	28.10.75
144.	Mr. Sher Muhammad Tughervi	17	-do-	17.12.76	17.12.76
145.	Mr. Muhammad Shafi Natiq	17	-do-	30.5.84	19.9.64
146.	Mr. Khan Muhammad	17	-do-	23.12.76	23.12.76
147.	Mr. Muhammad Arif	17	-do-	26.6.79	21.2.67
148.	Mr. Gulzar Ahmad	17	-do-	18.12.76	18.12.73
149.	Mr. Muhammad Rashid Zafar	17	-do-	7.12.74	28.5.73
150.	Mr. Muhammad Ahmad	17	-do-	20.2.80	20.2.80
151.	Mr. Muhammad Ahmad	17	-do-	14.3.81	14.3.81
152.	Mr. Javaid Iqbal	17	-do-	23.10.82	23.10.82
153.	Mr. Syed Muhammad Ahamd	17	-do-	12.4.83	2.5.82
154.	Mr. Muhammad Yamin	17	-do-	1.10.85	16.5.75
155	Mr. Sardar Ali Javed	17	-do-	8.4.85	14.4.85
156.	Mr. Muhammad Hasan	17	-do-	24.4.85	24.4.85
157.	Abdul Majeed	17	-do-	23.10.82	23.10.82
158.	Mr. Abdul Hamid	17	-do-	8.1.86	19.5.70
159.	Mr. Syed Zahoor Ahmad	17	-do-	3.12.78	3.7.70
160.	Mr. Muhammad Idrees	17	-do-	23.10.82	30.4.69
161.	Mr. Muhammad, Nasir	17	-do-	1.12.85	30.4.75
162.	Mr. Muhammad Aslam	17	-do-	1.10.85	6.3.1969
163.	MR. MUhammad Afzal	17	-do-	23.11.83	23.11.83
164.	Mr. Akhtar Ali Shaheen	17	-do-	7.10.85	7.10.85
165.	Mr. Dr. Daulat Ali Zaidi	17	Lecturer Govt: S.E College Bahawalpur	9.1.84	2.10.74
166.	Mr. Muhammad Tayyab	17	-do-	18.8.84	20.11.64
167.	Mr. Waheed AKhtar	17	-do-	1.9.85	21.12.78
168.	Mr. Shabbir Ahmad	17	-do-	24.4.84	18.11.75
169.	Mr. Sarfraz Ahmad	17	-do-	25,10.81	11.12.80
170.	Mr. Muhammad Nazir	17	-do-	17.10.84	1.11.78
171.	Mr. S. Wajhat Ali Bokhari	17	-do-	1.11.82	2.5.1982
172.	Mr. Mohd Iqbal Bajwa	17	-do-	10.1.72	28.5.70
173.	Mr. Javaid Hayat	17	-do-	16.4.85	1.2.83

174.	Mr. S. Zahoor Ahmad Rizvi	17	-do-	11.12.75	17.11.61
175.	Mr.Ghulam Nabi Ch.	17	-do-	20.11.82	12.12.75
176.	Mr. S. Manzoor Mohsin	17	-do-	12.1.66	6.12.63
177.	Mr. Nasim Ahmad Siddiqi	17	Lecturer, Govt: S.E College, Bahawalpur	29.4.78	26.9.61
178.	Mr. Muhammad Sultan	17	-do-	1.8.83	3.1.1974
179.	Mr. Maqsood ul Hasan Hashmi	17	-do-	7.7.79	7.1.79
180.	Mr. Qaiser Baig	17	-do-	18.2.78	18.2.78
181.	Mr. Bashir Ahmad	17	-do-	29.9.85	22.5.83
182.	Mr. Aziz Ahmad	17	-do-	24.11.85	24.11.85
183.	Mr. Abdul Saleem	17	-do-	28.9.85	28.9.85
184.	Mr. Muhammad Farooq	17	-do-	28.9.85	28.9.85
185.	Mr. Masood Ahmad	17	-do-	5.11.75	5.11.75
186.	Mr. Muhammad Akhtar Asim	17	-do-	26.3.81	26.3.81
187.	Mr. Nazir Ahmad Khalid	17	-do-	1.11.75	5.11.75
188.	Mr. Ghulam Akbar Sh.	17	-do-	10.4.84	10.3.1981
189.	Mr. Syed Gulzar Ahmad	17	-do-	.5.1974	11.2.1978
190.	Mr. S.Abdul Moeed Bohari	17	-do-	21.12.80	1.9.72
191.	Mr. Mohd Anwar Shufta	17	-do-	.3.1983	1.12.1976
192.	Mr. Manzoor Ahmad	17	-do-	1.9.84	28.11.81
193.	Mr. Younis Ali Sajid	17	-do-	2.10.85	31.5.1979
194.	Mr. Muhammad Javaid AKhtar	17	-do-	29.10.85	9.4.1981
195.	Mr. Abdul Khaliq Malik	17	-do-	20.12.75	9.1.74
196.	Mr. Rafiq Ahmad Durani	17	-do-	11.8.83	13.2.79
197.	Mr. Muhammad Mumtaz Ali	17	-do-	4.10.79	17.5.79
198.	Mr. Muhammad Azhar	17	-do-	23.12.72	23.12.72
199.	Mr. Nazir Ahmad Sukhera	17	-do-	17.5.79	17.5.79
200.	Mr. Abdi Sakho	17	-do-	14.2.83	14.2.83
201.	Mr. Muhammad Anwar Javed	17	-do-	24.4.80	24.4.80
202.	Mr. Shakeel Ahmad	17	-do-	22.10.82	24.4.80
203.	Mr. Muhammad Khali Aleem	17	-do-	29.4.82	29.4.80
204.	Mr. Muhammd Afzal	17	-do-	18.11.85	14.11.83
205.	Mr. Javid Ahmad Chohan	17	-do-	15.8.83	2.9.72
206.	Mr. Najeeb Ali	17	-do-	2.4.85	9.3.84

207.	Mr. Muhammad Moeed Khan	17	-do-	7.11.82	22.12.76
208.	Mr. Abdul Haye	17	-do-	28.11.77	15.10.70
209.	Mr. Abdul Qadeer Qureshi	17	-do-	19.12.75	4.12.72
210.	Mr. Asghar Ali Buheel	17	Lecturer, Govt: S.E. College Bahawalpur	9.4.1985	11.11.75
211.	Mr. Ata Ullah Awan	17	-do-	6.11.1968	6.11.1968
212.	Mr. Abid Siddiqui	17	-do-	1.9.72	13.10.62
213.	Mr. Firdous Ahmad	17	-do-	1.1.1985	1.1.1985
214.	Mr. Muhammad Ashraf	17	-do-	28.9.85	18.3.1981
215.	Mr. Rab Nawaz	17	-do-	3.10.85	24.5.83
216.	Mr. Abdul Basit Nizam	17	-do-	4.11.85	1.1.1974
217.	Mr. Muhammad Hafeez	17	-do-	21.10.69	2.10.1969
218.	Mr. Farough Jalil Qureshi	17	-do-	1.9.1972	1.9.1972
219.	Mr. Inayat Ullah Fani	17	Lecturer, Govt: Razvia Islamia Degree College Haroonabad.	1.9.1972	1.9.1972
220.	Mr. Maqbool Ahmad Akhtar	17	-do-	1.9.1972	1.9.1972
221.	Mr. Abdul Aziz Zafar	17	-do-		
222.	Mr. Muhammad Sharif	17	-do-	1.9.1972	1.9.1972
223.	Mr. Abdul Khaliq Tanweer	17	-do-	1.9.1972	1.9.1972
224.	Mr. Ghulam Ali	17	-do-	1.9.1972	1.9.1972
225.	Mr. Muhammad Hassan	17	-do-	1.9.1972	1.9.1972
226.	Mr Raja Moeen Asghar	17	-do-	1.9.1972	1.9.1972
227.	Mr Muhammad Ayaz	17	-do-	9.3.1978	9.2.1971
228.	Mr. Muhammad Naeem	17	-do-	17.11.75	17.11.75
229.	Mr. Muhammad Arshad	17	-do-	20.11.75	20.11.75
230.	Mr. Muhammad Arshad	17	-do-	15.5.1979	1.9.1972
231.	Mr. Nasir Hussain Rahi	17	-do-	3.9.1980	3.9.1980
232.	Mr. Muhammad Yaqoob	17	-do-	2.11.1982	13.5.1981
233.	Mr. Sardar Muhammad	17	-do-	17.12.81	17.12.81
234.	Mr. Muhammad Altaf	17	-do-	28.4.84	28.4.84
235.	Mr. Hafiz Riaz	17	-do-	26.5.84	23.11.83
236.	Mr. Muhammad Irshad	17	-do-	15.11.82	30.5.74
237.	Mr. Abdul Haq Tasir	17	-do-	3.4.84	30.12.70
238.	Mr. Nisar Ahmad	17	-do-	22.5.84	22.5.84
239.	Mr. Muhammd Riaz Ahmad	17	-do-	14.4.84	31.5.82

240.	Mr. Asghar Ali Shahid	17	-do-	1.8.1984	26.5.83
241.	Mr. Muhamad Abbas	17	-do-	30.4.85	29.4.82
242.	Mr. Abdul Shakoor	17	-do-	1.4.1984	1.5.1961
243.	Mr. Sikandar Hayat	17	-do-	12.3.79	12.3.79
244.	Mr. Khalid Saed Rehan	17	-do-	21.3.81	21.3.81
245.	Mr. Abdul Rauf Arshad	17	Lecturer, Govt: Razvia Islamia Degree College Haroonabad.	23.10.82	23.10.82
246.	Mr. Abdul Rauf Yourish	17	-do-	16.10.84	16.10.84
247.	Mr. Muhammad Siddique	17	-do-	14.10.85	14.10.85
248.	Mr. Riaz Ali Anwar Alvi	17	-do-	28.9.1985	28.9.1985
249.	Mr. Shafiq Ahmad	17	-do-	28.9.1985	28.9.1985
250.	Mr. Saddique had	17	-do-	3.10.85	8.11.1984
251.	Mr. Muhammad Samiullah	17	Lecturer, Govt: Inter College, Bahawalpur.	1.8.1983	24.10.62
252.	Syed Shaukat Hussain	17	-do-	17.7.1967	5.11.1966
253.	Mr. Muhammad Saleem	17	-do-	11.6.74	14.12.66
254.	Mr. Khizar Iqbal Malik	17	-do-	17.10.84	21.9.74
255.	Mr. Muhammad Sharif	17	-do-	15.11.75	15.11.75
256.	Syed Asrar Hussain Shah	17	-do-	21.7.85	18.11.75
257.	Syed Saeed Ahmad	17	-do-	1.1.1977	1.1.1977
258.	Mr. Fayyaz Ahmad Rana	17	-do-	31.5.76	31.5.76
259.	Mr. Humayun Kabir	17	-do-	13.2.79	13.2.79
260.	Syed Javed Hassan Gillani	17	-do-	8.11.82	26.10.78
261.	Qazi Rauf Ahmad	17	-do-	10.10.82	3.4.1969
262.	Mr. Nazir Ahmad	17	-do-	13.12.82	14.4.1969
263.	Syed Muhammad Shah	17	-do-	18.4.82	22.10.70
264.	Mr. Manzoor Shah	17	Lecturer, Govt: Inter Colleg, Bahawalpur	20.10.84	20.4.1980
265.	Mr. Muhammad Abdus Samad	17	-do-	20.10.85	7.2.1983
266.	Mr. Rana Hadi Hassan	17	-do-	23.11.85	20.11.83
267.	Mr. Muhammad Arshad	17	-do-	30.9.85	30.9.85
268.	Mr. Abdul Hamid Razi	17	-do-	18.9.76	25.9.1968
269.	Mr. Muhammad Akram Badar	17	Lecturer, Govt: Degree College, Chistian.	14.8.83	1.12.1972
270.	Mr. Rashid Ahmad	17	-do-	13.2.82	22.5.73
271.	Mr. Muhammad Janhangir	17	-do-	16.11.83	1.10.83
272.	Mr. Muhammad Rafiq Malik	17	-do-	5.12.75	21.1.74
273.	Dr. Abdul Majeed	17	-do-	1.10.1974	1.10.1974

274.	Mr. Muhammad Bilal	17	-do-	22.6.1979	11.11.75
275.	Mr Mubashir Ahmad	17	-do-	11.11.75	11.11.75
276.	Mr. Muhammad Aslam	17	-do-	5.11.78	30.10.63
277.	Hafiz Muhammad Aslam	17	-do-	19.11.75	19.11.75
278.	Mian Abdul Majeed	17	-do-	1.10.85	22.3.78
279.	Mr. Jahan Khan	17	-do-	6.8.1983	27.3.1978
280.	Mr. Muhammad Shafiq Akhtar	17	-do-	20.7.1980	4.1.1979
281.	Mr. Mohd Anwar Jamil	17	Lecturer, Govt: Degree College, Chishtian.	3.8.1983	19.8.1975
282.	Mr. Muhammad Sardar	17	-do-	16.3.1981	16.3.1981
283.	Mr. Muhammad Sharif	17	-do-	28.3.1984	8.3.1974
284.	Mr. Abdul Rashid	17	-do-	25.4.84	25.4.84
285.	Mr. Mohd Saeed Amjad	17	-do-	29.4.82	29.4.82
286.	Mr. Ashfaq Ahmad Sh.	17	-do-	23.5.83	23.5.83
287.	Mr. Muhammad Arshad Javeed	17	-do-	16.4.63	1.1.67
288.	Mr. Saeed Ahmad	17	-do-	8.11.69	8.11.69
289.	Mr. Muhammad Munir Khalid	17	-do-	19.5.80	6.7.70
290.	Mr. Abdul Rashid Javed	17	-do-	25.10.78	1.11.70
291.	Mr. Muhammad Tanweer Baig	17	-do-	4.8.80	1.9.72
292.	Mr. Abdul Ghaffar Cheema	17	-do-	22.12.76	12.3.65
293.	Mr. Muhammad Amin Sadiq	17	-do-	29.10.68	29.10.68
294.	Mr. Hussain Ahmad Alvi	17	-do-	13.10.69	13.10.69
295.	Mr. Muhammad Yousaf	17	-do-	29.7.85	20.10.69
296.	Mr. Muhammad Sarwar Anjum	17	Lecturer, Govt: Inter College, Fort Abbas.	12.10.78	1.12.75
297.	Mr. Muhammad Arif	17	-do-	31.8.79	14.2.79
298.	Mr. Nazir Hussain	17	-do-	11.4.85	85.80
299.	Mr. Niaz Din Zafar	17	-do-	25.5.83	25.5.83
300.	Mr. Muhammad Afzal	17	-do-	30.5.83	30.5.83
301.	Mr. Shams-ud-Din	17	-do-	21.11.3	21.11.83
302.	Mr. Muhammad Azhar Tahir	17	-do-	30.9.85	30.9.85
303.	Mr. Irshad Rehmat	17	-do-	5.10.85	5.10.85
304.	Rao Mukhtar Ahmad	17	-do-	14.1.85	7.5.19.71
305.	Mr. Farzand Ali Asim	17	-do-	2.3.1981	1.9.1980

EDUCATION DEPARTMENT

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mr. Barkat Ali Soharworthy.	18	Asstt: Professor/ Principal Govt: Inter College, Bahawalpur	5.9.1984	5.1.1957
2.	Mr. Ghulam Nabi Tariq	18	Asstt: Prof: Govt S.E College Haroonabad.	19.9.1975	19.9.1959
3.	Mr. Ghulam Hussain	18	Asstt: Professor, Govt: Islamia Degree College Haroonabad.	7.9.1985	21.9.1959
4.	Dr. Muhammad Siddiq	18	Asstt: Prof: on deputation with Islamia University Bahawalpur	8.9.83	22.12.60
5.	Syed Altaf ul Haq	18	Asstt: Prof: Kh.Farid Govt College R.Y.Khan	22.7.1984	29.9.1959
6.	Mr. Rashid Ahmed Angvi	18	Asstt: Prof: Govt: S.E College Rahimyar Khan	29.3.76	30.6.69
7.	Mr. Muzaffar Ali Zafar	18	Asstt: Prof: Govt: S.E College Bahawalpur	21.10.1971	15.9.1959
8.	Mr. Abdul Majid	18	Asstt: Prof: T.T College Khanpur.	1.9.1976	24.9.59
9.	Mr. Jalil Ahmed Siddiqi	18	Asstt: Prof: Govt: College Bahawalpur	22.3.76	24.11.60
10.	Mr. Nazir Ahmad Bhatti	18	Asstt: Prof: S.E College Dera Nawab Sahib	11.5.85	24.7:1961
11.	Mr. Abdul Ghafoor Khan	18	Asstt: Prof: G.I.C Bahawalpur	1.9.1976	23.11.62
12.	Mr. Mahboob Ali Zaidi	18	Asstt: Prof: Govt: S.E College Bahawalpur	28.7.83	6.5.1953
13.	Mr. Yousaf Ali	18	Asstt: Prof: Govt: Deg: Colleg, Minchanabad.	16.5.1985	15.11.60
14.	Mr. Nazir Ahmad Nazir	18	Asstt: Prof: Govt: College, Islamabad.	7.10.76	12.1.62
15.	Mr. Muhammad Rashid	18	Asstt: Prof: Govt: College Hasilpur	5.10.1985	3.6.1966
16.	Mr. Muhammad Akhtar Ch	18	Asstt: Prof: Govt: S.E. College BWP.	24.7.1970	28.9.1964

17.	Mr. Sajid Mehmood	18	Asstt: Prof: Govt: College Bahawalpur	1.9.76	15.10.65
18.	Mr. Muhammad Saeed Pervaiz	18	A.P. Govt: College LHR	30.12.79	26.9.1969
19.	Mr. Islam Rabbani	18	A.P Govt: College LHR	30.12.79	1.11.60
20.	Mr. M. Niaz	18	A.P Govt: S.E. College LHR	1.8.83	5.7.1969
21.	Hafiz Muzaffar Mahmood	18	A.P Govt: College Liaqat Pur.	9.11.1968	9.11.1968
22.	Syed M .hammad Arif	18	A.P. Govt: S.E. College Hasil pur.	30.12.79	15.11.65
23.	Mr. Faqir Muhammad Naz	18	A.P G.I.C Hasilpur	3.8.1983	29.4.1965
24.	Mr. Abdul Hadi	18	A.P Govt: S.E College Bahawalpur	3.9.1980	22.12.67
25.	Mr. Ghulam Mustafa	18	A.P G.I.C Bahawalpur	1.8.1983	16.10.64
26.	Mr. Nasir Ahmed Khan	18	A.P Govt: College Sahiwal.	10.11.80	1.2.1971
27.	Mr. Muhammad Rafiq	18	A.P Govt R.I.D College Haroonabad.	25.1.1981	7.2.1940
28.	Mr. Abdul Hamid	18	Assistant Professor Kh: Farid Government College Rahim Yar Khan	18.11.1965	18.11.65
29.	Mr. Saeed Ahmad	18	Assistant Professor Govt: S.E College BWP.	10.11.1980	14.10.64
30.	Mr. Muhammad Latif	18	A.P Govt: R I.D College Haroonabad.	10.11.80	28.9.70
31.	Mr. Waheed Ullah Khan	18	A.P Government S.E. College Bahawalpur	1.9.82	31.1.1963
32.	Mr. Hamid Mahmood	18	Assistant Professor Government Inter College Uch Sharif	10.11.1984	16.5.1970
33.	Mr. Abdul Majid Bhatti	18	Assistant Professor Government Inter College Uch Sharif	1.9.82	12.5.1964
34.	Mr. Hashmat Ali Aslam	18	Assistant Professor Government Khawaja Farid College Rahimyar Khan.	6.1.1964	6.1.1964
35.	Mr. Latif uz Zaman	18	Assistant Professor Government College Bosan Road, Multan.	1.9.81	7.9.1959

EDUCATION DEPARTMENT

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Dr. S, Moeen ur Rehman	19	Professor of Urdu Govt: College Lahore	2.4.1981	1.9.1972
2.	Qazi Abd-ur-Rehman	19	Chairman, Board of Intermediate and Secondary Education Rawalpindi	1.9.1985	1.9.1961
3.	Mr. Zafar ul Haq Ch	19	Subject Specialist Education Extension Centre, Lahore.	10.7.1977	6.10.1961
4.	Mr. Ghafrullah Khan	19	Principal, Government S.E College, Bahawalpur	22.12.1979	25.10.52
5.	Dr. Abdur Razaq	19	Principal, Government M.C College Chishtian	19.7.1980	6.11.1966

EDUCATION DEPARTMENT

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mr. Ali Shabbir Kazmi	19	DY: Director L.R.D.C Lahore	15.4.1953	15.4.1953
2.	Mr. Saeed Ahmad Khan	17	Asstt: Director Sports Office of the AG. Sports	1.7.1971	1.7.1971
3.	Mr. Ajaz Hussain Gilani	17	Divl: Sports Organizer Multan.	1.7.1971	1.7.1971
4.	Mr. Muhammad Afzal Alvi	16	Acting Divl: Sports Organaizer B.W.P	9.1.1973	9.1.1973
5.	Mr. Ehtasham ul Haq	16	Disstt: Sport Organizer Bahawalpur	24.7.1978	24.7.1978
6.	Mr. Muhammad Amin Shahid	16	Disstt: Sports Organizer Lieah	26.4.1983	26.4.1983
7.	Mr. Muhammad Javed Bhatti	16	O.I.C Bahawalpur	1.7.1984	1.7.1984
8.	Mr. Shamim Ahmad Sidiqi	17	Registrar, Govt: College of Technology Multan	31.7.1985	31.71985

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
9.	Mr. Anwar ul Haq	17	Senior Instructor, (MECH) Govt: College of Techenology BWP.	20.1.1986	20.1.1986
10.	Mr. Habib Ullah	17	Instructor (Eect) G.C Tech: BWP	29.5.1969	29.5.1969
11.	Mr. Muhammad Ramzan	17	Instructor (Foundary) G.C. of Tech: BWP	15.2.1967	15.2.1967
12.	Mr. Riaz ud Din	17	Instructor (Elect) BWP	16.12.1971	16.1271
13.	Mr. Ahmad Nawaz Minhas	17	Instructor (Arts) BWP	24.12.76	24.12.76
14.	Mr. Manzoor Hussain	17	Head of Deptt (Civil) G.C of Technology, BWP	3.8.1972	3.8.1972
15.	Mr. Habib ur Rehman	17	Lecturer (Math) BWP	8.10.1985	8.10.1985
16.	Mr. Muhammad Maqsood	17	Senior Instructor (Drft & Design) Govt College of Technology Lahore	24.2.1985	24.21985
17.	Mr. C.M. Rashid	19	Principla, Govt: College of Tech: LHR	13.9.1972	13.9.1972
18.	Mst. Shahbaz Kalsoom	17	Principal Govt:Voc: Institute for (W) Khanpur.	20.11.1985	20.11.85
19.	Syed Zafar Hussain	19	Principal, Govt: College of Commerce Bahawalpur	5.8.85	5.8.85
20.	Mr. Rashid Ahmad	18	Principal, G.C. Lahore	6.1.80	6.1.80
21.	Mr. Abdu Rahim Ashraf	18	Principal, Govt: College of Commerce Bahawalpur	15.11.73	15.11.73
22.	Mr. Abdur Rahim Ashraf.	18	Principal, G.C. of Commerce, Taunsa Sharif	26.6.85	26.6.85
23.	Mr. Waqar ul Islam	18	Instructor (Type & Short Hand) Bahawalpur	1.6.76	1.6.76
24.	Mr. Muhammad Jaffar	17	Instructor (Islamyat) G.C. of Commerce BWP	3.7.71	3.7.71
25.	Mr. Abdul Aziz Hashmi	17	Instructor, G.C of Com: Ali pur.	6.2.86	6.2.86
26.	Syed Saghir Hussain	17	Instructor Govt, Col: (Islamyat) of Com: R.Y.Khan	1.10.74	1.10.74

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
27.	Mr. Akbar Ali Zahid	17	Instructor -do- BWP (Urdu Short Hand).	1.6.76	1.6.76
28.	Hafiz Muhammad Mazhar	17	Instructor -do- BWN (Commerce).	13.11.80	13.11.80
29.	Mr. Iqbal Hussain	17	Instructor -do- Chishtian. (Urdu)	8.5.78	8.5.78
30.	Mr. Maqbool Ahmad	17	Instructor -do- BWN (English)	29.5.84	29.5.84
31.	Mr. Muhammad Naeem Khan	17	Instructor -do- R.Y.K (Commerce)	13.11.80	13.11.80
32.	Mr. Khalil Ahmad	17	Instructor -do- BWN (English)	7.2.81	7.2.81
33.	Mr. Raiz Ahmad	17	Instructor -do- Chishtian	5.12.81	5.12.81
34.	Mr. Muhammad Saleem	17	Instructor -do- -do- (Short Hand)	11.5.83	11.5.83
35.	Mr. Zafar Ali	17	Instructor -do- -do- (Islamyat)	14.1.85	14.1.85
36.	Mr. M. Saleem Khalid	17	Instructor -do- -do- (English)	1.2.81	1.2.81
37.	Mr. Faqir Muhammad Gohar	17	Instr(Commerece)-- BWP	13.11.80	13.11.80
38.	Mr. Maqsood Ahmad	16	D.P.E, G.C of Comm: BWP	4.3.81	4.3.81
39.	Mr. Azmat Ali	16	D.P.E, G.C of Comm: RYK	3.1.85	3.1.85
40.	Mr. Zulfiqar ALi Khalid	16	Librarian, G.C of Com: RYK	7.5.84	7.5.84
41.	Mr. Abdul Aziz Qureshi	16	-do- Alipur	6.3.86	6.3.86
42.	Mr. Muhammad Riaz	16	Librarian G.C of Chishtian	8.3.86	8.3.86
43.	Mr. Khalid Hamid	16	-do- Gujar Khan	22.3.86	22.3.86
44.	Mr. Muhammad Afzal Khan	16	-do- Narowal	15.3.86	15.3.86
45.	Mr. Shahid Iqbal	16	-do- BWP	26.3.86	26.3.86
46.	Mr. Muhammad Sadiq	16	-do- M.B.Din.	6.3.86	6.3.86
47.	Mr. Abdus Sattar	17	Teacher, Govt: School for Bind Bahawalpur	14.3.79	14.3.79
48.	Mr. M.A.Rehmani	17	-do-	22.11.75	22.11.75
49.	Mr. K.M. Zafar	17	-do-	17.3.80	17.3.80

FINANCE DEPARTMENT

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mr. Abdul Hakeem Khan	17	Distt. Accounts Officer. A&A.T.I. LHR.	29.7.84	8.9.49
2.	Mr. Muhammad Nawaz Bodla	18	Distt Accounts Officer, R.Y. Khan	7.8.83	3.6.47
3.	Mr. Ghulam Muhammad Malik	17	-do- Multan	26.3.86	18.8.64
4.	Mr. Altaf Ahmad Qureshi	17	-do- Rajanpur	26.6.85	29.6.64
5.	Mr. Muhammad Ashraf	17	-do- Bahawalpur	22.7.85	25.9.75

PUNJAB LOCAL FUND AUDIT DEPARTMENT

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
6.	Rashid Ahmad Rajput	18	Divisional Dir. L.F. Audit/B/pur	18.9.82	1.6.86
7.	Atta Muhammad Shahid	18	-do- D.G.Khan	2.10.85	16.4.50
8.	Muhammad Akhlaq	17	Islamia Univ. Bahawalpur (on Foreign services).	6.10.83	22.8.64
9.	Muhammad Sohail Khan	17	R.A.D, Zila Council R.Y.Khan	20.7.85	16.10.64
10.	Maqbool Ahmad	16	R.A.O.M.C.Jaranwala	1.7.82	12.4.71
11.	Dr. Muhammad Malik	16	Circle Audit Officer D.G.Khan	1.7.85	10.7.61
12.	Mehr Hussain Bokhari	16	R.A.O,M.C Khanpur	8.8.84	13.7.71
13.	Muhammad Rashid	16	R.A.O. Zila Council Bahawalpur	3.4.85	1.7.76
14.	Iftikhar ud din	16	Audit Oficer, HQ, Bahawalpur	18.2.84	15.11.76

FINANCE DEPARTMENT: (MAIN SECTT)

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
15	Sh. Saeed ud Din	18	D.S/A&H FD	27.8.75	23.12.47
16.	Karim Bakhsh Abdali	18	Under Secy (PW-II) FD	14.12.84	1.10.77
17.	Haji Muhammad Anwar	17	S.O. (Exp.H) FD	20.11.80	9.4.45
18.	Muhammad Aslam Arshad	17	S.O.(Exp.Irri) F.D.	18.10.78	8.11.52
19.	Nisar Ahmad Beg.	17	S.O. Budgget Officer-IV, FD	7.4.81	5.1.52
20.	IKram ul Haq Hashmi	17	S.O Budget Officer III FD	22.10.85	7.2.53

FOOD DEPARTMENT

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Muhammad Kabir Ahmad.	18	D.D. Food Lahore.	6.5.84	9.4.83
2.	Muhammad Saeed Qureshi	17	A.D. Food Bahawalpur	14.2.83	12.5.47
3.	Abdul Ghani Hashami	17	A.D. Food Multan	7.2.83	23.12.46
4.	Jamil Hassan	16	Distt. Food Controller, Multan	4.3.84	26.5.51
5.	Sardar Pervaiz ALi Khan	16	Storage Officer, Rawalpindi	29.8.85	8.2.61
6.	Arif Raza	16	Asstt. Accounts Officer, F/Bad	10.7.85	14.5.83
7.	Ahamd Abdul Basat	16	Storage Officer, Bahawalpur	29.12.85	19.12.49
8.	Muhammad Iqbal Hussain	16	Asstt. Accounts Officer, Bahawalpur	4.3.85	1.5.50
9.	Main Muhammad Manzoor	16	Asst. Accounts Officer Multan	5.5.85	25.1.48

Excise & Tax, Department

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Ch. Saleem Jameel.	16	Director E&T, Faisalabad	14.7.85	7.1.80
2.	Ch. Shamim Ahmad.	17	E&T O, Rahim Yar Khan	3.9.85	1.1.80
3.	Ch. Muzmmilullah.	17	E&TO Lahore	1.10.83	12.9.83
4.	Ch. Muhammad Akhtar.	17	E&TO D.G.Khan	15.8.85	11.8.85
5.	Sh. Javid Iqbal	17	E&TO Kasur	19.3.85	18.9.84

FORESTRY, WILDLIFE AND FISHERIES DEPARTMENT.

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mr. A'khtar Mehmood	16	Range Officer, Lalsohanra National Park.	27.10.85	1.10.66
2.	Mr. Haq Nawaz Shaheen	16	Range Officer, Cholistan Khanpur.	23.10.83	8.10.77
3.	Mr. Farooq Ahmad	16	Range Officer, Rawalpindi	20.1.86	4.10.78
4.	Mr. Zafar Hussain	16	Range Officer, Sahrbagla, Murree Division.	26.10.85	-do-
5.	Mr. Ashfaq Ahmad	16	Forest Ranger, on deputation in WAPDA.	17.8.83	-do-
6.	Mr. Habib Alam Shah	16	Range Officer, Ahmadpur East	30.10.85	11.10.78
7.	Mr. Muhammad Bashir Zafar	16	Range Officer, Hasilpur	22.10.85	23.1.80
8.	Mr. Khalid Mahmood	16	Forest Range, under training in Multan Zone.	13.11.85	8.10.85
9.	Mr. Iftikhar Ahmad	16	District Widlife Officer Dera Ghazi Khan.	18.4.85	15.4.85
10.	Mr. Umeed Khalid	16	Distt: Wildlife Officer Leiah	10.4.85	10.4.85
11.	Mr. Atta ur Rehman	17	Sub-Divisional Forest Officer Layyah Division proceeded on Medical Leave wef 3.5..1986	15.8.84	23.3.84
12.	Mr. Abdul Rauf	17	Asstt: Dirctor Fisheries Appointed as Dy: Director at TARVELA.	27.3.86	29.10.63
13.	Ch. Abdul Sattar	17	Asstt: Director Fisheries Fish Seed Hatchery, Bahawalpur	29.8.85	20.11.61
14.	Mr. Muhammad Mahboob Ahmad Khan	17	Asstt: Director Fisheries Vehari.	9.1.86	1.11.67
15.	Mr. Muhammad Khalid Anwar	17	Asstt: Director Fisheries Dera Ghazi Khan.	12.12.85	13.2.76
16.	Qazi Manzoor Ahmad	18	Deputy Director Fisheries fish Seed Hatchery Mianchannu District Khanewal.	11.14.85	18.12.69

HELATH DEPARTMENT.

S.No.	Name.	BPS	Designation	present posting with date	Date of initial appointment
1.	Dr. Bilal Asghar	20	Professor Of Medicine P.G.M.I. Lahore	14.7.85	26.8.76
2.	Dr. Zafar Ullah Chaudhary	20	Professor of Surgery, P.G.M.I.Lahore.	1.9.81	1.8.68
3.	Dr. Fateh Khan Akhtar	20	Professor of Urology K.E.M.C. Lahore	18.10.72	4.4.62
4.	Dr. Shabbir Ahmad Nasir	20	Professor of Medicine, N.M.C. Multan.	13.6.76	13.6.76
5.	Dr. Muhammad Khan Baber	20	Professor of Medicine, QAMC, Bahawalpur.	3.12.75	27.9.67
6.	Dr. Abdul Shakoor	20	Professor of Medicine, QAMC Bahawalpur.	20.7.85	29.6.77
7.	Dr. Altaf Hussain Rathoor	20	Professor of Surgery, QAMC Bahawalpur.	29.1.82	10.9.73
8.	Dr. Muhammad Amin	20	Professor of Surgery, QAMC Bahawalpur	29.6.82	10.1.77
9.	Dr. Ashiq Pervaiz	19	Associate Professor, Orthopaedic Surgeyr, N.M.C. Multan.	21.1.79	2.1.79
10.	Dr. M. Saleem Safdar	19	Asociate Professor, Medicine, N.M.C. Multan.	12.8.79	12.8.79
11.	Dr. M. Khalid Syed	19	Associate Prof. Pharmacology, N.M.C. Multan.	15.9.73	——
12.	Dr. Saeed Ahmad Malik	19	Associate Prof. Pathology, Q.A.M.C. Bahawalpur	20.10.80	16.4.80
13.	Dr. Riaz Mahmood	19	Associate Prof. Pathology, Q.A.M.C. Bahawalpur.	5.10.81	5.10.81
14.	Dr. Abdul Haleem	19	Associate Prof. Community, Q.A.M.C Bahawalpur.	11.8.85	3.11.62
15.	Dr. Mazhar-ul-Haq Attique	19	Associate Prof. Medicine, Q.A.M.C. Bahawalpur	21.8.83	4.8.80
16.	Dr. Manzoor Ahmad Gill,	19	Associate Prof. Surgery, Q.A.M.C. Bahawalpur.	2.2.85	21.8.66
17.	Dr. Nazir Hamad Asi	19	Associate Prof. (Opth),	15.8.81	12.11.78
18.	Dr. Syed M. Zafar Bokhari	18	Asstt. Prof. Forensic Med. A.I.M.C. Lahore.	20.12.81	1.1.73

19.	Dr. Mukhtar Ahmad Ch.	18	Asstt. Prof. Anatomy, Q.A.M.C. Bahawalpur	9.12.82	10.12.59
20.	Dr. Mrs. Khalida Shaukat	18	Asstt. Professor Anatomy, QAMC, Bahawalpur.	11.12.82	16.8.60
21.	Dr. Shafique Ahmad	18	A.AP.Bio-Chemistry, QAMC, Bahawalpur.	21.11.85	31.8.78
22.	Dr. Maqsood Ahmad	18	A.P.Pathology Q.A.M.C Bahawalpur.	9.12.84	14.5.76
23.	Dr. Mubarik Ahmad Ch.	18	A.P.Communnity -do- Medicine,	8.5.83	17.11.79
24.	Dr. Sana Ullah Khan	18	A.P.Pathology, QAMC Bahawalpur.	2.12.85	26.12.75
25.	Dr. S.Ijlal Haider Rizvi	18	AP.Forensic Medicine, QAMC, Bahawalpur.	17.12.85	16.2.81
26.	Dr. Zahid Hussain,	18	Asstt. Prof (OPS), QAMC, Bahawalpur.	13.12.80	———
27.	Dr. Badar-ud-Din Ch.	18	Asstt. Prof. Medicine, QAMC, Bahawalpur.	12.2.85	———
28.	Dr. M. Akbar Khan	18	Asstt. Prof. Medicine, QAMC, Bahawalpur.	16.10.85	———
29.	Dr. Zia-ul-Amin	18	Asstt. Prof. Surgery, QAMC, Bahawalpur.	10.6.85	Dec.71
30.	Dr. Muhammad Ashraf,	18	Asstt. Prof. Paediatrics, QAMC, Bahawalpur.	22.8.84	4.4.77
31.	Dr. Nazir Ahmad Ch.	18	Asstt. Prof. (Ophth), QAMC, Bahawalpur.	9.8.84	3.7.71
32.	Dr. Tasneem Ahmad Cheema	18	Assistant Professor, QAMC, Bahawalpur.	2.2.86	———
33.	Dr. Tajammul Hussain Bhatti	18	Asstt. Prof. Anasthesia, QAMC, Bahawalpur.	12.9.85	12.9.85
34.	Dr. M. Khalid Khan	18	A.P. Pharmacology, NMC, Multan.	14.9.81	6.12.73
35.	Dr. M. Hanif Arif	18	A.P(Gynae), NMC, Multan	27.12.81	26.12.69
36.	Dr. M.B.Jameel	18	AP(GYNAE), NMC, Multan.	2.10.82	28.8.75
37.	Dr. Azmat Kamal	18	Sr. Registrar (Ophth), Services Hosp. Lahore.	3.5.79	3.5.79
38.	Dr. Mrs. Qaiser Jhan	18	Sr. Registrar (Gnae) BV Hospital, Bahawalpur.	15.8.81	9.2.52
39.	Dr. Waheed Akhtar	18	Sr. Reg.Orthe. Surgery, B.V.HOsp. Bahawalpur.	5.8.81	March,74
40.	Dr. Muhammad Afzal	18	A.P. (Anaas.) QAMC.BWP		4.1.78

41.	Dr. Muhammad Saleem	18	Sr. Reg. (med) N.H. Multan	7.10.85	15.8.76
42.	Dr. Muhammad Aslam Sh.	18	Sr. Reg. Paed. Surgery, Mayo Hospital, Lahore.	7.2.85	4.1.77
43.	Dr. Ausaf Hussain	18	Principal, Para Medical School, Bahawalpur.	19.3.86	1.8.72
44.	Dr. Ahmad Mawaz Khan Bhatti	18	M.O, Rural Health Centre Yazman.	15.1.86	1.1.70
45.	Dr. Abdul Wahab	18	M.O. Tehsil Hospital Sadiqabad.	23.5.86	6.1.64
46.	Dr.Muhammad Mushtaque	18	Specialist DHQ. Hospital Bahawalpur.	——	23.12.84
47.	Dr. Muhammd Akmal	18	Gynaecolgist, DHQ, Hospital Bahawalpur.	30.8.84	30.8.84
48.	Dr. Maj: M. Yousaf Ali	18	Physician DHQ, Hospital Bahawalpur..	6.1.83	7.12.64
49.	Dr.Masood Ahmad Choudhry	18	M.O, Eye Hospital Khanpur	10.1.83	5.11.73
50.	Dr. Ghulzar Muhammad Khan	18	M.O, THQ, Hospital Liaqatpur	14.8.83	29.8.71
51.	Dr. Irshad Ahmad	18	M.O, THQ Hospital Chishtian	7.7.79	2.11.76
52.	Dr. Shabbir Ahmad Tabassum	18	M.O, T.B. Clinic Hasilpur	1.1.83	15.2.79
53.	Dr. Abdul Saboor	18	M.O,Rural Health Centre Faqirwali.	18.7.83	31.5.74
54.	Dr. Ashique Hussain Cheema	18	M.O, Distt: Jail R.Y.Khan	23.10.84	13.1.80
55.	Dr. Abdul Wahid	17	M.O,D.H.Q. Hospital R.Y.Khan	24.7.83	24.7.83
56.	Dr. Ali Akbar	17	M.O, T.B Clinic Hasilpur	18.3.85	18.3.85
57.	Dr. Abbas ALi Khan	17	M.O, Sheikh Zaid Meddical Complex, Rahimyar Khan.	18.3.85	18.3.85
58.	Dr. Ali Hussain	17	M.O, -do-	1.3.86	1.3.86
59.	Dr. Muhammad Mukhtar Naseem	17	M.O, DHQ, Hospital R.Y.Khan	16.5.83	2.9.71
60.	Dr. Muhammad Sadiq Sheikh	17	-do-	5.12.84	1.3.82
61.	Dr. Mehmood Alam Aftab	17	-do-	7.8.83	7.8.83
62.	Dr. Muhammad Shahid	17	M.O,B.H.U, Jamal Channar	18.3.85	18.3.85
63.	Dr. Makhdoom Muhammad Hussain	17	M.O,Sh: Zaid Medical Complex, R.Y.Khan.	17.3.85	17.3.85

64.	Dr. Mooin ud Din	17	M.O, B.H.U Goth Mehroo	20.3.85	20.3.85
65.	Dr. Muhammad Amjad Abid	17	M.O, R.H.C Donga Bonga	21.3.85	21.3.85
66.	Dr. Muhammad Azhar Iqbal	17	M.O,Sh: Zaid Med:Complex Rahimyar Khan.	21.3.85	21.3.85
67.	Dr. Muhammad Anwar Rehan	17	M.O, DHQ, Hospital R.Y.Khan	28.3.85	28.3.85
68.	Dr Masood Anwar	17	M.O, R.H.C Allahabad.	-do-	-do-
69.	Dr. Mukhtar Ahmad. Khurshid	17	M.O, R.H.C Manthar	23.12.84	23.12.84
70.	Dr. Muhammad Ashraf	17	M.O, THQ Hospital Chishtian	23.10.85	23.12.84
71.	Dr. Muhammad Amin Cheema	17	M.O, R.H.C. Kot Samaba	21.3.83	21.3.85
72.	Dr. Muhammad Jalal	17	M.O,R.H.C. Mubarkapur	27.3.85	27.3.85
73.	Dr. M. Ashraf Qureshi	17	M.O,B.H. Unit Bhuduwali	14.1.86	23.12.84
74.	Dr. Muhammad Afzal Saqib	17	M.O,R.H.C, Dahranwala	28.5.85	13.9.84
75.	Dr. Muhammad Sharif AKhtar	17	A.D.H.O, Ahmadpur East.	13.1.86	12.9.84
76.	Dr. Mehmood Ahmad	17	M.O,R.H. Centre Chani Goth	27.3.85	16.9.84
77.	Dr. Muhammad Ali Bokhari	17	M.O,DHQ, Rahimyar Khan	30.5.84	22.5.84
78.	Dr. Masood ul Hassan	17	M.O, T.B. Clinic, Khanpur	4.4.85	5.4.85
79.	Dr. Shamsh-uz-Zaman	17	M.O, THQ, Hospital Khanpur	25.7.83	25.7.83
80.	Dr. Mrs. Samar Ghafoor	17	Woman Medical Officer, J.E.Hospital Bahawalpur	8.7.83	8.1.83
81.	Dr. Shahida Zareen	17	Woman Medical Officer THQ, Hospital Ahmadpur East.	18.10.85	1.8.84
82.	Dr. Shaukat Ali	17	M.O, Sh: Zaid Medical complex Rahimyar Khan	21.3.85	21.3.85
83.	Dr. Bilqees Akhtar	17	Woman Medical Officer DHQ, Hospital Bahawalpur	11.12.85	11.12.85
84.	Dr. Khalid Mahmood	17	M.O, DHQ, Hospital Bahawalnagar	5.11.85	26.2.83
85.	Dr. Ghatranullah	17	M.O, Para Med: School BWP.	28.3.85	28.3.85
86.	Dr Bashir Ahamd Shahid	17	M.O, THQ, Hosp: Haroonabad	3.12.83	3.12.83
87.	Dr. Qamar ul Qayyum	17	M.O, R.H.C, Zahir Peer	28.3.86	23.12.84

88.	Dr. Ghulam Dastageer Khan	17	M.O, R.H.C Mianwali Qureshian	30.8.85	23.12.84
89.	Dr. Iffat Perveen	17	Woman M.O, DHQ, Hosp: B/Nagar	22.10.82	22.10.82
90.	Dr. Bushra Saeed	17	Woman M.O, R.H., Complex Uch Sharif.	18.9.85	7.3.85
91.	Dr. Ishtiaq Ali Naqvi	17	M.O, Polic Hosp: Bahawalpur	22.5.83	31.5.66
92.	Dr. Nasir Ali Zahid	17	M.O, DHQ, Hosp: R.Y.Khan	3.12.83	16.8.83
93.	Dr. Noor Khan	17	M.O, DHQ, Hosp: R.Y.Khan	17.10.85	31.12.83
94.	Dr. Zulqurnain Trimzi	17	M.O. Mew Central Jail. BWP	8.4.84	31.12.83
95.	Dr. S.Ziauddin Zaidi	17	M.O, R.H.C.Khanqah Sharif	21.3.85	23.12.84
96.	Dr. Zubair Bin Bashir	17	M.O, DHQ, Hosp: R.Y.Khan	4.2.84	20.3.82
97.	Dr. Fazal Hussain Afzal	17	M.O(ADHQ,A.P East) (on leave)	27.7.85	16.3.85
98.	Dr. Fayyaz Mehmood	17	M.O, Sh; Zaid Medical Complex Rahimyar Khan	18.3.85	18.3..85
99.	Dr. Faiz Rasool Ch.	17	M.O,DHQ, Hosp: R.Y.Khan	21.3.85	23.12.84
100.	Dr. Muhammad Mushtaq	17	M.O,THQ< Hosp: Fortabbas	18.3.85	18.3.85
101.	Dr. Mirza Saleem Baig	17	M.O, B.H.Unit Dera Bakha	21.3.85	21.3.85
102.	Dr. Muhammad Ramzan Arif	17	M.O, R.H.C Mianwali Qureshian	4.7.85	3.12.83
103.	Dr. Abdul Sattar	17	Programme Training Officer (M.O)DHQ, Hosp: R.Y.Khan	17.10.82	17.10.72
104.	Dr. Abdul Rashid	17	M.O, R.H.C Feroza	2.5.84	3.12.83
105.	Dr. Zulfiqar Ali Rehmani	17	M.O,R.H.C.Bagho Bahar	27.3.86	2.9.84
106.	Dr. Muhammad Ramzan	17	M.O,R.H.C.Faqirwali	23.12.84	23.12.84
107.	Dr. Mrs Abida Hadi	17	Woman Medical Officer R.H.C Yazman	11.2.86	11.2.86
108.	Dr. Abdul Kajeeb Khan	17	M.O, B.H.U Khanpur Nauranga	7.7.85	7.7.85
109.	Dr. Abdul Rashid	17	M.O,DHOHosp: R.Y.Khan	1.12.85	1.12.85
110.	Dr. Abdul Shakoor	17	-do-	4.4.84	15.12.83
111.	Dr. Atta Muhammad	17	M.O,B.H.Unit, Bhallah Jhallan	6.7.85	6.7.85
112.	Dr. Arshad Ali Bajwa	17	M.O,R.H.C Shahar Fareed	12.5.85	12.5.85

113.	Dr. Abdia Perveen	17	Women Med: Officer DHQ: Hospital R.Y.Khan	12.11.85	12.11.85
114.	Dr. Ihsan ur Rehman	17	A.D.H.O Haroonabad.	15.9.84	15.9.84
115.	Dr. Abid Hussain	17	M.O, B.H.U Zafarabad	14.7.85	14.7.85
116.	Dr. Abdul Ghaffar	17	M.O, B.H.U Chak No.113/DB	12.12.85	12.12.85
117.	Dr. Abdul Ghafoor Leghari	17	M.O, B.H.U. Moray Shah	1.6.85	1.6.85
118.	Dr. Ali Asghar Ijaz	17	M.O,T.B Clinic Minchinabad	13.5.85	13.5.85
119.	Dr. Ahmad Hassan	17	M.O, B.H.U Khanuwali	12.12.85	12.12.85
120.	Dr. Abdul Ghani	17	-do- Rampura.	10.3.86	10.3.86
121.	Dr. Asghar Abbas Naqvi	17	M.O, DHQ, Hospital Bahawalnagar	8.5.85	8.5.85
122.	Dr. Owais Aslam Chughtai	17	M.O, B.H.U Hakra	8.2.86	8.2.86
123.	Dr. Asghar Ali	17	A.D.H.O Minchinabad	13.8.85	13.8.85
124.	Dr. Ali Muhammad Farooqi	17	M.O, T.E. Clinic Sadiqabad	16.5.85	16.5.85
125.	Dr. Abdul Aziz Sheikh	17	M.O, T.HQ, Hosp: Minchainabad	12.11.85	5.6.85
126.	Dr. Abdul Majeed	17	M.O, Rural Dispy: Qaimpur	1.6.85	1.6.85
127.	Dr. Farhat Abbas Mohsin	17	M.O(A.D.H.O) Khanpur	3.9.85	3.9.85
128.	Dr. Muhammad Siddique Tahir	17	M.O, R.H.C Khairpur Tanewali	12.5.85	12.5.85
129.	Dr. maqsood Ahmad	17	M.O, R.H.C Choonawala	2.7.85	2.7.85
130.	Dr. Muhammad Younis	17	M.O B.H Unit Chak Abbas	2.10.85	2.10.85
131.	Dr. Sohail Aslam Chughtai	17	M.O, R.H.C Khanqah Sharif	19.1.86	19.1.86
132.	Dr. Naseem Iqbal Safdar	17	M.O, R.H.C Choonawala	1.1.86	14.5.85
133.	Dr. Ghulam Zainuddin	17	M.O, B.H.Unit Bahishti	(awaited)	23.10.85
134.	Dr. Iftikhar Ahmad	17	M.O, B.H.Unit Khutri Banglow	22.3.86	22.3.86
135.	Dr. Irshad Ahmad Peerzada	17	M.O, R.H.Centre Mandi Sadiq Ganj.	6.11.85	16.1.81
136.	Dr. Ihsan ul Haq	17	M.O, DHQ, Hosp: R.Y.Khan	9.5.85	9.5.85
137.	Dr. Capt: Iftikhar Ahmad	17	M.O, R.H.C Dahranwala	8.5.85	18.5.85
138.	Dr. Fayyaz Mahmood	17	M.O, B.H.Unit Jamalpur	19.5.85	19.5.85
139.	Dr. Faiz Anwar	17	M.O, R.H.C Khichi Wala	21.5.85	21.5.85
140.	Dr. Fayyaz Mahmood Bhatti	17	M.O, R.Dispy: Tailwala	8.5.85	8.5.85
141.	Dr. Safdar Hayat	17	M.O, R > H.C Kot Samaba	21.5.85	21.5.85

142.	Dr. Salah ud Din	17	M.O, B.H Unit Chak No. 134 Murad.	23.10.85	17.9.84
143.	Dr. Rao Shahid Tasleem	17	M.O, DHQ, Hosp: Bahawalnagar	17.9.84	10.6.85
144.	Dr. Shaukat Ali	17	M.O, B.H. Unit Hatheji	6.8.85	21.3.85
145.	Dr. Shahid Khaliq	17	M.O, B.H.Unit Dera Fareedi	26.2.86	26.2.86
146.	Dr. Shahzad Hussain	17	M.O, B.H.Unit Noor Muhammad Bhangran.	30.5.85	30.5.85
147.	Dr. Shabbir Ahmad	17	M.O, R.Dispy: Khan Bela	18.5.85	18.5.85
148.	Dr. Mansoor Akhtar	17	M.O, B.H.Unit Chak 91/DB	Awaited	Awaited?
149.	Dr. Muhammad Aslam	17	M.O, Flyig Squad Sadiqabad	18.5.85	18.5.85
150.	Dr. S. Muhammad Ijaz Ali	17	M.O, DHQ, Hospital, R.Y.Khan	6.11.85	6.11.85
151.	Dr. Muhammad Aslam	17	M.O, T.B Clinic Haroonabad	27.5.85	27.5.85
152.	Dr. Muhammad Akram Waqar	17	M.O, B.H.Unit Chak No.80/1-L	16.3.86	16.3.86
153.	Mr. Makhdoom Bisharat Hashmi	17	M.O, DHQ, Hospital Rahimyar Khan.	1.2.86	1.2.86
154.	Dr. S.Mushtaq Ali	17	M.O, B.H.Unit Chak 38/3-R	4.7.85	4.7.85
155.	Dr. Muhammad Ishtiaq	17	M.O, T.B Clinic BWN.	28.5.85	28.5.85
156.	Dr. Muhammad Nazir	17	M.O, R.H Centre Madrissa	13.1.86	13.1.86
157.	Dr. Muhammad Farooq Ahmad	17	M.O, R.H. Centre Kichi Wala	1.1.86	1.1.86
158.	Dr. Mohd Saeed Amir	17	M.O, .H.U. Haranwala	28.5.85	28.5.85
159.	Dr. Muhammad Azhar	17	M.O, Distt: Jail B/Nagar	13.5.85	13.5.85
160.	Dr. Muhammad Aslam	17	M.O, B.H.U, Chak 227/9-R	20.1.86	20.1.86
161.	Dr. Muhammad Shafique Fazal	17	M.O, B.H.U. Kot Sabzal	14.11.85	14.11.85
162.	Dr. Muhammad Shafi Fayyaz	17	M.O, R.H.C. Chak 173/P	Awaited	7.9.85
163.	Dr. Muhammad Saleem	17	M.O. B.H.Unit Aghapur	30.11.85	30.11.85
164.	Dr. M.Baqir Ali Khan	17	M.O, B.H. Unit Karampur	8.7.85	8.7.85
165.	Dr. Muhammad Abbas	17	M.O, B.H.Unit Khuda Bux Mehar.	7.9.85	7.9.85
166.	Dr. Mushtaq Ahmad	17	-do- Chak 148/P	17.7.85	17.7.85
167.	Dr. Muhammad Ibrahim	17	-do- Mehrabwala	6.7.85	6.7.85
168.	Dr. Muhammad Sarwar	17	-do- Kudhwala	12.5.85	12.5.85
169.	Dr. Muhammad Zafar Iqbal	17	-do- Chak Katora	1.6.85	1.6.85
170.	Dr. Muhammad Tayyab	17	-do- Chak 129/Murad	2.6.85	2.6.85

171.	Dr. Ijaz ul Haque	17	M/O, Flying Squad Trinda Muhammad Panah	4.2.85	21.9.85
172.	Dr. Muhammad nawaz	17	M/O, R.H.C Nawazabad	13.6.85	29.9.84
173.	Dr. Muhammad Rafi Shahid	17	-do- Nawan Kot	10.12.85	10.12.85
174.	Dr. Muhammad Younis Sohail	17	M.O. THQ, Hosp: Hasilpur	9.5.85	9.5.85
175.	Dr. Muhammad Suleman Khan	17	M.O., R.H.C Bagho Bahar	1.1.86	1.1.86
176.	Dr. Muhammad Sadq Zia	17	M.O, DHQ Hosp: R.Y.Khan	10.8.85	10.8.85
177.	Dr. Maqsood Ahmad	17	M.O., B.H.U Kot Makhdoom	1.6.85	1.6.85
178.	Dr. Mujahid Akbar	17	M.O., B.H.U Sanjar	6.1.86	8.7.85
179.	Dr. Maqsood Hussain	17	M.O., R.H.C Fort Maroot	13.5.85	13.5.85
180.	Dr. Muhammad Abdul Sabbor	17	M.O, Flying Squad Ahmadpur East	14.2.86	26.12.85
181.	Dr. Mulazim Hussain	17	M.O: B.H.Unit Janpur	13.1.86	3.6.85
182.	Dr. Muhammad Abid	17	-do- Chak No.29/BC	9.9.85	1.6.85
183.	Dr. Muhammad Iqbal Javaid	17	-do- Ahamapur Iamma	16.1.86	15.9.84
184.	Dr. Muhammad Maqbool	17	M.O, RH.C, Gijjiani	19.5.85	19.5.85
185.	Dr. Muhammad Nadeem Zia	17	M.O B.H.Unit Muhammad Pur Sansaran.	1.6.85	1.6.85
186.	Dr. Muhammad Amjad	17	M.O, DHQ, Hospital B/Nagar	12.11.85	28.5.85
187.	Dr. Hafiz Muhammad Qasim Khan	17	M.O, B.H.Unit Chak No. 7/P.	6.3.86	6.3.86
188.	Dr. Waqaruddin Ahmad	17	M.O, School Health Services Unit Bahawalpur.	7.11.85	7.11.85
189.	Dr. Omperkash	17	M.O, B.H.Unit, Machka	7.11.85	7.11.85
190.	Dr. Rehmat Ullah	17	M.O, B.H.Unit mari Allah Bachaya.	11.1.85	11.1.85
191.	Dr. Riaz Hussain	17	M.O, B.H.Unit Chak 125/P	22.11.85	22.11.85
192.	Dr. Perveen Matloob	17	Women M.O, R.H.Centre Khanqah Sharif.	22.12.85	22.12.85
193.	Dr. Bushra Shaheen	17	Woman Medical Offiver, THQ Hospital Fortabbad.	9.12.85	9.12.85
194.	Dr. Pervaiz Ahmad Malik	17	M.O, B.H.U. Chak No. 58/4-R	27.2.86	27.2.86
195.	Dr. Rashida Siddique	17	W.M.O, DHQ, Hosp: R.Y.Khan	6.3.86	6.3.86
196.	Dr. Raziuddin Siddiqui	17	M.O, MObile Dispy: R.Y.Khan	6.3.86	6.3.86
197.	Dr. Kalsoom AKhtar	17	W.M.O, Hasilpur	15.10.85	29.5.86

198.	Dr. Tariq Mehmood Malik	17	Medical Officer, Flying Squad Mianwali Qureshian	1.6.85	1.6.85
199.	Dr. Durdana Anjum	17	Woman Medical Officer D.HQ, Hospital Bahawalpur	14.5.85	14.5.85
200.	Dr. Tariq Mehmood Ch.	17	M.O., B.H.Unit Theri Zebti	13.4.86	13.4.86
201.	Dr. Rizwana Kausar	17	W/Medical Officer, R.H.C Allahabad.	7.4.86	7.4.86
202.	Dr. Tahir Hussain	17	M.O R.H.C Donga Bonga	5.5.86	5.5.86
203.	Dr. Nuzhat Yasmeen	17	W.M.O DHQ Hospital B/Nagar	1.7.85	1.7.85
204.	Dr. Nusrat Hussain Khawaja	17	Medical Officxer, R.H. Centre, Mubarakpur.	21.4.85	21.4.85
205.	Dr. Nasir Mahmood	17	MedicalOfficer, B.H. Unit Kotla Pathan.	28.5.85	19.9.84
206.	Dr. Zahid Hussain Butt	17	Medical Officr R.H. Centre Zahirpur.	14.5.85	14.5.85
207.	Dr. Zafar Iqbal	17	Medical Officer, B.H Unit Basti Khairpur.	16.9.85	16.9.85
208.	Miss Nasim Zohra Mirza	17	Nusing Supdt. Holy Family Hosp: Rawalpindi.	8.6.81	1.3.58
209.	Miss Nasim Siddique Abbasi	17	Nursing Supdt.B.V.Hosp: Bahawalpur	5.3.85	1.4.61
210.	Mrs. Farida Tufail	17	Nursing tructor B.V.Hsop: Bahawalpur.	15.5.80	3.11.60
211.	Mrs. A. Mall	16	Head Nurse, B.V.Hcsp BWP	27.7.64	2.5.56
212.	Mrs. Grace Maula Bux	16	Head Nurse Mayo Hosp: LHR	25.2.77	3.10.65
213.	Miss Rosaline Josph	16	Head Nurse, B.V. Hosp: BWP	23.1.67	23.1.67
214.	Mrs. Nasim Nasir	16	-do-	30.4.77	23.1.58
215.	Mrs. Shamim Azra	16	Head Nurse, THQ Hospital Chishtian.	22.7.70	22.12.64
216.	Miss Saddiqa Begum	16	Head Nurse, Nishter Hospital	26.2.78	24.6.69
217.	Mrs. Shamshad Abbassi	16	Head Nurse, B.V. Hosp, BWP	24.6.69	24.6.69
218.	Mrs. Surraya Sh.	16	Head Nurse, DHQ Hosp, BWN	13.4.80	21.11.64
219.	Mrs. Bashida Naheed	16	Head Nurse, B.V Hosp: BWP	16.4.80	10.12.64
220.	Mr. Nazir Alfid Tabish	16	-do-	17.4.80	1.11.67

221.	Mrs. Fayyaz Moin Lodhi	16	-do-	21.12.82	7.5.73
222.	Miss Asifa Qureshi	16	Head Nurse, DHQ Hosp: BWN	21.12.85	26.11.73
223.	Miss Nadra Shafi	16	-do-	3.4.84	16.4.74
224.	Miss Saddiqa Ishaq	16	-do-	21.5.82	30.11.74
225.	Miss Razia Catheran	16	Head Nurse, B.V.Hosp:B/pur	7.3.85	1.1.76
226.	Miss Rashida Qadir	16	-do-	7.3.85	18.5.77
227.	Miss Balqes Alvi	16	-do-	7.3.85	19.5.77
228.	Miss Irshad Zahoor	16	-do-	7.3.85	21.6.77
229.	Miss Sajida Irshad	16	-do-	7.3.85	15.6.77
230.	Mrs. Saeeda Javed Razvi	16	-do-	11.7.85	23.11.70
231.	Dr. Muhammad Rahsid	19	Senior Dental Surgeon B.V.Hospital Bahawalpur	1.1.79	24.10.68
232.	Dr. Abdul Irshad Butt	18	Senior Dental Surgeon on deputation to Federal Govt.		29.10.64
233.	Dr. Sajjad Hussain	18	S.D.S, DHQ Hosp: R.Y.Khan		3.10.64
234.	Dr. Ghulam Rasool	16	Dental Surgeion, Model Town, Lahore.	13.1.86	7.2.75
235.	Dr. Muhammad Arshad Zia	16	Dental Surgeon, THQ Hospital Haroonabad	1.4.75	1.4.75
236.	Dr. Anwar Ahamd Khan	16	Dental Surgeion, Nishtar Hospital Multan.	2.7.75	1.4.75
237.	Dr. Shahid Rasool	16	Dental Surgon, B.V. Hospitla Bahawalpur		4.2.77
238.	Dr. Sohail Abbas Khan	16	Dental Surgeon, Dental College Lahore	7.4.82	7.4.82
239.	Dr. Abdul Qayyum Javed	17	Dental Surgeon, D.H.Q Hospital, R.Y.Khan	8.8.1982	7.4.82
240.	Dr. Tariq Mahmood	17	Dental Surergon, B.V. Hospital Bahawalpur	27.1.85	27.1.85
241.	Dr. Furukh Aqeel	17	Dental Surgeon, THQ Hospital Khanewal.	5.11.85	5.11.85
242.	Mr. Manawar Iqbal	17	Drug Inspector, Gujranwala	20.10.85	5.5.69
243.	Mr. Talat Farooq Ahmad	17	Drug Inspector, R.Y.Khan	4.2.86	11.4.81
244.	Mr. Abdul Hamid Sabir	17	Hospital Pharmacist, DHQ Hospital Faisalabad.	15.2.86	12.4.81
245.	Mr. Muhammad Shamoon	17	Drug Inspector, Khushab	2.11.63	5.12.56
246.	Mr. Shaheen Ahamd Malik	17	Health Educator, DHS, PB, LHR.	15.4.82	28.11.64
247.	Mr. Anwar ur Rehman	16	Statistical Officer, Bahawalpur	2.11.63	5.12.56

248.	Mr. Ikram ul Haq	16	" " " " Nishter Hosp:	15.4.82	28.11.64
249.	Mr. Muhammad Sarwar	16	" " " " General Hosp: Lahore:	26.3.80	26.3.80
250.	Mr. Farer Hamid	16	Assistant Physiotherapist, Nishter Hospital Multan.	---	1.1.97
251.	Mr. Muhammad Ishaq Ahmad	16	Director, Physical Education Qaid-i-Azam Medical College BWP.	15.4.71	15.4.71
252.	Dr. Elahi Bakhsh Soomro	20	Director Health Services Pb.	29.4.80	23.12.52
253.	Dr. Mahmood ul Hassan Qureshi.	20	M.S BV Hosp: Bahawalpur	30.10.76	9.5.53
254.	Dr. Z.A.Khan	20	M.S Lahore Gen: Hosp: LHR	20.8.83	2.5.54
255.	Dr. Hafiz Mahmood	19	M.S Nishter Hosp: Multan	6.11.76	7.5.53
256.	Dr. Sher Muhammad Khan	19	D.H.H.S Lahore	4.7.80	13.8.60
257.	Dr. Zahid Ali Waasti	18	A.D.H.S Multan	27.9.74	9.9.59
258.	Dr. Ghulam Sarwar Mirza	18	D.H.O Multan	1.7.77	1.7.77
259.	Dr. Nisar Ahmad Bajwa	18	D.H.O Bahawalpur	27.4.78	9.1.61
260.	Dr. Abdul Haq Nizami	18	Radiologist B.V Hosp: Bahawalpur	19.10.84	3.3.57
261.	Dr. Mrs. Qaiser Jehan	18	Sr. Registrar B.V Hosp: BWP.	3.5.73	9.2.52
262.	Dr. Hafiz Abdul Latif	18	Ophthalmologist DHQ, Hosp: FSD	21.10.74	12.12.58
263.	Dr. Mian Muhammad Sabir	18	Physician, DHQ, Hosp: Jhelum	30.8.80	30.8.80
264.	Dr. Maj: Yousaf Ali	18	" " " Bahawalnagar	11.11.82	11.11.82
265.	Dr. Muhammad Ramzan Shamsi	18	e.N-T Specialist DHQ Hosp: BWN	18.11.83	12.6.76
266.	Dr. Sajida Badar	18	Gynaecologist DHQ Hop: Kasur	22.5.84	31.10.81
267.	Dr. Mrs. Kishwar Farzana Zakaullah	18	" " " " R.Y.Khan	18.5.82	18.5.82
268.	Dr. Muhammad Ali Bokhari	18	Anaesthetist DHQ Hosp: R.Y.Khan	30.5.84	30.5.84
269.	Dr. S.M. Haider	18	Opthalmolgist DHQ Hosp: R.Y.Khan	15.5.82	5.11.71
270.	Dr. Muhammad Jahangir	18	Surgon DHQ Hosp: R.Y.Khan	16.8.81	1.8.81
271.	Dr. Saeed Ahmad	18	Orthopaedic Surgeon DHQ Hosp: Rahimyar Khan (OPS)	2.4.85	9.11.64
272.	Dr. Shahzad Ali bokhari	18	Paediatrician DHQ Hosp: R.Y.Khan	20.12.83	25.11.81
273.	Dr. Khuda Bakhsh Melkera	18	ENT Specialist DHQ HOsp: Attock	7.5.86	5.12.76
274.	Dr. Amir Haider	18	Pathologist, Services Hosp: LHR	2.9.84	16.10.82

HOME DEPARTMENT

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Altaf Majeed	18	S.P, Kanewal	18.7.85	29.3.79
2.	Humayun Raza Shafi	18	A.S.P. Rawalpindi	12.8.85	21.3.77
3.	Abdul Majeed	18	S.P. Join Task Forece, Punjab LHR	21.10.85	21.3.77
4.	Ahmad Hassan	17	DSP (Proceded on retirement on 4.4.1986)	4.4.86	6.5.48
5.	Abdul majid	17	DSP FIA	4.86	1.1.48
6.	Abdul Karim	17	DSP ACE	27.4.85	15.3.50
7.	Amanullah Khan	17	DSP FIA	4.86	1.3.61
8.	Abdul Ghani	17	DSP PRTC Multan	7.4.85	15.3.50
9.	Ahmad Khan	17	DSP HQ Bahawalpur	8.4.86	11.2.49
10.	Akbar Ali Cheema	17	DSP SDPO Toba Tek SIng	31.7.85	19.9.51
11.	Habib Anwar	17	DSP SDPO Okara	18.11.85	1.3.61
12.	Khadim Hussain	17	DSP?Wireless Training School, B/pur	30.9.83	17.3.48
13.	Muhammad Iqbal	17	DSP (On 120 days leave w.e.f 17.2.86)	17.2.86	9.3.64
14.	Mashood ur Rehim	17	DSP S.B Bahawalpur	8.12.83	14.3.63
15.	Mukhtar Hussain Sherazi	17	DSP S.B.Punjab Lahore	4.2.86	5.3.60
16.	Muhammad Nawaz Rana	17	DSP City Rawalpindi	5.8.85	1.3.58
17.	Maqbool Ahmad	17	DSP PRP	1.5.86	1.2.49
18.	Niaz Ahmad	17	DSP SDPO, Sadiqabad	22.5.85	23.8.48
19.	Rafiq Ahmad	17	DSP SDPO Chistian	1.3.86	6.5.48
20.	Sajid Mehmud	17	DSP FIA	4.86	19.6.54
21.	Saeed Akthar Beg	17	DSP S.B, Multan	7.10.79	25.5.52
22.	Rao Shakir Ali	17	DSP Under Trnasfer o scurity Gabinet Division.	4.86	1.4.53
23.	Sh.Waheed ur Rehman	17	DSP (Retired on 2.4.1986)	2.4.86	15.3.50

CIVIL DEFENCE DIRECTORATE PUNJAB LHR.

24.	Muhammad Saeed Akhtar	16	C.D.O, Rahimyar Khan	12.8.78	12.8.78
25.	Hafiz Muhammad Qasim Khan	19	DIG Prison Punjab, Lahore.	15.12.83	9.3.65

S.No.	Name.	BPS	Designation	present posting with date	Date of initial appointment
26.	Ch. Muhammd Hussain Cheema	18	Supdt New Central Jail Multan	15.4.84	1.1.72
27.	Mian Munir Ahmad Hatiana	17	Officer Incharge, P.PS T I, Lahore	20.1.86	1.10.9
28.	Syed Zia ul Haq Shah	17	Supdt: Distt Jail Rajanpur	30.4.86	27.1.53
29.	Malik Atta Muhammad Tahir	16	Supdt: Distt Jail D.G. Khan	21.3.86	27.11.66
30.	Ch. Muhammad Afzal	16	D.S. Central Jail Sahiwal	11.4.85	10.10.68
31.	Miss Sabira Zubair	16	D.S. Women jail Multan	1.7.83	18.1.73
32.	Javed Latif	16	D.S.C Central Jail Faisalabad	17.11.85	1.11.71

HOUSING, PHYSICAL AND ENVIORNAMENTAL PDANNING DEPTT

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of initial appointment
1.	Mr. Mahmood ul Hassan	16	DMO H&PP Div. Bahawalnagar	17.3.86	14.12.56
2.	Mr. Muahammad Anwar	16	Sr. Accountant, LDA	31.5.81	5.10.76
3.	Mr. Mahmood Hassan	17	SDO Phed Talagang	15.2.86	31.3.82
4.	Mr. Zubair Shafiq	17	SDO Pheed Pattoki	13.4.84	14.3.83
5.	Mr. Muhammad Naeem Javed.	17	Asstt. Dir (E) H & PP R.Y.Khan	16.2.81	6.10.77
6.	Mr. Iftikhazr Hussain	17	" " D.G. Khan	6.1.85	16.10.77
7.	Mr. Khadim Hussain	17	" " (TP) R.Y.Khan	16.1.85	16.1.85
8.	Mr. Zahid Hussain	17	" " Multan (Adhec)	1.4.85	1.4.85
9.	Mr. Kahlid Javed	17	" " RPP Office D.G.Khan	4.4.85	4.4.85
10.	Mr. Fateh Muhammad	17	" " H&PP Div. B.Pur	13.4.85	13.4.85
11.	Mr. Muhammad Afzal Javed.	17	" " (Nort), FDA	11.2.86	11.2.86
12.	Capt. (Rtd) Ikram afzal	17	" " (Stores), LDA	6.1.80	6.1.80
13.	Mr. Muhammad Usman-ud-Din Sameen.	17	L.A.C. LDA	8.10.84	4/65 as EAC
14.	Mr. Mansoor Hussain	17	Seftion Officer HP&EP Deptt.	27.10.85	13.1.73

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
15.	Mr. Tahir Jameel	18	XEN, PHEED	On long leave	12.12.64
16.	Mr. Ghulam Rasool Jatala.	18	A.D (PE), PHED (South)	3.9.85	22.3.73
17.	Mr. Zamir Ahmad Mirza	18	XEN, LDA/WASA	25.2.76	30.6.71
18.	Mr. Anwar Ali	18	Dy Dir (P&E) LDA	11.12.83	1.12.73
19.	Mr. Ahmad Gazali	18	Dy Dir (ADS) LDA	27.7.85	26.12.82
20.	Mr. Inam'ul Haq	18	Dy Dir (P&E) LDA	30.6.85	24.6.73(As EAC)
21.	Sh. Aftab Ahmad	19	S.E.PHE Circle. Rawalpindi	29.7.84	7.12.56
22.	Major (Rtd) Mr. Hamid Mukhtar	19	Director (A&S) FDA	14.5.81	14.5.81
23.	Mr. Mashar ul Haq	20	Direcotr Genral, MDA	13.3.86	24.2.50

INDUSTRIES AND MINERAL DEVELOPMENT DEPARTMENT

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mr. Zahir Ahmad Babar	17	Asstt. Director Mineral Dev. HQ. Office (Dir.Ind. and Mineral Dev. Punjab, LHR.	23.4.86	9.1.85
2.	Mr. Muhammad Akhilaq Rajanpur.	16	Industries Dev. Officer Gujranwala.	21.10.81	8.4.62

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

IRRIGATION AND POWERS DEPARTMENT.

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Ch. Ghulam Ahmad Asghar	20	Chief Engineer Bahawalpur Zone	20.11.84	24.9.49
2.	Mr. Muhammad Abdul Hameed Rehmani	20	Chief Engineer, Irrigation Multan.	11.4.85	21.9.50
3.	Mr. Abdul Wasee Khan	20	Superintendent Engineer Scarp III Circle Multan.	11.6.68	26.12.51
4.	Ch. Muhammad Iqbal	20	Superintending Engineer Haveli Canal Circle Multan	11.5.84	12.8.55
5.	Ch. Nazar Muhammad	20	Secretary Irrigation and Power	22.4.86	27.9.49
6.	Ch. Muhammad Ashraf	19	Superintending Engineer Bahawalpur Circle.	31.8.85	16.2.59
7.	Mr. Ghulam Sarwar Raees	19	S.E.SCARP IV, Lahore Circle.	13.5.85	20.1.54
8.	Mr. Altaf Hussain Chohan	18	XEN Ahmadpur Division	29.6.85	25.3.59
9.	Kazi Abdul Aziz	18.	XEN, Ford Wah Div. B.Pur	21.3.85	12.4.56
10.	Mr. Ghulam Hussain Qadri	18	XEN, Sulemanki Headworks Division.	3.6.85	21.1.75
11.	Mr. Jafar kabir Ansari	18	XEN, Malsi Saifen Div. Thengi.	1.6.84	23.8.72
12.	Mr. Muhamad Maruf	18	Land Recleamation Officer T.& S.S. Div Bahawalpur.	20.11.85	24.10.54
13.	Ch. Hashmat ALi	18	S.D.OLodhran Sub.Div.	27.5.85	1.11.49
14.	Ch. Muhammad Sharif	18	S.D.O.ADA Zonal Office, Bahawalpur	8.11.84	15.1.47
15.	Mr. Muhammad Ashraf Khan	18	Director Multan Canal Div.	29.10.82	16.1.56
16.	Syed Akbar Hussain Shah	18	" Rajanpur Canal Division.	11.11.84	20.12.65
17.	Mr. Abdul Qadus	18	XEN, DIrector Kasur Div.	7.8.85	1.4.57
18.	Mian Abdur rashid	18	XEN, Lahore Division	1.10.85	1.3.58
19.	Rana Ansar H Imdad	18	XEN, Chakbandi Div. LHR.	7.12.85	14.8.61
20.	Mr. Mansoob Ali Zaidi	18	XEN, Walad Range Div. F.Abad	1.4.81	19.11.49
21.	Mr. Muhammad Aslam Mehboob	17	XEN, Burewala DIv. Faisalabad	26.3.85	17.11.66

22.	Mr. Muhammad Shafi	17	Dy. Director Ahmadpur Div. Ahamdpur.	16.4.85	4.3.52
23.	Mr. Abbas Ahmad Khan	17	Deputy Collector Siddiqia Div. Bahawalnagar	5.7.84	17.11.66
24.	Mr. Abdur Rahim	17	Dy. Collector Dawalas Div. R.Y. Khan.	14.4.85	15.12.63
25.	Mr. Rafique Ahmad	17	Dy. Collector Westran Bard Div.Thengi.	2.8.84	3.11.63
26.	Mr. Mukhtar Ali	17	Dy. Collector Easter Bar Div Pakpattan.	6.4.85	17.11.66
27.	Mr. Mazhar-ul-Hussain	17	Dy. Collector R.Y.Khan Division.	16.4.85	19.6.51
28.	Mr. Nazir Ahmad	17	Dy. Collector, Islam Div. Pallah.	17.12.85	21.5.52
29.	Mr. Muhammad Shafi Shad	17	" Pakpattan	5.7.84	21.6.54
30.	Ch. Abdul latif	17	S.D.O.Bagagdad Sub. Div. Lahore.	6.5.86	15.11.47
31.	Mr. Abdul Sattar	17	S.D.O Shahiwala Sub. Div.	12.8.85	1.11.50
32.	Mr. Shafi Ahmad Jan	17	S.D.O. Punjad Headworks	30.11.84	23.10.77
33.	Mr. Muhammad Asghar Siddiqi	17	S.D.O. Bahawalnagar Sub.Div.	8.5.85	13.5.51
34.	Mr. Muhammad Zafar Iqbal	17	S.D.O. Allahabad Sub.Div.	28.4.86	19.10.77
35.	Mr. Sh. Siddique Ahmad	17	S.D.O. Ahmadpur Lemah Sub. Division.	12.6.85	1.11.49
36.	Mr. Iftikhar Ahmad Dogar	17	S.O. Kot Samabh Sub-Division.	22.5.85	3.9.74
37.	Mr. Arshad Mahmood Ansari	17	S.D.O. R.Y.Khan Tubewell sub-Division.	28.4.85	25.4.86
38.	Ch. Abdur Rashid	17	S.D.O. Rasool Sub.Dir.	18.5.86	1983
39.	Mr. Azhar Mahmood	17	S.D.O. Malkani Sub. Div. R.Y.Khan	20.10.85	25.1.86
40.	Mr. Abdur Rashid Alam	17	S.D.O. Quatabpur sub-Div.	27.6.84	10.2.77
41.	Ch. Muhammad Shafi	17	S.D.O. Sanjianwal Sub. Div.	27.5.85	1.12.51
42.	Mr. Muhammad Abdul Majid	17	S.D.O. Joyia Sub. Div.	31.5.85	4.4.81
43.	Mr. Abdul Ghaffar	17	S.D.O Islam Headworks Sub.Div.	16.11.82	22.3.80
44.	Haifz Ghulam Qadir	17	S.D.O.Sher Garh Sub.Div.	23.11.81	16.11.47
45.	Ch. Inayat Ullah	17	S.D.O. Karampur Sub.Div.	22.5.84	1.12.46
46.	Ch. Muhammad Tufail	17	A.O.ZOnal Officer, Bahawalpur.	29.10.74	20.1.52

47.	Mr. Muhammad Rashid Shahid	17	Reclamation Supervisor Research Laboraatory, LHR.	4.10.84	13.1.62
48.	Mr. Nazar Qayyum	17	S.D.O.Ilampur Sub.Div. Multan	31.12.83	31.12.83
49.	Ch. Irshad-ul-Haq	17	S.D.O. Tubewell Workshap sub-Div. Multan.	22.10.83	29.7.75
50.	Mian Aftab Ahmad	17	S.D.O. ever Survey Sub-Div. Lahore	10.7.85	21.5.76
51.	Mr. Tariq	16	Asstt: Distt: Attorney Bahawalnagar	2.3.85	2.3.85
52.	Mr. Zulfiqar Hadi	16	-do- R.Y.Khan	-do-	-do-
53	Mr. M. Ashraf Javaid	16	-do- -do-	-do-	-do-
54	Mr. Muhammad Ayoob	16	-do- -do-	-do-	-do-
55	Mr. Abdul Khaliq	16	-do- -do-	-do-	-do-
56	Mr. Raess Hussain	16	-do- -do-	-do-	-do-
57	Mr. Mukhtar Ali Bokhari	16	-do- -do-	-do-	-do-
58	Mr. Abdul Haleem	16	-do- -do-	-do-	-do-
59	Hafiz Muhammad Aslam	16	-do- -do-	-do-	-do-
60	Mr. Irshad Ahmed Khan	16	-do- -do-	-do-	-do-
61	Mr. Meahmood Iqbal	16	-do- -do-	-do-	-do-
62	Mr. Tariq Khurshid	16	-do- -do-	-do-	-do-
63	Mr. Abdul Razzaq	16	-do- -do-	-do-	-do-
64	Mr. Khalid Hanif	16	-do- M'garh	31.8.85	-do-
65	Mr. Abdul Qayoom	16	-do- Khanewal	18.5.85	18.5.85

LAHORE DEPARTMENT

S.No.	Name.	BPS	Designation	present posting with date	Date of Initial appointment

DIRECTORATE OF LABOUR WELEFARE, PUNJAB.

S.No.	Name.	BPS	Designation	present posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mr. Muhammad Rafiq Arshad.	19	Joint Dir. Labour Walfare, Multan	19.12.79	27.4.65
2.	Syed Abdul Majid.	18	Dy. Dir, Labour (Weights) Hqrs, LHR	19.12.79	23.11.52
3.	Khalid Mahmood Wattoo	17	A.D. Labour, Multan.	15.5.75	15.5.75
4.	N.A. Leghari.	17	A.D Labour, WEC Lahore	10.3.80	28.12.62
5.	Muhammad Athar Bhatti.	17	A.D Labour Bahawalpur	20.4.81	2.6.62
6.	Khalil ur Rehman	16	Labour Officer (Weights) Multan	28.5.76	9.2.63
7.	Imtiaz Ahmad Mazari	16	-do- Bahawalnagar	10.7.75	10.7.75
8.	Rashid Ahmad Usmani	16	-do- Bahawalpur	20.4.81	12.2.63
9.	Z.A. Saif	16	-do- Lahore	20.4.81	18.7.64
10.	Nursrat Kamal	16	-do- Vehari.	27.7.82	27.7.82
11.	Muhammad Rafiq Wattoo	16	-do- (F) R.Y.Khan	27.7.82	27.7.82
12.	Akhtar Ali Tahir	16	-do- (Admn) Hqrs, lahore	19.5.84	19.5.84
13.	Saleem javed Ghori	16	-do- (F) Multan	13.6.81	19.1.65
14.	Ghulam Rasool	16	-do- (F) Lahore	29.10.85	7.7.62
15.	Muzammal Pasha	16	-do- (R) Lahore.	9.12.85	14.6.73

DIRECOTRATE OF MANPOWER AND TRAINING, PUNJAB.

S.No.	Name.	BPS	Designation	present posting with date	Date of Initial appointment
16.	Syed Saeed Ahmad	17	Res.officer, Hqrs, Lahore.	28.5.78	25.7.61
17.	Irshad Ahmad	17	-do- MP&S Cell,B/Pur	18.12.78	7.3.73
18.	Ehsan Akhtar.	17	Chief Trade Instructor, TTC, B/nagar	25.9.84	9.9.66
19.	Manzoor Hussain Shah	17	-do- GIV, Multan	16.5.85	29.9.67
20.	Abdul Salam Salmi	17	-do- GIV, Gujrat	19.10.85	2.10.67
21.	Muhammad jamil	16	Sr.Trade Instructor, TTC, R.Y.Khan	10.11.85	11.10.76
22.	Muhammad Asif	16	-do- TTC Mghlp. Lahore.	7.4.86	2.8.76
23.	manzoor Ahmad	16	-do- TTC Multan	5.7.81	7.6.78
24.	Munawar Hussain Qamar	16	Supervisor Instructors TTC, Multan	7.7.83	27.11.78
25.	Muhammad Akram Beg.	16	Snr. Istructor, TTC, R.Y.Khan	1.1.85	19.3.77

26.	Abdul Rehman	16	Trade Specialist Dev. Cell, DM&T,Pb.	11.11.82	25.4.69
27.	Shabbir Ahmad Fakhar	16	Snr. Instructor, TTC Gujjar Khan	1.1.85	6.6.79
28.	Akram Ullah Shah	16	-do- GVI, Sahiwal	30.4.85	1.12.64
29.	Muhammad Yousaf Ali	16	Apprenticeship Officer, AT,/B/pur	18.1.84	22.6.83
30.	Muhammd Ramzan Yazdani	16	Mangaer (EE) D.G.Khan	28.5.84	12.7.74
31.	Muhammad Saleem Shehzad	16	-do- Bahawalpur	19.10.85	25.183
32.	Muhamad Ashraf	16	-do- R.Y.Khan	28.1.84	28.1.84
33.	Shaheen ur Rafique	16	-do- Bahawalpur	18.4.85	18.4.85
34.	Khushi Muhammad	16	-do- R.Y.Khan	29.5.85	10.3.65
35.	Muhammad Sarwar	16	-do- Bahawalnagar	29.5.85	5.7.78

MINES LABOUR WELFARE ORGAIZATION PUNJAB

36.	Muhammad Arif Sukhera	17	Asstt.Mines Lab. Welfare C.S/Gohda	16.10.75	16.10.75
37.	Dr. Bilquis Nawaz Khan Rs.2650/	17	Woman M.O. Bahawalpur	26.11.77	26.11.77
38.	Dr. Ather Amin	17	M.O. Bahawalpur	11.4.83	11.4.83
39.	Dr. Shahid Fraz	17	M.O. Bahawalpur	15.9.85	15.9.85
40.	Dr. Aslam Pervaiz Bhatti	17	Medical Officer, Bahawalpur	14.12.85	14.12.85
41.	Mian Atta Ahmad	16	Social Security Officer Lahore	11.10.67	11.10.67
42.	Qadir Buksh	16	-do- R.Y.Khan	14.11.75	14.11.75
43.	Abdul Majid	16	-do- Bahawalpur	27.1.67	27.1.67
44	Riaz ul Haq	16	-do- Rawalpindi	23.10.67	23.10.67
45.	AKhtar Hussain	16	Audit officer, Bahawalpur	22.1.83	22.1.83

LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS DEPARTMENT

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Syed Nizam ud Din Shah	18	District Attorney Khanewal	1.7.85	19.1.78
2.	Sh. Abdul Hafeez	18	-do- R.Y.Khan	3.5.82	19.1.78
3.	Mr. Lutufullah Khan Mazari	18	-do- Multan	15.8.85	19.1.78
4.	Mr. Abdul Jameel Kh.	18	-do- Leiah	17.1.85	30.4.80
5.	Mr. Abdul Naeem Qureshi	18	-do- Bahawalpur	7.4.40	28.11.83
6.	Sh. Talat Mahmood	17	Dy. Distt: attorney, Faisalabad.	22.9.84	10.7.82
7.	Mr. M.Iqbal Zafar	17	-do- Multan	7.8.85	14.4.81
8.	Mr. M. Saeed Khawar	17	-do- Sahiwal	9.3.86	14.7.82
9.	Mr. Faqir Ahmed Shah	17	-do- R.Y. Khan	9.9.86	14.4.81
10.	Mr Lal Akhtar Khan	17	-do- Khanewal	6.4.83	8.7.82
11.	Mr. Nazir Ahmed Ghazali	17	-do- Rajanpur	13.2.83	17.7.82
12.	Mr. M. Hussain Anjum	17	-do- Bahawalpur	7.8.85	12.2.85
13.	Mr. M. Yousaf Khan	17	-do- Bahawalpur	27.3.84	12.2.83
14.	Mr. M. Saeed Ahmed Mumtaz	16	-do- Multan	2.3.85	2.3.85
15.	Mr. Ghous Bakhsh Abbasi	16	Asstt: distt: Attorney Okara	2.3.85	-do-
16.	Mr. Zafar Iqbal Sabir	16	-do- Rawalpindi	2.3.85	-do-
17.	Mr. Hakim Ali Salik	16	-do- Jhelum	2.3.85	-do-
18.	Mr. M. Nawaz Akhtar	16	-do- Multan	3.9.85	-do-
19.	Mr. Iftikhar Ali	16	-do- -do-	21.3.85	-do-
20.	Kanwar Amer Ali Khan	16	-do- -do-	2.3.85	-do-
21.	Mr. M. Afzal Gohar	16	-do- -do-	18.5.85	-do-
22.	Mr. Aziz Ahmed	16	-do- -do-	-do-	-do-
23.	Mr. Maqsood Ahmed	16	-do- Sahiwal	18.5.85	-do-
24.	Ch. Tariq Mahmood	16	-do- -do-	24.8.85	-do-
25.	Mr. Muhammad Mushtaq	16	-do- -do-	31.8.85	-do-
26.	Mr. Saeed Akhtar	16	Asstt: Distt: Attorney Sahiwal.	6.2.85	2.3.85
27.	Mr. Ejaz Ahmed Khan	16	-do- Vehari		
28.	Mr. Munir Hussain Shah	16	-do- -do-		
29.	Mr. Iqbal Saeed	16	-do- Bahawalpur		
30.	Mr. Liaqat Ali Qureshi	16	-do- -do-	-do-	-do-

31.	Mr. Amir ud din	16	-do-	-do-	-do-	-do-
32.	Mr. Ghulam Muhammad Azad	16	-do-	-do-	-do-	-do-
33.	Mr. Muhammad Munir	16	-do-	-do-	-do-	-do-
34.	Mr. Ashraf Ali Qureshi	16	-do-	-do-	-do-	-do-
35.	Mr. Muhammad Aslam Khan	16	-do-	-do-	-do-	-do-
36.	Mr. Muhammad Hussain	16	-do-	-do-	-do-	-do-
37.	Mr. Abdul Hamid Anjum	16	-do-	-do-	-do-	-do-
38.	Mr. M. jaffar Chishti	16	-do-	-do-	25.8.85	-do-
39.	Mr. Muhammad Ashraf	16	-do-	-do-	31.8.85	-do-
40.	Syed Wajid Ali Shah	16	-do-	-do-	2.3.85	-do-
41.	Kanwar Muhammad Qaiser	16	-do-	-do-	-do-	-do-
42.	Mr. Muhammad Qureshi	16	-do-	-do-	-do-	-do-
43.	Mr. M. Irshad Rana	16	-do-	B'nagar	-do-	-do-
44.	Mr. Altaf Hussain	16	-do-	-do-	-do-	-do-
45.	Mr. M. Shafique Shad	16	-do-	-do-	-do-	-do-
46.	Mr. M. Iqbal Javed	16	-do-	-do-	-do-	-do-
47.	Mr. Iftikhar Hussain Shah	16	-do-	-do-	-do-	-do-
48.	Mr. M. Zafarullah	16	-do-	-do-	-do-	-do-
49.	Mr. Ghulam Muhammad	16	-do-	-do-	-do-	-do-
50.	Mr. Munir Ghauri	16	-do-	-do-	-do-	-do-
51.	Mr. Muhammad Nawaz	16	-do-	-do-	-do-	-do-
52.	Mian Siddique Ahmed	16	-do-	-do-	-do-	-do-

LAW DEPARTMENT
ADVOCATE GENERAL, PUNJAB

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mr.Shaheen Masood Rizvi	20	Assistant Advocate General, Punjab, Lahore.		16.2.1984

LIVESTOCK & DAIRY DEVELOPMENT DEPARTMENT.

S.No.	Name	BPS	Designation present posting	with date	Date of Initial appointment
	DIRECTOR GENERAL (Extension)				
1.	Mr. Muhammad Hussain Qureshi.	19	Dir. Extension, L&DD Punjab, Lhr.	21.6.82	10.6.50
2.	Mr. A.K. Shuja Hashmi	18	Dy. Dir. L&DD, B'pur	23.1.85	21.7.51
3.	Mr. Muhammad Aslam Qureshi	17	Asstt: Dir. L&DD, R.Y Khan	25.1.86	10.6.56
4.	Mr. Amir ud Din	17	-do- Multan	12.7.73	1.7.56
5.	Mr. Muhammad Hanif	17	Asstt: Dir. Sheep Goat, Multan.	14.2.75	15.6.56
6.	Mr. Muhammad Sajjad	17	A.R.O. Bahawalpur	26.3.81	24.8.65
7.	Mr. Muhammad Abdullah	17	Mgr. Livestock Farm Haroonabad.	6.6.82	19.12.69
8.	Mr. Muhammad Niaz	17	Asstt: Dir. Sheep Goat, Bahawalpur		
9.	Mr. Khuda Bakhsh Baluch	17	Mgr. Livestock Farm, Fazilpur, Rajanpur.	25.4.81	10.1.69
10.	Mr. Muhammad Amin Faiz	17	Livestock Officer, Jhang	19.1.85	10.11.73
11.	Mr. Ata Muhammad Rana	17	Veterinary Officer, Bahawalpur	25.1.83	1.8.74
12.	Mr. Muhammad Usman Ghani	17	-do-	1.4.83	2.9.57
13.	Mr. M. Siddiqe Zafar	17	-do- R.Y.Khan	5.5.85	10.6.63
14.	Mr. Abdul Qayyum	17	-do- Khanbala. R.Y Khan	8.9.82	30.11.66
15.	Mr. Murad Ali	17	-do- Baghbhar, R.Y Khan	1.12.85	25.10.66
16.	Mr. Khadim Hussain	17	-do- Allabad, R.Y Khan	8.9.82	15.10.73
17.	Mr. Abdul sattar Zafar	17	-do- R.Y.Khan	1.9.85	24.12.74
18.	Mr. Fida Hussain	17	-do- Zahirpir, R.Y Khan	11.4.85	1.5.75
19.	Mr. Arshad Hussain	17	-do- 5/50 Gulmurge, R.Y. Khan	1.2.85	12.4.79
20.	Mr. Noor Ahmed Bhatti.	17	-do- R.Y. Khan	4.3.86	31.12.74
21.	Mr. Gul Ahmad	17	-do- Okara	1.6.83	10.4.64
22.	Mr. Muhammad Iqbal Akhtar	17	-do- Ferozewatna, Sheikhupura.	8.10.83	27.4.76

23.	Mr. Maboob Hussain	17	-do- Warburton Sheikhupura.	22.9.81	16.11.71
24.	Mr. Jamil Ahmad Jalil	17	-do- Qadirabad.	16.11.75	3.11.71
25.	Mr. Muhammad Taqi	17	-do- Mobile, B/nagar	26.6.86	15.10.73
26.	Mr. Iftikhar Ali	17	-do- Civil Sectt, Lhr.	15.4.83	11.6.78
27.	Mr. Qadir Baksh Malik	17	-do- Kola Musa, Bahawalpur	5.12.84	25.10.67
28.	Mr. Muhammad Akram	17	-do- Bahawalpur	11.7.84	10.12.70
29.	Mr. Sarfraz Hussain Naqvi.	17	Vety. Officer, Donga Bonga Bahawalpur	16.9.80	18.5.76
30.	Mr. M. Asghar Ramy	17	-do- Yazman	17.12.83	6.4.83
31.	Mr. Muhammad Aslam	17	-do- Bahawalpur	1.11.85	10.9.83
32.	Mr. Irshad ul Haq	17	-do- Nurpur Nurang a, Bahawalpur	1.11.85	1.11.85
33.	Mr. Abdul Ghani	17	-do- Bahawalpur	13.3.86	25.8.65
34.	Mr. Abdul Hamid Khan	17	-do- -do-	12.11.85	20.9.56
35.	Mr. Muhammad Mushtaq	17	-do- Bahawalnagar	27.4.83	1.7.60
36.	Mr. Zulfiqar Ali	17	-do- -do-	1.8.85	10.4.63
37.	Mr. M. Tufail Ahmed	17	-do- Chistian, Bahawalnagar	20.8.85	30.11.66
38.	Mr. Abdul Majid Kangoo	17	-do- R.Y Khan	1.11.85	30.11.66
39.	Mr. Muhammad Saleem Abid	17	-do- Sadiqabad, R.Y Khan	4.11.85	10.4.63
40.	Mr. Muhammad Younis	17	-do- -do-	19.7.84	19.7.84
41.	Mr. Sabir Hussain	17	-do- Burewal a	1.1.84	1.8.74
42.	Mr. Maqbool Ahmed	17	-do- Bahawalnagar	6.2.79	1.5.75
43.	Mr. Muhammd Safit Zafar	17	-do- A.I.Centre, R.Y Khan	18.3.82	18.3.82
44.	Mr. Anwar ul Hussan	17	-do- Pattoki	12.12.84	8.12.84

DIRECTOR GENERAL (RESEARCH)

45.	Mr. Abdul Majid Zafar	17	Livestock Production Research Inst. Bahadurnagar (Okara)	16.4.81	10.1.70
46.	Mr. Muhammad Aslam	17	ARO, R.Y. Khan	5.5.79	11.4.63
47.	Mr. Makhdoom Abdul Jabbar	17	ARO, Bahadurnagar (Okara) PRI	3.1.84	21.2.76
48.	Mr. Muhammad Yaqoob Anjum	17	Vety. Officer, Rawalpindi	4.9.84	1.7.81
49.	Mr. Raza ur Rehman	17	-do-	13.7.85	13.7.85
50.	Mr. Javid Masood	17	Vety. Officer, Veterinary Research Inst. Lhr.	30.8.78	18.3.76
51.	Mr. Javid Iqbal	17	Vety. Officer. LPRI, Bahadurnagar.	12.11.79	12.11.79

LOCAL GOVERNMENT AND RURAL DEVELOPMENT DEPARTMENT.

S.No.	Name.	BPS	Designation	present posting with date	Date of initial appointment
1.	Mr. Jalal ud Din Siddiqe	18	Director, LG&RD, B/pur. Division.	1.8.84	8.9.54
2.	Mr. Anwar ul Haq	17	Project Managar, RD Markiz Mandi Sadiq Gunj, District Bahawalpur	5.83	29.11.73
3.	Mushtaq Ahmad	17	Asstt: Engineer, Gujranwala Division.	1.86	27.5.84
4.	Mr. Inayat Ali	17	Project Manager RD Markiz Kanganpur, District Kasur.	22.11.83	20.3.74
5.	Muhammad Iqbal	17	Project Manager, Rd Markiz Shujahabad District Multan.	4.7.85	1.9.72
6.	Muhammad Slaeem	17	Project Manager, RD Markiz Mitru, District Vehari.	2.84	12.9.72
7.	Muhammad Ghafoor Bajwa	17	Project Manager, RD Markiz Gaggo, Vehari	3.7.85	1.6.68
8.	Muhammad Akhtar Gondal	17	Assistant Director LG&RD Vehari.	19.4.86	21.4.46
9.	Mr. Karamat Ullah	17	Project Manager RD Markiz Choti, D.G. Khan	1.1.85	16.9.72
10.	Muhammad Nawaz Athar	17	Project Manager RD Markiz Batil, D.G. Khan	4.2.85	12.12.77
11.	Siraj Ahmad Shah	17	Project Manager RD Markiz Voha D.G. Khan	1.1.85	1.9.56
12.	Muhammad Anwar	17	Project Manager Rd Markiz Dajal, Ranjanpur	1.1.85	1.9.55
13.	Nazir Ahmad	17	Project Manager RD Markiz Muzafargarh Saddr	4.7.85	1.9.55
14.	Abdul Ghafoor	17	Project Manager, RD Markiz Ali pur M/Garh.	21.10.85	29.8.77
15.	Muhammad Ashraf	17	Project Manager, RD Markiz Khudi M/Garh.	5.5.85	12.10.73
16.	Muhammad Akhtar Baluch.		Project Manager, RD Markiz B/Pur Saddar.	26.8.84	22.9.69

17.	Mr. Abdul Jabbar Iqbal	17	Project Manager, RD Markiz Dera Bakha, District Bahawalpur	9.85	1.4.71
18.	Ali Ahmad Chatha	17	Project Manager, RD Markiz Khairpur District Bahawalpur	18.10.83	17.1.71
19.	Nazir Ahmad Cheema	17	Project Manager, RD Markiz Khairpur Tamywali B/pur.	26.6.85	1.9.56
20.	Musthaq Ahmad Mazari	17	Project Manager, RD Markiz Ahmedpur East, District Bahawalpur	25.6.83	4.6.64
21.	Abdul Hakim	17	Project Manager, RD Markiz Dera Nawab Sahib District Bahawalpur.	1.1.85	1.9.55
22.	Mr. Nazir Ahmad Baluch.	17	Project Manager, RD Markiz Drawar, B/pur.	9.85	8.8.56
23.	Muhammad Mushtaq Arif	17	Project Manager, RD Markiz Ghani Goath District B/pur	9.85	1.9.72
24.	Ghulam Murtaza Naeem	17	Project Manager, RD Markiz UCH Sharif, District Bahawalpur	30.7.84	25.8.77
25.	Abdul Razzaq Tahir	17	Project Manager, RD Markiz Mubarikpur District B/Pur	13.10.83	16.12.77
26.	Mr. Anwar Hussain	17	Assistant Director, Divisional HQ Office Bahawalpur	22.3.83	16.3.49
27.	Nazir Ahmad Azad	17	Project Manager, RD Markiz Sher Farid District Bahawalpur	1.1.85	1.9.56
28.	Iftikhar Ahmad	17	Project Manager, RD Markiz Marot, B/Nagar	1.1.85	1.10.58
29.	Sh. Latif ur Rehman	17	Project Manager, RD Markiz R.Y.Khan Saddar	24.4.85	18.3.68
30.	Muhammad Shafiq	17	Project Manager, RD Markiz Kot Samaba District R.Y.Khan	6.7.85	15.4.67

31.	Muhammad Hanif	17	Project Manager, RD Markiz Rajanpur Kalan District R.Y.Khan.	24.4.85	28.5.77
32.	Sh. Khizar Iqbal	17	Project Manager, RD Markiz Zahirpir, District R.Y.Khan	16.7.85	15.6.66
33.	Muhammad Aslam	17	Project Manager, RD Markiz Jamal Din Wali, District R.Y.Khan.	16.5.85	1.9.55
34.	Muhammad Aslam Jalil	17	Project Manager, RD Markiz Tarinda Muhammad Pinnah Dist R.Y.Khan	1.1.85	27.4.67
35.	Mr. Abdul Ghani	17	Project Manager, RD (Now Under suspension) Fazilpur, District Rajanpur		12.10.73
36.	Mr. Muhammad Hanif	17	Project Manager, RD (Now on long leave) Markiz Chuharkana Distt: Sheikhupura.		23.6.77
37.	Mr. Zahoor AHmad Ch.	17	Senior Instructor, LGTI Lalamusa.	14.7.82	1.9.72
38.	Mr. Muhammad Azhar.	17	Instructor, LGTI, Lalamusa.	14.2.75	14.2.75
39.	Mr. Muhammad Hanif Javed	16	Project Manager, RD Markiz Khan Bela District R.Y.Khan.	21.10.85	8.3.67
40.	Mr. Nasim Ahmed Khan.	16	Project Manager, RD Markiz Sadiqabad, District R.Y.Khan	20.7.82	8.3.61
41.	Mr. Iqbal Sadozai	17	Chief Officer, Zila Council Rawalpindi since,	14.11.82	30.4.70
42.	Sh. Sultan Ahmad Akhtar	17	Chief Officer Zila Council, Multan Since.	14.1.84	4.10.67
43.	Mr. Muhammad Sadiq Arrain	17	Accounts Officer, Zila Council, Sahiwal since	1.1.85	26.1.72
44.	Syed Abdul Qadir Shah Bukhari.	17	Accounts Officer, Zila Council Multan	1.5.84	2.12.48
45.	Mr. M.Z.Afghan	17	OSD(Rules), Punjab Local Govt. Board since.	30.10.85	4.10.67
46.	Mr. Inayat Ullah Fani	17	Administrative Officer III Punjab Local Govt. Board since.	21.7.85	2.4.85

47.	Muhammad Anwar Minhas	17	Chief Officer, ZC, Jhang since	12.10.85	11.11.57
48.	Muhammad Maqbool	17	District Engineer, Zila Counci, Vehari since	18.4.83	1.9.58
49.	Ch. Abdul Hameed	17	Municipal Engineer, Municipal Committee, Burewala since	16.4.86	19.8.69
50.	Dr. Abdul Sattar	17	Medical Officer, Zila Council, Gujranwal since	10.5.83	10.5.83
51.	Dr. M. Arshad Hameed	17	Medical Officer, Zila Council, Gujranwala since	22.11.84	22.11.84
52.	Mr. Bashir Ahmad Jatala	17	Chiet Officer, Municipal Committee, B/pur since	17.6.85	28.4.70
53.	Mr. Zahid Javed Khan	17	Taxation Officer, Zila Council, R.Y.Khan since	26.4.86	20.7.85
54.	Abdul Hameed Khakwani	17	Municipal Engineer, Municipal Committee, Haroonabad/Chistian since	13.3.86	1.10.56
55.	Mr Javed Iqbal	17	District Bahawalpur since	28.12.85	12.1.68
56.	Mr. Mushtaq Ahmad	17	District R.Y. Khan since	26.11.83	16.1.70
57.	Muhammad Asam Kanjoo	17	District Engineer, Zila Council, R.Y.Khan since	10.7.84	4.3.71
58.	Dr. Ejaz Ahmad Sheikh	17	Medical Officer, Municipal Committee, Bahawalpur since	12.5.71	12.5.71
59.	Dr. Muhammad Ismail	17	Medical Officer Zila Council, R.Y.Khan	15.3.72	15.3.72
60.	Dr. Abid Hussain Qadri	17	Medical Officer Zila Council, R.Y.Khan	7.5.84	10.2.83
61.	Dr. Insha Muhammad Rana	17	MMOH, MC, Bahawalpur since	22.5.85	30.6.61
62.	Dr. Abdul Razzaq Khurshid	17	Medical Officer, Zila Council R.Y.Khan.	29.5.71	29.5.71
63.	Mr. Mehmood Alam Khan Multani	16	Accounts Officer, Zila Council B/Nagar since	22.2.84	3.5.75
64.	Mr. Muhammad Khalid Hassan Durrani.	16	Chief Officer, Zila Council B/Nagar since	13.8.85	5.7.76
65.	Mian Rashid Ahmad	16	Chief Officer, Zila Council, B/Pur since	8.1.84	5.7.76

66.	Mr. Muhammad Malik	16	Chief Officer, Municipal Committee, Ahmedpur East since	18.8.85	5.5.79
67.	Muhammad Ashraf Zia	16	Chief Officer Municipal Committee, Bahawalnagar since	24.3.85	1.6.68

PLANNING & DEVELOPMENT DEPARTMENT.

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mr. Muhammad Ishaque	19	Chief of Section, Lahore	13.3.84	26.8.69
2.	Mr. Ashiq Ali Sajid	18	Asstt. Chief Lahore.	23.7.84	24.8.66
3.	Mr. Muhammad Aslam	18	-do-	14.1.86	6.12.82
4.	Mr. Muhammad Asghar	17	Research Officer B.Pur	22.2.82	17.2.82
5.	Mr. Sakhawat Ali	17	-do-	13.5.84	13.5.84
	Population Welfare Programme, Lahore				
6.	Mr. Muhammad Nasrulah Khan	18	Act. Director, Lahore	12.11.84	3.7.65
7.	Mr. Allah Bakhsh Bhatti	18	Distt. P.W.O. Multan	18.2.85	3.7.65
8.	Mr. Khurshid Ahmad Gillani	18	-do- Bahawalpur	12.11.84	3.7.65
9.	Mr. Y.A. Haque	18	Dy. Director, Lahore	31.1.72	3.6.68
10.	Mr. Ghulam Qadir Mirza	17	Dy. Distt. P.W.O. R.Y.Khan	16.2.86	5.7.65
11.	Mr. Ghulam Mustafa Khan	17	Dy. Distt. PWO -do-	Aug.84	5.7.65
12.	Mr. Muhamad Tahir	16	Asstt. Distt. WO B.Nagar	12.8.84	2.7.65
13.	Mr. M.M. Rehmani	16	-do- Rajanpur	13.8.84	28.8.67
14.	Mr. Muhammad Younas Athar	16	Stat. Investigator Lahore	9.8.84	1.10.68
15.	Mr. Abdul Haleem	16	-do- Lahore.	12.8.84	24.1.69
16.	Mr. Muhammad Saleem Javaid	16	Asstt.Distt.PWO R.Y.Khan	12.8.84	6.4.69
	Bureau of Statistic, Punjab. Lahore				
17.	Mr. Abdul Majeed	18	Senr. System Analyst, Lahore	25.6.78	16.3.77
18.	Mr. M. Idrees Mansoor	17	Asstt. Dir. Bahawalpur	16.6.82	20.4.76
19.	Mr. Muhammad Yaqoob	17	System Analyst/Programmer, Lahore	20.1.76	3.10.62

BOARD OF REVENUE, PUNJAB.

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Mr. Masood Saleem Leghari	16	LEC Scarp, R.Y.Khan	16.7.80	29.6.67
2.	Mr. Saleem Akhtar Shah	16	Suspended since	8.4.83	10.11.69
3.	Mian Ejaz ul Haq	16	Tehsildar Gujrat	17.4.85	11.8.70
4.	Syed Hasan Shah	16	Tehsildar, Cholistan Dev. Authority.	18.11.85	12.8.70
5.	Mr. Altaf Rashid Siddiqi	16	Tehsildar, Sugercane, Farm, Khanpur.	1.12.85	15.8.72
6.	Ch. Asmat Ullah	16	Tehsildar on Special Duty, BO R.	2.12.84	5.4.80
7.	Rao Liaqat Ali	16	Tehsildar, Recovery WAPDA, Bahawalpur.	13.5.85	2.3.81
8.	Rao Abdul Aziz	16	Tehsildar, ADBP, B'nagar	12.11.83	2.3.81
9.	Ch. Muhammad Siddique	16	Tehsidlar Ushr & Zakat Bahawalpur	20.10.85	2.3.81
10.	Mr. Muhammad Maqbool Abbasi	16	Tehsildar, R.Y.Khan	1.8.84	2.5.81
11.	Mr. Mushtaq Ahmed Anjum	16	Teshidlar Ushr & Zakat	24.4.85	9.5.81
12.	Mr. Mahmood ul Hasan Zia	16	Sub-Registrar, Sargodha	24.11.85	11.5.81
13.	Hafiz Muhammad Ilyas	16	LEC&CO, Highway, B'pur	15.1.86	13.5.81
14.	Mr. Ashraf Ali Naeem	16	Consolidation Officer, Minchinabad.	20.4.85	23.7.81
15.	Mr. Noor us Samed	16	Tehsildar, Pakpatan	24.8.85	19.7.82
16.	Mr. Muhammad Aslam Lakhvera.	16	Tehsildar, Depalpur	30.11.85	13.9.82
17.	Mr. Muhammad Shahid Javed	16	Consolidation Officer Bahawalpur	5.11.84	13.9.82
18.	Mr. Abdus Sattar Pervez.	16	Tehsildar, Liaqatpur	19.10.85	18.9.82
19.	Ch. Muhammad Boota	16	Consolidation Officer Khanpur	18.11.85	17.12.85
20.	Syed Ibrar ul Hasan Bukhari.	16	Consolidation Officer R.Y.Khan.	7.11.85	6.7.83
21.	Zia Ahmed Khan Shami	16	Tehsildar Recovery Wapda, R.Y. Khan.	16.7.80	6.7.83

22.	Mr. Aqil ur Rehman	16	Tehsildar Recovery ADBP, Rahim Yar Khan	7.5.84	6.7.83
23.	Mr. Faiz Ahmed Faizi	16	Awaiing posting after availing leave.		20.5.84
24.	Mr. Muhammad Ramzan	16	Consolidtion Officer Bahawalnagar.	20.5.84	20.7.83
25.	Ch. Muhammad Inayat	16	LACH&PP, Bahawalpur	20.5.84	23.4.83
26.	Mr. Abdul Shafiq	16	Tehsildar, Daska	20.5.84	24.4.85
27.	Mr. Khadim Hussain Baluch	16	-do- Khushab	1.12.85	20.5.84
28.	Mr. Khadim Hussain Mashkoor	16	Consolidation Officer Sadiqabad.	8.10.84	20.5.84
29.	Mr. Ali Ahmed Ch.	16	Tehsildar, Jampur	4.12.84	14.11.84
30.	Mr. Raees Ghulam Qadir	16	-do- Minchinabad	28.12.84	14.11.84
31.	Mr. Muhammad Ali	16	-do- ADBP, B'pur	2.12.84	14.11.84
32.	Sh. Aziz Ali	16	LAC&CO, Highway, Sargodha	30.7.85	2.12.84
33.	Mr. Qasim Lodhi	16	Tehsildar Rojhan (acting charge)	30.7.85	24.7.85
34.	Mr. Ali Ahmed Afridi	16	Tehsildar, Ushr & Zakat Bahawalnagar	6.7.83	17.4.83
35.	S. Muhammad Qasim Rizvi	16	-do- (Arrangements) Rajanpur	2.7.85	9.5.85
36.	Ch. Muhammad Yaqub	16	-do- Ushr & Zakat R.Y.Khan.	24.11.85	29.9.85
37.	Mr. Iftikhar Ahmed	16	-do- (Recovery) WAPDA, Rwp.	25.11.85	29.9.85
38.	Malik Ahmed Hasan	16	-do- Ushr & Zakat Rajanpur.	14.12.85	19.4.85

Punjab Economic Research Institute. Lahore

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
20.	Mr. Haq Nawaz Shah	18	Research Economist, Lahore	1.4.77	1.4.77

SOCIAL WELFARE AND ZAKAT DEPARTMENT.

S.W.D rectorate Punjab.

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
1.	Miss Najeeba Nasreen	16	SWO, Home for Destitute RWP	19.3.85	11.11.80
2.	Miss Salma Yasmin	16	SWO, Distt. Blood Donor Unit Multan.	4.4.77	13.7.76
3.	Mrs. Surriya Arshad	16	SWO, S.S.P(M) Multan	28.3.78	14.4.76
4.	Zafar Iqbal Khan	16	SWO, M.S.P., Khanewal	15.1.85	20.9.78
5.	Iftikhar Rasool	16	MSO, M.S.P., BV, Hosp. Bahawalpur	10.3.79	11.7.76
6.	Miss Azra Saleem	16	MSO, Distt H.Qs, Hosp Rawalpindi	23.1.86	24.2.83
7.	Ghulam Yaseen	16	SWO, Distt H.Qs, Hosp. Rawalpindi	10.6.84	10.5.84
8.	Khadim Hussain	16	SWO M.S.P. Chishtian	17.2.86	12.3.85
9.	Ghulam Mustafa.	16	SWO, M.S.P. Ahmadpur East.	18.3.85	18.3.85
10.	Muhammad Saleem	16	-do- Haroonabad	11.3.82	6.4.79
11.	Abdul Latif Pirzada	16	SWO C.D. Project, Lodharan	6.2.86	1.6.82
12.	Miss Nasreen Jaffari	16	MSO, M.S. Project Bahawalnagar	31.5.83	20.5.82
13.	Muhammad Nisar	16	SWO, C.D. Project, Fort Abbas	8.11.83	9.2.73
14.	Muhammad Afzal	16	SWO, UC.D. Project Bahawalnagar	15.3.84	5.2.76
15.	Muhammad Azhar Ch.	16	SSWO RCD Project, Dahranwala	10.3.85	10.3.85
16.	Muhammad Sharif Rana	16	SWO UCD Project, Zahir Pir	1.7.74	1.1.73
17.	Mrs. Mussarat Cheema	16	SWO UCD Project, Khanpur	9.7.76	9.7.76
18.	Muhammad Ajmal	16	SWO CD Project, Liaqatpur	23.2.83	23.2.83
19.	Miss Zarina Akhtar	16	MSO, Distt Blood Donor R.Y.K.	31.5.83	19.2.83
20.	Pirzada Muhammad Khalid Tanveer	16	SWO, Nigehban, Bahawalpur	1.12.85	12.3.85
21.	Muhammad Tariq Sharif	16	MSO, MS Project, Sadiqabad	24.3.85	24.3.85

22.	Mrs. Zahida Iqbal	16	Supdt. M & C Home, Bahawalpur	29.8.79	30.11.73
23.	Mrs. Mussarat Riaz	16	Supdt. Rescue Home -do-	1.11.83	23.10.73
24.	Safdar Hussain	16	MSO, Tehsil H.Q, Host, Hasilpur	15.1.86	15.1.86
25.	Imran Ali Khan	16	MSO, Model Drug Centre, B/Pur	8.1.86	8.1.86
26.	Maqsood Ahmad	16	SWO, CD Project, Haroonabad	16.3.85	16.3.85
27.	Mrs. Bargees Akhtar	16	SWO, UCD Project B/pur	22.2.84	24.2.83
28.	Mrs. Qamer Shafi	16	SWO, Modl for working women BWP	13.3.83	10.5.79
29.	Abdul Samad Ch.	16	A.D.S.W., Kasur	9.3.86	20.5.68
30.	Manzoor Ahmad	17	Manager, D.Ind. Home, Vehari.	13.2.84	3.12.68
31.	Ashfaq AHmad Lakhawera	17	A.D.R.Y.Khan	16.9.79	24.6.67
32.	Muhammad Nasim	17	A.D. Bahawalpur	1.11.83	26.6.67
33.	Ghulam Mujtaba Khan	17	Manager, D.Ind. Home R.Y.Khan	19.5.84	16.9.75
34.	Tufail Mehboob Subhani	17	A.A, Zakat, Bahawalpur	1.4.82	19.4.65
35.	Muhammad Mushtaq	18	A.C.Planning & Dev. Lahore	4.2.80	19.4.65
36.	Muhammad Slaeem Ijaz	18	D.D, Bahawalpur	28.8.83	11.11.60
37.	Muhammad Naseer	17	Asstt Secy, Zakat Lahore	16.3.81	27.6.50
38.	Badur ul Zaman	17	Asstt: Dir. S.S. B, Lahore	24.10.68	24.10.68

S.G.A & I DEPARTMENT.

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
SECTION S-I					
1.	Sardar Manzoor Ahmad Leghari	20	Member (Colonies) BR, Punjab	2.6.1986	21.3.1949
2.	Sardar M.Aslam Lakhera	18	Member (Inquiries) S&GAD	13.2.1986	15.2.54
3.	Mr. Muhammad Attoque	18	Dy: Secy (Zakat) S.W.& Sakat Deptt	24.9.85	8.10.65
4.	Mr. Sarfraz Ali Khan	18	Dy: Secy Helath Department	24.9.85	14.9.65
5.	Mr. Muhammad Amar	18	Dy: Secy (Police) Home Department	2.9.85	12.3.66
6.	Rana Muhammad Afzal	18	Adminsitrator, Aghan Refugees Mianwali.	12.11.83	8.6.67
6-A	Mr. Farooq Ahmad khan	18	A.D.C (G) Gujranwala.	22.11.86	15.12.80
SERVICES S-II					
7.	Mr. Muhammad Mahmud Shah	18	AC(LR) Bahawalpur	7.11.85	4.9.68
8.	Mr. Ch. Muhammad Siddique	18	On tranining abroad	------	1.10.68
9.	Mr. Muhammad Afzal Khan	18	AC(D) D.G. Khan	1.8.85	20.9.71
10.	Mr. Hafiz Ullah	18	AC(R) Bahawalpur	30.6.83	11.5.72
11.	Ch. Nazir Ahmed	18	AC(R) R.Y: Khan	2.8.86	16.5.72
12.	Ch. Muhammad Yaqub	18	ADC(C) D.G Khan	24.11.85	7.3.72
13.	Mr. Shafqat Ali Hijazi	18	ADC(C) Gujrat	16.11.85	14.4.72
14.	Mr. Inam ul Haq	18	Dy: Director LDG Lahore	30.9.85	29.6.73
15.	Mr. Mansoor Ahmed Bajwa	18	ADC(C) Bahawalpur	Jan 86	10.8.73
16.	Mr. Zaheer ud Din Babar	18	AC, Chishtian	20.9.86	22.5.74
17.	Mr. Jam Jan Muhammad	17	LAC MDA, Multan	31.1.84	24.5.72
18.	Mr. Akhtar Ali	17	EAC, Jampur	30.4.84	18.5.74
19.	Mr. B.A. Nasir	17	E.A.C Lahore	15.8.81	20.5.74
20.	Mr. Muhammad Munir Badar Awan	17	S.O. L&DD Department	23.6.85	21.5.74
21.	Ch. Nazir Ahmed	17	Spl: Rly: Mah: Rawalpindi	2.6.85	17.5.74

22.	Mr. Muhammad Munir Malik	17	EAC Okara	1.1.85	1.11.74
23.	Mr. Allah Yar Ansari	17	EAC Khanpur	15.5.74	15.5.74
24.	Mr. Ahmad Yar Khalid	17	Judl: Mag: Sec: 30 Bahawalnagar		21.5.74
25.	Mr. Mumtaz Ahmad Khan	17	-do- Multan	2.9.84	20.5.74
26.	Mr. Fazale Mahmood	17	Spl: Mag: (WASA) LDA Lahore	5.5.82	18.5.1874
27.	Mr. Atta Muhammad Zafar	17	EAC Katirwala	20.1.86	21.5.74
28.	Mr. Ehsan ul Haq	17	EAV Vehari	30.3.86	18.5.74
29.	Mr. Mushtaq Ahmad	17	Corporation Magistrate Multan	1.10.85	18.5.74
30.	Mr. Muhammad Yar Khokhar	17	EAC, Lahore	1.4.85	28.1.75
31.	Mr. Gulzar Muhammad Bhatti	17	EAC Chunian	13.5.85	10.1.75
32.	Mr. Rahim Bakhsh Fayyaz	17	"""" Arifwala	8.10.85	13.1.75
33.	Mr. Muhammad Akram Cheema	17	Secretary RTA Lahore	7.11.84	6.1.75
34.	Mr. A.G. Shaheen	17	EAC Haroonabad	15.4.86	23.12.79
35.	Mr. Muhammad Khan Mohal	17	Officiating AC Cohbara	29.12.85	6.4.80
36.	Mr. Masud Akbar Khan	17	EAC Bahawalnagar	19.7.83	6.4.80
37.	Mr. Ashfaq Ahmad Khan	17	EAC, D.G. Khan	4.11.85	16.8.80
38.	Mr. Muhammad Usman ud Din Samin	17	LAC LDA, Lahore	8.10.84	19.782
39.	Mr. Abdul Rehman	17	ACO, CDA Bahawalpur	19.8.83	Nov 82
40.	Syed Saghir Hussain	17	EAC Rawalpindi	15.12.83	15.12.83
41.	S. Riaz Ali	17	Spl Magistrate LDA WASA Bus Stand, Lahore.	22.9.86	7.3.83
42.	Mr. Abdul Karim Khan	17	EAC, Minchanaad	20.4.83	7.3.83
43.	Mr. Nabi Bakhsh Malik	17	EAC, Minchanaad	4.12.84	26.5.84
44.	Mr. Nazir Ahmad	17	EAC, Chichawatni	5.12.84	26.5.84
45.	Mr. Muhammad Aslam	17	EAC Karor	15.12.84	26.5.85
46.	Mr. Shafiq Masud Ansari	17	R.M. Murree	5.12.84	26.5.84
47.	Malik Ghulam Nabi	17	EASO, Rajanpur	7.8.85	May, 85

SECTION S-IV

48.	Mr. Muhammad Ahmad	18	Senior Civil Judge, Guiranwala	24.7.83	19.7.67
49.	Mr. Ashiq Muhammad Faiz	18	Senior Civil Judge, Okara	8.12.84	1.9.73

50.	Mr. Ahsan Ahmad	18	Senior Civil Judge, Sahiwal	15.10.83	1.9.72
51.	Mr. Khalid Akhtar	17	Civil Judge IstClass MTN.	24.5.84	18.5.74
52.	Mr. Riaz Mehmood	17	Civil Judge . -do-. Khanewal	17.5.84	18.11.74
53.	Mr. Muhamad Aslam	17	Civil Judge Is Class Khanpur	25.4.85	18.11.74
54.	Mr. Maqsood Ahmad Baitu	17	E " " " Sadiqabad	24.4.85	31.5.73
55.	Ch. Muhammad Siddiq Tabasum	17	E " " " Lahore	27.4.86	10.4.78
56.	Mr. S.M. Iqtidar ul Hassan	17	" " " " Shujaabad	8.12.85	16.4.78
57.	Mr. Ejaz Hussain	17	-do- Hasilpur	3.5.86	4.11.79
58.	Syed Muhammad Iqbal Jafri	17	-do- Lahore	3.11.85	6.11.79
59.	Rai Khalid Zaman Khan Bhatti	17	-do- Ahmadpur East.	29.4.85	4.11.79
60.	Mr. Muhammad Afzal Zaidi	17	-do- Khanpur	25.4.85	19.7.82
61.	Mr. Mushtaq Ahmad	17	-do- 2nd Cl.Alipur	9.12.85	6.7.82
62.	Mr. Abdul Sattar	17	-do- III Class Sadiqabad	2.1.84	6.7.82
63.	Mr. Muhammad Alamgir Khan	17	Civil Judge, 2nd Class Ahmdpur East now at Lahore	3.5.86	7.7.82
64.	Mr. Muhammad Boota	17	Civil Judge III Class Muzaffargarh	2.1.84	2.1.84
65.	Mr. Hafeez Ullah Khan	17	-do- Lodhran	5.2.85	5.2.85
66.	Mr. Ghulam Abbas	17	-do- D.G.Khan	2.2.85	2.2.85
67.	Mr. Sikandar Aqeel Ansari	17	-do- Sialkot	30.11.85	30.11.85
68.	Mr. Nusrat UllahKhan	17	-do- B/Pur	25.11.85	25.11.85
69.	Mr. Shahid Naseer	17	-do- Lahore	23.11.85	23.11.85

SECTION S-V

70.	Mr. Maqbool Ahmad	17	Asstt: Director (Admn) Directorate of A.C.E Pb LHR	17.7.56	12.7.53
71.	Haji Abdul Karim	17	A.D (Inv), A.C.E Multan Regon	20.4.85	13.3.50
72.	Rao Irshad Ali Khan	18	Dy: Director (Tech) A.C.E Lahore Regeon	20.5.85	25.175
73.	Sh. Ghayyur Ali	17	Asstt: Director (Inv) ACE Lahore Regon Lahore	18.8.82	4.2.55
74.	Mr. Hafeez Ahmad Qureshi	18	Under Secretary, L&DD	16.9.84	3.1.79

75.	Mr. Muhammad Iqbal Nasir	18	-do- Administrative Alflah	30.7.84	5.6.79
76.	Mr. Karim Bukhah Abid	18	-do- Finance Deptt	13.12.84	13.12.84
77.	Mr. Muhammad Rashid	17	Section Officer, C&W Deptt:	4.2.79	4.2.79
78.	Mr. Ghulam Muhammad	17	-do- Home Deptt:	14.10.85	24.4.78
79.	Mr. Nazar Hussain Hashmi	17	Section C&W Deptt:	24.4.78	24.4.78
80.	Mr. Hafeez Ahmad Munawar	17	-do- SG&ID	18.4.84	20.1.81
81.	Mr. Muhammad Anwar	17	-do- Finance Deptt	25.8.82	20.1.81
82.	Mr. Nisar Ahmad Baig	17	-do- -do-	7.4.81	7.4.81
83.	Mr. Nazir Ahmad Ch	17	-do- SGA&ID	9.1.86	28.2.82
84.	Mr. Haider Ali	17	-do- Education Deptt	11.3.83	16.9.84
85.	Mr. Muhammad Ismail	17	-do- F.D	16.9.84	16.9.84
86.	Mr. Aziz ur Rashid Rehmani	17	-do- Home Deptt	-do-	-do-
87.	Mr. Muhammad Amir	17	-do-	-do-	-do-
88.	Mr. Muhammad Anwar Shah	17	-do- Education Deptt	-do-	-do-
89.	Mr. Jamil Ahmad Shah	17	-do- SGA&ID	21.7.85	21.7.85
90.	Mr. Sharaf uddin Qazi	17	-do- LG&RD	9.10.86	21.7.85
91.	Mr. Mohd Tahir Blooach	17	-do- Labour Deptt	21.11.85	21.11.85
92.	Sh. Muhammad Siddiq	17	-do- Education Deptt	-do-	-do-
93.	Mr. Ikram ul Haq Hashmi	17	-do- Finance Deptt	-do-	-do-
94.	Mr. Niaz Muhammad Khalid	16	Superintendent C&W Department	11.6.85	11.6.85
95.	Mr. A.B. Khurshid	16	-do- SGA&ID	9.2.86	9.2.86

SECTION S-X

96.	Mr. ALtaf Majeed	18	S.P, Khanewal	18.7.85	29.3.79
97.	Mr. Humayun Raza Shafi	18	Addl: S.P Rawalpindi	12.8.84	21.3.77
98.	Mr. Abdul Majeed	18	S.P Joint Task Force, Punjab, Lahore.	21.10.85	21.3.77
99.	Mr. Ahmad Hasan	17	D.SP(Proceeded on retirement on	4.4.86	
100.	Mr. Abdul Majid	17	D.S.P/F.I.A	6.4.86	1.1.48
101.	Mr. Abdul Karim	17	D.S.P/A.C.E	27.4.85	15.3.50
102.	Mr. Aman Ullah Khan	17	D.S.P/F.I.A	4.1986	1.3.61
103.	Mr. Abdul Ghani	17	D.S.P/PRTC Multan	7.4.85	15.3.50

104.	Mr. Ahmad Khan	17	D.S.P/HQrs Bahawalpur	8.4.86	11.2.49
105.	Mr. Akbar Ali Cheema	17	D.S.P/SDPO Toba Tek Singh	15.7.85	19.9.51
106.	Mr. Habib Anwar	17	D.S.P/SDPO Okara	18.11.85	1.3.61
107.	Mr. Khadim Hussain	17	D.S.P/Wireless Training School, Bahawalpur	30.9.83	17.3.48
108.	Mr. Muhammad Iqbal	17	DSP (on 120 days leave w.e.f17.2.86		
109.	Mr. Mashood ur Rahim	17	DSP/Spl: Branch Bahawalpur	8.12.83	14.3.63
110.	Mr. Mukhtar Hussain Sherazi	17	DSP/Spl: Branch: Punjab LHR	4.2.86	5.3.60
111.	Mr. Muhammad Nawaz Rana	17	DSP/City Rawalpindi	5.8.85	1.3.58
112.	Mr. Maqbool AHmad	17	DSP/PRP	1.5.86	1.2.49
113.	Mr. Niaz Ahmad	17	DSP/SDPO Sadiqabad	22.5.85	23.8.48
114.	Mr. Rafiq Ahmad	17	DSP/SDPO Chishtian	1.3.86	6.5.48
115.	Mr. Sadiq Mahmood	17	DSP/FIA	4.1986	19.6.54
116.	Mr. Saeed Akhtar Baig	17	DSP/Spl: Branch: Multan	7.10.79	2.5.52
117.	Rao Shakir Ali	17	DSP (Under transfer)	4.1986	1.4.53
118.	Sh: Waheed ur rehman	17	DSP Retd on 2.4.86		

IC & T Deptt:

S.No.	Name.	BPS	Designation	present posting with date	Date of initial appointment
1.	Mr. Islam Haider	19	Dir, HQ Office, Lahore	25.8.85	7.10.71
2.	Syed Zaheer ul Hassan Rizvi.	18	Dy.Dir, Public Relations, Multan.	2.12.82	10. 69
3.	Mr. Muhammad Anwar ul Haq Ch.	17	Dy.Dir, HQ Office, Lahore.	23.7.84	8.1.68
4.	S. Fakhar ud Din Balley.	17	A.D. Availing Posting		17.8.60
5.	Mr. Mubashar Hassan Haqqani.	17	A.D.HQ Office Lahore	1.10.85	1.7.70
6.	Mr. Fayyaz Hussain Bokhari	16	Dist.Information Officer R.Y.Khan	19.8.82	1.10.61
7.	Mr. Murtaza Hussan Hamdani.	16	Distt. Inf.Officer, B/Nagar.	1.1.86	8.8.63

DIRECTORATE OF TOURISM PUNJAB

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
8.	Mr. Iqbal Mahmood Rizvi	16	Tourism Officer, Directorate of Tourism, Punjab Lahore.	24.11.85	24.11.85

PUNAB COUNCIL OF THE ARTS

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
9.	Mr. Manzur Sajjad	17	Programme Officer, Divisional Arts Council F/Bad.	8.12.85	22.6.77
10.	Mr. Iqbal Khalid	17	Programme Officer, Divisional Arts Council, Multan.	16.11.85	22.6.77
11.	Mr. Niaz Hussain Iakhwara.	17	Programme Officer, Punjab Council of the Arts, LHR.	18.6.83	25.6.77
12.	Mr. Aurangzeb Alamgir	17	Programme Officer, Divisional Arts Council LHR	15.6.82	24.6.77
13.	Mr. Anjum Moeen Balley.	17	Programme Officer, Divisional Arts Council, Rawalpindi	10.11.84	16.3.81
14.	Mrs. Maqsooda Mumtaz	17	Programme Organizer, Divisional Arts Council, Bahawalpur	5.7.83	5.7.83

LAHORE MUSUEM LAHORE

S.No	Name of Officer	BPS	Designation	Present Posting with date	Date of Initial appointment
15.	Mr. Muhammad Afzal	17	Curator, Bahawalpur Museum, Bahawalpur	21.6.76	21.6.76

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات
(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

سرکاری ملازمین کی مدت ملازمت میں توسیع

☆ 863- **جناب محمد اسلم** - کیا وزیر اعلیٰ کرم بیان فرمائیں گے کہ:
یکم جنوری 1984ء سے 30 ستمبر 1985ء تک کتنے سرکاری ملازمین کی مدت ملازمت میں توسیع کی گئی اور کتنے ملازمین کو کنٹریکٹ کی بنیاد پر دوبارہ ملازم رکھا گیا۔ ان کے نام عہدہ اور عمر کیا ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)
پنجاب گورنمنٹ کے مختلف محکموں سے موصول شدہ معلومات کے مطابق یکم جنوری 1984ء سے 30 ستمبر 1985ء کے دوران کل 94 افراد کو دوبارہ ملازمت میں لیا گیا۔ اور اس عرصہ کے دوران کل 83 افراد کو کنٹریکٹ کی بنیاد پر ملازم رکھا گیا۔ مندرجہ ذیل افراد کے نام' عہدہ اور عمر ایوان کی میز پر رکھی گئی فہرست میں درج ہیں۔

مورخہ یکم جنوری 1984ء سے لے کر 30 ستمبر 1985ء کے دوران
دوبارہ ملازمت میں لئے گئے افراد کی فہرست

نمبر شمار	نام ملازم	عہدہ	دوبارہ ملازمت میں لیتے وقت عمر سالوں میں
*	**محکمہ خزانہ**		
1	مسٹر نثار احمد	نائب قاصد	60
2	شیخ سعید الدین	نائب قاصد	60
3	میاں فضل الرحمٰن	افسر خزانہ	62
4	محمد یوسف	افسر خزانہ	62 + 2
5	ملک ممتاز حسین جاوید	افسر خزانہ	63
6	محمد رفیق قریشی	افسر خزانہ	63

نمبر شمار	نام ملازم	عہدہ	دوبارہ ملازمت میں لیتے وقت عمر سالوں میں
7	مسٹر محمد حسین نگینہ	افسر خزانہ	56
*	**محکمہ زراعت**		
8	مسٹر حیات محمد بھٹی	زرعی کیمسٹ	64
9	قریشی محمد ہاشم شاہ	او ایس ڈی	61
*	**محکمہ قانون اینڈ پارلیمانی امور**		
10	سید امجد علی بخاری	اسٹیٹ آفسر	61
11	مسٹر جمعہ خان	لفٹ آپریٹر	60
*	**محکمہ مواصلات اینڈ تعمیرات**		
12	مسٹر مکھن شاہ	کیئر ٹیکر	60
13	مسٹر معراج دین	کارپینٹر	60
*	**انڈسٹریز اینڈ معدنیاتی ڈیپارٹمنٹ**		
14	ڈاکٹر احترام علی	ایڈوائزر	61
15	مسٹر اشفاق حسن	مینجنگ ڈائریکٹر	61
*	**محکمہ محنت**		
16	مسٹر محمد شفیع چودھری	جوائنٹ ڈائریکٹر محنت و بہبود	60
*	**محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات**		
17	مس سلمیٰ کشور جان	آفیسر بکار خاص	60
18	بریگیڈیر (ریٹائرڈ) ایم اے لطیف	ڈائریکٹر جنرل بہبود آبادی پروگرام	60

نمبر شمار	نام ملازم	عہدہ	دوبارہ ملازمت میں لیتے وقت عمر سالوں میں
19	مسز اے اخلاق حسین	ڈپٹی ڈائریکٹر	60
20	مسٹر علی محمد	نائب قاصد	60
* ملٹری سیکرٹری ٹو گورنر			
21	حافظ عبدالکریم	موذن	61
22	مسٹر عبدالمجید	دھوبی	62
23	حاجی یار محمد	ہیڈ بیرر	61
24	حاجی برکت علی	اسسٹنٹ ہیڈ مالی	61
25	حاجی غلام قادر	مالی	61
26	مسٹر علی اکبر	بیرر	62
* وزیر اعلیٰ معائنہ ٹیم			
27	راجہ محمد اختر اللہ خان	سینئر ممبر	61
* پنجاب بورڈ آف ریونیو			
28	مسٹر محمد اسلم	تحصیلدار	60
* محکمہ صحت			
29	ڈاکٹر غلام شبیر	پروفیسر	62
30	ڈاکٹر راجہ ممتاز قلی	پروفیسر	60
31	ڈاکٹر ایم - لوئیس	پروفیسر	62
32	ڈاکٹر ساجدہ عبداللہ	پروفیسر	68
33	ڈاکٹر منظور احمد ملک	پروفیسر	63
34	چودھری معراج دین	سپرنٹنڈنٹ	60
35	ڈاکٹر مس خورشید النساء	ایسوسی ایٹ پروفیسر	60

نمبر شمار	نام ملازم	عہدہ	دوبارہ ملازمت میں لیتے وقت عمر سالوں میں
* محکمہ تعلیم			
36	ایس امداد حسین شاہ	اسسٹنٹ پروفیسر	60
37	جناب یعقوب این دین	ایضاً	60
38	آغا محمد یونس	ایضاً	60
39	جناب محمد حسین چیمہ	پروفیسر	60
40	صوفی گلزار احمد	ایضاً	60
41	عبدالستار چاولہ	ایضاً	58
42	خواجہ سعید الحسن	اسٹنٹ پروفیسر	60
43	چودھری فضل حسین	پروفیسر	60
44	محترمہ امینہ شفیق الرحمن	پرنسپل	60
45	محترمہ ایم بی حسن	ایضاً	60
46	محترمہ عطیہ احسان	پروفیسر	60
47	محترمہ اے ایم اے خان	ایضاً	60
48	محترمہ زہرہ شاہ محمد	ایضاً	60
49	محترمہ جمیلہ زیدی	ایضاً	60
* محکمہ انہار و برقیات			
50	جناب محمد شفیع	پٹواری	50
51	جناب حنیف الزمان	سگنلر	56
52	جناب عطا اللہ خان	ڈرافٹسمین	50
53	آغار سلامت خان	ایل آر او	60
54	جناب سعید احمد ظفر	ایس ای	60
55	جناب خوشی محمد	ڈرافٹسمین	49

دوبارہ ملازمت میں لیتے وقت عمر سالوں میں	عہدہ	نام ملازم	نمبر شمار
		ایس جی اے اینڈ آئی ڈیپارٹمنٹ	
65	ڈی جی پبلک لائبریری	ایئر کموڈور (ریٹائرڈ) انعام الحق	56
55	سپرنٹنڈنٹ لائیو سٹاک	میجر (ریٹائرڈ) چودھری نذر محمد	57
	ایکسپریمنٹ سٹیشن		
60	انڈر سیکرٹری	جناب غضنفر علی شاہ	58
60	ایضاً	جناب عبدالرشید	59
60	ایضاً	جناب محمد اسلم خان	60
60	ایضاً	جناب محمد عجائب ملک	61
60	سیکشن آفیسر	جناب اکرام اللہ مفتی	62
60	ایضاً	جناب شوکت حسین ملک	63
52	پرائیویٹ سیکرٹری	جناب غلام مصطفیٰ	64
60	چیئرمین ثانوی تعلیمی بورڈ	پروفیسر ڈاکٹر نزیر احمد اعوان	65
60	ایضاً	پروفیسر عزیز الرحمٰن	66
58	مددگار	جناب ایم افضل چیمہ	67
60	ایضاً	جناب حبیب احمد	68
62	قاصد	جناب واجد علی	69
60	ایضاً	جناب اکبر علی	70
60	ایضاً	جناب نذر حسین	71

نمبر شمار	نام ملازم	عہدہ	دوبارہ ملازمت میں لیتے وقت عمر سالوں میں
72	میجر (ریٹائرڈ) فضل حسین	او ایس ڈی	64
73	کرنل (ریٹائرڈ) غضنفر علی خان	ڈائریکٹر ایل ڈی اے	53
74	میجر (ریٹائرڈ) منظور حسین شاہ	ایڈ منسٹریٹر لال سہانرہ نیشنل پارک	
75	کرنل (ریٹائرڈ) محمد ارشاد چودھری	ڈائریکٹر سول ڈیفنس	57
76	ڈاکٹر محترمہ رفعت جہاں رشید	او ایس ڈی سوشل ویلفیئر	
77	کیپٹن (ریٹائرڈ) داود خان	سیکورٹی آفسر پرنٹنگ پریس	40
78	بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) میاں منظور احمد	ممبر پبلک سروس کمیشن	59
79	جناب تقی الدین پال	او ایس ڈی ہوم	60
80	لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) چودھری عبدالجید خان	چیئرمین پبلک سروس کمیشن	55
81	جناب ریاض حسین جعفری	ایڈیشنل کمشنر	60
82	خواجہ غیاث الدین	ایضاً	60
83	لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) طارق سعادت	سیکرٹری سیڈ کارپوریشن	41
84	سید ظفر علی	ایڈیشنل رجسٹرار	60
85	شیخ ابراہیم	پی ار او	69
86	جناب محمد رشید مغل	پرائیویٹ سیکرٹری	60
87	جناب محمد یوسف	ریڈر	63
88	جناب طفیل احمد شاہ	مددگار	69

نمبر شمار	نام ملازم	عہدہ	دوبارہ ملازمت میں لیتے وقت عمر سالوں میں
89	جناب محمد امین	انڈر سیکرٹری	60
90	جناب حمید الدین	ایضاً	60
91	حاجی احمد جان	سیکشن آفیسر	60
92	جناب عنایت اللہ خان	ایضاً	60
93	ملک محمد صدیق	ڈی آئی جی	61
94	میجر(ریٹائرڈ) راجہ قربان حسین	ڈپٹی ڈائریکٹر پی سی آر	61

مورخہ یکم جنوری 1984ء سے لیکر 30 ستمبر 1985ء کے دوران
جن افراد کو کنٹریکٹ کی بنیاد پر ملازم رکھا گیا

نمبر شمار	نام ملازم	عہدہ	کنٹریکٹ پر ملازمت کے وقت عمر
	محکمہ مواصلات و تعمیرات		
1	کپتان (ریٹائرڈ) عبدالحلیم	کیئر ٹیکر	53
	محکمہ تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی و ماحول		
2	کرنل(ریٹائرڈ) غضنفر علی خان	ڈائریکٹر(انتظامی)	53
3	شیخ عبدالجلیل	ایس او ٹو ڈائریکٹر جنرل فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی	47
4	مسٹر محمد دین	چوکیدار	60
5	مسٹر فاروق علی قریشی	ڈائریکٹر	46
6	چودھری محمد نسیم	ڈائریکٹر	50
7	مسٹر محمد علی	ایس ڈی او	60

8	مسٹر محمد افضل	ایس ڈی او	60
9	مسٹر منظور احمد	اسسٹنٹ ڈائریکٹر	60
10	مسٹر حسیم الدین قریشی	ایڈمن آفیسر	60
11	مسٹر فضل عباس	سینئر سکیل سٹینو گرافر	52
12	رانا محمد شفیع	اسسٹنٹ ڈائریکٹر' ریونیو	57
13	مسٹر ایم اے رؤف احمد	ڈویژنل اکاؤنٹنٹ	50
14	مسٹر شاہ محمد	ڈویژنل ورکس سپروائزر	47
15	مسٹر بشیر احمد	ڈویژنل ورکس سپروائزر	46
16	مسٹر بشیر	ڈویژنل ورکس سپروائزر	49
17	مسٹر خوشی محمد	کیئر ٹیکر	49
18	مسٹر محمد اعظم	سپروائزر	30
19	مسٹر محمد حسین حاجی	پٹواری	52
20	مسٹر حافظ عبدالرشید	نائب قاصد	37

محکمہ امور داخلہ

21	مسٹر تقی الدین پال	آفیسر بکار خاص	60
22	میجر قربان حسین	ڈپٹی ڈائریکٹر (پی سی آر)	52
23	مسٹر احمد علی	ڈپٹی انسپکٹر جنرل سنٹر قلعہ لاہور	66
24	چودھری سردار علی	ایس۔ پی سنٹر قلعہ لاہور	75
25	میجر احمد دین	ایس پی سنٹر قلعہ لاہور	47
26	چودھری شمس الدین	ایس پی سپیشل برانچ ملتان	61
27	مسٹر محمد مبارز خان	ایس پی سنٹر قلعہ لاہور	61
28	ملک محمد صدیق	آفیسر بکار خاص	60
29	مسٹر غلام محمد	فوٹو گرافر	60
30	مسٹر عبدالرحمٰن	سب انسپکٹر	60

31	مسٹر مردان علی خان	سب انسپکٹر	60
32	مسٹر احمد خان	سپرنٹنڈنٹ	60
33	مسٹر محمد خورشید خان	سپرنٹنڈنٹ	60
34	مسٹر ایم ارشاد چودھری	ڈائریکٹر شہری دفاع	57
35	مسٹر محمد سلیم	آفیسر شہری دفاع	60
36	سید فیض الحسن	ٹرانسپورٹ آفیسر	52
37	مسٹر ریاض الرحمٰن	چیف انسٹرکٹر	49
38	مسٹر نذر حسین	انسٹرکٹر گریڈ-2	48
39	مسٹر رفیق احمد	انسٹرکٹر گریڈ-2	54
40	مسٹر عاشق حسین	نائب قاصد	47
41	مسٹر سبحان خان	نائب قاصد	38
42	مسٹر محبوب خان	چوکیدار	42
43	مسٹر محمد شیراز	چوکیدار	35

* محکمہ صحت

44	لیفٹیننٹ کرنل سلیم احمد	پراجیکٹ ڈائریکٹر	52

* محکمہ اوقاف

45	مولانا غلام حسین	خطیب / امام	62
46	مولانا محمد عالم	ضلعی خطیب	61
47	مولانا عظیم الدین	خطیب	63
48	مولانا محمد یار	خطیب / امام	62
49	مولانا اعجاز النبی	خطیب / امام	61
50	نور حسین	موذن خادم	61

* محکمہ سماجی بہبود و زکوٰۃ

51	ڈاکٹر مسز رفعت رشید	او ایس ڈی برائے سماجی بہبود	64

* محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات

52	مس فردوس جمیل	ریسرچ آفیسر	37
53	مسز مسرت شمیم	ریسرچ آفیسر	31
54	مس رفعت صدیقی	ریسرچ آفیسر	28

* محکمہ صنعت و معدنی ترقی

55	مسٹر شجاع الدین خان	چیف پراجیکٹ آفیسر	60
56	مسٹر عبدالرشید بھٹی	پروڈکشن سپروائزر	51
57	کیپٹن (ریٹائرڈ) داد خان	سیکورٹی آفیسر	40

* محکمہ ملازمت و انتظام عمومی

58	مسز ایس اے خان	ممبر پنجاب پبلک سروس کمشن	60
59	مسٹر محمد نسیم اللہ	چیف آرکیٹک	47
60	بریگیڈر (ریٹائرڈ) شریف راحت قریشی	جنرل منیجر، پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن لاہور	55.5
61	کرنل (ریٹائرڈ) زیڈ اے منہاس	سیکرٹری ای آر بی پنجاب	54
62	میجر ریٹائرڈ حامد مختار	ڈائریکٹر فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی	59.5
63	کرنل ریٹائرڈ خواجہ عبدالوحید	سیکرٹری پنجاب پبلک سروس کمیشن	55
64	مسٹر جسٹس ریٹائرڈ عبدالجبار	چیئرمین پنجاب سروس ٹربیونل	72
65	لیفٹیننٹ کرنل ریٹائرڈ عبدالغفار	ڈائریکٹر پنجاب سیڈ کارپوریشن لاہور	49

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

1365

66	سکواڈان لیڈر ریٹائرڈ ایم اے وحید	آفیسر بکار خاص ایل ڈی اے	51
67	بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد صادق خان	ممبر گورنر معائنہ ٹیم	55
68	بریگیڈیر (ریٹائرڈ) مسرت نواز	ڈائریکٹر جنرل ایف ڈی اے	51
69	مسٹر اقبال احمد خان	ممبر پنجاب پبلک سروس کمیشن	63
70	بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد اعظم خان	ڈائریکٹر جنرل (آباد) راولپنڈی	56.5
71	بریگیڈیر (ریٹائرڈ) ممتاز ملک	ڈائریکٹر جنرل ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی	54.5
72	بریگیڈیر (ریٹائرڈ) تصدق حسین	" "	60
73	میاں فیض کریم	ممبر پنجاب سروس ٹریبونل	60
74	ملک زوار حسین	ممبر بورڈ آف ریونیو	60
75	مسٹر غیور احمد قریشی	سٹاف آفیسر وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ	63
76	راؤ محمد قلندر خان	ڈپٹی ایڈمنسٹریٹر زکوٰۃ و عشر	60
77	مرزا محمد رمضان	ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ملتان	60.5
78	مسٹر عبدالمجید گوندل	ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر فیصل آباد	60
79	مسٹر سرفراز حسین	ممبر پنجاب پبلک سروس کمشن	61
80	ڈاکٹر عبداللطیف	پرنسپل راولپنڈی میڈیکل کالج راولپنڈی	61

81	ڈاکٹر محمد عالمگیر خان	ڈائریکٹر ادارہ تجرباتی ادویات لاہور	64
82	مسٹر محمد اصغر خان	کمشنر ادارہ سوشل سیکورٹی لاہور	60
83	مسٹر محمد شریف بٹ	ایس پی سیکورٹی	60

اعلیٰ سرکاری افسران کی بذریعہ پولیس خفیہ رپورٹیں

☆ 882- چودھری نذیر احمد کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گزیٹڈ افسران مثلاً" ڈپٹی کمشنر اور ججوں وغیرہ کی محکمانہ سالانہ خفیہ رپوٹوں کے علاوہ پولیس سے بھی خفیہ رپورٹیں لکھوائی جاتی ہیں۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ افسران پولیس کی زیادتیوں سے عوام کو رہائی نہیں دلا سکیں گے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ کسی بھی سرکاری ملازم کی سالانہ خفیہ رپورٹ ہی اس کی کارکردگی کا آئینہ دار ہوتی ہے اور اگر ان کی نگرانی بھی ضروری ہو تو وہ پولیس کے علاوہ کسی اور ادارے سے بھی کروائی جاسکتی ہے -

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اعلیٰ افسران کی خفیہ رپورٹیں بذریعہ پولیس نہ کروانے پر غور کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کیا وجوہات ہیں ؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) جی نہیں -

(ب) جزو (الف) کے جواب کے پیش نظر غیر ضروری ہے۔

(ج) جزو (الف) کے جواب کے پیش نظر غیر ضروری ہے۔

(د) جزو (الف) کے جواب کے پیش نظر غیر ضروری ہے۔

سرکاری ملازمتوں میں رکن اسمبلی کا کوٹہ

☆ 890- چودھری نذیر احمد- کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت رکن صوبائی اسمبلی کے مطالبہ کے پیش نظر چھوٹی ملازمتوں میں ایم پی اے صاحبان کا کوٹہ مقرر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(ب) اگر جزو(الف) کا جواب اثبات میں ہے حکومت کی جانب سے اس کا اعلان کب تک کر دیا جائے گا۔ اور اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف)جواب نفی میں ہے۔

(ب) جواب نفی میں ہے تمام صوبائی ملازمتوں میں تقرر قانون اور قواعد کے مطابق مقرر شدہ اہلیت / قابلیت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ قانون اور قواعد میں ایم پی اے حضرات کے لیے کوٹہ مقرر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

صوبائی محتسب کا تقرر

☆ 907- چودھری مشتاق حسین - کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ وفاقی محتسب اعلیٰ کو روزانہ مختلف شکایات پر مبنی تقریباً ایک سو پچاس درخواستیں موصول ہوتی ہیں۔ لیکن صوبائی معاملات سے متعلق شکایات پر کارروائی کرنے کا اختیار نہ رکھنے کی وجہ سے(بقول وفاقی محتسب اعلیٰ صاحب) روزانہ تقریباً پچاس درخواستیں مسترد کرنی پڑتی ہیں۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ وفاقی محتسب اعلیٰ نے عوام کو سستا اور فوری انصاف مہیا کرنے کی غرض سے صوبوں میں بھی صوبائی محتسب مقرر کرنے کی سفارش کی ہے۔

(ج) اگر جزو (الف) و (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت صوبہ پنجاب میں صوبائی محتسب مقرر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کیا وجوہ ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف)اس کا تعلق وفاقی حکومت سے ہے۔

(ب) جی ہاں۔

(ج) اس ضمن میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت کے تحت چیف سیکرٹری پنجاب نے تمام صوبوں کے چیف سیکرٹری صاحبان سے ان کی آراء بھجوانے کے لئے لکھا ہے۔ تاکہ اس معاملہ کو تمام وزراء اعلیٰ کی میٹنگ میں زیر غور لا کر وفاقی حکومت کو صوبائی سطح پر محتسب کے تقرر کے لئے ایک جامع تجویز پیش کی جاسکے۔

پول میں پڑے سرکاری ملازمین کی تعیناتی

☆ 935- اے - جناب غلام احمد - کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم یہ بیان فرمائیں گے کہ :

کیا حکومت مختلف محکمہ جات کے ان سرکاری ملازمین کو جو پول میں پڑے ہیں۔ دوسرے محکموں میں کھپانے کی کوشش کر رہی ہے - اگر ہاں تو کب سے مرکزی ملازمین کھپائے جائیں گے نیز ان کے عہدے اور نام جس محکمہ سے وہ فالتو ہوئے اور جس محکمہ کھپائے گئے بتائے جائیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

جی ہاں حکومت وقتاً فوقتاً مختلف محکموں سے فالتو قرار دیئے جانے والے سرکاری ملازمین کو جو محکمہ ایس۔ جی - اے اینڈ آئی کے سرپلس پول میں بھیجے جاتے ہیں کو جلد ازجلد دوسرے محکموں میں کھپانے کی کوشش کرتی ہے - محکمہ ایس۔ جی - اے اینڈ آئی غیر جریدی ملازمین کو خود دوسروں محکموں میں کھپاتا ہے جبکہ جریدی ملازمین کا کیس پبلک سروس کمشن کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور ان کو کمیشن کی سفارشات کے مطابق دوسرے محکموں میں کھپاتا ہے۔ 30-6-1984 کے بعد مختلف محکموں سے فالتوں قرار دیئے جانے والے ملازمین کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام محکمہ جس سے ملازمین فالتو قرار دیئے گئے	فالتو قرار دیئے جانے والوں کی تعداد	تعداد	ملازمین جو کھپائے نہیں گئے (نام)	کیفیت
-1	محکمہ بحالیات آباد کاری	580	1	مسٹر محمد اشرف راٹھور اسسٹنٹ اکاؤنٹس آفیسر (بی ایس 16)	کیس محکمہ انڈسٹریز میں کے لئے زیر غور ہے۔

-2	ڈائریکٹوریٹ آف انڈسٹریز(سپلائی اینڈ انسپکشن ونگ توڑنے پر)	247	1	مسٹر ایم زیڈ اقبال انسپکشن آفیسر(بی ایس 16)	کیس پبلک سروس کمیشن کے زیر غور ہے۔
-3	پنجاب سپورٹس بورڈ	2	-	- - -	تمام ملازمین کھپا دیے گئے۔
-4	انڈسٹریل ریسرچ لیبارٹری ڈائریکٹوریٹ آف انڈسٹریز	8	1	مقصود پرویز قریشی ریسرچ اسسٹنٹ(بی ایس 16)	کیس محکمہ انڈسٹریز میں کھپت کے لئے زیر غور ہیں۔
-5	سابقہ محکمہ برقیات حکومت مغربی پاکستان کے ملازمین جو واپڈا سے واپس پنجاب گورنمنٹ کو بھیجے گئے۔	8	-	- -	تمام ملازمین کھپا دیے گئے۔
-6	پنجاب لینڈ کمیشن	54	-	- - -	ایضاً
-7	پنجاب لائیو سٹاک ڈیری اینڈ اینڈ پولٹری ڈویلپمنٹ بورڈ	1	-	-	ایضاً
-8	ٹرانسپورٹ سیل	7	1	- - -	ایضاً
-9	ڈائریکٹوریٹ آف ٹورازم	7	7	(1) محمد صدیق اسسٹنٹ(بی ایس 11) (2) محمد احسان الحق اسسٹنٹ (بی ایس 11) (3) محمد افضل سٹینو گرافر(بی ایس 12) (4) غلام مصطفےٰ سٹینو گرافر(بی ایس 12) (5) محمد اسلم سینئر کلرک (بی ایس 6) (6) محمد علی شاہ ڈرائیور(بی ایس 6)	

				(7) بشیر احمد ڈرائیور (بی ایس 4)
10	پنجاب لائیوسٹاک ڈیری اینڈ پولٹری ڈویلپمنٹ بورڈ	44	44	(1) مسٹر محمد عارف ایڈمن (بی ایس 17)
				(2) مسٹر برکت ایم گل سپرنٹنڈنٹ (بی ایس 16)
				(3) مسٹر زیڈ اے حیدری پی اے (بی ایس 16)
				(4) مسٹر عادل رشید خان پی اے / ایس ایس (بی ایس 15)
				(5) مسٹر عبدالقلمین سینئر کلرک (بی ایس 6)
				(6) مسٹر غلام مصطفےٰ سینئر کلرک (بی ایس 6)
				(7) مسٹر ایم الیاس مفتی سپرنٹنڈنٹ (او پی سی) (بی ایس 16)
				(8) مسٹر ندیم عزیز خان اکاؤنٹینٹ (بی ایس 16)
				(9) مسٹر عبدالرؤف اکاؤنٹس اسسٹنٹ (بی ایس 11)
				(10) مسٹر جاوید بھٹی سٹینوگرافر (بی ایس 12)
				(11) مس جمیلہ منشی سٹینوگرافر (بی ایس 12)
				(12) مسٹر محمد شریف سٹینوگرافر (بی ایس 12)

(13) مسٹر حسن دین

دفتری (بی ایس 2)

(14) مسٹر منظور احمد

ڈسپیچ رائڈر(بی ایس 2)

(15) مسٹر نور محمد

نائب قاصد(بی ایس 1)

(16) مسٹر یونس صابر

نائب قاصد(بی ایس 1)

(17) مسٹر عزیز الدین

نائب قاصد (بی ایس 1)

(18) مسٹر محمد احمد خاں

ایڈمن آفیسر(بی ایس 16)

(19) مسٹر ارشاد احمد

سپرنٹنڈنٹ(بی ایس 16)

(20) مسٹر ایس ایم مجاہد

ایڈمن آفیسر(بی ایس 16)

(21) مسٹر ضرار مظفر

ایڈمن آفیسر(بی ایس 16)

(22) مسٹر محمد رفیق

سلیکشن گریڈ اسسٹنٹ (بی ایس 14)

(23) مسٹر ریاض احمد

اکاؤنٹینٹ (بی ایس 14)

(24) مسٹر محمد مشتاق

اسسٹنٹ اکاؤنٹینٹ (بی ایس 14)

(25) مسٹر مدثر خان

اسسٹنٹ اکاؤنٹینٹ (بی ایس 14)

(26) مسٹر مسرت جاوید

اسٹنٹ اکاؤنٹینٹ (بی ایس 14)

(27) مسٹر اختر علی جاوید

سٹینو گرافر (اردو) (بی ایس 12)

(28) مسٹر ارشاد علی تبسم

ٹیکنیکل اسسٹنٹ (بی ایس 10)

(29) مسٹر محمد اسلم صابر

ٹیکنیکل اسٹنٹ (بی ایس 10)

(30) مسٹر بشیر احمد 1369

ٹیکنیکل اسسٹنٹ (بی ایس 10)

(31) مسٹر محمد اسماعیل

ٹیکنیکل اسسٹنٹ (بی ایس 10)

(32) مسٹر طاہر حسین

ٹیکنیکل اسسٹنٹ (بی ایس 10)

(33) مسٹر محمد صادق

ٹیکنیکل اسسٹنٹ (بی ایس 10)

(34) مسٹر محمد ادریس

ٹیکنیکل اسسٹنٹ (بی ایس 10)

(35) مسٹر اللہ دتہ

ٹیکنیکل اسسٹنٹ (بی ایس 10)

(36) مسٹر کرامت علی

ٹیکنیکل اسسٹنٹ (بی ایس 10)

(37) مسٹر اعجاز احمد اعجاز

ٹیکنیکل اسٹنٹ (بی ایس 10)

ٹیکنیکل اسسٹنٹ (بی ایس 10)

(38) مسٹر ہدایت علی

ٹیکنیکل اسسٹنٹ (بی ایس 10)

(39) مسٹر غلام مرتضیٰ

ٹیکنیکل اسسٹنٹ (بی ایس 10)

(40) مسٹر محمد اکرم

ٹیکنیکل اسسٹنٹ (بی ایس 10)

(41) مسٹر سلامت علی

ٹیکنیکل اسسٹنٹ (بی ایس 10)

(42) مسٹر نذیر احمد

اکاؤنٹس کلرک (بی ایس 7)

(43) مسٹر صفدر احمد ملک

اسسٹنٹ اکاؤنٹینٹ (بی ایس 14)

(44) مسٹر امان اللہ خان نیازی

ایڈمن کم لاء آفیسر(بی ایس 17)

میزان 958 ☆54

" فالتو ملازمین مختلف محکموں مثلاً محکمہ زراعت' اریگیشن اینڈ پاور' ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن وغیرہ میں جہاں خالی جگہ تھی کھپائے گئے ہیں۔ "

☆ (ملازمین جنہیں ابھی مختلف محکموں میں کھپانا ہے)۔

پی سی ایس افسران کی ترقی کے لئے اقدامات

☆940- بیگم شاہدہ ملک - کیا وزیر اعلیٰ بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف)کیا یہ درست ہے کہ سی ایس پی اور پی سی ایس - افسران دونوں کو پبلک سروس کمیشن کے یکساں معیار کا مقابلہ کا امتحان پاس کرنا پڑتا ہے اور یہ کہ دونوں گریڈ سترہ میں ملازمت کی ابتدا کرتے ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سی - ایس - پی افسران 5 سال بعد گریڈ 18- سات برس بعد گریڈ 19 اور پانچ سال بعد گریڈ 20 میں ترقی یاب ہوتا ہے۔ جبکہ پی سی ایس اتنے عرصہ میں مجسٹریٹ سے محض اسسٹنٹ کمشنر تک ہی پہنچ پاتا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ 1974ء سے 1984ء یعنی دس برسوں میں پی - سی ایس افسران کی ترقی کے امکانات بڑھ جائیں۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پی سی ایس کے امتحانات کا انعقاد کرکے مذکورہ ناانصافی کا ازالہ کرنے کو تیار ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف)سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ قواعد کے مطابق سابق صوبائی سول سروس کی نصف آسامیاں تحصیلداروں نائب تحصیلداروں اور منسٹریل ایمپلائز کی ترقی کے ذریعہ پر کی جاتی ہیں۔ جن کے لیے پبلک سروس کمیشن کا کوئی مقابلے کا امتحان نہیں ہوتا۔ بقیہ نصف آسامیاں (جو ڈائریکٹ ریکروٹمنٹ) کے کوٹہ میں آتی ہیں پر کرنے کے لیے یا باقاعدہ امتحان منعقد کیا جاتا ہے - یا کبھی کبھار وکلاء میں سے مجسٹریٹ کی آسامیاں پر کرلی جاتی رہی ہیں اسی کے برعکس ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ (مرکزی سروس) کی تمام آسامیاں ماسوائے ان میں دس فیصد آسامیوں کے جو افواج پاکستان کے افسران کے لئے مخصوص ہیں۔ مقابلے کے امتحان کے ذریعے پر کی جاتی ہیں۔ مرکزی سروسز کے مقابلے کے امتحان اور سابق صوبائی سول سروس کے ڈائریکٹ ریکروٹمنٹ کی آسامیاں پر کرنے کے مقابلے کے امتحان کی کم از کم تعلیمی قابلیت بھی بعینہ یکساں نہ ہے۔ مرکزی سروس کے امتحان کے لئے امیداور کا بی۔ اے کا امتحان میں کم از کم سیکنڈ ڈویژن ہونا لازمی ہے - ماسوائے ان امیدواروں کے جن کا تعلق پاکستان کے پس ماندہ علاقوں میں ہو یا ان علاقوں سے جن سے نسبتاً کم افراد مرکزی سروسز میں ہیں۔ سابق صوبائی سول سروس کے امتحان کے لئے امیدوار کا صرف بی - اے ہونا کافی ہے -

درست ہے کہ مرکزی اور صوبائی سروسز میں منتخب ہونے کے بعد دونوں افسران کی تعیناتی سکیل 17 میں ہوتی ہے - تاہم مرکزی سول سروس (ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ) کے افسران کی بھرتی بطور اسسٹنٹ کمشنر کی جاتی ہے - جبکہ صوبائی حکومت امتحان کے ذریعے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بھرتی کرتی ہے -

(ب) یہ درست ہے کہ مرکزی سروسز ایک سکیل سے دوسرے ترقی پانے کے لئے کم از کم مدت ملازمت مقرر کی گئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مقررہ کم از کم حد پوری ہوتے ہی یہ افسران از خود ترقی پا جاتے ہیں اور نہ ہی عملی طور پر ایسا ہوتا ہے۔ ایک سکیل سے دوسرے سکیل میں ترقی پانے کے لئے ایک بنیادی شرط اسامیوں کی دستیابی ہے جس کے بعد ترقی دیئے جانے کا فیصلہ سنیارٹی قابلیت اور موزونیت کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔ چونکہ مرکزی سروس کے ارکان کے لئے صوبائی اسامیوں کے علاوہ مرکزی حکومت کی اسامیوں پر ترقی پانے کے مواقع موجود ہوتے ہیں ۔ اس لیے نسبتاً کم وقت میں ان کے لئے ترقی کا حصول ممکن ہوتا ہے ۔ بہرحال یہ درست ہے کہ صوبائی سول سروس کے لئے ترقی کے لئے کم از کم مدت ملازمت کا تعین نہیں کیا گیا۔ بہرحال پنجاب اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ ہدایت جاری کر دی ہے کہ سابقہ پی سی ایس سمیت دیگر صوبائی ملازمتوں کے افسروں کے بارے میں وفاقی حکومت کے قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف درجوں میں ترقی کے لئے پروموشن شیڈول مقرر کیا جائے۔ اس سلسلہ میں محکمہ ایس جی اے اینڈ آئی ڈی میں کام شروع ہوگیا ہے اور اس ضمن میں جلد ہی حتمی رپورٹ وزیر اعلیٰ پنجاب کو منظوری کے لئے پیش کر دی جائے گی۔

(ج) یہ درست ہے کہ 1975ء سے 1983ء تک سابق پی سی ایس کے مقابلہ کے امتحان کا انعقاد نہیں کیاجاسکا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ 1974ء اور 1975ء میں بالترتیب تقریباً 100 اور 50 کی تعداد میں وکلاء میں یک لخت براہ راست بھرتی کی گئی تھی یہ درست نہ ہے کہ امتحان کا انعقاد اس لئے نہیں کیا گیا تاکہ وفاقی سروس کے افسران کی ترقی کے امکانات بڑھ جائیں۔

(د) 1983ء کے بعد سے امتحانات کا انعقاد باقاعدگی سے ہر سال کیا جا رہا ہے ۔

ایڈہاک سول جج اور پی۔سی۔ایس سول جج صاحبان کے درمیان سنیارٹی

☆ 960- میاں عبدالرشید - کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ون یونٹ کے خاتمے کے بعد یکم جولائی 1970ء کو جب صوبہ پنجاب معرض وجود میں آیا تو پنجاب جوڈیشری میں ایڈہاک سول جج کی تعداد کیا تھی۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ ایڈہاک سول جج صاحبان کو پی سی ایس کیڈر میں کھپا کر سنیارٹی یکم جولائی 1970ء سے دی گئی تھی۔

(ج) کیا یکم جولائی 1970ء کی مقرر کردہ سنیارٹی کے مطابق سول جج صاحبان کی ترقیاں ہوئی ہیں اگر ایسا ہے تو ایڈہاک سول جج اور پی سی ایس جج صاحبان کے درمیان سنیارٹی کی پوزیشن پر سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلہ رپورٹ شدہ 859 سپریم کورٹ ماہانہ ریونیو 1983ء کا کیا اثر پڑا۔

(د) کیا حکومت پنجاب نے سپریم کورٹ کے مندرجہ بالا فیصلہ پر عملدرآمد کیا ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں۔

(ہ) کیا آجکل پنجاب میں جو ڈسٹرکٹ و سیشن جج کیڈر اور ایکس کیڈر پوسٹ پر کام کر رہے ہیں کی تقرری مطابق نوٹیفیکیشن این او سی آئی 76-2-14 مورخہ 28 ستمبر 1977ء حکومت پنجاب سروسز جنرل ایڈمنسٹریشن و انفریشن ڈیپارٹمنٹ کے مطابق ہوئی ہے۔

(و) اگر جزو (ہ) کا جواب اثبات میں ہو تو ان کی تعداد کیا ہے اور کیا وہ 12 سال کی مدت ملازمت پوری ہونے کے بعد بطور ڈسٹرکٹ و سیشن جج یا اس عہدہ کے برابر ایکس کیڈر عہدہ پر فرائض انجام دے رہے ہیں۔

(ز) اگر جزو (و) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں ۔ اور مذکورہ تقرریاں قانونی ہیں اگر نہیں تو مقدمات میں ان ججوں کے لئے فیصلوں کی حیثیت کیا ہوگی؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) اس وقت ایڈہاک سول ججوں کی تعداد تیرہ (13) تھی۔

(ب) یہ حقیقت ہے کہ ان ایڈہاک سول جج صاحبان کو سابق پی - سی ایس (جوڈیشل برانچ) میں سنیارٹی یکم جنوری 1970ء سے دی گئی تھی۔

(ج) لاہور ہائی کورٹ کی سفارش پر گورنمنٹ آف پنجاب نے 2 ستمبر 1975ء کو یہ فیصلہ کیا کہ ترقی کے کوٹے میں آنے والی ایڈیشنل سیشن ججوں کی آسامیاں ایڈہاک سول ججوں اور پی سی ایس ججوں کے درمیان برابر تقسیم کر دی جائیں گورنمنٹ کا یہ فیصلہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلہ مورخہ 9 ستمبر 1982ء کے آخری پیرہ کے منافی نہیں ہے۔

(د) اس کی وضاحت جزو (ج) کے جواب میں کر دی ہے۔ حکومت پنجاب کا 2 ستمبر 1975ء کا فیصلہ سپریم کورٹ کے فیصلہ مورخہ 9 اکتوبر 1982ء کے آخری پیرا کے منافی نہیں ہیں۔

(ہ) آج کل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی تمام آسامیاں ترقی کے ذریعے پر کی جا رہی ہیں اس ضمن میں پنجاب قواعد میں نرمی برتنے کا اہل ہیں متعلقہ قواعد میں ترمیم بھی زیر غور ہے۔

(و) اس وقت کل ساٹھ افسران ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج یا اس کے مساوی ایکس کیڈر عہدوں میں کام کر رہے ہیں ان میں سے صرف نو کی ملازمت بارہ سال سے کم ہے مگر انہیں اپنی تنخواہ اور سکیل پر لگایا گیا ہے۔

(ز) ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صاحبان کی سنیارٹی متنازعہ تھی اور اس کا آخری فیصلہ 13 نومبر 1985ء کو ہوا سنیارٹی کے متنازعہ ہونے کے دوران ریگولر ترقی کرنا نا مناسب تھی ان کے فیصلے قانونی تصور کئے جائیں گے۔

گریڈ 17 اور اس کے اوپر قادیانی ملازموں کی تعداد

☆ 985- **مولانا منظور احمد چنیوٹی** - کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

گریڈ 17 اور اس سے اوپر کتنے قادیانی ملازم ہیں براہ کرم محکمہ وار تفصیل بتائی جائے۔

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

گریڈ 17 اور اس سے اوپر کے گریڈوں میں قادیانیوں کی محکمہ وار تفصیل مندرجہ ذیل ہے -

نمبر شمار	محکمہ جات	17	18	19	20	کل
1	زراعت	9	2	1	-	12
2	رسل و رسائل، مواصلات	1	2	-	-	3
3	امداد باہمی	2	3	-	-	5
4	تعلیم	119	33	3	-	155
5	ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن	1	-	-	-	1
6	خزانہ	3	-	-	-	3
7	جنگلات و ماہی پروری اور تحفظ حیوانات	1	2	-	-	3
8	صحت	6	7	2	3	18
9	ہاؤسنگ اور فزیکل پلاننگ	3	2	1	-	6

10	امور داخلہ	2	1	-	-	3
11	صنعت و معدنی ترقیات	-	1	-	-	1
12	انہار	5	3	2	-	10
13	محنت	-	2	1	1	4
14	لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ	23	3	-	-	26
15	لوکل گورنمنٹ و رورل ڈویلپمنٹ	7	1	-	-	8
16	منصوبہ بندی و ترقیات	4	1	-	-	5
17	سوشل ویلفیئر و زکوٰۃ	3	-	-	-	3
18	ایس اینڈ جی اے ڈی	8	4	-	-	12
	کل تعداد	197	67	10	4	278

سرکاری ملازمت میں مذہب کی پرسش

☆986- **مولانا منظور احمد چنیوٹی**۔ کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

سرکاری ملازمت میں تقرری سے قبل سے کسی ملازم کا مذہب معلوم کیا جاتا ہے اگر نہیں تو اس کیا وجہ ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

سکیل ایک سے سکیل پندرہ تک ملازمین کی صورت میں تقرری سے قبل ان کا مذہب عموماً معلوم نہیں کیاجاتا کیونکہ قواعد ملازمت میں ایسی کوئی شرط موجود نہیں ہے لیکن 16 اور اس سے بالا کے افسران جن کی تقرری پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سفارشات پر کی جاتی ہیں کے لئے پنجاب پبلک سروس کمیشن کے مجوزہ درخواست فارم میں مذہب کا ایک علیحدہ خانہ موجود ہے ۔ جس میں امیدوارا اپنے مذہب کے بارے میں تحریر کرتاہے۔ یہ معلومات کمیشن کی جانب سے امیدواروں کی مناسب شناخت اور بعض دیگر قواعد دیگر قواعد مثلاً جدولی ذاتوں سے وابستہ ارکان کی عمر میں رعایت وغیرہ کا تعین کرنے کے لئے طلب کی جاتی ہیں۔

پی - سی ایس افسران کو سکیل نمبر21' 22 میں ترقی دینے کے لئے مرکزی حکومت کو سفارش کرنا

☆1028- راؤ مراتب علی خان: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ صوبائی حکومت اپنی صوبائی سروس کے افسران کو گریڈ 21 اور 22 ترقی دینے کی کلیتاً مجاز ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پنجاب میں صرف ایگز یکٹیو سروس افسران کے لئے سی ایس پی کے افسران کے مقرر کردہ ملازمت کے طریقہ کار لاگو ہیں۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ عرصہ تقریباً سات سال قبل حکومت پنجاب نے چند سینئر(افسران پی سی ایس) کو گریڈ نمبر21 میں ترقی دیئے جانے کی خاطر مرکزی حکومت کو سفارش کی تھی لیکن مرکزی حکومت نے کوئی کارروائی کئے بغیر کاغذات ان ریمارکس کے ساتھ واپس بھیج دیئے تھے کہ صوبائی حکومت مذکورہ افسران کو ترقی دینے کی خود مجاز ہے اور یہ کیس اب بلا کسی مزید کارروائی معرض التوا میں پڑا ہوا ہے۔

(د) اگر جزو (الف) تا (ج) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ کیس مرکزی حکومت کو بھجوانے کی کیا وجہ تھی اور سینئر افسران (پی سی ایس) کا کیس تقریباً سات سال سے معرض التواء میں رکھنے اور اس پر فیصلہ نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں نیز صوبائی انتظامیہ میں سی - ایس- پی افسران کے لئے مقرر کردہ ملازمت کے طریقہ کار کو لاگو نہ کرنے کی وجوہ کیا ہیں۔

(ہ) کیا حکومت پی - سی ایس افسران کے قواعد ملازمت بہتر بنانے اور ان کو سکیل 21' اور 22 میں ترقی دینے پر ہمدردانہ غور کرنے کو تیار ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) اس ضمن میں ضروری وضاحت حاصل کرنے کے لئے صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت کے درمیان خط و کتابت جاری ہے۔ کیونکہ سکیل 21 اور 22 کی آسامیاں مرکزی حکومت کے افسران کے کاڈر پر ہیں اور وہی اس سلسلہ میں ترقی کے احکامات جاری کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے پیشتر وفاقی حکومت نے سابقہ پی سی ایس کے دو افسران راجہ سلیم اختر اور مسٹر اے کے خالد کو سکیل 21 میں خود ترقی دی تھی - تاہم یہاں پر یہ بیان کر دینا ضروری

ہے کہ حال ہی میں سابقہ پی سی ایس کے ایک افسر کو وزیر اعلیٰ پنجاب کے خاص احکامات کے تحت سکیل 21 میں ترقی دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ سابقہ پی سی ایس کے تین افسران کو ریٹائرمنٹ کے بعد سکیل 21 میں دوبارہ ملازم رکھا گیا ہے - مزید برآں پنجاب اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے وزیر اعظم پاکستان کو ایک خط تحریر کیا اور مندرجہ بالا مسئلہ کے علاوہ دیگر متعلقہ مسائل کی طرف ان کی توجہ مبذول کروائی - وزیر اعظم نے اپنے جوابی مراسلے میں تحریر فرمایا ہے کہ انہوں نے خصوصی کمیٹی کی رپورٹ میں دی گئی سفارشات کو ملاحظہ کر لیا ہے اور اس ضمن میں اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کو ضروری ہدایات جاری کر دی ہیں۔ اندریں حالات توقع کی جاتی ہے کہ مندرجہ بالا مسئلہ کے ساتھ ساتھ دیگر متعلقہ مسائل کے حل کے بارے میں جلد ہی حتمی فیصلہ کر لیا جائے گا۔

(ب) سوال مبہم ہے۔

(ج) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ صوبائی حکومت گاہے بگاہے وفاقی حکومت سے سابقہ پی سی ایس افسران کو سکیل 21 دینے کی غرض سے رجوع کرتی ہے اس ضمن میں آج کل بھی خط و کتابت جاری ہے وفاقی حکومت نے ان افسران کے کاغذات اس بناء پر واپس کر دیئے تھے کہ وفاقی حکومت کا صوبائی حکومت کے افسران کی ترقی سے کوئی واسطہ نہ ہے۔ نیز یہ کہ صوبائی حکومت کے افسران کی ترقی ان آسامیوں پر نہیں ہو سکتی جو ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ کاڈر میں شامل ہیں۔ صوبائی حکومت اس مسئلہ پر وفاقی حکومت سے وضاحت حاصل کرنے کے لئے اقدامات کر رہی ہے -

(د) ان افسران کے کیس وفاقی حکومت کے بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ جن آسامیوں پر ان کی ترقی دینا مقصود تھا ان میں سے کئی آسامیاں ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ کے لئے مخصوص ہیں - یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ان کا کیس گزشتہ سات سال سے معرض التواء میں رکھا گیا ہے -

(ہ) صوبائی حکومت سابق پی سی ایس افسران کو سکیل 21 میں ترقی دینے کے لیے وفاقی حکومت سے باقاعدہ رابطہ رکھے ہوئے ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے وزیر اعظم پاکستان کو ایک خط تحریر کیا اور مندرجہ بالا مسئلہ کے علاوہ دیگر متعلقہ مسائل کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی - وزیر اعظم

کہ اسٹیبلشمنٹ سیکرٹری کی زیر صدارت تمام صوبائی چیف سیکرٹری صاحبان کا ایک اجلاس مورخہ 15-4-87 کو منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں خصوصی کمیٹی کے سفارشات کے ساتھ ساتھ دیگر متعلقہ عوامل کو مدنظر رکھتے ہوئے ملازمتوں کے ڈھانچے کو زیر غور لایا گیا۔ اس ابتدائی اجلاس کے بعد اسٹیبلشمنٹ سیکرٹری کی سرکردگی میں قائم کردہ اس کمیٹی کے دیگر اجلاس جلد ہی متوقع ہیں۔ اندریں حالات توقع کی جاتی ہے۔ کہ مندرجہ بالا مسئلہ کے ساتھ ساتھ دیگر متعلقہ مسائل کے حل کے بارے میں جلد ہی حتمی فیصلہ کر لیا جائے گا۔

صوبائی سول سروس کے افسران کے لئے پروموشن شیڈول کا تعین اور ترقی

*1029- جناب راؤ مراتب علی خان: کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ صوبہ پنجاب میں پی سی ایس افسران کی ترقی کے سلسلہ میں حکومت پنجاب نے کسی پروموشن شیڈول کا تعین نہ کیا ہے جبکہ دیگر صوبہ جات سندھ، سرحد اور بلوچستان میں پی سی ایس افسران کی ترقی کے لئے پروموشن شیڈول کا تعین کیا جا چکا ہے اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجوہ ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ صوبہ بھر میں پی سی ایس کے مقابلہ میں سی ایس پی افسران کو ترجیح دی جاتی ہے اور بیشتر کلیدی عہدوں پر سی ایس پی افسران ہی تقرر کیا جاتا ہے۔

(ج) صوبہ میں صوبائی سول سروس کے افسران کی تعداد کتنی ہے اور ان میں سے کتنے افسران کو گریڈ نمبر 21 اور 22 میں ترقی دی گئی ہے نیز کتنے سی ایس پی افسران صوبہ بھر میں کلیدی عہدوں پر تعینات ہیں اور کتنے صوبائی سروس (پی سی ایس) کے افسران کا تقرر کیا گیا ہے اور ان کا تقابلی جائزہ کیا ہے؟

(د) اگر مذکورہ دونوں سروسوں کے تناسب میں فرق ہے تو حکومت اپنے صوبائی سروس کے افسران کے حالات ملازمت بہتر بنانے اور ان کی مایوسی دور کرنے کی خاطر کوئی اقدامات کر رہی ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

ترقی کے لئے کسی مدت کا تعین نہیں کیا گیا اور ترقی کا انحصار آسامیوں کی دستیابی افسران کی اہلیت اور سینارٹی پر ہے۔ دوسرے صوبوں کی پوزیشن حکومت پنجاب کے علم میں نہ ہے۔ ان سے یہ پوزیشن معلوم کی جا رہی ہے۔ بہرحال صوبہ بلوچستان سے جون 1982ء میں پوزیشن دریافت کی گئی تھی اور ان کے جواب کے مطابق ترقی کے لئے کم از کم مدت ملازمت کا تعین کیا گیا ہے۔

بہرحال پنجاب اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ ہدایت جاری کی ہے کہ سابقہ پی سی ایس سمیت دیگر صوبائی ملازمتوں کے افسران کے بارے میں مختلف مدارج میں ترقی کے لئے وفاقی حکومت کے قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے پروموشن شیڈول مقرر کیا جائے اس سلسلہ میں محکمہ ایس جی اے اینڈ آئی میں کام شروع ہو گیا ہے اور حتمی رپورٹ جلد ہی وزیر اعلیٰ پنجاب کو منظوری کے لئے پیش کر دی جائے گی۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ صوبہ میں صوبائی سول سروس سے تعلق رکھنے والے افسران کے مقابلہ میں وفاقی افسران کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ہر تعیناتی موزونیت اور اہلیت کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔

(ج) صوبہ میں سابق سول سروس کے کل 652 افسران ہیں۔ ان میں سے اس وقت ایک سکیل 21 میں ہے اس کے علاوہ سابق صوبائی سول سروس سے تعلق رکھنے والے تین کمشنر/ سیکرٹری کے عہدے کے ریٹائرشدہ افسران کو بھی سکیل 21 کی آسامی پر دوبارہ ملازمت میں لیا گیا ہے۔ چونکہ کلیدی عہدہ کی وضاحت نہیں کی گئی اس لئے سابق صوبائی سول سروس اور وفاقی سروسوں کا تقابلی جائزہ ممکن نہیں۔

(د) صوبائی حکومت اپنے تمام ملازمین جن میں سابق سول سروس سے تعلق رکھنے والے افسران بھی شامل ہیں کے حالات ملازمت بہتر بنانے کے لئے اقدامات کرتی رہتی ہے خصوصی کمیٹی کی رپورٹ کے بعد اس اہم مسئلہ کے حل کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب نے ذاتی سطح پر وزیر اعظم پاکستان کو خط تحریر کیا جس کے جواب میں وزیر اعظم پاکستان نے اپنے مراسلہ میں فرمایا ہے کہ انہوں نے خصوصی کمیٹی کی سفارشات کو ملاحظہ کیا ہے اور اس سلسلے میں اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کو ضروری ہدایت جاری کر دی گئی ہے۔ مورخہ 15-4-1987 کو اسٹیبلشمنٹ سیکرٹری کی سرکردگی

کی تشکیل نو پر غور کیا گیا۔ اس سلسلے میں اس کمیٹی کے دیگر اجلاس جلد ہی متوقع ہیں۔ تاکہ اس معاملہ کو جلد از جلد احسن طریقہ سے حل کیا جا سکے۔

عہدہ	سکیل	باقاعدہ ملازم	تعداد دوبارہ ملازمت میں لئے گئے
ڈپٹی کمشنر / ایڈیشنل سیکرٹری	19	17	2
کمشنر / سیکرٹری	20	10	4
ایڈیشنل چیف سیکرٹری / ممبر پنجاب پبلک سروس کمیشن	21	1	3

وفاقی سروسز (ڈسٹرکٹ مینجمنٹ سیکرٹریٹ گروپ)

عہدہ	سکیل	تعداد
اسسٹنٹ کمشنر	17 جن میں 15 زیر تربیت اسسٹنٹ کمشنر شامل ہیں)	60
ڈپٹی کمشنر / ڈپٹی سیکرٹری	18	56
ڈپٹی کمشنر / ایڈیشنل سیکرٹری	19	38
کمشنر / سیکرٹری	20	23
ایڈیشنل چیف سیکرٹری / ایم بی آر	21	7
چیف سیکرٹری یا مساوی عہدہ	22	1

(ج) سابق صوبائی سول سروس کے افسران کی ترقی کے لئے کسی مدت کا تعین نہیں کیا گیا۔ ترقی کا انحصار باقی امور کے علاوہ اگلے سکیل میں آسامیوں کی دستیابی افسران کی اہلیت اور سینارٹی پر ہے۔

بہرحال پنجاب اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ

ہدایت جاری کی ہے کہ سابقہ پی سی ایس سمیت دیگر صوبائی ملازمتوں کے افسران کے بارے میں مختلف مدارج میں ترقی کے لئے وفاقی حکومت کے قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے پروموشن شیڈول مقرر کیا جائے۔ اس سلسلہ میں محکمہ ایس جی اے اینڈ آئی میں کام شروع ہو گیا ہے اور رپورٹ منظور کے لئے جلد ہی وزیر اعلیٰ پنجاب کو پیش کر دی جائے گی۔

(د) پنجاب سول سیکرٹریٹ میں سیکرٹری صاحبان کی کل تعداد بشمول ایکس ایف شو سیکرٹری اور ممبران بورڈ آف ریونیو 33 ہے۔ جن میں تین کا تعلق سابق صوبائی سول سروس (ایگزیکٹو) اور ایک کا سابق صوبائی سول سروس (جوڈیشل) سے ہے۔ جبکہ ایک آفیسر بطور ایڈیشنل چیف سیکرٹری پنجاب کے عہدہ پر فائز ہے۔

(ہ) سیکرٹری کا عہدہ سلیکشن پوسٹ ہے۔ جس پر تعیناتی اہلیت اور موزونیت کی بناء پر کی جاتی ہے اور کسی بھی سروس کے لئے کوئی کوٹہ مختص نہیں کیا جا سکتا۔

صوبائی افسران اور مرکزی افسران کے صوبہ میں تعیناتی و ترقی وغیرہ کے معاملات میں تضاد

☆ 1043 جناب عثمان ابراہیم - کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) صوبہ پنجاب میں ایک ای اے سی کو ڈپٹی کمشنر کے عہدہ تک پہنچنے کے لئے کتنے سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔

(ب) صوبہ میں مرکزی سروس اور پنجاب سول سروس کے ارکان کی علیحدہ علیحدہ گریڈ وائز کل تعداد کتنی ہے اور ان میں سے کتنے گریڈ 17 اور گریڈ 18 تا 22 میں ہیں۔

(ج) کیا صوبائی سول سروس کے افسران کی ترقی کے لئے حکومت نے کوئی ٹائم شیڈول مقرر کیا ہے اگر نہیں تو اس کی وجہ بیان کی جائے۔

(د) پنجاب سول سیکرٹریٹ میں سیکرٹری صاحبان کی کل تعداد کیا ہے ان میں سے کسی سیکرٹری کا تعلق پنجاب سول سروس سے ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہ ہیں۔

(ہ) آیا کہ صوبہ کے سول سیکرٹریٹ میں سول سیکرٹری کے عہدہ کا پچاس فیصد کوٹہ پنجاب سول سروس کے افسران کے لئے مختص کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر جواب نفی میں ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف)صوبہ پنجاب میں ایک ای۔ اے۔ سی کو ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک پہنچنے کے لئے عام طور پر 18 سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔

(ب) صوبہ میں مرکزی اور صوبائی سروسز کا افسران کی تعداد حسب ذیل ہے۔

سابق صوبائی سول سروس

عہدہ	سکیل	باقاعدہ ملازم	تعداد دوبارہ ملازمت میں لئے گئے
ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر	17	348	2
اسسٹنٹ کمشنر / ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر	18	188	2
ڈپٹی کمشنر / ڈپٹی سیکرٹری	18 جمع سپیشل پے)	70	5

ڈیپوٹیشن پر آئے ہوئے افسران کی ان کے متعلقہ محکموں میں واپسی

☆1046- **جناب طاہر احمد شاہ۔** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف)صوبہ میں متعین سی ایس پی اور پی سی ایس افسران کی تعداد کیا ہے اور ان میں سے کتنے افسران دوسرے محکموں میں ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے ہیں؟

(ب) آیا یہ درست ہے کہ جن محکموں میں متذکرہ افسران ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے ہیں وہاں کے عملہ کی ترقیاں متاثر ہو رہی ہیں؟

(ج) اگر جزو (ب) بالا کا جواب اثبات میں ہو تو کیا حکومت ڈیپوٹیشن پر آئے ہوئے افسروں کو ان کے متعلقہ محکموں میں واپس بھیجنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف)صوبہ میں اس وقت سابق سول سروس کے کل 652 افسران ہیں جبکہ وفاقی سروس (ڈسٹرکٹ مینجمنٹ / سیکرٹریٹ گروپ) کے ارکان کی تعداد 185 ہے جس میں 15 زیر تربیت اسسٹنٹ کمشنرز بھی شامل ہیں۔ ان میں سے 62 سابق صوبائی سول سروس کے اور 9 وفاقی سول سروس کے افسران دوسرے محکموں میں ڈیپوٹیشن پر کام کر رہے ہیں۔

(ب) یہ درست نہیں کیونکہ عموماً افسران کو ڈیپوٹیشن پر اسی صورت میں بھیجا جاتا ہے جب متعلقہ محکمہ میں کوئی مناسب افسر دستیاب نہ ہو یا جب متعلقہ محکمہ از خود حکومت سے اس معاملہ میں رجوع کرے۔

(ج) جزو (ب) کے جواب کے پیش نظر غیر ضروری ہے۔

ایکس پی۔ سی۔ ایس کیڈر کے افسران کو سکیل نمبر 18 میں دو دفعہ ترقی دیا جانا

☆ 1061- **حاجی محمد اصغر۔** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پاکستان کے دوسرے صوبوں میں صوبائی ملازمین کو ٹائم سکیل پروموشن بمطابق / اسٹیبلشمنٹ کوڈ دی جاتی ہے۔ جبکہ پنجاب گورنمنٹ میں ایسا نہ ہے اور اس کی کیا وجہ ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ایکس پی۔ سی۔ ایس کیڈر ملازمین کو سکیل نمبر 18 میں دو دفعہ ترقی دی جاتی ہے۔ جبکہ مرکزی سروس اور دیگر صوبہ جات میں ایسا نہ ہے؟

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس تضاد کی وجوہ کیا ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) اسٹیبلشمنٹ کوڈ کا اطلاق صرف وفاقی حکومت کے ملازمین پر ہوتا ہے۔ جس کے تحت ٹائم سکیل ترقی کا کوئی تصور نہ ہے۔ تاہم دوسرے صوبوں کے متعلق حکومت پنجاب کو معلومات حاصل کرنے کے لئے وقت درکار ہوگا۔ بہرحال صوبہ بلوچستان نے جون 1982ء میں پوزیشن دریافت کی گئی تھی اور ان کے جواب کے مطابق ترقی کے لئے کم از کم مدت ملازمت کا تعین کیا

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

گیا۔ کہ پنجاب اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ ہدایات جاری کی ہے کہ سابقہ پی سی ایس سمیت دیگر صوبائی ملازمتوں کے افسران کی مختلف مدارج میں ترقی کے لئے وفاقی حکومت کے قانون کے مد نظر رکھتے ہوئے پروموشن شیڈول مقرر کیا جائے اس سلسلہ میں محکمہ ایس جی اینڈ اے آئی میں کام شروع ہو گیا ہے اور حتمی رپورٹ جلد ہی وزیر اعلیٰ کو برائے منظوری پیش کر دی جائے گی۔

(ب) پنجاب کے سابق صوبائی سول سروس سے تعلق رکھنے والے افسران کو بطور ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (بی پی ایس 17) بھرتی کیا جاتا ہے ان کی پہلی ترقی بطور اسسٹنٹ کمشنر اور دوسری ترقی بطور ڈپٹی کمشنر (بی پی 18 جمع سپیشل پے) ہوتی ہے۔ اس لئے کسی ایک رینک میں دو دفعہ ترقی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرے صوبہ جات سے موجودہ صورت حال کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے وقت درکار ہوگا۔

(ج) شق <ب> کے جواب کے پیش نظر غیر ضروری ہے۔

صوبائی سول سروس کے ارکان کی ترقی کے لئے ٹائم سکیل کا تعین

☆1965- جناب گل نواز خان وڑائچ: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے صوبائی سروس کے ارکان کی اگلے گریڈ میں ترقی کے لئے کوئی شیڈول (عرصہ ملازمت) مقرر کیا ہوا ہے۔ جیسا کہ صوبہ سندھ میں صوبائی سول سروس کے ارکان کے لئے ٹائم سکیل نافذ ہے۔ جبکہ پنجاب کے (سابق پی سی ایس) افسران کی ترقی کے لئے ایسا نہیں ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ملک بھر میں نیشنل پے سکیل تمام سرکاری ملازمین کے لئے یکساں لاگو ہیں۔ اگر ایسا ہے تو کیا صرف صوبائی سول سروس کے افسران (سابق پی سی ایس) کی حد تک ایک ہی گریڈ 18 میں دوبار ترقی کا طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔ جس کا کوئی قانونی جواز موجود نہیں ہے۔

(ج) اگر جزو (الف) اور (ب) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت صوبائی سروس کے

افسران کے لئے مرکزی حکومت کے افسران کی طرح ترقی کے لئے ٹائم سکیل مقرر کرنے کے لئے تیار ہے۔

(د) صوبہ میں زیادہ سے زیادہ کتنے عرصہ ملازمت کے مجسٹریٹ گریڈ 17 میں کام کر رہے ہیں اور ان کی گریڈ 18 میں پہلی ترقی اور پھر گریڈ 18 میں دوسری ترقی کے کتنے سال بعد متوقع ہوتی ہے۔

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) یہ درست ہے کہ پنجاب میں سابق صوبائی سول سروس (سابق پی سی ایس) کے افسران کی ترقی کے لئے فی الحال کسی مدت کا تعین نہیں کیا گیا۔ اور ترقی کا انحصار آسامیوں کی دستیابی ، افسران کی اہلیت اور سنیارٹی پر ہے صوبہ سندھ کی پوزیشن حکومت پنجاب کے علم نہ ہے ان سے یہ پوزیشن معلوم کی جا رہی ہے۔

بہرحال پنجاب اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ ہدایات جاری کر دی ہے کہ سابقہ پی سی ایس سمیت دیگر صوبائی ملازمتوں کے افسروں کے بارے میں وفاقی حکومت کے قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف درجوں میں ترقی کے لئے کوئی شیڈول مقرر کیا جائے۔ اس سلسلہ محکمہ ایس جی اے اینڈ آئی ڈی میں کام شروع ہو گیا ہے اور اس ضمن میں جلد ہی حتمی رپورٹ وزیر اعلیٰ کو منظوری کے لئے پیش کر دی جائے گی۔

(ب) پنجاب کے سابق صوبائی سول سروس سے تعلق رکھنے والے افسران کو بطور ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (بی پی ایس۔ 17) بھرتی کیا جاتا ہے۔ ان کی پہلی ترقی بطور اسسٹنٹ (بی پی ایس۔ 18 جمع سپیشل پے) کی جاتی ہے اس لئے کسی ایک رینک میں دو دفعہ ترقی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرے صوبہ جات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے وقت درکار ہوگا۔

(ج) جیساکہ جزو (الف) میں بیان کیا گیا ہے اس سلسلہ میں کام شروع ہو چکا ہے۔

(د) صوبہ میں اس وقت 1974ء میں بھرتی شدہ ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز کے بیچ کی ترقی شروع ہے اور اسامیوں کی دستیابی پر انہیں اپنی باری اہلیت و موزونیت کے مطابق اگلے سکیل میں ترقی دی جارہی ہے ان میں سے اب تک 30 افسران ترقی پا چکے ہیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ عام طور پر ایک سال میں 10 سے 15 ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی کئے جاتے ہیں لیکن 1974ء اور 1975ء میں بالترتیب تقریباً" 100 اور تقریباً" 50 لاء

گریجویٹس کو یک لخت بھرتی کیا گیا جس کی وجہ سے پورا کاڈر عدم توازن کا شکار ہوا ہے۔ اسسٹنٹ کمشنر سے ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر ترقی میں تقریباً مزید 8 / 9 سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔

صوبائی اور مرکزی سول سروس کے ارکان کی ترقی اور تعیناتی میں تضاد

☆ 1066- جناب گل نواز خان وڑائچ۔ کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں تمام اہم و کلیدی عہدوں پر مرکزی حکومت کے افسران تعینات ہیں جن کے سبب صوبائی سروس کے افسران میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ مرکزی افسران ان کی ملازمت و بہتری اور دیگر صوبوں کی طرح جلد ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کئے ہوئے ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اسسٹنٹ کمشنر کی آسامی پر صوبائی سروس کا گریڈ 18 کا افسر تعینات کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس آسامی پر مرکزی حکومت کا گریڈ 17 کا آفیسر تعینات کیا جاتا ہے۔ جس کے پاس سابقہ عملی تجربہ نہیں ہوتا۔

(ج) صوبائی سول سروس کے ارکان کے متعلق معاملات کنٹرول کرنے، ترقی دینے، تبادلہ جات کرنے اور تعیناتی کا کام کرنے والے محکمہ میں ایڈیشنل چیف سیکرٹری، ایڈیشنل سیکرٹری، ڈپٹی سیکرٹری، انڈر سیکرٹری اور سیکشن آفیسران کے عہدوں پر تعینات میں سے کتنے افسران صوبائی سروس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور باقی ماندہ افسران کا تعلق کس سروس سے ہے۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس تضاد اور نا انصافی کا ازالہ کرنے کو تیار ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) یہ درست نہ ہے کہ صوبہ میں تمام اہم و کلیدی عہدوں پر مرکزی حکومت کے افسران تعینات ہیں۔ مثال کے طور پر اس وقت سیکرٹریوں (بشمول ممبران بورڈ آف ریونیو) میں سے گیارہ صوبائی محکموں کے ملازمین ہیں جب کہ 19 کا تعلق وفاقی سروسز سے ہے اور ایک کا افواج پاکستان سے ایک کا تعلق پولیس سروس سے ہے جب کہ ایک اسامی خالی ہے۔ ہر تعیناتی اہلیت

کی بنیاد پر کی جاتی ہے دیگر صوبوں کی صورت حال کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے وقت درکار ہوگا۔

(ب) صوبائی حکومت سابق صوبائی سول سروس سے تعلق رکھنے والے افسران کی بھرتی بطور ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (بی پی ایس۔ 17) کی جاتی ہے۔ ان کی پہلی ترقی بطور اسسٹنٹ کمشنر (بی پی ایس۔ 18) کی جاتی ہے۔ وفاقی افسران کی بھرتی ہی بطور اسسٹنٹ کمشنر بی پی ایس۔ 17) کی جاتی ہے۔ مگر اسسٹنٹ کمشنر کی تعیناتی سے پہلے انہیں کم از کم دو سال مخصوص تربیت دی جاتی ہے۔ جس میں ایک سال آن دی جاب ٹریننگ شامل ہوتی ہے۔

(ج) سابق صوبائی سول سروس کے ارکان سے متعلق معاملات کنٹرول کرنے والے افسران کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

ایڈیشنل چیف سیکرٹری پنجاب کا تعلق سابقہ پی سی ایس سے ہے جبکہ سیکرٹری (سروسز) کا تعلق مرکزی سروسز سے ہے۔ ان کے علاوہ ایس اینڈ جی اے ڈی کے سروسز ونگ میں چار ڈپٹی سیکرٹری میں سے دو کا تعلق صوبائی پی سی ایس سے ہے اور دو کا تعلق مرکزی سروسز سے ہے۔ اس طرح پندرہ سیکشن افسر / انڈر سیکرٹری میں سے گیارہ کا تعلق صوبائی سیکرٹریٹ سروس اور تین کا تعلق سابق پی سی ایس سے ہے۔ جبکہ ایک کا تعلق ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ سے ہے۔

(د) مندرجہ بالا توضیحات کی بناء پر غیر ضروری ہے۔

انتظامیہ کی آسامیوں پر مرکزی حکومت کے افسران کی بجائے صوبائی افسر کی تعیناتی

☆ 1078- حاجی محمد بوٹا: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) مرکزی سول سروس اور صوبائی سول سروس کے مقابلہ کے امتحانات کی تعلیمی اہلیت کا معیار تقریباً یکساں ہے اور ہر دو ملازمتوں کے ابتدائی گریڈ بھی یکساں ہیں۔

(ب) ابتداء میں صوبائی سروس کے افسران کو گریڈ 17 میں ای اے سی لگایا جاتا ہے اور مرکزی سول سروس کے افسران کو گریڈ 17 میں اے سی لگایا جاتا ہے جبکہ صوبائی افسران کو اے سی کے عہدہ کے لئے گریڈ 18 کی ضرورت ہوتی ہے جو کم و بیش بارہ سال کی مدت ملازمت پوری کرنے کے بعد ملتا ہے اگر ایسا ہے تو ایک گریڈ کے ہر دو افسران کی بطور اے سی تعیناتی میں اتنا تفاوت

رکھا جاتا ہے

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مرکزی سول سروس کے افسران کی ترقی کے قواعد مقرر ہیں جنہیں گریڈ سترہ سے گریڈ بائیس تک ترقی کے مواقع میسر ہیں اور یہ آٹومیٹک انداز میں ہوتی ہے جبکہ نوے فیصد صوبائی سول سروس کے افسران کو گریڈ 18 اور 19 تک ترقی دی جاتی ہے اور صرف چند افسران گریڈ 20 تک پہنچ پاتے ہیں اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں نیز اس وقت صوبے میں کتنے سول سروس کے افسران گریڈ اکیس اور گریڈ بائیس میں کام کر رہے ہیں اگر ان سکیلوں میں کوئی بھی صوبائی افسر تعینات نہیں تو اس کی کیا وجوہ ہیں۔

(د) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ صوبائی حکومتوں کو سرکلر جاری کئے گئے تھے کہ وہ اپنے سول سروس کے افسران کی ترقی کے قواعد مرکزی افسران کے لئے مرتب کردہ قواعد کے مطابق بنا لیں۔ چنانچہ صوبہ سندھ، سرحد اور بلوچستان نے اپنے صوبائی افسران کی ترقی کے قواعد مرکزی افسران کی ترقی کے برابر بنا لیے ہیں جبکہ صوبہ پنجاب کی حکومت نے ان ہدایات کو نظر انداز کر دیا ہے اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجوہ ہیں؟

(ہ) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ امن و امان صوبائی معاملہ ہے اگر ایسا ہے تو انتظامیہ میں مرکزی افسران کی تعیناتی کا کیا جواز ہے اور کیا حکومت مرکزی افسران کی بجائے صوبائی افسران کو انتظامیہ کی آسامیوں پر تعینات کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید):

(الف) سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ قواعد کے مطابق سابق صوبائی سول سروس کی نصف آسامیاں تحصیلداروں، نائب تحصیلداروں اور منسٹریل ایمپلائیز کی ترقی سے پر کی جاتی ہیں۔ جس کے لئے پبلک سروس کمیشن کا کوئی مقابلے کا امتحان نہیں ہوتا۔ مقابلے کا امتحان صرف بقیہ نصف آسامیاں (ڈائریکٹ ریکروٹمنٹ) کے کوٹا میں آتی ہیں پر کرنے کے لئے منعقد کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ (مرکزی سروس) کی تمام آسامیوں۔ ماسوائے ان دس فیصد آسامیوں کے جو افواج پاکستان کے افسران کے لئے مخصوص ہیں مقابلے کے امتحان کے ذریعہ پر کی جاتی ہیں۔ مرکزی سروس کے لئے مقابلے کے امتحان اور سابق

صوبائی سول سروس کے ڈائریکٹ ریکروٹمنٹ کی آسامیاں پُر کرنے کے مقابلے کے امتحان کی کم از کم تعلیمی قابلیت بھی بعینہ یکساں نہ ہے۔ مرکزی سروسز کے لئے امتحان کے لئے امیدوار کا بی اے کے امتحان میں کم از کم سیکنڈ ڈویژن ہونا لازمی ہے۔ سوائے ان امیداروں کے جن کا تعلق پاکستان کے پسماندہ علاقوں سے ہو یا ان علاقوں سے جن سے نسبتاً کم افراد مرکزی سروسز میں ہیں۔ سابق صوبائی صوبے کے امتحان کے لئے امیدوار کا بی اے ہونا کافی ہے۔ یہ درست نہیں کہ مرکزی اور صوبائی سروسز میں منتخب ہونے کے بعد دونوں افسران کی پہلی تعیناتی سکیل 17 میں ہوتی ہے۔ تاہم مرکزی سول سروس (ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ) کے افسران کی بھرتی بطور اسسٹنٹ کمشنر کی جاتی ہے۔ جب کہ صوبائی حکومت امتحان کے ذریعے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی جاتی ہے۔

(ب) صوبائی حکومت کے سابق سول سروس سے تعلق رکھنے والے افسران کی بھرتی بطور ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سکیل 17 میں ہوتی ہے۔ اور اسسٹنٹ کمشنر تعیناتی کے لئے انہیں اس عہدہ پر سکیل 18 میں ترقی ملتی ہے۔ اس کے برعکس وفاقی حکومت کے ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ سے تعلق رکھنے والے افسران کی بھرتی بھی بطور اسسٹنٹ کمشنر کی جاتی ہے۔ مگر اسسٹنٹ کمشنر کی تعیناتی سے پہلے انہیں کم از کم دو سال کی مخصوص تربیت دی جاتی ہے۔ جس میں ایک سال ان دی جاب ٹریننگ بھی شامل ہے۔

(ج) مرکزی سروسز کے ارکان اور صوبائی سروسز کے ارکان مختلف کاڈرز سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور دو کاڈرز کے ارکان کی ترقی کا انحصار ان کی موزونیت اور اہلیت کے ساتھ ساتھ آسامیوں کی دستیابی پر ہوتا ہے۔ عموماً " کاڈرز میں اگلے سکیل تک ترقی پانے کے لئے کم از کم مدت ملازمت تو مقرر ہوتی ہے۔ مگر عموماً" ترقی صرف اسی صورت میں دی جاتی ہے۔ جب کہ اگلے سکیل میں آسامیاں موجود ہوں۔ یہ درست نہیں کہ مرکزی سروسز کے ارکان (جن کی ترقی خود مرکزی حکومت کرتی ہے) از خود کم از کم مدت ملازمت پوری کرنے کے بعد اگلے سکیل میں ترقی پا جاتے ہیں۔

جہاں تک سابق صوبائی سول سروس کے ارکان کا تعلق ہے۔ انہیں اگلے سکیل میں ترقی صوبے میں موجود آسامیاں کی بنیاد پر دی جاتی ہے۔ اس وقت صوبہ میں صوبائی سول سروس کا ایک رکن سکیل 21 میں ہے۔ جب کہ تین افسران کو رٹائرمنٹ کے بعد سکیل 21 کی اسامی پر

دوبارہ ملازمت میں لیا گیا ہے۔ چونکہ صوبائی حکومت کے افسران کی ترقی ان آسامیوں پر نہیں ہو سکتی جو ڈسٹرکٹ۔ مینجمنٹ یا سیکرٹریٹ گروپ کے کاؤرز میں شامل ہیں۔ اس لئے صوبائی حکومت اس مسئلہ پر وفاقی حکومت سے کچھ وضاحت حاصل کر رہی ہے۔ اس ضمن میں سابق۔ پی۔ سی۔ایس افسران کو سکیل 21 میں ترقی دینے کی غرض سے صوبائی حکومت نے مرکزی حکومت سے رجوع کیا ہوا ہے۔ اور آج کل بھی خط و کتابت جاری ہے۔ حال ہی میں سکیل 21 میں جن سابقہ پی۔ سی۔ ایس افسران کو ترقی دی گئی ہے۔ ان کی ترقی کے لئے خصوصی احکامات وزیر اعلیٰ پنجاب نے جاری کئے تھے۔

(د) سروسز ونگ کے دستیاب ریکارڈ سے ایسا سرکلر نہ مل سکا۔ بہرحال اس سلسلہ میں دوسرے صوبوں سے معلومات حاصل کرنے کے بعد وضاحت کی جا سکے گی۔

(ہ) اس حد تک درست ہے کہ صوبہ میں امن امان قائم رکھنا صوبائی حکومت کی ذمہ داری اور قانونی حق ہے۔ صوبہ کا نظم و نسق چلانے کے لئے صوبائی حکومت کو اختیار ہے کہ وہ صوبائی سول سروس کے علاوہ مرکزی حکومت سے مطلوبہ اہلیت کے حامل افسران کی خدمت حاصل کرے۔ بالخصوص ان افسران کو جن کا تعلق آل پاکستان سروسز سے ہے۔ اس ضمن میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ اور دیگر متعلقہ مسائل کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب نے ذاتی سطح پر وزیر اعظم پاکستان کو خط تحریر کیا جس کے جواب میں وزیر اعظم پاکستان سے اپنے مراسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ انہوں نے خصوصی کمیٹی کی رپورٹ کو ملاحظہ کر لیا ہے اور اس ضمن میں ضروری اقدامات کے لئے اسٹیبلشمنٹ ڈویژن کو ہدایات جاری کر دی ہیں۔ انہوں نے مزید تجویز کیا ہے کہ جب تک اس ضمن میں قواعد و ضوابط وضع نہ کر لئے جائیں صوبائی حکومت کوئی قدم نہ اٹھائے تاکہ اس سلسلہ میں کسی پیچیدگی یا تضاد پیدا ہونے کا احتمال نہ ہو۔ اس معاملہ کے حل کے لئے مورخہ 87-4-15 کو اسٹیبلشمنٹ سیکرٹری کی سرکردگی میں تمام صوبائی چیف سیکرٹری صاحبان کا ایک اجلاس ہو چکا ہے۔ اور دیگر اجلاس جلد ہی متوقع ہیں تاکہ اس مسئلہ کو جلد از جلد حل کیا جا سکے۔

صوبائی سول سروس کے افسران کے لئے پروموشن شیڈول کا تعین

☆1079- حاجی جمشید عباس تہیم: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

پروفیشنل سول سروس میں گریڈ 17 میں بھرتی ہونے والے افسران کو گریڈ 18 (ڈی سی / ڈپٹی سیکرٹری) میں کتنے سال بعد ترقی دی جاتی ہے اور کیا اس سلسلہ میں کوئی پروموشن شیڈول مقرر کیا ہوا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیا حکومت پنجاب اس سلسلہ میں حکومت سندھ کے نوٹیفیکیشن مورخہ 27 فروری 1984ء کی طرز پر کوئی پروموشن شیڈول برائے ترقی مقرر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں۔

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید):

سابقہ صوبائی سول سروس سکیل 17 میں بھرتی ہونے والے افسران کو ڈپٹی کمشنر / ڈپٹی سیکرٹری کے عہدے تک ترقی پانے کے لئے آج کل اوسطاً 16 تا 18 سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ پنجاب میں سابق صوبائی سول سروس (سابق پی سی ایس) کے افسران کی ترقی کے لئے کسی مدت کا تعین نہیں کیا گیا۔ ترقی کا انحصار آسامیوں کی دستیابی افسران کی اہلیت اور سینارٹی پر ہے۔ صوبہ سندھ کی پوزیشن حکومت پنجاب کے علم میں نہ ہے۔ بہرحال پنجاب اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ ہدایت جاری کی ہے کہ سابقہ پی سی ایس سمیت دیگر صوبائی ملازموں کے افسران کی مختلف مدارج میں ترقی کے لئے وفاقی حکومت کے قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے پروموشن شیڈول مقرر کیا جائے۔

اس سلسلہ میں محکمہ ایس جی اے اینڈ ائی میں کام شروع ہو گیا ہے اور حتمی رپورٹ جلد ہی وزیر اعلیٰ پنجاب کو برائے منظوری پیش کر دی جائے گی۔

صوبہ میں صوبائی افسران کی تعیناتی

☆1080- **رانا محمد افضل**: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف)صوبہ میں صوبائی سول ملازمین ایکس پی سی ایس اور مرکزی سول سروس کے ارکان کی تعداد کیا ہے ان میں کتنے گریڈ 17 ' 18سے 22 میں کام کر رہے ہیں۔ مزید براں گریڈ 19 ' 20 ' 21 ' اور 22 میں صوبائی اور مرکزی سول سروس کے افسران کی علیحدہ علیحدہ تعداد کیا ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ آئین کی رو سے امن عامہ صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اگر

اگر پنجاب میں انتظامی امور کی ستر فیصد سے زائد صوبائی آسامیوں پر مرکزی سول سروس سابق (سی ایس پی) کے ارکان تعینات ہیں۔ جبکہ دیگر صوبوں میں صورت حال مختلف ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت صوبائی سول ملازمین کو متذکرہ آسامیوں پر تعینات کرنے پر غور کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) صوبہ میں اس وقت صوبائی سول سروس اور مرکزی سول سروس کے اراکین کی کل تعداد 837 ہے جن کی سکیل وار تفصیل حسب ذیل ہے۔

	سکیل	صوبائی سول سروس	مرکزی سول سروس (ڈسٹرکٹ منیجمنٹ سیکرٹریٹ گروپ)
	17	350	60 15 زیر تربیت اسسٹنٹ کمشنر شامل ہیں
(اے سی / اے ڈی سی)	18	190	--
(ڈی سی / ڈی ایس)	18	75	56
	19	19	38
	20	14 (ان میں سے 3 کو دوبارہ	23
	21	4 سکیل میں ملازم رکھا گیا ہے)	7
	22	-	1

(ب) یہ درست ہے کہ صوبہ میں امن و امان قائم رکھنا صوبائی حکومت کی ذمہ داری اور قانونی حق ہے صوبہ کا نظم و نسق چلانے کے لئے صوبائی حکومت کو اختیار ہے کہ وہ مختلف صوبائی سروسز کے علاوہ مرکزی حکومت سے مطلوبہ اہلیت کے حامل افسران کی خدمت حاصل کرے۔ بالخصوص ان افسران کی خدمات جو آل پاکستان سروسز سے تعلق رکھتے ہیں۔ البتہ یہ درست نہ ہے کہ پنجاب میں انتظامی امور کی ستر فیصد سے زائد آسامیوں پر وفاقی سروسز کے

افسران تعینات ہیں۔ جہاں تک باقی صوبوں کی صورت حال کا تعلق ہے اس بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے وقت درکار ہوگا۔

(ج) مندرجہ بالا وضاحت کی بناء پر غیر ضروری ہے۔

صوبائی ملازمتوں پر صوبائی سول ملازمین کی تعیناتی

☆ 1081- چودھری شوکت حیات چٹھہ: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) صوبائی سیکرٹریٹ میں تعینات سیکرٹری اور ڈپٹی سیکرٹری صاحبان کی کل تعداد کیا ہے اور ان میں کتنے صوبائی سول سروس سے تعلق رکھتے ہیں۔

(ب) صوبہ میں کمشنر، ڈپٹی کمشنر کی کل کتنی آسامیاں ہیں اور ان میں کتنی آسامیوں پر پنجاب سول سروس کے ارکان تعینات ہیں۔

(ج) صوبہ میں اسسٹنٹ کمشنر کی کل کتنی آسامیاں ہیں اور ان کی گریڈ وار تعداد کیا ہے۔

(د) کیا یہ حقیقت ہے کہ جزو (الف اور (ب) میں متذکرہ عہدوں پر وفاقی حکومت کے تقریباً" ستر فیصد افسران تعینات ہیں۔

(ر) اگر جزو (ج) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ آسامیوں پر صرف صوبائی سول ملازمین تعینات کرنے کو تیار ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) صوبائی سیکرٹریٹ میں سیکرٹری اور ڈپٹی سیکرٹری صاحبان کی تعداد مندرجہ ذیل ہے۔

عہدہ	تعداد	خالی	مرکزی سروسز	صوبائی سول
سیکرٹری (بشمول ممبران بورڈ آف ریونیو)	33	1	19	5
ڈپٹی سیکرٹری	87	___	21	21

(ب) صوبے میں کمشنر کی کل 18 اسامیاں ہیں۔ جن میں سے نصف آسامیوں پر صوبائی سول

سروس کے ارکان متعین ہیں۔ اس طرح ڈپٹی کمشنر کی کل 29 آسامیاں ہیں۔ جن میں تیرہ اسامیوں پر صوبائی سول سروس کے ارکان متعین ہیں۔ جب کہ ایک خالی پڑی ہے۔

(ج) صوبہ میں اسسٹنٹ کمشنر کی 91 آسامیاں ہیں۔ جن میں 75 پر سکیل 18 کے سابق صوبائی سول سروس ارکان اور 32 پر مرکزی سروس کے سکیل 17 کے افسران تعینات ہیں۔ اور 2 پر ناردرن ایریا سے تعلق رکھنے والے افسران تعینات ہیں۔

(د) جی نہیں۔ جزو الف اور ب میں کل آسامیوں کی تعداد 175 بنتی ہے۔ جس میں صرف 59 اسامیوں پر وفاقی سروسز کی افسران تعینات ہیں۔ جو کہ تقریباً 38 فی صد ہے۔

(ر) سوال مبہم ہے۔

صوبائی سول سروس کے ملازمین کی ترقی

☆ 1083۔ جناب سید اقبال احمد: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) اس وقت صوبائی سول سروس کے ارکان کی پنجاب میں کل کتنی تعداد ہے۔ اور ان میں سے گریڈ 18، 19، 20 تا 22 میں کام کر رہے ہیں اور ان افسران کی کل تعداد سے کتنے فیصد تناسب ہے۔

(ب) کیا حکومت پنجاب اپنے صوبائی سول سروس کے ملازمین کو گریڈ 21 میں ترقی دینے کے لئے خود مجاز نہیں ہے اور کیا اس بارے میں مرکزی حکومت کی منظوری ضروری ہے جبکہ دیگر صوبائی حکومتیں اپنے صوبائی سروس کے ملازمین کو خود ہی گریڈ 21 اور 22 میں ترقی دینے کی مجاز ہیں اگر ایسا ہے تو مذکورہ صوبہ میں یہ تضاد کیوں ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) صوبہ میں اس وقت سابق صوبائی سول سروس کے کل 652 افسران ہیں۔ ان کی گریڈ وار تعداد حسب ذیل ہے۔

بی پی ایس۔ 22	=	---
بی پی ایس۔ 21	=	4
بی پی ایس 20-	=	14
بی پی ایس 19-	=	19
بی پی ایس 18- (ڈی سی / ڈی ایس)	=	75
بی پی ایس 18 (اے سی / اے ڈی سی)	=	190
بی پی ایس 17	=	350
کل تعداد	=	652

(ان میں دوبارہ ملازمت میں لئے گئے سابقہ پی سی ایس افسر شامل ہیں۔)

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ سابقہ پی سی ایس افسروں کی تعداد 652 ہے۔ جن میں سے پی سی ایس 18 تا 22 میں افسروں کی تعداد 302 ہے۔ اور اس طرح ان کا تناسب تقریباً 46 فی صد ہے۔

(ب) اس مسئلہ پر وضاحت کے لئے صوبائی حکومت وفاقی حکومت سے باقاعدہ رابطہ رکھے ہوئے ہے۔ کیونکہ سکیل 21 اور 22 کی آسامیاں مرکزی حکومت کے افسران کے کاڈر پر ہیں اور وہی اس سلسلہ میں ترقی کے احکامات جاری کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے پیشتر وفاقی حکومت نے سابقہ پی سی ایس کے دو افسران راجہ سلیم اختر اور مسٹر اے کے خالد کو سکیل 21 میں خود ترقی دی تھی۔ تاہم یہاں پر یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ حال ہی میں سابقہ پی سی ایس کے ایک افسر کو وزیر اعلیٰ پنجاب کے خاص احکامات کے تحت سکیل 21 میں ترقی دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ سابقہ پی سی ایس کے تین افسران کو ریٹائرمنٹ کے بعد سکیل 21 میں دوبارہ ملازم رکھا گیا ہے۔ دوسرے صوبوں سے معلومات حاصل کرنے کے لئے وقت درکار ہوگا۔

صوبائی سول ملازمین کی ترقیوں میں رکاوٹ کا سدباب

☆ 1084- سید افتخار الحسن: کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 1973ء میں کی جانے والی انتظامی اصلاحات تمام صوبائی و مرکزی حکومت کے ملازمین کے لئے یکساں لاگو تھیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ایس آر او کے قاعدہ (8) میں ترمیم کی گئی اور افسران کی ایک گریڈ سے دوسرے گریڈ میں ترقی کے لئے مطلوبہ عرصہ ملازمت کم از کم مقرر کر دیا گیا۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ پنجاب میں صوبائی سول سروس (ایکس پی سی ایس) کے افسران کو اس ترمیم سے حاصل ہونے والے فوائد سے غیر قانونی طور پر محروم کر دیا گیا ہے۔

(د) کیا حکومت کے علم میں ہے کہ کہ ایس آر او میں ترمیم کے بعد مرکزی حکومت کی جانب سے سال 1981ء میں اپنے ملازمین کی ترقی کے لئے باقاعدہ نوٹیفکیشن جاری کیا گیا جس کی تقلید میں حکومت سندھ نے 1984ء میں بذریعہ نوٹیفکیشن سندھ سول سروس کے افسران کی ترقی کے لئے کم از کم عرصہ ملازمت مقرر کر دیا۔

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ کافی عرصہ گزر جانے کے باوجود حکومت پنجاب کی جانب سے صوبائی سول سروس پنجاب کے افسران کی ترقی کے لئے کوئی کارروائی نہیں کی گئی جس کے باعث متذکرہ افسران کی حق تلفی ہو رہی ہے۔

(و) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت صوبائی سول سروس پنجاب کے افسران (ایکس پی سی ایس) کی حق تلفی کا ازالہ کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) 1973ء کی انتظامی اصلاحات کے بہت سے پہلو تھے۔ ان اصلاحات کی روشنی میں اور آئین میں دیئے گئے اختیار کے تحت مرکزی اور صوبائی حکومتوں نے علیحدہ علیحدہ قوانین بنائے۔ بعد ازاں انہیں قوانین کے تحت متعلقہ حکومتوں نے قواعد و ضوابط وضع کئے۔

(ب) سوال واضح نہ ہے۔ ایس آر او نامی کوئی قانون دستیاب نہ ہو سکا ہے جس کے قاعدہ (8) میں ترمیم کا ذکر کیا گیا ہے۔ بہرحال یہ درست ہے کہ مرکزی حکومت نے اپنے افسران کے لئے ایک سکیل سے دوسرے سکیل میں ترقی کے لئے کم سے کم عرصہ ملازمت کا تعین کر دیا

ہے۔

(ج) جیسا کہ جزو (ب) میں بیان کیا گیا ہے مرکزی حکومت نے اپنے افسران کے لئے پروموشن شیڈول طے کر دیا ہے خصوصی کمیٹی کی سفارشات کی روشنی میں اب صوبائی حکومت کے ملازمین کی ترقی کے لئے وفاقی حکومت کے قانون کو سامنے رکھ کر پروموشن شیڈول کی تفصیلات طے کی جا رہی ہیں اور اس سلسلہ میں حتمی رپورٹ جلد ہی وزیر اعلیٰ پنجاب کو برائے منظوری پیش کر دی جائے گی۔

(د) جز "ب" اور "ج" میں اس کا جواب آ چکا ہے۔ صوبہ سندھ کی پوزیشن حکومت پنجاب کے علم میں نہ ہے۔

(ہ) جیسا کہ جز "ج" میں بیان کیا گیا ہے۔ حکومت پنجاب اپنے افسران کے لئے پروموشن شیڈول طے کرنے کے لئے ایک رپورٹ مرتب کر رہی ہے۔ جسے جلد ہی حتمی منظوری کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب کو پیش کر دیا جائے گا۔

(و) جز <ہ> کے جواب کی روشنی میں غیر ضروری ہے۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب والا میرا ایک سوال پی سی ایس افسران کے بارہ میں ہے۔ ان کا کیس پہلے بھی یہاں آیا تھا وہ ادھر ادھر چلا گیا اور سوال بھی ادھر ادھر چلا گیا ہے۔

جناب سپیکر: یہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

سید اقبال احمد شاہ: اس میں بڑا ضروری ضمنی سوال تھا۔

جناب سپیکر: اب ضمنی سوال کیسے آسکتا ہے۔ وقفہ سوالات تو ختم ہو گیا ہے۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب والا! ایک تو پی سی ایس افسران کے ساتھ زیادتی ہے ان غریبوں کے لئے ساتھ ہی بہت زیادتی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: اس سلسلے میں آپ رولز کا مطالعہ فرمائیے۔ مولانا منظور احمد چینوٹی

مولانا منظور احمد چینوٹی: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ وقفہ سوالات تو ختم ہو گیا اور باقی جوابات میز پر رکھے گئے۔

جناب سپیکر: آپ کو جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

وزیر جنگلات: یہ میرے دفتر میں آ جائیں میں ان کا جواب دے دوں گا۔

جناب سپیکر: مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: میں جناب سے یہ دریافت کروں گا کہ وقفہ سوالات تو ختم ہو گیا باقی جوابات میز پر رکھے گئے جو سوالات غلط نقل کئے گئے ہیں یا ان کے جوابات غلط دیئے گئے ہیں ان کے بارے میں کیا ہو گا۔

جناب سپیکر: اس کے بارہ میں ساتھ ساتھ ایک ایک چیز کا فیصلہ ہو گیا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جو سوالات ابھی نہیں پڑھے گئے اور میز پر رکھ دیئے گئے اگر ان میں سوالات غلط ہیں یا جوابات غلط ہیں۔

جناب سپیکر: میں عرض کرتا ہوں میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں۔ جو آپ کے سوالات ہیں اور جو یہاں Take up نہیں ہو سکے ــــــ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز ــــــ جو سوالات یہاں Take up نہیں ہو سکے۔ ان کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔ اور وہ اس ایوان کی پراپرٹی ہیں۔ اگر اس میں کوئی ابہام ہے۔ کوئی غلطی ہے تو اس کی ذمہ داری اسی طرح محکمے پر عائد ہو گی جس انداز میں سوالات کے جوابات ایوان میں پڑھے جانے سے عائد ہوتی ہے۔ تو اس کو آپ دیکھ سکتے ہیں اور قواعد کے مطابق آپ جو چاہیں کارروائی کر سکتے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی۔: اس پر پھر تحریک استحقاق ہو گی؟

جناب سپیکر: جی ہاں۔

رانا پھول محمد خان۔: جناب والا۔ کارروائی اس طرح ہو سکتی ہے کہ اس پر تحریک استحقاق آ سکتی ہے۔

جناب سپیکر: یہ رانا صاحب آپ خود جانتے ہیں کہ اس پر کیا ہو سکتا ہے۔ جی۔ چودھری گل نواز صاحب!

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا۔ میں ایک قرار داد پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: قرار داد آپ کیسے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی کاپی آپ پہلے مجھے بھیجئے میں اس،

کو پڑھوں گا۔ اس کے بعد آپ Move کریں گے۔ میں آپ کو اجازت دوں گا تو آپ Move کریں گے۔ اس کی کاپی مجھے بھیج دیجئے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جی شکریہ۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

محکمہ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن
سول سیکرٹریٹ کی کینٹین کا ناقص معیار

130- **جناب رائے جعفر خان کھرل:** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ پنجاب سول سیکرٹریٹ میں سرکاری ملازمین کی فلاح و بہبود کے لئے بنائی گئی کینٹین نہ فائدہ اور نہ نقصان کی بنیاد پر قائم کی گئی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ کینٹین کافی عرصہ سے ویلفیئر سیکشن III کا ایک نائب قاصد چلا رہا ہے۔ اور خزانے سے بطور نائب قاصد تنخواہ بھی وصول کر رہا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ کینٹین میں ناقص معیار کی چیزیں کھانے کو دی جاتی ہیں اور ریٹ زیادہ وصول کئے جاتے ہیں۔

(د) اگر جزہائے بالا کے جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نے اس غیر قانونی کاروبار کو بند کرنے کے لئے کوئی اقدام کیا ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) جی ہاں۔

(ب) کینٹین محکمہ ایس جی اے / اینڈ ائی کے ماتحت چلائی جا رہی ہے - اسسٹنٹ سیکشن ہذا بطور سپروائزر کینٹین کام کرتا تھا جس کے لئے اسے -/100 روپے ماہانہ ادائیگی کی جاتی تھی۔ محمد صادق 1966ء میں بطور باورچی کینٹین میں بھرتی ہوا تھا - 1974ء میں اس کو نائب قاصد رکھا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ دفتر میں تسلی بخش ڈیوٹی ادا کرنے کے بعد کینٹین میں بطور باورچی بھی کام

کرتا تھا۔ مگر اب اس کا کینٹین سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ کینٹین ٹینڈر طلب کرنے کے بعد ٹھیکے پر دے دی گئی ہے مذکورہ نائب قاصد اب سیکشن ویلفیئر III محکمہ ایس جی اینڈ اٹی سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔

(ج) کینٹین اخبارات میں ٹینڈر طلب کرنے کے بعد سب سے کم نرخ درج کرنے والے ٹھیکیدار کو ایک سال کے لئے دی گئی ہے۔ کینٹین میں فروخت ہونے والی چیزوں کے نرخ بازار سے نہایت کم ہونے کے باوجود ان کا معیار بہت بہتر ہے۔ اور چیزوں کے معیار کو بھی چیک کرنے کے لئے ایک کمیٹی قائم کر دی گئی ہے اس کمیٹی میں سیکرٹریٹ ملازمین کی تنظیموں کا نمائندہ بھی شامل ہے۔

(د) کینٹین کے بارے میں اب کوئی شکایت نہ ہے۔ معیاری چیزیں مہیا کرنے کے لئے متعدد اقدامات کئے گئے ہیں جن کی تفصیل درج بالا ہے۔

پنجاب سول سیکرٹریٹ میں سیکشن آفیسر کے کوٹہ کا تناسب

139- جناب مظہر علی گل۔ :کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ پنجاب سول سیکرٹریٹ میں سیکشن آفیسر کی پوسٹ کے لئے اس وقت کوٹہ تناسب 33 فیصد ڈائریکٹ 33 فیصد ٹیکنیکل اور 33 فیصد پرموشن کے لئے ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ ٹیکنیکل آفیسران مذکورہ آسامیوں پر سیکرٹریٹ آنا پسند نہیں کرتے ما سوائے اس وقت جب ان کے خلاف سیکرٹریٹ میں کوئی انکوائری چل رہی ہو۔ انکوائری ختم ہونے کے بعد وہ سیکرٹریٹ سے باہر تعیناتی کروا لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے کوٹہ کی آسامی خالی پڑی رہتی ہے اور گورنمنٹ کے کام کا حرج ہوتا ہے۔

(ج) اگر جزو بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اپنے کام کی بہتری کی خاطر مذکورہ کوٹہ کا تناسب ڈائریکٹ کے لئے 40 فیصد پرموشن کے لئے 40 فیصد اور ٹیکنیکل کے لئے 20 فیصد کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) یہ درست ہے

(ب) جزوی طور پر درست ہے۔ ٹیکنیکل افسران کا کوٹہ انجینئرز، ڈاکٹر، ماہران تعلیم اور سابقہ

سول سروس کے افسران پر مشتمل ہے۔ جہاں تک ماہرانِ تعلیم کا تعلق ہے ان کی کوئی کمی نہیں ہے۔ بلکہ ماہران تعلیم تو اپنا موجود کوٹہ بڑھانے کی درخواست کر رہے ہیں۔ یہ درست ہے کہ ٹیکنیکل افسران فیلڈ میں زیادہ سہولتیں میسر ہونے کی وجہ سے فیلڈ میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ صرف اس وقت سیکرٹریٹ میں آیا کرتے ہیں جب ان کے خلاف کوئی انکوائری چل رہی ہو۔ بھی درست نہیں ہے۔ سول سیکرٹریٹ میں تقرری کی صورت میں رہائشی سہولتوں کی کمیابی کا عنصر بھی فیلڈ افسران کا سیکرٹریٹ میں آنے کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔

(ج) موجودہ صورت حال میں کوٹہ کے تناسب میں کمی بیشی مناسب نہ ہے۔ کیونکہ فیلڈ افسران کی سیکرٹریٹ میں تعیناتی کی وجہ سے ان کے عملی تجربہ کی روشنی میں زیادہ بہتر پالیسیاں مرتب کی جا سکتی ہیں۔ ایسا عملی تجربہ سیکرٹریٹ میں متعین افسران کو میسر نہیں ہوتا۔

وکلاء میں سے ایڈیشنل سیشن ججوں کی بھرتی

169- **سردار محمد امجد فاروق خان کھوسہ** : کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وکلاء میں سے ایڈیشنل سیشن جج بھرتی کئے جاتے ہیں۔

(ب) گذشتہ پانچ سال کے دوران وکلاء میں سے کتنے ایڈیشنل سیشن جج بھرتی کئے گئے ہیں اور ان میں سے ضلع ڈیرہ غازی خان سے کتنے بھرتی کئے گئے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ 1947ء سے لے کر آج تک متذکرہ ضلع سے کسی وکیل کو ایڈیشنل جج بھرتی نہیں کیا گیا۔ اگر یہ درست ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) جی ہاں۔

(ب) گذشتہ پانچ سالوں میں وکلاء میں سے 47 ایڈیشنل سیشن جج بھرتی کئے گئے اور ان میں سے ضلع ڈیرہ غازی خان سے کسی کا بھی تعلق نہیں ہے۔

(ج) یہ درست ہے۔ ڈیرہ غازی خان سے کسی امیدوار کو ایڈیشنل سیشن ججوں کی بھرتی کے امتحان کے بعد مطلوبہ اہلیت کا حامل نہ پایا گیا۔

وزیر اعلیٰ کے ذاتی سٹاف میں مرکزی سول ملازمین کی تعیناتی

181- جناب محمد اقبال احمد شاہ بخاری۔: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) وزیر اعلیٰ کے ذاتی سٹاف سیکرٹری، ڈپٹی سیکرٹری اور ایڈیشنل سیکرٹری کے عہدوں پر تعینات افسران کا تعلق مرکزی سول سروس سے ہے یا صوبائی سول سروس سے۔ اگر مرکزی سروس سے تعلق رکھتے ہیں تو کیا ان عہدوں پر کام کرنے کے لئے صوبائی سول سروس کے ارکان مطلوبہ قابلیت اور اہلیت نہیں رکھتے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مرکزی سول سروس (سابق سی۔ ایس۔ پی) اور صوبائی سول سروس (سابق پی سی ایس) کے لئے تعلیمی قابلیت یکساں ہوتی ہے اور ان ہردو سروسز سے تعلق رکھنے والے افسران کی تعیناتی مقابلے کا امتحان پاس کرنے کے بعد ابتدائی گریڈ 17 میں ہوتی ہے تو پھر مرکزی سول سروس کے افسران کو گریڈ نمبر 18 صرف پانچ سال میں دے دیا جاتا ہے جب کہ صوبائی سول سروس سے تعلق رکھنے والے افسران کو گریڈ 18- انیس، بیس سال سروس پوری کرنے کے بعد دیا جاتا ہے۔ کیا یہ نا انصافی صرف پنجاب کی سول سروس کے افسران کے ساتھ ہو رہی ہے جب کہ ملک کے باقی صوبوں میں صوبائی سول سروس کے افسران کو مرکزی سول سروس کے ساتھ ساتھ ترقی دی جاتی ہے۔ پنجاب میں یہ امتیاز برتنے کی کیا وجوہ ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) وزیر اعلیٰ کے سیکرٹریٹ میں کام کرنے والے اور صوبائی سروس کے افسران کی تفصیلات درج ذیل ہے۔

	مرکزی سروس	صوبائی سروس
سیکرٹری	1	----
ایڈیشنل سیکرٹری	1	-----
ڈپٹی سیکرٹری	2	1

چیف منسٹر سیکرٹریٹ میں افسران کی تعیناتی متعلقہ افسران کی اہلیت اور موزونیت کے مدنظر وزیر اعلیٰ کے حکم اور منظوری سے عمل میں آتی ہے۔

(ب) سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ قواعد کے مطابق سابق صوبائی سول سروس کے نصف آسامیاں تحصیلداروں' نائب تحصیلداروں اور منسٹریل ایمپلائز کی ترقی کے لئے پر کی جاتی ہیں۔ جس کے لئے پبلک سروس کمیشن کا کوئی مقابلے کا امتحان نہیں ہوتا۔ مقابلے کا امتحان بقیہ نصف آسامیاں (جو ڈائریکٹ ریکروٹمنٹ کے کوٹہ میں آتی ہیں) پر کرنے کے لئے منعقد کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ کی تمام آسامیوں ماسوائے ان دس فیصد آسامیوں کے جو افواج پاکستان کے افسران کے لئے مخصوص ہیں مقابلے کے امتحان کے ذریعے پر کی جاتی ہیں۔ مرکزی سروسز کے مقابلے کے امتحان اور سابق صوبائی سول سروس کے ڈائریکٹ ریکروٹمنٹ کی آسامیاں پر کرنے کے لئے مقابلہ کے امتحان کی کم از کم تعلیمی قابلیت بھی بعینہ یکساں نہ ہے۔ مرکزی سروسز کے لئے امتحان کے لئے امیدوار کا "بی اے" کے امتحان میں کم از کم سیکنڈ ڈویژن ہونا ضروری ہے۔ سوائے ان امیدواروں کے جن کا تعلق پاکستان کے پسماندہ علاقوں سے ہو یا ان علاقوں سے جن سے نسبتاً کم افراد مرکزی سروسز میں ہیں۔ صوبائی سول سروس کے امتحان کے لئے امیدوار کا "بی اے ہونا کافی ہے۔ یہ درست ہے کہ مرکزی اور صوبائی سروسز میں منتخب ہونے کے بعد دونوں افسران کی پہلی تعیناتی سکیل۔ 17 میں ہوتی ہے۔ تاہم مرکزی سول سروس (ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ) کے افسران کی بھرتی بطور اسسٹنٹ کمشنر کی جاتی ہے۔ جب کہ صوبائی حکومت نے امتحان کے ذریعے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بھرتی کرتی ہے۔ دونوں سروسوں کے افسران کو اپنے کاڈر میں رہتے ہوئے اپنے کاڈر کے متعلقہ قواعد و ضوابط کے تحت ترقی کے مواقع میسر آتے ہیں۔ ہر کاڈر کے ارکان کی ترقی کا انحصار ان کی موزونیت اور اہلیت کے ساتھ ساتھ آسامیوں کی دستیابی پر ہوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ وفاقی سروس کے ملازمین کے لئے اگلے سکیل میں ترقی پانے کے لئے کم سے کم عرصہ کا تعین کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ کہنا بھی درست نہ ہوگا کہ مرکزی سروس کے ارکان کم سے کم مدت ملازمت پوری کرنے کے بعد از خود اگلے سکیل میں ترقی پا جاتے ہیں۔ ان کی ترقی ان کی سابقہ کارکردگی اور آسامیوں کی موجودگی کی صورت میں کی جاتی ہے۔ سابقہ پی سی ایس کے افسران کی ترقی کے لئے ابھی تک کم سے کم مدت کا پیمانہ مقرر نہ کیا گیا ہے۔ اور ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک پہنچنے کے لئے انہیں تقریباً" 16 تا 18 سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر وہ اسسٹنٹ کمشنر کے درجہ میں ترقی پاتے ہیں۔ دوسرے صوبوں سے معلومات حاصل کرنے کے لئے وقت درکار ہوگا۔

بہرحال اب پنجاب اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ ہدایت جاری ہے کہ سابقہ پی سی ایس سمیت دیگر صوبائی ملازمتوں کے افسران کی مختلف درجوں میں ترقی کے لئے وفاقی حکومت کے قانون کو مدنظر رکھتے ہوئے پروموشن شیڈول مقرر کیا جائے۔ اس سلسلہ میں محکمہ ایس جی اے اینڈ آئی میں کام شروع ہو گیا ہے اور اس ضمن میں حتمی رپورٹ منظوری کے لئے جلد ہی وزیر اعلیٰ کو پیش کر دی جائے گی۔

صوبائی سول سروس کے ملازمین کے ساتھ ناانصافی کا سدباب

182- **محمد اقبال احمد شاہ بخاری**: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبائی سول سروس کے ارکان کی پہلی تعیناتی گریڈ نمبر 17 میں بحیثیت مجسٹریٹ ہوتی ہے۔ جبکہ مرکزی سول سروس کے ارکان کی پہلی تعیناتی بھی گریڈ نمبر 17 ہی میں ہوتی ہے مگر اسے بطور اسسٹنٹ کمشنر تعینات کر دیا جاتا ہے اور مرکزی سول سروس کا یہ افسر گریڈ نمبر 17 میں لگے ہوئے صوبائی سول سروس کے مجسٹریٹ کی سالانہ خفیہ رپورٹ تحریر کرتا ہے جبکہ دونوں کا ایک ہی گریڈ ہوتا ہے کیا اس کا مقصد صوبائی سول سروس کے ارکان کو کمتر تصور کرتے ہوئے مرکزی ملازمین کو اسی گریڈ میں ان کے اوپر تعینات کر کے احساس محکومی پیدا کرنا تو نہ ہے ایک ہی گریڈ رکھنے والے افسران کے لئے دوہرا معیار کسی اخلاقی اور قانونی ضوابط کے تحت درست ہے۔

(ب) اگر بنیادی پے سکیل تمام مرکزی اور صوبائی سول سروس کے ملازمین کے لئے یکساں ہے تو پھر اسی گریڈ میں مرکزی سول سروس سے تعلق رکھنے والے افسر کو صوبائی سروس سے تعلق رکھنے والے افسر کے اوپر بطور اے سی یا ڈی سی کیوں لگا دیا جاتا ہے۔ کیا یہ طریقہ کار مرکزی سول سروس (سابقہ سی ایس پی) کے ارکان نے اپنایا ہے کہ آزادی سے قبل جو مقام انگریز نسل کے افسر کو مقامی افسران کے مقابلے میں حاصل تھا۔ اسے برقرار رکھا جائے۔ اور کیا یہ افسر شاہی کی بھونڈی مثال نہیں ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) یہ درست ہے کہ وفاقی پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کرنے کے بعد ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ کے افسران کی پہلی تقرری بی پی ایس 17 میں بطور اسسٹنٹ کمشنر ہوتی ہے جب کہ

پنجاب پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کرنے کے بعد سابقہ پی سی ایس افسران کی پہلی تقرری بی پی ایس 17 میں ہی بطور ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی جاتی ہے اور وہ بی پی ایس کے افسران کی تقرری بطور ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بی پی ایس 18 میں ترقی پانے کے بعد اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے پر تعینات ہوتے ہیں۔ دونوں سروسوں کے افسران کی تعیناتی متعلقہ وفاقی اور صوبائی قوانین کے تحت عمل میں لائی جاتی ہے۔

(ب) جیسا کہ جز (الف) میں بیان کیا گیا ہے ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ کے افسران کی تقرری بی پی ایس 17 میں بطور اسسٹنٹ کمشنر ہوتی ہے جب کہ سابقہ پی سی ایس 18 میں ترقی کے بعد ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ کے افسران بطور ڈپٹی کمشنر / ڈپٹی سیکرٹری تعیناتی کے اہل ہوتے ہیں جب کہ سابقہ پی سی ایس کے افسران بی پی ایس 18 میں ابتدائی ترقی ملنے پر بطور اسسٹنٹ کمشنر / انڈر سیکرٹری تعیناتی کے اہل ہوتے ہیں ہر دو افسران اپنے اپنے کاڈر کے اندر رہتے ہوئے متعلقہ قوانین و ضوابط کے تحت مختلف عہدوں پر تعیناتی و ترقی کے اہل ہیں۔

صوبائی آسامیوں پر مرکزی سروس کے افسران کی تعیناتی

184- **چودھری نواز الحق چوہان**۔ کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ آئین کے مطابق امن عامہ صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے مگر 70 فیصد سے زائد صوبائی آسامیوں پر مرکزی سروس کے افسران تعینات ہیں کیا یہ سابق پی سی ایس افسران کی حق تلفی نہیں ہے اور ایسا صرف پنجاب میں کیوں ہو رہا ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس وقت صوبائی سول سیکرٹریٹ میں تمام صوبائی سیکرٹری، چیف منسٹر کے ذاتی سٹاف میں سیکرٹری، ایڈیشنل سیکرٹری اور ڈپٹی سیکرٹری مرکزی سروس کے افراد تعینات ہیں جب کہ مطلوبہ قابلیت کے افسران صوبائی سول سروس سابق پی سی ایس میں ہیں اور اگر ایسے افسران موجود ہیں تو پھر ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ مرکزی و صوبائی سول سروس میں بھرتی کے لئے تعلیمی قابلیت یکساں ہوتی ہے اور ان دونوں افسران کی پہلی تعیناتی بھی گریڈ 17 میں ہوتی ہے۔ تو پھر مرکزی سول سروس کے افسران کو گریڈ 18 صرف پانچ سال میں صوبائی سروس کے افسران کو 20 / 19 سال

میں کیوں دیا جاتا ہے۔ کیا یہ ناانصافی باقی صوبوں میں بھی ہے یا صرف پنجاب میں۔

(د) نیشنل پے سکیل ملک بھر میں تمام مرکزی و صوبائی سرکاری ملازمین کے لئے یکساں لاگو ہیں تو پھر صرف پنجاب سروس کے ارکان کو گریڈ 18 میں ہی دوبارہ ترقی کیوں دی جاتی ہے اور اس میں 18/20 سال کا عرصہ ملازمت درکار ہوتا ہے جب کہ مرکزی سروس کے افسران و دیگر صوبوں کے افسران کو 5/7 سال کی ملازمت کے بعد ہی گریڈ 18 میں ترقی دے دی جاتی ہے آخر ایسا کیوں کیا جا رہا ہے اس کا مطلب صوبائی سول سروس کے افسران کی ترقی میں ناجائز رکاوٹیں پیدا کرنا تو نہیں؟

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ مرکزی حکومت کے افسران صوبہ پنجاب میں ڈیپوٹیشن پر تشریف لائے ہیں جب کہ وہ اپنی ملازمت کا بیشتر حصہ مذکورہ بالا صوبہ میں ہی گزار دیتے ہیں۔ کیا یہ ڈیپوٹیشن اصول کے خلاف نہ ہے۔

(و) ڈیپوٹیشن پر افسران دوسرے صوبہ یا مرکز سے صرف اس صورت میں حاصل کئے جاتے ہیں کہ اس صوبہ میں اس عہدہ کے افسران موجود نہ ہوں۔ لیکن پنجاب میں صوبائی سول سروس کے (ایکس پی سی ایس) کی اکثریت موجود ہے۔ اور پھر بھی لاتعداد مرکزی سول سروس کے افسران صوبہ میں ڈیپوٹیشن پر لئے جا رہے ہیں آخر یہ کیوں ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) اس حد تک درست ہے کہ صوبہ میں امن و امان قائم رکھنا صوبائی حکومت کی ذمہ داری اور قانونی حق ہے۔ صوبہ کا نظم و نسق چلانے کے لئے صوبائی حکومت کو اختیار ہے کہ وہ صوبائی سول سروس کے علاوہ مرکزی حکومت سے مطلوبہ اہلیت کے حامل افسران کی خدمات حاصل کرے۔ اس وقت صوبہ پنجاب میں مرکزی سروس اور صوبائی سروس کے افسران کی تعیناتی کی تعداد درج ذیل ہے۔

سابقہ پی سی ایس = 652

اے پی یو جی = 185 (ان میں پندرہ زیر تربیت بھی شامل ہیں)

یہ تعداد 70 فیصد سے بہت کم ہے۔

(ب) اس وقت صوبائی سیکرٹریٹ اور چیف منسٹر کے سیکرٹریٹ میں افسران کی تعیناتی کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(الف) سیکرٹریٹ

	سابقہ پی سی ایس	اے پی یو جی
سیکرٹری بی پی ایس 20 کے افسر	5	19

(ب) چیف منسٹر سیکرٹریٹ

	پی سی ایس	اے پی یو جی
سیکرٹری	--	1
ایڈیشنل سیکرٹری	--	1
ڈپٹی سیکرٹری	1	2

صوبائی محکمہ کے سیکرٹری کے عہدہ اور چیف منسٹر سیکرٹریٹ میں مندرجہ بالا عہدوں پر تعیناتی، افسران کی اہلیت اور موزونیت کے مدنظر وزیر اعلیٰ کے کم اور منظوری سے عمل میں آتی ہے۔

(ج) سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ قواعد کے مطابق سابق صوبائی سول سروس کی نصف آسامیاں تحصیلداروں، نائب تحصیلداروں اور منسٹریل ایمپلائز کی ترقی کے لئے پر کی جاتی ہیں۔ جس کے لئے پبلک سروس کمیشن کا کوئی مقابلے کا امتحان نہیں ہوتا۔ مقابلے کا امتحان بقیہ نصف آسامیاں (جو ڈائریکٹ ریکروٹمنٹ کے کوٹہ میں آتی ہیں) پر کرنے کے لئے منعقد کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ کی تمام آسامیوں، ماسوائے ان دس فیصد آسامیوں کے جو افواج پاکستان کے افسران کے لئے مخصوص ہیں۔ مقابلے کے امتحان کے ذریعے پر کی جاتی ہیں۔ مرکزی سروسز کے مقابلے کے امتحان اور سابق صوبائی سول سروس کے ڈائریکٹ ریکروٹمنٹ کی آسامیاں پر کرنے کے لئے مقابلہ کے امتحان کے لئے امیدوار کا "بی اے" کے امتحان میں کم از کم سیکنڈ ڈویژن ہونا ضروری ہے۔ سوائے ان امیدواروں کے جن کا تعلق پاکستان کے پسماندہ علاقوں سے ہو ان علاقوں سے جن سے نسبتاً کم افراد مرکزی سروسز میں ہیں۔ صوبائی سول سروس کے امتحان کے لئے امیدوار کا "بی اے" ہونا کافی ہے۔ یہ درست ہے کہ مرکزی اور صوبائی سروسز میں منتخب ہونے کے بعد دونوں افسران کی پہلی تعیناتی سکیل 17 میں ہوتی ہے۔ تاہم مرکزی سول سروس (ڈسٹرکٹ مینجمنٹ گروپ) کے افسران کی بھرتی بطور

اسسٹنٹ کمشنر کی جاتی ہے۔ جب صوبائی حکومت اپنے امتحان کے ذریعے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بھرتی کرتی ہے۔ دونوں سروسوں کے افسران کو اپنے اپنے کاڈر میں رہتے ہوئے اپنے کاڈر سے متعلقہ قواعد و ضوابط کے تحت ترقی کے مواقع میسر آتے ہیں۔ ہر کاڈرز کے ارکان کی ترقی کا انحصار ان کی موزونیت اور اہلیت کے ساتھ ساتھ آسامیوں کی دستیابی پر ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ وفاقی سروس کے ملازمین کے لئے اگلے سکیل میں ترقی پانے کے لئے کم سے کم عرصہ کا تعین کر دیا گیا ہے لیکن یہ کہنا بھی درست نہ ہوگا کہ مرکزی سروس کے ارکان کم سے کم مدت ملازمت پوری کرنے کے بعد از خود اگلے سکیل میں ترقی پا جاتے ہیں۔ ان کی ترقی ان کی سابقہ کارکردگی اور آسامیوں کی موجودگی کی صورت میں کی جاتی ہے۔ سابقہ پی سی ایس کے افسران کے ترقی کے لئے ابھی تک کم سے کم مدت کا پیمانہ مقرر نہ کیا گیا ہے۔ اور ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک پہنچنے کے لئے انہیں تقریباً 16 تا 18 سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر وہ اسسٹنٹ کمشنر کے درجہ میں ترقی پاتے ہیں۔ دوسرے صوبوں سے معلومات حاصل کرنے کے لئے وقت درکار ہوگا۔ بہرحال اب پنجاب اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ ہدایت جاری کی ہے کہ سابقہ پی سی ایس سمیت دیگر صوبائی ملازمتوں کے افسران کی مختلف درجوں میں ترقی کے لئے وفاقی حکومت کے قانون کے مدنظر رکھتے ہوئے پروموشن شیڈول مقرر کیا جائے۔ اس سلسلہ میں محکمہ ایس جی اے اینڈ آئی میں کام شروع ہو گیا ہے۔ اور اس ضمن میں حتمی رپورٹ منظوری کے لئے جلد ہی وزیر اعلیٰ پنجاب کو پیش کر دی جائے گی۔

(د) جز "ج" میں اس مسئلہ کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ بہرحال اس امر کو مزید واضح کیا جاتا ہے کہ سابقہ پی سی ایس کے افسران بی پی ایس 17 میں بطور ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بھرتی ہوتے ہیں۔ بی پی ایس 18 میں ان کو ابتدائی طور پر بطور اسسٹنٹ کمشنر ترقی دی جاتی ہے اور پھر اسی گریڈ میں بطور ڈپٹی کمشنر ترقی دی جاتی ہے۔ مندرجہ بالا سطور سے یہ واضح ہے کہ وہ مختلف درجوں میں آگے کی طرف مسلسل ترقی کرتے ہیں۔ چونکہ پے سکیلز کا نظام ہمارے عہدوں کے ڈھانچے سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس لئے اس الجھن کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(ہ) تکنیکی اعتبار سے یہ کہنا درست نہ ہے کہ مرکزی حکومت کے افسران صوبہ پنجاب میں ڈیپوٹیشن پر آتے ہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ مرکزی سروس کے افسران کی خدمات

صوبائی حکومت کو اس کی مرضی کے مطابق سپرد کی جاتی ہیں اور وہ اس وقت تک صوبہ میں خدمات انجام دیتے رہتے ہیں جب تک صوبائی حکومت کی مرضی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ان کی تعیناتی ان کے کاڈر کے لئے مختص کی گئی آسامیوں پر کی جاتی ہے۔

(د) جز (ہ) کے جواب کے بعد اس کی ضرورت نہ ہے۔

صوبائی سول سروس کے ملازمین کا پروموشن شیڈول

185- **چودھری نواز الحق چوہان:** کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سی ایس پی افسران جو کہ پے سکیل 17 میں اپنی ملازمت کا آغاز کرتے ہیں ایک طے شدہ عرصہ ملازمت کے بعد اگلے سکیل میں ترقی پا جاتے ہیں اور ان کی ترقی کے لئے آسامی کا موجود ہونا بھی ضروری نہیں ہے اور یہ پروموشن شیڈول برائے ترقی حسب ذیل ہے۔

1- پے سکیل 17 میں 18 مین عرصہ پانچ سال کے بعد

2- پے سکیل 18 سے 19 میں کل 12 سال کی ملازمت کے بعد

3- پے سکیل 19 سے 20 میں کل 17 سال کی ملازمت کے بعد

4- پے سکیل 20 سے 21-22 سال کی ملازمت کے بعد

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب ہاں میں ہے تو کیا ایسا کوئی پرومشن شیڈول پنجاب سول سروس کے ملازمین کے لئے بھی لاگو ہے اگر نہیں تو یہ پروموشن شیڈول کب تک نافذ کیا جائے گا؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) یہ درست ہے کہ وفاقی حکومت نے اے پی یو جی افسران کی ترقی کے لئے مذکورہ بالا کم سے کم مدت کا پیمانہ مقرر کیا ہے لیکن اس موقع پر یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ اے پی یو جی افسران کی ترقی آسامیوں کی موجودگی اور افسران کی قابلیت، کارکردگی اور موزونیت کو مد نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔

(ب) پنجاب اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ ہدایت جاری کی ہے کہ سابقہ پی سی ایس سمیت دیگر صوبائی ملازمتوں کے افسران کی مختلف درجوں میں

ترقی کے لئے وفاقی حکومت کے قانون کو مد نظر رکھتے ہوئے پرموشن شیڈول مقرر کیا جائے۔ اس سلسلہ میں محکمہ ایس جی اینڈ آئی میں کام شروع ہو چکا ہے اور حتمی رپورٹ برائے منظوری جلد ہی وزیر اعلیٰ پنجاب کو پیش کر دی جائے گی۔

نمائندہ بھی شامل ہے۔

سول ججوں کے امتحان کا معیار

210- چودھری اصغر علی گجر: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سول جج کے عہدہ پر تعیناتی کے لئے کم از کم تعلیمی قابلیت قانون میں ڈگری یا بیرسٹری ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ دیگر کسی مرکزی یا صوبائی مقابلے کے امتحان کے لئے کم از کم قابلیت صرف گریجوایشن ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ بی اے یا بی ایس سی میں 33 فیصد نمبر حاصل کر کے کامیاب ہوا جا سکتا ہے۔ جب کہ قانون کی ڈگری میں کم از کم 45 فیصد نمبر دو مرتبہ یعنی ایف ای ایل اور ایل ایل بی میں حاصل کرنے پڑتے ہیں۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ سی ایس ایس کے امتحان کے لئے پاس مارکس فی پرچہ 30 فیصد اور کل نمبروں کا 40 فیصد ہیں جب کہ سول جج کے امتحان کے لئے فی پرچہ پاس مارکس 33 فیصد اور کل نمبروں کا 50 فیصد ہیں۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ درست ہے کہ پاکستان بھر میں مقابلے کا سب سے سخت معیار، سول ججوں کے امتحان کا ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ "بی اے یا بی ایس سی" کا امتحان پاس کرنے کے لئے ہر مضمون میں علیحدہ علیحدہ 33 فیصد نمبر حاصل کرنا ہوتے ہیں۔ تاہم قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے پاس مارکس (ایف ای ایل اور ایل ایل بی میں) ہر مضمون میں علیحدہ علیحدہ 40 فیصد اور اجتماعی طور پر

(aggregate) 45 % حاصل کرنا ہوتے ہیں۔

(د) یہ درست نہ ہے کہ " سی ایس ایس " کے امتحان کے لئے پاس مارکس فی پرچہ 30 فیصد اور کل نمبروں کا 40 فیصد ہیں۔ اس سال اس امتحان کے لئے ہر مضمون کے پاس مارکس 33 فیصد ہے۔ اس کے علاوہ مجموعی طور پر کل نمبروں کا 45 فیصد (aggregate) حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ سول جج کے امتحان کے لئے فی پرچہ پاس مارکس 33 فیصد اور کل نمبروں کا 50 فیصد ہیں۔

(ہ) یہ کہنا درست نہ ہے کہ سول ججوں کے لئے مقابلے کا امتحان کا معیار سب سے سخت ہے۔ اصل صورت حال اس طرح ہے کہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کے زیر اہتمام دوسرے مقابلہ کے امتحانات برائے سیکشن آفیسرز ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز وغیرہ کے لئے بھی معیار یہی ہے۔ البتہ " سی سی ایس " کے امتحان میں کل نمبروں کا فیصد صوبائی امتحان مقابلہ کی نسبت 5 فیصد کم ہے۔ جب کہ پاس مارکس فی پرچہ اس امتحان میں 33 فیصد ہی ہے۔

سول ججوں کی ترقی

211- **چودھری اصغر علی گجر:** کیا وزیر اعلی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ ججوں کی آسامیوں پر تقرری حکومت پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر SGA -29 - D -NO -CI -14 -2/76 مورخہ 28 ستمبر 1977ء کے تحت ہو رہی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ بالا نوٹیفکیشن کے تحت ان آسامیوں پر براہ راست تقرری زیادہ سے زیادہ ایک تہائی خالی نشستوں کی حد تک ہو سکتی ہے جبکہ کم از کم دو تہائی نشستیں سول جج حضرات میں سے بذریعہ ترقی پر کی جانا مطلوب ہیں۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ درست ہے کہ ان آسامیوں پر حکومت براہ راست تقرری ایک تہائی کوٹہ سے بڑھ کر نصف خالی نشستوں تک کر رہی ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ براہ راست تقرری سول جج صاحبان کو مقابلے کا حق نہیں دیا گیا اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ۔

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کے دیگر شعبوں میں جہاں کہیں بھی اعلٰی عہدوں کے لئے براہ راست تقرری کی گنجائش رکھی گئی ہے وہاں ماتحت عہدے داروں کو بھی بشرط اہلیت مقابلے کا حق دیا گیا ہے۔

(و) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ قواعد کے تحت ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کی براہ راست آسامیوں کے لئے پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ امتحان مقصود ہے لیکن اس کی کبھی پابندی نہیں کی گئی اگر ایسا ہے تو کیوں۔

(ز) کیا یہ درست ہے کہ لاہور کے 28 سول جج صاحبان نے اپنی عرضداشت مورخہ 5 مارچ 1985ء کے ذریعہ معرفت عدالت عالیہ لاہور قواعد کی خلاف ورزی کی جانب گورنر پنجاب کی توجہ مبذول کرائی تھی اور دیگر اضلاع سے بھی اس نوع کی عرضداشت ارسال کی گئی تھی اگر ایسا ہے تو ان عرضداشتوں پر کیا کارروائی ہوئی اور آیا فیصلے سے متعلقہ درخواست گزاران کو مطلع کیا گیا۔

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ موجودہ پالیسی کے تحت 50:50 کوٹہ کی بنیاد پر بھرتی ہوتی ہے۔ یہ پالیسی لاہور ہائیکورٹ کی تجویز پر روبہ عمل ہے۔

(د) درست ہے، چونکہ قواعد کے مطابق صرف دس (10) سال تک وکیل رہنے والے حضرات براہ راست تقرری کے اہل ہوتے ہیں۔ لہٰذا سول جج صاحبان کو مقابلے کا حق قانوناً" نہیں دیا جاسکتا۔

(ہ) ہر شعبہ میں الگ الگ قواعد ہیں۔ لازمی طور پر ایک جیسا اطلاق سب پر نہیں ہو رہا۔

(و) درست نہ ہے۔ متذکرہ آسامی کو پبلک سروس کمیشن کے دائرہ اختیار سے نکال دیا گیا ہے۔

(ز) متذکرہ درخواستیں قواعد کی بنیاد پر داخل دفتر کر دی گئیں۔ البتہ درخواست گزاران کو فیصلہ سے مطلع کرنا مفاد میں ضروری نہ سمجھا گیا۔

سول جج کے عہدہ پر تقرری کے کوائف

232- جناب محمد اعظم چیمہ : کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سول جج کے عہدہ پر تعیناتی کے لئے کم از کم تعلیمی قابلیت قانون میں ڈگری یا بیرسٹری ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ دیگر کسی مرکزی یا صوبائی مقابلے کے امتحان کے لئے کم از کم قابلیت صرف گریجوایشن ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ بی اے یا بی ایس سی میں 33 فیصد نمبر حاصل کر کے کامیاب ہوا جا سکتا ہے جب کہ قانون کی ڈگری میں کم از کم 45 فیصد نمبر دو مرتبہ یعنی ایف.ای ایل اور ایل ایل بی میں حاصل کرنے پڑتے ہیں۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ سی ایس ایس کے امتحان کے پاس مارکس فی پرچہ 30 فیصد اور کل نمبروں کا 40 فیصد ہیں جب کہ سول جج کے امتحان کے لئے فی پرچہ پاس مارکس 33 فیصد اور کل نمبروں کا 50 فیصد ہیں۔

(ہ) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ درست ہے کہ پاکستان بھر میں مقابلے کا سب سے سخت معیار سول ججوں کے امتحان کا ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) درست ہے

(ب) درست ہے

(ج) یہ درست ہے کہ " بی اے یا بی ایس سی " کا امتحان پاس کرنے کے لئے ہر مضمون میں علیحدہ علیحدہ 33 فیصد نمبر حاصل کرنا ہوتے ہیں۔ تاہم قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے پاس مارکس (ایف ای ایل اور ایل ایل بی میں) ہر مضمون میں علیحدہ علیحدہ 40 فیصد اور اجتماعی طور پر 45 % aggregate حاصل کرنا ہوتے ہیں۔

(د) یہ درست نہ ہے کہ " سی ایس ایس " کے امتحان کے لئے پاس مارکس فی پرچہ 30 فیصد اور کل نمبروں کا 40 فیصد ہیں۔ اس سال اس امتحان کے لئے ہر مضمون کے لئے پاس مارکس 33 فیصد ہیں اس کے علاوہ مجموعی طور پر کل نمبروں کا 45 % aggregate حاصل کرنا بھی ضروری ہے البتہ یہ درست ہے کہ سول جج کے امتحان کے لئے فی پرچہ پاس مارکس 33 فیصد اور کل

نمبروں کا 50 فیصد ہیں۔

(ء) یہ کہنا درست نہ ہے کہ سول ججوں کے لئے مقابلے کے امتحان کا معیار سب سے سخت ہے۔ اصل صورت حال اس طرح ہے کہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کے زیر اہتمام دوسرے مقابلہ کے امتحانات برائے سیکشن آفیسرز، ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز وغیرہ کے لئے بھی معیار یہی ہے۔ البتہ "سی ایس ایس" کے امتحان میں کل نمبروں کا فیصد صوبائی امتحان مقابلہ کی نسبت 5 فیصد کم ہے۔ جب کہ پاس مارکس فی پرچہ اس امتحان میں 33 فیصد ہی ہے۔

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کی آسامیوں پر تقرری

232 (الف)- **جناب محمد اعظم چیمہ**: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کی آسامیوں پر تقرری حکومت پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر sga-29 d.no.ci -14-2/76 مورخہ 28 ستمبر 1977ء کے تحت ہو رہی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ بالا نوٹیفکیشن کے تحت ان آسامیوں پر براہ راست تقرری زیادہ سے زیادہ ایک تہائی خالی نشستوں کی حد تک ہو سکتی ہے جب کہ کم از کم دو تہائی نشستیں سول جج حضرات میں سے بذریعہ ترقی پر کی جانا مطلوب ہیں۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ درست ہے کہ ان آسامیوں پر حکومت براہ راست تقرری ایک تہائی کوٹہ سے بڑھ کر نصف خالی نشستوں تک کر رہی ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ براہ راست تقرری کے لئے سول جج صاحبان کو مقابلے کا حق نہیں دیا گیا اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ۔

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کے دیگر شعبوں میں جہاں کہیں بھی اعلے عہدوں کے لئے براہ راست تقرری کی گنجائش رکھی گئی وہاں ماتحت عہدے داروں کو بھی بشرط اہلیت مقابلے کا حق دیا گیا ہے۔

(و) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ قبل قواعد کے تحت ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کی براہ راست آسامیوں کے لئے پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ امتحان مقصود ہے لیکن اس کی کبھی پابندی نہیں

کی گئی اگر ایسا ہے تو کیوں۔

(ز) کیا یہ درست ہے کہ لاہور کے 28 سول جج صاحبان نے اپنی عرضداشت مورخہ 5 مارچ 1985ء کے ذریعہ معرفت عدالت عالیہ لاہور قواعد کی خلاف ورزی کی جانب گورنر پنجاب کی توجہ مبذول کرائی تھی اور دیگر اضلاع سے بھی اس نوع کی عرضداشت ارسال کی گئی تھیں اگر ایسا ہے تو ان عرضداشتوں پر کیا کارروائی ہوئی اور آیا فیصلے سے متعلقہ درخواست گزاروں کو مطلع کیا گیا؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ مجوزہ پالیسی کے تحت 50 ، 50 کوٹہ کی بنیاد پر بھرتی ہوتی ہے۔ یہ پالیسی لاہور ہائیکورٹ کی تجویز پر روبہ عمل ہے۔

(د) درست ہے ، چونکہ قواعد کے مطابق صرف دس (10) سال تک وکیل رہنے والے حضرات ہی براہ راست تقرری کے اہل ہوتے ہیں۔ لہٰذا سول جج صاحبان کو مقابلے کا حق قانوناً نہیں دیا جا سکتا۔

(ہ) ہر شعبہ میں الگ الگ قواعد ہیں۔ لازمی طور پر ایک جیسا اطلاق سب پر نہیں ہو رہا۔

(و) درست نہ ہے۔ متذکرہ آسامی کو پبلک سروس کمیشن کے دائرہ اختیار سے نکال لیا گیا ہے۔

(ز) متذکرہ درخواستیں قواعد کی بنیاد پر داخل دفتر کر دی گئیں۔ البتہ درخواست گزاران کو فیصلہ سے مطلع کرنا مفاد میں ضروری نہ سمجھا گیا۔

سول جج کے عہدہ پر تقرری کے کوائف

257- **حاجی غلام صابر انصاری**: کیا وزیر اعلےٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سول جج کے عہدہ پر تعیناتی کے لئے کم از کم تعلیمی قابلیت قانون میں ڈگری یا بیرسٹری ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ دیگر کسی مرکزی یا صوبائی مقابلے کے امتحان کے لئے کم از کم قابلیت صرف گریجوایشن ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ بی اے یا بی ایس سی میں 33 فیصد نمبر حاصل کر کے کامیاب ہوا جا سکتا ہے جب کہ قانون کی ڈگری میں کم از کم 45 فیصد نمبر دو مرتبہ یعنی ایف ای ایل اور ایل ایل بی میں حاصل کرنے پڑتے ہیں۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ سی ایس ایس کے امتحان کے لئے پاس مارکس فی پرچہ 30 فیصد اور کل نمبروں کا 40 فیصد ہیں جب کہ سول جج کے امتحان کے لئے فی پرچہ پاس مارکس 33 فیصد اور کل نمبروں کا 50 فیصد ہیں۔

(ہ) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو یہ درست ہے کہ پاکستان بھر میں مقابلے کا سب سے سخت معیار سول ججوں کے امتحان کا ہے۔

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ " بی اے یا بی ایس سی " کا امتحان پاس کرنے کے لئے ہر مضمون میں علیحدہ علیحدہ 33 فیصد نمبر حاصل کرنا ہوتے ہیں۔ تاہم قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے پاس مارکس (ایف ای ایل اور ایل ایل بی میں) ہر مضمون میں علیحدہ علیحدہ 40 فیصد اور اجتماعی طور پر 45% aggregate حاصل کرنا ہوتے ہیں۔

(د) یہ درست نہ ہے کہ " سی ایس ایس " کے امتحان کے لئے پاس مارکس فی پرچہ 30 فیصد اور کل نمبروں کا 40 فیصد ہیں۔ اس سال اس امتحان کے لئے ہر مضمون کے لئے پاس مارکس 33 فیصد ہیں۔ اس کے علاوہ مجموعی طور پر کل نمبروں کا 45 % aggregate حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ سول جج کے امتحان کے لئے فی پرچہ مارکس 33 فیصد اور کل نمبروں کا 50 فیصد ہیں۔

(ہ) یہ کہنا درست نہ ہے کہ سول ججوں کے لئے مقابلے کے امتحان کا معیار سب سے سخت ہے۔ اصل صورت حال اس طرح ہے کہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کے زیر اہتمام دوسرے مقابلہ کے امتحانات برائے سیکشن آفیسرز ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر وغیرہ کے لئے بھی معیار یہی ہے۔ البتہ " سی ایس ایس " کے امتحان میں کل نمبروں کا فیصد صوبائی امتحان مقابلہ کی نسبت 5 فیصد کم ہے۔ جب کہ پاس مارکس فی پرچہ اس امتحان میں 33 فیصد ہی ہے۔

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کے عہدہ پر تقرری

258- **حاجی غلام صابر انصاری**: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کی آسامیوں پر تقرری حکومت پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر SGA -29 -D -NO -CI -14 -2 / 76 مورخہ 28 ستمبر 1977ء کے تحت ہو رہی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ بالا نوٹیفکیشن کے تحت ان آسامیوں پر براہ راست تقرری زیادہ سے زیادہ ایک تہائی خالی نشستوں کی حد تک ہو سکتی ہے جب کہ کم از کم دو تہائی نشستیں سول جج حضرات میں سے بذریعہ ترقی پر کی جانا مطلوب ہیں۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ درست ہے کہ ان آسامیوں پر حکومت براہ راست تقرری ایک تہائی کوٹہ سے بڑھ کر نصف خالی نشستوں تک کر رہی ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ براہ راست تقرری کے لئے سول جج صاحبان کو مقابلے کا حق نہیں دیا گیا اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ۔

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کے دیگر شعبوں میں جہاں کہیں بھی اعلیٰ عہدوں کے لئے براہ راست تقرری کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ وہاں ماتحت عہدے داروں کو بھی بشرط اہلیت مقابلے کا حق دیا گیا ہے۔

(و) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ قواعد کے تحت ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کی براہ راست آسامیوں کے لئے پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ امتحان مقصود ہے لیکن اس کی کبھی پابندی نہیں کی گئی اگر ایسا ہے تو کیوں؟

(ز) کیا یہ درست ہے کہ لاہور کے 28 سول جج صاحبان نے اپنی عرضداشت مورخہ 5 مارچ 1985ء کے ذریعے معرفت عدالت عالیہ لاہور قواعد کی خلاف ورزی کی جانب گورنر پنجاب کی توجہ مبذول کرائی تھی اور دیگر اضلاع سے بھی اس نوع کی عرضداشت ارسال کی گئی تھیں اگر ایسا ہے تو ان عرضداشتوں پر کیا کارروائی ہوئی اور آیا فیصلے سے متعلقہ درخواست گزاران کو

مطلع کیا گیا۔

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ موجودہ پالیسی کے تحت 50 ' 50 کوٹہ کی بنیاد پر بھرتی ہوتی ہے۔ یہ پالیسی لاہور ہائیکورٹ کی تجویز پر روبہ عمل ہے۔

(د) درست ہے ' چونکہ قواعد کے مطابق صرف دس سال تک وکیل رہنے والے حضرات ہی براہ راست تقرری کے اہل ہوتے ہیں۔ لہٰذا سول جج صاحبان کو مقابلے کا حق قانوناً" نہیں دیا جا سکتا۔

(ہ) ہر شعبہ میں الگ الگ قواعد ہیں۔ لازمی طور پر ایک جیسا اطلاق سب پر نہیں ہو رہا۔

(و) درست نہ ہے۔ متذکرہ آسامی کو پبلک سروس کمیشن کے دائرہ اختیار سے نکال لیا گیا ہے۔

(ز) متذکرہ درخواستیں قواعد کی بنیاد پر داخل دفتر کر دی گئیں۔ البتہ درخواست گزاران کو فیصلہ سے مطلع کرنا مفاد میں ضروری نہ سمجھا گیا۔

سول جج کے عہدہ پر تقرری کے کوائف

276- **حاجی سردار خان**: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سول جج کے عہدہ پر تعیناتی کے لئے کم از کم تعلیمی قابلیت قانون میں ڈگری یا بیرسٹری ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ دیگر کسی مرکزی صوبائی مقابلے کے امتحان کے لئے کم از کم قابلیت صرف گریجوایشن ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ بی اے یا بی ایس سی میں 33 فیصد نمبر حاصل کر کے کامیاب ہوا جا سکتا ہے جب کہ قانون کی ڈگری میں کم از کم 45 فیصد نمبر دو مرتبہ یعنی ایف ای ایل اور ایل ایل بی میں حاصل کرنا پڑتے ہیں۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے سی ایس ایس کے امتحان کے پاس مارکس فی پرچہ 30 فیصد اور کل نمبروں کا 40 فیصد ہیں جب کہ سول جج کے امتحان کے لئے فی پرچہ پاس مارکس 33 فیصد اور کل

نمبروں کا 50 فیصد ہیں۔

(ہ) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ درست ہے کہ پاکستان بھر میں مقابلے کا سب سے سخت معیار سول ججوں کے امتحان کا ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ " بی اے یا بی ایس سی " کا امتحان پاس کرنے کے لئے ہر مضمون میں علیحدہ علیحدہ 33 فیصد نمبر حاصل کرنا ہوتے ہیں۔ تاہم قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے پاس مارکس (ایف ای ایل اور ایل ایل بی میں) ہر مضون میں علیحدہ علیحدہ 40 فیصد اور اجتماعی طور پر aggregate 45 % حاصل کرنا ہوتے ہیں۔

(د) یہ درست نہ ہے کہ " سی ایس ایس " کے امتحان کے لئے پاس مارکس فی پرچہ 30 فیصد اور کل نمبروں کا 40 فیصد ہیں۔ اس سال اس امتحان کے لئے ہر مضمون کے لئے پاس مارکس 33 فیصد ہیں۔ اس کے علاوہ مجموعی طور پر کل نمبروں کا 45 فیصد aggregate حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ سول ججوں کے امتحان کے لئے فی پرچہ پاس مارکس 33 فیصد اور کل نمبروں کا 50 فیصد ہیں۔

(ہ) یہ کہنا درست نہ ہے کہ سول ججوں کے لئے مقابلے کے امتحان کا معیار سب سے سخت ہے۔ اصل صورت میں اس طرح ہے کہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کے زیر اہتمام دوسرے مقابلہ کے امتحانات برائے سیکشن آفیسرز ، ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز وغیرہ کے لئے بھی معیار یہی ہے۔ البتہ " سی ایس ایس " کے امتحان میں کل نمبروں کا فیصد صوبائی امتحان مقابلہ کی نسبت 5 فیصد کم ہے جب کہ پاس مارکس فی پرچہ اس امتحان میں 33 فیصد ہی ہے۔

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کے عہدہ پر تعیناتی

277- **حاجی سردار خان**: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کی آسامیوں پر تقرری حکومت پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر SGA -29 - D -NO . CI -14 -2 / 76 مورخہ 28 ستمبر

1977ء کے تحت ہو رہی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ بالا نوٹیفکیشن کے تحت آسامیوں پر براہ راست تقرری زیادہ سے زیادہ ایک تہائی خالی نشستوں کی حد تک ہو سکتی ہے جب کہ کم از کم دو تہائی نشستیں جج حضرات سے بذریعہ ترقی پر کی جانا مطلوب ہیں۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ درست ہے کہ ان آسامیوں پر حکومت براہ راست تقرری ایک تہائی کوٹہ سے بڑھ کر نصف خالی نشستوں تک کر رہی ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ براہ راست تقرری کئے گئے سول جج صاحبان کو مقابلے کا حق نہیں دیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ۔

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کے دیگر شعبوں میں جہاں کہیں بھی اعلے عہدوں کے لئے براہ راست تقرری کی گنجائش رکھی گئی ہے وہاں ماتحت عہدے داروں کو بھی بشرط اہلیت کے مقابلے کا حق دیا گیا ہے۔

(و) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ قواعد کے تحت ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کی براہ راست آسامیوں کے لئے پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ امتحان مقصود ہے لیکن اس کی کبھی پابندی نہیں کی گئی اگر ایسا ہے تو کیوں۔

(ز) کیا یہ درست ہے کہ لاہور کے 28 سول جج صاحبان نے اپنی عرضداشت مورخہ 5 مارچ 1985ء کے ذریعے معرفت عدالت عالیہ لاہور قواعد کی خلاف ورزی کی جانب گورنر پنجاب کی توجہ مبذول کرائی تھی اور دیگر اضلاع سے بھی اس نوع کی عرضداشت ارسال کی گئی تھیں اگر ایسا ہے تو ان عرضداشتوں پر کیا کارروائی ہوئی اور آیا فیصلے سے متعلقہ درخواست گزاران کو مطلع کیا گیا؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ موجودہ پالیسی کے تحت 50 1.50 کوٹہ کی بنیاد پر بھرتی ہوتی ہے۔ یہ پالیسی

لاہور ہائیکورٹ کی تجویز پر روبہ عمل ہے۔

(د) درست ہے، چونکہ قواعد کے مطابق صرف دس 10 سال تک وکیل رہنے والے حضرات ہی براہ راست تقرری کے اہل ہوتے ہیں۔ لہٰذا سول جج صاحبان کو مقابلے کا حق قانوناً" نہیں دیا جا سکتا۔

(ہ) ہر شعبہ میں الگ الگ قواعد ہیں۔ لازمی طور پر ایک جیسا اطلاق سب پر نہیں ہو رہا۔

(و) درست نہ ہے متذکرہ آسامی کو پبلک سروس کمیشن کے دائرہ اختیار سے نکال لیا گیا ہے۔

(ز) متذکرہ درخواستیں قواعد کی بنیاد پر داخل دفتر کر دی گئیں۔ البتہ درخواست گزاران کو فیصلہ سے مطلع کرنا مفاد میں ضروری نہ سمجھا گیا۔

سول جج کے عہدہ پر تقرری

295- **مسز ساجدہ بیگم**: کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سول جج کے عہدہ پر تعیناتی کے لئے کم از کم تعلیمی قابلیت قانون میں ڈگری یا بیرسٹری ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ دیگر کسی مرکزی یا صوبائی مقابلے کے امتحان کے لئے کم از کم قابلیت صرف گریجوایشن ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ بی اے یا بی ایس سی میں 33 فیصد نمبر حاصل کر کے کامیاب ہوا جا سکتا ہے جب کہ قانون کی ڈگری میں کم از کم 45 فیصد نمبر دو مرتبہ یعنی ایف ای ایل اور ایل ایل بی میں حاصل کرنے پڑتے ہیں۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ سی ایس ایس کے امتحان کے لئے پاس مارکس فی پرچہ 30 فیصد اور کل نمبروں کا 40 فیصد ہیں جب کہ سول جج کے امتحان کے لئے فی پرچہ پاس مارکس 33 فیصد اور کل نمبروں کا 50 فیصد ہیں۔

(ہ) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا پاکستان بھر میں مقابلے کا سب سے سخت معیار سول ججوں کے امتحان کا ہے؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ " بی اے یا بی ایس سی " کا امتحان پاس کرنے کے لئے ہر مضمون میں علیحدہ علیحدہ 33 فیصد نمبر حاصل کرنا ہوتے ہیں۔ تاہم قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے پاس مارکس (ایف ای ایل اور ایل ایل بی میں) ہر مضمون علیحدہ علیحدہ 40 فیصد اور اجتماعی طور پر aggregate 45 % حاصل کرنا ہوتے ہیں۔

(د) یہ درست نہ ہے کہ " سی ایس ایس " کے امتحان کے لئے پاس مارکس فی پرچہ 30 فیصد اور کل نمبروں کا 40 فیصد ہے۔ اس سال اس امتحان کے لئے ہر مضمون کے لئے پاس مارکس 33 فیصد ہے۔ اس کے علاوہ مجموعی طور پر کل نمبروں کا 45 فیصد aggregate حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ البتہ یہ درست ہے کہ سول جج کے امتحان کے لئے فی پرچہ پاس مارکس 33 فیصد اور کل نمبروں کا 50 فیصد ہیں۔

(ہ) یہ کہنا درست نہ ہے کہ سول ججوں کے لئے مقابلے کا امتحان کا معیار سب سے سخت ہے۔ اصل صورت حال اس طرح ہے کہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کے زیر اہتمام دوسرے مقابلہ کے امتحانات برائے سیکشن آفیسرز، ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز وغیرہ کے لئے بھی معیار یہی ہے۔ البتہ " سی ایس ایس کے امتحان میں کل نمبروں کا فیصد صوبائی امتحان مقابلہ کی نسبت 5 فیصد کم ہے۔ جب کہ پاس مارکس فی پرچہ اس امتحان میں 33 فیصد ہی ہے۔

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کے عہدہ پر تقرری

296- مسز ساجدہ بیگم: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کی آسامیوں پر تقرری حکومت پنجاب کے نوٹیفیکیشن نمبر SGA -29 - D -NO .CI -14 -2 / 76 مورخہ 28 ستمبر 1977ء کے تحت ہو رہی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ بالا نوٹیفیکیشن کے تحت ان آسامیوں پر براہ راست تقرری زیادہ سے زیادہ ایک تہائی خالی نشستوں کی حد تک ہو سکتی ہے جب کہ کم از کم دو تہائی نشستیں سول جج حضرات میں سے بذریعہ ترقی پر کی جانا مطلوب ہیں۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ درست ہے کہ ان آسامیوں پر حکومت

براہ راست تقرری ایک تہائی کوٹہ سے بڑھ کر نصف خالی نشستوں تک کر رہی ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ براہ راست تقرری کے لئے سول جج صاحبان کو مقابلے کا حق نہیں دیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کی وجہ۔

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب کے دیگر شعبوں میں جہاں کہیں بھی اعلیٰ عہدوں کے لئے براہ راست تقرری کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ وہاں ماتحت عہدوں داروں کو بھی بشرط اہلیت مقابلے کا حق دیا گیا ہے۔

(و) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ قواعد کے تحت ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج کی براہ راست آسامیوں کے لئے پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ امتحان مقصود ہے لیکن اس کی بھی پابندی نہیں کی گئی اگر ایسا ہے تو کیوں۔

(ز) کیا یہ درست ہے کہ لاہور کے 28 سول جج صاحبان نے اپنی عرضداشت مورخہ 5 مارچ 1985ء کے ذریعے معرفت عدالت عالیہ لاہور قواعد کی خلاف ورزی کی جانب گورنر جناب کی توجہ مبذول کرائی تھی اور دیگر اضلاع سے بھی اس نوع کی عرضداشت ارسال کی گئی تھیں اگر ایسا ہے تو ان عرضداشتوں پر کیا کارروائی ہوئی اور آیا فیصلے سے متعلقہ درخواست گزاران کو مطلع کیا گیا؟

وزیر جنگلات و سیاحت (سردار عارف رشید)

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ موجودہ پالیسی کے تحت 50 ' 50 کوٹہ کی بنیاد پر بھرتی ہوتی ہے۔ یہ پالیسی لاہور ہائیکورٹ کی تجویز پر روبہ عمل ہے۔

(د) درست ہے ' چونکہ قواعد کے مطابق صرف دس 10 سال تک وکیل رہنے والے حضرات ہی براہ راست تقرری کے اہل ہوتے ہیں۔ لہٰذا سول جج صاحبان کو مقابلے کا حق قانوناً نہیں دیا جا سکتا۔

(ہ) ہر شعبہ میں الگ الگ قواعد ہیں۔ لازمی طور پر ایک جیسا اطلاق سب پر نہیں ہو رہا۔

(و) درست نہ ہے۔ متذکرہ آسامی کو پبلک سروس کمیشن کے دائرہ اختیار سے نکال لیا گیا ہے۔
(ذ) متذکرہ درخواستیں قواعد کی بنیاد پر داخل دفتر کر دی گئی گئیں۔ البتہ درخواست گزاران کو فیصلہ سے مطلع کرنا مفاد میں ضروری نہ سمجھا گیا۔

مسئلہ استحقاق

پنجاب کے مالی حقوق کے تحفظ میں حکومت کی ناکامی

جناب سپیکر: اب ہم تحریک استحقاق کو Take up کرتے ہیں۔ یہ تحریک استحقاق نمبر35 سے نمبر40 تک ہے۔ اس میں باقی محرک حضرات Move کر چکے ہیں اور وہ اپنی Short statement دے چکے ہیں۔ سید طاہر احمد شاہ صاحب اس پر Short statement دینا چاہتے ہیں۔ شاہ صاحب ارشاد فرمائیے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے قبل یہ جاننا چاہوں گا کہ پرسوں کی غیر حاضری کی جو میں نے درخواست دی تھی وہ ایوان میں میرے خیال میں پیش نہیں کی گئی کیونکہ پیش کرتے وقت میاں اسحاق صاحب نے ایک نکتہ اعتراض اٹھایا تھا جسے آپ نے In Order قرار دیا۔ اگر وہ رہ گئی ہے تو میں درخواست کروں گا کہ وہ برائے منظوری پیش کی جائے۔ اگر منظور ہو گئی ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: اگر آپ کی درخواست یہاں آئی ہے تو یقیناً وہ پیش ہو گئی ہوگی اور اس کی منظوری بھی ہو چکی ہو گی۔

سید طاہر احمد شاہ: جو میں سن رہا تھا کہ میاں اسحاق صاحب نے ایک نکتہ اعتراض اٹھا دیا تھا ......

جناب سپیکر: چھٹی کی درخواست تھی؟

سید طاہر احمد شاہ: جی چھٹی کی درخواست تھی۔

جناب سپیکر: وہ پڑھی گئی ہے۔ اور منظوری بھی ہو چکی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں اپنی تحریک کو پہلے پیش کروں یا چونکہ میرے دیگر فاضل

اراکین نے پیش کر لی ہے اس پر میں اپنی statement کا آغاز کر دوں ؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب! ارشاد فرمائیے۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ باقی محرک اسے پیش کر چکے ہیں اور اس پر اپنی Short statement دے چکے ہیں۔ صرف آپ بقایا ہیں جنہوں نے Short statement دینی ہے۔ تو آپ اپنی Short statement دیجئے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کے حزب اقتدار پر بیٹھنے والے جملہ اراکین کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ازراہ کرم اس آئینی اور پنجاب کے مالی مفادات سے تعلق رکھنے والے مسئلہ اور تحریک کے سلسلے میں جو ہمارے ساتھی دلائل پیش کر چکے ہیں یا میں اپنے دلائل پیش کروں گا وہ ازراہ کرم غور سے سنیں چونکہ اس میں ہمارا ذاتی فائدہ نہیں ہے ہمارے صوبے کا فائدہ ہے۔ ہمارے صوبے کی حکومت کا فائدہ ہے اور اس سے بالواسطہ طور پر ہمارے صوبے کے عوام کے مالی مفادات کا تعلق ہے۔ جناب سپیکر! یہ جو وفاق اور اس کی وفاقی اکائیوں کے درمیان Divisible Taxes کی تشریح آئین کے آرٹیکل نمبر 160 میں کی گئی ہے' چونکہ آئین کے آرٹیکل 160 کے مندرجات سیاق و سباق اور اس کے الفاظ کے پس منظر میں جو محرکات یا نظریہ یا اس کی تشریح ہے ہمیں ان کے الفاظ کی بجائے اس کے اصل مقصد اور تشریح پر غور کرنا چاہئے۔ یہ جو مرکزی حکومت اور صوبوں کے درمیان Divisible Taxes کا سلسلہ ہے یہ صرف 1973ء کے آئین پاکستان میں نہیں دیا گیا بلکہ اس کا ذکر اور اس پر عملدرآمد گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1919ء میں بھی اسی طریقے سے

The Distribution of Tax proceeds between Central Government and the Provinces

میں فنانشل ایوارڈ کی صورت میں دینے کے بعد اور اس پر عملدرآمد کیا جاتا رہا ہے۔ اسی طریقے سے 1935ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں بھی اسی قسم کے فنانشل ایوارڈ کے بارے میں سیکشن 136 آف پارٹ 7 جو کہ The West Pakistan Constitutional Manual Vol I of 1956. کی اس کتابچہ میں درج ہے جو مجھے صوبائی اسمبلی کی لائبریری میں سے دی گئی ہے۔ اس میں بھی Similar قسم کے فنانشل ایوارڈ کا ذکر ہے اور ماضی میں اس پر عملدرآمد ہوتا رہا ہے۔ اور 1947ء میں Independent Act اور پاکستان کے آزاد ہو جانے کے بعد بھی گورنر جنرل آف پاکستان نے اپنے حکم برائے Distribution of Revenue Order 1953. جو کہ گورنر جنرل آرڈر کا نمبر 23 مورخہ 12

دسمبر 1953ء ہے۔ اس میں جو اس کے متعلقہ دفعات ہیں وہ میں ایوان میں پیش کرنا چاہوں گا
Whereas ....

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اگر آپ مناسب سمجھیں تو اپنی تقریر کی رفتار تھوڑی سی بڑھا دیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جی؟

جناب سپیکر: آپ کا جو طرز خطاب ہے اس میں تھوڑی سی تبدیلی کرتے ہوئے تقریر کی رفتار تھوڑی سی تیز کر دیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا۔ میں نے آج ارادہ کیا تھا کہ میں پورے تحمل اور آرام کے ساتھ تقریر کروں گا کیونکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: بولئے آپ تحمل سے، لیکن تھوڑا اس کو جلدی کر لیجئے۔ شاہ صاحب آپ اپنی بات کیجئے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! اگر یہ کوئی عام قسم کی تحریک استحقاق ہوتی تو میں شاید اس پر زور بھی نہ دیتا اور میں اس کو مختصر ترین الفاظ میں اپنا مقصد بیان کرتا مگر چونکہ یہ ایک آئینی مسئلہ ہے اور میری سمجھ کے مطابق آئین کے آرٹیکل کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ اس لئے اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے میں مختلف حوالہ جات ایوان میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ مناسب نہیں سمجھتے ہیں تو میں یہ نوٹ کرا دیتا ہوں صفحہ نمبر114 جو کہ آرڈرز آف دی گورنر جنرل 1951 تا 1956ء میں گورنر جنرل آرڈر نمبر23 جو کہ 21 دسمبر1953ء کو جاری کیا گیا تھا' اس کو میں اس لئے یہاں پر نہیں پڑھتا ہوں کیونکہ اگر آپ اس پر یہ فیصلہ کریں گے یا اس پر آپ بعد میں رولنگ دینا چاہیں گے یا اس کے لئے آپ کوئی سپیشل کمیٹی بنانا چاہیں گے۔ ممکن ہے' یہ ضروری نہیں ہے تو اس وقت اس کے مندرجات کو اس میں یا اگر آپ اپنے چیمبر میں متعلقہ وزراء یا محرکین استحقاق کے دلائل سنیں گے تو ہم اس کی جو متعلقہ شقیں ہیں جو اس کے مقاصد وہاں پیش کر دیں گے۔ اس لئے اب میں صرف اس کا حوالہ دیتا ہوں کہ یہ بھی Distrihution of Revenue Order, 1956. کے متعلق ہے۔ اس کو میں چھوڑ کر آگے چلتا ہوں۔

وزیر قانون: یہ منسوخ ہو چکا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: اس کا بھی میں بتاتا ہوں' تنسیخ پر بھی میں آتا ہوں۔ اس کے بعد جناب سپیکر! صفحہ نمبر233 ہے جو کہ

All Pakistan Legal Decisions,Central Statutes (West Pakistan & East Pakistan) statutes vol:17 of 1965

پر مشتمل کتاب میں اس کا ذکر ہے....

وزیر قانون: یہ جناب Short statement ہے؟ Is it a Short Statement

جناب سپیکر: شاہ صاحب دے تو Short statement رہے ہیں۔ یہ ان کو خیال رکھنا چاہئے۔ شاہ صاحب فرمایئے ذرا اس میں تھوڑا تیز تیز ہو جائیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر' میں حوالے دینے کے بعد بالکل اپنی Short staement پر آ جاؤں گا۔ اس میں

Presidential order No.3 of 1965 regarding Distribution of Revenues Order,1965.

اس سے بھی رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے کہ کیا کچھ ہوا ہے۔ اس کے بعد جناب والا! 1974ء میں ایک ایسا آرڈر جاری کیا گیا جس کا نمبر SRO 158 (1)/74 ہے۔ چونکہ آگے چل کر میں بتاؤں گا کہ آرٹیکل 160 کے تحت جو نیشنل فنانس کمشن تشکیل دیا گیا تھا اور اس کی تشکیل کے متعلق جو آخری صدارتی حکم اس وقت نافذ العمل ہے۔ اس میں ان تمام سفارشات کا اس کے ساتھ ایک تعلق ہے اس لئے میں ان کے حوالہ جات اس ایوان کے ریکارڈ پر لا رہا ہوں یہ چٹھی SRO. 158 (1) / 74 کہتی ہے کہ

In pursuance of Clause I of article 160 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan,the President is pleased to constitute the National Finance Commission consisting of the following members namely:-

اس میں مجھے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اس کا حوالہ دے دیا ہے۔ 1974ء میں نیشنل فنانس کمشن بنایا گیا تھا اور اس کے بعد متذکرہ بالا چٹھی کے تحت تشکیل کردہ نیشنل فنانس کمشن کی روشنی میں ماضی میں اس وقت کے صدر پاکستان نے صدارتی حکم نمبر2 بابت 1975ء جاری کیا....

سید حسنات احمد شاہ: جناب والا! شاہ صاحب جو حوالے اس سلسلہ میں دے رہے ہیں اس کا بہترین طریقہ تو یہ تھا کہ اس کی باقاعدہ نقلیں کرا کر یہاں پہلے تقسیم کر دی جاتیں۔ ہمیں تو کچھ سمجھ

نہیں آئے گی یہ حوالہ وہاں سے پڑھ رہے ہیں اور کتابیں ہمارے پاس نہیں ہیں۔ جب تک ہمارے پاس کتابیں نہ ہوں اس وقت تک بات سمجھنی مشکل ہو جائے گی۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ...

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا جو بھی کل تحاریک آئی ہیں' اس میں ان تحاریک کے پیش نظر ہمیں ماضی میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارا اگر کوئی سوال پیدا ہوتا ہے تو سال 1975ء کے ایوارڈ کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ جبکہ 1975ء کا ایوارڈ آ چکا تھا اور اس 1975ء کے ایوارڈ کے متعلق اس کے مطابق کام ہوتا رہا ہے سال 1980ء میں ایوارڈ آنا تھا۔ تو یہ ایوارڈ 1980ء میں نہ آنے کی وجہ سے وہ ایوارڈ کسی وجہ سے لیٹ ہوا تو میں اپنے فاضل بھائی سے یہ گزارش کروں گا کہ بجائے اس کے کہ ہم 1935ء کی طرف جائیں ....

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے' میں شاہ صاحب سے کہوں گا کہ ....

میاں محمد افضل حیات: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! شاہ صاحب کا یہ سب کچھ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ آج تک جتنے بھی سربراہان مملکت پاکستان میں آئے ہیں' ان کے وقت یہ ایوارڈ دیا جاتا رہا ہے' صرف یہ پہلا موقع ہے کہ دس سال کے اندر صدر مملکت نے اس مسئلہ میں کوتاہی کی ہے اور ایوارڈ نہیں دیا اور آئین کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: اس میں کوئی شک و شبہ کی بات نہیں ہے۔ آپ کو پچھلے reference دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ 1975ء سے شروع کیجئے۔ اس کے بعد کی صورت حال بتایئے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب یہ حسن اتفاق ہے کہ میرے محترم وزیر خزانہ نے جب نکتہ اعتراض اٹھایا اس وقت میں اس صدارتی حکم کا ذکر کر رہا تھا جو کہ آئین کی آرٹیکل 160 کے ذمہ داریوں اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے سلسلہ میں جاری کیا گیا ہے اور وہ آج تک بھی نافذالعمل ہے۔ یہاں سے اپنی تحریک استحقاق کی admissibility کے مسئلہ پر میرا موقف شروع ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب آپ کو بات کرتے ہوئے بیس منٹ ہو گئے ہیں۔ 11 بجے آپ نے Short statement شروع کی ہے اور ابھی آپ فرما رہے ہیں کہ آپ کی Short statement شروع ہو رہی ہے ....

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں اصل موضوع کی طرف اب آیا ہوں آپ میری بات سن لیں

جناب سپیکر: شاہ صاحب دو منٹ میں اپنی بات ختم کیجئے .....

SYED TAHIR AHMAD SHAH: Sir it is not possible for me to ....

MR.SPEAKER: It is possible.I know sir,........... within two minutes.

SYED TAHIR AHMAD SHAH: It is a constitutional matter.

میں جناب اپنی بات جلدی پیش کرتا ہوں آپ میری گزارشات سن لیں کیونکہ یہ میری ذاتی Breach of Privilege نہیں ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب آپ دو تین منٹ میں اپنی بات ختم کیجئے .....

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں اپنی بات کو جلدی ختم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! یہ جو صدارتی حکم نمبر2 ہے، اس میں جو تشریح کی گئی ہے، اس کے سیکشن 1 (1)، Section 1 Sub Section 2 (a)

(a)"not proceeds"means,in relation to any tax or duty,the proceeds there of reduced by the cost of collection,as ascertained and certified by the Auditor General;and

(b)"taxes on income"includes corporation tax but does not include taxes on income consisting of remuneration paid out of the Fedral Consolidated Fund.

3.Distribution of revenues:-The Provincial Governments shall be assigned in each financial year a share equal to eighty percent of the net proceeds,the following taxes and duties levied and collected by the Fedral Government in that year,namely:-

(a) Taxes on income.
(b) Taxes on sales and purchases.
(c) Export duties on cotton.

4.Allocation of shares to the Provincial Government:-
The sum assigned to the Provincial Governemnts under Article 3 shall be distributed amongst the Provinces on the basis of their respective population in the percentage specified against each:-

The Punjab 60.25%
Sind 22.50%
The North West Frontier Province 13.30%
Baluchistan 3.86%
Total 100.00%

اس میں پنجاب کا حصہ 60.25 فیصد ہے' سندھ کا حصہ 22.50 فیصد ہے اور صوبہ سرحد کا 13.39 فیصد ہے اور بلوچستان کا 3.86 ہے۔ اب اس کے بعد چونکہ ......

مخدوم الطاف احمد: پوائنٹ آف آرڈر!جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ جو تحریک استحقاق پیش کی گئی ہے جو اس کا نفس مضمون ہے' شاہ صاحب اس سے ہٹ کر بات کر رہے ہیں اور غیر ضروری تفصیلات بیان کر رہے ہیں جن کا ہمیں پہلے سے علم ہے۔ میں ان کو آپ کی وساطت سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ اپنے آپ کو صرف اس حد تک محدود رکھیں جہاں ان کا استحقاق مجروح ہوا ہے' تاکہ ہمارا وقت بھی تھوڑا سا بچ جائے۔

جناب سپیکر: میں مخدوم صاحب! اس بات پر آپ سے اتفاق کرتا ہوں' شاہ صاحب میں آپ کو پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ آپ اپنے آپ کو Confine کیجئے۔ یہ آپ کس جھگڑے میں پڑ گئے ہیں

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں جس صدارتی آرڈر کا ذکر کر رہا ہوں ـــ

جناب سپیکر: نہیں اس کو آپ چھوڑ دیں ......

سید طاہر احمد شاہ: اس کے الفاظ میں پڑھ رہا ہوں ......

جناب سپیکر: نہیں اس کو آپ بالکل چھوڑ دیجئے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب آپ سن تو لیجئے۔

جناب سپیکر: اس کو آپ اب چھوڑ دیجئے یہ آپ یوں ہی وقت ضائع کر رہے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں وقت ضائع نہیں کر رہا' قوم کے مفادات کی بات کر رہا ہوں' صوبہ پنجاب کے مفادات کی بات کر رہا ہوں ......

جناب سپیکر: نہیں شاہ صاحب! آپ غیر ضروری باتیں کر رہے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! یہ غیر متعلقہ اور غیر ضروری باتیں کیسے ہیں ؟

جناب سپیکر: اب آپ نے 25 منٹ ضائع کر لئے ہیں اور اب آپ جھگڑا کریں گے کہ میری بات نہیں سنی گئی۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں بالکل جھگڑا نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر: اور آپ نے 25 منٹ بلا وجہ ضائع کر لئے ہیں اور یہ بالکل ٹائم کا ضیاع ہے جو کچھ آپ کر رہے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! آپ میری بات تو سن لیں پوائنٹ آف آرڈر کے جواب میں مجھے وضاحت تو کرنے کی اجازت دیجئے۔ جناب والا آپ یہ پڑھیں کہ

Now,therefore,in pursuance of clause (4) of article 160 of the constitution,the President is please to make the following order:-

یہ تو صدر پاکستان نے آرٹیکل 160 کے تحت جو آرڈر جاری کیا ہے' میں نے اس کا حوالہ دیا ہے اور یہی میری تحریک استحقاق کی بنیاد ہے۔

MR.SPEAKER: It is not relevant even.

مخدوم الطاف احمد: جناب والا! انہوں نے حکومت پنجاب پر الزام لگایا ہے کہ حکومت صوبے کے حقوق کا تحفظ کرنے کے لئے ناکام رہی ہے اور اس لحاظ سے ان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے۔

مخدوم الطاف احمد: میری ان سے بار بار یہی درخواست ہے کہ یہ اپنی بات کو اسی نکتے پر ہی مرکوز رکھیں۔

جناب سپیکر: مخدوم صاحب آپ کی ایک دفعہ کی بات کو میں جائز قرار دے چکا ہوں' میں شاہ صاحب سے یہ کہوں گا کہ وہ اپنے آپ کو Confine کریں اور اپنی اصل بات کی طرف اور میں اب ان کو زیادہ سے زیادہ دو منٹ دیتا ہوں' جس میں وہ اپنی بات کو ختم کریں۔ شاہ صاحب میں ٹائم دیکھ کر گھنٹی دے دوں گا۔

سید طاہر احمد شاہ: پیرا نمبر 6 میں'

Presidential order No:II

6. Repeal:- Article 7 of the Distribution of Revenues Order,1953 (GGO NO:23 of 1953)
Paragraphs (e) and (f) of clause (1) of article 2 of the distribution of Revenues and Consolidation and Repayment of Loans Order,1962 (P.O NO:23 of 1962) and the Distribution of Revenues Order,1971(P.O NO.10 of 1971) are hereby repealed

کیا گیا اس وقت تک وہ نافذ العمل ہے اور اس میں جو Divisible Taxes ہیں' جو وفاقی حکومت سے Net income میں سے ہمیں ملنے تھے وہ 62.25 فیصد ہیں اور اگر 62.25 فیصد ہمارے صوبے کو مرکزی محاصل کے Net Proceeds سے جو قابل تقسیم صوبائی اور مرکزی حکومت کے درمیان محاصل ہیں اگر 62.25 فیصد کے حساب سے ہمیں مرکزی حکومت سے یہ فنڈز ملتے تو جناب سپیکر ہمیں پنجاب میں' پنجاب گورنمنٹ کو خسارے کا بجٹ پیش نہ کرنا پڑتا۔ جناب سپیکر! چونکہ اس کے مطابق' یہ ایک حکم ہے' ایک قانون ہے اور اس پر عمل درآمد نہ ہونے سے آرٹیکل 160 ....

جناب والا! فرض کیجئے کہ جس طرح 1978ء میں بھی ایک قومی مالیاتی کمشن قائم کیا گیا تھا پانچ سال کے عرصہ میں اس نے کسی قسم کا کوئی ایوارڈ یا سفارشات پیش نہیں کی ہیں اب 1984ء' 1985ء میں بھی ایک نیا قومی مالیاتی کمشن قائم کیا گیا ہے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ کل بھی اس پر دلائل ہوئے ہیں اور وہ یہ کہیں گے کہ قومی مالیاتی کمشن کی رپورٹ پیش کرنے کیلئے آرٹیکل 160 میں کہیں بھی وقت کا تعین نہیں کیا گیا۔ جناب والا! بجٹ تو مرکزی حکومت کو اور صوبائی حکومتوں کو ہر سال اپنے ایوانوں میں پیش کرنے پڑتے ہیں اور موجودہ قومی مالیاتی کمشن جس میں ہمارے وزیر خزانہ بلحاظ عہدہ اس کے رکن ہیں اور اگر یہ 1990ء تک بھی اپنی سفارشات مرتب کر کے صدر صاحب کو پیش نہیں کرتا تو اس پر عملدرآمد نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! چونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آئین میں دی گئی صوبائی خود مختاری تو ایک طرف جو مالی خودمختاری ہے' اس میں بھی مرکزی حکومت نے جابرانہ طور پر قبضہ کر رکھا ہے اور صوبوں کے حقوق کو پامال کیا ہے۔ اور ہمارے حصے کے جو ٹیکس ہیں' محاصل ہیں وہ ہمیں نہیں مل رہے' ہماری صوبائی حکومت اس میں ناکام ہو چکی ہے اور اس ناکامی کی وجہ سے ہمارے صوبے کے عوام کے تعمیری پراجیکٹ متاثر ہو رہے ہیں۔ اب چونکہ آپ نے مجھ پر وقت کی قدغن لگا دی ہے آئین میں دیئے گئے جو حلف' صدر پاکستان' وزیر اعظم پاکستان' وزیراعلیٰ پنجاب' صوبائی وزیر' رکن صوبائی اسمبلی' رکن قومی اسمبلی' اس میں ایک ہی بات ہے اس کیلئے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں پڑھ دوں۔ اس میں یہی لکھا ہوا ہے کہ ہم آئین کی پاسداری کریں گے۔ اس کا تحفظ کریں گے' پاکستان کی فلاح و بہبود کیلئے ہم کام کریں گے۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں انہیں پڑھ کر سناتا ہوں اور پھر میں اس کی تشریح وزیر خزانہ سے یا وزیر قانون سے کراؤں گا اور میں جواب چاہوں گا' آخر ہم کس لئے یہاں آئے ہیں۔

جناب سپیکر! ہمیں عوام نے اپنا نمائندہ مقرر کر کے اس مقتدر ایوان میں' جو کہ صوبہ کے عوام کی سب سے بڑی اور ان کی تقدیر کا فیصلہ کرنے والی عدالت ہے۔ ہم یہاں پر ان کی وکالت کرنے کیلئے آئے ہیں۔ اگر صوبائی حکومت' میں یہ عرض کروں گا کہ صوبائی حکومت سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے' ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ مرکزی حکومت سے جو ہمارے حصے کے محاصل ہیں' عوام کی فلاح و بہبود کیلئے اس صوبے کی بہتری کیلئے ہیں وہ ہمیں ملنے چاہئیں۔ جناب والا! اس طریقے سے پہلے تو دو صوبے خسارے میں جا رہے تھے اب ہمیں آئین کے اس آرٹیکل کی رو کے تحت جو محاصل ملنے تھے وہ نہ ملنے کی وجہ سے باقی دو صوبوں کے بجٹ بھی خسارے میں چلے گئے ہیں۔ اب جناب والا! اگر Revenue Receipts جو ہیں جو ہمارے Estimates of Receipts ہیں میں دکھاتا ہوں کہ اس میں کیا کیا گیا ہے۔ یہ ذرا غور فرمائیے سب احباب کو یہ ملے ہوں گے کہ یہ کسٹمز کی مد ہے۔ جناب سپیکر! 88 -1987ء میں یہ بالکل خالی ہے۔ میں وزیر خزانہ سے اس کی وضاحت چاہوں گا کیونکہ آپ نے گھنٹی بجا دی ہے میں یہاں جھگڑا کرنے کیلئے نہیں آیا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایوان سنجیدگی کے ساتھ غور کرے۔ ہم عوام کے وکیل ہیں اور یہ ایوان ہمارے صوبے کی عدالت عالیہ ہے ...

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر سر۔ جناب والا! میں شاہ صاحب کی معلومات کے لئے ان کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ جب تک مرکزی حکومت سے تحریری طور پر کسی grant یا محاصل کو صوبے میں دیئے جانے کی اطلاع نہ ملے وہ اس وقت تک بجٹ میں شامل نہیں کی جاتی۔ اصل مسئلہ تو ان کا یہ ہے کہ مرکزی نہیں دے رہا۔

جناب سپیکر: جی اس کی کیا ضرورت تھی رانا صاحب ...

سید طاہر احمد شاہ: میں ان کا جواب دینے کی ضرورت محسوس ہی نہیں کرتا ...

جناب سپیکر: نہیں آپ کو دینا بھی نہیں چاہئے ... آپ اپنی بات ختم کر چکے ہیں شاہ صاحب ...

سید طاہر احمد شاہ: جناب ابھی تو بات کر رہا ہوں ...

جناب سپیکر: آپ اپنی بات ختم کر چکے ہیں ...

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! یہ کسٹم جو ہے اس کے صفحہ نمبر ا پر Estimates of Receipts میں دیکھئے کہ اس میں ہمیں کوئی Share نہیں دیا گیا ...

جناب سپیکر: یہ بات ہو گئی ہے....

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! یہ کارپوریشن ٹیکس جو ہے یہ Divisihle Tax ہے اس میں سے ہمیں حصہ ملنا ہے....

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اس کی تفصیل نہ پڑھئے۔ اس کی تفصیل میں مت جائیے...

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! پھر میں کیا عرض کروں....

جناب سپیکر: آپ اس پر کافی کہہ چکے ہیں۔ آپ نے کافی اس پر بات کر لی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لئے ہی نہیں' حکومت پنجاب کے لئے اور اس معزز ایوان کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے کہ ہمارے جو مالی حقوق ہیں ان پر مرکزی حکومت جبراً قبضہ کئے ہوئے ہے اور ہماری حکومت اور ہمارا یہ معزز ایوان اپنے جائز مالی حقوق جو ہیں وہ مرکز سے حاصل کرنے میں اس وقت تک ناکام رہا ہے جس سے کہ ہمارے ترقیاتی منصوبے جو ہیں وہ متاثر ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں اپنی اس تحریک استحقاق کی Admissihility کی روشنی میں بے پناہ دلائل دے سکتا تھا مگر اب آپ کے بار بار ارشاد پر میں آپ سے صرف اتنا ہی عرض کروں گا کہ آپ اس پر اپنی رولنگ دینے سے پہلے یا اس پر اس ایوان کے معزز ارکان سے رائے لینے سے قبل ہماری اس تحریک استحقاق کی جو اہمیت ہے اور اس تحریک استحقاق کے ذریعہ ہمارے صوبے کے اس سے جو مالی مفادات وابستہ ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے یا تو آپ ان حقائق کی روشنی میں جن کو میں وقت کی قلت کی وجہ سے پوری تفصیل کے ساتھ پیش نہیں کر سکا' آپ بے شک اسے استحقاق کمیٹی کو نہ بھیجیں آپ ایک سپیشل کمیٹی بنا دیں جس میں تمام ارکان حزب اقتدار سے ہوں اور اس کمیٹی کا جو چیئرمین ہو وہ بھی وزیر خزانہ کو بنا دیں اور میں اس کے ساتھ یہ استدعا کروں گا کہ اس میں ہمیں نہ ڈالیں مگر ہمارے قائد حزب اختلاف کو بھی اس کا ممبر بنا دیں تاکہ ہمارے صوبے کے مالی مفادات کے سلسلہ میں ایک اہم اور سنگین مسئلہ کو پورے طریقے سے چھان بین کر کے اس پر کوئی فیصلہ دیا جائے۔ اور میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ جلد از جلد جس طریقے سے ماضی میں 1974ء میں قومی مالیاتی کمشن تشکیل دیا جاتا ہے اور 1975ء میں اس پر صدارتی ایوارڈ جاری

ہو جاتا ہے اب دو اڑھائی سال گزرنے کے بعد اب کم سے کم اگلے بجٹ میں یا پھر وزیر خزانہ ہمیں اس بات کی یقین دہانی کرا دیں کہ صدارتی حکم بابت 1975ء میں دیئے ہوئے Divisible محاصل میں جو ہمارے حصے ہیں وہ اس کی اگر گارنٹی کرا دیں کہ اس کے مطابق 62.25 فیصد کے حساب سے ہمارے محاصل ہمیں وصول ہوئے ہیں اگر غلط ثابت ہوا اسکی ہم تحقیقات کریں گے پھر اس پر ہم اپنا حق محفوظ کرتے ہیں کہ ہم ایک اور تحریک استحقاق ایوان میں غلط حقائق پیش کرنے پر دیں گے ....

جناب سپیکر: شکریہ !شاہ جی تشریف رکھیں۔ جناب فنانس منسٹر...

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! کل سے میرے دوستوں کے زور خطابت اور شعلہ بیانی کی وجہ سے میری تھوڑی سی Brain Washing ہو چکی ہے۔ میں آپ سے صرف آدھے منٹ کی اجازت لوں گا کہ میں اپنے حواس کو درست کر لوں ...

سید طاہر احمد شاہ: پانی پلاؤ جی ..... (قہقہے)

وزیر خزانہ : جناب والا ! اس تحریک کے فنی پہلوؤں پر کل لاء منسٹر اس کے خلاف ضابطہ ہونے کے متعلق کافی بیان کر چکے ہیں۔ یہ سات سال پرانا کیس ہے اور کسی صورت میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والا کیس نہیں ہے لیکن چونکہ میرے دوست اس بات پر مصر ہیں کہ ان تمام باتوں کا جواب دیا جائے تو میں ان کی طرح پانچ گھنٹے صرف نہیں کروں گا اور مختصر وقت میں کوشش کروں گا کہ ان کے تمام سوالوں کا جواب دیا جائے۔

چودھری محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب سپیکر: چودھری محمد رفیق پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد رفیق : جناب سپیکر! جناب وزیر خزانہ اس کیس کو سال سال پرانا کیس کہہ کر ہمارے کیس کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ اتنا ہی نیا کیس ہے جیسا کہ سات سال پہلے تھا ...

جناب سپیکر: تو اس میں پوائنٹ آف آرڈر کی کون سی بات ہے چودھری صاحب ...

چودھری محمد رفیق : جناب سپیکر! یہ بالکل حقائق کو تبدیل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ گمراہ

کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں ...

جناب سپیکر: Sorry چودھری صاحب یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! تحریک استحقاق اس چیز کے متعلق تھی کہ حکومت پنجاب دفعہ 160 آئین پاکستان کے تحت صوبہ کے مالی مفادات کا تحفظ نہیں کر سکی جس کی وجہ سے خسارے کا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ تھی کہ یہ جو پنجاب کا بجٹ ہے اس کو وفاقی حکومت کنٹرول کرتی ہے اور اس کی وجہ سے صوبائی خود مختاری کو زد پہنچتی ہے اس کے علاوہ بھی بہت باتیں ہوئی ہیں۔ میں اس سلسلہ میں صرف اتنی گزارش کروں گا کہ پہلا ایوارڈ 1975ء میں آیا تھا اور 1980ء میں اس ایوارڈ کی مدت ختم ہو گئی تھی لیکن منتخب حکومت نہ ہونے کی وجہ سے 1980ء میں ایوارڈ نہ دیا جا سکا لیکن جب منتخب حکومت آئی تو اس کے فوراً بعد ہی قومی مالیاتی کمشن کو تشکیل دے دیا گیا اور اس پر زور دیا گیا کہ وہ اپنی سفارشات مرتب کرے اور صدر صاحب کے سامنے پیش کرے۔ اب اس میں جو بات کہی گئی ہے کہ تاخیر سے پنجاب کے مفادات کو کوئی نقصان پہنچا ہے تو پہلی بات تو میں یہ عرض کروں گا کہ اور وزیر قانون بھی بتا چکے ہیں کہ قومی مالیاتی کمشن کو کوئی حتمی تاریخ نہیں دی جاتی کہ وہ اس قدر مدت میں ایوارڈ پیش کرے۔ قومی مالیاتی کمشن 1985ء سے ہی اپنے کئی اجلاس کر چکا ہے اور ایک میٹنگ 8 جولائی کو ہو رہی ہے اور وہ بھی اسی سلسلہ میں ہے کہ تمام صوبے اور وفاقی حکومت اس کوشش میں ہیں کہ جلد از جلد ایوارڈ آ جائے لیکن میں دوبارہ عرض کروں گا کہ ہم ان کے لئے کوئی Time Limit مقرر نہیں کر سکتے۔ باقی رہی یہ بات کہ تاخیر سے پنجاب کے مفادات کو نقصان ہو رہا ہے تو میں اپنے عزیز دوستوں سے پوچھوں گا کہ پنجاب میں جو بھی صوبائی بجٹ بنتے ہیں اس کے لئے ہم وہی پیسہ لیتے ہیں جو Divisible pool سے دوسرے صوبوں کو ملتا ہے۔ اسی کے مطابق ہمیں بھی فنڈ ملتا ہے۔ ان کی یہ بات کہ ہم خیرات مانگتے ہیں یا بھیک مانگتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ یہ ہمارا حصہ ہوتا ہے اور جب بھی ہمیں ضرورت پڑتی ہے ہمیں معقول حصہ فراہم کر دیا جاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ اس سے ہماری خود مختاری کو زک پہنچی ہے یہ بھی بالکل غلط ہے ہمیں اپنے بجٹ بنانے میں کلی اختیار ہے اور اس سلسلہ میں مرکزی حکومت نہ کوئی ہم پر حکم چلا سکتی ہے' نہ چلاتی ہے اور نہ ہی ہم کوئی ایسا حکم ماننے کے لئے تیار ہیں۔ ہم اپنا بجٹ بنانے میں خود مختار ہیں اور اس سلسلہ میں ہمیں نہ آج تک کوئی ایسا حکم دیا گیا ہے اور نہ ہی آئندہ کوئی ایسا حکم دینے کی

بات ہے۔ تو میں یہ عرض کروں گا کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میرے بھائیوں نے کہا ہے کہ اس سے ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ جب نیا ایوارڈ آ جائے گا اور اگر ہم اپنے صوبے کے مالی مفادات کا تحفظ نہیں کریں گے ...... ایوارڈ پنجاب اسمبلی میں پیش کیا جائے گا اور استحقاق اس صورت میں شروع ہو گا کہ جب ہم یہ سمجھیں گے کہ ہمارے مالی مفادات مجروح ہوئے ہیں یا ہمیں جائز حصہ نہیں دیا گیا تو پھر اس صورت میں استحقاق کی شکل شروع ہو گی۔ اس سے پہلے استحقاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر! میرے بھائیوں نے انگریزوں کے دور سے بات شروع کی ہے میں ان کو عرض کئے دیتا ہوں کہ اگر انہوں نے 1935ء سے بغور مطالعہ کیا ہے تو انہیں یہ پتہ چل جانا چاہئے کہ کسی وقت ان انگریزوں کے دور میں تمام ٹیکس وفاقی حکومت وصول کیا کرتی تھی اور اپنی مرضی سے صوبوں کو اس میں سے حصہ دیتی تھی۔ لیکن اب تو حصے متعین ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اگلے ایوارڈ میں پوری طرح ہمارے حصے متعین ہو جائیں گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس معاملہ میں ہمیں کوئی گھبرانے کی ضرورت ہے۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ایوارڈ جلدی آنے والا ہے۔ قومی مالیاتی کمشن کی میٹنگ ہونے والی ہے۔ آئندہ دو تین میٹنگز میں مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ سفارشات مرتب کر لے گا اور وہ سفارشات جناب صدر پاکستان کی خدمت میں پیش کر دی جائیں گی۔

جناب سپیکر! میں بھی اگر چاہوں تو اس بات پر کافی تقریر کر سکتا ہوں لیکن چیدہ چیدہ باتوں کا میں نے جواب دے دیا ہے۔ اب انشاء اللہ دوسرے صوبوں کے ساتھ مل کر اپنے صوبے کے مالی حقوق کا پورا تحفظ کریں اور اس معاملہ میں کسی محاذ آرائی کے بغیر' چونکہ یہ ہمارا آئینی حق ہے وہ انشاء اللہ ہم لیں گے اور ہم سب صوبے اور وفاقی حکومت' چونکہ ہمارے وفاقی حکومت سے مالی روابط ہوتے ہیں' ہم مل بیٹھ کر ایسا فیصلہ کریں گے جو انشاء اللہ ہمارے لئے بھی اور دوسرے صوبوں کے لئے بھی قابل قبول ہو گا۔ میں اس سے مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا اور میں آپ کی صوابدید پر چھوڑتا ہوں کہ آپ جو بھی فیصلہ کریں ہمارے لئے مناسب ہو گا۔

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! کچھ باتیں ایسی بھی ہیں کہ جن کا ذکر وزیر خزانہ نے کیا ہے ہمارے پاس ان کے جوابات بھی ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو وہ میں یہاں بیان کر دوں۔ ان کے علاوہ کئی باتیں ایسی ہیں کہ شاید اس وقت پنجاب کے لئے مناسب نہ ہو اور نہ ہی حکومت پنجاب کے لئے مناسب ہو کہ ان کا ذکر فوری طور پر ایوان میں کیا جائے۔ اگر وہ کہیں گے تو میں کر بھی دوں گا لیکن

میں اپنی طرف سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شاید ان باتوں کا اس وقت ذکر کرنا مناسب نہ ہو اس لئے میں یہ بہتر سمجھوں گا کہ یہ بات کمیٹی میں چلی جائے' چاہے آپ مجلس استحقاقات کو بھیج دیں یا آپ سپیشل کمیٹی تشکیل دے دیں جس میں محرکین صاحبان تشریف لائیں گے اور یہاں ہم مل بیٹھ کر اور اگر ضرورت پڑے تو آپ کے پاس ہی بیٹھ کے کر لیں گے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر' نکتہ ذاتی وضاحت جناب وزیر خزانہ نے شاید لاعلمی کی وجہ سے یا اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے حقائق سے ہٹ کر بات کی ہے۔ میں ان کی توجہ آئین کے آرٹیکل نمبر 160 کے پیرا 4 کے نیچے foot note کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں اور جناب سپیکر' میں اس بات پہ اصرار کرتا ہوں کہ صدارتی آرڈر نمبر 2 برائے سال 1974ء جب تک یہ Repeal نہ کر دیا جائے یہ اس وقت تک In force ہے Effective نافذ العمل ہے۔ اس حکم پر صوبائی اور مرکزی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ یہ کالعدم نہیں ہو چکا۔ نئے قومی مالیاتی کمشن کی تشکیل کرنے سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ابھی تک نافذ العمل ہے۔ جس طریقے سے میں نے اس آرڈر میں Repeal کا ذکر کیا ہے جب وہ آرڈر جاری ہوا تھا تو جو ایوارڈ کے بارے میں صدارتی احکامات تھے انہوں نے ان دفعات کو حذف کر دیا تھا۔ اس بات پر اگر وزیر خزانہ مصر ہوں گے تو پھر مجبوراً میں نہیں چاہتا کہ اس بات پر میں آپ سے رولنگ طلب کروں کہ کیا 1975ء کا صدارتی حکم نمبر 2 اس وقت نافذ العمل ہے یا وہ کالعدم ہو چکا ہے۔ اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ اگر ان کی لاعلمی ہے تو اپنے سیکرٹری صاحب سے مشورہ کر لیں۔ اس بات کا پوری سنجیدگی سے جواب دیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب' آپ تشریف رکھیں۔ میں کچھ معاملات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کے خیال میں 1975ء کا ایوارڈ نافذ العمل ہے یا نہیں۔ چودھری صاحب آپ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے اس foot note کے بارے میں جو صفحہ 98 پر ہے؟

وزیر خزانہ: جناب سپیکر' میں اس foot note کو پڑھے بغیر ہی ایک عرض کروں گا کہ 1975ء میں ایوارڈ آیا تھا۔ 1980ء تک وہ ایوارڈ چلا ہے۔ اس کے بعد مارشل لاء حکومت تھی۔ اس کے بعد کوئی ایوارڈ نہیں آیا۔ 1980ء میں جو ایوارڈ آنا تھا وہ مارشل لاء کی حکومت تھی۔ اس کے مطابق ہی کام چلتا رہا ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! جب سے صدر محترم کی ذات بابرکات ملک پر مسلط

ہوئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک کوئی ایوارڈ قومی مالیاتی کمشن نے جاری نہیں کیا۔ اور میرا خیال ہے جب تک یہ صاحب حکومت میں رہیں گے' ان کا قومی مالیاتی کمیشن کوئی ایوارڈ جاری نہیں کرے گا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب کو اپنی مکمل کر لینے دیں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! پہلے میں اپنی بات مکمل کرلوں اس کے بعد یہ بات کریں۔ 1985ء میں منتخب حکومت آئی ہے۔ اور اس حکومت کے آنے کے چھ مہینے کے اندر اندر قومی مالیاتی کمیشن کی تشکیل دے دی گئی ہے اور وہ ایوارڈ کی سفارشات مرتب کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔

جناب سپیکر: چوھدری صاحب! جو بیان آپ نے دیا ہے آپ کی یہ بات درست ہے۔ اور اس دھرانے کی ضرورت نہیں' میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا 1975ء کا جو ایوارڈ Announce ہوا تھا وہ آئین کی اس شق کے مطابق کیا ابھی تک Operative ہے اور آپ کی کیا رائے ہے؟

وزیر خزانہ: جناب والا! میں پھر یہی عرض کروں گا کہ 1975ء کے ایوارڈ نے پانچ سال تک چلنا تھا۔

جناب سپیکر: آپ کے خیال میں یہ Operative نہیں ہے۔

وزیر خزانہ: جناب والا میں عرض کرتا ہوں کہ 1980ء میں چونکہ مارشل لاء حکومت تھی' مارشل لاء حکومت اس کو جو صوبائی محاصل تھے۔ جہاں پر جا کر ایک Divisible pool بن جاتا ہے۔ حصے دیتی رہی ہے' لیکن جب 1985ء میں منتخب حکومت آئی تو اس کے فوراً بعد ایک قومی مالیاتی کمیشن تشکیل دیا گیا ہے۔ اس کی سفارشات آنے والی ہیں' انشاء اللہ جلد ہی فیصلہ ہو جائے گا اور ایوارڈ بھی آجائے گا۔

جناب سپیکر: پھر یہ بات واضح نہیں ہے۔ شاہ صاحب تشریف رکھیئے' مخدوم صاحب آپ اس بارے میں کچھ کہنا چاہیں گے؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا!

ع ۔ کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

مخدوم الطاف احمد: جناب والا! میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا' گزارش ہے کہ یہاں پر بات ہو رہی

ہے کہ آئین کی خلاف ورزی کی گئی ہے' جہاں تک میری ناقص رائے کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر آئین کے کسی قسم کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی گئی' اگر کی گئی ہے تو پھر اس کی ذمہ داری حکومت پنجاب پر عائد نہیں ہو سکتی کیونکہ کہ آئین کی خلاف ورزی قومی مالیاتی کمیشن کے سلسلے میں کلیتاً" وفاقی حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ پنجاب کی حکومت یا کسی دوسرے صوبے کی حکومت کی Constitutional Involovement تو ضرور ہے لیکن اس کا اس پر Constitutional Conrtol نہیں ہے۔ اگر اس کی خلاف ورزی ہوئی ہے تو میں اس سے درخواست کروں گا کہ اس میں پنجاب اسمبلی کا فورم اس کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اس مسئلے کو اپنے کسی بھائی سے کہہ کر قومی اسمبلی میں اٹھایا جائے تو وہاں پر یہ مسئلہ طے ہو سکتا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میں اس پر جواب الجواب کی اجازت نہیں دیتا' میں آپ سے اور وزیر خزانہ صاحب سے چند ایک باتیں پوچھنا چاہتا ہوں' ابھی اگر کوئی اور صاحب کچھ بتانا چاہیں تو میں ان سے دریافت کرسکتا ہوں' ایک تو یہ ہے کہ راجہ صاحب آپ میری بات کا جواب دیں گے۔

وزیر قانون: جناب والا! میں آپ کی بات کا جواب دوں گا۔

جناب سپیکر: 1975ء کے ایوارڈ کے Operative ہونے کے بارے میں اس وقت کیا پوزیشن ہے؟ ارشاد فرمائیے۔

وزیر قانون: جناب والا! اس کے اندر ہے اور آپ دیکھیں گے کہ جو

Distribution of Revenues and Grant-in-Aid.

جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں اس میں ہے کہ

Distribution of Revenues and Grant-in-Aid and whereas the said commission has submitted it recommendation with regard to such distribution.

یعنی جب وہ ایوارڈ آیا تو اسی حکم کے تحت آیا جو آئین نے جناب صدر صاحب کو دیا تھا۔ جناب والا! وہ جو ایوارڈ تھا وہ

Distribution of Revenues and Grant-in-Aid

کے تحت آیا تھا' جناب والا! اس کے اندر لکھا ہوا کہ

And whereas the said Commission has submitted its recommendation....

یعنی وہ جو 1975ء کا ایوارڈ ہے وہ اسی آرڈر کے تحت آیا ہے' اس کے بعد نہ کوئی اسمبلی آئی ہے اور نہ کوئی اور بات ہوئی۔

جناب سپیکر: صحیح ہے اس کے بعد اسمبلی 1985ء میں آئی ہے تو اب تک اس کی کیا Position ہے' وہی ایوارڈ جو اس وقت کے قومی مالیاتی کمیشن نے Declare کیا اور جس ایوارڈ کو صدر صاحب نے Announce کیا' کیا اس وقت تک بھی وہی Operative ہے؟

وزیر قانون: جی ہاں اب تک وہی Operative ہے۔

جناب سپیکر: میں یہی پوچھنا چاہتا تھا۔

وزیر قانون: جو ایوارڈ انہوں نے دیا ہے وہ ایوارڈ دینے کے بعد اس پر عمل ہونا چاہیئے تھا کیونکہ اسمبلیاں نہیں آئیں۔

جناب سپیکر: اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

وزیر قانون: جناب والا! آئین ختم ہوگیا پھر نئی اسمبلیاں آگئیں۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر' سر

جناب سپیکر: شاہ صاحب آپ ذرا تشریف رکھیں گے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! پورا آئین ختم نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے چند آرٹیکل ختم ہوئے تھے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ ذرا تشریف رکھیں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میں عرض کروں گا کہ 1980ء کے بعد جب دوبارہ ایوارڈ آنا تھا' مجھے افسوس ہے کہ میں یہ بات تیسری بار دہرا رہا ہوں۔ اس میں ایک قسم کا Make Shift arrangement تھا' اسے آپ ایڈھاک کہہ لیں یا Make Shift arrangement کہہ لیں' اس لئے کہ کوئی منتخب حکومت نہیں تھیں جو کوئی کمیشن تشکیل دیتی اور وہ سفارشات مرتب کرتا۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! ان دنوں مارشل لاء کی حکومت تھی اس وقت

بھی یہ مالیاتی کمیشن آرٹیکل 160 کے تحت تشکیل دیا گیا تھا' یہ اپنا ریکارڈ درست فرمالیں۔

سید حسنات احمد شاہ : پوائنٹ آف آرڈر سر' یہ باقاعدہ ایک مباحثہ شروع ہو گئی ہے کہ جبکہ جناب نے فرمایا تھا کہ اس مباحثہ کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ جناب والا! اس کا ہمیں نقصان یہ ہے کہ جو صاحبان آپس میں باتیں کر رہے ہیں اور مباحثہ کر رہے ہیں کم از کم مہربانی کرکے آپ ان کو علیحدہ بٹھا کر اس کا فیصلہ کروالیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب آپ کی بات درست ہے میں صرف ایک دو باتیں پوچھ کر اس مباحثہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔

وزیر خزانہ : جناب والا! میں اسے ثابت کرتا ہوں کہ آپ اسے ایڈھاک سمجھ لیں خواہ Make Shift arrangement سمجھ لیں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز!

وزیر خزانہ : اس کو ہم Strict Sense میں یہ نہیں کہہ سکتے 1975ء کا ایوارڈ 1985ء تک جاری رہا ہے' کیونکہ اس میں ایسا خلا ہے جس کو ہم مارشل لاء کا دور کہتے ہیں' مارشل لاء حکومت کے حالات اور ہوتے ہیں اور منتخب حکومت کے حالات اور ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم Strict Sense میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ لاگو رہا ہے۔

جناب سپیکر: آپ یہ فرما رہے ہیں کہ Stric Sense میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ 1985ء تک Operative رہا ہے۔

وزیر خزانہ : ہم Strict Sense میں یہ نہیں کہہ سکتے کے 1985ء کا ایوارڈ لاگو رہا ہے۔

جناب سپیکر: تو یہ Operative کا مطلب لاگو ہی ہوتا ہے۔

وزیر خزانہ : آپ اسے ایڈھاک سسٹم کہہ لیں Stop Gap Arrangement کہہ لیں۔ اس کے تحت یہ کام چلتا رہا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! یہ بتائیے کہ 1985ء میں اسمبلی آئی' 1975ء کا ایوارڈ ہوا اور اس کے بعد 1980ء کا ایوارڈ نہ ہوا اس وجہ سے کہ مارشل لاء تھی' اب 1985ء میں اسمبلیاں آگئیں'

پارلیمنٹ آئی' اس میں قومی مالیاتی کمیشن بھی قائم ہوگیا' اب 1985ء میں تو ایوارڈ آنا چاہیئے تھا لیکن وہ نہیں آیا' آپ کے خیال میں یہ ایوارڈ کیا 1990ء تک آنا چاہیئے تھا؟ اور جو ایوارڈ 1990ء تک آئے گا کیا وہ پچھلے سالوں کے لیے ہوگا یا اگلے سالوں کے لیے ہوگا؟

وزیر خزانہ : جناب والا! میں اس کی وضاحت کر دیتا ہوں کہ 1985ء تک تو معاملہ واضح ہو گیا ہے۔ 1985ء میں فوری طور پر قومی مالیاتی کمیشن کو تشکیل دے دیا گیا اور اس سے کہا گیا کہ آپ اپنی سفارشات مرتب کریں اور اسے صدر پاکستان کے سامنے پیش کریں۔ اب میں عرض کروں کہ ٹھیک ہے اس میں کچھ وقت زیادہ لگ گیا ہے اس میں کم سے کم وقت لگنا چاہیے تھا' مگر اس میں وقت کی کوئی حدود نہیں رکھی جاتی' اب ہم بھی محسوس کر رہے ہیں اور صدر مملکت بھی اسے محسوس کر رہے ہیں' حتمی طور پر ہماری یہ کوشش ہے کہ دو تین چار اجلاسوں میں اسے حتمی شکل دے کر اس پر سفارشات مرتب کرکے اسے صدر مملکت کے سامنے پیش کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ کام اب جلدی ہونے والا ہے اس میں گھبرانے کی کوئی ایسی بات نہیں' جہاں تک حقوق کی بات ہے وہ ہر صوبہ ہی اپنے حقوق کی پاسداری کرتا ہے اور اسے مکمل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور انشاء اللہ ہماری یہ کوشش ہوگی کہ ہم کسی کا حق لئے بغیر اپنا حق وہاں سے پورا پورا لے سکیں۔

جناب سپیکر: اس ایوارڈ کا اعلان 1990ء میں تو نہیں ہونی چاہیئے۔

وزیر خزانہ : جناب والا! میں عرض کیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تین چار اجلاس اور ہوں گے۔

جناب سپیکر: یہ ایوارڈ اس Tenure کے بارے میں ہی ہے نا؟

وزیر خزانہ : جی ہاں سر!

جناب سپیکر: تو اس Tenure میں آپ کا دو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہے۔

جناب وزیر خزانہ : جناب والا! میں اس وقت صحیح طور پر تو نہیں کہہ سکتا لیکن میں اندازے سے یہ بات کر سکتا ہوں کہ جب ایوارڈ آئے گا تو وہ اس دن سے اگلے پانچ سالوں کے لیے لاگو ہوگا۔

میاں محمد افضل حیات : جناب والا! قومی مالیاتی کمیشن ہر پانچ سال کے بعد قائم ہوتا ہے۔ جس دن یہ کمیشن تشکیل ہوا ہے۔ اس دن سے پانچ سال کے بعد از سر نو تشکیل ہوتا ہے اگر یہ ایوارڈ 1989ء میں آتا ہے تو پھر یہ ایوارڈ صرف ایک سال چلے گا اس میں یہ نہیں ہے کہ جس دن یہ ایوارڈ آئے گا

اس دن سے یہ کمیشن پانچ سال کے لیے نہیں بٹھایا جائے گا۔ جناب والا! یہ آئین میں بالکل واضح طور پر دیا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب کیا آپ ایک چیز بتائیں گے۔

آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز آپ توجہ فرمائیں گے۔ صاحبان یہ بہت سنجیدہ معاملہ زیر بحث ہے میں معزز اراکین اسمبلی سے اور وزراء صاحبان سے یہ عرض کرونگا کہ وہ اس بارے میں توجہ فرمائیں یہ بہت سنجیدہ معاملہ آپ کے بارے میں اور پنجاب اسمبلی سے متعلقہ ہے۔ آپ کی عوام سے متعلقہ ہے یہ بہت سنجیدہ معاملہ ہے Constitutional معاملہ ہے یہی ایک فورم ہے جہاں ہم ان باتوں کو سیکھ سکتے ہیں اور ہم جان سکتے ہیں کہ تو میں درخواست کرونگا کہ اس طرف توجہ فرمائے گا۔

رانا پھول محمد خان: یہ تسلیم کر لیا ہے۔ ہمیں ہمارا حق ابھی نہیں ملا اور ہم صوبے کے پورے حقوق لینے کے لئے کوشش کریں گے تو اس یقین دہانی کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تسلیم تو کر لیا ہے کہ ہمارا حق ملا نہیں ہے اور پنجاب کے حقوق کو سردھڑ کی بازی لگا کر وہ حاصل کریں گے تو انہیں یہ تحریک واپس لینی چاہیئے تھی۔

جناب سپیکر: شکریہ رانا صاحب

اس میں میاں صاحب یہ عرض کرنی چاہونگا کہ آئین کی دفعہ 160 میں کیا کوئی وقت کی پابندی ہے کہ ایوارڈ کس وقت ہونا چاہیئے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! وقت کی پابندی بہت تھوڑے معاملات میں ہوتی ہے۔ جیسے کہ اسمبلی کے بارے میں کہ اس نے اتنی دیر چلنا ہے۔ بہت تھوڑے سے معاملات میں وقت کی پابندی مقرر کی جاتی ہے دوسرے معاملات میں جب وقت کی پابندی مقرر نہیں کی جاتی اس کا مقصد ہوتا ہے کہ Within reasonable time اور اس اسمبلی میں بھی ہم تین بجٹ پاس کر چکے ہیں۔ یہ تیسرا بجٹ ہم نے پاس کیا ہے اور اب آدھے سے زیادہ وقت گزر چکا ہے اور اب اسمبلی کی جو مدت ہے یہ آئینی طور پر دو بجٹ اور پاس کرے گی تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ reasonable time ابھی نہیں گزرا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ صحیح ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں آپ سے ذاتی طور پر نہایت ادب اور احترام کے ساتھ اسی

حکومت کے ایک کام کے بارے میں آئین کے حوالے سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ آپ سے میری ذاتی اپیل ہے۔

جناب سپیکر: آپ اس پر کیوں ضد کرتے ہیں۔ میں اب آپ کی بات سن چکا ہے میں جو معزز رکن سے دریافت کرنا چاہتا ہوں وہ میں پوچھ رہا ہوں - اس وقت میں آپ سے کچھ نہیں پوچھنا چاہتا اس لئے آپ تشریف رکھیں۔ نکتہ ذاتی وضاحت پر اس تحریک کے بعد بات کرلیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! میں نے ان کے بیان کی روشنی میں اپنی ذاتی وضاحت پیش کرنی ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب اب اس کی کیا ضرورت ہے؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! اس کی ٹیکنیکل ضرورت ہے۔

جناب سپیکر: اسی لئے آپ مجھے سمجھانا چاہتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جی

جناب سپیکر: میں نے فیصلہ دینا ہے' نا۔

سید طاہر احمد شاہ: جی

جناب سپیکر: میں آپ کی بات سمجھ چکا ہوں۔ شکریہ کیا اعظم چیمہ صاحب آپ اس پر کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمایئے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! جو تحریک استحقاق زیر غور ہے اس میں یہ بار بار زور دیا جا رہا ہے کہ آئین کی آرٹیکل 160 کی خلاف ورزی ہوئی ہے آرٹیکل 160 کی پہلی دو لائنیں جہاں سے وہ شروع ہوتی ہیں اس میں قومی مالیاتی کمیشن کے بارے میں ہے کہ

160(1) Within six months of the commencing day and there after at intervals not exceeding five years, the President shall constitute a National Finance Commission ....

اس سے ظاہر ہے کہ قومی مالیاتی کمیشن قائم ہو چکا ہے اس کے بعد جناب والا! اس آرٹیکل کا سب

رول۔ (2) ہے اس میں قومی مالیاتی کمیشن کے بارے میں ذکر ہے کہ کون کونسی باتیں اس کے دائرہ اختیار میں ہونگی اور نمبر(3) میں صاف یہ درج ہے۔

160 (3) The taxes referred to in paragraph (a) of clause (2) are the following taxes raised under the authority of (Majlis-e-Shoora) (Parliament).

وہ چیز صاف واضح ہے جب وہ پارلیمنٹ ہوگی مجلس شوریٰ ہوگی اس کے دائرہ اختیار میں ہوگا جب وہ مجلس شوریٰ یا پارلیمنٹ نہیں ہوگی تو جناب والا! اس ایوارڈ کے نہ تو کوئی معنی ہونگے اور نہ ہی کوئی جاری کرنے والا ہوگا نہ اس کے لیے آئندہ کے لیے کوئی پابندی ہوگی جب جناب والا! نمبر(4) میں نیشنل فنانس کمیشن کی سفارشات مرتب کی جائیں گی تو جناب والا! نمبر(5) میں ہے کہ

160(5) The recommendation of the National Finance Commission, togather with an explanatory memorandum as to the action taken there on, shall be laid before both Houses and the Provincial Assemblies.

وہ اس کی recommendation ہے۔ اس کے بارے میں جناب والا! جو آپ کا وقت ضائع کیا گیا ہے اس کے متعلق میری عرض ہے کہ اس میں کسی قسم کی وقت کی پابندی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: وہ تو خود بھی مانتے ہی کہ نہیں ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: اگر جناب والا! وہ خود مانتے ہیں تو پھر یہ بحث کس لیے ہے۔ یعنی جب وہ پارلیمنٹ بن گئی اور وہ نیشنل فنانس کمیشن بن گیا اور جب سفارشات دے دی گئی اور جب اس کا ایوارڈ بن جائے گا تو پھر صدر صاحب کو اس کے announce کرنے کا اختیار ہے۔

جناب سپیکر: چیمہ صاحب یہ جو پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کا tenure ہے یہ 1985ء سے 1990ء تک ہے تو اس میں آئین کی روشنی میں ہے کہ

The President shall constitute the National Finance Commission

اور وہ ایوارڈ declare ہوتا ہے تو آپ کی رائے میں reasonable time 1989ء میں ہوگا 1988ء میں ہوگا یا 1990ء میں ہوگا؟

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں آپ نے بجا فرمایا۔ کہ وہ requirement جتنی جلد بھی ہوسکے....

جناب سپیکر: وہ ایوارڈ اس tenure کے بارے میں ہے tenure کا ایک ایک بجٹ جو ہے اس میں اس ایوارڈ کے مطابق صوبوں کو حصے دیئے جاتے ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ ایوارڈ پانچ سال کے لیے ہوتا ہے جب بھی یہ ایوارڈ آئے گا یہ اگلے پانچ سال تک کے لیے لاگو ہوگا۔

جناب سپیکر: اگلے پانچ سال

وزیر قانون: جی اگلے پانچ سال

جناب سپیکر: تو یہ جو ہمارے پانچ سال جا رہے ہیں اس کے لیے کونسا ایوارڈ لاگو ہوگا۔

وزیر قانون: جناب والا! میں عرض کروں کہ اس کی کلاز۔ (4) کے تحت کوئی limit نہیں دی گئی۔ Time limt نہیں ہے۔ آپ جناب 160 پڑھیں تو اس کا سب پیرا صاف واضح ہے۔

160(4) As soon as may be after receiving the recommendations of the National Finance Commission, the President shall, by order, specify, in accordance with the recommendations of commission under paragraph of clause (2) The share of the net proceed of the taxes mentioned in clause No(3) which is to be allocated to each province, and that share shall be paid to the Govt of the Province Concerned, and, not, with standing their provisions of Article 78 shall not from the part of the fedral consolidated fund.

جناب سپیکر: یہ بات واضح نہیں ہو رہی کہ یہ جو ایوارڈ اس وقت announce ہونا ہے اور صدر صاحب نے کرنا ہے۔ مالیاتی کمیشن کے سفارشات پر ہی یہ ایوارڈ announce ہوتا ہے تو کیا یہ ایوارڈ ہماری اس پارلیمنٹ کے tenure کے لیے ہوگا یا اگلے 1990ء کے بعد بھی ہوگا۔

وزیر قانون: جناب والا! یہ پانچ سال کا احاطہ کرے گا۔

جناب سپیکر: تو اس وقت ہمارا جو tenure ہے اور ہمارے جو صوبوں کو گرانٹ ملنی ہے کیا وہ

1985ء کے ایوارڈ کے مطابق ملتی ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! 1985ء میں کوئی ایوارڈ نہیں آیا۔

جناب سپیکر: تو کیا 1980ء کے مطابق ملی ہے؟

وزیر قانون: نہیں جناب 1980ء میں بھی کوئی ایوارڈ نہیں آیا۔

جناب سپیکر: تو کیا 1975ء کے ایوارڈ کے مطابق ملی ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! ابھی یہ ایوارڈ نہیں آیا یعنی 1975ء کا عرصہ اب ختم ہو گیا ہے۔ ابھی تک ایوارڈ نہیں آیا۔

جناب سپیکر: تو 80 اور 85 کا نہیں آیا۔

وزیر قانون: جب کمیشن کی رپورٹ نہیں آئی اس کی remedy اس میں موجود ہے۔

160(6) At any time before an order under clause (4) is made, the President may,by order,make such amendments or modifications in the law relating to the distribution of revenues between the Federal Govt: and the Provincial Governments as he may deem necessary or expedient.

جناب سپیکر: تو ایسا کوئی صدارتی حکم آیا ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! وہ اسی آئین کے تحت کرتے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: تو میں اس تحریک استحقاق پر اپنی رولنگ موخر کرتا ہوں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ اس کے بعد میں اجازت دونگا۔

جناب سپیکر: اب کیا اس کی ضرورت ہے کہ آپ اسی بارے میں بات کریں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں حکومت کی سنجیدگی کا ذکر کرتا ہوں ان ہی اعمال کے حوالے سے اور آئینی کے حوالے سے کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ اب اسی تحریک کے بارے میں مزید بات کی جائے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! تحریک استحقاق کی بات نہیں کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! مجھے آئین کی کتاب میں پوری حکومت مشیران کو تعینات کرنے کی Enabling Provision مجھے نکال کر دکھا دے۔ اگر اس میں مشیران کی گنجائش ہے تو وہ آرٹیکل 93 کے تحت ہے۔ وہاں تو اگر مرکز میں بھی ہے تو صرف پانچ' زیادہ سے زیادہ پانچ ہیں اور یہاں پر گیارہ مشیر مقرر کئے گئے ہیں تو آئین میں Enabling Provision نہیں ہے انہوں نے آئین کا حوالہ دیا ہے وہ 260 کے آرٹیکل کا ہے جس میں انہوں نے Office of Profit میں صرف وہاں پر ذکر ہے کہ

Advisers to the Chief Minister and Parliamentary Secretaries

کا ہے اگر Enabling Provsion اس میں دکھا دیں کہ تو میں اپنی تحریک کو ابھی واپس لے لیتا ہوں۔ جہاں ان کی مرضی ہوتی ہے اپنے مفاد کی' لوگوں کو رشوتیں دینے کی وہاں پر اس آئین کی interpreataion کچھ اور کرلیتے ہیں جہاں صوبے کے عوام کا تعلق ہے وہاں ان کی interpreataion جاتی ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: آپ اس پر حکم تو صادر کر چکے ہیں۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: چیمہ صاحب اس پر فیصلہ ہوچکا ہے۔ اس میں اگر کوئی معزز رکن اپنی انفارمیشن یا اپنا مطالعہ آئین کا یا اس معاملہ میں میں خاص طور پر کسی کا مطالعہ ہو اگر وہ چاہیں کہ اس سلسلے میں میری راہنمائی کریں تو " چشم ماروشن دل ماشاد " میرے پاس آئیے اور مجھے بتائیے۔ میرے چیمبر میں تشریف لے آئیے۔

تحریک التوا نمبر(5) چودھری اصغر علی گجر صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں ان کی تحریک التوا کے بارے میں کوئی اطلاع بھی نہیں ہے۔

جناب حاکم علی: جناب والا! آئین پر کتنی اچھی ڈسکشن ہوئی ہے۔ یہاں پر حاجی غلام صابر ہیں وہ اور میں اپوزیشن کو اور اپنے اراکین ممبراسمبلی کو دعوت دیتے ہیں۔ یہاں باہر لابی کے اندر ہماری منسٹر

لائیو سٹاک بیگم ساجدہ نیر عابدی صاحبہ لسی لیکر بیٹھی ہوئی ہیں۔ اگر کسی ممبر کو پانی کی پیاس لگے پانی تو مل نہیں رہا۔ وہ بڑی اچھی منسٹر ہیں جو آج یہاں پر لسی تقسیم کر رہی ہیں۔ دوسرا ایک اہم مسئلہ ایک اور بھی ہے۔۔۔

ایک ممبر: پوائنٹ آف آرڈر ......

جناب سپیکر: چودھری حاکم علی صاحب اپنی بات مکمل کرلیں۔

جناب حاکم علی: اپوزیشن والے ہمارے بھائی ہیں ہم نے ان کو دعوت دی ہے اگر یہ قبول کریں تو ہم بہت خوش ہوں گے۔ جناب والا! دوسرا مسئلہ ہمارے ہوائی سفر کا ہے آپ جتنے ممبر اسمبلی ہیں ......

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! کیا چودھری حاکم علی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہے ہیں۔ مجھے اعتراض نہیں ہے میں کسی کی بات سن کر آگیا ہوں۔

جناب حاکم علی: میں نے آپ کو دعوت دی ہے۔ آپ نے پنجاب کے تحفظ کی بات ہے

جناب سپیکر: چودھری حاکم علی صاحب براہ مہربانی آپ آپس میں گفتگو نہ کریں۔ چودھری صاحب آپ تشریف رکھیں۔ پوائنٹ آف آرڈر پر ایک وقت میں ایک بات ہو سکتی ہے۔ لسی کی بات آپ نے کرلی بات ختم ہو گئی۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تحریک التواء کے لئے صرف آدھا گھنٹہ ہوتا ہے اس آدھے گھنٹے کو اس طریقے سے لسی اور پانی میں ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

جناب سپیکر: یہ بالکل درست بات ہے۔ اس میں آپ یہ کوشش کیجئے کہ آپ کوئی پوائنٹ آف آرڈر بھی نہ اٹھائیں۔ میاں محمد افضل حیات صاحب کی اچھی تجویز ہے کہ تحریک التوا کار کے لیے صرف آدھا گھنٹہ ہوتا ہے۔ اس آدھے گھنٹے کو یونہی ایسی باتوں میں ضائع کر دینے سے وہ معاملات پیش نہیں ہوسکتے۔ اس لئے ان کی تجویز ہے کہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر بھی حتی الوسع نہ اٹھایا جائے تحریک التوا کار کے آدھے گھنٹے میں یہ تجویز معقول ہے۔ آپ اس پر غور کرسکتے ہیں۔

جناب چودھری اصغر علی گجر صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ یہ ان کی تحریک التوا نمبر(5) Dispose of تصور ہوگی۔ نمبر(5) سے 14 تک چودھری اصغر علی صاحب کی تحاریک التوا کار ہیں۔ وہ نہ خود تشریف رکھتے ہیں نہ ان کی طرف سے کوئی اطلاع ہے اس لئے اب میرے پاس اس کے سوا

کوئی چارہ نہیں کہ میں طے شدہ فیصلے کے مطابق چودھری اصغر علی گجر صاحب کی سب تحاریک التوا کار پر فیصلہ دوں - ان کی طرف سے نہ کوئی اطلاع ہے ۔ چودھری صاحب کی آج کوئی چھٹی کی درخواست تو نہیں ہے ... آج کوئی درخواست نہیں ان کی طرف سے کوئی اطلاع بھی نہیں لہٰذا یہ سب تحاریک التوا کار Infructtuous ہوتی ہے -

میاں محمد اسحاق صاحب کی تحریک التوا نمبر 15 ہے -

صوبہ میں تخریب کاری کی وارداتیں

میاں محمد اسحاق: بسم اللہ الرحمن الرحیم! جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ جنگ مورخہ 10 اپریل 1987ء کے شمارے میں ایک اداریہ بعنوان " پنجاب میں اسلحہ سمگل کرنے کی کوشش " شائع ہوا ہے - جس میں تحریر ہے کہ تخریب کار عناصر سندھ۔ سرحد اور بلوچستان سے اسلحہ سمگل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ اس وقت ملک میں پنجاب کا صوبہ ہی ایسا صوبہ ہے جو نسبتاً" پرامن ہے مگر اب تخریب کاروں نے اس صوبے کا رخ بھی کر لیا ہے - جس کی پہلی واردات جمعیت اہل حدیث کے 23 مارچ کے جلسہ میں ہوئی جہاں 10 قیمتی جانیں ضائع ہوگئیں اور دوسری واردات راولپنڈی کے پر رونق بازار میں عین کاروباری وقت میں ہوئی جس سے 15 بے گناہ شہری ہلاک ہوئے۔ ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تخریب کار اپنے مکروہ عزائم میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو رہے ہیں اور آئندہ کیا گل کھلاتے ہیں یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ کیونکہ اس وقت لائسنس یافتہ اور غیر لائسنس یافتہ اسلحہ کی جتنی بھرمار صوبے میں ہوگئی ہے وہ حکومت سے بھی مخفی نہیں ہے جس کی وجہ سے آئے دن تخریب کاری کی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں جن کی بنا پر عوام اپنی جان و مال کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں اس کی وجہ سے حکومت کے خلاف نفرت کا جذبہ بڑھتا جا رہا ہے -

لہٰذا اس مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

جناب سپیکر: اسی طرح کی ایک تحریک التوا جناب ریاض حشمت جنجوعہ کی طرف سے ہے - جنجوعہ صاحب آپ سے اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: یہ مختلف الفاظ میں ہے -

جناب سپیکر: یہ مختلف الفاظ میں ہے۔ آپ اسے پیش کریں۔

صوبہ میں امن و امان کی صورتحال

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ گزشتہ دنوں قومی اخبارات میں خبروں اور اداریوں میں یہ بات منظرعام پر آئی ہے کہ خطرناک آتشیں اسلحہ سرحد اور بلوچستان سے پنجاب میں سمگل کیا جا رہا ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق حکومت پنجاب نے بھی وزارت داخلہ سے کہا ہے کہ وہ پنجاب میں اسلحے کی ترسیل روکنے کے لیے افغان مہاجرین پر نظر رکھے۔ پنجاب میں ناجائز اسلحہ کی بھاری مقدار کی موجودگی کا اعتراف خود آئی جی پنجاب کر چکے ہیں۔ کوئی بھی محب وطن اور حقیقت پسند پاکستانی اس امر سے منکر نہیں ہوسکتا کہ افغان مہاجرین ہی خطرناک اور خودکار اسلحے کی نقل و حرکت میں ملوث ہیں۔ افغانیوں کے لانگ و حیکل جنہیں پاکستان میں عارضی طور پر رجسٹرڈ کیا گیا ہے' اسلحے کی اندرون ملک ترسیل کا ذریعہ ہیں۔ وہ افغان مہاجرین جو کیمپوں سے نکل کر پنجاب کے چپے چپے پر پھیل چکے ہیں دراصل مہاجرین کے روپ میں کلاشنکوفوں کے تاجر ہیں۔ ہمارے صوبے میں غیرقانونی اسلحے کی بھرمار کا یہ عالم ہے کہ یہاں کلاشنکوفوں کی گولیاں عام بندوقوں میں استعمال ہونے والے کارتوسوں سے بھی سستی ہیں۔ غنڈہ عناصر کلاشنکوفوں کو ہوا میں لہراتے پھرتے ہیں کلاشنکوف خوف' دہشت اور تباہی کی علامت بن گئی ہے کلاشنکوف کی نالی سے جو آگ برس رہی ہے اس نے صوبے کے امن کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ اس صورت حال کے نتیجے میں پنجاب میں گلی گلی دہشت ناچ رہی ہے۔ امن و سلامتی کو دفن کر دیا گیا۔ غنڈہ گردی راج کر رہی ہے۔ اور بستیوں پر خوف و ہراس کے پہرے ہیں۔ لہٰذا استدعا ہے کہ اس انتہائی خوفناک معاملے پر بحث کرنے کی غرض سے اسمبلی کی کارروائی کو ملتوی کیا جائے۔

میں نے ثبوت کے طور پر اخبارات کے تراشے بھی اس تحریک التواء کے ساتھ لف کر دیئے ہیں۔

شکریہ جناب والا۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ تحاریک کی نقول اتنی بدنما ہوتی ہیں' یہ اتنا سا ہوتا کہ پڑھی نہیں جاتیں۔ مہربانی فرما کر ہدایات فرمائیں کہ یہ کم از کم اتنی صاف ہوں ان کو صحیح طرح پڑھ سکیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے سردار صاحب آپ کچھ فرمانا چاہیں گے؟

وزیر جنگلات: جناب والا! قاعدہ 67 ملاحظہ فرمایا جائے۔ میں اس تحریک کے فنی پہلوؤں پر بحث کروں گا۔ یہ معاملہ اسی بجٹ سیشن میں کٹ موشنز میں بھی اور بجٹ پر عام بحث میں بھی زیر بحث آچکا ہے۔ قاعدے کے تحت اس پر دوبارہ بحث نہیں ہوسکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ کوئی Matter Specific نہیں بتا رہے اور نہ ہی یہ معاملہ Recent Occurrence کا ہے - اور یہ مفروضے پر مبنی ہے جہاں تک پنجاب میں اسلحہ سمگل ہونے کی بات ہے' تو میں یہ نہیں کہتا کہ تھوڑا بہت اسلحہ سمگل نہیں ہوا۔ حکومت پنجاب کوشاں ہے کہ ناجائز اسلحہ صوبے میں داخل نہ ہو۔ ہر شہری حکومت پنجاب کے لیے قابل قدر ہے ہم یہ پوری کوشش کرتے ہیں کہ ہر شہری کے جان و مال کی حفاظت کی جائے اور امن عامہ کی صورت میں بحال رکھی جائے۔ بدقسمتی سے اکا دکا ایسے واقعات ہوجاتے ہیں جہاں کہ سمگلر اور ایسے عناصر جو پاکستان کے مفاد کے خلاف ہیں ....

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: پوائنٹ آف آرڈر! ایسے اکا دکا واقعات ہو جاتے ہیں جہاں بم چلتے ہیں اور آٹھ دس آدمی مرجاتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ بات جاری رکھیے۔

وزیر جنگلات: جناب والا! میں بتا رہا تھا کہ حکومت پنجاب یہ پوری کوشش کرتی ہے کہ ایسے عناصر جو ملک و قوم اور خاص طور پر پنجاب کے عوام کے منافی کام کر رہے ہوں' تخریب کاری کر رہے ہوں' ناجائز اسلحہ لا رہے ہوں ان کی نشان دہی کی جائے' انہیں پکڑا جائے اور سختی سے سخت سزا دی جائے میں اس ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ العزیز حکومت پنجاب اپنے مقصد میں کامیاب ہے اور کامیاب رہے گی اور ہم ہر شہری' ہر شخص کی عزت اور جان و مال کے محافظ ہوں گے۔

میاں محمد اسحاق: وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ ہم نے کوئی Specific Instance کے متعلق وضاحت نہیں کی۔ میں نے اپنی تحریک التواء میں دو واقعات کی نشان دہی کی ہے - اس میں باقاعدہ تاریخ دی گئی ہے - اب اس سے زیادہ Specific ہم کیسے بتاسکتے ہیں۔ ایک میں دس جانیں ضائع ہوئی ہیں اور دوسرے واقعے میں پندرہ جانیں ضائع ہوئی ہیں - وزیر موصوف کے لیے یہ بالکل معمولی واقعات ہیں - دس پندرہ جانیں ضائع ہو جائیں اور حکومت پنجاب پر کچھ اثر نہ ہو اس کا مطلب یہ ہے

کہ چاہے جتنے بھی آدمی مریں' انہیں کچھ پروا نہیں۔

چودھری محمد صدیق سالار (پارلیمانی سیکرٹری): پوائنٹ آف آرڈر۔ آپ کی وساطت سے میں فاضل مقرر سے پوچھوں گا کہ انہوں نے خود مان لیا ہے کہ میں نے دو مسئلے اٹھائے ہیں۔ حالانکہ ایک کے سوا دوسرا مسئلہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔

جناب سپیکر: میں میاں محمد اسحاق صاحب اور چودھری صاحب سے یہ کہوں گا کہ سردار صاحب نے رولز کی بات کی ہے۔

میاں محمد اسحاق: ایک ہی جیسے دو مسئلے ہیں۔ یہ اسلحے کے متعلق ایک ہی جیسے واقعات ہوئے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے ہماری تحاریک التوائے کار کے جواب میں کہا ہے کہ حکومت پنجاب اپنے مقصد میں کامیاب ہے۔ تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا حکومت پنجاب کا یہی مقصد ہے کہ بموں کے دھماکے ہوں اور لاتعداد انسان اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ اسلحے کی بھرمار ہو۔ کشت و خون ہو۔ ڈکیتیاں ہوں۔ چوریاں ہوں۔ کیا یہی مقصد ہے جس میں حکومت پنجاب کامیاب ہے؟

وزیر جنگلات: بدقسمتی سے یہ وقفہ سوالات نہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: وقفہ سوالات میں بھی ان کی مستعدی ملاحظہ فرمائی تھی۔

وزیر جنگلات: Starred Questions دے دیں۔ میں جواب دے دوں گا۔

جناب سپیکر: تحریک التواء کے لئے لازم ہے کہ یہ Recent Occurrence کی ہو' اس میں Single Specific matter زیر بحث ہو۔ جو میاں محمد اسحاق صاحب کی تحریک التواء ہے' اس میں 23 مارچ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس میں جو دوسرے معاملات اسی انداز میں اٹھائے گئے ہیں جو جناب جنجوعہ صاحب نے اپنی تحریک التواء میں اٹھائے ہیں' نہ تو یہ Single specific matters ہیں اور نہ ہی Recent occurrence کے ہیں اور جس خدشے کا اظہار کیا گیا ہے اس میں قومی اسمبلی کی ایک رولنگ ہے:

Events likely to occure in future cannot be discussed in an adjournment motion

اس لئے میں ان دونوں تحاریک التوائے کار کو Out of order قرار دیتا ہوں۔

تحریک التواء نمبر16 میاں محمد اسحاق صاحب کی طرف سے ہے۔

پولیس کی نااہلی

میاں محمد اسحاق: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کیلئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ جنگ 10 اپریل 1987ء کے شمارے میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ غلام محمد دیر کے قتل کیس کا ملزم درخواست ضمانت مسترد ہونے کے بعد عدالت سے بھاگ نکلا تھا جب کہ عدالت میں سینکڑوں افراد موجود تھے۔

غلام محمد دیر کا پچھلے دنوں جب نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلے تو ان کو قتل کر دیا گیا تھا۔ سوال یہ نہیں کہ اس کو کس نے قتل کیا' مسئلہ صرف یہ ہے کہ قتل کے الزام میں ماخوذ ملزم کی ضمانت مسترد ہونے کے بعد سینکڑوں افراد اور پولیس کی موجودگی میں راہ فرار اختیار کرنا پولیس کی نااہلی اور بزدلی کا منہ بولتا ثبوت ہے آج ہماری پولیس کا یہ حال ہو چکا ہے کہ ایک طرف تو یہ بعض ملزموں پر اس قدر تشدد کرتی ہے کہ وہ ہلاک ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف یہ زیر تفتیش لوگوں کو اس قدر رعایت دیتی ہے کہ وہ عدالت ہی سے بھاگ کر نکل جاتے ہیں۔

پیشتر ازیں بھی پولیس کی نااہلی کی کئی ایک مثالیں ملتی ہیں کہ ملزمان کی ضمانت کی جاتی ہے گواہان کو تحفظ نہیں دیا جاتا جس کی وجہ سے پولیس کے خلاف لوگوں میں نفرت کے جذبات بڑھ رہے ہیں۔ لہٰذا اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

وزیر قانون: جناب والا! یہ واقعہ جو جنگ اخبار میں آیا ہے یہ درست نہیں ہے۔ جناب وکیل خان ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت میں پیش ہوئے تو ان کی ضمانت پر بحث ہوئی' عدالت نے حکم کے لئے دو بجے کا وقت دیا کہ اس وقت فیصلہ سنایا جائے گا۔ جب فیصلہ سنایا جا رہا تھا تو اس وقت وکیل خان عدالت میں موجود نہیں تھا وہ اس سے پہلے ہی چلا گیا تھا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ عدالت کے وقت فیصلے کے وقت ملزم موقع پر موجود تھا یہ درست نہ ہے لہٰذا کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوئی میں جناب کی وساطت سے معزز رکن کو بتانا چاہتا ہوں کی پولیس کی طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوئی ہے۔ وہ وقفہ میں خود ہی بھاگ گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ کیس زیر سماعت ہے اس کی ضمانت کی اپیل ہائی کورٹ

میں زیر التوا ہے۔ وہ عبوری ضمانت ہے۔ ابھی اس کا فیصلہ ہونا ہے۔ یہ دونوں لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ خلاف قاعدہ ہے اور اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔ دوسری بات یہ ہے کہ پولیس کی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی ہے۔ اور جو خبر ہے وہ درست نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب اب آپ کیا ارشاد فرمائیں گے ؟ وزیر قانون نے جو وضاحت دی ہے اس کے بعد اب آپ کا کیا ارشاد ہے ؟ میں نے ابھی اس کو admit نہیں کیا ہے کہ اس پر بحث کی جائے۔ میاں محمد اسحاق صاحب نے اسی ایوان میں یہ بات کہی ہے کہ تحاریک التوائے کار کے لئے نصف گھنٹہ ہوتا ہے لہٰذا اس پر میں پوائنٹ آف آرڈر کر کے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ تحاریک التوائے کار آ سکیں۔ اس لئے اگر راہی صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر بہت ہی ضروری ہے تو درست ہے ورنہ عام طور پر نہ اٹھایا جائے۔

جناب فضل حسین راہی: ابھی وزیر قانون نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ عدالت سے پہلے ہی بھاگ گیا تھا۔ انہوں نے اس تحریک التوائے کار کو اٹھایا ہے۔ کہ وہ پولیس اور سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں کیسے مفرور ہو گیا اصل پوائنٹ یہی ہے۔ جس پر بحث کے لئے کہا گیا ہے۔

جناب سپیکر: راہی صاحب یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

وزیر قانون: ضمانت کی درخواست پر دس بجے تک بحث ہوتی رہی اس کے بعد عدالت نے دو بجے تک کا وقت دیا تھا اس دوران میں وہ بھاگ گیا۔

جناب سپیکر: یہ بات درست ہے آپ میاں صاحب کی اس بات کو سمجھ گئے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر یہ معاملہ ہائی کورٹ میں ضمانت کے سلسلے میں زیر سماعت ہے۔ وہ ضمانت قبل از گرفتاری پر ہے۔ اس کو مفرور کہنا بھی غلط ہے اور اس ایوان میں اس معاملہ کو زیر بحث لانا یا کوئی تحریک پیش کرنا جو ہائی کورٹ میں زیر سماعت ہو قاعدہ کے خلاف ہے یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی وہ مفرور نہیں بلکہ سیاسی طور پر پولیس نے اس کو پریشان کیا اور اس کے خلاف پولیس نے جھوٹا پرچہ دیا اور سیاسی طور پر اس کو ہراساں کیا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ اس کی انتخابی عذرداری چل رہی ہے۔ تاکہ وہ انتخابی عذر داری سے پہلے گرفتار ہو جائے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب تشریف رکھئے۔ یہ معاملہ زیر سماعت ہے اس لئے یہ تحریک التوا خلاف

ضابطہ قرار دی جاتی ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! اس معاملہ کو حکومت کی طرف سے اٹھایا گیا ہے۔

جناب سپیکر: تحریک التوائے کار نمبر 17 میاں محمد اسحاق صاحب۔

بدعنوان اہلکاران کی وجہ سے عوام کا حکومت پر عدم اعتماد

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ نوائے وقت 11- اپریل 1987ء کے شمارہ میں ایک ادارتی نوٹ شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے "بدعنوانی کے مرتکب اہلکار" جس میں تحریر ہے کہ انٹی کرپشن پولیس ڈیرہ غازی خان نے محکمہ آبپاشی پنجند ڈویژن کے بعض افسران کو گرفتار کر لیا ہے جن پر تعمیراتی کاموں میں سنگین بے قاعدگیوں کا الزام ہے۔

سرکاری عمارتوں، پلوں، سڑکوں وغیرہ میں ناقص میٹریل کا استعمال بہت پرانی شکایت ہے۔ حکومت گاہے بگاہے عوام کی دلجوئی کے لئے ایک آدھ کیس پکڑ لیتی ہے جس کو بڑھا چڑھا کر اخبارات کی زینت بنایا جاتا ہے۔ مگر اس کا بھی کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے یا دوسروں کو اس سے کیا عبرت حاصل ہوتی ہے، کوئی نہیں جانتا۔

رفاہ عامہ سے تعلق رکھنے والی تعمیرات نہ صرف وقت کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے بلکہ آنے والی نسلوں کا بھی سرمایہ ہوتی ہیں جن میں نہروں کے پل، سڑکیں اور دوسری عمارتیں نہایت ہی اہمیت کا درجہ رکھتی ہیں اگر چند گنے چنے افراد اپنی من مانی کر کے ملک اور قوم کے ساتھ دھوکہ دہی کرتے ہیں تو یہ ہرگز قابل معافی نہیں ہیں۔ کیا حکومت کے نوٹس میں ایسے افراد نہیں ہیں اگر ہیں تو ان کے خلاف آج تک کیا کارروائی عمل میں لائی گئی ہے۔ حکومت کے ایسے ہی بدعنوان اہلکاروں کی وجہ سے عوام کا حکومت پر اعتماد اٹھتا جا رہا ہے۔

لہٰذا اس مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

جناب سپیکر: اب میں وزیر متعلقہ کو کہوں گا کہ وہ اس کا جواب دیں۔ چودھری محمد اعظم چیمہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ : جناب سپیکر! رانا پھول محمد خان اور سردار عارف نکئی صاحب دونوں اپنی اپنی سیٹوں پر نہیں ہیں اور دونوں اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں دونوں ہمیں دھوکہ دیتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان : جناب والا! میں سن نہیں سکا کیونکہ میں سردار صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ گو میرے دوست کو ناگوار گزرا۔ یہ حاسد ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو ہم گھیرے میں ڈالے رکھیں۔ اور وہ کسی سے بات نہ کر سکیں۔ تو ذرا دوبارہ فرما دیں۔ چیمہ صاحب! آپ نے کیا فرمایا تھا؟

جناب سپیکر: بس جناب رانا صاحب۔ رات گئی بات گئی۔

رانا پھول محمد خان : جناب والا! میں نے چیمہ صاحب سے نہ کبھی دل لگی کی ہے اور نہ ہی زندگی میں ان کو دھوکہ دینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ جب میں ان سے پیار کروں گا تو ان کو دھوکہ نہیں دوں گا بلکہ خودکشی کر لوں گا۔

جناب سپیکر: جناب وزیر آبپاشی

وزیر آبپاشی (جناب محمد اقبال) : جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جناب میاں اسحاق صاحب نے جس خبر کو اس تحریک التوا کی بنیاد بنایا ہے وہ خبر غلط تھی اور اس کی تردید سارے اخبارات میں چھپ چکی ہے۔ جناب والا! تحریک التوا کے سلسلے میں رول 67 سب رول (ایچ) ہے جس میں یہ لکھا گیا ہے۔

" The motion must not deal with a hypothetical case "

جناب والا! چونکہ یہ موشن مفروضے پر مبنی ہے۔ اس لئے یہ قابل پذیرائی نہیں ہے میں اپنے فاضل دوست سے عرض کروں گا کہ اس تحریک پر زور نہ دیں۔

جناب سپیکر: شکریہ میاں صاحب! اب آپ کی کیا رائے ہے؟ چودھری صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کی تردید اخبار میں آگئی ہے۔

میاں محمد اسحاق : ٹھیک ہے جی۔ چودھری صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے ہم اس پر زور نہیں دیتے۔

وزیر آبپاشی: شکریہ۔

جناب سپیکر: آپ اس پر زور نہیں دیتے ہیں۔ تحاریک التوا کا وقت ختم ہوتا ہے۔ جی شاہ صاحب!

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے دو الفاظ میں حکومت پنجاب سے چھوٹا سا مطالبہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہفت روزہ "آواز سلب" کے خلاف مخصوص وجوہات کی بنا پر اس کے پبلشر اور ایڈیٹر کے خلاف کارروائی کی جا رہی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ اپیل کرنا چاہتا ہوں کہ چھوٹے چھوٹے معاملات ہیں۔ ان کے خلاف جو انتقامی کارروائی کی جا رہی ہے اس پر نظر ثانی کی جائے اور اس پر رحم کرتے ہوئے اس کی جان خلاصی کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ کن کے بارے میں آپ نے بات کی ہے؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! یہ ہفت روزہ "آواز سلب" ہے۔ مجھے چٹ ملی ہے۔

مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں

جناب سپیکر: اچھا ٹھیک ہے۔ یہ قراردادیں ہیں۔ سب سے پہلے بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ کی قرار داد ہے۔

محترمہ بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب سپیکر! مجھے پڑھنے کی اجازت ہے؟

جناب سپیکر: جی ارشاد فرمائیے۔

بہترین پارلیمنٹرین کی منتخب تقاریر کی وڈیو کیسٹ کا ایک ایک سیٹ تاریخ ساز اور بے مثال رولنگز لائبریریوں میں محفوظ کرنے کا بندوبست

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت پنجاب سپیکر کی دانست میں جو فاضل اراکین موجودہ دور میں بہترین پارلیمنٹرین ثابت ہوں ان کی منتخب تقاریر پر انہیں کی آواز میں اور انہی کے انداز میں وڈیو کیسٹ میں محفوظ کر کے اس کا ایک ایک سیٹ اسمبلی لائبریری، قائداعظم لائبریری اور پنجاب لائبریری میں محفوظ رکھے تاکہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں نہ صرف آنے والی اسمبلیاں اس سے رہنمائی حاصل کر سکیں بلکہ ریسرچ سکالرز بھی اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں نیز جناب سپیکر کی بعض تاریخ ساز اور بے مثال رولنگز بھی انہی کی آواز میں اور انہی

نکے انداز میں اسی طرح انہی لائبریریوں میں محفوظ کرنے کا بندوبست بھی کیا جائے تاکہ ایک جمہوری دور کی صحیح تصویر محفوظ رہ سکے۔

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ نے یہ قرار داد پیش کی ہے "اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت جناب سپیکر کی دانست میں جو فاضل اراکین موجودہ دور میں بہترین پارلیمینٹیرین ثابت ہوں ان کی منتخب تقاریر انہی کی آواز میں اور انہی کے انداز میں وڈیو کیسٹ میں محفوظ کر کے اس کا ایک ایک سیٹ اسمبلی لائبریری' قائداعظم لائبریری اور پنجاب لائبریری میں محفوظ رکھے تاکہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں نہ صرف آنے والی اسمبلیاں اس سے راہنمائی حاصل کر سکیں بلکہ ریسرچ سکالرز بھی اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں نیز جناب سپیکر کی بعض تاریخ ساز اور بے مثال رولنگز بھی انہی کی آواز میں اور انہی کے انداز میں اسی طرح انہی لائبریریوں میں محفوظ کرنے کا بندوبست بھی کیا جائے تاکہ ایک جمہوری دور کی صحیح تصویر محفوظ رہ سکے"

بیگم صاحبہ! کچھ کہنا چاہیں گی؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے اور محرک کی اجازت سے اس میں ایک ترمیم پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ اس میں ترمیم پیش کرنا چاہتے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! آپ کی اجازت سے اور محرک کی اجازت سے ترمیم پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ بیگم صاحبہ! آپ اپنی قرارداد کے حق میں بات کر لیں۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب سپیکر! جیسا کہ ......

جناب فضل حسین راہی: جناب والا۔ اس قرارداد کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔

جناب سپیکر: اس کی کسی نے مخالفت نہیں کی؟

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! اس کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔

جناب سپیکر: اگر کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی تو پھر اس پر بات کرنے کی زیادہ ضرورت ہی نہیں

ہے۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! آج تو کوئی عجیب اتفاق ہے ....

جناب فضل حسین راہی: جناب والا۔ یہ معاملہ متنازعہ بھی ہو سکتا ہے لیکن اب تو بات واضح ہے کہ کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ یہ قرارداد اتفاق رائے سے پاس ہو گئی ہے۔ اگر کوئی مخالفت کرتا تو پھر آپ ان کو مباحثہ کے لئے کہتے۔

جناب سپیکر: یہ صحیح بات ہے۔

جناب فضل حسین راہی: اب اس کی کسی نے مخالفت نہیں کی اس لئے اس پر مباحثہ نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر: پھر شاہ صاحب کی ترمیم کے بارے میں کیا ہو گا۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا جب کسی نے قرارداد کی مخالفت ہی نہیں کی تو ترمیم ختم ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر: ہاں!

وزیر قانون: جناب والا! یہ معاملہ آپ کا اور بشریٰ رحمٰن صاحبہ کا ہے۔ ہم دخل دینے والے کون ہیں۔ سپیکر اور اسمبلی آزاد ہے۔ ماشاء اللہ آپ ایک دوسرے کے سامنے ہیں۔ آپ جو فیصلہ کریں گے ہمیں قبول ہو گا۔

جناب سپیکر: کیا بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ کے علاوہ یہاں ہاؤس میں اور کوئی پارلیمنٹرین نہیں ہے۔ ہم تو راجہ صاحب! آپ کو بھی ایک بہترین پارلیمنٹرین سمجھتے ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا۔ آپ کی اسمبلی آزاد ہے۔ اس میں جو آپ حکم دیں گے وہی لاگو ہو گا۔ لہٰذا بالکل واضح طور پر محرک اور آپ کا حق ہے۔ آپ دونوں مل کر فیصلہ کر لیں۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: خیر مبارک۔ جناب سپیکر! اگرچہ آپ نے یہ فرما دیا ہے کہ کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ اس لئے یہ قرارداد منظور کی جاتی ہے یا کی جائے گی۔ جناب والا۔ میں آپ کے توسط سے جناب راجہ خلیق اللہ صاحب کی اس قدر خوش خلقی کا بہت شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ آج

انہوں نے میرے اور آپ کے درمیان حائل ہونے کی کوشش نہیں کی۔

جناب والا ! یہ اگرچہ وزیر قانون اور وزیر پارلیمانی امور ہیں لیکن حضور والا ! ان کو بہت سے امور اور دستور کا علم نہیں ہے ان کا فرض صرف یہ ہے کہ جب کوئی فاضل رکن کھڑا ہو یہ آپ کے اور اس کے درمیان حائل ہو جائیں' دیوار بن جائیں۔ یہ جناب بڑی خوبصورتی کے ساتھ دیوار بن جاتے ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا۔ مجھ میں نہ جان ہے' نہ کوئی مجال ہے نہ کوئی جرات ہے کہ آپ کے اور ان کے درمیان حائل ہو جاؤں۔ میری جرات ہی نہیں ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا ! میں بیگم صاحبہ سے یہ گزارش کروں گا کہ جس معاملہ میں وزیر قانون صاحب untrained ہیں وہ ٹریننگ کے لئے اپنا وقت ان کو دیں اور انہیں train کریں۔

جناب سپیکر: بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ کی قرارداد کو کسی نے oppose نہیں کیا (قرارداد باتفاق رائے منظور کی گئی)۔ (نعرہ ہائے تحسین) یہ دوسری قرارداد جناب سردار الطاف حسین کی طرف سے ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا ! آپ کی اجازت سے وزیر مال سے ایک وضاحت چاہتا ہوں۔

چودھری اکرام الحق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چودھری اکرام الحق پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

چودھری اکرام الحق: جناب والا ! بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ نے جو بات فرمائی ہے وہ ذومعنی بات ہے جسے غلط معنی بھی پہنائے جا سکتے ہیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس کو ریکارڈ سے حذف کر دیا جائے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا ! بات تو صحیح تھی۔ فاضل ممبر اس کو دوسرے معنوں میں لے جانا چاہتے ہیں یہ ان کا اپنا شوق تسکین ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! میں جناب سید طاہر احمد شاہ کا بہت شکریہ ادا کرتی ہوں' انہوں نے بہت مناسب اور اچھا جواب دیا ہے۔ جناب والا' اس ایوان میں کھڑے ہو کر مجھے اس بات کا اعتراف کرنا چاہئے کہ ہم سب آپ کے زیر شفقت اور آپ کے زیر سرپرستی ٹریننگ بھی

تعامل کرتے ہیں، حقوق بھی حاصل کرتے ہیں اور بات بھی کرتے ہیں۔ حضور والا! یہاں پر سوال صرف فاضل اراکین کا ہے، یہاں پر صنف کا سوال نہیں ہے۔ جو بھی کسی فاضل رکن کا آپ سے تعلق ہو سکتا ہے وہی میرا بھی ہو سکتا ہے۔ میں ممبر صوبائی اسمبلی پہلے ہوں اور عورت بعد میں ہوں،
۴ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ فاضل رکن نے جو سوال اٹھایا ہے۔ یہ سوال ان کی سمجھ کی عکاسی کرتا ہے۔ جیسا آدمی ہو گا ویسا ہی سوال اٹھائے گا، میں اس کے لئے بہت معذرت چاہتی ہوں، میرا آپ سے وہی محترمانہ، مہذبانہ وہی تعلق ہے جو کہ اس کرسی پر بیٹھے ہوئے کسی بھی معزز شخص کے ساتھ ہونا چاہئے۔ یہ میرا استحقاق بنتا ہے اور اس استحقاق کو اسمبلی کے اندر بھی کہوں گی اور باہر بھی کہوں گی اور منواؤں گی، اور میں یہ بار بار کہوں گی۔ شکریہ

جناب سپیکر: جناب سردار الطاف حسین۔

خاندانی منصوبہ بندی کے گریجوایٹ ملازمین کی ملازمت پر بحالی

سردار الطاف حسین: جناب سپیکر، اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ محکمہ خاندانی منصوبہ بندی کے جن گریجوایٹ ملازمین کو امتحان پاس نہ کرنے کی بنا پر ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ انہیں فوری طور پر بحال کیا جائے یا ان کے لئے کسی متبادل ملازمت کا بندوبست کیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ

"صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ محکمہ خاندانی منصوبہ بندی کے جن گریجویٹ ملازمین کو امتحان پاس نہ کرنے کی بنا پر ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ انہیں فوری طور پر بحال کیا جائے یا ان کے لئے کسی متبادل ملازمت کا بندوبست کیا جائے"۔

سردار صاحب اپنی قرارداد پر کچھ کہنا چاہیں گے؟

سردار الطاف حسین: جناب والا! میں یہ عرض کروں گا.....

جناب سپیکر: جناب ریاض حشمت جنجوعہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا۔ پیشتر اس کے کہ سردار صاحب اپنی قرارداد کے بارے میں کچھ کہیں میں جناب سے ایک رولنگ چاہوں گا۔ کہ کیا اس ایوان سے ملحقہ لابی میں "لسی" لائی

جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: یہ تو بڑی پرانی بات ہو گئی ہے۔ رولنگ اب آپ چاہتے ہیں یہ مسٹر لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ محترمہ ساجدہ نیر عابدی صاحبہ نے معزز اراکین اسمبلی کے لئے اس کا اہتمام کیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور ان کی یہ کوشش قابل ستائش ہے۔ سردار الطاف حسین صاحب۔

سردار الطاف حسین: جناب والا۔ جناب رانا پھول محمد خان صاحب نے قرارداد کی تفصیل سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے کہا ہے تو میں عرض کروں گا کہ سال 1965ء میں پہلی دفعہ پاکستان میں تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے تحت خاندانی منصوبہ بندی سکیم کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ صوبائی اور ضلعی بورڈز کے تحت کام کرنے کے لئے ملک کے انتہائی پڑھے لکھے لوگوں کو اس سکیم کے تحت ملازم رکھا گیا۔ 17 سال گزرنے کے بعد سال 1981ء میں پہلی دفعہ ان گریجوایٹس کو یہ کہا گیا کہ وہ مستقل طور پر اس محکمہ میں رہنے کے لئے وفاقی پبلک سروس کمشن کے تحت امتحان دیں۔
جناب والا۔ راہی صاحب نے اعتراض کیا ہے۔ اس لئے میں اب زبانی عرض کروں گا کہ وفاقی پبلک سروس کمشن نے 1981ء میں ان گریجوایٹس کو یہ کہا کہ وفاقی گورنمنٹ میں مستقل طور پر ملازمت حاصل کرنے کے لئے وفاقی پبلک سروس کمشن سے ایک امتحان پاس کرنا ہو گا ......

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر' کیا یہ ضروری نہیں تھا کہ ان کی قرارداد کے پڑھے جانے کے بعد آپ بھی قرارداد کو پڑھتے اور ایوان میں پیش کرتے۔ پھر یہ تقریر فرماتے۔

جناب سپیکر: مسئلہ یہ ہے کہ اکثر اوقات آپ متوجہ نہیں ہوتے۔ قرارداد پیش ہو چکی ہے۔ میری طرف سے دہرایا گیا ہے۔ اب تقریر ہو رہی ہے۔

جناب فضل حسین راہی: اچھا۔ مجھے افسوس ہے۔

سردار الطاف حسین: ...... تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ 17 / 18 سال کی سروس کے بعد انہیں پبلک سروس کمشن کا امتحان دینے پر مجبور کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 12 / 13 سو کے قریب ملازمین نے یہ احتجاج کیا کہ 17 سال کے بعد جس وقت ہم تعلیم سے منسلک نہ رہنے کی وجہ سے امتحان دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں' یہ ہمارے ساتھ زیادتی ہو گی اگر ہمیں تحریری طور پر امتحان دینے پر مجبور کیا جائے۔ لیکن اصرار تھا ان میں سے تین سو کے قریب ملازمین نے ملازمت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے

چونکہ متعلقہ محکمہ کے سیکرٹری نے انہیں یہ دھمکی دی تھی کہ جو ملازمین امتحان دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوں گے انہیں ملازمت سے برطرف کردیا جائے گا چنانچہ تین سو کے قریب ملازمین نے سپریم کورٹ کی گورنمنٹ کی اس ہدایت پر لبیک کہا اور امتحان دینے پر آمادگی کا اظہار کیا لیکن پبلک سروس کمیشن نے اس کے بعد سیکرٹری متعلقہ کی ہدایت پر یا ان کی ترغیب پر یا کسی دیگر مصلحت کے تحت بجائے اس کے کہ جن لڑکوں نے یہ امتحان دیا تھا ان کے نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے ان کو زیر غور لاتے ان کو انٹرویوز کے لئے بلاتے۔ انہوں نے یہ کیا کہ جن لڑکوں نے تحریری امتحان پاس کیا تھا ان کو نظر انداز کیا۔ ان کو ملازمت سے محروم کیا اور صرف اپنے چند افراد کو نوازنے کے لئے کہ جنہوں نے متعلقہ سیکرٹری یا متعلقہ کلرک یا اہلکار و approach کیا تھا۔ اس تک رسائی حاصل کر لی تھی۔ ایسے افراد کو انٹرویو میں فرضی نمبر دے کر ملازمت پر رکھا۔ اور ان کے تحریری امتحان کے پرچے آج بھی کوئی صاحب دیکھنا چاہیں تو وہ اسلام آباد میں پبلک سروس میں ان کا ریکارڈ موجود ہو گا۔ ان میں اکثر وہ لوگ تھے جو کہ تحریری امتحان پاس نہ کر سکے۔ صرف انٹرویوز میں فرضی نمبر دے کر انہیں پاس کیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ انتہائی ذہین اور محنتی لڑکے جنہوں نے 17 / 18 تک اپنی ملازمت کے فرائض انجام دیئے تھے وہ ملازمت کے حصول میں ناکام رہے۔ تو میرا عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت جبکہ وفاقی اور صوبائی حکومت وزیر اعظم پاکستان کے پانچ نکاتی پروگرام کے تحت بے روزگار افراد کو روزگار مہیا کرنے کے لئے شب و روز کوشاں ہے تو ان حالات میں ان افراد کو جو سن 1965ء سے ملازمت میں چلے آ رہے تھے اور وہ عمر کے اس حصہ میں داخل ہو چکے تھے کہ وہ کوئی دوسرا روزگار اختیار نہیں کر سکتے' کوئی دوسرا پیشہ بھی اختیار نہیں کر سکتے ہیں۔ زمیندارہ پیشہ اختیار نہیں کر سکتے ہیں' ان کے بچے جوان ہو چکے ہیں تو اس وقت مناسب یہ ہو گا اور حکومت کے لئے نیک نامی میں اضافے کا باعث ہو گا اور یہ چیز حوصلہ افزائی کا باعث ہو گی۔ کہ ہمیں ان کو 17 سال کے بعد روزگار سے محروم نہیں کرنا چاہیے بلکہ انہیں اسی طرح دوبارہ روزگار پر بحال کرنا چاہیے یا پھر حکومت انہیں متبادل ملازمتیں فراہم کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی طرح حکومت کی نیک نامی میں اضافہ ہوگا اور وزیر اعظم پاکستان نے جو پانچ نکاتی پروگرام پیش کیا ہے اس سے ہر شخص یہ محسوس کرے گا کہ حکومت اس پر عمل کر رہی ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں سردار الطاف حسین صاحب کی اس قرارداد کی تائید کرتا ہوں کہ واقعی ان ملازمین کے ساتھ زیادتی ہے جنہوں نے سولہ سولہ سترہ سترہ سال سروس کی ہے اور اب

اتنے عرصے کے بعد انہیں بے روزگاری کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس لئے ان کی مدد کے لیے یہ قرار داد منظور کرنا نہایت ضروری ہے - لیکن اس میں کچھ فرق ہے - جسے درست کر لیا جائے واقعہ یہ ہے کہ ان ملازمین کو 17 سال بعد یہ کہا گیا کہ اب تم پبلک سروس کمیشن کا امتحان دو یہ سراسر ناانصافی ہے کیونکہ 17 سال بعد امتحان دینے کا کوئی جواز نہیں ہے - ان ملازمین نے احتجاجی طور پر امتحان دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہمیں بدستور بحال رکھا جائے۔ regular کر دیا جائے۔ لیکن ان کے احتجاج کے باوجود کچھ لوگوں نے امتحان دے دیا جو پاس ہو گئے ان کو ملازمت مل گئی' لیکن اس کے بعد سپریم کورٹ کے حکم سے کچھ ہوا جو کہ مجھے اچھی طرح سے علم نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ سفارش یہ جائے کہ جن ملازمین کو الگ کیا گیا تھا ان کے لیے امتحان کی شرط بعد میں رکھی گئی تھی ان کو ملازمت علیحدہ پہلے ہی کر دیا گیا تھا جو کہ ان کے ساتھ سراسر ناانصافی تھی لہٰذا ان کو بحال کیا جائے اور اگر پبلک سروس کمیشن کا امتحان بھی دلوانا ہو ان کو بحال کرنے کے بعد پبلک سروس کمیشن کا امتحان دلوایا جائے اور ان کی 17 سال کی وہ سروس شمار کی جائے یہ نہ کیا جائے کہ 17 سال یا 21 سال کے بعد پھر نئے سرے سے ان کی ملازمت شروع کی جائے اس لئے میں اس قرار داد میں ترمیم پیش کرتا ہوں اور زبانی پیش کرتا ہوں کہ ان ملازمین کو اسی تاریخ سے بحال کرکے ان کی ملازمت شمار کی جائے اور اگر حکومت یہ ضروری سمجھے تو پھر اس کے بعد پبلک سروس کمیشن امتحان لے۔ لیکن ان کی سروس میں فرق نہیں آنا چاہیے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان کی ملازمت کے 21 سال ضائع ہوتے ہیں وہ لوگ اب پنشن کے قریب پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ قرار داد نہایت اہم ہے اور تین چار سو افراد کی روزی کا سوال ہے جس میں سولہ گریڈ کے اور سترہ گریڈ کے ملازمین ہیں - اس لئے میری اس ترمیم کے ساتھ مرکزی حکومت سے یہ استدعا کی جائے۔

جناب سجاد احمد چیمہ : جناب والا! رانا صاحب کی اس ترمیم کے ساتھ اگر میری ترمیم بھی شامل کر لی جائے تو بہتر ہوگا وہ یہ ہے کہ ان ملازمین میں سے ایک صاحب ایسے تھے جن کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا اور اس کے بعد وہ صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے ہیں اور ہمارے معزز رکن ہیں' نہ صرف رکن بلکہ مشیر بھی ہیں اگر ان کو بحال کر دیا گیا تو ممکن ہے کہ انہیں پھر سروس میں شمولیت اختیار کر لی تو ہم سب کا استحقاق مجروح ہوگا۔

آوازیں : نام بتایا جائے۔

جناب سجاد احمد چیمہ : جناب والا! نام لینا مناسب نہیں ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! نام بتانا چاہیئے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جناب چیمہ یہ جو آپ ترمیم پیش کر رہے ہیں یہ آپ سنجیدگی سے فرما رہے ہیں یا ازراہ تمسخر؟

جناب سجاد احمد چیمہ : جناب میں تو سنجیدگی سے عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: اس ترمیم کو آپ شامل کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سجاد احمد چیمہ : جی ہاں

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا! رولز میں اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ کسی محرک کی طرف سے دی گئی قرارداد میں اس کی پیشگی منظوری کے بغیر اس میں ترمیم پیش کی جاسکے۔ اگر محرک نے اس کی اجازت نہیں دی تو پھر یہ خلاف قاعدہ ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب اپنی بات کو دہرائیے گا۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر جب کوئی پرائیویٹ ممبر اس ایوان میں قرارداد پیش کرتا ہے تو قواعد و ضوابط کے مطابق محرک قرارداد کی منظوری کے بغیر ترمیم اس ایوان میں پیش نہیں کی جاسکتی۔

جناب سپیکر: نہیں رولز میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔ ترمیم پیش کی جاسکتی ہے لیکن اس میں Time Factor موجود ہے کہ ایک مقررہ ٹائم کے اندر ترمیم پیش کرنی چاہیے اور Chair کی اجازت سے ٹائم کی پابندی بھی کوئی ضروری نہیں ہے۔ وہ عین وقت پر بھی پیش کی جاسکتی ہے -

رانا پھول محمد خان : جناب والا! جس طرح ہمارے چودھری صاحب نے فرمایا ہے کہ ایک مشیر صاحب کے لیے کوئی ترمیم ضروری ہے - میں اس ترمیم کی مخالفت کرتا ہوں۔ اگر کوئی شخص رکن صوبائی اسمبلی بن گیا ہے یا مشیر بن گیا ہے تو اس ترمیم میں یہ بات لکھ دی جائے کہ یہ اس کی اپنی صوابدید پر ہے کہ وہ مشیر کا عہدہ چھوڑے یا اس ملازمت کو چھوڑے یہ لازمی نہیں ہے کہ اس کو مشیر کا عہدہ چھوڑنا پڑے گا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ ایسا کیجئے کہ آپ اپنی ترمیم کے بارے میں بات کریں، رانا صاحب

آپ کی ترمیم کیا ہے؟

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میری ترمیم یہ ہے کہ ان ملازمین کو غالباً 1984ء میں محکمہ خاندانی منصوبہ بندی سے نکال دیا گیا تھا' جس میں پنجاب کے تین سو آدمی شامل تھے اور نکالنے کے بعد جب انہوں نے احتجاج کیا پھر ان کو یہ حکم دے دیا گیا کہ پبلک سروس کمشن کا امتحان پاس کریں اور ان کو امتحان دینے کے لیے حکم دیا گیا۔ ان لوگوں نے یہ کہا کہ ہم سولہ سترہ سال کے بعد پبلک سروس کمشن کا امتحان دینے کے لیے تیار نہیں ہیں اور احتجاجاً انہوں نے اس امتحان کا بائیکاٹ کیا۔ چند آدمیوں نے ان سے علیحدہ ہو کر امتحان دیا اور وہ نامزد ہو گئے......

جناب سپیکر: یہ ساری ترمیم ہے کہ جو آپ پڑھ رہے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب

جناب سپیکر: تو پھر Sorry میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں اپنی ترمیم پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: میں اس کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ ترمیم جو پیش کی جائے وہ لکھی ہوئی ہونی چاہیے تاکہ ہم اس کو دیکھ سکیں کہ آپ کیا ترمیم پیش کرنا چاہتے ہیں؟

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں سردار صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ اپنی یہ قرار داد واپس لے لیں......

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ تشریف رکھیں۔

وزیر جنگلات و سیاحت: جناب والا! میں بھی کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر: سردار صاحب آپ کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت: جناب والا! میں اس قرارداد کے قانونی پہلوؤں پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! میں نے اس قرار داد کی مخالفت کی ہے کیونکہ میں اس کے قانونی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ اس وقت تشریف رکھیں میں آپ کو اس پر بات کرنے کی اجازت دوں گا۔ آپ

اس کی فکر نہ کریں۔ رانا صاحب کی جو ترمیم ہے اس کے لئے بھی میں اجازت نہیں دیتا۔ سجاد احمد چیمہ صاحب کی طرف سے جو ترمیم پیش کی گئی ہے اس کی بھی میں اجازت نہیں دیتا۔ میں صرف اس ترمیم کے لیے اجازت دوں گا جو تحریری طور پر میری پاس آئے گی اور جو ترمیم تحریری طور پر میری پاس پیش نہیں ہوگی اس کے لئے مین آپ کو اجازت نہیں دوں گا۔

وزیر جنگلات و سیاحت: جناب والا! میں سردار صاحب کی قرارداد کی مخالفت کرتاہوں۔

جناب سپیکر: جی آپ پہلے ارشاد فرمائیں۔

وزیر جنگلات و سیاحت: جناب والا! پنجاب سول سروتس ایکٹ کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ یہ تقرریاں ایڈھاک بنیاد پر تھیں اور Ad hoc appointment کے متعلق یہ لکھا ہوا ہے کہ:

An initial appointment, not being an Ad Hoc appointment, is to be on probation as is prescribed.
Where a departmental examination on training course is prescribed such examination must be passed or training course completed for the successful completion of the probation period.

ان ملازمین کو 1983ء 1984ء میں ان کو نکال دیا گیا تھا اور انہوں نے سپریم کورٹ میں اپیل کی تھی' سپریم کورٹ میں writ کی تھی۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق انہوں نے یہ کہا کہ ان کے لیے یہ امتحان لازم ہے۔ لہٰذا ان افسران نے امتحان دیا اور جو لوگ اس امتحان میں پاس ہو گئے ان کو ملازمت میں رکھ لیا گیا اور Retrospective effect سے رکھ لیا گیا اور جو لوگ پبلک سروس کمشن کے امتحان میں فیل ہو گئے ان کو نکال دیا گیا' اب یہ معاملہ سپریم کورٹ کا ہے اگر کسی شخص کو اس بات سے اتفاق نہیں ہے یا کسی افسر کو اس سے اتفاق نہیں ہے تو

They can always appeal to the Supreme Court again.

سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد اب انہیں سپریم کورٹ میں ہی جانا چاہیے۔ سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ پبلک سروس کمیشن کا امتحان دینا ضروری ہے اور جو افسران جنہوں نے یہ امتحان پاس کر لیا وہ واپس نوکری پر آگئے جنہوں نے نہیں کیا وہ سپریم کورٹ کے فیصلے سے Reject ہو گئے۔

This case has to go to the Supreme Court.

اب یہ قرارداد یہاں ہماری اسمبلی میں پاس نہیں ہوسکتی۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف انفارمیشن۔ میں جناب سردار عارف رشید

صاحب سے آپ کے توسط سے ایک انفارمیشن چاہتا ہوں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ Ad Hoc Appointement تھی۔ جناب سپیکر! یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ 1964ء میں ایک آدمی ملازم ہوتا ہے - 1981ء میں اس کو نکالا جاتا ہے اور 17 سال تک وہ ایڈھاک بنیاد پر ہی کام کرتا رہتا ہے۔ کون سے قانون کے تحت 17 سال تک ایڈھاک بنیاد پر وہ کام کرسکتا ہے - اتنی لمبی ملازمت ایڈھاک نہیں ہوسکتی ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے راہی صاحب آپ نے پوائنٹ آوٹ کر دیا ... سردار صاحب یہ وفاقی حکومت کے ملازمین کے بارے میں ہے ....

وزیر جنگلات و سیاحت: میں فیڈرل گورنمنٹ کے ملازمین کا ہی یہ ایکٹ بتا رہا تھا۔

جناب سپیکر: اچھا تو اس میں آپ کا موقف کیا ہے کہ یہ Ad Hoc appointement تھیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت: یہ ایڈھاک کی بنیاد پر ملازم ہوئے تھے اور ایڈھاک کی بنیاد پر ہی چلتے رہے کیونکہ انہوں نے امتحان پاس نہیں کیا تھا اور جب حکومت نے ان کو نکال دیا تو انہوں نے سپریم کورٹ میں رٹ کی اور جب سپریم کورٹ میں رٹ کی تو سپریم کورٹ نے آرڈرز دے دیئے کہ جو ملازم امتحان پاس کر لے گا اس کو حکومت رکھ لے گی لہٰذا ان سب نے امتحان دیئے اور جو افسر' جو ملازم امتحان میں پاس ہوگیا اس کو واپس ملازمت میں رکھ لیا گیا اور جو نہیں پاس کرسکا اس کو محکمے نے نکال دیا اب بات یہ بنتی ہے کہ یہ سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے اور اگر کسی شخص کو کسی افسر کو کوئی Grievance ہے تو وہ سپریم کورٹ سے پھر رجوع کرسکتے ہیں اور سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ ہے کہ :

Departmental examination is a must.

چودھری حاکم علی: پوائنٹ آف آرڈر' سر

جناب سپیکر: جی! چودھری حاکم علی صاحب...

چودھری حاکم علی: جناب سپیکر! اتنا اہم مسئلہ شروع ہے - ہمارے چیف منسٹر صاحب ہاؤس میں موجود ہیں اور صدیق سالار صاحب ان کی توجہ ہاؤس کی طرف نہیں ہونے دیتے۔ صدیق سالار صاحب سے ہم گزارش کریں گے کہ وہ اپنی سیٹ پر چلے جائیں تاکہ چیف منسٹر ہماری بات اور ہمارے معزز اراکین کی بات سن سکیں۔

چودھری محمد صدیق سالار: چودھری صاحب! آپ کی نظر بہت تیز ہے میں نے آپ کی بات پر عمل کیا ہے اور میں اپنی سیٹ پر آگیا ہوں۔

چودھری حاکم علی: کسے تے دیلے اوتاں نوں فارغ ہوکے بیٹھن دا ٹائم دو بڑی مہربانی اے تہاڈی اور اسی وی تہاڈے ای ساتھی آں ...... (قہقہے)

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ اگر معاملہ کسی عدالت میں زیر سماعت ہو تو پھر اس ہاؤس میں اس کے متعلق قرار داد نہیں آسکتی۔ اگر معاملہ عدالت سے طے ہوچکا ہو اور ہم اس میں کچھ اور چاہتے ہوں' مطالبہ کچھ اور ہو تو پھر قرار داد کے ذریعے مرکزی حکومت سے سفارش کرنے میں سپریم کورٹ کا وہ فیصلہ جو پہلی رٹ پر ہوا ہے کوئی امر مانع نہیں۔

جناب سپیکر: آپ اس قرار داد کی مخالفت کر رہے ہیں یا اس کی حمایت کر رہے ہیں؟

رانا پھول محمد خان: جی نہیں.....

جناب سپیکر: آپ اس کے کی حمایت کر رہے ہیں؟

رانا پھول محمد خان: میں سردار صاحب کی بات پر بات کر رہا ہوں کہ یہ ہونا چاہئے لیکن اس ترمیم کے ساتھ کہ اس قرار داد کی منظوری میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آپ اس کی حمایت کر رہے ہیں؟

رانا پھول محمد خان: جی ہاں میں اس کی تائید کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: اچھا تشریف رکھیں۔ سردار صاحب آپ اس پر بات کر چکے ہیں' کیا آپ اس کی مخالفت کرتے ہیں؟

وزیر جنگلات و سیاحت: جی ہاں....

جناب سپیکر: قرار داد یہ پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے "کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ محکمہ خاندانی منصوبہ بندی کے جن گریجویٹ ملازمین کو امتحان پاس نہ کرنے کی بناء پر ملازمت سے علیٰحدہ کر دیا گیا ہے انہیں فوری طور پر بحال کیا جائے یا ان کے لئے کسی

متبادل ملازمت کا بندوبست کیا جائے "
جو اس قرارداد کے حق میں ہیں وہ ہاں کہیں۔

معزز ایوان: ہاں
جو اس کے خلاف ہیں وہ نہ کہیں۔

معزز ایوان: نہ ..... (قطع کلامیاں)

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! میں سردار صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی قرارداد واپس لے لیں اور اس کا مضمون درست کرکے دوسرے پرائیویٹ ڈے میں لے آئیں کس کو اعتراض نہیں ہوگا۔

سردار الطاف حسین: جناب سپیکر! میں ایک بات کرنا چاہوں گا کیونکہ وزیر موصوف صاحب نے کچھ ارشاد فرمایا ہے کہ انہوں نے سپریم کورٹ کے فیصلے کا حوالہ دیا ہے انہیں شاید یہ علم نہیں ہے یا انہیں غلط معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

جناب سپیکر: جس وقت سوال put کر دیا گیا ہو تو اس وقت اس پر بحث کی اجازت نہیں ہو سکتی..... میرے خیال میں فیصلہ نہ والوں کے حق میں ہے۔

(قرارداد نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: جی سردار صاحب اب آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

سردار الطاف حسین: جناب سپیکر! اس قرار داد کی اہمیت کے پیش نظر میں اسے ہاؤس کے سامنے پیش کر رہا تھا کیونکہ دو تین سو ملازمین کے روزگار کا سوال تھا اگر ہاؤس کی یہ خواہش ہے تو میں اسے واپس لیتا ہوں۔ یہ میرا کوئی ذاتی مسئلہ نہیں .....

جناب سپیکر: قرار داد پر فیصلہ " نہ " والوں کے حق میں ہے اور اس کے ساتھ ہی قرار داد واپس لے لی گئی۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! آپ کی رولنگ یہ ہے کہ فیصلہ اس قرار داد پر " نہ " والوں کے حق میں ہے اور قرار داد واپس لے لی گئی ہے جناب سپیکر! یہ دو فیصلے ہیں.....

چودھری گل نواز خان وڑائچ: پوائنٹ آف آرڈر سر۔ آپ رولنگ دے چکے ہیں اس لئے اب آپ کو کوئی آدمی چیلنج نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر: یہ صحیح بات ہے....

چودھری گل نواز خان وڑائچ: دوسری بات جناب یہ ہے کہ میں الطاف حسین صاحب کو مبارک دیتا ہوں کہ انہوں نے ہاؤس اور اپنی پارٹی کے وقار اور عزت کو قائم رکھنے کے لیے صحیح فیصلہ کیا ہے.........

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر...

جناب سپیکر: جی

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! میں اس پر آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ ایک قرار داد جسے ووٹنگ کے لیے اس ایوان میں پیش کر دیا جائے اور اس پر ووٹنگ بھی ہو جائے تو اس کے بعد کیا اسے واپس لینے کی اجازت دی جا سکتی ہے ؟

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ جس وقت اس قرار داد پر ووٹنگ کے لیے میں نے سوال put کیا تو اس پر کچھ لوگوں نے اس کے حق میں آوازیں بلند کیں اور کچھ لوگوں نے اس کے خلاف آوازیں بلند کیں۔ میں نے یہ اعلان کیا کہ میرے خیال میں فیصلہ نہ والوں کے حق میں ہے تو اس دوران ایک معزز رکن کے پوائنٹ آف آرڈر کرنے پر سردار الطاف حسین صاحب نے اٹھ کر اپنی قرار داد واپس لے لی۔ ایک تو یہ وہ فیصلہ جو میں نے کہا تھا کہ میرے خیال میں یہ فیصلہ "نہ" والوں کے حق میں ہے وہ Confirm ہو گیا کہ وہ اس کو چیلنج نہیں کرتے ہیں اس لئے فیصلہ "نہ" والوں کے حق میں ہے اور ساتھ ہی وہ اپنی قرار داد کو واپس لے رہے ہیں اس لیے میرے لئے یہ اعلان کرنا لازم ہے کہ وہ اپنی قرار داد کو واپس بھی لے رہے ہیں۔ جناب طاہر احمد شاہ صاحب ....

چھوٹے زراعت پیشہ افراد کو فراہم کردہ قرضہ جات پر صرف %2 (فی صد) خدمتی محصول کی وصولی

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے یہ قرارداد ایوان میں پیش کرتا ہوں

"کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرکے کہ چونکہ زرعی ترقیاتی بنک آف پاکستان کو غیر ملکی قرضہ جات انتہائی کم شرح سود پر دستیاب ہوتے ہیں اس لیے ملک کے چھوٹے زراعت پیشہ افراد کو فراہم کئے جانے والے قرضہ جات پر 12 فیصد کی بھاری شرح سود کی بجائے صرف 2 % خدمتی محصول وصول کیا جائے "

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی

"کہ صوبائی حکومت وفاقی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ چونکہ زرعی ترقیاتی بنک آف پاکستان کو غیر ملکی قرضہ جات انتہائی کم شرح سود پر دستیاب ہوتے ہیں اس لیے ملک کے زراعت پیشہ افراد کو فراہم کئے جانے والے قرضہ جات پر 12 فیصد کی بھاری شرح سے سود کی بجائے صرف 2 فیصد خدمتی محصول وصول کیا جائے..... کیا اس قرار داد کی کوئی مخالفت کرتا ہے "؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر ہم اس کی مخالفت نہیں کر رہے ہیں صرف یہ کہتے ہیں کہ یہ ادارہ وفاقی حکومت کا ہے اور ہمیں اس بارے میں معلوم نہیں کہ وہ کس شرح پر بیرونی قرضہ لیتا ہے۔ اگر صرف یہ ہو جاتا کہ اس شرح پر حکومت پنجاب سفارش کرتی ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ لیکن اس وقت ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ جسے انہوں نے لکھا ہوا ہے کہ 12 فیصد کی شرح سود کی بجائے صرف 2 فیصد خدمتی محصول وصول کیا جائے۔ اگر یہ صرف 2 فیصد کہتے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اب چونکہ ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ ادارہ کس شرح پر بیرونی قرضے حاصل کر رہا ہے۔

جناب سپیکر: اس کی آپ مخالفت نہیں کرتے؟

(قرار داد باتفاق رائے منظور ہوئی)

سید طاہر احمد شاہ: میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کا اور حکومت کے ارکان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس صوبہ میں اور اس ملک میں بسنے والی اکثریت آبادی کا احساس کیا ہے......

جناب سپیکر: اس میں شکریے کے الفاظ کہہ دینے کافی ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! یہ ایک مستحسن بات ہے۔

جناب سپیکر: مستحسن اتنی کافی ہے جتنی ہو گئی ہے۔ شکریہ شاہ صاحب۔

اقلیتی نمائندگان کی فلاح و بہبود کے لیئے فنڈز کی تخصیص

ڈاکٹر شیلا بی چارلس: میں آپ کی اجازت سے یہ قرار داد پیش کرتی ہوں کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ وفاق کی طرح صوبہ پنجاب میں بھی اقلیتی نمائندگان کو فلاح و بہبود کے لیے فنڈز مختص کیے جائیں۔

جناب سپیکر: یہ قرار داد پیش کی گئی ہے کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ وفاق کی طرح صوبہ پنجاب میں بھی اقلیتی نمائندگان کو فلاح بہبود کے لیے فنڈز مختص کیئے جائیں.... کیا کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے۔

وزیر قانون و پالیمانی امور: میں ٹکنیکی طور پر اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ یہ ایوان پورا با اختیار ہے۔ جو حکومت پنجاب کو سفارش کر رہا ہے کہ ان خطوط پہ آپ سوچیں۔ تو تب جب ہم خود بااختیار ہیں تو ہم اپنے آپ سے سفارش کر رہے ہیں کہ ان خطوط پہ سوچیں۔ میں آپ کی وساطت سے محترمہ سے یہ سفارش کروں گا کہ اگر ایسا کوئی سلسلہ چاہتے ہیں تو وہ بل لے آئیں ہم اس پر غور کریں گے اور انشاء اللہ جو ان کی خواہشات ہیں ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

جناب سپیکر: جی ڈاکٹر صاحبہ۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس: مجھے Short Statement دینے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ اس پر جو چاہیں کہہ سکتی ہیں۔ لیکن وزیر قانون کی بات کو بھی پیش نظر رکھیئے گا۔ اور اس کے تناظر میں بات کریں۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس: جی شکریہ! آپ کی اجازت سے میں یہ کہنا چاہوں گی کہ وفاق میں پچھلے سال بھی اقلیتی نمائندگان کے لیے دو کروڑ روپے کا فنڈ رکھا گیا تھا۔ وہ فنڈ ایسا تھا کہ جو اقلیتوں کی بیوگان' معذوروں اور یتیموں کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ تو میں یہ کہوں گی کہ اس سال بھی وفاق میں اقلیتوں کے لیے فنڈ رکھا گیا ہے لیکن پنجاب ایک ایسا صوبہ ہے جس میں کوئی اقلیتی فنڈ نہیں رکھا گیا۔ پنجاب

میں بھی اس قسم کے لوگ ہیں جیسے بیوگان' معذور اور یتیم وغیرہ ان کے لیے ہمیں کچھ فنڈ کی ضرورت ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ بھی سوسائٹی کا ایک حصہ ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم ان کی مدد کریں اور اگر یہ فنڈ پنجاب حکومت ہمیں دے دے تو میں سمجھتی ہوں کہ ان معذوروں کی ہم کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ جو ڈویلپمنٹ کے لیے ہمیں فنڈ ملتا ہے ۔ اس میں سے اقلیتوں کے لئے سپیشل کوئی کام نہیں کرسکتے۔ اس کے علاوہ میں کہنا چاہتی ہوں کہ پنجاب میں یا دوسرے صوبوں میں زکوۃ فنڈ ہے۔ یہ

زکوۃ فنڈ بھی اسی قسم کا ہے جو کہ مسلمانوں کے لیے مخصوص ہے۔ اور یہ فنڈ ہم اقلیتوں کے لئے استعمال نہیں کرسکتے۔ اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ میں اس ایوان سے پر زور اپیل کروں گی کہ میری یہ قرار داد منظور کی جائے۔

جناب پیٹر جان سہوترا (پارلیمانی سیکرٹری) : جناب سپیکر! مجھے اجازت دی جائے تو میں اس کی تائید میں کچھ کہوں۔ دراصل اہم اقلیتوں کی بہبود کے بارے میں قائد ایوان صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی تھی۔ چونکہ اس ملک میں عشر اور زکوۃ کا نظام ہے ۔ جس طرح ہمارے مسلمان بھائی عشر زکوۃ سے اپنے مستحقین کی خدمت کرتے ہیں ۔ یہ شرعی مسئلہ ہے کہ غیر مسلم اس فنڈ سے حاصل نہیں کرسکتے لیکن اس طرح سے یہاں جتنے بھی غیر مسلم اقلیتی نمائندگان ہیں یا جو لوگ اس ملک میں بستے ہیں ان کی بھی بیوائیں ہیں ان کے بھی مستحقین ہیں جن کی وہ مدد کرنا چاہتے ہیں لیکن چونکہ صوبے میں کوئی ایسا فنڈ نہیں ہے اور ہمارے جو اقلیتی نمائندگان ہیں ان کے پاس ایسا کوئی فنڈ نہیں ہوتا۔ جس سے وہ ان کی مدد کرسکیں۔ بعینہ وفاقی سطح پر ایم این ایز کے پاس اس قسم کا فنڈ رکھا گیا ہے جو کہ عشر زکوۃ کے متوازی ہے۔ جس سے وہ اپنے مستحقین کی مدد کرسکتے ہیں ۔ تو یہ ایک اہم قرار داد اور میں اس کی حمایت کرتے ہوئے یہ گزارش کروں گا کہ صوبے میں بھی ایسا فنڈ مختص کیا جائے تاکہ اقلیتوں کے لوگوں کی بھی مدد کی جاسکے۔ شکریہ

چودھری گل نواز خان وڑائچ: میں سارے ممبر صاحبان سے استدعا کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی فرمایئے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ : ہاؤس کے وقار اور عزت کے لئے' چیف منسٹر صاحب' جب کہ وہ ہاؤس میں تشریف لائیں تو ان کو سکون سے کارروائی سننے کا موقع دیا جایا کرے۔ ہر آدمی ان کے پاس

جا کر ان کے کانوں میں بات کرنی شروع کر دیتے ہیں اور وہ کارروائی سن نہیں سکتے۔ ہاؤس کے وقار اور عزت کے لیے ان کو کارروائی سننے کا موقع دیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے قائد ایوان سے خصوصی طور پر یہ گزارش کرنا چاہوں گا اور ان سے میں یہ اپیل کروں گا کہ محترم جناب صدیق سالار صاحب کو اور محترم جناب چودھری گل نواز خان وڑائچ صاحب کو جتنے بھی خوشامد کے نمبر دیے جاسکتے ہیں' انہیں زیادہ سے زیادہ نمبر دے کر مالا مال کر دیں۔

چودھری محمد صدیق سالار: آپ بھی کسی زمانے میں کسی کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ ہر آدمی اپنے لیڈر کی بات مانتا ہے اور مانتا رہے گا۔

سید طاہر احمد شاہ: یہ خوشامدیوں کا شیوہ ہے۔ میں خوشامد نہیں کرتا۔ میں اچھی بات کی تعریف کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ اس قرارداد کے بارے میں کوئی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں؟ کوئی بھی نہیں؟ جناب لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ میں قرار داد کی روح کی مخالفت نہیں کرتا۔ یہ خود جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے مل کر آچکے ہیں اور اپنے مطالبات پیش کر چکے ہیں' یہ ہاؤس کہ جس کو سب اختیار حاصل ہیں۔ اس سے ہم خود ہی کہیں گے کہ آپ کے یہ اختیارات ہیں اس کی وجہ سے آپ ان کو فنڈز دیدیں تو یہ میں مناسب نہیں سمجھتا۔ میں یہ کہوں گا کہ یہاں وزیر اعلیٰ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ جناب وزیر اعلیٰ سے مل لیں۔ یہ اچھا نہیں لگتا کہ اپنے متعلق کی کوئی قرار داد پیش کی جائے۔ ہمارا اختیار ہے کہ ہم جس کو چاہیئے فنڈز دے سکتے ہیں تو پھر یہ قرار داد پاس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ ملیں گے تو انشاء اللہ آپ کی مرضی کے مطابق آپ کو فنڈز دیے جائیں گے۔ میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی یہ قرار داد واپس لے لیں۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ چیف منسٹر صاحب سے ہماری اقلیت نے ایک میٹنگ میں بات کی تھی لیکن جناب والا! ہمیں ابھی تک اس کا جواب نہیں ملا۔

جناب سپیکر: آپ اس قرار داد پہ رائے شماری چاہتے ہیں؟

جناب پیٹر جان سہوترا (پارلیمانی سیکرٹری) : جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے ڈاکٹر شیلا صاحبہ سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ یہ قرارداد واپس لے لیں۔ اس سے پہلے بھی ہم نے چیف منسٹر صاحب سے گزارش کی ہے انشاء اللہ اس پہ کوئی عمل درآمد ہو گا۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس : ٹھیک ہے جی' میں اپنی قرار داد واپس ـــ لیتی ہوں اور چیف منسٹر صاحب سے میں گزارش کروں گی کہ ہماری اقلیتوں کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے تو میں ان سے یہ گزارش کروں گی کہ مہربانی فرما کر وہ ہماری اس بات پر غور کریں۔

جناب سپیکر : یہ قرار داد واپس ہوئی۔ اگلی قرار داد میاں مختار احمد شیخ صاحب کی طرف سے ہے۔ میاں صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ چونکہ اس کے محرک نہیں ہیں یہ قرار داد infructuous ہوتی ہے۔ اجلاس کل صبح 00 - 9 بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی مورخہ 30 جون 1987ء صبح 00..9 بجے تک کے لیے ملتوی کی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

منگل ۳۰ جون ۱۹۸۷ء

(سہ شنبہ ۳ ذیقعد ۱۴۰۷ھ)

جلد ۱۰......... شمارہ ۲۱

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مندرجات

منگل ۳۰ جون ۱۹۸۷ء

صفحہ نمبر

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ ۱۳۸۴
وقفہ سوالات کی معطلی ۱۳۸۴
مسئلہ استحقاق .....
(i) موٹر وہیکل ٹیکس اور اسلحہ فیس میں اضافہ کی تجویز کی نقل ایوان میں پیش نہ کرنا ۱۳۸۹
(ii) وزیر قانون کی الزام تراشی کہ مشنری ادارے نظریہ پاکستان کے خلاف کام کر رہے ہیں ۱۳۹۱
(iii) رکن اسمبلی کی رہائش گاہ پر ٹیلی فون کی تنصیب سے انکار ۱۳۹۸
(جاری) ....

صوبائی اسمبلی پنجاب

........(جاری)

صفحہ نمبر

تحاریک التوائے کار ....

(i) کشمیری بازار راولپنڈی میں بم کا دھماکہ ۱۵۰۳

(ii) تھانہ نواں کوٹ میں پولیس تشدد سے ملزم محمد سلیم طارق کی ہلاکت ۱۵۱۰

(iii) اراکین اسمبلی کی رخصت ۱۵۱۳

مسودہ قانون ....

مسودہ قانون (ترمیم) استحقاقات' اراکین' صوبائی اسمبلی پنجاب

مصدرہ ۱۹۸۷ء ۱۵۱۷

قراردادیں ....

دودھ کی درآمد پر پابندی ۱۵۲۳

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس

منگل ' 30 جون 1987ء

سہ شنبہ ۳ - ذیقعد ۱۴۰۷ھ

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9:47 بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا
مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ
وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا
فِيْهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ
يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○
يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا
وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ
مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○

س بقرہ - آیت - ۲۶۷ - ۲۶۸ - ۲۶۹ اور ۲۷۰

اے ایمان والو جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں ان میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور خراب و گندی چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا (کہ اگر وہ چیزیں تمہیں دی جائیں تو بجز اس کے کچھ نہیں کہ تم لیتے وقت آنکھیں بند کر لو اور ان کو کبھی نہ لو اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ اور قابل ستائش ہے۔ اور دیکھنا شیطان کی بات نہ ماننا وہ تمہیں تنگدستی سے ڈراتا ہے اور فحش کاموں کی ترغیب دلاتا ہے۔ اور اللہ تم سے اپنی بخشش و رحمت کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

وہ جس کو چاہتا ہے دانائی و فراست عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت و دانائی مل گئی بے شک اس کو نعمت کثیر مل گئی۔ اور نصیحت تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔ اور تم اللہ کی راہ میں جس طرح کا خرچ کرو یا کوئی نذر مانو۔ اللہ اس کو خوب جانتا ہے اللہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

وما علینا الا البلاغ

وقفہ سوالات کی معطلی

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! جناب غلام حیدر وائیں صاحب صبح یہاں تشریف لائے تھے ان کی طبیعت خاصی خراب تھی جس کی وجہ سے آج وہ چلے گئے۔ آج ان کے محکمے کے متعلق سوالات تھے۔ اس لئے میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ ان سوالات کو اگلے روز تک کیلئے ملتوی کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ بات درست ہے۔ جناب غلام حیدر وائیں سے میری بھی ملاقات ہوئی ہے اور وہ یہاں تشریف لائے تھے واقعی ان کی طبیعت جیسا کہ ہمارے وزیر قانون صاحب فرما رہے ہیں بہت خراب تھی اور وہ اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ یہاں پر کھڑے ہو کر سوالات کے جواب دیں۔ تو اس لئے اگر آپ مناسب سمجھیں تو وقفہ سوالات کو آج ملتوی کر دیا جائے۔

جناب سجاد احمد چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب ان کی جانب سے ان کے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سوالات کا جواب دے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: چونکہ وائیں صاحب نے خود سوالات کے جواب دینے تھے اس لئے پارلیمانی سیکرٹری صاحب اس کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اس لئے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ہم آج وقفہ سوالات کو معطل کر دیں۔ اس لئے وقفہ سوالات کو معطل کیا جاتا ہے۔

بیگم شاہین منور احمد: جناب والا! آئندہ اس طرح نہیں ہونا چاہئے آپ ان سے یہ ضرور کہئے یہ کسی اور کو بھی اپنے ساتھ تیاری کروایا کریں' کیونکہ ہم اگر تیاری کر کے آتے ہیں اور وزیر موصوف نہ ہوں تو اگلے اجلاس تک کے لئے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ ان کے پارلیمانی سیکرٹری صاحب ہیں' دوسرے وزیر ہیں اگر وہ تیاری کر لیں تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آئندہ ہم اس بات کا اہتمام کریں گے کہ اگلے اجلاس میں محکمہ صنعت کے متعلق جو سوالات ہیں وہ ضرور آئیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! وائیں صاحب کی طبیعت فوری طور پر خراب ہوئی ہے

مجبوری ہے ورنہ وہ خود اس کے لئے تیار ہو کر آئے تھے۔

جناب سپیکر: ہاں! یہ بات صحیح ہے ان کی طبیعت فوری طور پر خراب ہوئی ہے۔

بیگم شاہین منور احمد: جناب والا! اگر ان کے وزیر یا پارلیمانی سیکرٹری پیشگی تیاری کر لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میاں محمد افضل حیات (قائد حزب اختلاف): جناب والا! یہ بڑی افسوسناک بات ہے کہ جناب غلام حیدر وائیں صاحب کی طبیعت خراب ہوئی ہے اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمائے لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ ان کے پارلیمانی سیکرٹری صاحبان کو ان کے ساتھ تیاری کرنی چاہئے۔ ان کا کام صرف یہی ہے کہ وہ اپنے محکمے کے متعلق ہمیشہ تیار ہوں ــــ

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ آج کے سوالات کے متعلق جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ اگلے روز تک کے لئے یا اگلے یوم کار تک کے لئے ملتوی کر دیئے جائیں۔ میرا اس میں اعتراض یہ ہے کہ آج کے سوالات ہمیں بروقت نہیں دیئے گئے اور نہ ہی اس ایوان میں تقسیم کئے گئے۔ حالانکہ روایت یہ ہے کہ کم از کم ایک دن پہلے ایجنڈا ایوان کی میز پر آ جانا چاہئے۔ تاکہ اس پر ہم تیاری کر سکیں' اگلے روز کے لئے ہم تیار ہوں۔ لیکن جناب سپیکر ہمیں یہ سوالات سرے سے دیئے ہی نہیں گئے۔

جناب سپیکر: آپ کا اعتراض جائز ہے اور درست ہے اور میرے ذاتی علم میں ہے کہ آپ کو سوالات بروقت نہیں دیئے گئے۔ لیکن اس میں مجبوری یہ تھی کہ گورنمنٹ پرنٹنگ پریس جس سے یہ سوالات چھپنے تھے' اس کے متعلق آپ نے آج اخبارات میں بھی پڑھا ہو گا کہ ان کے بل کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے بجلی کاٹ دی گئی۔ اور گورنمنٹ پرنٹنگ پریس بند رہی ہے' اس لئے یہ سوالات چھپ نہیں سکے' لہٰذا اس مجبوری کی وجہ سے آپ کو سوالات بروقت تقسیم نہیں ہو سکے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میاں صاحب کا بھی کہنے کا یہی مقصد تھا کہ اس میں سیکرٹریٹ کا قصور نہیں ہے' اسمبلی سیکرٹریٹ والے اپنے وقت پر کام کرتے ہیں لیکن گورنمنٹ پرنٹنگ پریس کے ساتھ یہ حادثہ پیش آگیا' اور پہلے بھی دوچار واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ وہ وقت پر سوالات طبع کر کے نہیں دے سکے۔ اور جناب والا یہ حادثہ کیا آج کے لئے بہترین تحریک التوائے کار نہیں ہے۔ (قہقہے)

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! پنجاب کی حکومت کی کارکردگی کا اندازہ ہم اسی بات سے لگا سکتے ہیں کہ پرنٹنگ پریس جو کہ ایک اہم محکمہ ہے اس کا بل ادا نہ کرنے کی وجہ سے کنکشن کٹ گیا۔ آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پنجاب حکومت کس حد تک اتنے اہم کام میں دلچسپی لے رہی ہے۔ کیونکہ یہ محکمہ اہم ہے اور یہاں پر اہم کاغذات چھپتے ہیں اور اس محکمے کا کنکشن کٹنے سے ہم حکومت پنجاب پر افسوس کرتے ہیں اور ان کی کارکردگی کو زیر بحث لاتے ہوئے ہم یہ اندازہ کر رہے ہیں کہ پنجاب حکومت کے وزرائے کرام اور پارلیمانی سیکرٹری صاحبان قطعاً اپنے کاموں میں دلچسپی نہیں لے رہے ہیں۔ اور ہم ان سے امید رکھتے ہیں کہ اتنا بڑا ادارہ پنجاب اسمبلی جہاں پر آج یہ سوالات اور دوسرے امور پر بات کرنی تھی ان کے کنکشن کٹ جانے کی وجہ سے ان امور پر ہم صحیح معنوں میں بحث نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایجنڈا یا دوسرے کاغذات ہمیں صحیح وقت پر نہیں ملتے صرف یہی وجہ ہے کہ پنجاب حکومت اپنے فرائض احسن طریقے سے ادا نہیں کر رہی۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا میں آپ کی اجازت سے انتظامی امور پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: فرمائیں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! ایک بڑی اہم بات جو میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ اگلے اجلاس میں گاڑیوں کے لئے Announcement System ہونا چاہیے۔ جناب والا! ہم تو ریگستانی آدمی ہیں اتنے ٹھنڈے ہال سے نکل کر جب باہر اپنی گاڑیوں تک جاتے ہیں تو شام کو تقریباً روزانہ بخار ہو جاتا ہے۔ یا تو اس ہال کو گرم کیا جائے یا پھر ہماری گاڑیوں کا کوئی سسٹم ایسا کیا جائے کہ یہ ڈیڑھ فرلانگ جو چل کر جانا پڑتا ہے اور اتنے زیادہ ٹھنڈے ہال سے جب ہم باہر نکلتے ہیں تو یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے۔ اگلے اجلاس میں اگر آپ کی مہربانی سے یہ سسٹم رائج ہو جائے تو بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر: ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ اس انتظام کے لئے آپ اسمبلی سیکرٹریٹ کا شکریہ ادا کریں گے کہ اس دفعہ آپ کی گاڑیوں کے لئے بھی شامیانے لگوا دیئے ہیں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! شامیانے والی بات تو ٹھیک ہے، لیکن ہمیں اتنے ٹھنڈے

ہال سے نکل کر پیدل چل کر اپنی گاڑیوں تک جانا ہوتا ہے اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے اور اگر دن میں دو تین دفعہ گاڑی تک جانا پڑے تو ......

جناب سپیکر: پیرزادہ صاحب ٹھنڈے ہال سے تو بہرحال ہر صورت میں نکلنا ہی پڑتا ہے۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! یا تو پھر اس ہال کی cooling کم کر دیں کیونکہ یہ ہال بہت زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ آپ کے ہال سے نکلنے سے پہلے cooling کو کم کر دیا جائے۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! اس طبع نازک کے پیش نظر ایک ڈاکٹر کی ڈیوٹی لگانی چاہئے جو ہر وقت ان کے ساتھ رہے۔ کیا پتہ کب ان کو بخار آ جائے؟

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب مجھے یہ سردی پسند نہیں ہے بے شک یہاں پر لو چل رہی ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ...

سید اقبال احمد شاہ: جناب سپیکر! میں پیرزادہ صاحب کی بات کو بڑھانا چاہتا ہوں کہ دائیں ہاتھ جو راستہ ہے اس کو بند کر دیا گیا ہے کہ اس راستے پر گاڑی نہیں جا سکتی ہے حالانکہ ادھر درخت کافی ہیں اور یہاں چھاؤں میں گاڑی کھڑی کی جا سکتی ہے پتہ نہیں یہ راستہ کس وجہ سے بند کر دیا گیا ہے اس کی سمجھ نہیں آئی کہ دائیں ہاتھ جو راستہ ہے وہ کیوں بند کیا گیا ہے۔ کیا اس میں کوئی سیکیورٹی کا معاملہ ہے اگر ایسا ہے تو بائیں ہاتھ بھی سیکیورٹی ہو سکتی ہے۔ تو ادھر کافی درخت ہیں اور یہاں گاڑیاں بڑی آسانی سے کھڑی ہو سکتی ہیں اور چھاؤں میں کھڑی ہو سکتی ہیں اور پھر یہ نزدیک بھی ہے۔

جناب سپیکر: آپ کے لئے ایک طرف ہی شامیانے لگائے جا سکتے تھے وہ ہم نے ایک طرف لگا دیئے ہیں۔ دونوں طرف لگانے سے خرچہ بڑھ جاتا ہے دوگنا ہو جاتا ہے۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب یہ غلط ہے۔ ادھر شامیانوں کی ضرورت نہیں ہے ...

جناب سپیکر: اچھا، پھر آپ یہ تجویز کرتے ہیں کہ وہ شامیانے ہم ہٹا دیں اور دائیں طرف آپ کو گاڑیاں پارک کرنے دی جائیں تو آپ راضی ہیں ....

سید اقبال احمد شاہ: جی ہاں ٹھیک ہے ..... اس طرح خرچ بھی بچے گا اور گاڑیاں بھی با آسانی کھڑی کی جا سکیں گی .....

آوازیں: شامیانے رہنے چاہئیں .....

جناب سپیکر: اچھا خیر آپ یہ آپس میں فیصلہ کر کے پھر مجھے بتا دیں۔

چودھری نعیم حسین چٹھہ: جناب سپیکر! پیرزادہ صاحب کی تجویز بڑی احسن ہے۔ کہ یہ واپڈا ہاؤس کے ساتھ ہی ٹریفک والوں نے announcement کا انتظام کر رکھا ہے اگر اسے تھوڑا سا شفٹ کر کے اسمبلی ہال کے قریب لایا جائے تو یہ سہولت ممبران کو مہیا کی جا سکتی ہے .....

جناب سپیکر: یہ announcement کا انتظام .....

چودھری نعیم حسین چٹھہ: جی announcement کا انتظام .....

جناب سپیکر: تو یہ ہم کر سکتے ہیں۔

چودھری نعیم حسین چٹھہ: یہی تو پیرزادہ صاحب نے کہا ہے کہ .....

جناب سپیکر: تو یہ کر دیتے ہیں .....

چودھری نعیم حسین چٹھہ: اگر announcement قریب ہو جائے تو پھر جو معزز ممبر جانا چاہے تو ان کی announcement ہو جائے کہ فلاں صاحب جانا چاہتے ہیں ڈرائیور گاڑی قریب لے آئے جس طرح نیشنل اسمبلی میں ہوا کرتا ہے .....

جناب سپیکر: آپ کا جو مطالبہ ہے اسے ہم سو فیصد تسلیم کرتے ہیں .....

چودھری نعیم حسین چٹھہ: جی مہربانی! شکریہ جناب .....

وزیر جنگلات و سیاحت: جناب سپیکر! کل وقفہ سوالات کے دوران سوال نمبر 66 کے تحت جو تفصیل دینی تھی وہ آج صبح ساڑھے سات بجے تک ایوان کی میز پر رکھی گئی ہے۔ سوال نمبر 587 کی تفصیل آج چار بجے سے پہلے پہلے ایوان کی میز پر رکھ دی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ سردار صاحب' آج جناب غلام حیدر وائیں صاحب کی علالت کی وجہ سے وقفہ

سوالات کو ہم نے معطل کر دیا ہے اس لئے اس سوال کو بھی کل ہی وقفہ سوالات کے وقت سب سے پہلے ٹیک اپ کریں گے - میاں ریاض حشمت جنجوعہ کی تحریک استحقاق ہے ...

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! وہ ایک ضروری کام کے سلسلے میں گئے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ ابھی میں تھوڑی دیر تک پہنچ جاؤں گا ان کا خیال تھا کہ وقفہ سوالات کے فوراً بعد وہ پہنچ جائیں گے۔ اس کو مؤخر کر دیں ...

جناب سپیکر: اس کو مؤخر کرتے ہیں ...

میاں محمد افضل حیات: میری تحریک استحقاق بھی میرا خیال ہے کہ اکٹھی ہے ...

جناب سپیکر: جی' ٹھیک ہے اس کو بھی مؤخر کر دیتے ہیں۔ سردار صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں ؟

سردار امجد حمید خان دستی: جناب نے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی کہ بارش سے متاثرہ علاقوں میں جو نقصان ہوا ہے وہ اس کے بارے میں اپنی رپورٹ دے۔ یہ رپورٹ وزیر زراعت نے پیش کرنی تھی وہ امریکہ چلے گئے ہیں میں ان کی طرف سے یہ رپورٹ پیش کرتا ہوں جو کمیٹی نے مرتب کی ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ پہلے پریویلج موشنز کو ٹیک اپ کر لیں اس کے بعد آپ اس کو پیش کر دیں۔

سردار امجد حمید خان دستی: ٹھیک ہے ...

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: جناب محمد رفیق صاحب پریویلج موشن نمبر43

موٹر وہیکل ٹیکس اور اسلحہ فیس میں اضافہ کی تجویز کی نقل ایوان میں پیش نہ کرنا

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور مخصوص معاملہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر کے دوران پیرا نمبر41 جس کے ذریعے موٹر وہیکل ٹیکس اور اسلحہ فیس میں اضافہ تجویز کیا گیا تھا اس کی نقل ایوان میں پیش نہیں کی جس سے

میں اپنے ایک حق سے محروم ہوا اور اس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ جس پر بحث مطلوب ہے تاکہ اسے منظور کر کے مجلس قائمہ برائے استحقاق کے سپرد کیا جائے۔
جناب سپیکر شارٹ سٹیٹمنٹ کی اجازت ہے ؟

جناب سپیکر: لا منسٹر صاحب اس بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں ؟

وزیر قانون: جناب سپیکر! پہلے وہ کچھ کہہ لیں میں تو فنی پہلو کے بارے میں کہوں گا۔ آج ایک بہت اہم میٹنگ ہے اور جناب وزیر خزانہ وہاں موجود ہیں لیکن فنی لحاظ سے اس تحریک استحقاق پر کچھ اعتراضات ہیں جن پر میں عرض کروں گا ...

جناب سپیکر: اس کے حقائق کے بارے میں تو فنانس منسٹر ہی بتا سکتے ہیں۔

وزیر قانون: جی ہاں! وہی بتا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: اس لئے آج فنانس منسٹر کی عدم موجودگی میں اس پر بات تو نہیں مکمل ہو سکے گی ...

وزیر قانون: نہیں اگر فنی اعتراضات آپ کے قابل قبول ہوں گے تو میرا خیال ہے کہ بات کافی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کا ہونا ضروری ہے اس لئے کہ وہ حقائق کے متعلق بتا سکیں گے ...

وزیر قانون: بہت اچھا جی ...

جناب سپیکر: تو چودھری صاحب کا کیا خیال ہے۔ آپ کا مختصر بیان بھی فنانس منسٹر کی موجودگی میں آنا چاہئے ...

چودھری محمد رفیق: درست ہے جیسے آپ مناسب فرمائیں۔ یہ نہ ہو کہ 2 جولائی کے بعد وقت ملے۔

جناب سپیکر: نہیں، یہی مناسب ہے۔ جناب راجہ صاحب! کل فنانس منسٹر آ جائیں گے ؟

وزیر قانون: انشاء اللہ ....

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! اس سے پہلی جو تحاریک استحقاق نمبر41 اور 42 ہیں وہ بھی انہیں کے متعلقہ ہیں ...

جناب سپیکر: تو ان تینوں کو کل ہی لیں گے ...

میاں محمد افضل حیات: ٹھیک ہے ...

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر44 بابو نور مسیح صاحب ...

(معزز رکن ہاؤس میں موجود نہ تھے) ·

جناب پیٹر گل: جناب سپیکر! بابو نور' نعمت اور پیٹر گل یہ تینوں ایک ہی نوعیت کی تحاریک استحقاق ہیں۔ بابو نور تو اس وقت نہیں ہیں تو میرے نام کی تحریک استحقاق ہے اس لئے مجھے اجازت دے دی جائے ...

جناب سپیکر: جی آپ کی طرف سے بھی ہے۔ میرے خیال میں 44' 45' 46 اور 48 یہ ایک جیسی ہیں تو بابو نور مسیح صاحب کے بعد آپ کی تحریک استحقاق ہے۔ آپ اسے پیش کرنا چاہیں گے؟

جناب پیٹر گل: جی ہاں۔

وزیر قانون کی الزام تراشی کہ مشنری ادارے نظریہ پاکستان کے خلاف کام کر رہے ہیں

میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 27 جون 1987ء کو جناب وزیر قانون و تعلیم جناب راجہ خلیق اللہ خان نے مشنری اداروں کی واگزاری کے بارے میں بیان دیتے ہوئے فرمایا کہ " سب سے بڑا نقطہ نظر جو ہے وہ نظریاتی اساس ہے' ہم اس کو ہر حالت میں بحال رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کی واپسی سے پاکستان کے نظریاتی اساس پر ٹھیس پہنچے گی"۔

جناب سپیکر! مشنری اداروں نے نظریہ پاکستان کی بے پناہ خدمت کی ہے مشنری اداروں سے تعلیم حاصل کر کے مسلمان بچوں نے بے حد ناموری پیدا کی ہے۔ مشنری تعلیمی اداروں کی بدولت مسلمان بچے وہاں سے تعلیم حاصل کر کے بڑے عالم فاضل ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنا نام اور اعلیٰ مقام حاصل کیا ہے۔ اس طرح مشنری اداروں نے نظریہ پاکستان کی اساس کا تحفظ کیا ہے اور بلند مقام بخشا ہے۔

جناب والا! وزیر قانون و تعلیم کے اس بیان سے نہ صرف میرا اور اقلیتی نمائندوں کا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک استحقاق کو ایوان میں زیر بحث لایا جائے کیونکہ وزیر قانون کے اس بیان سے ہمارے آئینی حقوق کی پامالی ہوئی ہے جب کہ آئین مذہب کے مطابق تعلیمی اداروں کو چلانے کا پورا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ مگر وزیر قانون نے یہ الزام تراشی کر کے کہ ایسے تعلیمی ادارے نظریہ پاکستان کے خلاف کام کر رہے ہیں از خود پاکستان کی نفی ہے اور ہماری اس ملک کے ساتھ وفاداری اور وابستگی کو بلاوجہ مشکوک بنانے کی کوشش کی ہے۔

جناب سپیکر! جب سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے یہاں تک کہ اس کو معروض وجود میں لانے میں بھی اقلیتوں کا پورا پورا ہاتھ تھا اور ہر میدان میں اقلیت والوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ یہاں تک کہ ہم جانی و مالی قربانی دینے کے لئے بھی تیار ہیں اور آج بھی یہ ہمارا ملک ہے ہم اس ملک کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں لیکن جہاں تک وزیر قانون و تعلیم کا یہ کہنا کہ یہ ایک اساسی نظریہ ہے۔ پاکستان ہمارا ملک ہے۔ ہم ہر وقت اس ملک کے لئے دعا مانگتے ہیں۔ اس لئے میں راجا صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ ایسے الفاظ جس سے ہماری پوری قوم' ایوان اور اقلیتی نمائندگان کو ٹھیس پہنچے گی ایسی باتوں سے گریز کریں۔ اور میں آپ کی وساطت سے اس ہاؤس سے درخواست کروں گا کہ اس تحریک استحقاق کو صرف زیر بحث ہی نہ لایا جائے بلکہ ہمیں پورا حق دیا جائے کہ اسے استحقاقات کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ ہمارے نمائندوں کا اور ہماری قوم کو پورا پورا استحقاق مل سکے۔

جناب سپیکر! تعلیمی میدان میں' بہت سے معزز اراکین یہاں بھی بیٹھے ہوں گے جو مشنری اداروں سے تعلیم حاصل کر کے ایک ایسے مقام پر پہنچے ہیں جس پر وہ فخر کرتے ہیں کہ انہوں نے مشنری اداروں سے تعلیم حاصل کی ہے۔ پھر نظریہ پاکستان کے بارے میں تعلیمی اداروں کا سوچنا بالکل ناممکن ہے کہ ہم صرف یہ سوچیں کہ ہم عیسائی ہیں یا یہ کہ صرف عیسائیوں کا بھلا ہو۔ ہم مملکت پاکستان کے ہر وقت خیرخواہ ہیں۔ ہم ہمیشہ تعلیمی میدان میں خدمت کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں

گے اور انشاء اللہ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے لئے ہر وقت شانہ بشانہ لڑنے مرنے اور جانی و مالی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ شکریہ۔

وزیر قانون: اس سے پیشتر کہ میں کوئی استحقاق کی بات کروں خواہ یہ تحریک ...

جناب سپیکر: اس میں کئی اور صاحبان کی طرف سے بھی تحاریک استحقاق ہیں۔ کوئی صاحب ایسے ہیں جو اس کو پیش کرنا چاہتے ہوں۔

جناب نعمت مسیح: جی! میری طرف سے تحریک استحقاق نمبر 46 ہے۔

جناب سپیکر: آپ اس پر مختصر بیان دینا چاہیں گے؟

جناب نعمت مسیح: میں اس کو پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ ایک رکن کی طرف سے پڑھ دی گئی ہے اس لئے سب کی طرف سے پڑھی گئی متصور ہو گی۔ اگر آپ بات کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے ہیں۔

جناب نعمت مسیح: میں پیٹر گل صاحب کی اس قرارداد کی تائید کرتا ہوں۔ میری بھی یہ استدعا ہے کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی راجہ صاحب۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا کہ قانونی لحاظ سے یا آئینی لحاظ سے یا قواعد کے تحت یہ تحریک بنتی ہے یا نہیں بنتی لیکن میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس سے پیشتر اگر کوئی ابہام تھا یا میرے عزیز ساتھیوں کو تکلیف پہنچی ہے یا ان کے ذہن پر بوجھ پڑا ہے یا ان کے احساسات کو ٹھیس پہنچی ہے تو میں قطعی طور پر اس ہاؤس کے سامنے معذرت کے لئے تیار ہوں لیکن صورت حال ذرا دیگر ہے۔ وہ قرارداد میں پڑھ کر آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جو ان کے الفاظ تھے وہ یہ ہیں۔ "کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت اپنی تحویل میں لئے گئے تعلیمی اداروں کو فی الفور متعلقہ مالکان کو واپس کرے" اس میں نہ تو کوئی Sect آتا ہے نہ کوئی فرقہ آتا ہے اور نہ کوئی عیسائی مشنری آتی ہے۔ یہ ان کی عام Observation تھی۔ جس کا میں جواب دے رہا تھا۔ ہم نے مسلمانوں کے سکول بھی قومی تحویل میں لئے ہیں' قادیانیوں کے سکول بھی قومی تحویل میں لئے ہیں

اور ان کے بھی لئے ہیں۔ کوئی مخصوص طبقہ جس کا یہ اب ذکر کر رہے ہیں اس قرارداد میں اس کے متعلق بات نہیں کی گئی۔

جناب پیٹر گل: وزیر صاحب نے اس دن فرمایا تھا کہ سب سے بڑا نقطہ نظر جو ہے وہ نظریاتی اساس ہے۔ اس سے پہلے مشنری اداروں کا خاص طور پر ریفرنس دیا تھا۔

جناب سپیکر: انہیں اپنی بات مکمل کرنے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جس بات یا جن الفاظ کا حوالہ دیا گیا ہے ان کے بارے میں تھوڑی سی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ تعلیمی نظریاتی اساس اس میں نہ تو کوئی سیاسی اساس' نہ کوئی مذہبی اساس تھی۔ میرا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جس مقصد کے لئے ہم نے ان اداروں کو قومیانے کا قدم اٹھایا ہے اس اساس کو ٹھیس پہنچے گی۔ میں تو آپ کو اپنی طرح محب وطن سمجھتا ہوں۔ آپ ہمارے ایک اچھے پاکستانی شہری ہیں۔ آپ بالکل یہ سمجھیں کہ اگر میں محب وطن نہیں ہوں تو میں آپ کو کیسے کہہ سکتا ہوں کہ آپ محب وطن نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ میری طرح محب وطن ہیں۔ آپ میری طرح پاکستان کے ایک اچھے شہری ہیں۔ آپ کے دل یا دماغ میں جو یہ سوچ آئی ہے وہ سوچ درست نہیں ہے لیکن پھر بھی اس سلسلے میں اگر آپ کو تکلیف پہنچی ہے تو بھری محفل میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات اسمبلی میں ہوئی تھی ورنہ میں آپ کا جواب دے سکتا تھا لیکن سوچ کے تحت کہ یہ بات محض اسمبلی میں ہوئی ہے اس کا جواب میں اسمبلی میں دوں تو آپ کے لئے بہتر ہو گا تاکہ آپ کے جذبات جو گرم ہیں ٹھنڈے ہو سکیں۔ میں آپ سے ایک بات یقین سے کہہ سکتا ہوں۔ میں آپ کو بالکل محب وطن سمجھتا ہوں۔ میں ان لوگوں کو محب وطن نہیں سمجھتا جنہوں نے پاکستان کی مخالفت کی ہے اور جو آج تک پاکستان کے قیام کو تسلیم نہیں کرتے۔ میں ان کو محب وطن نہیں سمجھتا جو میرے قائد پر کیچڑ اچھالتے ہیں۔ یہ بیان یہاں بھی کسی عدالت میں یا کسی ظالم و جابر شہنشاہ کے سامنے بھی کہنے کے لئے تیار ہوں۔ میں ان کو قطعی طور پر محب وطن نہیں سمجھتا۔ میرا ایمان یہی ہے کہ

مقام فیض کوئی راہ میں جچا ہی نہیں
جو کوئے یار سے نکلے تو سوئے دار چلے

نعرہ ہائے تحسین

یہ میرا ایمان ہے کہ وہ شخص جس نے پاکستان کو تسلیم نہیں کیا اور جس نے پاکستان کی مخالفت کی تھی

جس نے میرے قائد پر کیچڑ اچھالا صرف وہ شخص محب وطن نہیں ہے۔ میں دل کی گہرائیوں سے آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں اس کو دور کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔

جناب پیٹر گل: جناب سپیکر! مسئلہ یہ تھا کہ انہوں نے کہا تھا کہ نظریاتی اساس ہے۔ جہاں تک مشنری اداروں کا واسطہ ہے' ہم نے جو ان کی واگذاری کے لئے کہا تھا وہ نہ صرف مشنری اداروں کے لئے کہا تھا بلکہ ہم نے تو کلیم کے لئے کہا تھا مشنری ادارے ہوں یا دوسرے ادارے۔ جب انہوں نے نظریاتی اساس کے بارے میں بات کی تو ہم نے یہ چیز ریکارڈ سے پتہ کر کے یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ اگر ان کا نظریہ یہ نہیں تھا تو ہم ان کے نظریئے کو ماننے کے لئے تیار ہیں لیکن ایک بات ہے کہ یہ جو الفاظ ہیں یہ ریکارڈ سے حذف کر دیئے جائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں نے یہ الفاظ نہیں کہے۔ میں نے اگر نظریہ کے بارے میں تقریر کی ہے تو تعلیمی نظریہ تھا جس کے تحت ہم نے سکولوں کو قومی تحویل میں لیا ہے۔ اس میں قطعی طور پر سیاسی یا مذہبی نظریہ نہیں تھا۔ اس وقت تعلیمی پالیسی پر بحث ہو رہی تھی اسی مفہوم کے تحت یہ الفاظ کہے گئے تھے کہ "ہم نے تعلیمی نظریہ کے تحت" اگر یہ الفاظ ان تک نہیں پہنچے یا وہ سن نہیں سکے تو پھر بھی میں معذرت خواہ ہوں۔ لیکن اصل مقصد یہ ہے کہ تعلیمی پالیسی پر بحث ہو رہی تھی اور اس دائرے کے اندر رہتے ہوئے میں نے یہ بات کی تھی کہ ہم نے ان نظریات کے تحت ان سکولوں کو قومی تحویل میں لیا ہے۔

جناب سپیکر: اس میں اب یہ بات واضح ہو جانی چاہئے کہ راجہ صاحب نے اس بات کی قطعی تردید کر دی ہے کہ انہوں نے یہ الفاظ اس مقصد کے لئے نہیں کہے تھے جو مطلب آپ نے سمجھا ہے۔ انہوں نے پھر بھی یہ کہا ہے کہ اگر آپ کو ان الفاظ سے کوئی ذہنی تکلیف پہنچی ہے تو وہ آپ سے معذرت خواہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب اس کے بعد بات کو ختم ہو جانا چاہئے۔

جناب پیٹر گل: ٹھیک ہے جی میں اس کو پریس نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: آپ کا شکریہ!

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میری ایک تحریک استحقاق تین نمبر پر تھی اور متعلقہ وزیر صاحب یہاں پر تشریف نہ رکھتے تھے وہ ملک سے باہر تھے اور وہ اب تشریف لے آئے ہیں' اب آپ پوچھ کر

بتا سکتے ہیں کہ اسے کب لیا جائے گا؟

جناب سپیکر: جی کون سی تحریک استحقاق؟

میاں محمد اسحاق: جناب والا! یہ تین نمبر تھی۔

جناب سپیکر: ہاں یہ تحریک استحقاق بقایا ہے۔

وزیر قانون: میں آپ کی خواہشات ان تک پہنچا دوں گا اور وہ انشاء اللہ کل تک تشریف لے آئیں گے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب انہیں کہئے گا کہ ان کی طبیعت اگر ٹھیک ہے تو وہ کل آ جائیں تاکہ یہ سلسلہ آگے چل سکے۔

میاں محمد اسحاق: جناب یہ بہت ہی ضروری ہے اور حقائق پر مبنی بات ہے اگر متعلقہ وزیر صاحب کل تشریف نہیں لاتے تو پھر راجہ صاحب خود اس کو سن لیں۔

وزیر قانون: ٹھیک ہے اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: حاجی جمشید عباس تبسم۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! میری ایک تحریک استحقاق میری عدم موجودگی میں مؤخر کر دی گئی تھی اب اسے پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: کون سی تحریک استحقاق؟ اس کا نمبر کیا ہے؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! اس کا نمبر مجھے معلوم نہیں۔

جناب سپیکر: ہاں مولانا صاحب آپ کی تحریک استحقاق نمبر 27 ہے' تحریک استحقاق نمبر21 اور تحریک استحقاق نمبر27 ، ایک ہی قسم کی تحاریک استحقاق تھیں' تحریک استحقاق نمبر21 محترمہ نجمہ تابش الوری صاحبہ کی طرف سے تھی اور آپ کی طرف سے تحریک نمبر27 تھی۔ ہم نے محترمہ نجمہ تابش الوری صاحبہ کی تحریک استحقاق کو لیا اور پھر اس پر بحث ہوئی اور پھر اس پر فیصلہ ہوا۔ آپ تحریک استحقاق نمبر 27 چونکہ Identical تھی اور اس جیسی ہی تھی اس پر بحث ہو چکی ہے' ہم نے آپ کے احترام کے

پیش نظر اس کو مؤخر کر لیا تھا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی:۔ کیا وہ احترام اب بھی برقرار ہے؟

جناب سپیکر: رولز کے مطابق ایک ہی قسم کی دو تحاریک استحقاق ایک ہی اجلاس میں زیر بحث نہیں آ سکتیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! جس احترام کے پیش نظر آپ نے اسے مؤخر کیا تھا اب اس احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اسے پھر ایک بار ہاؤس میں لانے کی اجازت دیں گے ؟

جناب سپیکر: آپ نے تحریک استحقاق نمبر21 دیکھی ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: نہیں میں نے نہیں دیکھی۔

جناب سپیکر: ہم آپ کو کاپی بھیجتے ہیں آپ اسے دیکھ لیں' اس پر بحث ہو چکی ہے اور فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب تو اس کی دہرائی ہو گی' اس کے متعلق رولز یہ کہتے ہیں کہ اب اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: ہاؤس میں پیش ہونے کے بعد اگر رولز اس کی اجازت نہیں دیتے تو Rule out ہو ہی جاتی ہے' اب اس کے پیش کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ اس کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: قانون کے مطابق پیش ہونے کے بعد ہی rule out ہوتی ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! قانون اندھا ہوتا ہے' اگر رولز کے مطابق یہ ہاؤس میں نہیں آ سکتی تو اس میں میرا یا آپ کا قصور کیا ہے۔ اگر یہ صرف پڑھنا چاہتے تو آپ اجازت دے سکتے ہیں مگر اس پر کوئی تقریر نہیں ہو گی کوئی مختصر بیان نہیں ہو گا' جو ایک بات پہلے زیر بحث آ چکی ہے اب دوبارہ زیر بحث نہیں آئے گی۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب! اب ذرا رولز دیکھ لیجئے میں بھی دیکھ لیتا ہوں پھر بات ہو گی۔ جناب حاجی جمشید عباس ، تفہیم۔

رکن کی رہائش گاہ پر ٹیلی فون کی تنصیب سے انکار

حاجی جمشید عباس تصیہم: جناب والا! آپ نے میرا نام پکارا' اور پھر میں کافی دیر تک کھڑا رہا' مولانا صاحب بات کرتے رہے' جناب والا! اس کا یہ طریقہ کار ہونا چاہئے تھا کہ اگر آپ نے میرا نام پکار دیا تھا تو مولانا صاحب قواعد و ضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے تشریف رکھ لیتے اور اس کے بعد جب میں اپنی بات ختم کر لیتا تو وہ اپنی بات کر لیتے۔ جناب والا! اگر ہم اس طرح کریں تو ان کا استحقاق مجروح ہو جائے گا' جناب والا یہ طریقہ کار غلط ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ ممبران اسمبلی کی تنخواہ' بھتہ جات و استحقاقات کے قانون کی دفعہ 10 کے مطابق ہر رکن اسمبلی کو اس کی رہائش گاہ پر فوری طور پر ٹیلی فون نصب کرنے کا استحقاق دیا گیا ہے۔ میں نے اس حکم کے تحت اپنی رہائش گاہ 672- آر' ماڈل ٹاؤن لاہور میں ٹیلی فون نصب کرنے کے لئے درخواست دے رکھی ہے جس کی رسید کا نمبر یہ ہے :- جی ٹی این۔ 15323' مورخہ 87-6-2- میں نے بار بار متعلقہ افسران محکمہ ٹیلیفون سے رابطہ قائم کیا ہے جس پر مجھے ہر بار دو تین دن تک ڈیمانڈ نوٹس جاری کرنے کا وعدہ کیا گیا جس پر میں ڈی ای صاحب کے دفتر میں بھی دس پندرہ چکر لگا چکا ہوں' بالاخر انہوں نے لائن مہیا کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ جناب والا! یہ مذکورہ بالا قانون (تنخواہ' بھتہ جات و استحقاقات) اراکین صوبائی اسمبلی پنجاب کی دفعہ 10 کی صریحاً" خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اس لئے نہ صرف میرا بلکہ تمام معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو باضابطہ اور باقاعدہ قرار دے کر زیر بحث لایا جائے یا پھر میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ میری اس تحریک استحقاق کو مجلس قائمہ برائے استحقاق کے سپرد کیا جائے تاکہ وہ اس اہم معاملہ کی تحقیق کر کے حتمی رپورٹ اس ایوان میں پیش کرے۔

جناب سپیکر: آپ اس پر اور کچھ کہنا چاہتے ہیں تو ارشاد فرمایئے۔

حاجی جمشید عباس تصیہم: مذکورہ قانون کی دفعہ 10 کے تحت ہمیں یہ سہولت دی گئی ہے کہ ہر رکن اسمبلی کو ایک ٹیلی فون مہیا کیا جائے گا۔ جناب والا! اس ترقی یافتہ دور میں ٹیلی فون کی سہولت ایک بڑی اہم چیز ہے جس سے انسان کا ہر وقت ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ اور ضروری پیغامات کا تبادلہ ہوتا ہے۔ جناب والا! مجھے رات بھی ایک بڑا ہی ایمرجنسی ٹیلی فون کرنا تھا' رات کے گیارہ بجے

جناب سپیکر: جی راجہ صاحب۔ آپ اس کے متعلق کچھ کہیں گے؟

وزیر قانون: جی جناب والا! مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میں اس کی Admissibility پر اپنا فیصلہ مؤخر کرتا ہوں۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب والا! وزیر قانون صاحب نے ابھی آپ کے سامنے فرمایا ہے کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ پھر میرا خیال ہے کہ اسے منظور فرمانے میں کوئی ایسی بات نہیں۔

وزیر قانون: یہ تو سپیکر صاحب کی مرضی ہے کہ جو بھی وہ فیصلہ کرے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون کو تو کوئی اعتراض نہیں ہے وہ تو انہوں نے کہہ دیا ہے چیئر پر اس بات کی پابندی لازمی نہیں ہے کہ لاء منسٹر صاحب کو اعتراض نہیں ہے تو فی طور پر چیئر بھی یہ سمجھے کہ اس کا فیصلہ ہو گیا۔

جناب سپیکر: جناب والا! میں نے تو آپ کے اپنے فیصلے کے متعلق کہا ہے۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب والا! یہ میں عرض نہیں کیا کہ جب وزیر قانون کہہ چکے ہیں تو چیئر کو یہ اختیار نہیں ہے چیئر کو بہرحال ہر قسم کے اختیارات ہیں میں نے یہ عرض کیا ہے کہ براہ مہربانی اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب۔ میں نے فیصلہ دیا ہے کہ میں اسے مؤخر کرتا ہوں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! میں نے محترمہ نجمہ تابش الوری کی تحریک پڑھی ہے اس کے مضمون میں اور میرے مضمون میں بڑا فرق ہے۔ میری تحریک استحقاق اس بجٹ کے متعلق تھی جو انگلش میں پیش کیا گیا۔

جناب سپیکر: آپ فرمائیے۔ میں نے ....

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! ان کے مضمون میں فرق ہے یہ تو انہوں نے آئین کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ آئین کے حوالے سے پندرہ سال کے اندر جس میں کہ چودہ سال گزر چکے ہیں اردو میں کارروائی ہونی چاہیئے۔ لیکن میری تحریک استحقاق کا مضمون آپ کے سامنے ہو گا اور وہ

ایوان میں آ جائے وہ اس سے مختلف ہے۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب۔ اس میں اور اس میں کیا فرق ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: وہ جناب ایوان میں آ جائے۔ پتہ چل جائے گا کہ فرق ہے یا نہیں۔

جناب سپیکر: نہیں بات تو ایک ہی ہے کہ ۔۔۔۔۔۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: نہیں۔ اس میں اس وعدے کا ذکر نہیں ہے اور دوسرے یہ ذکر نہیں ہے کہ ہم میں سے اکثر یا بعض اراکین انگلش نہیں جانتے۔ جب ہم انگلش نہیں جانتے اور اسے پڑھ نہیں سکتے اسے سمجھ نہیں تو ہم اس پر اپنی رائے کا اظہار کیا کریں گے؟

جناب سپیکر: میں ابھی آپ کے پاس بھیجتا ہوں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: اس کا کوئی ذکر اس میں نہیں ہے اس میں صرف یہ ہے کہ اسمبلی میں کوئی خاص کارروائی اردو میں کرنے کی کوئی پابندی نہیں خود صوبائی اسمبلی پنجاب ابھی تک مکمل طور پر اردو کو دفتری زبان کی حیثیت سے نہیں اپنا سکی۔ صوبائی حکومت کی جانب سے اس آئینی تقاضے کی عدم تکمیل سے ایوان کا اجتماعی استحقاق پامال ہوا ہے۔ یہ آخری سطریں ہیں لیکن میں نے جو تحریک پیش کی ہے ہم ممبران جو انگریزی زبان نہیں جانتے ہیں جب وہ انگریزی زبان میں پیش کی جاتی ہے تو ہم اسے سمجھ نہیں پاتے اس پر ہم اپنا اظہار خیال نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب۔ میں آپ کو رولز پڑھنے کو کہتا ہوں انگریزی میں اس کا نمبر168- اور اردو میں بھی اس کا یہی نمبر ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! میرے پاس کتاب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کتاب میں آپ کو بھجواتا ہوں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر۔ اس کا مضمون بالکل مختلف ہے اس میں ضمناً بات اتنی ہے کہ صوبائی اسمبلی نے آئینی تقاضے پورے نہیں کئے اور میرا خیال یہ ہے کہ ہمارا استحقاق ہے کہ ہمیں اردو زبان میں دی جائے جس کو ہم سمجھ سکتے ہیں جب ہم سمجھ ہی نہیں سکتے تو ہم اس پر اپنا اظہار خیال کیسے کر سکتے ہیں اور دوسرے ہم سے مسلسل وعدہ کیا گیا ہے اس ایوان میں وعدہ کیا گیا اور

اس وعدے کی پابندی نہیں کی گئی۔

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ مضمون مختلف ہے۔ میرا مضمون یہ ہے کہ ہم ممبران کی تعداد جو انگلش نہیں جانتی وہ اس کو سمجھ نہیں پاتے اور اس پر اپنا اظہار خیال نہیں کرپاتے اور وہ ہمارا آئینی حق ہے اور استحقاق ہے کہ ہم اس پر اپنا اظہار خیال کریں دوسرے یہاں اس ایوان میں وعدہ کیا گیا تھا کہ ہم اسے آئندہ اردو میں پیش کریں گے اس وعدے کا ایفا نہیں کیا گیا میرا مضمون بالکل مختلف تھا اس لئے آپ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اسے ایوان میں پیش کرسکوں۔

جناب سپیکر: واقعی اس میں تھوڑا فرق ہے مولانا صاحب۔ آپ پیش کریں۔

وزیر قانون: جناب والا! میری استدعا ہے کہ اسے کل تک مئوخر کردیں کیونکہ یہ بات وزیر خزانہ کے متعلق ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے مولانا صاحب آپ اسے کل پیش کرلیں۔ وزیر خزانہ موجود نہیں ہیں لہٰذا بہتر ہوگا کہ آپ ان کی موجودگی میں پیش کریں۔ کل آپ پیش کریں۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب سپیکر! ٹکٹوں کا یہ ایک نیا سسٹم چلایا گیا ہے جس سے عام شہریوں کو یہ سہولت دینے کے لئے کیا گیا تھا وہ یہ ہے کہ پہلے پیسے بنک میں جمع کروانے پڑیں گے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب آپ کس بارے میں فرما رہے ہیں؟

سید اقبال احمد شاہ: جناب والا! ایک نیا ٹکٹ سسٹم جاری کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: کیا یہ اسمبلی کے متعلقہ معاملہ ہے۔

سید اقبال احمد شاہ: جی ہاں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب۔ آپ کس نکتہ پر یہ معاملہ یہاں اٹھا رہے ہیں۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر پر۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب والا! یہ بہت ضروری ہے۔ جناب والا! آپ مجھے اسے پڑھنے کی اجازت دے دیں۔

جناب سپیکر: I am sorry

چودھری محمد رفیق: جناب والا! اس قسم کے فضول اور غیر متعلقہ اعتراضات کر کے تحریک استحقاق کے وقت کو ضائع کیا جا رہا ہے۔ ذرا توجہ فرمائیے۔

جناب سپیکر: ہمارے پاس یہ تحریک استحقاق ہے یہ میاں افضل حیات صاحب، جنجوعہ صاحب، اور میاں محمد رفیق صاحب کی طرف سے ہے اس کو کل لیں گے۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! ابھی وقت کافی ہے اس لئے میری استدعا ہے کہ اس کو آج ہی لے لیں۔

جناب سپیکر: کیوں میاں صاحب اسے کل کر لیں یا آج۔

میاں محمد افضل حیات: وقت کے مطابق اگر اس پر کوئی فرق نہ پڑے تو اسے آج ہی کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اگر آپ آج کرنا چاہتے ہیں تو آج کر لیں۔

میاں محمد افضل حیات: کل کر لیں۔

جناب سپیکر: چلو کل کر لیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! میری بھی ایک تحریک استحقاق ہے اور اس کا اگلا نمبر ہے اسی کو آج لے لیں۔

جناب سپیکر: کونسا نمبر؟

چودھری محمد رفیق: جناب والا! جو آگے کا نمبر ہے۔ یہ کل میں نے دی تھی۔

جناب سپیکر: فنانس منسٹر صاحب کی عدم موجودگی میں اس کو ہم نے آپ کی رضامندی سے مؤخر کر دیا ہے۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ آپ نے درست فرمایا اس سے اگلی میری ایک اور تحریک استحقاق ہے۔ اگر مناسب سمجھیں اس کو لے لیں۔

جناب سپیکر: یہ تینوں آپ کی تحاریک استحقاق ایک جیسی ہیں۔ میاں افضل حیات صاحب کی اور

ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کی۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میری ایک تحریک استحقاق نمبر52 ہے۔

جناب سپیکر: 52 تو میرے پاس نہیں ہے۔ وہ ابھی ساڑھے آٹھ بجے آئی ہے۔ میاں صاحب یہ پہلے آنی چاہیے تھی۔ یہ آج نہیں لی جاسکے گی یہ کل ہو سکے گی۔
اب ہم تحاریک التوا کار کو لیتے ہیں۔ میاں محمد اسحاق صاحب کی طرف سے تحریک التوا نمبر18 ہے۔ میاں محمد اسحاق صاحب۔

کشمیری بازار راولپنڈی میں بم کا دھماکہ

میاں محمد اسحاق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 9 اپریل 1987ء کو شام ساڑھے سات بجے کشمیری بازار راولپنڈی میں بم کے دھماکے میں 15 قیمتی جانوں کا ضیاع اور لاکھوں کی مالیت کی جائیداد کی تباہی سے جس کی تفصیلات تمام اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ لوگوں میں انتہائی خوف و ہراس اور سخت بے چینی پائی جاتی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت پنجاب اپنے بلند بانگ دعووں کے باوجود جو کہ وہ آئے دن امن عامہ کی صورت حاصل کے بارے میں کرتی رہتی ہے۔ امن عامہ کی بگڑتی ہوئی صورت حال پر قابو پانے میں بالکل ناکام ہو چکی ہے اور اس کے تمام بیانات دروغ گوئی کے مترادف ہیں۔ عوام یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اگر اس قسم کی تخریب کاری پر فوری طور پر اقدامات نہیں کئے گئے تو صوبہ پنجاب کی امن عامہ کی صورت حال ملک کے دوسرے صوبوں اور شہروں کی طرح قابو سے باہر ہونے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا اس نہایت اہم مسئلہ پر حکومت بحث کر کے کوئی موثر لائحہ عمل اختیار کیا جائے تاکہ عوام کی جان و مال کی خاطر خواہ حفاظت ہو سکے اور ان کے جائز خدشات دور ہوں۔ اس کے لئے اسمبلی کی کارروائی فوری طور پر ملتوی کی جائے

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر نمبر24 میری بھی ملتی جلتی ایک تحریک التوائے کار ہے۔

جناب سپیکر: میاں ریاض حشمت جنجوعہ

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں

گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ 9 اپریل کو راولپنڈی کے کشمیری بازار میں بم کا ایک لرزہ خیز دھماکہ ہوا جس میں 11 افراد لقمہ اجل بن گئے۔ اور کم و بیش 60' 70 افراد زخمی ہوئے۔ اس دھماکہ سے نہ صرف راولپنڈی شہر بلکہ پورے پنجاب میں دہشت پھیل گئی۔ لاہور میں یہ ہونے والے دھماکہ کی تحقیقات میں مصروف سرکاری ادارے ابھی تک نتائج کے بارے میں پراسرار خاموشی اختیار کئے ہوئے تھے کہ اس واقعہ نے عوام کے جان و مال اور امن و امان کی محافظ انتظامیہ کی بے بسی' ناکامی اور نا اہلی کا ایک اور ثبوت فراہم کر دیا - حکومت امن و امان کے قیام کی ذمہ داری قبول کرنے کی بجائے اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے مفروضوں اور واہموں پر مبنی بیان دے رہی ہے اور نا معلوم خفیہ ہاتھوں پر تخریب کاری اور دہشت گردی کے الزام لگا رہی ہے۔ بیش قیمتی انسانی جانوں کا ضیاع کے پے در پے واقعات پر عوام کو طفل تسلیوں میں اس لاقانونیت۔ بدامنی۔ انارکی اور قتل و غارت پر سخت تشویش پائی جاتی ہے۔ عوام اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ حکومت کے سربراہ پولیس کے بینڈ پر میرا لونگ گواچا کی دھنیں سنیں بلکہ عوام تو یہ چاہتے ہیں کہ انتظامیہ اور پولیس ان خفیہ ہاتھوں کو قلم کر دے جو وطن عزیز میں اتحاد امن سلامتی اور یک جہتی کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ لہٰذا استدعا ہے کہ اس زبردست اہمیت کے حامل معاملہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

جناب سپیکر: سردار عارف رشید صاحب آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر جنگلات -سردار عارف رشید : جناب والا ! یہ واقعہ 9 اپریل 1987ء کو راولپنڈی میں کشمیری بازار کے چوک میں ہوا اور یہ نہ صرف ایک خوفناک واقعہ بلکہ ایسا واقعہ ہے جس کی ہر شعبے کے لوگوں نے پر زور مذمت کی ہے۔ اس امر کا اظہار نہ صرف صوبائی اسمبلی نے بلکہ قومی اسمبلی میں بھی ہوا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اس ہاؤس میں بحث کے دوران اس مسئلہ کو زیر بحث لایا گیا اور پہلے اجلاس میں بھی آپ کو یاد ہو گا کہ اس کی دعائے مغفرت کی گئی۔

جناب سپیکر ! جہاں تک یہ واقعہ ہے اس کی تفتیش جاری ہے اور نہ صرف پنجاب میں بلکہ بلوچستان میں سرحد میں اور سندھ میں بھی اس کی تفتیش جاری ہے اور جہاں تک اس سوزوکی وین کا تعلق ہے جس میں آتش گیر مادہ رکھا گیا تھا اور اس کے پھٹنے کے باعث یہ سارا واقعہ ہوا تھا۔ اس کے مالک کا بھی سراغ لگا لیا گیا ہے اور وہ ایک قبائلی علاقے کا آدمی ہے۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ فی

لحاظ سے کیونکہ یہ معاملہ ہاؤس میں کئی بار زیر بحث آ چکا ہے۔ لٰہذا اس تحریک کے ذریعہ قواعد کے مطابق اس پر دوبارہ بحث نہیں سکتی۔ بہرحال یہ بھی میں فاضل محرکین سے کہوں گا کہ اس کی تفتیش ایسے مرحلے میں ہے جہاں اگر اس معاملے کو ہاؤس میں پھر زیر بحث لایا گیا تو شاید اس سے ملزمان کو فائدہ پہنچے گا۔ یہ ایک اس وقت ایسے مرحلے میں ہے جہاں اس کی تفتیش کو خفیہ رکھنا زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ اس میں بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ جہاں تخریب کاری میں پاکستانی افراد ملوث ہوں۔ شاید اس بات کا بھی احتمال ہو کہ کسی بیرونی ملک کے افراد بھی اس میں ملوث ہوں۔ یہ تفتیش صرف پاکستان میں نہیں اس وقت باہر کے ملکوں میں بھی جو پاکستان کے دوست نہیں ہیں ان ملکوں میں بھی اس کی تفتیش جاری ہے اور اس کے لئے Intellegence Bureau Federal Security اور Speicial Branch کے افسران پورے پاکستان میں ہر جگہ بھیج دیئے گئے ہیں۔

اور اگر میں اس ایوان کو یہ بتانا شروع کر دوں کہ کہاں کہاں کارروائی ہو رہی ہے تو اس سے ملزمان کو فائدہ ہو گا۔ اس لئے محرکین سے میری استدعا ہے کہ وہ اس کو پریس نہ کریں۔ دوسرے اگر فنی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو یہ اسمبلی میں کئی بار بحث آ چکی ہے' بار بار اس کا ذکر آیا ہے۔ فاتحہ بھی ہو چکی ہے تو قاعدے کے مطابق اس تحریک پر بحث نہیں ہو سکتی۔ محرکین سے التماس کروں گا کہ وہ اس کو پریس نہ کریں' اس کو واپس لیں۔ یہ تفتیش ایسے مرحلے میں ہے کہ اگر اس پر ایوان میں بحث ہوتی ہے تو کئی ایسی باتیں واضح کرنی پڑیں گی جس سے شاید ملزمان کو فائدہ ہو۔

وزیر کالونیز: جناب والا! یہ وہی معاملہ ہے جس پر آپ نے کل رولنگ دی ہے۔ یہ وہی معاملہ جو اس ایوان میں دہرایا جا چکا ہے۔ اور دہرائے گئے معاملے کو یہاں زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ آپ نے جو کل رولنگ دی ہے براہ مہربانی اسی رولنگ کی روشنی میں اس کو بھی خلاف ضابطہ قرار دیا جائے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! مجھے اجازت دیں۔

جناب سپیکر: میں صرف جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب اور میاں محمد اسحاق صاحب سے کہوں گا کہ سردار عارف رشید صاحب نے آپ کی تحریک التواء پر فنی نقطہ نگاہ سے جو اعتراضات کئے ہیں کہ اس پر بجٹ میں بحث ہو چکی ہے اور پچھلے اجلاس میں بھی اس کو ٹیک آپ کیا گیا تھا۔ نہیں۔ پچھلا اجلاس تو 13 مارچ کو ختم ہو گیا تھا اور یہ معاملہ 9 اپریل کا ہے۔ پچھلے اجلاس میں یہ بات زیر بحث

نہیں آئی۔ لیکن اس اجلاس میں بجٹ پر بحث میں یہ آ چکی ہے اور انہوں نے اس پر میری رولنگ کا حوالہ دیا ہے۔ اس کے بارے میں اب آپ کی کیا رائے ہے؟

میاں محمد اسحاق: فیصلہ تو آپ ہی نے فرمانا ہے۔ ہم نے صرف یہ عرض کرنی ہے کہ یہ خفیہ سراغ رسانی محکمہ جات مثلاً" سی آئی اے' سپیشل برانچ' انٹیلی جنس اور دیگر مرکزی ادارے جن کے لئے کروڑوں روپیہ رکھا جاتا ہے جب بم چل جاتا ہے اور نقصانات ہو جاتے ہیں اور قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ تو ہمارا مقصد پنجاب کو صرف یہ یاد دلانا ہے کہ یہ محکمہ جات کیا کر رہے ہیں اور بجٹ میں ان کے لئے جو اتنی رقم رکھی گئی ہیں' اس کا کیا مقصد ہے؟ فنی طور پر تو آپ کو دیکھنا ہے کہ یہ تحریک التوائے کار بنتی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: شکریہ میاں صاحب۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! آپ مجھے نکتہ وضاحت کی اجازت دیں گے؟ کیونکہ آپ نے فنی رائے مانگی ہے گو مجھے اس کا اعتراف ہے کہ جب تک یہ تحریک التوائے کار اسمبلی میں بحث کے لئے منظور نہ ہو جائے' مجھے اس پر بولنے کا اختیار نہیں ہے۔ مگر آپ نے فنی نقطہ نظر سے رائے طلب کی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: اگر آپ اس پر اپنی رائے دینا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ آپ دیجئے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! جب سالانہ بجٹ پر عام بحث ہو رہی تھی تو اس میں اراکین اسمبلی نے عام طریقے سے مختلف محکمہ جات پر تنقید کی۔ یہ ایک مخصوص معاملہ ہے۔ اس میں انسانی جانوں کی ضیاع کا مسئلہ ہے اور پھر اس کا تعلق براہ راست امن عامہ سے ہے۔ پھر یہ ایک واقعہ نہیں اس قسم کی تخریبی وارداتیں صوبے میں مسلسل ہو رہی ہیں۔ جس سے عوام میں خوف و ہراس پیدا ہو چکا ہے۔ یہ کوئی ایسی مخفی بات نہیں۔ اس لئے جناب والا! یہ تحریک التواء جو ہمارے ساتھیوں نے دی ہے' یہ فنی لحاظ سے باضابطہ ہے۔ البتہ ایوان میں اس کو منظور کرتا ہے یا نہیں' یہ دوسری بات ہے۔

جناب سپیکر: آپ اس پر رائے دینا چاہتے ہیں تو دیجئے۔

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر! جو تحریک التوا پیش ہوئی ہے' دونوں حضرات بجٹ پر عام بحث کے دوران اس پر اور دوسرے محکموں پر تقاریر کر چکے ہیں۔ اسی طرح آپ نے پچھلے روزہ قاعدہ

67 (ج) '(د) کے تحت رولنگ دی تھی۔ اس میں میری گزارش یہ ہے کہ اس پر قاعدہ 67 (ج) '(د) پوری طرح لاگو ہے اور اس کے تحت یہ خلاف ضابطہ قرار دی جانی ضروری ہے۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! انصاری صاحب کو قانونی مشیر رکھ لیا جائے۔

جناب محمد صدیق انصاری: آپ کی پیش کش کا شکریہ۔ لیکن میں اس کو مسترد کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کا کیا خیال ہے کہ چودھری رفیق صاحب آپ کو اپنا قانونی مشیر رکھنا چاہتے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ: پنجابی میں کہتے ہیں "ہتھ نہ پہنچے تے تھو کوڑی"

جناب محمد صدیق انصار: جو آپ نے بات کی ہے' یہ بات اس پر صادر آئے گی اور ابھی ابھی آئے گی۔

سید طاہر احمد شاہ: کچی پیش کش تو آپ نے نامنظور کی ہے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: خدا کے لئے اس بات کا اہتمام کریں کہ یہ ایوان میں آپس میں مشاعرہ نہ شروع کر دیں۔ یہ ایک معزز اور قابل احترام ایوان ہے۔ ہماری تمام باتیں باہر لوگ سنتے ہیں۔ اس پر مذاق کرتے ہیں۔ ....

جناب سپیکر: شکریہ چودھری صاحب! مہربانی۔ جنجوعہ صاحب۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! ہماری یہ تحریک التوائے کار صوبے میں امن و امان کی صورت حال جو انتہائی گمبیر اور مخدوش ہو چکی ہے اس کی نشان دہی کرتی ہے۔ جس واقعے کی ہم نے تحریک التوائے کار میں نشان دہی کی ہے وہ 9 اپریل کا ہے۔ جب کہ پچھلا اجلاس 31 مارچ کو ختم ہو گیا تھا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے' کہ بجٹ کے دوران اس پر بات ہوئی ہے تو میں نے تمام اراکین کی تقریریں سنی ہیں' میرے خیال میں کسی رکن نے بھی راولپنڈی کے بم کیس کی طرف اس ایوان میں آپ کی یا معزز اراکین کی توجہ نہیں دلائی۔

MR SPEAKER : That Was the First opportunity available for you .

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! مجھے ایک دو گزارشات کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: کس بارے میں ؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : اسی تحریک التوائے کار کے بارے میں۔

جناب سپیکر: یہ کوئی Admit ہو چکی ہے؟ اس پر تو ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا ! ان کے جواب میں۔

جناب سپیکر: کس بات کے جواب میں؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا' ان کے جواب میں بولنے کا میرا حق تو ہے۔

جناب سپیکر: کس بات کے جواب میں؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : فنی نقطہ نظر سے۔

جناب سپیکر: فنی نقطہ نگاہ سے آپ بات کرنا چاہتے ہیں تو کیجئے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا ! میرے خیال میں تو تحریک التوائے کار کے بارے میں First opportunity available یہی ہے کہ جب ہم نے تحریک التوائے کار پیش کی تھی وہ اس اجلاس کے شروع ہونے سے پہلے پیش کی اور چونکہ اسمبلی کے سیکرٹریٹ میں ابھی تک یہ تحریکیں موجود ہیں اور اپنی باری پر ان کو زیر بحث لایا جاتا ہے تو اس نقطہ نظر سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ قابل پذیرائی ہے۔

جناب سپیکر: آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی فنی صورت حال کیا ہے۔ اس میں آپ کو جو First opportunity available تھی' وہ آپ کو بجٹ اجلاس کے دوران عام بحث پر دستیاب تھی۔ دوسرا موقع جو آپ کو دستیاب تھا۔ وہ کٹ موشنز کے وقت جنرل ایڈ منسٹریشن پہ آپ کو دستیاب تھا۔ آپ نے اگر اس سے استفادہ کیا ہے تو اچھا کیا ہے۔ اگر آپ نے فائدہ نہیں اٹھایا تو آپ نے اچھا نہیں کیا۔ لیکن آپ کو جو First opportunity available تھی' وہ اس وقت تھی۔ آج نہیں ہے۔

میاں محمد افضل حیات : میں مجموعی طور پر ایک چیز آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ عام بحث اور تحریک التوائے کار میں تھوڑا سا فرق ہے۔ اس میں بحث ہو جاتی ہے۔ کئی دفعہ اس کا نوٹس نہیں لیا جاتا۔ لیکن اگر کسی وزیر صاحب نے کٹ موشن کے دوران یا عام بحث کے دوران یا بعد میں جو

ایک طریقہ کار رہا ہے کہ ہر محکمہ کا وزیر اپنے اپنے محکمے کے جوابات عام بحث کے دوران دیں۔ اگر کسی وزیر صاحب نے اس مسئلے پر حکومت کا نقطہ نظر پیش کر دیا تو پھر ہم سمجھیں گے کہ اس پر عام بحث مکمل ہو چکی ہے۔ اگر صرف وہ بات ہو گئی ہے اور کسی وزیر صاحب نے اس کے متعلق کوئی بات نہیں کی تو پھر عام بحث مکمل نہیں کہہ سکتے

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! جناب انصاری صاحب نے رول 67 (سی) کا حوالہ دیا ہے اس میں جناب سپیکر میں یہ عرض کروں گا کہ رول 67 کا سب رول (ڈی) ہے۔

67 (d) "The motion shall not revive discussion on a matter which has been discussed in the same session."

اس میں پابندی یہ ہے کہ اس بات پر بحث اس اجلاس میں ہو چکی ہے۔ تو پھر دوبارہ نہیں آ سکتی چونکہ یہ پہلے نہیں آئی اور یہ ممبران کا استحقاق ہے کہ ہم اپنے مختلف طریقوں سے یا تو عام بحث میں یا کٹ موشنز پر جنرل ایڈ منسٹریشن پر صرف ایک دن رکھا گیا تھا۔ اور اصولی طور پر جنرل ایڈ منسٹریشن پر کم از کم دو دن رکھے جانے چاہئے تھے۔ اس میں ہم نے اور آپ کو بھی یاد ہو گا احتجاج کیا تھا اور ہم نے اپنی باقی ماندہ تقاریر نہیں کر سکے تھے۔ اس لئے چونکہ یہ مسئلہ اس رواں اجلاس میں اس سے قبل پیش نہیں ہو سکا۔ تو یہ تحاریک التوائے کار درست اور حسب قاعدہ ہیں۔

جناب والا! یہ کتنا اہم مسئلہ ہے کہ عوام کتنے خوف وہراس میں مبتلا ہیں۔ اور حکومت اس کو صرف فنی نقطہ نظر سے نظر انداز کر رہی ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ حکومت اپنی ذمہ داریوں سے براہ راست طریقے سے انحراف کر رہی ہے۔ اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ قوانین کی موجودگی میں رولز کے مطابق اگر تحاریک التوائے کار حسب قاعدہ ہیں از راہ کرم ان کو Admit کیا جائے اور ان کے لئے اجازت دی جائے۔

وزیر جنگلات: جناب سپیکر اگر اجازت ہو تو میں ان کی بات کا جواب دیتا ہوں۔ انہوں نے رول 67 کا حوالہ دیا ہے۔

"The motion shall not revive discussion on a matter which has been discussed in the same session;"

He has mentioned about "discussion". He does not say that the motion shall not revive discussion on motion which has been debated upon in the same session. Had it been debated?
It says "discussed", not "debated".

پھر اس پر مباحثہ کی بات آ جاتی ہے۔

It says " Discussed " not " debated "

جناب سپیکر: راجہ صاحب آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون: اس میں جناب والا پروسیجر یہ ہے کہ جس کے متعلق پارلیمانی روایت یہ رہی ہے۔

It was held that an adjournment motion on a matter which can be raised during debate on motions of thanks to the President. Budget session,international situation or public importance to be held in the same session is not in order.

تو میں یہ عرض کروں گا ان کے پاس موقع تھا اور لاء اینڈ آرڈر پر خاص سیر حاصل بحث ہوئی ہے اگر یہ اس واقعہ کو اس وقت زیر بحث نہیں لائے تو اس میں اس ایوان کا قصور نہیں بلکہ یہ ان کا اپنا قصور ہے۔ لہٰذا رولز کے مطابق اس تحریک التوائے کار پر بحث نہیں ہو سکتی۔

جناب سپیکر: اس میں میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے صرف فنی نقطہ نگاہ سے دیکھنا ہے بلاشبہ یہ بہت اہمیت کا معاملہ ہے لیکن سپیکر نے محض فنی نقطہ نگاہ سے دیکھنا ہے کہ یہ Admissible ہے یا نہیں ہے۔ اس میں میری رائے کے مطابق آپ کے لئے جو پہلا موقع تھا وہ تھا جب بجٹ پر بحث ہو رہی تھی۔ اور اس کے بعد آپ اس کو کٹ موشنز میں بھی جنرل ایڈمنسٹریشن کے تحت زیر بحث لا سکتے تھے تو جو First opportunity available ہے اس کے بارہ میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہو سکتا اگر آپ نے First opportunity available نہیں کی تو آپ کی تحاریک التوائے کار پر فنی نقطہ نگاہ سے درست نہیں ہو گی اس لئے میں فنی نقطہ نگاہ سے ان دونوں تحاریک التوائے کار کو درست نہیں سمجھتا۔ میاں محمد اسحاق صاحب کی تحریک التواء نمبر 19 ہے۔

تھانہ نواں کوٹ میں پولیس تشدد سے
ملزم محمد سلیم طارق کی ہلاکت

میاں محمد اسحاق: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ جنگ مورخہ 12 اپریل 1987ء میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ جیل سے رہا ہونے والے ملزم کی

اچانک موت۔ باپ بھی صدمے سے مر گیا اور رشتہ داروں نے الزام لگایا ہے کہ طارق پولیس تشدد سے ہلاک ہوا ہے۔

کتنے دکھ کی بات ہے کہ ہماری پولیس اگر کسی ملزم کو کسی الزام میں گرفتار کرتی ہے تو اس پر اس قدر تشدد کیا جاتا ہے کہ یا تو ملزم جو مجبوراً" اپنی جان بچانے کے لئے اس جرم کا اقرار کرنا پڑتا (تو اس نے جرم کیا ہی نہ ہو) یا پھر اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں یہ پہلا واقع ہی نہیں قبل ازیں بھی پولیس تشدد سے ہلاک ہونے والے کے کئی ایک واقعات حکومت کے نوٹس میں بھی ہوں گے اس خبر میں ہی نہیں کہ پولیس تشدد سے ایک شخص ہلاک ہو گیا بلکہ روح فرسا تو خبر کا وہ حصہ ہے جس میں باپ بھی بیٹے کی ہلاکت کا سن کا جانبر نہ ہو سکا۔ اور اپنے بیٹے کے ساتھ ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔

اب جب ایک گھر سے باپ بیٹے کے دو جنازے اکٹھے اٹھیں گے تو کتنا کہرام مچا ہو گا کونسی آنکھ ہو گی جو اشک بار نہ ہوئی ہو گی اور کونسا ایسا سنگدل انسان ہو گا جس کا دل نہ پگھل گیا ہو گا۔ مگر پولیس کا اس میں کیا گیا کسی کا گھر بسے یا اجڑے پولیس کو اس سے کیا سروکار؟

جناب عالی! نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہاں پولیس اس ظالمانہ رویہ سے آئے دن لوگوں کے گھروں میں ماتم کی صفیں بچھتی ہیں وہاں حکومت کے خلاف بھی نفرت اور حقارت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ مگر حکومت ہے کہ ایسے واقعات کا نوٹس ہی نہیں لیتی لہٰذا اس مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! یہ تحریک فنی لحاظ سے اس ضمن میں آتی ہے جیسے تحریک التوائے کار نمبر 18 تھی میں اس واقعہ کی بابت کچھ کہنا چاہتا ہوں محمد سلیم طارق عرف گوگی اور اس کے دو ساتھی گرفتار ہوئے مقدمہ 87 / 136 تھانہ نواں کوٹ میں درج ہوا۔ اور ان کے قبضے سے 12 کلو گرام ہیروئن برآمد ہوئی۔

بعد میں اس کو جوڈیشل لاک اپ میں بھیج دیا گیا۔ 11 اپریل 1987ء کو مجسٹریٹ نے مقدمہ خارج کیا اسی دن ہسپتال داخل ہوا اور وہاں شریان پھٹنے سے موت واقع ہوئی۔ ہسپتال کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق اس کے جسم پر تشدد کا کوئی نشان نہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پولیس نے کوئی تشدد نہیں کیا۔ Home Chemical Examinor کی رپورٹ ابھی تک نہیں آئی۔ اور نہ ہی DECEASED ملزم نے مجسٹریٹ کے سامنے تشدد کے بارے میں کوئی بیان، کوئی درخواست دی ہو جس سے پولیس تشدد ثابت ہو سکے یہ ہسپتال میں شریان پھٹنے سے موت واقع ہوئی۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! وزیر موصوف حلفاً" کہتے ہیں کہ پولیس نے تشدد نہیں کیا۔ ہم تحاریک واپس لے لیں گے۔

وزیر جنگلات :- آپ حلفاً" کہیں کہ ہوا تھا۔ میں حلفاً" کہہ دوں گا کہ نہیں ہوا۔

جناب سپیکر:- سردار صاحب! یہ کیا بات ہوئی۔

بابو نور مسیح :- جناب والا! اجازت ہے؟

جناب سپیکر:- آپ اسی تحریک کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

بابو نور مسیح :- جی۔

جناب سپیکر:- اس تحریک کے کوئی فنی پہلوؤں پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

بابو نور مسیح :- جناب والا۔ میری آج تحریک استحقاق پیش ہونا تھی۔ جب یہ ھاؤس میں پیش ہوئی تو اس وقت میں وزیر اعلیٰ صاحب سے ملاقات کرنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ وہ اس فیصلہ پر تصور کی جائے کہ وہ تحریک استحقاق پڑھی گئی ہے۔

جناب سپیکر:- جب آپ نہیں تھے تو وہ کیسے تصور کی جائے۔

بابو نور مسیح :- جناب والا جس وقت یہ فیصلہ ہو رہا تھا میں اس وقت حاضر نہیں تھا۔

جناب سپیکر:- لیکن اس میں اگر آپ نے اطلاع دی ہوتی تو ہم اسے موخر کر لیتے۔

بابو نور مسیح :- جناب والا مجھے معلوم نہیں تھا۔

جناب سپیکر:- تو پھر اس میں ہماری کیا غلطی ہے؟

بابو نور مسیح :- جناب والا۔ مہربانی کر کے اسے پڑھی گئی تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر:- یہ آپ سب کی طرف سے ہو گئی۔ آپ اسے بھول جائیں۔ یہ پیٹر گل صاحب نے پیش کی ہے۔ اور آپ سب کی طرف سے ہو گئی ہے۔ یہ سب کی طرف سے تصور ہو گی۔۔۔۔۔

میاں صاحب ۔

This is ordinary administraive matter.

اس تحریک التوا کو فنی نقطہ نگاہ سے کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ یہ صحیح ہے۔ ۔ یہ تحریک التوا فنی نقطہ نگاہ سے بنتی نہیں ہے۔ I am SorryRuled out of order. تحاریک التوا کا ٹائم ختم ہوتا

ہے۔

وزیر خوراک:- جناب والا! میں آپ کی اجازت سے یہ رپورٹ پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر:- پہلے درخواست ہائے رخصت لے لیں۔ درخواست ھائے رخصت' سوالات کے فوراً بعد آنی چاہئیں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر:- اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

سیکرٹری اسمبلی:- مندرجہ ذیل درخواست چودھری لیاقت علی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

عرض ہے کہ میں مورخہ 87 / 6 / 25 کو بوجہ بخار اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ اس لئے مورخہ 87 / 6 / 25 کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر:- اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی:- مندرجہ ذیل درخواست جناب سجاد احمد چیمہ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں مورخہ 87 / 6 / 28 کو لاہور میں موجود نہیں تھا۔ لہذا ایک یوم کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر:- اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی:- مندرجہ ذیل درخواست سید مظہر الحسن المعروف چن پیر صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

جناب گزارش ہے کہ بندہ مورخہ 87 / 6 / 25 اور 87 / 6 / 27 تا 87 / 6 / 28
کو کسی مجبوری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا لہٰذا مہربانی فرما کر تین یوم کی
رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب سپیکر:- اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی:- مندرجہ ذیل درخواست میاں غلام فرید چشتی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

اسلام علیکم بندہ اسمبلی کے اجلاس منعقدہ 87 / 6 / 21 تا اور 87 / 6 / 28 بوجہ اہلیہ کی وفات کے حاضر نہیں ہو سکا رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر:- اب سوال یہ ہے۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی:- مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد یامین صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

I could not attend assembly session on 27 & 28th June, 87 for some compelling reason. I request that I may please be granted leave of absence for two days & oblige.

جناب سپیکر:- اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی:- مندرجہ ذیل درخواست چودھری پرویز الٰہی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

اسلام علیکم عرض ہے کہ بندہ چند امور کی انجام دہی کے سلسلہ میں معروفیت کے

باعث مورخہ 25/6/87 تا 28/6/87 اسمبلی کے اجلاس میں شمولیت نہیں کر سکا۔ براہ مہربانی ان ایام کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

جناب فضل حسین راہی: پوائنٹ آف انفارمیشن۔

جناب سپیکر: جی جناب۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کے متعلق اسمبلی میں 85ء کی ایک رپورٹ پیش کی گئی ہے۔ کیا اس پر بحث ہو سکتی ہے۔ تو کیا اگر ہم نوٹس دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: کس چیز پر؟

جناب فضل حسین راہی: جناب والا۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کی رپورٹ جو پیش ہوئی اس کے متعلق میں عرض کر رہا ہوں۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ جو رپورٹیں یہاں پیش ہوتی ہیں ان پر بحث کرنے کے لئے درخواست کی جاتی ہے اور نوٹس دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: اس پر تو بحث ہو چکی ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا۔ یہ ابھی حال ہی میں تین چار روز پہلے پیش ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: صحیح ہے۔ وہ رپورٹ ایوان میں رکھ دی جاتی ہے اس پر بحث کی جا سکتی ہے؟ یہ آپ پوچھ رہے ہیں؟

جناب فضل حسین راہی: جی ہاں! اس پر بحث کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: اس کے لئے پہلے آپ کو تحریک پیش کرنا ہو گی۔

جناب فضل حسین راہی: جی ھاں۔ پیش کروں گا۔

جناب سپیکر: اس کے لئے نوٹس دینا پڑے گا۔

جناب فضل حسین راہی: شکریہ۔

جناب سپیکر: اس پر بحث ہو سکتی ہے۔ اور اس کا نوٹس دینا پڑے گا۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری ایک تحریک مواعید آپ کے پاس مؤخر

ہے۔ اس کے لئے بھی از راہ کرم کوئی وقت تعین کر کے اپنے چیمبر میں اس کا بھی کوئی فیصلہ فرما دیجئے۔

جناب سپیکر: یہ درست ہے۔ آپ کی ایک تحریک موا عید ہے۔ یہ آپ کب چاہتے ہیں کہ اس پر بات ہو جائے۔ یہ منسٹر لائیو سٹاک کے بارے میں ہے۔ بیگم صاحبہ! آپ پسند کریں گی۔

سید طاہر احمد شاہ: میں تو جی آج بھی اس پر بات کرنا چاہتا ہوں' کیونکہ وہ ان آرڈر ہے۔ رولز کے مطابق ہے۔

وزیر لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! میرے خیال میں اگر کل کے لئے رکھ لیں تو میں اس کے متعلق بتا دوں گی۔

جناب سپیکر: تو ٹھیک ہے کل میرے چیمبر میں ڈیڑھ بجے کا وقت رکھ لیتے ہیں۔

وزیر قانون: کل "لسی" پینے کا بھی آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: میں دودھ پینے والا مجنوں نہیں ہوں۔

جناب سپیکر: یہ بیگم نجمہ تابش الوری صاحبہ کا ایک پرائیویٹ بل ہے۔ آپ پیش کریں۔

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب والا! راجہ خلیق اللہ صاحب نے اس دن بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ کو یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ اگر آپ پرائیویٹ بل کی صورت میں کوئی چیز لائیں گی تو ہم ان کو مان لیں گے۔ تو اس لئے میں یہ جسارت کر رہی ہوں۔

وزیر قانون: جناب والا! میں نے ان کو تو کوئی یقین دہانی نہیں کرائی ہے۔

بیگم نجمہ تابش الوری: جناب والا! میں بھی ان کی پارٹی کی ایک رکن ہوں جیسے بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ کو آپ نے یقین دہانی کرائی تھی' اسی طرح سے میں بھی اس خوش فہمی کا شکار ہو گئی ہوں۔

وزیر قانون: خوش فہمی کا علاج میرے پاس تو نہیں ہے۔

بیگم نجمہ تابش الوری: علاج تو آپ کے پاس نہیں ہو گا اور نہ ہی ہو سکتا ہے کیونکہ آپ معذور ہیں۔ آپ نے اس دن خود ہی اپنی معذوری کا اعلان فرمایا تھا۔ لیکن یہ ایک بل ہے جس میں حکومت کی کوئی مخالفت نہیں ہے۔ اور اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا' کوئی خطرہ نہیں ہے یہ ایک سادہ سا بل ہے مجھے اس کے پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! یہ آپس میں مکالمہ بازی شروع ہو جاتی ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ

پہلے بل پیش کیا جائے۔ اگر وہ پیش نہیں کرنا چاہتی ہیں تو وہ کہہ دیں کہ میں یہ بل پیش نہیں کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن یہاں پر اٹھ کر گزارش کرنا اور التجا کرنا یہ اس ایوان کی توہین ہے۔ بل پیش ہو جانا چاہئے اگر کوئی اس سے اختلاف کرتا ہے تو پھر آگے بات چلنی چاہئے۔

مسودہ قانون

مسودہ قانون (ترمیم) استحقاقات' اراکین' صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1987ء

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔ بیگم صاحبہ آپ یہ بل پیش کیجئے یا آپ اس کو واپس لے لیجئے۔

بیگم نجمہ تابش الوری:۔ نہیں' میں بل پیش کروں گی' جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں۔ مسودہ قانون ترمیم استحقاقات اراکین صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1987ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون: میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر:۔ یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے

کہ مسودہ قانون (ترمیم) استحقاقات اراکین صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1987ء پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون: میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر:۔ بیگم صاحب' آپ اس پر کچھ کہنا چاہیں گی۔ راجہ صاحب نے آپ کے اس بل کو پیش کرنے کی مخالفت کی ہے پیش کرنے کی اجازت کو انہوں نے Oppose کیا ہے۔ اس کی مخالفت کی ہے۔ آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں تو فرمائیے۔

بیگم نجمہ تابش الوری:۔ جناب سپیکر! یہ قانون استحقاقات اراکین صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1972ء کی دفعہ 15 میں وارد ہونے والے الفاظ "نہایت اہم شخصیات ہوں گے" کے بعد آخر میں وارد ہونے والے وقف تام کو حذف کر دیا جائے گا اور اس کے بعد مندرجہ ذیل عبارت ایزاد کی جائے گی یعنی کہ:۔

اس اصطلاح میں خاتون رکن' صوبائی اسمبلی کا خاوند اور مرد رکن صوبائی اسمبلی

کی بیوی / بیویاں' جہاں تک کہ عوامی تقریبات اور ائرپورٹوں پر وی۔آئی۔پی لاؤنج کے استعمال کا تعلق ہے۔ شامل ہوں گی "

جناب والا! بیشتر عوامی تقریبات میں اور ائرپورٹ پر خواتین ارکان صوبائی اسمبلی کے خاوندوں کو اور مرد رکن صوبائی اسمبلی کی صورت میں ان کی بیویوں کو ان کے ساتھ جانا پڑتا ہے۔ کسی خاص دفعہ کی غیر موجودگی میں کہ جس کے تحت انہیں وی آئی پی تصور کیا جائے اور انہیں ایسا ہی استحقاق مہیا کیا جائے اور وہ نہیں ہوتا ہے جس کی وجہ سے بہت سی مشکلات اور پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ترمیم ہذا سے اراکین صوبائی اسمبلی کی بہت سی مشکلات کا ازالہ ہو جائے گا۔ لہذا یہ مسودہ قانون پیش کیا جاتا ہے۔ یہ جناب والا' بالکل ایک سیدھی سی بات ہے۔ خواتین اراکین کے خاوند سے بھی وی آئی پی سلوک ہونا چاہیے۔ دعوتوں میں' تقریبات میں' ائرپورٹ پر اور جہاں بھی جانا ہو سفری سہولیات ان کو مہیا کی جانی چاہئیں جب کہ ہم بیورو کریٹس کو' ان کے اہل و عیال کو' بیوی بچوں کو سفری سہولیات مہیا کرتے ہیں۔ تو ہمارے عوامی نمائندوں کا کیا قصور ہے کہ ان کی بیویاں یا ان کے شوہر اس حق سے محروم رہیں؟ اس میں جناب والا' ایک تھوڑی سی ترمیم ہے وہ یہ کہ دفعہ 15 پر ہے

Priavilege Act, Section 15, The member shall be V.I.P

راجہ صاحب نے بلاوجہ اس کی مخالفت کی ہے۔ اور یہ غلام حیدر وائیں بننے کی بہت کوشش کر رہے ہیں اور اشعار بھی پڑھ رہیں ہیں۔

جناب سپیکر:- بیگم صاحبہ آپ یہ اپنے بل کے حق میں دلائل دے رہی ہیں۔

بیگم نجمہ تابش الوری :- جی ہاں' یہ خواہ مخواہ ہی اس بل کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس میں حکومت پارٹی کو کوئی نقصان نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ پارٹی ڈسپلن کی خلاف ورزی ہے۔ اس میں تمام ممبران کا بھلا ہے اور اگر یہ قانون بن جائے گا اور اس میں ترمیم ہو جائے گی۔ تو یہ ہمیشہ کے لئے ہو جائے گی۔ جب کہ ہمارے بنائے ہوئے قانون پر تمام بیورو کریٹس کی فیملی کو Travelling Allowance ملتے ہیں' تو ممبر صوبائی اسمبلی کے خاوند / بیوی کو کیوں نہیں ملے۔

جناب سپیکر:- تو کیا آپ بات مکمل کر چکی ہیں؟

بیگم نجمہ تابش الوری :- جی ہاں! میں بات مکمل کر چکی ہوں' مخالفت انہوں نے کی ہے تو اس کی وجہ سے میں تھوڑی سی پریشان ہوں کہ میں انہی کی پارٹی کی ایک رکن ہوں' انہوں نے مخالفت کی ہے۔ کیا ان کے گھر میں ان کی بیوی نہیں ہے؟ یہ تو ان کے لئے بھی فائدے کی بات ہے۔

سید اقبال احمد شاہ:- جناب سپیکر! بیگم صاحبہ نے راجہ صاحب سے ذاتی سوال کیا ہے۔ ذاتی سوال نہیں ہونا چاہیئے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ:- جناب سپیکر! اس میں تھوڑی سی اگر ترمیم فرمالیں کہ اگر کسی آدمی کی دو بیویاں ہوں تو پھر کیا استحقاق کی صورت ہو گی۔ تمام اس استحقاق کی حقدار ہوں گی۔

بیگم نجمہ تابش الوری:- میں نے "بیوی / بیویاں" دونوں لکھا ہے۔ دو ہیں تو دونوں کو استحقاق حاصل ہے۔ ایک ہے تو ایک کو استحقاق حاصل ہے۔ میں تو یہ بھی کہتی ہوں کہ اگر یہ راجہ صاحب اپنی طرف سے پیش کرنا چاہتے ہیں تو یہ بل اپنی طرف سے پیش کر دیں۔ میں یہ قربانی بھی دینے کے لئے تیار ہوں

جناب سپیکر:- جی راجہ صاحب' آپ کچھ فرمانا چاہیں گے۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میں فنی لحاظ سے بھی اس بل کی مخالفت کرتا ہوں کیونکہ اس میں فیڈرل گورنمنٹ بھی ملوث ہو رہی ہے۔ اس لحاظ سے کہ انہوں نے سارے ممبران کے متعلق بات کی ہے۔ ائیرپورٹ پر اور لاونجز سب کے متعلق بات کی ہے۔ اگر یہ استحقاق مل سکتا ہے تو بذریعہ فیڈرل گورنمنٹ مل سکتا ہے نہ کہ صوبائی اسمبلی میں مل سکتا ہے۔ تو فنی لحاظ سے یہ بل پیش نہیں ہو سکتا ہے۔ جو استحقاق انہوں نے مانگے ہیں آج تک کسی اسمبلی کے ممبران کو نہیں ملے ہیں۔ جو ایم پی اے ہو اس کا اپنا استحقاق ہوتا ہے۔ جو بیوی ہو اس کا اپنا استحقاق ہوتا ہے۔ جو بچے ہیں ان کا اپنا استحقاق ہوتا ہے۔ ان کو جو استحقاقات ملتے ہیں' بطور ایم پی اے ملتے ہیں نہ کہ بطور بیوی یا خاوند تو میرا خیال ہے کہ اگر خاوند کو استحقاق دینا ہے تو ان کو الیکشن لڑانا چاہیے۔ اگر خاوند ان کا ایم پی اے نہیں بن سکا ہے تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ آپ کو چاہیے کہ الیکشن میں منتخب کرا کر ان کو ایم پی اے بنائیں اور ان کو یہ استحقاق خود بخود مل جائے گا۔

مہر محمد سلیم:- پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! بیورو کریٹس کے جو لواحقین ہیں ان کو بھی وی - آئی - پی Treatment ملتا ہے' کیا وزیر صاحب اس کی وضاحت کر سکتے ہیں کہ کیا وہ بھی ان مراعات میں شامل ہیں؟ بیگم صاحبہ پر تو الزام لگ گیا ہے کہ ان کے خاوند ایم پی اے نہیں بن سکے۔ بیورو کریٹس کے لواحقین وی آئی پی کی سہولیات حاصل کر رہے ہیں وہ کس طرح حاصل کر رہے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور:- جناب والا! کسی بیورو کریٹ کو چاہئے وہ سی ایس پی ہی کیوں نہ ہو ان کی بیویوں یا لواحقین کو یہ مراعات حاصل نہیں ہیں۔

بھی کر سکتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:- جناب والا! اتنی غلط بیانی شاید ہی میں نے کبھی سنی ہو میں نے کہا ہے کہ قانون میں ایسی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مہر محمد سلیم:- آپ حقائق کی بات کریں کہ حقائق کیا ہیں؟

جناب سپیکر:- میاں فضل حق۔

میاں فضل حق:- جناب والا! بیگم صاحب نے جو تجویز پیش کی ہے اس سلسلے میں میرا جو اپنا تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ ایم پی اے کا اپنا استحقاق تو offically ہے اور اس کے ساتھ جو خاندان ہے' بیوی' والدین' میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے خاندان میں بھی وی آئی پی کا استحقاق استعمال کر رہے ہیں - کیونکہ ہمارا خاندان وی - آئی - پی لاؤنج کو بھی استعمال کرتا ہے اور جس طرح بیوروکریٹس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ تو یہ حق استعمال کر ہی رہے تھے اور کرتے رہیں گے۔ اس وقت موجودہ صورت حال یہ ہے جو میں نے دیکھا ہے اور جو کہ میرا ذاتی تجربہ بھی ہے کہ ہمارا خاندان جتنا بھی ہے۔ بیوی' بچے' والدین وہ وی۔ آئی۔ پی لاؤنج استعمال کرتے ہیں اور ان کو وہ Treatament بھی ملتا ہے' جہاں تک خاوند کی بات ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ یہ ایک ذاتی سا معاملہ ہے ایک Uniformity ہونی چاہیئے۔ اس میں خاوند اور بیوی کسی کا ذکر نہیں آنا چاہیئے۔ میرا تو یہی خیال ہے۔

سید طاہر احمد شاہ:- پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں یہ عرض کروں گا کہ ایک فاضل رکن صاحبہ نے ایک مسودہ قانون اس ایوان میں پیش کر دیا ہے جو کہ ان کا قانونی اور آئینی استحقاق ہے' اس پر آپ فیصلہ دیں یا رائے شماری کروا لیں کہ ایوان اس کی منظوری دیتا ہے' یا مجلس قائمہ کے سپرد کرتا ہے' لیکن اس سے قبل میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ feasibility کی تو اس میں بات ہی نہیں ہے یہ بالکل حسب قاعدہ ہے۔ جہاں تک پارٹی ڈسپلن کا تعلق ہے۔ اگر حکومتی پارٹی اپنے ارکان کے جائز حقوق کا قتل عام کرنا چاہتی ہے تو یہ ان کا ذاتی مسئلہ ہے ہم اس میں مداخلت نہیں کرتے' مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اس ایوان کی ماضی کی اچھی' قانونی اور آئینی روایات کو برقرار رکھنا چاہیئے۔ بے جا قدغن اور پابندیاں لگا کر......

وزیر قانون و پارلیمانی امور:- جناب والا! شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ:- جی ہاں۔

Mr. SPEAKER : This is not a point of order.

SYED TAHIR AHMAD SHAH : Sir, it is of course.

Mr. SPEAKER : Shah sahib I say this is not a point of order.

SYED TAHIR AHMAD SHAH : Then I have to agree Sir.

Mr. SPEAKER : Thank you.

میاں محمد افضل حیات :- جناب والا ! پوائنٹ آف آرڈر کے متعلق ہی بات کروں گا کہ جناب وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے اور کئی دفعہ وہ بار بار ایسی باتیں فرما جاتے ہیں کہ اس سے ہمیں مرکزی حکومت سے مشورہ کرنا پڑے گا اور ان سے منظوری لینی پڑے گی۔ میں جناب والا ! اس بات پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو provincial subjects ہیں جو صوبائی قانون ہمیں اور ایم پی۔ ایز کے استحقاق کا بھی جو قانون ہے یہ بھی ہماری اپنی provinical Autonomy میں آتا ہے اور اس کا بار بار ذکر کر کے کہ ہمیں مرکزی حکومت سے اجازت لینی پڑے گی وہ Provincial Autonomy کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:- قائد حزب اختلاف نے بھی میری ہی بات کی ہے' یعنی ائرپورٹ کی بات یہاں پر ہوئی ہے' ائر پورٹ کے لاؤنج کی بات ہوئی ہے' جب تک فیڈریل گورنمنٹ اس کی منظوری نہیں دیتی' کیونکہ یہ ان کے دائرہ اختیار میں ہے۔ انہوں نے جو بات کی ہے وہ بالکل میری بات کی ہے ......

میاں محمد افضل حیات :- جناب والا! جب ہم نے پہلے ایم پی ایز کے لئے وی آئی پی کا استحقاق بنایا تھا کہ وی آئی پی لاؤنج میں جا سکتے ہیں' اس وقت ہم نے فیڈرل گورنمنٹ سے اجازت نہیں لی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور:- نہیں جب ہم نے قواعد بنائے ہیں تو ان سے باقاعدہ اجازت لیکر بنائے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ :- جناب سپیکر! جو مسودہ قانون محترمہ فاضل رکن اسمبلی نے پیش کیا ہے اگر تو وہ حسب ضابطہ ہے تو پھر آپ اسے ایوان میں پیش کریں اگر وہ حسب ضابطہ نہیں ہے تو آپ اس پر رولنگ دے دیں۔

جناب سپیکر:- بیگم صاحبہ اب اس پر کسی دوسری بات کی ضرورت نہیں ہے۔

مہر محمد سلیم :- جناب والا ! راجہ صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ وہ بھی استعمال کر رہے ہیں اور آپ

سید طاہر احمد شاہ:- جناب بیگم صاحبہ کو دلائل کا حق دیجئے۔

جناب سپیکر:- بیگم صاحبہ کو میں کہہ چکا ہوں اور وہ دلائل دے چکی ہیں' بیگم صاحبہ آپ کچھ اور کہنا چاہتی ہیں؟

I am going to put it to vote

بیگم نجمہ تابش الوری:- بس اتنا ہی کافی ہے۔

جناب سپیکر: جو صاحبان اس بل کو پیش کرنے کے لئے اجازت دینے کے حق میں ہیں۔

(تحریک نامنظور کی گئی)
(نعرہ ہائے تحسین)

بیگم نجمہ تابش الوری:- میں اپنے معزز بھائیوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے اپنے ہی مفاد کے خلاف اس تحریک کی مخالفت کر کے اپنے ہی گلے پر چھری پھیری ہے۔ میرا کیا گیا ہے؟

چودھری محمد صدیق سالار:- جناب والا! چھری کا لفظ معلوم نہیں خاوند کے لئے استعمال ہوا ہے یا بیوی کے لئے؟

بیگم نجمہ تابش الوری:- یہ تو اپنی صوابدید پر ہے۔

میاں محمد اسحاق:- پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:- جی میاں صاحب! آپ اپنا پوائنٹ آف آرڈر پیش کریں۔

چودھری محمد صدیق سالار:- جناب والا! میں نے یہ پوچھا تھا کہ چھری کا لفظ خاوند کے لئے استعمال کیا ہے یا بیوی کے لئے؟

جناب فضل حسین راھی:- جناب والا! آپ نے تو میاں محمد اسحاق صاحب کو پوائنٹ آف آرڈر پیش کرنے کی اجازت دی تھی۔ صدیق سالار صاحب ویسے ہی کھڑے ہو گئے ہیں؟

جناب سپیکر:- نہ ہی میں نے انہیں اجازت دی ہے اور نہ ہی میں نے آپ کو اجازت دی۔

Mian Muhammad Ishaque is on a point of order.

میاں محمد اسحاق:- جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے یہ وضاحت چاہوں گا کہ میاں فضل حق

صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ مراعات جو ایم پی ایز کو نہیں ہیں وہ ہماری فیملی حاصل کر رہی ہیں' میں یہ وضاحت کروں گا کہ کم از کم میں اپنے بارے میں یہ یقین دہانی کرواتا ہوں کہ وہ مراعات جو میری فیملی کو قانونی طور پر حاصل نہیں ہیں' ہم ان سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ......" یہ بات ریکارڈ پر آجانی چاہئے کہ ....

جناب سپیکر:- ٹھیک ہے میاں صاحب یہ بات ریکارڈ پر آگئی ہے ......

میاں محمد اسحاق:- میں یہ وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ ہماری فیملی یا ہمارے عزیز و اقارب اس قسم کی کوئی مراعات حاصل نہیں کر رہے۔ اور نہ ہی ہم یہ مراعات لینے کا حق رکھتے ہیں۔

جناب سپیکر:- شکریہ میاں صاحب! بس بات ہو گئی ہے اور ریکارڈ پر بھی آگئی ہے۔

میاں محمد اسحاق:- شکریہ جناب۔

سید طاہر احمد شاہ:- جناب والا! یہاں چھری کی بات ہو رہی تھی تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چھری اوپر ہو یا خربوزہ اوپر ہو چھری کا کام ہے کاٹنا اور خربوزے کا کام ہے کٹ جانا۔

جناب سپیکر:- اب ہم قراردادوں کو لیتے ہیں' پہلی قرارداد ہے سردار الطاف حسین صاحب کی طرف سے۔

قراردادیں

دودھ کی درآمد پر پابندی

سردار الطاف حسین:- جناب سپیکر! اس ایوان کی یہ رائے ہے:

کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ "چونکہ پاکستان دودھ کی پیداوار میں خود کفیل ہے' اس لئے غیر ممالک سے دودھ کی درآمد پر فوری پابندی عائد کی جائے"۔

جناب سپیکر:- یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ چونکہ پاکستان دودھ کی پیداوار میں خود کفیل ہے " اس لیئے غیر ممالک سے دودھ کی درآمد پر فوری پابندی عائد کی جائے "

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ جناب والا ! میں اس کی مخالفت کرتی ہوں۔

جناب سپیکر:- سردار صاحب آپ اس سلسلے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ:- جناب والا ! میں اس میں ایک ترمیم پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر:- آپ اپنی ترمیم لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ:- جناب والا ! میں نے لکھ کر بھیجی ہوئی ہے اور یہ ایجنڈے میں بھی شامل ہے۔

چودھری محمد رفیق:- جناب والا ! میری بھی ایک ترمیم ہے اس کا کل باقاعدہ نوٹس دیا جا چکا ہے اور ایجنڈے میں بھی یہ ترمیم آچکی ہے۔

جناب سپیکر:- شاہ صاحب آپ اپنی ترمیم پیش کریں۔

سید طاہر احمد شاہ:- جناب سپیکر ! آپ کی اجازت سے میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ محترم سردار الطاف حسین صاحب کی قرارداد نمبر ۱ کے آخر میں مندرجہ ذیل عبارت ایزاد کی جائے " نیز حکومت پنجاب صوبہ پنجاب میں دودھ اور دودھ سے بنائی جانے والی اضافی مصنوعات میں مزید اضافہ کرنے کے لئے اچھی نسل کی دودھیل گائیں یا بچھڑیاں چھوٹے زمینداروں کو رعایتی نرخوں پر مہیا کرنے کا بندوبست کرے "

جناب سپیکر:- آپ اس پر کچھ کہنا چاہیں گی؟

وزیر لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ: (بیگم سعیدہ ساجدہ نیر عابدی) میں اس کی مخالفت کرتی ہوں۔

جناب سپیکر:- جی آپ مخالفت کرتی ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ:- جناب سپیکر ! میں اس پر کچھ کہنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر:- شاہ صاحب آپ کی جو ترمیم ہے اسے ہم پہلے Dispose of کریں گے۔ ترمیم یہ

ہے کہ " نیز حکومت پنجاب، صوبہ پنجاب میں دودھ اور دودھ سے بنائی جانے والی اضافی مصنوعات میں مزید اضافہ کرنے کے لئے اچھی نسل کی دودھیل گائیں یا بچھڑیاں چھوٹے زمینداروں کو رعایتی نرخوں پر مہیا کرنے کا بندوبست کرے " آپ اس پر کچھ کہنا چاہتے ہیں فرمائیے۔

سید طاہر احمد شاہ:- جناب سپیکر! میں اس پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں چونکہ ہمارے دیہات میں جیسا کہ اکثر اس معزز ایوان میں ذکر ہوتا رہتا ہے کہ 70 % آبادی ہے اور وہاں پر بیشمار جو دیہی مزدور ہیں، چھوٹے کسان ہیں، چھوٹے زمیندار ہیں ان کی دیگر ذرائع آمدن کے علاوہ ان کی آمدنی بہت قلیل ہے ان کا اس دور میں ذریعہ معاش کا ایک خاص حصہ جو ہے وہ دودھ دینے والے جانوروں سے حاصل ہونے والے دودھ اور اس کے Byproducts پر مشتمل ہے۔ ہمارے دیہات اور شہروں میں بھی چونکہ اچھی نسل کی دودھ دینے والی گائیں اور بھینسیں وافر تعداد میں موجود نہیں ہیں اور چونکہ جانوروں کے چارہ کی صورت میں ان کی غذا کی صورت میں اجناس اور پاؤڈر کی قیمتوں میں اضافہ ہو جانے کی وجہ سے ان بیچاروں کو دودھ اور اس کے Byproducts کی فروخت سے پوری طرح استفادہ نہیں ہو رہا اور ان کی جو محنت ہے، وہ ایک مزدور کی دن بھر کی جو مزدوری ہوتی ہے اس سے بھی کم انہیں ان کے جانوروں سے آمدن ہوتی ہے حالانکہ دنیا میں سائنسی ایجادات کی وجہ سے اور Veterinary کے شعبہ میں Modren Technology کی وجہ سے اس قسم کے دنیا میں دودھ دینے والے مویشی پائے جاتے ہیں جو 30 اور 35 لٹر تک ایک دن میں دودھ دیتے ہیں۔ ہمارے صوبے میں گائے کے دودھ دینے کی ایک دن کی جو اوسط ہے وہ تقریباً" میرے علم کے مطابق 5 سے 6 لٹر ہے اور اس طریقے سے بھینس کی دودھ دینے کی جو مقدار ہے وہ تقریباً" 9 یا 10 لٹر بنتی ہے۔ تو جناب سپیکر! اس ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ دودھ دینے والی گائیں بھینسیں اور دیگر اس قسم کے دودھ دینے والے مویشی ہمارے زمینداروں کو، دیہاتی طبقہ کو، ایسے چھوٹے طبقات کو جنہوں نے ان کو اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا ہے اگر اب حکومت اس قسم کی منصوبہ بندی کرے تو انہیں بہتر نسل کی گائیں اگر گائیں نہیں تو بچھڑیاں فراہم کرے چونکہ مادہ تولید پر لاکھوں روپے خرچ کرتی ہے اور متعلقہ لوگوں کو Subsidised نرخوں پر Artificial Insemination کے لئے اس کا بیج فراہم کیا جاتا ہے۔ اس لئے جناب سپیکر میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ صوبہ کے خاص طور پر دیہی عوام کے مفاد میں بات جاتی ہے کہ حکومت پنجاب جہاں وٹرنری کے شعبہ پر امور حیوانات کے شعبہ پر کروڑوں روپے ہر سال خرچ کرتی ہے تو صوبہ میں بسنے والے دیہی غریب آبادی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے فائدہ کے

لئے اس قرارداد میں' میں اپنی ترمیم چاہتا ہوں کہ یہ ایوان اس کو منظور کرے جس ایوان کی واضح اکثریت کا تعلق دیہی آبادی سے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دیہی آبادی کے مفاد میں میری ترمیم ہے۔ اس لئے جناب سپیکر میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا کہ میری اس ترمیم کو منظور کر لیا جائے۔

جناب سپیکر:- ہاں جی ۔ سردار صاحب اس ترمیم کے بارے میں آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

سردار الطاف حسین:- جناب والا۔ میں آپ کی وساطت سے اپنے قابل احترام ممبران اسمبلی کی خدمت میں یہ مودبانہ التماس کرنا چاہوں گا کہ یہ ایک ایسا حساس مسئلہ ہے جس کا سارے قوم و ملت سے تعلق ہے اس سے ملک کا مفاد وابستہ ہے۔ روشن درخشندہ مستقبل کے لئے اور قائد پاکستان کا یہ نعرہ کہ ہماری منزل خود کفالت ہے۔ اگر ہم واقعی قائد پاکستان کے بہی خواہ ہیں ان کی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں' انؑ کے احکامات کی تعمیل کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ بیگم صاحبہ کو اس طرح مخالفت نہیں کرنا چاہیئے تھی۔ میرا مقصد یہ ہے کہ ہم ملک کو خود کفالت کی منزل تک لے جائیں اور ان دیہی عوام کو جو بھینسیں اور گائے رکھ کر شہروں میں دودھ لا کر فروخت کرتے تھے انہیں بھی مستقل طور پر ایک ذریعہ آمدن میسر رہے۔ افسوس کا مقام ہے۔کہ ہم نے اپنے عوام کو یہ مواقع دینے کی بجائے چند افراد کو اگر میں یہ کہوں اور میں دعویٰ سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی انکوائری کروا لی جائے تو مفاد سے تعلق رکھنے والے بہت ہی ذمہ دار افسران ہمیں یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ملک میں دودھ کے معاملے میں خود کفیل نہیں میں یہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ ملک دودھ کے معاملہ میں خود کفیل ہے اور مزید سرپرستی کے لئے اگر دیہی عوام کو گائے اور بھینسیں رکھنے کے لئے اعلیٰ نسل کے جانور رکھنے کے لئے جو اچھا اور خالص دودھ شہری عوام کو' نوجوانوں کو بچوں کو فراہم کریں اگر ان کی سرپرستی کر لی جائے تو یہ ملک اور قوم کی بہت بڑی خدمت ہو گی اور قائد پاکستان کا یہ نعرہ کہ ہماری منزل خود کفالت یہ بھی تکمیل کے مراحل طے کرے گا۔

جناب سپیکر:- سردار صاحب یہ آپ اپنی تحریک کے حق میں بات کر رہے ہیں میں نے آپ سے یہ عرض کی تھی کہ آپ کی تحریک میں یہ جو ترمیم پیش کی گئی ہے اس کے بارے میں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

سردار الطاف حسین:- جناب میں اس طرف آتا ہوں۔

جناب سپیکر:۔ صرف ترمیم کی بات کیجئے۔

سردار الطاف حسین:۔ جہاں تک اس ترمیم کا تعلق ہے۔

میاں محمد اسحاق:۔ پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! پہلے فاضل رکن یہ فرمائیں کہ شاہ صاحب نے جو ترمیم دی ہے وہ ان کو منظور ہے یا نہیں۔

سردار الطاف حسین:۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر:۔ شاہ صاحب کی ترمیم پر آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سردار الطاف حسین:۔ نہیں مجھے اس سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

سید طاہر احمد شاہ:۔ جب کل میں نے یہ مسئلہ اٹھایا تھا تو آپ نے رولنگ دی تھی کہ کسی قرارداد میں کسی رکن کی طرف سے ترمیم دینے کے سلسلے میں محرک کی منظوری ضروری نہیں ہے بلکہ قاعدہ نمبر98 کے تحت آپ کو یہ اختیارات ہیں کہ آپ کسی ترمیم کو منظور کریں یا نہ کریں۔ اگر محرک کی منظوری چاہیے تو ازراہ کرم میری اطلاع کے لیے اور میری رہنمائی کے لیے فرمایا جائے کہ کونسا قاعدہ ہے؟

جناب سپیکر:۔ شاہ صاحب آپ غلط سمجھے ہیں۔ آپ کو یہ بات کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی ابہام ہے۔ محرک کی اجازت کی ضرورت نہیں سپیکر کی اجازت کی ضرورت ہے۔ میں نے جب آپ کو اپنی ترمیم پیش کرنے کے لئے کہہ دیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نے آپ کو اجازت دے دی کہ آپ اپنی ترمیم پیش کریں۔ محرک قرارداد کو پیش کرنے والا ہے۔ تو سب سے پہلے میں نے آپ کو قرارداد پر ترمیم کے سلسلے میں بولنے کی اجازت دی تھی اس کے بعد قرارداد کے اصل محرک کو میں نے کہا کہ آپ کی اس ترمیم کے بارے میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تو آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے؟

سید طاہر احمد شاہ:۔ میں تو آپ کا شکر گزار ہوں۔

جناب سپیکر:۔ بیگم صاحبہ آپ بھی کوئی اعتراض ہے۔

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ:۔ میں نے قرارداد کی بھی مخالفت کی ہے اور ترمیم کی بھی

مخالفت کی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ:- قرارداد کی انہوں نے مخالفت نہیں کی میری رہنمائی فرمائیں۔

جناب سپیکر:- بیگم صاحبہ نے اس کی مخالفت کی ہے۔ بیگم صاحبہ آپ اس پر کچھ کہنا چاہتی ہیں؟

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ:- جناب والا! ترمیم کے بارے میں میں یہ عرض کروں گی کہ معزز رکن نے ترمیم کے بارے میں فرمایا ہے کہ عام زمینداروں کو اچھی نسل کی گائے اور بچھڑیاں دی جائیں۔ تو جناب والا! میں نے اس ترمیم کی مخالفت اس لیے کی کہ حکومت پنجاب اس وقت بھی ایک ایسی سکیم پر کارفرما ہے جو صوبے میں گائے اور بھینس اور اچھی نسل کے جانور پیدا کرنے میں انتہائی مدد دے رہی ہے۔ میں نے ترمیم کی مخالفت اس لیے کی کہ حکومت کے اتنے وسائل نہیں ہیں کہ وہ خود گائے اور بچھڑیاں پال کر عوام الناس میں تقسیم کرے۔ موجودہ حکومت پنجاب اس وقت صوبے میں جانوروں کی نسلوں کو بہتر بنانے کے لیے اور ان کی پیداواری صلاحیت کو بہتر کرنے کے لیے Artificial Insemination پر لاکھوں روپے خرچ کر رہی ہے لیکن انہوں نے اپنی ترمیم کے بارے میں Stress کیا تو انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ کروڑوں روپے کا زر مبادلہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! اس ضمن میں میں اسمبلی کے اراکین کو یہ بات بتانا اپنے فرائض میں سمجھتی ہوں کہ حکومت کروڑوں روپیہ Semen کی پرچیز پر خرچ نہیں کر رہی بلکہ پچھلے سال درآمد شدہ ......

سید طاہر احمد شاہ:- میں نے کروڑوں روپے کے زرمبادلہ کی بات نہیں کی تھی۔ بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ کروڑوں روپیہ کا خرچ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ زر مبادلہ کا لفظ میں نے استعمال نہیں کیا تھا۔

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ:- انہوں نے کروڑوں روپیہ کا جو خرچ فرمایا ہے صحیح سمت میں خرچ کیا جا رہا ہے اور محکمہ اس وقت درآمد شدہ جرسین اور فریزین نسل کی گائے جو ہم نے پچھلے سال درآمد کی تھیں ان سے اس Semen کی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے صوبے میں اچھی نسل کی گائے اور بچھڑیاں پھیلانے میں انتہائی کامیابی کے ساتھ رواں دواں ہے۔ جناب والا! اس وجہ سے میں اس ترمیم کی مخالفت کرتی ہوں کہ حکومت پنجاب کے وسائل میں یہ نہیں ہے کہ ہم اعلیٰ قسم کی گائے اور بچھڑیاں زمینداروں اور لائیو سٹاک فارمز میں تقسیم کر سکیں۔ لیکن
Artificial Insemination کے ذریعے ہم جانوروں کی دیسی اقسام کو تبدیل کر کے مخلوط نسل بنانے میں انتہائی کامیاب ہیں۔

جناب سپیکر:- اس ترمیم پر اب رائے شماری کراؤں گا۔ سید طاہر احمد شاہ صاحب کی طرف سے یہ ترمیم پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

کہ " نیز حکومت پنجاب صوبہ میں دودھ اور دودھ سے بنائی جانے والی اضافی مصنوعات میں مزید اضافہ کرنے کے لیے اچھی نسل کی دودھیل گائیں یا بچھڑیاں چھوٹے زمینداروں کو رعایتی نرخوں پر مہیا کرنے کا بندوبست کرے "

(تحریک نامنظور کی گئی)

سید طاہر احمد شاہ: میرے خیال میں دیہی آبادی یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گی کہ

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

جناب سپیکر:- اسی قرارداد پر جناب محمد رفیق صاحب کی ایک ترمیم ہے۔ جی چودھری صاحب، آپ اس پر کچھ کہنا چاہیں گے؟

چودھری محمد رفیق:- جناب سپیکر! میں سردار الطاف حسین صاحب کی اس قرارداد میں:
کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ چونکہ پاکستان دودھ میں خود کفیل ہے اس لیے غیر ممالک سے دودھ کی درآمد پر پابندی عائد کی جائے۔ جناب سپیکر! میں اس میں ترمیم کی تحریک پیش کرتا ہوں کہ اس قرارداد کے آخر میں وارد ہونے والے الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل عبارت ایزاد کی جائے۔ " تاکہ ملک کا کثیر زر مبادلہ بچایا جا سکے "

جناب سپیکر:- یہ تو بڑی معصوم سی ترمیم ہے۔

جناب فضل حسین راہی:- جناب والا! اس معصوم کا قتل بھی قابل دید ہو گا۔

جناب سپیکر:- سردار صاحب! آپ کو اس پر کوئی اعتراض ہے؟

سردار الطاف حسین:- مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ:- میں اس ترمیم کی مخالفت کرتی ہوں۔

جناب سپیکر:- چودھری صاحب! آپ اس پر کچھ کہنا چاہیں گے؟

چودھری محمد رفیق:- جناب سپیکر! سب سے پہلے تو مجھے یہ کہنا ہے کہ مجھے بہت افسوس ہوا کہ جناب وزیر صاحب لائیو سٹاک نے اس قرارداد اور ہماری ان ترامیم کی مخالفت کی ہے۔ حالانکہ ایوان سے باہر نجی گفتگو میں بارہا اس بات کا اعتراف کر چکی ہیں کہ ہم ملک کا کثیر زر مبادلہ دودھ کی درآمد پر خرچ کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے۔ چھوٹی چھوٹی Holdings ہیں اور چھوٹے چھوٹے کاشتکار ہیں۔ ان کا گزارا ان کی زرعی پیداوار پر ممکن نہیں ہے اور میں یہ پہلے بھی کٹوتی کی تحریک میں عرض کر چکا ہوں کہ آج کا کسان اپنی ہی پالی ہوئی گائے کا دودھ خود نہیں پی سکتا۔ اپنے ہی گھر میں پالی ہوئی مرغی اور اس کا انڈا خود نہیں کھا سکتا۔ صرف اپنی کفالت کے لیے اور اپنی آمدن میں اضافہ کرنے کے لیے دوسروں کے دستر خوان کی زینت بنا دیتا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا Dairy Farming جو ہے وہ بڑے سکیل پر ہے اور بڑی سطح پر ہے۔

جناب والا! میں آپ کی توسط سے اس معزز ایوان کے سامنے عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ Dairy Farming بڑی سطح پر ہو یا گھریلو سطح پر ہو' اس میں کاشتکار نے گائے یا بھینس پال رکھی ہے اور اس کا دودھ فروخت کر کے اپنی آمدنی میں اضافہ کرتا ہے' اس کو **ایگرو بیس انڈسٹری** ......
Agro based Industry کی شکل میں اپنایا جانا چاہیئے۔ دودھ کی درآمد پر 90 کروڑ روپے سے زائد کا زر مبادلہ خرچ ہوتا ہے میں اس کی شدید مخالفت کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ اس کی درآمد کو فوری طور پر بند کیا جائے' اس طرح جو زر مبادلہ بچے گا وہ لائیو سٹاک کی چھوٹی چھوٹی سکیموں پر خرچ ہو سکے گا یا کاشتکاروں میں دودھ دینے والے جانوروں کی افزائش پر یہ زر کثیر خرچ ہو سکے گا' کاشتکاروں کی ان چھوٹی چھوٹی سکیموں پر اگر یہ روپیہ خرچ کر دیا جائے تو میرے خیال میں زیادہ مناسب اور بہتر ہو گا' اس طرح ہم نہ صرف دودھ کی پیداوار میں خود کفالت حاصل کر لیں گے بلکہ گوشت کی کمی کو بھی پورا کر سکیں گے اس لئے جناب والا میں آپ کے توسط سے معزز ایوان کے سامنے یہ تجویز رکھتا ہوں کہ میری ترمیم کو پاس کر کے اس قرارداد کا ایک حصہ بنایا جائے تاکہ ہم اپنے ملک کو دودھ اور گوشت میں خود کفیل بنا سکیں۔

جناب والا! میں اس سلسلے میں ڈاکٹر محبوب الحق صاحب کا حوالہ دینا بے جا نہ سمجھوں گا بلکہ موقع کی یہ اہم ضرورت ہے اور بار بار اس بات کی نشاندہی کر چکے ہیں کہ باہر کے ملکوں کے ساتھ

ہمارا لین دین ہے اور اس پیشہ میں ہماری بیورو کریسی کو بہت بڑا کمیشن ملتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں بیگم صاحبہ نے بھی میری اس تجویز کی جو مخالفت کی ہے' ان کو بھی بیورو کریسی کی طرف سے خاص ہدایات ملی ہوں گی تاکہ یہ قرارداد پاس نہ ہو سکے اور دودھ کی درآمد اس طرح سے جاری رہے گی اور ہمارے ملک کا زر کثیر اسی طرح سے برباد کیا جاتا رہے گا' ان کا کمیشن زر مبادلہ کی شکل میں باہر کے بنکوں میں ان کے اکاؤنٹس میں منتقل ہوتا رہے گا۔ اس لئے جناب والا! ضروری ہے کہ دودھ کی درآمد کو بند کیا جائے تاکہ 90 کروڑ روپے سے زائد کے کثیر زرمبادلہ کو بچایا جا سکے۔

جناب سپیکر:- چودھری صاحب! شکریہ ' جی بیگم صاحبہ آپ نے کچھ کہنا ہے' اگر کچھ کہنا ہے تو صرف دو لفظوں میں کہہ لیجے کیونکہ میرے خیال میں ترمیم صرف دو لفظوں کی ہے۔

وزیر امور پرورش حیوانات:- جناب والا! اس ترمیم کی میں نے مخالفت کی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں عرض کروں۔ جناب والا ! حکومت پنجاب ان کے جذبہ حب الوطنی سے سرشار ہونے کی قدر کرتی ہے' ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر انہوں نے یہ ترمیم دی کاش کہ اس کا یہ وقت مناسب ہوتا اور اس ترمیم کو ہم منظور کر سکتے لیکن یہ ترمیم چند وجوہات کی بناء پر منظور نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ دودھ کی درآمدات کے لئے جو زرمبادلہ خرچ کیا جاتا ہے اسے ہم پیسے کا ضیاع نہیں سمجھتے دودھ کی درآمد 1970ء کے اوائل میں شہری آبادی کی ضروریات کے پیش نظر شروع کی گئی تھی' لیکن 1980ء کے دوران یہ درآمدات اپنے عروج پر پہنچی' گزشتہ تین برس سے دودھ کی درآمد بتدریج ملک میں کم کی جا رہی ہے جو کہ حکومت پاکستان کی حکمت عملی کے عین مطابق ہے اور امید ہے کہ آئندہ چند برسوں میں اس کی درآمد پر اور زیادہ قابو پا لیا جائے گا' لیکن شیر خوار بچوں کے لیئے تقریباً 439 میٹرک ٹن اور نونہالوں کے لیئے 1498 میٹرک ٹن دودھ اس وقت درآمد کیا جا رہا ہے جس کے لئے ہمیں قطعی طور پر زر مبادلہ بچانا منظور نہیں ہے بلکہ ہمیں ان بچوں کی پرورش منظور ہے۔ اگر دودھ پر مکمل طور پر پابندی عائد کی جائے تو اس کی زد میں بچوں کی خوراک آجاتی ہے وہ مصنوعات جو بچوں کی خوراک میں استعمال ہوتی ہیں' جس سے بچوں کی نشوونما پر برے اثرات مرتب ہوں گے' کیونکہ اس ملک میں ہم بچوں کی خوراک کا ابھی تک کوئی متبادل انتظام نہیں کر سکے جوں ہی بچوں کے لئے متبادل خوراک کا انتظام ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ حکومت پاکستان سے حکومت پنجاب یہ سفارش کرے گی کہ دودھ کی درآمدات کو مکمل طور پر بند کر دیا جائے لیکن اس وقت زر مبادلہ کو بچانا ہمارے لئے بہتر نہیں ہے۔

چودھری محمد رفیق :- جناب والا ! بچوں کو ڈبوں کا دودھ پلایا جانے لگا ہے اور پھر نیڈی نسل پیدا کر رہے ہیں' جب ڈبوں کا دودھ در آمد نہیں ہوتا تھا تو اس وقت صحت مند اور توانا نسل ہوتی رہی ہے اور ماضی اس بات کا شاہد ہے

(اور اس مرحلہ پر محترمہ ذکیہ شاہنواز نیازی 12 بج کر 05 منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئیں)

وزیر خوراک : محترمہ چیئرپرسن صاحبہ ! جناب سپیکر صاحب کے حکم سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی کہ متاثرہ علاقوں میں بارش کی وجہ سے جہاں جہاں نقصانات ہوئے ہیں ان کی رپورٹ پیش کرے۔ تو یہ رپورٹ میں پیش کرتا ہوں۔

جناب فضل حسین راہی : جناب چیئرمین صاحب! میری آپ سے ایک درخواست ہے۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ :- جی آپ فرمایئے۔

جناب فضل حسین راہی :- درخواست یہ ہے کہ ابھی سپیکر صاحب ھاؤس میں سے اٹھ کر گئے ہیں اور ابھی آپ اس ھاؤس کا یہ عالم دیکھ رہی ہیں' یہاں پر منسٹروں نے کام کرنا شروع کر دیا ہے اور ممبروں نے کام کروانا شروع کر دیا ہے۔ جناب والا ! یہ صرف صدارت بدلنے کا نتیجہ ہے' آپ سے میری درخواست ہے کہ آپ ھاؤس کو In order رکھیں' اور ان کو مجبور کریں کہ یہ اپنی سیٹوں پر بیٹھ کر ھاؤس کی کارروائی کو سنیں' اگر کسی منسٹر کا کام کرنے کو جی چاہتا تو وہ اپنے چیمبر میں تشریف لے جائے اور مہربانی کر کے پورے ھاؤس میں مداخلت نہ کرے۔ اور یہ رولز کا معاملہ ہے۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ :- میں معزز اراکین سے درخواست کروں گی کہ آپ ذرا ھاؤس کو Order میں رکھیئے اور مداخلت پیدا نہ کیجئے تاکہ ھاؤس کی کارروائی جاری رہ سکے۔

میاں محمد افضل حیات :- جناب والا ! پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! رپورٹ پیش کرنے کے لئے مناسب وقت ہوتا ہے' پہلے ہمارا قاعدہ اور روایت رہی ہے کہ وقفہ سوالات کی فراغت کے بعد جب ھاؤس کی کارروائی باقاعدہ شروع ہوتی ہے تو اس وقت پہلے رپورٹس پیش کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد جب کارروائی شروع ہو جاتی ہے تو پھر وہ کارروائی ہی ہوتی ہے اور رپورٹیں پھر دوسرے دن اس وقت پیش کی جاتی ہیں۔ جب ایک کارروائی شروع ہے اور قرارداد پر بات ہو رہی ہے اور اس کے بعد اگلی آنی ہے تو اس دوران میں کوئی Emergency نہیں ہے کہ اسے پیش کیا جائے۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ :- بیگم صاحبہ ! جس قرارداد کی آپ بات کر رہی تھیں اس کا جواب دیجئے۔

وزیر امور پرورش حیوانات:- محترمہ سپیکر صاحبہ! الطاف حسین صاحب کی قرارداد کی مخالفت ہو رہی تھی۔ میں نے سردار الطاف صاحب کی قرارداد کی مخالفت کی۔ اس قرارداد کی مخالفت میں نے اس لئے کی......

چودھری محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر اس سے پیشتر میں نے ایک ترمیم پیش کی ہے اور اس کے حق میں میں نے دلائل دیئے ہیں ابھی تو اس کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اس کے فیصلے سے پہلے بیگم صاحبہ نے اصل قرارداد کا جواب دینا شروع کیا ہے وہ یہ جواب نہیں دے سکتیں جب تک کہ میری ترمیم کا فیصلہ نہ ہو جائے یا یوں کہہ لیں کہ جب تک میری ترمیم کا جھٹکا نہ کر لیں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ:- محترمہ سپیکر صاحبہ! میں نے ترمیم کی مخالفت کی تھی اور مخالفت میں میں نے اپنے دلائل بھی پیش کر دیئے۔ اب آپ نے یہ فیصلہ دینا ہے کہ آیا اس ترمیم پر آپ نے ووٹنگ کروانی ہے یا جو بھی آپ نے فیصلہ دینا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری (جناب محمد صدیق سالار): پوائنٹ آف آرڈر۔ جب وہ ترمیم پیش ہوئی اس کی ووٹنگ ہوئی۔ اب رفیق صاحب کی ترمیم ہے ان کی تقریر ہو گئی اب پہلے آپ ان کی ترمیم پر ہاں یا نہ کریں اس کے بعد اصل کو لیں گے اس پر بھی ہاں یا نہ کریں گے۔ پہلے آپ رفیق صاحب کی ترمیم پر ووٹنگ کروا لیں کیونکہ یہ ابھی In Process ہے۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- پہلے جو ریزولوشن دیا ہوا ہے اس پر ووٹنگ کرواؤں۔

وزیر لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ:- محترمہ سپیکر صاحبہ جو انہوں نے زرمبادلہ کے خرچ سے متعلق ترمیم دی اس کی میں نے مخالفت کی ہے اور مخالفت کرنے کے بعد میں نے اپنے دلائل پیش کئے کہ میں نے اس کی کیوں مخالفت کی۔ اب آپ ایوان کی رائے لیں یا اپنی رولنگ دیں۔ اس ترمیم کی مخالفت میں میں اپنا موقف بیان کر چکی ہوں۔

CHAIRMAN : - The question is :

"That at the end of the Resolution the following words be added."

تاکہ ملک کا کثیر زرمبادلہ بچایا جا سکے۔

I would request the House to be in order and listen Please:

"That at the end of the Resolution the following words be added.

تاکہ ملک کا کثیر زر مبادلہ بچایا جا سکے۔

(تحریک نامنظور کی گئی)

جناب فضل حسین راهی:- سپیکر صاحب! پوائنٹ آف آرڈر۔ محترمہ یہاں پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یہ انتہائی معصوم ترمیم ہے اور اور یہ جو معصوم کا قتل ہوا ہے یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے۔ یہ تو زر مبادلہ بچانے کی بات تھی وہ سمجھتے نہیں ہیں وہ نہ نہ کرتے چلے گئے ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- سردار الطاف حسین صاحب۔ آپ اپنی قرارداد پر بات کیجئے۔

چودھری محمد رفیق:- پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- دیکھیے رفیق صاحب آپ خواہ مخواہ غیر ضروری باتیں کرتے ہیں آپ تشریف رکھیے۔ یہ آپ کا کیسا پوائنٹ آف آرڈر ہے ابھی تو انہوں نے اپنی تقریر شروع نہیں کی اور آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ سردار الطاف صاحب۔

سردار الطاف حسین:- جناب سپیکر صاحبہ! میں نے اس سے پیشتر بھی جناب سپیکر کی وساطت سے اپنے قابل احترام ممبران سے التماس کی تھی کہ اس کا صرف صوبے سے تعلق نہیں عوام سے تعلق ہے دیہی عوام کی معیشت کا اس بات پر انحصار ہے کہ ہم انہیں اس بات کی ترغیب دیں کہ وہ مویشی رکھیں اور شہر کی ضروریات پوری کریں اور اس کے علاوہ منسٹر صاحبہ نے جو فرمایا ہے میں اس حد تک اس سے اتفاق کرتا ہوں کہ جس وقت ہم اپنے ملک کی ضروریات پوری نہ کر سکیں تو یقیناً درآمدات کا سہارا لینا پڑے گا لیکن ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ ملک کو خود کفالت تک لے جا سکتے ہیں مویشیوں کے دودھ کے ذریعے بھی اور فیکٹریوں کے ذریعے بھی۔ تو اس صورت میں ہم نوے کروڑ یا ایک ارب کا زر کثیر کیوں ضائع کریں۔ اس سرمایہ کو ہم اپنے دفاعی صنعت کے لئے مخصوص کریں پاکستانیوں کی دیگر ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے مخصوص کریں۔ یہ اصرار کرنا یا اس نوکر شاہی کے احکامات کی تعمیل کرنا۔ کیونکہ وہ اس کا مفاد اٹھا رہی ہے اگر بیگم صاحبہ مجھے کسی وقت دعوت دیں تو میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ خشک دودھ کی درآمد کرنے والی کون شخصیتیں ہیں؟

مہر محمد سلیم:- پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا - فاضل ممبر نے فرمایا ہے کہ یہ نوکر شاہی کے شیر خوار بچے ہیں اور کسی کے بچے نہیں ہیں۔ اس طرح یہ نوکر شاہی کی طرف دودھ کو لے جا رہے ہیں سب

کے بچے شیر خوار ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- سردار صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیئے۔

سردار الطاف حسین:- میں یہ عرض کر رہا تھا۔

بیگم بشریٰ رحمان:- جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ فاضل رکن نے کہا ہے کہ شیر خوار بچے۔ تو وہ تو اچھے ہوتے ہیں اگر شیر خوار ہونگے تو وہ شیروں کے ساتھ جائیں گے لیکن شیر خوار ہوتا ہے تو جناب والا میں یہ پوچھنے کے لئے کھڑی ہوئی ہوں کہ محترمہ جب آپ چیئر پر تھیں تو اقبال شاہ صاحب نے آپ کو دودھ بھیجا تھا اب جب کہ دودھ کی بات ہو رہی ہے تو مجھے یاد آیا آپ نے فرمایا تھا کہ یہ لیبارٹری میں کیمیکل ٹیسٹ کے لئے بھیجا جائے گا تو کیا ابھی تک اس کی رپورٹ آئی ہے یا کہ نہیں۔ شاہ صاحب دودھ کی رپورٹ کے بارے میں بہت بے چین ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- بیگم صاحبہ! میں عرض کرتی ہوں کہ اگر رپورٹ آئے گی تو اس کا جو بھی نتیجہ ہو گا وہ بتا دیا جائے گا۔

سید اقبال احمد شاہ:- بیگم صاحبہ - جب دودھ پیش ہوا تھا اس وقت بھی آپ صدارت کر رہی تھیں۔ آج جب یہ پوائنٹ آف آرڈر پیش ہوا ہے تو اس وقت بھی آپ صدارت کر رہی ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- یہ شاہ صاحب اتفاق کی بات ہے۔

جناب فضل حسین راہی:- پوائنٹ آف آرڈر۔ بشریٰ رحمان صاحبہ نے پوائنٹ آف آرڈر پر ارشاد فرمایا ہے کہ اگر شیر خوار بچے ہوں تو پھر اچھے ہوتے ہیں شیر کھا جائیں گے اگر شیر کھا جائیں گے تو پھر آپ کا شیر پنجاب بھی کھایا جائے گا۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- سردار صاحب! آپ بات کیجئے۔

سردار الطاف حسین:- سپیکر صاحبہ! جیسا کہ بیگم بشریٰ رحمان صاحبہ نے فرمایا ہے میں یہی تجویز دے رہا ہوں کہ ہم اپنے بچوں کو خالص دودھ مہیا کریں تاکہ وہ واقعی شیر بنیں۔ مگر یورپی ممالک والے کبھی بھی ہماری نسل کو اس قابل بنتا نہیں دیکھنا چاہتے کہ وہ اچھے نوجوان بنیں اور اچھے مجاہد بنیں وہ

تو ایک خاص قسم کے جراثیم اس دودھ کے ذریعے سے ہم تک پہنچاتے ہیں کہ ہمارے ذہنوں میں مستقل طور پر غلامی پیدا ہو ہم مستقل طور پر یورپی ممالک کی غلامی کی زنجیروں میں اپنے آپ کو جکڑے رکھیں تو میں یہ عرض کرونگا کہ قوم کو روحانی قوت دینے کے لئے جسمانی قوت دینے کے لئے ان کی ذہنی صلاحیتیں اجاگر کرنے کے لئے ہم ملک کو خود کفالت کی منزل تک لے جائیں جیسا کہ رات کی تقریر میں وزیر موصوف نے بھی ٹیلیویژن پر فرمایا تھا۔ کہ ہم ملک کو بہت جلد خود کفالت تک لے جانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ہمیں ان اسمبلیوں کے ذریعے ایسی تجاویز اختیار کرنی پڑیں گی جو ملکی مفاد میں ہوں گی بیوروکریسی کو پتہ نہیں ہے کہ یہ ملک کس طرح حاصل ہوا ہے یہ ملک قربانیاں دے کر حاصل کیا گیا ہے وہ ملک کو مستقل طور پر امریکہ اور انگریزوں کا غلام بنا دیکھنا چاہتے ہیں تو میں اپنے قابل احترام ممبران اسمبلی سے یہ عرض کرونگا کہ میری قرارداد صرف یہ تھی کہ ہم وفاقی حکومت سے سفارش کریں کہ خدارا وفاقی حکومت کوشاں ہے شب و روز ملک کو خود کفیل بنایا جائے تو ہم یہ تجویز ایک سفارش کی شکل میں پیش کریں اگر آپ یہ بھی پسند نہیں کرتے تو میں سمجھتا ہوں مذہب کے ساتھ' قوم کے ساتھ' صوبے کے ساتھ یہ اچھا نہ ہو گا۔

جناب محمد صدیق سالار: میں اس لئے بھی کہونگا کہ دودھ ضرور لایا جائے آج کی ماں اپنے بچے کو اپنا دودھ نہیں دیتی تو اگر باہر سے دودھ آجائے تو اس میں برا کیا ہے وہ شیر خوار بچہ کیا کرے جس کی ماں اس کو بوتل میں دودھ دیتی ہے تو اس لئے جناب اس دودھ کو آنا چاہیئے۔

سردار الطاف حسین:- جناب والا! میں یہ عرض کرونگا کہ شاید میرے بزرگ کو یہ معلوم نہیں کہ کیفیٹریا میں دودھ کا رنگ تبدیل ہوا میرے بیسیوں دوستوں نے دیکھا ہے اور وزیر صاحبہ ہمیں یہ مژدہ سنا رہی ہیں کہ برآمد شدہ دودھ ہمارے بچوں کی صحت کے لئے ضروری ہے میں یہ دعوٰی سے کہہ سکتا ہوں کہ جس وقت تک یہ دودھ برآمد ہوتا رہے گا ہمارا بچہ کبھی بھی صحت مند نہ ہو گا اور کبھی نوجوان نسل یہاں نہ بن سکے گی کبھی ہم ہاکی کے میدان میں اس حد تک نہ بڑھ سکیں گے جو تین چار روز پہلے ہمیں ندامت اٹھانا پڑی ہے تو اگر ہم نے اس قوم کی نوجوان نسل کو صحت مند بنانا ہے اگر بھارت' یا یورپی اور کیمونسٹ ممالک کے خلاف اس نوجوان نسل کو تیار کرنا ہے تو ہمیں اپنے آپ کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا ہو گا خود کفیل ہونا ہو گا بچوں کو خالص دودھ مہیا کرنا ہو گا تو بجائے اس کے کہ جراثیم زدہ دودھ ان بچوں کو سپلائی کیا جائے میں تو آخر میں اپنے بزرگ راجہ خلیق اللہ خان صاحب

کی خدمت میں مودبانہ التماس کرونگا کہ یہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے۔ اسے وقار کا مسئلہ نہ بنائیں۔ خالص ملکی۔ صوبائی اور مذہبی وقار کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا فیصلہ کیا جائے تو انشاء اللہ، اللہ تعالٰی بھی آپ سے خوش ہونگے اور آپ نے اس اسمبلی کے ممبر کی حیثیت سے جو حلف اٹھایا ہے اس کی ذمہ داریوں سے بھی آپ اسی وقت کماحقہ پورا اتر سکیں گے کہ اگر آپ اپنے ذہن سے سوچیں گے۔ اپنی زبان سے بات کریں گے۔ کسی کے پڑھائے ہوئے سبق کو اپنے سامنے نہ رکھیں گے۔ میں وزرا صاحبان سے یہ التماس کروں گا کہ خدارا آپ ایک اچھی جماعت کی قیادت کر رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ ایک بڑی واضح اکثریت ہے۔ خدارا آپ افسران کو اپنا راہنما نہ بنائیں بلکہ ان دوستوں کو اعتماد میں لے کر ملکی اور قومی مفاد کو پیش نظر رکھیں۔ صوبے اور قوم کے مفاد میں یہ فیصلہ کریں کہ دودھ کی در آمد بالکل بند ہونی چاہیئے۔ شکریہ۔

بیگم بشریٰ رحمٰن:- پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ کو پوائنٹ آف آرڈر کی اجازت دینے سے پہلے میں ہاؤس سے گزارش کروں گی کہ آپ آرام سے ان کی بات سنیں۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ ہاؤس میں بہت غیر ضروری مداخلت ہے - میں آپ لوگوں سے گزارش کروں گی کہ غور سے بات سنئے -

رانا پھول محمد خان:- جناب چیئرمین میں کچھ عرض کرنے کے لئے آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- رانا صاحب آپ بات کیجئے میں آپ کو بات کرنے کی اجازت دیتی ہوں۔

رانا پھول محمد خان:- جناب سپیکر! اصل مسئلہ یہ نہیں کہ دودھ کو بند کر دیا جائے بلکہ اس قرارداد کا اصل مقصد یہ ہے کہ قوم کو بھکاری بننے سے بچایا جائے اور اپنے ملک میں جب کہ ہم خوراک کے معاملے میں خود کفیل ہیں، میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر ہمیں دودھ کی قیمت پوری ملے اور حکومت اس پر نظر ڈالے اور ڈیری فارموں کو بلا سود قرضے دے تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس ملک میں اتنا دودھ ہے کہ ہم باہر کے ملکوں کو بھی دودھ برآمد کر سکتے ہیں۔ ہمارے دیہات میں ایک مثال ہے کہ " اس نے اپنی ماں کا دودھ ہی نہیں پیا یہ تھن ٹوٹا ہے " ان ڈبوں کے دودھ نے ہماری ساری قوم کو " تھن ٹوٹا " بنا دیا ہے۔ ڈبوں کا دودھ اب بچے استعمال کر رہے ہیں جب کہ پہلی مائیں تین تین سال تک اپنے بچوں کو دودھ پلاتی تھیں۔ اور وہ ماں کے دودھ کی طاقت سو سال کی عمر تک

رہتی تھی۔ اس لئے میں یہ گزارش کروں گا......

مہر محمد سلیم:- اس وقت وہ اسمبلی میں ممبر نہیں ہوتی تھیں اب وہ اسمبلی میں ممبر ہوتی ہیں۔ اب ان کی مصروفیت زیادہ یہاں ہے اس لئے ان کو بچوں کا دودھ باہر سے منگوانا پڑتا ہے۔

رانا پھول محمد خان:- میں ان کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ ان کی خاص رشتے دار بیگم شاہنواز جو ان کی برادری سے تعلق رکھتی تھیں اس وقت اس ھاؤس کی ممبر ہوتی تھیں۔

مہر محمد سلیم:- آپ کی کون سی برادری ہے؟

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- آپ چیئر سے خطاب کریں۔ بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں آپ بات کیجئے۔

بیگم بشریٰ رحمٰن:- جناب سپیکر! اس قرارداد کا جو مقصد اور موقف ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ فاضل محرک نے کیا بات کہنے کی کوشش کی ہے اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ وہ آج کی بات نہیں کر رہے وہ آنے والی صدیوں کی بات کر رہے ہیں۔ جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں ذرا اس کو غور سے سمجھئے کہ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے اور زرعی ملک جو ہوتا ہے وہ دودھ۔ گوشت سبزیاں اور گندم وغیرہ میں اگر خود کفیل نہ ہو تو زمانہ اس کو کبھی زرعی ملک ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

جناب والا! یہاں پہ خشک دودھ کے ڈبوں کی بات ہو رہی ہے۔ اور اس میں ماؤں کو رگیدہ جا رہا ہے اور ماؤں پر الزام لگایا جا رہا ہے۔ اس ملک کی 75 فیصد آبادی گاؤں میں رہتی ہے۔ اور آپ لوگوں نے دیکھا کہ وہاں مائیں اپنے بچوں کی تربیت کس طرح کرتی ہیں۔ میں جناب والا معافی کے ساتھ عرض کرتی ہوں ماں پیدائشی ماں ہوتی ہے۔ جو ماں اپنے بچے پر زندگی قربان کر سکتی ہے اس کے لئے دودھ کوئی بات نہیں۔ ان فاضل اراکین نے اپنی ماؤں کا دودھ نہ پیا ہوتا، وہ آج بولنے کے قابل نہ ہوتے۔

جناب والا! انہوں نے فرمایا اب خواتین اسمبلیوں میں آکر بیٹھ جاتی ہیں میں اس پر احتجاج کرتی ہوں۔ جناب والا! ان کا اسمبلیوں میں آکر بیٹھنا بھی اپنی ماؤں اور بچوں کی خدمت کے لئے ہی ہے لیکن ہمارے ذاتی اعمال۔ قول و اقوال میں ان کو دخل اندازی کرنے کی اور اعتراض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کسی فاضل ممبر کو اپنی ماں کا دودھ نصیب نہیں ہوا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بات شروع ہو ڈبے کے دودھ سے اور ختم ہو جائے ماں پر۔

جناب والا! جن کو پتہ ہے اور تعلیم یافتہ ہیں اور جو جانتی ہیں وہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں اور ان کو پالتی ہیں لیکن فاضل محرک جو کہہ رہے ہیں اس کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ہمیں اس وقت ڈبے کے دودھ کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ماں کھڑے ہو کر آپ سے کہہ رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہی ڈبے کا پاؤڈر پھر دودھ بن جاتا ہے اور دودھ میں ملا دیا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ فراڈ کیا جاتا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمیں آپ مصنوعی قسم کی غذا کھلائیں۔ ہمارے بچوں کو مصنوعی ڈبوں کا دودھ دیں۔ ہم بھی اس کے خلاف احتجاج کرتے ہیں۔ اگر ہم نے یہ تحریک پیش کی ہوتی تو پھر آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ آج کل کی مائیں اس طرح کی ہیں۔ آپ غور فرمائیں یہ ہمارا ایک قومی مسئلہ ہے اور یہ مسئلہ بڑھنے والا ہے۔ اب Expire کیا ہوا دودھ Expire کئے ہوئے ڈبے بھی بازار میں آگئے ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- بیگم صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں۔

بیگم بشریٰ رحمٰن:- پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر کیسے ہو سکتا ہے۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا آپ بیگم صاحبہ کو بات کرنے دیجئے۔ آپ بیٹھ جائیے۔

مہر محمد سلیم:- جناب والا! اگر میرے الفاظ سے ان کی دل آزاری ہوئی ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس:- وہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہی ہیں اس لئے پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ ان کی بات مکمل ہونے دیں۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- آرڈر - آرڈر۔ میں آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ ایک ایک کر کے بات کیجئے۔ آپ Cross Talk کر رہے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کرتی ہوں' آپ ھاؤس کو آرڈر میں رکھیں۔

سید اقبال احمد شاہ:- یہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات نہیں کر رہیں۔ یہ قرارداد کی حمایت میں تقریر کر رہی تھیں۔ یہ ان کے منہ سے پوائنٹ آف آرڈر نکل گیا ہے۔ یہ قرارداد کی حمایت میں تقریر کر رہی تھیں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- بیگم صاحبہ میرے خیال میں یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا

ہے۔ میں آپ سے گزارش کروں گی کہ اب آپ تشریف رکھیں۔

بیگم بشریٰ رحمٰن :- محترمہ آپ کا بہت شکریہ۔ بات یہ ہے کہ دو چار اراکین نے عورتوں کو مذاقاً نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ حضور والا اس کو رسم نہ بنا لیجئے۔ ہم بھی پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ اور ہم بھی بہت کچھ کہہ سکتی ہیں ۔ ہم بھی منہ میں زبان رکھتی ہیں۔ پندرہ سولہ اراکین کا ایک جواب دیا ہے ۔شکریہ۔

رانا پھول محمد خان : جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا' ماں کے دودھ سے میری مراد یہ ہے کہ جیسے ماں کے علاوہ گائے اور بکری کا دودھ بچوں کو پلایا جاتا ہے۔ اسی طرح اپنے ملک کا پیدا کردہ دودھ ہمارا اپنا دودھ ہے' مادری دودھ ہے' زیادہ اچھا دودھ ہے۔ ہم اگر اپنے بچوں کو باہر کے دودھ سے پالیں گے' ممکن ہے اس میں کیا ملاوٹ ہو۔ اس ملک میں حکومت کی توجہ اگر کہیں نہیں جا رہی تو وہ صرف اور صرف دودھ ہے۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ : رانا صاحب' آپ نے کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں اٹھایا ہے اور آپ نے اپنی تقریر شروع کر دی ہے۔

رانا پھول محمد خان: میں پوائنٹ آف آرڈر نہیں کر رہا۔ میں تو تقریر کر رہا ہوں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ : آپ تشریف رکھئے۔ اب میں منسٹر لائیو سٹاک سے کہوں گی کہ وہ اس قرارداد کا جواب دیں۔ میں ایوان سے درخواست کروں گی کہ جب بیگم صاحبہ بات کر رہی ہیں تو آپ آرام سے سنئے' کیونکہ بہت شور ہو رہا ہے اور بات سمجھ نہیں آ رہی۔

جناب فضل حسین راہی : پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ : راہی صاحب' میں آپ کو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ آپ بیٹھ جائیے اور بیگم صاحبہ کو بات کرنے دیجئے۔

جناب فضل حسین راہی : بیگم صاحبہ' آپ کی صدارت نے تو ایوان میں مارشل لاء لگا دیا ہے۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بھی بات نہیں کرنے دے رہیں!

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ : راہی صاحب' جب میں مناسب سمجھتی ہوں تو میں آپ کو اجازت دیتی ہوں۔ جب میں سمجھتی ہوں کہ یہ غیر مناسب پوائنٹ آف آرڈر ہے تو میں آپ کو اجازت نہیں دیتی۔ راہی صاحب' میں آپ کے ساتھ بیٹھتی ہوں۔ میں جب آپ کے چہرے کے تاثرات دیکھتی ہوں تو

مجھے کافی سمجھ لگ جاتی ہے کہ آپ کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر لائیو سٹاک: واجب الاحترام سپیکر صاحب' میں نے اس قرارداد کی مخالفت اس لئے کی تھی

رانا پھول محمد خان: میں تائید کر رہا تھا۔ یہ طریق کار نہیں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: رانا صاحب' میں نے آپ کو تقریر کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ کیونکہ آپ نے تقریر کی اجازت مانگی تھی۔ اور نہ ہی پوائنٹ آف آرڈر کی آپ تو اپنی مرضی سے کھڑے ہو گئے تھے۔

رانا پھول محمد خان: میں نے تائید کرتے ہوئے تقریر کی اجازت مانگی تھی میں پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں کھڑا ہوا تھا۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: میں آپ کو اجازت نہیں دیتی۔ اب بیگم صاحبہ بات کریں گی۔

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر ــــ میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہو کہ پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہونے پر' اور پوائنٹ آف آرڈر کا متن بیان کرنے سے پہلے آپ نے فرمایا کہ میں آپ کے ساتھ بیٹھتی ہوں اور آپ کے کھڑے ہونے سے پتہ چل جاتا ہے کہ آپ کیا بات کہنا چاہتے ہیں۔ میں آپ سے استفسار کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو الہام ہوتا ہے کہ ممبر کیا کہنے والا ہے۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: نہیں شاہ صاحب' الہام تو نہیں ہوتا۔ لیکن بہن بھائیوں کو ایک دوسرے کی عادت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: آپ اپنے اندازے کی بنیاد پر یہ بتائیں کہ میں کیا کہنے والا تھا؟

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: راہی صاحب! اب آپ کو میں اجازت نہیں دیتی۔ آپ بیٹھ جائیے۔ ہاؤس تھوڑا سا سنجیدہ ہو جاتا ہے تو آپ شرارت کر دیتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: میں انتہائی سنجیدگی سے عرض کرنے والا تھا کہ آپ رانا صاحب سے کہیں کہ انہوں نے اپنی تقریر کے دوران جو الفاظ کہے ہیں' وہ ان کو واپس لے لیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ قوم "تھن ٹوٹا" ہو گئی ہے۔ ☆ ☆ ☆ رانا پھول خان نے یہ ارشا فرمایا ہے۔ انہوں نے

☆☆ بحکم چیئرپرسن الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے گئے۔

پوری قوم کو " ٹھن ٹوٹا " بنا دیا ہے - یہ مناسب نہیں ہے - آپ ان سے کہیں کہ یہ الفاظ واپس لے لیں - یہ آپ کی قوم کو گالی دی جا رہی ہے - اس قوم کو گالی دی جا رہی ہے جس قوم نے ہمیں چن کر بھیجا ہے -

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: اب آپ تشریف رکھیئے -

رانا پھول محمد خان: راہی صاحب کی ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ میں یہ گزارش کروں گا کہ جب میں محرک کی تائید کر رہا ہوں تو اس سے پہلے آپ کو وزیر متعلقہ کو اجازت نہیں دینی چاہئے - وزیر متعلقہ اگر مخالفت کرتے ہیں تو انھیں اس تائید کے بعد مخالفت یا حمایت کرنی چاہیے -

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: رانا صاحب، اب آپ تشریف رکھیے - آپ کی بات ختم ہو گئی -

وزیر آب پاشی: پوائنٹ آف آرڈر - جناب سپیکر! یہ الفاظ غیر پارلیمانی ہیں - انھیں ایوان کی کارروائی سے حذف کروائیں - نہایت ادب کے ساتھ میں جناب سے اور فاضل ممبران سے بھی یہ عرض کروں گا کہ ایوان کے تقدس کا خیال فرمایا جائے -

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: یہ الفاظ ایوان کی کارروائی سے حذف کیے جائیں - اب میں بیگم صاحبہ سے درخواست کروں گی کہ آپ بات کیجئے - میں ایوان سے درخواست کروں گی کہ ایوان کو آرڈر میں رکھیں - کافی ہو گیا ہے -

حاجی سردار خان: وزیر صاحب کے بعد اس پر کون بحث کرے گا ؟ یہ بڑی اہمیت کا معاملہ ہے - اس پر بولنے دیں -

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں تو بات کیجئے -

حاجی سردار خان: میں حمایت میں بات کرنا چاہتا ہوں -

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: میں آپ کو اجازت دیتی ہوں - آپ بات کیجئے -

حاجی سردار خان: مہربانی - میں چند جملوں میں عرض کرتا ہوں - میں آپ کی وساطت سے ایوان کی

☆☆ بحکم چیئرپرسن الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے گئے -

خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا ملک زرعی ملک ہے - ہم غلے میں بھی خود کفیل ہو رہے ہیں اور دودھ میں بھی ہو سکتے ہیں - اس کے لیے بھی کوشش کی جائے اور جو مصنوعات دودھ کی ہیں ' ان کے لئے یہاں صنعتیں شروع کی جائیں - تاکہ ہمارے عوام کو بھی فائدہ پہنچے اور ملک کو بھی فائدہ پہنچے -

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: بیگم صاحبہ ' اب آپ بات کیجئے ۔

چودھری محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے معزز ایوان کی سامنے ایک انتہائی اہم بات لانا چاہتا ہوں - میں سال چھ مہینے پیچھے آپ کو لے جانا چاہتا ہوں - اخبارات میں نزاعی بات شائع ہوئی تھی کہ ہم باہر سے جو دودھ منگواتے ہیں اس کے اجزاء سور کی چربی کے ہوتے ہیں - اور اس پر اخبارات میں بہت سی لے دے ہوئی تھی - محترمہ وزیر لائیو سٹاک اس پر روشنی ڈالیں کہ یہ معاملہ کچھ عرصہ پہلے پیش آیا تھا کہ اگر درآمد شدہ دودھ میں واقعی سور کی چربی شامل ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسا دودھ منگوانے اور اس پر کثیر زر مبادلہ خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟ اور سور کی چربی والے دودھ کا استعمال کہاں تک جائز ہے ؟ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے - اس پر بڑی سوچ کی ضرورت ہے - محترمہ بشریٰ رحمٰن نے بھی یہی بات کی تھی جو میں نے ابھی عرض کی ہے۔

سید اقبال احمد شاہ: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے - اگر انھوں نے قرارداد کی حمایت کرنی ہے تو یہ کہیں کہ میں حمایت کرتا ہوں -

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: اب تو ان کی بات بھی ختم ہوگئی ہے اور وہ بیٹھ بھی گئے ہیں -

سید اقبال احمد شاہ: وہ بیٹھتے تو میں اٹھتا وہ بیٹھ گئے ہیں تو پھر میں اٹھا ہوں - تو ان کا پوائنٹ آف آرڈر جائز نہیں ہے -

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: اب آپ تشریف رکھیئے - میں ایوان سے درخواست کروں گی کہ غیر ضروری طور پر مداخلت نہ کریں - بیگم صاحبہ ' آپ بات کیجئے ۔

وزیر لائیو سٹاک وڈیری ڈویلپمنٹ: واجب الاحترام سپیکر صاحبہ! اس قرارداد کے پیچھے جو جذبہ کار فرما ہے ' حکومت پنجاب اس کی قدر کرتی ہے - لیکن اس قرارداد کی مخالفت اس لیے کی گئی ہے کہ اس میں قباحتیں ہیں جو میں اراکین کے گوش گزار کرتی ہوں - اور اُن کی خدمت میں عرض کرتی ہوں کہ

ان قباحتوں کے پیش نظر اس قرارداد کو منظور نہیں کیا جاسکتا - متذکرہ قرار داد میں لفظ "پاکستان" استعمال کیا گیا ہے جو کہ اس اسمبلی کے دائرہ کار میں نہیں آتا - دوسرے دیگر صوبہ جات مثلاً صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان میں دودھ کی پیداوار مقابلتاً" کم ہوتی ہے .....

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر - انھیں یہ پتہ نہیں کہ یہ قرارداد مرکزی حکومت کو بھیجنے کی استدعا کی گئی ہے - دائرہ اختیار کا یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے دائرہ اختیار میں یہ ہے کہ ہم بذریعہ قرار داد مرکزی حکومت سے کوئی بھی مطالبہ کر سکتے ہیں -

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: تشریف رکھیے - بیگم صاحبہ، آپ بات کیجئے۔

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ: محترمہ سپیکر صاحبہ مرکزی حکومت سے بھی سفارشات اس لئے نہیں کی جاسکتیں کہ دو صوبے جن میں دودھ کی پیداوار انتہائی کم ہے اور مقابلتاً" پنجاب سے کافی کم ہے - اس قرارداد سے ان صوبوں پر منفی اثرات مرتب ہونے کے امکانات ہیں -

رانا پھول محمد خان: میں محترمہ وزیر صاحبہ سے پوچھتا ہوں کہ آئین کے کس آرٹیکل کے تحت یا قواعد وضوابط کی کس دفعہ کے تحت یہ قرار داد منظور نہیں کی جاسکتی ؟

وزیر لائیو سٹاک ڈیری ڈویلپمنٹ: "دفعہ ضرورت" کے تحت -

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: رانا صاحب، ان کی تقریر جاری ہے - آپ بیٹھے اور ان کی بات سنے -

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ: محترمہ سپیکر صاحبہ! میں آئین کی دفعہ نہیں عرض کر سکتی یہ "دفعہ ضرورت" ہے - جس کے تحت فوری طور پر اس کی درآمد پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی -

رانا پھول محمد خان: دفعہ ضرورت تو اپنی اپنی ہے -

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: آپ وزیر صاحبہ کی تقریر میں بے جا مداخلت نہ کریں - بیگم صاحبہ آپ بات کریں -

وزیر لائیوسٹاک وڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر صاحبہ! میں مودبانہ عرض کرتی ہوں دودھ کی درآمد 1970 کے اوائل میں شہری آبادی کی ضروریات کے پیش نظر شروع کی گئیں جو کہ رفتہ رفتہ بڑھتی گئی اور 1980 کے دوران یہ درآمدات اپنی عروج پر پہنچ گئیں - گذشتہ تین برس سے دودھ کی

درآمد بتدریج کم کی جارہی ہے جو کہ حکومت پاکستان کے حکمت عملی کے عین مطابق ہے اور امید ہے آئندہ برسوں میں اس کو مزید کم کیا جائے گا - شیر خوار بچوں کے لئے چار ہزار 39 میٹرک ٹن اور نونہالوں کے لئے 1498 میٹرک ٹن درآمد کیا جارہا ہے - اگر دودھ کی درآمد پر مکمل طور پر پابندی عائد کرنے کی سفارش کی جائے تو اس کی زد میں بچوں کی خوراک کی مصنوعات بھی آجائے گی جس سے بچوں کی نشوونما پر برے اثرات مرتب ہونگے - چونکہ ملک میں اس کا متبادل انتظام اس وقت موجود نہیں۔ علاوہ ازیں شہری علاقوں میں دودھ کی کمی محسوس کی جاتی ہے - جس کے لئے دیہی علاقوں سے شہری علاقوں میں دودھ مہیا کیا جاتا ہے جبکہ دیہی علاقوں سے دودھ کا ترسیل کا مناسب انتظام نہیں ہے جس کے لئے حکومت پنجاب دودھ کی زیادہ پیداوار اور نقل و حمل کی مختلف سکیموں پر عمل پیرا ہے۔ میری اطلاعات کے مطابق حکومت پاکستان مقامی علاقائی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے دودھ کی درامد کو بتدریج کم کرنے کے لئے مختلف اقدامات کررہی ہے - جس پر خشک دودھ پر زیادہ سے زیادہ ڈیوٹی عائد کی جارہی ہے - تو اس طرح خودبخود دودھ کی درآمد کم ہو جائیگی - اس کے علاوہ شیر خوار بچوں کے لئے دودھ کے کارخانے لگانے کے خواہشمند حضرات کے لئے وہ ایسے پلانٹ صوبہ پنجاب میں لگائیں حکومت پنجاب اس کاروبار کے لئے دعوت دیتی ہے اور مناسب سہولیات مہیا کرنے کے لئے تیار ہے - ان گزارشات کے پیش نظر۔

رانا پھول محمد خان: وزیر متعلقہ ! اس وقت تقریر فرماسکتے ہیں جب اس ایوان کے تمام ارکان اس قرار داد پر اپنا اپنا خیال پیش کرلیں اور تقریر پڑھنے کی اجازت کسی وزیر کو نہیں دی جاسکتی - ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ وہ اعداد و شمار پڑھ کر سنائیں - ہم نے اس پر ابھی تقریریں کرنی ہیں - اور اس کو منظور کرنا ہے - اور یہ اس صوبے کی عین ضرورت ہے کہ باہر کا دودھ بند کرکے یہاں کے کسانوں کو فائدہ پہنچایا جائے - انہیں ابھی وہ اعداد و شمار پیش نہیں کرنے چاہئیں - یہ ہمارا مسئلہ ہے - اس کو ہم نے حل کرنا ہے - پرائیویٹ ڈے میں محکمہ یا وزیر کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اس میں اپوزیشن حکومت اور ممبران کا یکساں حق ہوتا ہے - اس لئے وہ محکمہ کی طرف سے جو دفاع کر رہی ہیں - یہ غلط ہے ہم ان کی بات سننا نہیں چاہتے ہم کانوں کو لپیٹ لیتے ہیں - آپ نے ان کو غلط رعایت دی ہے - محترمہ کو یہ حق نہیں ہے پہلے وہ ہماری بات سنیں - اس طرح نہ کسان کو اور نہ زمیندار کو فائدہ پہنچے گا - جب قرارداد پر تقریریں ہوجائیں اس کے بعد وزیر صاحبہ بات کریں - ان کو مخالفت کرنے کا کیا حق ہے ؟ یہ اس ملک کے کسان کی قسمت سے کھیل رہی ہیں - ہم پر چھری چل رہی ہے - ہم باہر سے ایک بوند دودھ

بھی نہیں آنے دیں گے - اعداد و شمار کا کیا تعلق ہے ؟

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ : رانا صاحب آپ تشریف رکھئے بہت سارے ممبر اس بارہ میں بات کر چکے ہیں - ان کو بات کرنے دیجئے - بیگم صاحبہ آپ اپنی بات جاری رکھیں -

وزیر لائیو سٹاک وڈیری ڈویلپمنٹ : جناب سپیکر صاحبہ ! میں نے اس سے پہلے جو گذارشات کی ہیں میں اپنی گذارشات پر زور دیتی ہوں - اور وقت کی ضرورت کی مطابق جو دودھ کی درآمد ہو رہی ہے اس کو اس وقت کی ضرورت سمجھتی ہوں - اس کے ساتھ ہی جیسا کہ میں نے گذارش کیا رفتہ رفتہ دودھ کی درآمد پر حکومت پاکستان ڈیوٹی عائد کر کے اس کی درآمد کو کم سے کم تر کر رہی ہے - لیکن جب تک صوبہ میں اس کے متبادل انتظام کو نہ لیا جائے - اس وقت تک اس کی درآمد پر مکمل پابندی لگانا حکومت کے لئے کوئی بہتر اقدام نہیں ہوگا

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ : شاہ صاحب بات کیجئے -

سید طاہر احمد شاہ : میری گذارش یہ ہے کہ وزیر موصوفہ نے یہ فرمایا ہے کہ دودھ پر ڈیوٹی بڑھا دی گئی ہے - میں ان کی اطلاع کے لئے عرض کرتا ہوں یہ بھی درآمد کنندگان کے مفاد کا غیر قانونی تحفظ کرتی ہے - جب کسی جنس پر کسٹم ڈیوٹی بڑھائی جاتی ہے - آپ میرا پوائنٹ اف آرڈر سن لیجئے -

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ : شاہ صاحب یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا -

سید طاہر احمد شاہ : جناب یہ کیسے نہیں بنتا میں نے ڈیوٹی کی بات کر دی اسلئے ــــ

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ : میں نے آپ سے کہہ دیا ہے کہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا -

سید طاہر احمد شاہ : جناب ! ڈیوٹی پر اعتراض کرنے کا میرا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے اس کے ذریعے درآمدی محاصل کی چوری کی جائیگی - اور سرمایہ داروں کو فائدہ پہنچایا جائیگا اور اگر یہ اس بات پر مصر ہیں کہ دودھ اس صوبے میں درآمد ہو تو میں معذرت کے ساتھ یہ عرض کرونگا کہ شہریوں پر مہنگائی کا بوجھ اور زیادہ بڑھ جائیگا ڈیوٹی بڑھنے سے مسائل حل نہیں ہوتے -

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ : بیگم صاحبہ آپ اپنی بات جاری رکھئے -

میاں ممتاز احمد قتیانہ : اگر کسی ممبر صاحب کو اگر ہمارے کسی ممبر یا کسی وزیر کی بات سے اتفاق

نہیں ہوتا تو ان کو اپنی باری پر اپنی تقریر میں اختلاف کرنے کا حق ہے۔ لیکن کسی بھی فاضل رکن کو یا سپیکر کو خواہ مخواہ مداخلت کرکے اپنا نقطہ نظر بیان کرنا کسی صورت میں بھی پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: بیگم صاحبہ آپ بات کیجئے۔

وزیر لائیو سٹاک وڈیری ڈویلپمنٹ - جناب سپیکر صاحبہ۔ اس قرارداد میں چونکہ غیر ممالک سے دودھ کی درآمد پر فوری پابندی عائد کرنے کی سفارش ......

سید طاہر احمد شاہ - وزیر صاحبہ لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہی ہیں۔

وزیر لائیو سٹاک وڈیری ڈویلپمنٹ میں تقریر نہیں پڑھ رہی ہوں اس میں سے نوٹس لے رہی ہوں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ - بیگم صاحبہ! آپ اپنی بات جاری رکھیں - آرڈر پلیز آرڈر پلیز! راناصاحب آپ سے عرض کرونگی آپ اپنی سیٹ پر بیٹھئے بیگم صاحبہ آپ تشریف رکھیئے۔ میں پہلے ہاؤس کو in order کرونگی پھر میں آپکو بات کرنے کی اجازت دونگی سردار صاحب آپ بھی بیٹھئے میں آپ حضرات سے عرض کروں گی آپ تشریف رکھئے اور انکی بات سنئے۔ سردارصاحب آپ تشریف رکھئے۔

ڈاکٹر شیلا بی چارلس - جناب چیئرمین! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ موضوع نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ جس طرح ہمارے فاضل ممبران ہنس رہے ہیں اور اپنی سیٹیں بدل رہے ہیں میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ ہماری پارلیمنٹ کی روایت نہیں ہے۔ اور مہربانی کرکے ہاؤس in order رہے۔ آپ ہاؤس کو ان آرڈر رکھیں۔ کیونکہ جو ہماری مہمانوں کی گیلری میں مہمان دیکھتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اسمبلی نہیں بلکہ ایک مذاق ہے مہربانی کرکے ہاؤس کو کہیں یہ in order رہے۔ اسکے بعد بات کریں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- منسٹر صاحبہ! آپ نے بات کرلی ہے؟

وزیر لائیو سٹاک وڈیری ڈویلپمنٹ:- جناب والا! میں بات کر رہی تھی لیکن پوائنٹ آف آرڈر کی وجہ سے میں بیٹھ گئی۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- آپ بات کیجئے۔

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ:- جناب والا! دودھ کی درآمد پر جو ڈیوٹی حکومت پاکستان نے عائد کی ہے۔ اس کے متعلق میں عرض کر رہی تھی کہ دودھ کی درآمد کو بتدریج کم کرنے کے لئے حکومت پاکستان نے اس پر ڈیوٹی عائد کی ہے۔ اور جوں جوں ملک میں بچوں کے لئے دودھ بنانے کا متبادل انتظام ہو جائے گا رفتہ رفتہ اس کے اوپر پابندی لگتی چلی جائے گی۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے معزز اراکین کی خدمت میں یہ عرض کرتی ہوں کہ حکومت پنجاب ان لوگوں کو دعوت عام دیتی ہے جو صوبہ پنجاب میں Infants milk کے کارخانے لگانے کی خواہش مند ہوں۔ حکومت پنجاب ان کاروباری حضرات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے جو ملک میں دودھ کی بہتی ہوئی نہروں کو استعمال کرنے کے قابل ہوں کوئی ایسے کارخانے بنا سکیں۔ جس سے ہم اپنے بچوں کے لئے وہ دودھ مہیا کر سکیں۔ جناب والا! میں ایک ماں ہونے کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں یہ عرض کرونگی کہ آج جو مائیں بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں اس کی ذمہ داری بھی ہمارے بھائیوں پر عائد ہوتی ہے۔ چونکہ یہ عورتوں کی صحیح طریقے سے کفالت نہیں کرتے۔ ان کا نان نفقہ انہیں پورا نہیں ملتا۔ ان کے جسموں میں طاقت پوری نہیں ہوتی جس کی وجہ سے وہ دودھ پلانے کے قابل نہیں رہتیں۔ اور ہمیں بچوں کے لئے دودھ درآمد کرنا پڑ رہا ہے ورنہ صوبہ پنجاب میں ضرورت کے مطابق دودھ موجود ہے۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- منسٹر صاحبہ نے بات کر لی ہے اب آپ کو اجازت نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیے میں آپ کو بات کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ سردار الطاف صاحب! اگر آپ بات کرنا چاہتے ہیں تو آپ بات کیجئے۔

سردار الطاف حسین:- جناب سپیکر! مجھے افسوس ہے کہ پارٹی کے رکن ہونے کے باوجود ہمارے وزراء صاحبان نے کل بھی انتہائی اہم قسم کی قرارداد کی مخالفت کی تھی وہ قرارداد انتہائی اہم تھی اور نوجوان طبقہ سے تعلق رکھتی تھی۔ آج پھر ایک ایسی قرارداد کی مخالفت کی گئی ہے جس سے مخالف پارٹیاں کل اپنی سٹیج پر ہمارا تمسخر اڑائیں گی کہ قائد کیا فرماتے ہیں کہ ہماری منزل خود کفالت ہے اور ہماری منسٹر صاحبہ یہ فرماتی ہیں کہ محکمے نے مجھے یہ ہدایت دی ہے کہ تین سال تک ہم خود کفالت کی منزل تک نہیں پہنچ سکتے۔ تو میں یہ عرض کرونگا کہ آج سے پچاس سال پیچھے چلے جائیں جس وقت کا یہ مژدہ ہمیں سناتے ہیں۔

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ:- پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- جی بیگم صاحبہ! بات کیجئے۔

وزیر لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ:- محترمہ سپیکر صاحبہ! میں نے یہ نہیں کہا۔ میں نے یہ کہا ہے کہ دو تین سال تک ہم خود کفالت کی منزل تک انشاء اللہ تعالیٰ پہنچ جائیں گے۔ اور حکومت کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ عوام للناس کے لئے ملک میں پیدا ہونے والی یا درآمد ہونے والے خوراک کا انتظام کرے۔ اگر ملک میں بچوں کے لئے دودھ بنانے کے کارخانے موجود نہیں ہیں تو حکومت پنجاب کی بلکہ حکومت پاکستان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خوراک مہیا کرنے کا بیرون ملک سے یا اندرون ملک سے عوام الناس کے لئے انتظام کرے۔

BEGUM SHAHEEN MUNAWAR AHMED : I want your ruling on what the Minister has just said.

Is that a point of order?

محترمہ وزیر صاحبہ جو پوائنٹ آف آرڈر پر تقریر کر رہی ہیں کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- میں نے ان کو اجازت دی ہے۔

محترمہ بیگم شاہین منور احمد:- پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کی اجازت تو ٹھیک ہے لیکن انہوں نے کہا ہے کہ میں پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہی ہوں۔

Point of order is on a point of procedural matter.

آپ ان کو اگر تقریر کی اجازت دیتی ہیں تو وہ مختلف ہے۔ لیکن انہوں نے آپ سے پوائنٹ آف آرڈر پر اجازت مانگی۔ کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- ان کا پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا تھا مگر میں نے ان کو بات کرنے کی اجازت دی ہے --- سردار صاحب! آپ بات کیجئے۔

سردار الطاف حسین:- جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ منسٹر صاحبہ جس دودھ کی درآمد کے لئے اصرار فرما رہی ہیں اس دودھ کے درآمد کرنے کا نتیجہ یہ ہے ---

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- سردار صاحب! آپ بات کیجئے۔

سردار الطاف حسین :- جناب والا ! میں بات کیا کروں؟

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ :- میں گزارش کروں گی کہ آپ خاموشی سے سردار صاحب کی بات سنئے۔

سردار الطاف حسین :- جناب والا - میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بیگم صاحبہ جو باہر سے دودھ درآمد کر رہی ہیں اس کا یہ نتیجہ ہے کہ سرحد میں ایک بوڑھا، ایک ملک کا غدار جس کے ذہن میں برطانیہ کے، روس کے اور بھارت کے جراثیم دودھ کے ذریعے پہنچ چکے ہیں اس کے اندر یہ جسارت پیدا ہوئی کہ اس نے ہمارے قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں گستاخی کی۔ یہ اس غلط دودھ کا نتیجہ ہے جو بیگم صاحبہ ہماری قوم کو پلانا چاہتی ہیں تو میں یہ عرض کروں گا کہ خدارا اس قوم کو ان جراثیم سے بچائیے۔ ہمارا خون اس وقت تو نہیں کھولا کہ جس وقت ولی خان کی یہ بات پریس کے ذریعے ہمارے نوجوانوں تک ہمارے وزراء صاحبان تک پہنچی کہ ایک غدار، قائداعظم کی شان میں یہ گستاخی کر رہا ہے۔ تو زرمبادلہ کے لئے جو بیگم صاحبہ کا خون جوش میں آگیا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا اس قوم کو ان جراثیم سے بچانے کے لئے اور کروڑوں روپے کا زرمبادلہ بچانے کے لئے اور قوم کو دفاعی لحاظ سے خود کفیل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک ارب روپے کی درآمد بند کی جائے۔ ہمارے بچے انشاء اللہ ہمارے ملک کا دودھ جس وقت پیئیں گے تو یورپین دودھ استعمال کرنے کی نسبت زیادہ صحت مند ہونگے اور وہ صاحب دانش بھی ہونگے۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ :- اب آپ بیٹھ جائیے۔ میرے خیال میں اس پر بہت بحث ہو چکی ہے۔

چودھری مہدی حسن بھٹی :- جناب والا! معزز ممبر ولی خان کا جس وقت کا حوالہ دے رہے ہیں اس وقت تو دودھ باہر سے آتا ہی نہیں تھا۔ ان کی عمر اسی سال ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سردار صاحب کا گجر برادری کے ساتھ تعلق ہے۔ ان کی اپنی چار پانچ سو بھینسیں ہیں۔ یہ صرف اس دودھ کو مہنگا کرنے کے لئے یہاں پر قرارداد پیش کر رہے ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ :- جی رانا صاحب!

رانا پھول محمد خان :- جناب والا ! یہ بات نہیں ہے کہ چوہدری الطاف حسین صاحب دودھ میں پانی ڈالتے ہیں۔ یہ تو تمام دودھ بیچنے والے زمینداروں نے قسم کھا لی ہے کہ وہ دودھ میں پانی نہیں ڈالتے بلکہ پانی میں دودھ ڈالتے ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- اب آپ تشریف رکھئیے۔
یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے:

"کہ صوبائی حکومت مرکزی حکومت سے اس امر کی سفارش کرے کہ چونکہ پاکستان دودھ کی پیداوار میں خود کفیل ہے اس لئے غیر ممالک سے دودھ کی درآمد پر فوری پابندی عائد کی جائے"

جو اس تحریک کے حق میں ہیں "ہاں" کہیں۔

آوازیں: ہاں

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ: جو اس قرارداد کے خلاف ہیں وہ "نہ" کہیں۔

آوازیں:- نہ

سید اقبال احمد شاہ:- جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ---

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- شاہ صاحب! جب میں نے سوال کر لیا ہے تو اب آپ کو بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیے۔ سوال کے بعد آپ کو بولنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ آپ تشریف رکھیں۔
جو اس تحریک کے حق میں ہیں وہ "ہاں" کہیں۔

آوازیں:- ہاں

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- جو اس تحریک کے خلاف ہیں وہ "نہ" کہیں۔

آوازیں:- نہ

آوازیں:- فیصلہ "نہ" والوں کے حق میں ہے۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- میں پھر سے کہتی ہوں۔ جو معزز ممبر اس تحریک کے حق میں ہیں وہ "ہاں" کہیں۔

آوازیں:- ہاں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- جو معزز اس تحریک کے خلاف ہیں وہ "نہ" کہیں۔ فیصلہ "نہ" والوں کے حق میں ہے۔

(قرارداد نا منظور کی گئی)

سید طاہر احمد شاہ:- جناب والا! ہم چیلنج کرتے ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- اگلی قرارداد جناب پیٹر گل کی ہے۔ وہ اسے پیش کریں۔ قرارداد "نامنظور" ہو چکی ہے۔ آپ فرمائیے کیا چاہتے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ:- جناب والا! ہم اس کو چیلنج کرتے ہیں۔ آپ گنتی کرائیں۔

وزیر قانون: سپیکر نے فیصلہ دے دیا ہے اس کے بعد وہ چیلنج نہیں کر سکتے قرارداد "نامنظور" ہو چکی ہے۔ اس کے بعد چیلنج نہیں کر سکتے ہیں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- قرارداد نا منظور ہو چکی ہے۔ اگلی قرارداد جناب پیٹر گل کی ہے۔

(قطع کلامیاں)

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- طاہر صاحب! میں اس طرح کرتی ہوں کہ اس میں رائے شماری کراتی ہوں۔ جو اس کے حق میں ہیں وہ کھڑے ہو جائیں۔ (گنتی کریں)

جناب ممتاز احمد قیانہ:- یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ ایک فیصلہ کرتی ہیں' یا تو کہیں میرے خیال میں' جب آپ نے ایک فیصلہ دے دیا۔ وہ رولنگ ہو جاتی ہے اور اس فیصلے کے بعد دوبارہ کیسے گنتی کریں گی؟

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ:- جو اس قرارداد کے خلاف ہیں وہ "نہ" کریں (گنتی کریں) آپ گنتی کر لیں۔ (گنتی کی گئی)

(قرارداد نامنظور کی گئی)

جناب فضل حسین راھی:- جناب والا ہم نے اس کو چیلنج کیا تھا۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ آپ خفیہ ووٹنگ کرائیں۔ اور ہم نے یہ دیکھا کہ کئی ممبر دونوں دفعہ کھڑے نہیں ہوئے ہیں۔ "ہاں" اور "نہ" دونوں کھڑے نہیں ہوئے میری گزارش ہے کہ خفیہ ووٹنگ کروائیں۔ یا پھر ہمیں بتائیں کہ

تعداد کتنی تھی۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ :- راہی صاحب اس کے بعد آپ کو مطمئن ہو جانا چاہیئے اور اس فیصلہ کو منظور کر لینا چاہیئے۔ اگلی قرارداد جناب پیٹر گل کی ہے وہ پیش کریں۔

سید مظہر الحسن المعروف چن پیر:- ایوان میں شور بہت ہے۔ ارکان کچھ سنجیدہ نہیں ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ کل صبح نو بجے تک کے لئے اجلاس کی کارروائی کو ملتوی کر دیں۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ :- اس قرارداد کے بعد کر دیں گے۔ راہی صاحب میں آپ۔ اس قرارداد کا نتیجہ بتاتی ہوں۔ Six in favour and forty against the resolution تو اگر ابھی بھی آپ اس پر راضی نہیں ہیں تو مجھے سمجھ نہیں آتی ہے کہ اب میرا خیال ہے کہ راہی صاحب! آپ تشریف رکھیئے۔ باقی جو تھے۔

They did not take part in the voting

وزیر قانون : ھاؤس میں ڈیکورم نہیں ہے۔ میں راہی صاحب سے آپ کی وساطت سے یہ کہوں گا کہ آپ ڈیکورم بحال کریں۔ یہ میری ان سے درخواست ہے۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ :- میرے خیال کے مطابق آج ایوان میں اتنی خلل اندازی ہے اور میں یہ سمجھتی ہوں کہ کوئی بھی آج اس ایوان کی کارروائی میں سنجیدگی سے حصہ نہیں لے رہا ہے تو میں ایوان کی کارروائی کو کل صبح نو بجے تک کے لئے ملتوی کرتی ہوں۔

(اس مرحلہ پر ایوان کی کارروائی یکم جولائی 1987ء نو بجے صبح تک ملتوی کر دی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

بدھ یکم جولائی ۱۹۸۷ء

(چہار شنبہ ۴ ذیقعد ۱۴۰۷ھ)

جلد ۱۰........ شمارہ ۲۲

سرکاری رپورٹ

مندرجات

صفحہ نمبر

بدھ یکم جولائی ۱۹۸۷ء

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ ۱۵۵۵

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ۱۵۵۶

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات
(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے) ۱۵۸۸

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات ۱۶۲۸

اراکین اسمبلی کی رخصت ۱۶۳۰

مسئلہ استحقاقات ....

(i)سوال کے جواب میں پوری معلومات فراہم نہ کرنا ۱۶۳۲

(ii)گزشتہ سال یقین دہانی کے باوجود بجٹ برائے ۸۸-۱۹۸۷ء کا
اردو میں پیش نہ کیا جانا ۱۶۳۸

(جاری)........

صوبائی اسمبلی پنجاب

......(جاری)

(iii)وزیر خزانہ کی مطبوعہ تقاریر برائے میزانیہ ... انگریزی متن
اور اردو متن میں تضاد ۱۱۴۸

(iv)موٹر وہیکل ٹیکس اور اسلحہ میں اضافہ کی نقل ایوان میں پیش نہ کرنا ۱۱۶۴

تحاریک التوائے کار ....

وقفہ تحاریک التوائے کار کی معطلی ۱۱۷۳

اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر بحث ۱۱۷۸

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس

بدھ یکم جولائی 1987ء

(چہار شنبہ ۴ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 بج کر 40 منٹ پر ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ
اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ
وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ
فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○
اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ
وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ
بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○
وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ
وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

س آل عمران ۔ آیت ۸۱ ۔ ۸۵ ۔ ۱۹

اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں۔ پھر تمہارے پاس ایک رسول آئیں جو تمہاری کتاب کی تصدیق کریں تو تمہیں ضرور ان پر ایمان لانا و یقین کرنا ہو گا۔ اور ان کی مدد کرنی لازمی ہو گی۔

تو کیا تم سب نے اقرار کر لیا اور اس اقرار پر مجھے ضامن بنا لیا تو (تمام نبیوں) نے کہا کہ ہاں ہم سب نے اقرار کر لیا۔ اللہ نے فرمایا کہ تم سب اس عہد و پیماں کے گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

بے شک پسندیدہ دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہے اور اہل کتاب نے جو اس دین سے اختلاف کیا تو وہ علم حاصل ہونے کے بعد آپس کی ضد سے کیا اور جو اللہ کی آیات کو نہ مانے تو اللہ جلد حساب لینے والا اور سزا دینے والا ہے۔ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں سخت نقصان اٹھائے گا۔

وما علینا الا البلاغ

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: یہ ایک سوال ہمارے پاس زیر التوا ہے اور یہ جناب خوشحال محمد ڈوگر صاحب کی طرف سے ہے۔ اس کا جواب آ گیا ہے یہ سوال نمبر 636 ۔ ہے۔ کیا اس کی کاپی آپ کے پاس ہے؟ یہ سوال پرسوں پیش ہوا تھا اور اس کا جواب تسلی بخش نہیں تھا۔ متعلقہ محکمے نے اس کا جواب بھجوا دیا ہے۔ یہ سوال خوشحال محمد ڈوگر صاحب کی طرف سے ہے۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے گا۔ کیا اس پر کوئی ضمنی سوال ہے؟

سید اقبال احمد شاہ: جناب والا! ہمیں سوال کا پتا بھی نہیں ہے کہ کیا تھا۔

جناب سپیکر: کیا آپ کے پاس سوال نمبر 636 کی کاپی نہیں ہے؟ کاپیاں تقسیم ہو گئی ہیں شاہ صاحب کو اس کی ایک کاپی اور دیجئے۔ اس پر کوئی ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں؟

جناب سجاد احمد چیمہ: جناب والا! یہ جو فہرست ہمیں مہیا کی گئی ہے اس میں سوال نمبر 636 کے جزو (د) میں یہ بتایا گیا ہے "کہ تفصیل محکمہ جات حکومت پنجاب / خود مختار ادارے جن کی رو سے سرکاری گاڑیاں بظاہر نجی طور پر استعمال ہوتے پائی گئیں" تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ تو ثابت ہو گیا کہ یہ گاڑیاں ان کے پرائیویٹ استعمال میں تھیں۔ اور جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ جس طرح یہ غیر قانونی کام تھا۔ اگر یہ غیر قانونی کام تھا تو ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

وزیر جنگلات : (سردار عارف رشید): جناب والا! ایس اینڈ جی اے ڈی کے دائرہ کار میں Anti Corruption آتی ہے۔ اور Anti Corruption Act, 1947 اور . . . ــــ ـــ ـ Anti Corruption Ordnance, 1985 میں کوئی دفعہ نہیں تھی کہ اگر کوئی سرکاری پرائیوٹ کام کرتے ہوئے گاڑی پکڑی جائے تو اس پر کوئی action خود لے سکے۔ وہ محکمے کی گاڑی ہوتی ہے اور یہ معاملہ محکمے کو محکمانہ انکوائری اور محکمہ کارروائی کے لیے بھیجنا پڑتا ہے۔ اب یہ تین سو سے زائد گاڑیاں ہیں۔ یہ Anti Corruption اور ایس اینڈ جی اے ڈی کے دائرہ کار میں نہیں ہے کہ وہ اس پر کارروائی کرے لہٰذا ہمارا صرف اتنا کام ہوتا ہے کہ محکمے کو کیس بھیج دیتے ہیں۔ محکمہ پھر کارروائی یا پیسے وصول کرتا ہے اب جناب والا! اس میں میری استدعا یہ ہے کہ یہ فہرست دی گئی اور محکمہ وار فہرست دے دی گئی اور محکمے کے سوالات آنے ہیں۔ تو ہر محکمہ پر تازہ سوالات کر دیں کہ ان کے محکمہ

کی گاڑیاں اتنی پکڑی گئی ہیں اور ان پر محکمے نے کیا ایکشن لیا ہے؟ کیونکہ مذکورہ قانون کے مطابق یہ معاملہ ایس اینڈ جی اے ڈی اور Anti corruption کے دائرہ کار میں نہیں ہے کہ وہ اس پر کوئی کارروائی کرے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! کیا وزیر صاحب سمجھتے ہیں کہ یہ طریقہ کار تسلی بخش ہے کہ محکمہ اس کارروائی کرے۔

وزیر جنگلات: جناب والا! یہ پالیسی امور سے متعلق ہے اور یہ پالیسی حکومت پنجاب کی بنی ہوئی ہے۔ 1947ء کا ایکٹ ہے اور 1985 کا آرڈیننس ہے۔ اس پر کارروائی Anti Corruption نے نہیں کرنی بلکہ محکمہ خود کرتا ہے۔ محکمے نے ضرور کوئی نہ کوئی کارروائی کی ہوگی۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! وزیر صاحب کو یہ علم ہونا چاہیے کہ پالیسی کو کابینہ اور کابینہ کے اراکین مرتب کرتے ہیں۔ اور انہوں نے آکر پالیسی پر ہی بات کرنی ہوتی ہے۔ تو یہ اگر Policy matter ہے تو پھر بھی انہوں نے ہی اس کا جواب دینا ہے۔

وزیر جنگلات: جناب والا! خود ہی انہوں نے کہہ دیا کہ یہ Cabinet matter ہے۔ تو کیبنٹ کے سامنے ایسا کوئی مسئلہ نہیں آیا۔ اگر آتا تو پھر اس پر غور کر لیا جائے گا۔

میاں محمد افضل حیات: کابینہ کے سامنے کون لائے گا۔

وزیر جنگلات: جناب والا! سوال نمبر 587 بھی ایوان کی میز پر رکھا گیا ہے جو کہ رہ گیا تھا۔

جناب سپیکر: سوال نمبر 587 کا جواب ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا! میں یہ عرض کروں کہ میں نے ایک قرار داد پیش کی تھی۔

جناب سپیکر: یہ وقفہ سوالات ہے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا! صرف یاد دہانی کے طور پر عرض کیا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ کو علم ہونا چاہیے کہ وقفہ سوالات میں ایسی باتیں نہیں کرتے.... محکمہ آبپاشی کے بارے میں سوالات ہیں۔ حاجی غلام شبیر جوئیہ۔

چودھری محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جو سوالات آج اس ایوان میں جوابات کے لیے پیش کئے گئے ہیں وہ اصولاً ہمیں کل ملنے چاہیئے تھے لیکن ہمیں وہ فہرست سوالات و جوابات کل نہیں بہم پہنچائی گئی۔ اور میں بڑے وثوق سے یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمیں فہرست سوالات و جوابات کل پیش نہیں کیا گئی۔ بلکہ آج ہی ہماری سیٹ پر پڑی ملی۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ جو فہرست سوالات موقع پر باہم پہنچائی جائے اس پر کیا خاک تیار کریں گے اور خاک بحث کریں گے۔

جناب سپیکر: یہ بڑا سنجیدہ معاملہ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ سوالات کے جوابات کی کاپیاں آپ کو مہیا نہ کی گئی ہیں۔ اگر نہیں کی گئی ہیں تو یہ بہت ہی سنجیدہ معاملہ ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! سوالات و جوابات کی کاپی آج ہی میز پر پڑی پائی گئی ہے۔

جناب سپیکر: محکمہ آبپاشی کے سوالات جو آج پیش ہو رہے ہیں ان کی کاپیاں آپ کو نہیں دی گئیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! آج میز پر موجود پائی گئی ہیں۔

جناب سپیکر: اس وقت میز پر موجود ہیں؟ کل تقسیم نہیں کی گئیں؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: نہیں جی۔ کل بھی نہیں دی گئیں اور پرسوں جو صنعت کے متعلق سوالات تھے وہ بھی کل ایوان کی میز پر رکھے گئے۔ وہ بھی پہلے تقسیم نہیں کئے گئے۔

جناب سپیکر: آپ کو بھی کاپیاں آج ہی ملی ہیں؟

سید اقبال احمد شاہ: جناب والا! ہمیں کل گھر پر پہنچا دی گئی تھیں۔

جناب سپیکر: پیپلز ہاؤس میں پہنچائی گئی ہیں؟

ایک معزز ممبر: جی ہاں۔

جناب سپیکر: اس کا مطلب ہے کہ کاپیاں کل یہاں ہاؤس تقسیم نہیں کی گئی تھیں۔ یہ ان کا اعتراض درست ہے کہ یہ کاپیاں ہاؤس میں تقسیم نہیں کی گئی ہیں۔ یہ آپ نے بعد میں پیپلز ہاؤس

بس پنچائی ہیں یا جہاں کہیں آپ کو علم تھا کہ ممبر ٹھہرے ہوئے ہیں وہاں آپ نے پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ یہ مناسب نہیں اور یہ بہت سنجیدہ معاملہ ہے اور یہ آخری بات ہے۔ یہ آخری مرتبہ ہے کہ میں اس قسم کا اعتراض سن رہا ہوں اس کے بعد اگر میں نے اس قسم کا اعتراض سنا تو متعلقہ محکمہ اس کا ذمہ دار ہوگا اور اس کو کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ یعنی سوال کی کاپی ہی نہیں ہوگی تو اس پر ضمنی سوالات کیسے ہوسکتے ہیں۔ اور اس پر اراکین اسمبلی تیاری کیسے کرسکتے ہیں؟ اس کا آپ نوٹس لیں اور آئندہ اس کی کبھی شکایت نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر پریس تعاون نہیں کرتا تو آپ کسی اور پریس سے رجوع کریں.... سوال نمبر701

تھل میں زرعی اراضی میں نمی کی روک تھام کے لئے اقدامات

☆701- حاجی غلام شبیر جوئیہ۔ کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تھل کے علاقہ میں زرعی اراضی میں نمی بہت کم ہے۔ اور آبپاشی کی بہتر سہولت نہ ہونے کی وجہ سے کاشتکاروں کو زمین سیراب کرنے میں بہت دشواری پیش آتی ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ علاقہ میں آبپاشی کو بہتر بنانے کے لئے کوئی لائحہ عمل اختیار کرنے کو تیار ہے اگر ہے تو کب تک اور اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال)

(الف) تھل کے علاقہ میں زرعی اراضی ریتلی ہے جس کو آبپاشی کرنے کے لیے کثیر پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

(ب) اس کا علاج واٹر الاؤنس بڑھانے پر ہے لیکن جب تک سندھ طاس کے پانی کا تنازعہ طے نہیں ہوجاتا واٹر الاؤنس نہیں بڑھایا جاسکتا۔

حاجی غلام شبیر جوئیہ: ضمنی سوال۔ جناب والا! کیا جناب وزیر آبپاشی یہ بیان فرمائیں گے کہ سندھ طاس کے پانی کا فیصلہ کتنے عرصے سے چل رہا ہے اور کب تک فیصلہ متوقع ہے؟

وزیر آبپاشی و برقی: جناب والا! یہ بہت پرانا معاملہ ہے اور یہ بین الصوبائی تقسیم کے لئے سال

1968ء میں حکومت پاکستان میں اختر حسین کمیٹی تشکیل دی گئی تھی۔ اس کمیٹی نے حکومت مغربی پاکستان کو اپنی رپورٹ 30-6-70 کو پیش کی لیکن اس سے اگلے روز ہی ون یونٹ کو توڑ کر چار صوبے بنا دیئے گئے اور ان صوبوں کے گورنر صاحبان نے حکومت سے یہ درخواست کی کہ دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم کے لیے ایک کمشن تشکیل دیا جائے۔ اس کے بعد جناب والا! 15-10-70 میں فضل اکبر کمیٹی قائم کی گئی جس نے اپنی رپورٹ حکومت کو 1971ء میں پیش کی۔ حکومت سندھ کے ایماء پر اس رپورٹ کو خفیہ رکھا گیا۔ 74-1973ء کے دوران اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے دوبارہ کوششیں کی گئی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اس کمیٹی کے سربراہ تھے۔ چاروں صوبوں کے ہائی کورٹ کے جج صاحبان اس کمشن کے ممبر تھے۔ اور چاروں صوبوں نے اپنا اپنا کیس اپریل 1980ء میں کمشن کے سامنے پیش کیا۔ کمشن موجودہ کام ابھی تک مکمل نہیں کرسکا۔ مارچ 1983ء میں صدر پاکستان نے عبدالحلیم کمشن قائم کیا۔ جس کے سربراہ چیف جسٹس سپریم کورٹ مسٹر عبدالحلیم تھے۔ اس کمشن نے نئے ممبران کے ساتھ دوبارہ کام شروع کیا اور اپنی رپورٹ اپریل 1983 ء میں جناب صدر پاکستان کو پیش کی۔ اور دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوسکا ہے۔ حکومت پنجاب نے بار بار کوشش کی ہے لیکن ابھی تک یہ معاملہ طے نہیں ہوسکا۔

حاجی غلام شبیر جوئیہ: کیا سندھ طاس کے فیصلہ کے بغیر تھل کینال میں مزید ٹیوب ویل سکیم کا پانچ لاکھ ایکڑ رقبہ 20 / 25 سال بعد نہری آبپاشی میں شامل کیا گیا ہے؟

وزیر آبپاشی و برقی قوت: جناب والا! اس میں کچھ علاقہ مختلف ادوار میں شامل ہوا ہے۔ اسی وجہ سے پانی کی کمی واقع ہوئی ہے۔

حاجی غلام شبیر جوئیہ: کیا تونسہ بیراج سے مظفر گڑھ کا رقبہ سیراب ہوتا ہے؟ اس کا واٹر الاؤنس 6.28 ایک ہزار ایکڑ پر ہے۔ اور تھل کینال کا water allowance 3.18 ایک ہزار ایکڑ پر ہے۔ کیا تونسہ بیراج پر سندھ طاس کا اثر نہیں پڑتا؟

وزیر آبپاشی و برقی قوت: جناب والا! مختلف سسٹم پر مختلف اثرات پڑتے ہیں۔ یہ سسٹم دریائے سندھ سے چونکہ فیڈ ہوتا ہے تو اس پر ویسے ہی زیادہ اثرات محسوس ہوتے ہیں۔ اس لیے جو جوئیہ صاحب نے فرمایا ہے یہ صحیح ہے کہ اس میں رقبہ زیادہ شامل ہوگیا ہے۔ نہر کی capacity کچھ کم ہے۔ اس کے مطابق پانی ہمیں پورا نہیں مل رہا ہے۔ ان کی شکایت تو جناب والا! جائز ہے لیکن اس کے

فیصلے تک حکومت مزید کچھ کارروائی کر نہیں سکتی ہے۔ بے بسی کے عالم میں ہے اس وقت۔

حاجی غلام شبیر جوئیہ: کیا تھل کینال میں سال بھر نہروں / موگوں کی وارہ بندی ہوتی رہتی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے کیا حکومت ہر موگا پر امدادی ٹیوب ویل دینے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

وزیر آبپاشی و برقی قوت: جناب والا! ابھی کوئی ایسی سکیم زیر غور نہیں ہے۔ کیونکہ ابھی تک فیصلہ کا ہی انتظار ہے۔ سندھ طاس کے فیصلے کے بعد اس پر غور ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب' یہ میاں صاحب کا جو مسئلہ ہے اس کو حل کرنے کے لئے آپ کو انہیں اپنے دفتر میں بلا کر ان کا مسئلہ حل کر دیں کیونکہ میاں صاحب کے ضمنی سوالوں کا سلسلہ لامتناہی ہے' ابھی وہ چھٹا ضمنی سوال کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ تو اسی لئے میں نے تجویز پیش کی ہے کہ میاں صاحب کو وزیر آبپاشی اپنے دفتر میں ساتھ لے جائیں گے اور آپ کو غور سے تسلی سے سن کے اس کو حل کرنے کی کوشش کرینگے۔

وزیر آبپاشی و برقی قوت: میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ میں ہر وقت حاضر ہوں ممکنہ حد تک ان کی کوئی بھی شکایت نہیں ہوگی۔ جو ہمارے بس میں ہے اس میں انشاء اللہ انہیں کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

میاں محمد افضل حیات: ان کے سوالوں کو پانی میں ڈوبونا پڑے گا۔

جناب سپیکر: آپ کی بات درست ہے ان سوالوں کو کچھ نہ کچھ پانی درکار ہے۔ اگلا سوال جناب ملک ممتاز احمد بھجر صاحب۔

نہروں کے کنارے پختہ کرنے کا منصوبہ

☆738- ملک ممتاز احمد بھجر۔ کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ نہروں کے کناروں کی پٹڑیوں کو پختہ بنانے اور انہیں آمدورفت کے لیے کھول دینے کا کوئی منصوبہ حکومت کے زیر غور ہے اگر کوئی ایسا منصوبہ ہے تو اس کی ایک نقل ایوان کی میز پر رکھی جائے۔

(ب) اگر جزو (الف) کاجواب نفی میں ہے تو کیا حکومت ایسی تمام سڑکوں کو پختہ بنانے کا منصوبہ تیار کرنے کو ہے تاکہ دیہاتی علاقوں کے اندرونی حصوں میں ٹرانسپورٹ کی سہولتیں میسر آسکیں؟

وزیر آبپاشی و برقی قوت (جناب محمد اقبال)

(الف) نہروں کی پٹڑیوں کو پختہ بنانے اور انہیں پبلک کی آمدورفت میں لانے کا کام متعلقہ ڈسٹرکٹ کونسلوں کے دائرہ عمل میں ہے۔ تاہم اگر کسی دوسرے محکمہ کو کسی نہر کی پٹڑی کے مخصوص حصہ کو پختہ کرانا ہو تو محکمہ انہار ضروری تحقیق کے بعد اس امر کی اجازت دے دیتا ہے۔

وزیر آبپاشی و برقی قوت: ترمیم شدہ جواب پڑھا گیا۔ جو اس طرح سے ہے - جناب والا! ضمن الف کے جواب میں نہروں کی پٹڑیوں کو پختہ بنانے اور انہیں پبلک کی آمد و رفت میں لانے کا کام متعلقہ ڈسٹرکٹ کونسل کے دائرہ عمل میں ہے تاہم کسی دوسرے محکمے کو کسی نہر کی پٹڑی کے کسی مخصوص حصہ کو پختہ کرانا ہو تو محکمہ انہار ضروری تحقیق کے بعد اس امر کی اجازت دے دیتا ہے۔ جناب والا! یہ تھوڑا سا ترمیم شدہ ہے - اگر کوئی چیف منسٹر ڈائریکٹو یا ایم پی اے صاحبان کے کوٹہ میں سے یا ایم این اے صاحبان کے کوٹہ میں سے کوئی سڑک بنانا مقصود ہو تو اس میں محکمہ نہر عدم اعتراض سرٹیفیکٹ جاری کر دیتا ہے۔ ضمن (ب) کے جواب میں عرض ہے کہ یہ بھی ترمیم شدہ ہے - اس میں ایک نیا منصوبہ نہروں کی پٹڑیوں کو پختہ کرنے کے لیے حکومت کے زیر غور ہے - اس میں اریگیشن سسٹم Rehabilitation پراجیکٹ فیز 2 نہروں کی پٹڑیوں کو پختہ کرنے کا ہے - اور ان سڑکوں کو آمد و رفت کے لیے استعمال کرنے کے لیے ہے۔ اس منصوبہ کے تحت پنجاب میں تقریباً 650 چھوٹی نہریں اور بڑی انہار کی پٹڑیوں کو پختہ کیا جائے گا۔ ان انہار کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

جھنگ برانچ سسٹم	160 میل	گوگیرہ برانچ سسٹم	112 میل
دیپالپور کینال سسٹم	219 میل	میلسی کینال سسٹم	179 میل

جناب سپیکر اگلا سوال ملک ممتاز احمد بھچر۔

کپاس کے کاشتکاروں کو آبیانہ میں چھوٹ

☆739- **جناب ملک ممتاز احمد بھچر:** کیا وزیر آبپاشی وقوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ 83-1982ء میں کپاس کی فصل کو خاصا نقصان پہنچا تھا اور اس ضمن میں کاشتکاروں کو آبیانہ کی کوئی چھوٹ دی گئی تھی۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو ایسا گوشوارہ جو نظام نہر کے میزانی اعداد و شمار اور نظر ثانی شدہ اعداد و شمار ظاہر کرے ایوان کی میز پر رکھا جائے اور اگر کوئی چھوٹ نہیں دی گئی تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال)

(الف) فصل خریف 1983ء میں بمطابق ہدایات گورنمنٹ آبیانہ میں معافی دی جاچکی ہے۔

(ب) گوشوارہ معافی کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام نہر	رقبہ معاف شدہ (ایکڑ)	آبیانہ معاف شدہ (روپے)
1-	حویلی کینال	185556	6324682
2-	مظفر گڑھ	143226	9812388
3-	رنگپور کینال	58883	1844069
4-	لوئر باری دو آب	294852	997827
5-	ڈی جی خان کینال	126145	4235991
6-	میلسی کینال	286514	9630235
7-	پاکپتن کینال	403149	9049354
8-	فورڈواہ کینال	41090	1516910
9-	ایسٹرن صادقیہ	153194	4465587
10-	ایسٹرن گرے	115	3864
11-	پنجند کینال	469887	14826487
12-	بہاول کینال	242410	7964853
13-	عباسیہ کینال	39930	1341684
14-	قیم کنیال	14844	460602
15-	گورنمنٹ ٹیوب ویل	3923	217219
16-	دیپال کینال	58819	2676013

-17	اپر چناب کینال	387	24046
	کل میزان	2522902	84271811

چک نمبر85/5-ایل میں بجلی کی فراہمی

☆ 1074- جناب احمد شاہ کھگہ: کیا وزیر آبپاشی قوت و برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) آیا یہ حقیقت ہے کہ چک نمبر85 / 5- ایل ساہیوال شہر کے مشرق میں تقریباً 4 / 5 میل کے فاصلے پر واقع ہے لیکن مذکورہ چک میں ابھی تک بجلی مہیا نہیں کی گئی۔ جس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو مشکلات کا سامنا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ چکوک نمبر86 / 9- ایل' 84 / 5- ایل اور 82 / 5- ایل میں بجلی مہیا کی جاچکی ہے - جب کہ یہ چکوک جزو (الف) میں مندرج چک نمبر85 / 5- ایل دور واقع ہیں۔ اگر ایسا ہے تو مذکورہ چک میں بجلی مہیا نہ کرنے کی وجوہ کیا ہیں اور کیا حکومت مذکورہ چک میں جلد از جلد بجلی مہیا کرنے کو تیار ہے ....؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال)

(الف) واپڈا کی رپورٹ کے مطابق یہ درست ہے کہ چک نمبر85 / 5- ایل کو بجلی فراہم نہیں کی گئی۔ وجہ یہ ہے کہ ضلع ساہیوال میں دیہات کو بجلی فراہم کرنے کے لئے 11 کے وی لائن سے حد فاصلہ نصف میل یا 2640 فٹ مقرر تھی۔ جب کہ چک نمبر85 / 5- ایل کا 11 کے وی لائن سے فاصلہ 5270 فٹ ہے جو کہ مقرر حد سے زیادہ ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ چکوک 86 / 9- ایل ' 84 / 5- ایل اور 82 / 5- ایل کو بجلی مہیا کی جاچکی ہے۔ کیونکہ یہ چکوک 11 کے وی لائن سے نصف میل (2640 فٹ) کی مقررہ حد کے اندر واقع ہیں تاہم یہ درست نہیں کہ چک 85 / 5- ایل مندرجہ بالا چکوک کی نسبت کم فاصلہ پر تھے۔ رواں مالی سال 87-1986ء میں دیہات کو بجلی کی فراہمی کے لئے حد فاصلہ ختم کر دی گئی ہے اس لئے اس گاؤں کو اب موجودہ طریق کار کے مطابق بجلی کی فراہمی زیر غور لایا جاسکتا ہے۔

جناب احمد شاہ کھگہ: ضمنی سوال۔ کیا وزیر موصوف ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ اگر کہ کے وی

لائن کا فاصلہ 5280 فٹ بتایا گیا ہے ۔ اگر وزیر موصوف کو محکمہ نے یہ اطلاع جو دی ہے اور اگر یہ صحیح نہ ہو تو وزیر موصوف کیا محسوس کریں گے؟

وزیر آبپاشی و برقی: جناب والا! اس میں محسوس کرنے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ محکمہ واپڈا کی رپورٹ کے مطابق ہم نے اعداد و شمار حاصل کئے ہیں اگر معزز رکن کو اس میں کوئی فرق محسوس ہوا ہے تو میں نے آخر میں نئی پالیسی بھی عرض کر دی ہے کہ اب وہ طریقہ کار ختم ہو چکا ہے اور اب فاصلے کی حد بھی ختم ہو چکی ہے اگر معزز رکن اسے اپنے کوٹے میں ڈالیں تو ہم اس کو بجلی فراہم کر دیں گے۔

جناب سپیکر: اب فاصلے کی کوئی حد نہیں رہی۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جی ہاں۔ اب فاصلے کی حد ختم ہو گئی ہے۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب والا! میرا سوال ابھی باقی ہے۔

جناب سپیکر: جی آپ حکم کریں' آپ کا جو سوال ہے' وہ پیش کریں۔

جناب احمد شاہ کھگہ: کیا وزیر موصوف صاحب اس کی وضاحت فرمائیں گے کہ واپڈا کا محکمہ بجلی کا محکمہ ہونے کی وجہ سے بڑا اہم محکمہ ہے' محکمہ واپڈا کے ملازمین جو رشوت اکھٹی کرتے ہیں اور اس کے متعلق آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ اس کے متعلق وزیر موصوف نے کیا اقدامات کئے ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! انہوں نے بڑا خوبصورت سوال کیا ہے اور پچھلی دفعہ بھی انہوں نے بڑا خوبصورت سوال کیا تھا کہ کسی نہر میں ڈوبنے والے شخص کا نام پوچھ رہے تھے' آج کھگہ صاحب نے جو سوال پوچھا ہے اس کے متعلق میں عرض کروں گا کہ یہ فیڈرل گورنمنٹ کا محکمہ ہے اور وفاقی حکومت کے کنٹرول میں ہے' ہم بھی کھگہ صاحب کے ساتھ پورا پورا تعاون کرنے کے لیے تیار ہیں' یہ کسی ایسے آفیسر کی نشاندہی کریں جو رشوت لیتا ہے۔ اس کے متعلق فیڈرل گورنمنٹ کو لکھ کر بھیجا جاسکتا ہے اور اس کے خلاف کارروائی کی جاسکتی ہے۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب والا! کوئی ایک معاملہ ہو تو میں اس کی نشاندہی کر سکتا کیونکہ عموی طور پر آپ نے یہ دیکھا ہو گا کہ وہ کروڑوں روپے رشوت اکھٹی کرتے ہیں' اگر یہ محکمہ وزیر موصوف کے کنٹرول میں نہیں ہے تو پھر اس محکمے کے متعلق جواب کیوں دے رہے ہیں؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب مجھے آپ کی اس بات کی سمجھ نہیں آئی۔

جناب احمد شاہ کھگہ: جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ واپڈا کے متعلق یہ شکایات عام ہے کہ اس کے اہل کار بے شمار رشوت اکٹھی کرتے ہیں اور محکمے کا بے شمار مال بھی فروخت کر دیتے ہیں۔ اگر ان کے خلاف کارروائی کرنا ہمارے وزیر صاحب کے فرائض میں شامل نہیں ہے تو اسمبلی میں اس محکمے کے متعلق جواب کیوں دیتے ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! جہاں تک دیہاتوں کو بجلی کی فراہمی کا تعلق ہے۔ میرا ان سے یہ تعلق ہے کہ دیہات کو بجلی فراہمی ہم ان سے کروا کر دیتے ہیں۔ چونکہ بنیادی طور پر سوال دیہات کو بجلی کی فراہمی کے متعلق تھا اس لئے میری یہ ڈیوٹی بنتی ہے کہ میں اس سوال کا جواب یہاں پر دوں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف یہ بیان فرمائیں گے کہ کیا اس قسم کی کوئی تجویز زیر غور ہے کہ واپڈا پر صوبائی کنٹرول ہو۔ تاکہ ان دھاندلیوں کو روکا جاسکے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! ابھی تک تو کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ اس بات کو زیر غور لایا جاسکتا ہے۔

جناب سجاد احمد چیمہ: کیا وزیر موصوف اس بات کی وضاحت فرمائیں گے کہ جزو (الف) میں انہوں نے فرمایا ہے کہ فاصلے کی حد پہلے تھی اور اب یہ حد ختم کر دی گئی ہے میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ فاصلے کی حد کے ساتھ ساتھ آبادی کا بھی تعین کیا گیا تھا' آیا آبادی کی بھی وہ شرط ختم کر دی گئی ہے جس میں یہ کہا گیا تھا کہ کم از کم 20 گھروں پر وہ علاقہ یا ایریا مشتمل ہو؟

وزیر آبپاشی و برقی قوت: جناب سپیکر! فاضل رکن نے اس سوال کے متعلق دو ضمنی سوال کئے ہیں ایک تو انہوں نے آبادی کا سوال کیا ہے کہ دیہات میں اب جو موجودہ سکیم ہے اس کے مطابق آبادی کی حد نہیں اور انہوں نے جو Left over آبادی کے متعلق فرمایا ہے اس سلسلے میں 20 گھر ہونے ضروری ہیں اگر 20 گھروں سے کم ہوں تو پھر اسے بجلی فراہم نہیں کی جاسکتی۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! ایک ایم پی اے جب کسی آبادی کے متعلق سالانہ

ترقیاتی پروگرام میں بجلی کی فراہمی کے لیے نام پیش کرنا ہے۔ جناب والا! اس میں دو تین دیہات، دو تین گاؤں ایک ہی موضع میں ہوتے ہیں اور ہم ان کے نام لکھ کر بھیجتے ہیں کہ ان کو بجلی فراہم کر دی جائے چونکہ اس پورے موضع میں دیہات کو بجلی فراہم کرنی ہوتی ہے، تو کیا وزیر موصوف اس سلسلے میں وضاحت فرمائیں گے کہ وہ 20 گھروں والی پابندی ابھی تک قائم ہے یا نہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! جن دوستوں نے دیہات کو بجلی کی فراہمی کے متعلق ہمیں کہا ہے، اس میں ان کے ساتھ جتنی ملحقہ آبادیاں ہیں ان کو بھی بجلی فراہم کرنے کا ہمیں ساتھ ہی حکم ہے لیکن پہلے left over sceheme چل رہی تھی جو آج کل بھی ہے کہ جن دیہاتوں میں بجلی لگ چکی ہے ان میں سے کچھ ایسی آبادیاں ہیں جن کو بھی تک بجلی نہیں ملی، اس میں یہ شرط ابھی بھی لاگو ہیں۔ کہ اس میں اب بھی کم از کم 20 گھر ہونے لازمی ہیں۔

جناب حاجی سردار خان: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ جو 20 گھروں کی حد مقرر کی گئی ہے۔ وہ لوگ جو 20 گھروں میں نہیں آتے۔ وہ تو بیچارے بجلی سے محروم رہتے ہیں۔ کیا اس پر غور کیا جاسکتا ہے کہ کم آبادی کو بھی بجلی سپلائی کی جائے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں پر آبادی 20 گھروں سے کم ہے ان کو بھی بجلی مہیا کی جائے کیونکہ وہ بھی پاکستانی شہری ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! اس میں بڑی مشکلات ہیں کہ کافی فاصلے پر ایک آبادی ہو اور وہاں پر صرف دو گھر ہوں یا کسی کنویں یا کسی ٹیوب ویل پر کوئی ڈیرہ ہو اور اس میں ایک گھر ہو تو وہاں پر بجلی دینا ذرا مشکل ہوگا۔ اگر معزز رکن پالیسی میں کوئی ترمیم چاہیں تو فاضل رکن ہمارے ساتھ اس سلسلے میں بات چیت کرسکتے ہیں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! کیا وزیر موصوف یہ واضح کرسکیں گے کہ 20 گھروں کی پابندی صرف left over کی آبادیوں پر ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: left over پر پابندی ہے۔

حاجی غلام رسول خان شادی خیل: جناب والا! جہاں پر آبادی کی بھی شرط پوری ہو اور ایم پی اے نے اپنے کوٹے میں بھی سکیم شامل کر دی ہو اگر پھر وہاں پر بجلی نہ لگی ہو تو اس کے بارے میں وزیر موصوف کیا فرمائیں گے۔ کیونکہ ہم نے پچھلے سال کی سکیموں میں جو گاؤں شامل کئے تھے اس میں

سے کسی ایک پر بھی ابھی تک کام شروع نہیں ہو سکا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ جناب والا! جب ہم نے آپ کی شرط بھی پوری کر دی ہیں آبادی بھی پوری ہے اور فاصلے کی حد ویسے ہی ختم کر دی گئی ہے۔ پچھلے سال ہم نے یعنی ایم پی اے حضرات نے جو سکیمیں دی ہیں ان میں سے کسی ایک پر بھی کام شروع نہیں ہوا؟ وزیر موصوف اس بات کی وضاحت کریں گے کہ ان پر کب تک کام شروع ہو جائے گا؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! جو سکیمیں شرائط پر پوری اترتی ہیں یعنی آبادی بھی ہو اس دیہات کی اور ایم پی اے صاحبان کے کوٹے میں سے ہو تو اس کو بجلی فراہم کروا کر دینا ہماری ڈیوٹی میں شامل ہے۔ جناب والا! اس کے باوجود اگر فاضل دوست کا کوئی گاؤں رہ گیا ہے تو یہ مجھے لکھ کر دے دیں اس کو بجلی فراہم کروانا ہماری ذمہ داری ہے اور میں اس گاؤں کو بجلی فراہم کروا دوں گا۔

حاجی غلام رسول خان شادی خیل: ٹھیک ہے۔ جناب میں لکھ کر دے دوں گا۔ جناب والا! میں اس سلسلے میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے 8 دیہات ہیں یعنی بیگم ذکیہ شاہ نواز کے بھی اور میرے بھی وزیر موصوف کوئی ایک گاؤں بتا دیں جہاں پر بجلی فراہم کرنے کا کام شروع ہو گیا ہو۔ اگر نہیں تو آپ خود اندازہ لگائیں کہ آپ کے تحت یہ کام ہو رہے ہیں تو ......

جناب سپیکر: حاجی صاحب وہ اس ضمن میں آپ کو کہہ چکے ہیں کہ آپ انہیں بتائیں اور وزیر موصوف ایسے دیہات میں بجلی فراہم کروا دیں گے آپ انہیں لکھ کر بھیج دیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ ضمنی سوال پوچھنا چاہوں گا کہ ....

جناب سپیکر: اس سوال پر یہ آخری ضمنی سوال ہے.....

آوازیں: جناب ہم بھی ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: اس ایک سوال پر اتنے ضمنی سوال کیسے ہونگے؟

چودھری گل نواز خان وڑائچ: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو موضع جات آج سے دس سال پہلے، جن کی علیحدہ طور پر Revenue Estate تھی اور دس سال سے وہ ایک ریکارڈ بن چکا ہے۔ ایک جمع بندی بن گئی ہے' آپ کو ایک موضع یا

دومواضعات تصور کریں گے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب سپیکر! Revenue Estates میں جو ایک موضع ہے،وہ ایک موضع ہی تصور کیا جائے گا۔ خواہ اس کی آبادیاں کتنی ہوں۔

جناب سپیکر: ملک طیب خان اعوان

ملک طیب خان اعوان: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے یہ جو left over Scheme کا ذکر کیا ہے کہ اس میں 20 گھروں کی شرط ہے - جناب والا! جہاں پر محکمے کی مرضی ہو وہاں پر 20 گھروں کی شرط بھی نہیں ہوتی۔ اگر یہ کہیں تو میں انہیں موقع دکھا سکتا ہوں۔ جہاں پر محکمے کی مرضی نہ ہو تو دوسرے لوازمات ساتھ نہ ہوں وہاں پر Left over آڑے آجاتی ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! اگر ایسی کوئی بات ہے تو ملک صاحب مجھے بتائیں اس پر کارروائی کی جائے گی۔ ویسے میں یہ عرض کردوں کہ یہ تو محکمے کی مرضی سے ہو رہی نہیں سکتا۔ یہ تو اراکین کا کوٹہ ہوتا ہے اور اس کے مطابق دیہات کو بجلی فراہم ہوتی ہے۔ اپنے آپ تو وہ کسی کو بجلی دے ہی نہیں سکتے۔

ملک طیب خان اعوان: جناب والا! بجلی تو اراکین کی مرضی سے منظور ہوتی ہے لیکن محکمہ اگر چاہے تو وہاں پر 20 گھروں کی شرط پوری نہیں کی جاتی۔ یہی میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں وہ بجلی دینا چاہتے ہیں تو 20 گھروں کی شرط بھی لاگو نہیں ہوتی بغیر مکان کے بھی کھمبے لگائے جاتے ہیں۔ میں آپ کو موقع پر دکھا سکتا ہوں کہ بغیر مکانوں کے بھی کھمبے لگائے ہوئے ہیں' مکانوں کی تو بات درکنار رہی۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! ملک صاحب کا سوال ہے کہ کیا وزیر صاحب کا محکمے کی مرضی کے خلاف اس سے ہٹ کر بھی کوئی حکم جاری کرنے کا ارادہ ہے؟

جناب سپیکر: ملک صاحب کا ضمنی سوال کا جواب دیں گے چیمہ صاحب کے ضمنی سوال کا جواب آپ نہیں دیں گے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: بہتر جناب ۔

جناب والا! عرض یہ ہے کہ اگر کوئی مخصوص مثال ملک صاحب کے پاس ہے تو وہ فرمائیں اس پر اس افسر کے خلاف پوری کارروائی کی جائے۔

جناب سپیکر: درست ہے - جناب حاجی سردار خان صاحب ....

حاجی سردار خان: جناب سپیکر! دیہات کو بجلی کی فراہمی کا مسئلہ بڑا اہم ہے اور کیا یہ میں پوچھ سکتا ہوں کہ جو دیہات ہم نے بجلی کی فراہمی کے لیے دیئے ہیں ان کی جتنی اضافی بستیاں ہیں وہ سب کی سب بجلی فراہم کرنے کے پابند ہونگے۔

ملک طیب خان اعوان: جناب سپیکر! میری ایک بات رہ گئی ہے میں معذرت چاہتا ہوں کہ میں ان کی بات کو کاٹ رہا ہوں۔ کیا وزیر موصوف میرے ساتھ وعدہ فرمائیں گے کہ......

جناب سپیکر: نہیں نہیں ملک صاحب' یہ آپ کی اس بات پر اس موقع پر وعدہ بھی نہیں کریں گے۔ آپ تشریف رکھیں ان کا ضمنی سوال پہلے ہونے دیں۔

حاجی سردار خان: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ اگر یہ صحیح ہے کہ تمام اضافی بستیوں کو بجلی فراہم کرنے کے وہ پابند ہیں تو کیا موضع ہردو سہاری میں تمام بستیوں کو بجلی فراہم ہو چکی ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! یہ جو بستی انہوں نے فرمائی ہے انہوں نے اگر اسے اپنے کوٹے میں ڈال لیا ہے تو ....

جناب سپیکر: جی! آپ نے کہیں اپنے جواب میں بتایا ہے کہ جب ایک دیہات کو بجلی کی فراہمی منظور ہوتی ہے تو اس کی اضافی بستیوں کو بجلی فراہمی کرنے کے پابند ہیں....

وزیر آبپاشی و قوت برقی: نہیں! جناب میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔

جناب سپیکر: تو یہ سوال تو اس کے متعلق ہے لیکن جب آپ نے کہا ہی نہیں ہے تو پھر اس ضمنی سوال کا کوئی مقصد ہی نہیں ہے۔ جناب جوئیہ صاحب۔

حاجی غلام شبیر جوئیہ: جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے کیا وزیر موصوف صاحب یہ فرمائیں گے کہ ایک موضع کی داخلی آبادی کو بجلی ہم دیں تو وہ کہتے ہیں کہ آپ کے ایک موضع کا جو پہلا نام ہے اس میں بجلی لگ چکی ہے۔ اس لئے آپ کی داخلی آبادی کو بجلی نہیں دی جاتی۔ حالانکہ ان داخلی

آبادیوں میں اس موضع میں بیس' پچیس پچیس' دیہات ہیں اور ان مواضعات میں سکول منظور ہیں' ہسپتال منظور ہیں لیکن اس داخلی آبادیوں کو وہ کہتے ہیں کہ بجلی نہیں مل سکتی کیونکہ Census Book میں اس کا نام نہیں ہے۔

جناب سپیکر: تو یہ ایک پالیسی کی بات ہے جو کہ وہ پہلے آپ کو بتا چکے ہیں پھر اس پر ضمنی سوال جوئیہ صاحب کیا ہوا؟

حاجی غلام شبیر جوئیہ: انہوں نے داخلی آبادیوں کے لئے کیا ہے؟

جناب سپیکر: یہ Census Book جو ہے اس میں جس آبادی کا نام نہیں ہے۔ پالیسی کے مطابق اس کو یہ بجلی فراہم نہیں کرسکتے۔ ایسے ہی ہے نا؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جی ہاں۔

جناب سپیکر: اس کے بارے میں کوئی پالیسی میں تبدیلی کرنی ہوگی۔

ملک غلام شبیر جوئیہ: تو ذرا فرما دیں۔ اس میں تبدیلی ہونی چاہیئے کیونکہ موضع میں کافی آبادی ہوتی ہے اس میں بجلی رہ جاتی ہے لہٰذا اس پالیسی پر نظر ثانی کی جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب اس پر کوئی policy Statement دینا پسند کریں گے کہ اس وقت کیا پالیسی ہے اور اس پر مزید آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! میں نے عرض کیا تھا کہ اس پر پالیسی یہ ہے کہ Revenue estate جو ایک دیہات کا نام ہوگا اس کی Revenue estate ایک ہوگی۔ اس کو ایک دیہات کے طور پر بجلی فراہم کر دی جائے گی۔ اور جناب والا! جو آبادی اس کی Revenue estate میں آتی ہی نہیں اس کے متعلق تو کوئی پالیسی ابھی تک نہیں ہے.....

جناب سپیکر: میاں ریاض حسین پیرزادہ صاحب.....

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! میں بھی یہی چاہتا تھا کہ منسٹر صاحب اس پالیسی کو ذرا واضح کر دیں کہ ہم بجلی کی فراہمی کے لیے جو ایک دیہات کا نام دیتے ہیں اس میں آیا ایک Main آبادی کو یہ بجلی فراہم کرتے ہیں یا بیس بیس گھروں کی جتنی آبادیاں اس موضع یا دیہات میں ہیں ان

سب کو یہ بجلی فراہم کریں گے۔ وہ پالیسی کے بارے میں ذرا وضاحت سے بیان کر دیں کیونکہ اس میں سارا وہ سلسلہ چلتا ہے۔

جناب سپیکر: جی! یہ صحیح بات ہے اس میں موجودہ جو پالیسی ہے اس کے بارے تھوڑا سا آپ ہاؤس کو بتا دیں تاکہ پھر اس پر ضمنی سوالات کی ضرورت پیش نہ آئے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ ایک Revenue estate میں آج کل جو اب پالیسی چل رہی ہے اس میں جتنی بھی آبادیاں ہوں گی اور چار گاؤں تک ہر رکن کے لیے کوٹہ جناب چیف منسٹر صاحب نے دیا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ایک left over آبادی ایسے دیہات جن میں بجلی لگ چکی ہے اور ان کے ساتھ کوئی ایک آبادی 20 گھروں کی اگر رہ گئی ہے تو چار دیہات مکمل اور ایک left over آبادی کو ایک سال کے کوٹے میں بجلی فراہم کرنے کا ہمیں حکم صادر فرمایا ہوا ہے۔ اس پالیسی کے اندر رہتے ہوئے اگر کسی فاضل دوست کو شکایت ہو تو ایسی آبادیوں کو بجلی فراہم کروا کر دینا میری ذمہ داری ہے۔

جناب سپیکر: چار دیہات اور اس کے ساتھ صرف ایک اضافی آبادی....

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! اضافی آبادی کا مطلب یہ ہے کہ کسی گاؤں کو اگر بجلی پہلے لگ چکی ہوئی ہے پہلی پالیسی کے مطابق اور اس میں کوئی left over آبادی رہ گئی ہوئی ہے تو ایک left over آبادی اس باقی ماندہ میں سے اور چار مکمل دیہات اس میں چاہے کتنی بھی آبادیاں ہیں' Main گاؤں جو Revenue estate میں آتا ہے اس کو بجلی فراہم کروا کر دینا پنجاب حکومت کی ذمہ داری ہے۔

جناب سپیکر: Main آبادی سے مراد یہ ہے کہ ایک گاؤں جس کی Revenue estate ایک ہے اور اس کا Census hook میں بھی نام ہو اس گاؤں کو بجلی فراہم کریں گے اور اس گاؤں کے ساتھ جو اضافی آبادیاں ہیں ان کو بھی بجلی فراہم کریں گے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جی جناب والا....

جناب سپیکر: کیا پورے گاؤں کو بجلی فراہم کریں گے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جی پورے گاؤں کو کریں گے۔

جناب سپیکر: اور اضافی آبادیوں کو بھی جس آبادی میں 20 گھروں ہیں....

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جی جناب والا!

جناب سپیکر: تو اب میرے خیال میں کوئی ابہام نہیں ہے۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب سپیکر! یہ ٹھیک ہے کہ یہ ایک آبادی کو اس موضع میں Electrify کرتے ہیں باقی اضافی آبادیاں جو 20 گھروں پر مشتمل ہیں وہ اس وقت نہیں کر رہے ہیں۔ فیلڈ میں یہ عمل نہیں ہو رہا جو منسٹر صاحب جواب دے رہیں یہ عمل فیلڈ میں نہیں ہو رہا تو اس کے بارے میں یہ کچھ فرمائیں گے؟

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے.

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! میں نے بات کو بہت واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس سال سے جو موجودہ سال آج ختم ہوا ہے اس سال میں چار دیہات میں کوئی بھی اگر 20 گھروں والی آبادی بھی ساتھ ہے جس میں 20 گھر ہیں اور وہ Revenue estate میں آتی ہے اور ان چار دیہات کو بجلی فراہم کروا کر دینا اور اس کے ساتھ ایک left over آبادی کو جو انہوں نے پچھلے سال گاؤں Eletrify کروائے ہیں۔ ان میں کوئی ایک آبادی رہ گئی ہے اس میں یہ ایک left over آبادی دے سکتے ہیں اس گاؤں کی جو پہلے Electrify ہو چکا ہوا ہے چار دیہات مکمل جن میں 20 گھروں والی آبادیاں بھی شامل ہیں ان کو بجلی فراہم کروا کر دینا حکومت پنجاب کی ذمہ داری ہے -

جناب سپیکر: اب اس میں کوئی ابہام نہیں ہے...

ملک طیب خان اعوان: جناب سپیکر! مجھے چار گاؤں ملے تھے انہیں بجلی فراہم کردی گئی ہے لیکن اضافی بستی کو بجلی فراہم نہیں کی گئی۔

جناب سپیکر: تو وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ انہیں بتائیں...

ملک طیب خان اعوان: نہیں جناب' وہ کہہ رہے ہیں کہ اسے بجلی فراہم کریں گے لیکن ابھی تک فراہم نہیں کی۔

جناب سپیکر: حضور والا! انہوں نے یہ کہا ہے کہ آپ ان کے نوٹس میں لائیں وہ اس بات کو یقینی

بنائیں گے کہ چار دیہات مع مکمل آبادیوں کے اور ایک اضافی آبادی اس گاؤں کی جو پہلے Electirfy ہو چکا ہے....

ملک طیب خان اعوان: جناب! میری نہیں کی گئی...

جناب سپیکر: تو وہ ان کے نوٹس میں لائیں....

ملک طیب خان اعوان: ٹھیک ہے جناب....

جناب سپیکر: جو بھی صاحب جن کی آبادی Electrify نہیں کی گئی وہ وزیر آبپاشی کے نوٹس میں لائیں وہ آپ کو کروا کر دیں گے۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب سپیکر یہ Census Book کس سال میں تیار ہوئی تھی اور پھر جو دیہات بقایا رہ گئے ہیں ان کا اس میں مزید کس سال اضافہ کیا جائے گا.... پانچ سال کے بعد دس سال کے بعد آٹھ سال کے بعد؟ .....

جناب سپیکر: میرے خیال میں آپ یہ سوال Follow نہیں کر سکے....

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! میں سوال کو سمجھا نہیں ہوں....

جناب سپیکر: شاہ صاحب ذرا دھرائیے گا.... میرے خیال میں شاہ صاحب کا سوال یہ ہے کہ یہ جو Census hook تیار کی گئی ہے اس میں تبدیلی کب ہوگی دس سال کے بعد ہونی ہے' آٹھ سال کے بعد ہونی ہے تاکہ جو نئے دیہات آباد ہوگئے ہیں ان کو بھی اس Cnesus hook میں شامل کیا جائے۔

بیگم شاہین منور احمد: پوائنٹ آف آرڈر سر....

جناب سپیکر: جی پوائنٹ آف آرڈر بیگم صاحبہ....

بیگم شاہین منور احمد: جناب سپیکر! میری گزارش یہ تھی کہ صرف دیہات ہی نہیں بلکہ Census book میں جو ڈسٹرکٹ نئے بنے ہیں وہ بھی شامل نہیں ہوئے تو ان کے متعلق بھی یہ کہیں اب جبکہ یہ نکتہ زیر غور آیا ہے۔ جو نئے اضلاع 1891ء کے بعد بنے ہیں وہ Census book میں شامل نہیں ہیں تو اس کے متعلق بھی یہ فرمائیں....

جناب سپیکر: یہ درست ہے کہ لیکن جس ضمن میں یہ بات ہو رہی ہے اس سے متعلقہ یہ بات

Relevant نہیں ہے....

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر....

جناب سپیکر: جی! جنجوعہ صاحب۔ ضمنی سوال ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! ضمنی سوال تو نہیں ہے تھوڑا سا ابہام ہے جس کو واضح کرنے کے لئے وزیر موصوف سے ایک بات پوچھنا چاہوں گا...

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! یہ میرا موضوع تو نہیں ہے۔ میں تو دیہات کو بجلی کی فراہمی کی بات اس وقت کر رہا ہوں یہ سوال وزیر مال سے کرنا چاہیئے۔ جناب والا! یہ ان کا کام ہے....

جناب سپیکر: یہ سوال وزیر مال کے متعلقہ ہے اس وقت وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں....

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! بجلی Census کے بعد ہوتی ہے...

جناب سپیکر: جی! جنجوعہ صاحب آپ کا ضمنی سوال ہے...

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا!...

جناب سپیکر: فرمایئے...

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! میں جناب وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ہر رکن کو کوٹہ میں جو چار چار دیہات دیئے گئے ہیں۔ اس کے جو رولز ہیں ان میں یہ بات شامل ہے کہ اس Revenue estate کے اندر جتنی بھی بستیاں 20 گھروں پر مشتمل ہوں گی ان تمام کی تمام کو بجلی فراہم کی جائے گی لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ 30 جون کو انہوں نے بجلی فراہم کرنے کا یہ کام ختم کر دیا ہے۔ اور ابھی تک ان مواضعات میں ایسی بستیاں موجود ہیں جو 20 گھروں پر بھی مشتمل ہیں اور ان کو بجلی فراہم نہیں کی گئی۔ اب اگر ہم اس کا شکایت وزیر موصوف سے کریں گے تو یہ کہیں گے کہ مالی سال ختم ہوچکا ہے....

جناب سپیکر: نہیں نہیں! اس کا سوال نہیں ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ان کو بتائیں وہ آپ کو Electrify کروا کر دیں گے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا

ہوں کہ میرے حلقے میں جو چار گاؤں منظور ہوئے تھے ابھی تک کسی ایک گاؤں کو بھی بجلی مہیا نہیں کی گئی اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: مولانا صاحب! وہ اس بارے میں کہہ چکے ہیں اور گورنمنٹ کی طرف سے پالیسی بتا چکے ہیں کہ ہر رکن کے حلقہ میں چار دیہات کو بجلی مہیا کرنی ہے۔ اس میں دیہات کی مکمل آبادیاں ہوں گی۔ تو جن صاحبان کے دیہات میں بجلی فراہم نہیں کی گئی وہ وزیر موصوف سے رابطہ کریں۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں کروا کر دوں گا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: ہمارے تو کسی ایک گاؤں میں بھی نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: وہ کہہ چکے ہیں کہ آپ ان سے رابطہ کریں وہ آپ کو کروا کر دیں گے یہ آخری ضمنی سوال رانا پھول محمد خان صاحب کی طرف سے ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر متعلقہ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ایک دیہہ کی آبادی' جو revenue record کے مطابق 6 ہزار ہے۔ اصل گاؤں میں دو ہزار کی آبادی ہے اور اس سے ملحقہ بستیوں چار ہزار کی آبادی ہے کیا ان سب کو ایک گاؤں تصور کیا جائے گا یا نہیں؟

جناب سپیکر: رانا صاحب' سوال کو دہرائیے گا۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ میرا ایک گاؤں لبے جاگیر ہے۔ اس کی آبادی مثال کے طور پر 6 ہزار ہے۔ اصل موضع جو آباد ہے اس کی آبادی 2 ہزار ہے۔ اور 4 ہزار کی آبادی بیس بیس گھروں کی شکل میں آباد ہے اور اس گاؤں کی ریونیو حدود کے اندر ہے۔ کیا اس کو ایک ہی گاؤں تصور کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: وزیر موصوف فرما چکے ہیں کہ پچھلے سال کی بجلی مہیا کرنے کی سکیم کے مطابق اس کو ایک ہی موضع تصور کیا جائے گا اور اس موضع کی ساری آبادیوں کو بجلی مہیا کی جائے گی۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! یہ جواب سراسر غلط ہے - ہمارے ہاں تو بیس بیس گھروں کی آبادیاں ہیں۔ ایک گاؤں کے نام سے جو بجلی منظور ہوئی ہے۔ اور جو انہوں نے چار چار گاؤں میں بجلی مہیا کرنے کے لیے کہا تھا ان کی اضافی بستیوں میں بجلی مہیا نہیں کی گئی اور جن میں لگی ہے۔ دو دو

سال سے ٹرانسفارمر بھی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: یہ دو سال کی بات نہیں کر رہے۔ یہ اس ختم ہونے والی مالی سال کی بات کر رہے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: ملحقہ بستیوں کو بجلی فراہم نہیں کی گئی ہے اور نہ ہی انہیں ایک گاؤں شمار کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: وزیر آبپاشی و برقیات اس بات کا نوٹس لیں کہ یہ رانا صاحب کی طرف سے بھی شکایت کی گئی ہے۔ ان کی اضافی آبادیوں کو بجلی مہیا نہیں کی گئی۔ آپ اس بارے میں ان کو کچھ بتانا چاہیں گے؟

وزیر آبپاشی و برقیات: جناب والا! میں نے بڑا واضح طور پر عرض کیا ہے کہ ایک Revenue estate کو ایک دیہات تصور کیا جائے گا اور اس کو بجلی مہیا کروا دی جائے گی۔

جناب سپیکر: رانا صاحب، آپ نے بات سن لی ہے۔

جناب ریاض حسین پیرزادہ: میں یہ ایک ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ آخری ضمنی سوال تھا۔ اس کے علاوہ اور کسی سوال کی اجازت نہیں دوں گا۔

جناب ریاض حسین پیرزادہ: یہ ایک عوامی مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: جناب یہ ایک عوامی مسئلہ ہے۔ اس عوامی مسئلہ پہ نصف گھنٹے سے زیادہ وقت دیا جاچکا ہے۔

جناب ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! اگر تھوڑی سی مہربانی کریں تو ہمیں اس بات کرنے کے لئے وقت دیدیں۔

جناب سپیکر: توکیا آپ چاہتے ہیں کہ سارا وقفہ سوالات اس ایک سوال پہ ہم صرف کر دیں۔

جناب ریاض حسین پیرزادہ: جناب، یہ پورے پنجاب کی روشنی کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: آپ سب صاحبان کا اس پہ اتفاق ہے کہ وقت دے دیا جائے؟

(سارے ہاؤس نے اتفاق کیا)

جناب ریاض حسین پیرزادہ: ہم چیف انجینئر یا ایس سی کے دفتر میں جب بھی رابطہ کرتے ہیں تو وہ ہمیں مرکز کا ایک نوٹیفیکیشن دکھا دیتے ہیں کہ ایک موضع میں مین آبادی کے ایک دیہات کو ہم بجلی فراہم کریں گے اور جو مزید اضافی بستیاں اسی ریونیو اسٹیٹ میں ہیں اور بیس گھروں سے زیادہ ہیں وہ دو ایکڑ کے فاصلے پہ ہوں یا ایک ایکڑ کے فاصلے پر وہاں پر ایک کھمبا لگانے کو تیار نہیں ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ وزیر صاحب کچھ غلط فہمی میں ہیں۔ یا تو یہ کل آکر ہاؤس میں یقین دہانی کروائیں۔ اور اس پالیسی کے متعلق ہمیں بتائیں ورنہ اس سال جتنے بھی دیہات میں بجلی فراہم کی گئی ہے اس میں صرف ایک دیہات کی بڑی آبادی کو بجلی فراہم کی ہے اور اضافی بستیوں میں بجلی نہیں پہنچائی۔ یا تو یہ کل یقین دہانی کرائیں کہ اس موضع میں جو مزید اضافی بستیاں ہیں ان سب کو یہ بجلی پہنچائیں گے۔ اس کے لئے کل وزیر آبپاشی و پاور (Witout power) ہمیں کل ایوان میں بتائیں۔

وزیر آبپاشی و برقیات: without power والی ذرا زیادتی کی گئی ہے۔ میرے پاس پاور ٹھیک ٹھاک ہے۔

حاجی سردار خان: جناب والا! میں تھوڑی سی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ محکمے والوں نے پالیسی بدل دی ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم پانچ لاکھ روپے تک کا سامان وہاں پہنچائیں گے۔ اس میں جتنی آبادیاں ہو سکتی ہوں گی ہو جائیں گی۔ باقی کی آبادیاں ہم electrify نہیں کریں گے۔ اب یہ ان کی پالیسی ہے یہ اس کا نوٹس لیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب، اس میں غلط فہمی یہ ہے کہ جو معزز اراکین بیٹھے ہیں ان کو آپ نے پالیسی بتائی ہے کہ پچھلے سال کی گورنمنٹ کی پالیسی یہ ہے کہ ایک Reveune estate میں ایک گاؤں ہے اس کے ساتھ جتنی اضافی آبادیاں ہیں ان سب کی سب کو بجلی فراہم ہوئی ہیں۔ اور آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس ممبر کی اضافی آبادیوں بمع گاؤں کے Electrify نہیں ہوئی تو وہ آپ کے نوٹس میں لائیں آپ انہیں بجلی فراہم کرا دیں گے۔ یہاں صورت یہ ہے کہ تقریباً سبھی معزز اراکین کو جو چار چار گاؤں دیے گئے ہیں ان میں سے کوئی بھی صاحب ایسے نہیں ہیں کہ جن کی اضافی آبادیوں کو بجلی فراہم ہوئی ہوں۔ اور اگر کرنی ہے تو وہ اضافی آبادیاں 30 جون کے بعد سبھی معزز اراکین کے حلقوں میں کیسے electrify ہوں گی۔ اس کے بارے میں اگر آپ کچھ بتانا چاہتے ہیں تو بتائیں۔

وزیر آبپاشی و برقیات: میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ 87-1986ء میں یہ پالیسی تھی کہ......

(شور و غوغا)

جناب سپیکر: یہ ذرا سن لیں - آپ اپنی بات کر دیتے ہیں۔ منسٹر ار یگیشن کی بات آپ نہیں سنتے۔ اس لیے یہ غلط فہمی پیدا ہو رہی ہے۔

وزیر آبپاشی و برقیات: جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ 87-1986ء کی پالیسی سے پہلے جو پالیسی تھی وہ یہ تھی کہ main گاؤں کو بجلی فراہم کر دی جاتی تھی اور left over آبادی کے متعلق گورنمنٹ کی علیحدہ ایک سکیم تھی۔ 87-1986ء میں ہمیں جو ہدایت موصول ہوئی تھی وہ یہی ہے کہ چار گاؤں ایک فاضل رکن کے اور ایک left over آبادی ان گاؤں میں سے جہاں بجلی فراہم کی جاچکی ہے۔ اس کو بجلی فراہم کر دی جائے۔ اس میں اگر موقع پر کوئی غلط فہمی ہے اور اگر واپڈا والے اس میں کوئی از خود ترمیم کر رہے ہیں۔ تو جناب والا! میں کل ان سے بات کر کے اس کا مکمل جواب آپ کی خدمت میں عرض کردوں گا۔

جناب سپیکر: کل آپ ہاؤس میں اس پر پالیسی بیان دیں گے؟

وزیر آبپاشی و برقیات: جی ہاں جناب والا!

جناب سپیکر: تو یہ بات طے ہوئی کہ چودھری محمد اقبال صاحب اس پر پالیسی بیان دیں گے۔

حاجی سردار خان: جناب والا! یہ بات واضح کریں کہ واپڈا والے کہتے ہیں کہ اگر خرچ کا تخمینہ 4 لاکھ سے زیادہ ہو تو ہم بجلی مہیا نہیں کرتے۔ اصل بات تو یہ ہے ہماری سکیمیں اسی وجہ سے رکی ہوئی ہیں۔

جناب سپیکر: جو مکمل پالیسی ہے اس پر چوھدری صاحب بیان دیں گے۔

حاجی سردار خاں: شکریہ! جناب سپیکر!

سید محمد عظیم شاہ بخاری: میری عرض یہ ہے کہ دیہات کا جو یہ بجلی کا مسئلہ ہے اس سلسلے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ Census book میں موضع یا چک درج ہے اس میں گاؤں یا دیہات کا کوئی

مسئلہ نہیں ہے۔ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ دیہات ایک بستی کو بھی کہتے ہیں' اسے گاؤں بھی کہتے ہیں۔ یہ جو کہتے ہیں کہ آپ چار دیہات دیں۔۔ چار دیہات کا مقصد کیا ہے کہ بستی یا گاؤں ایک ہے۔ اس کے بعد یہ کہا جاتا ہے کہ ایک موضع کی بڑی بستی کو بجلی فراہم کی جائے گی۔ ایک موضع کے حدود اربعہ میں کم از کم دس بارہ بستیاں ہوتی ہیں جو بیس گھر یا بیس گھر سے زیادہ کی آبادیاں ہوتی ہیں۔ باقی بستیوں کو بجلی فراہم ہو جاتی ہے اور ایک بستی رہ جاتی ہے۔ اس سے اس ایک بستی کے لوگوں کے جذبات بھڑکتے ہیں کہ ایک بستی کو بجلی مل گئی ہے دوسری کو نہیں ملی۔ یہ فارمولا ہماری نمائندہ گورنمنٹ کے خلاف جاتا ہے۔ یا تو یہ کہیں کہ اس سالم موضع کو بجلی دی جائے گی خواہ جتنی بھی موضع میں بستیاں ہوں۔ ایک بستی کر دیتے ہیں اور باقی بستیاں رہ جاتی ہیں اصل مقصد کہنے کا یہ ہے اسے دیہات نہ کہیں موضع کہیں۔ اگر چار دیہات دیتے ہیں تو چار مواضعات دیں۔ موضع میں جتنی بستیاں ہیں ان میں بجلی مہیا ہونی چاہیئے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب تشریف رکھیں۔

جناب ریاض حسین پیرزادہ: کیا منسٹر صاحب واضح پالیسی کا اعلان فرمائیں گے یا پچھلے سال کی Electrification کی پالیسی بیان کریں گے۔ ان سے ایک اور وضاحت یہ بھی چاہیں گے کہ جن افسران اور انجینئرز نے مواضعات میں صحیح طور پر Electrification نہیں کی ان کے خلاف آیا کوئی کارروائی تجویز کی جا رہی ہے؟ کیونکہ ہم ایک سال سے واپڈا والوں کے دفتروں کے چکر لگا لگا کر تنگ آگئے ہیں اور لوگ ہم سے مایوس ہو چکے ہیں۔ ان افسران نے حکومت کی پالیسی پر صحیح طریقے سے عملدرآمد نہیں کیا جس کی سزا ان کو ضرور ملنی چاہیئے' وہ حکومت کی تنخواہیں مفت میں کیوں لے رہے ہیں؟

جناب سپیکر: لالہ مہرلال بھیل صاحب۔

بجلی کی صارفین کو محکمہ کی جانب سے میٹر و سامان بجلی کی فراہمی

* 1276 - جناب لالہ مہرلال بھیل: کیا وزیر آبپاشی و قوت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بہاولپور اور ملتان ڈویژن میں بجلی کی میٹروں کی قلت ہے اور چیف

انجینئر واپڈا انجینئر واپڈا ملتان ریجن نے بجلی کے میٹروں کی بازار سے خرید پر پابندی لگا رکھی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ بہاولپور میں محکمہ کی جانب سے بجلی کے میٹروں اور دوسرے سامان کی فراہمی انتہائی قلیل مقدار میں ہوتی ہے جس کے باعث اس وقت بہاولپور ڈویژن کے اکثر علاقوں میں صارفین کی بھاری تعداد میں درخواستیں التوا میں پڑی ہیں۔ جس کی وجہ سے عوام کو سخت پریشانی لاحق ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پنجاب کے اس پس ماندہ علاقہ میں صارفین کی حق تلفی کا ازالہ کرنے کو تیار ہے تاکہ عوام کو میٹر و دیگر سامان بجلی مہیا ہو سکے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) یہ درست نہیں ہے کہ بہاولپور ڈویژن میں بجلی کے میٹروں کی قلت ہے۔ ملتان ایریا بورڈ میں مورخہ 1-4-86 تک میٹرز کا اسٹاک حسب ذیل تھا۔

سنگل فیز میٹر	7772
تھری فیز میٹر	1624

حقیقت یہ ہے کہ واپڈا نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ صارفین اپنے ذاتی میٹر فراہم نہیں کریں گے۔ چونکہ وہ غیر معیاری میٹر خرید لیتے تھے۔

(ب) یہ درست ہے نہیں کہ بہاولپور سرکل جس میں بہاولپور ڈویژن واقع ہے کو دوسرے سرکلز کی نسبت سامان کم مقدار میں فراہم کیا گیا ہے۔ بلکہ بہاولپور سرکل کو مقابلتاً زیادہ مقدار میں سامان فراہم کیا گیا ہے۔ یہ حقیقت مندرجہ ذیل کوائف کے نقشہ سے متوقع ہوتی ہے۔

نام سرکل	عام کنکشن گھریلو تجارت		انڈسٹریل کنکشن		ٹیوب ویل کنکشن	
	مقررہ ٹارگیٹ	حاصل کردہ ٹارگیٹ	مقررہ ٹارگیٹ	حاصل کردہ ٹارگیٹ		
ٹارگیٹ						
بہاولپور	10,500	11'886	127	236	106	147
ساہیوال	10'500	6'673	127	221	102	204
فسٹ ملتان	4'666	3'339	80	129	29	30

سیکنڈ ملتان	9'333	6'055	89	107	153	133
ٹوٹل	34'999	37'554	423	693	390	514

ملتان ریجن

(ج) مندرجہ بالا کی روشنی میں یہ امر واضح ہے کہ بہاولپور ڈویژن کے صارفین کی قطعی طور پر کوئی حق تلفی نہیں ہوئی ہے۔

MR. SPEAKER Any Supplementary question.

چوہدری احمد خان: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر موصوف سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا یہ فرما سکتے ہیں جیسے کہ جواب میں آیا ہے کہ میٹرز کی کمی نہیں ہے لیکن کیا یہ فرما سکتے ہیں کہ اس سے پہلے صارف کو اجازت ہوا کرتی تھی کہ وہ اپنا میٹر خرید لے اور پھر وہ لیبارٹری سے باقاعدہ ٹسٹ ہو جاتا تھا پھر اس کی تنصیب ہو جاتی تھی' یہ پالیسی کیوں بدل گئی یہ سراسر لوگوں کے نقصان میں ہے اور حکومت کے خلاف جا رہی ہے۔ کیا وزیر موصوف ازراہ کرم اس پالیسی پر غور فرما سکیں گے کہ پہلے والی پالیسی کو ہی لاگو کیا جائے؟

جناب وزیر آبپاشی و برقیات: جناب والا! جہاں تک میٹرز کے بارے میں چوہدری صاحب نے فرمایا ہے اس ضمن میں عرض یہ ہے کہ واپڈا والوں نے اس پر تجربہ کر کے دیکھا تو اس میں میٹرز Defective نظر آئے اور یہ دیرپا نہیں ہیں' اور یہ صحیح سروس نہیں دے رہے۔ یہ کیونکہ وفاقی موضوع ہے اس لئے انہوں نے وہاں پر فیصلہ کیا کہ یہ سکیم اب بند کر دی جائے۔ پہلے دو مراحل تھے پہلے میٹر خود خریدنا پڑتا تھا اور پھر وہ واپڈا سے پاس کروانا پڑتا تھا' اب انہوں نے یہ ذمہ داری خود لے لی ہے وہ خود میٹر مہیا کرتے ہیں اور خود ہی پاس کرتے ہیں تو یہ تبدیلی اس میں ہوئی تھی' یہ چونکہ مرکزی حکومت کا معاملہ ہے اب پھر اس میں وہی تبدیلی کر سکتے ہیں۔

چوہدری غلام احمد خان: جناب والا! میں ایک گزارش کرنا چاہوں گا کہ آپ اس کے متعلق ایک واضح رپورٹ منگوائیں کہ یہ نظام کتنے سال تک چلتا رہا اور اس میں کیا برائی یا کوتاہی پیدا ہوئی جس کے لئے اس سکیم کو تبدیل کرنا پڑا۔ جہاں عوام الناس کی بھلائی کا مسئلہ آتا ہے وہاں پر مرکزی حکومت کا مسئلہ ہمارے ساتھ' ہمارے سامنے اٹھ کھڑا ہوتا ہے' جناب والا! اصل میں رشوت کے محرکات ان میں ہی مضمر ہیں' اس پالیسی کو بدلنا بالکل درست ہے اور لوگوں کے فائدے میں ہے' یہ رشوت کا منبع

ہے اور اس کا طریقہ کار ہے۔

جناب سپیکر: جناب جاوید اقبال چیمہ صاحب ضمنی سوال کریں گے۔ رانا صاحب تشریف رکھیں قبلہ' آپ ذرا تشریف رکھیں۔

جناب جاوید اقبال چیمہ: جناب والا! میں صرف پوائنٹ آف آرڈر پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سوال سارے کا سارا واپڈا سے متعلق ہے جو کہ مرکزی محکمہ ہے اس سلسلے میں جتنے بھی ضمنی سوالات کئے جائیں گے وہ وقت کا ضیاع ہو گا' فہرست میں ایک سوالات ایسے جن کے جوابات بہت ضروری ہیں۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ دیہات کو بجلی فراہم کرنے کا معاملہ پنجاب گورنمنٹ کا معاملہ ہے' کیا خیال ہے چودھری صاحب' مرکزی حکومت سے متعلقہ نہیں ہے۔

جناب وزیر آبپاشی و برقیات: جی ہاں یہ ہمارا معاملہ ہے۔

جناب سپیکر: جناب احمد خان بلوچ صاحب۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب والا! کیا وزیر موصوف یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ پہلے جہاں پر بجلی پہنچائی جاتی تھی اور میٹر لگائے جاتے تھے اس کے میٹروں کا کام بھی Renovation کا شعبہ کرتا تھا' جب لائن مکمل ہوتی تھی ساتھ ہی میٹر بھی وہاں لگا دیئے جاتے تھے اب انہوں نے یہ طریقہ کار بند کر دیا ہے اور کیا یہ درست ہے کہ اب اسے آپریشن کے شعبہ کے حوالے کر دیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: جی بیگم صاحبہ! پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑی ہیں۔

بیگم شاہین منور احمد: جناب والا! اگر آپ اس طرف دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ہمارے ایک ممبر ہیں وہ گفتگو میں لگے ہوئے اور ان کی تصویر بھی اتاری گئی ہے' یہ رولز کے خلاف ہے' آپ ذرا مہربانی کرکے افسران سے بھی کہیں کہ یہ رولز کی خلاف ورزی نہ کریں اور ممبران بھی خلاف ورزی نہ کریں' کیونکہ ان کی تصویر اتاری گئی ہے اور وہ اسے کل کے اخبار میں لگائیں گے۔ اور یہ رکن اسمبلی میاں محمود احمد صاحب ہیں۔

جناب سپیکر: جی احمد خان صاحب۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ پہلے جب بجلی کی یہ لائن کسی دیہات کو پہنچائی جاتی تھی تو اس کے لیے میٹروں کا کام بھی ساتھ ہی ساتھ محکمے والے کرتے تھے اور بہت جلد اس گاؤں کو بجلی مہیا ہو جاتی تھی۔ کیا یہ درست ہے کہ اب ان سے میٹر لگانے کا کام واپس لے لیا گیاہے اور اسے اب آپریشن کے سپرد کر دیا گیا ہے؟ جس سے دو دو سال تک اس دیہات کو بجلی نہیں ملے گی؟

جناب سپیکر: یہ بڑا اہم سوال ہے۔

وزیر آبپاشی و برقیات: کیا معزز رکن اپنا سوال دہرائیں گے؟

جناب سپیکر: اس سوال کو میں دھرا دیتا ہوں۔ کہ میٹر لگانے کا کام احمد خان بلوچ صاحب کی رائے کے مطابق پہلے Construction والے کرتے تھے' واپڈا کا Construction Department پہلے میٹر لگانے کا کام کرتا تھا' یعنی یہ بجلی کی لائن کھینچتے تھے ٹرانسفارمر لگاتے تھے تاریں لگاتے تھے اور میٹر لگا دیتے تھے اور لائن مکمل ہو جاتی تھی اور آپریشن والے اس کا چارج لے کر اس کو چلا دیتے تھے۔ لیکن اب ان کے بقول اس میں تبدیلی آئی ہے' وہ یہ کہ میٹر لگانے کا کام اب آپریشن والوں نے لے لیا ہے' اب Construction والے لائن مکمل کرکے ٹرانسفارمر لگا کر اس کو مکمل کرکے چھوڑ دیتے ہیں اور آپریشن والے میٹر لگاتے ہیں جس سے یہ سارا دھندا چلتا ہے۔ اس وجہ سے اس گاؤں کی Electrification ہو جانے کے باوجود بجلی سپلائی نہیں ہوتی۔ یہ بہت اہم سوال ہے اور یہ Important کا سوال ہے اور میں آپ سے ذاتی طور پر یہ کہوں گا کہ جب آپ کل یہ Policy Statement دیں گے تو میٹر لگانے کے بارے میں اس بات پر غور کیجئے گا کہ یہ میٹرز آپ کا Construction Department ہی لگائے اور ان کے لگانے کے بارے میں کیا قباحت ہے اور جو قباحتیں ہیں ان کو دور کیا جائے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! آبپاشی و قوت برقی میں سب کچھ ہے مگر قوت برقی نہیں ہے۔ باقی جہاں تک آبپاشی کا سوال ہے یہ سو فیصد درست ہے۔

جناب سپیکر: یہ آپ نے کس بات سے نتیجہ اخذ کیا کہ ان میں قوت برقی نہیں ہے۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! جب ہم ان کے دفاتر میں جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم مرکزی حکومت کا Notification تسلیم کرتے ہیں اور پنجاب گورنمنٹ کا Notification نہیں مانتے۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات درست نہیں ہے۔

وزیر آبپاشی و برقیات: جناب والا! میرے فاضل دوست نے مجھ پر حملہ کیا ہے۔ کیا میرے فاضل دوست مجھ سے جب ملیں گے تو انہیں شارٹ پڑنا چاہیئے۔ اور جب انہیں شارٹ پڑے گا تو انہیں قوت برقی کا اندازہ ہوگا۔

جناب سپیکر: جی چودھری محمد اکرم صاحب۔

چودھری محمد اکرم: جناب والا! وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ بہاولپور اور ملتان ڈویژن میں میٹروں کی کمی نہ ہے۔ میں اس ضمن میں آپ کے توسط سے وزیر موصوف سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا 1985-86ء میں جن دیہات کو بجلی فراہم کی گئی ہے۔ اور وہاں کے لوگوں نے میٹرز کو خریدنے کی درخواستیں بھی جمع کروائی ہیں کیا ان کو میٹرز مل چکے ہیں؟

جناب سپیکر: آپ کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔

چودھری محمد اکرم: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ 1985-86ء میں ملتان ڈویژن میں جو دیہات Electrify ہوئے تھے وہاں کے لوگوں نے میٹرز کے حصول کے لئے درخواستیں بھی جمع کروائی ہیں کیا اُن کو میٹرز مل چکے ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! ان اعداد و شمار سے میٹرز کی ساری دستیابی ظاہر ہوتی ہے کہ اس ڈویژن میں کتنے میٹرز دستیاب تھے اگر کوئی مخصوص مثال ہے جہاں میٹرز نہیں لگے تو یہ مجھے لکھ کر دیں میں واپڈا والوں سے کہتا ہوں اور ہم وہاں میٹرز لگوائیں گے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں آپ کے توسط سے جناب وزیر موصوف سے گزارش کروں گا کہ کیا وہ ان لوگوں کو بجلی ٹرانسفارمرز دیں گے۔ جنہوں نے جلے ٹرانسفر رکھے ہوئے ہیں اور سات سال سے ان میں کوئی بجلی نہیں آرہی۔

جناب سپیکر: کیا یہ کوئی مخصوص معاملہ ہے؟

رانا پھول محمد خان: جناب والا! اس لئے میں یہ ان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! یہ چودھری صاحب کے نوٹس میں لائیں۔

رانا پھول محمد خان: تو جناب والا! میری گزارش ہے کہ وہ نوٹ فرما لیں کہ موضع کامنہ میں دو ٹرانسفارمر اب تک جلے ہوئے پڑے ہیں۔

جناب سپیکر: یہ آپ ان کے نوٹس میں ذاتی طور پر لائیں۔ ایوان میں نہ لائیں۔

رانا پھول محمد خان: آپ نے کیا فرمایا جی ------- ؟

جناب سپیکر: یہ آپ ذاتی طور پر ان کے نوٹس میں لے آئیں کہ کون کون سے ایسے گاؤں ہیں ایک گاؤں نہیں بلکہ اور بھی گاؤں ان کے نوٹس میں لے آئیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! یہ بہت سارے گاؤں ہیں جنہوں نے جلے ہوئے ٹرانسفارمرز رکھے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: تو آپ مہربانی سے ذاتی طور پر ان کے دفتر میں ان کے نوٹس میں لائیں۔ جی سجاد احمد چیمہ صاحب۔

جناب سجاد احمد چیمہ: جناب وزیر موصوف نے جو جواب میں عرض کیا ہے کہ واپڈا کی رپورٹ کے مطابق 1986 - 4 - 1 تک میٹرز کا سٹاک حسب ذیل تھا اسمبلی کے نزدیک سب سے بڑی عمارت اور قریب ترین عمارت واپڈا کی ہے وہاں سے یہ اطلاع آئی تھی اور ہمیں یہ سال بھر پہلے کی فیگرز مہیا کی جا رہی ہیں کہ 1986 - 4 - 1 کو یہ سٹاک موجود تھا۔ تو جناب والا! میری گزارش ہے کہ یہ ہمیں بتائیں کہ مارچ 87 تک یا اپریل 87 تک اتنا سٹاک موجود تھا انفارمیشن تو جناب والا! تازہ ترین ہونی چاہیئے۔

جناب سپیکر: تو اس پر ضمنی سوال کیا ہوا؟

جناب سجاد احمد چیمہ: جناب والا! ضمنی سوال یہ ہے کہ ہمیں صحیح اعداد و شمار مہیا کئے جانے

چاہیئے۔ جو پچھلے سال یعنی شروع سال میں جو سٹاک تھا اس کا ہمیں بتا رہے ہیں کہ کیا 86 - 4 - 1 تک یہ سٹاک تھا؟

جناب سپیکر: چیمہ صاحب! یہ پھر ضمنی سوال تو نہ ہوا۔ ضمنی سوال تو سوال کی شکل میں ہونا چاہیئے۔

جناب سجاد احمد چیمہ: جناب والا! میں کہہ رہا ہوں کہ یہ جو ہمیں جواب دے رہے ہیں یہ تازہ ترین اعداد و شمار نہیں ہیں تو کیا وزیر موصوف وضاحت فرمائیں گے کہ اس سال کتنا سٹاک ہے؟

جناب سپیکر: اس سال کتنا سٹاک دستیاب ہے؟

جناب سجاد احمد چیمہ: جی کہ اس سال کتنا سٹاک دستیاب ہے۔

جناب سپیکر: جی۔ چوہدری صاحب کچھ بتا سکیں گے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب سپیکر! سوال کے مطابق یہ جواب عرض کیا گیا ہے جو کچھ انہوں نے پوچھا تھا اس کے پورے اعداد و شمار میں نے عرض کر دیئے ہیں۔ اس میں کوئی ابہام والے اعداد و شمار نہیں ہیں اگر انہیں ان اعداد و شمار پر کوئی اعتراض ہے تو پھر بتائیں تو میں اس پر عرض کر دوں گا۔

جناب سپیکر: وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب سپیکر! بقیہ سوالات کے جوابات آج ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات جناب وزیر آبپاشی و پاور ایوان کی میز پر رکھتے ہیں۔

جناب محمد صدیق انصاری: پوائنٹ آف انفارمیشن - جناب سپیکر! آپ نے وقفہ سوالات کے دوران جناب منسٹر آبپاشی و پاور کو کہا ہے کہ وہ کل پالیسی Matter ایوان میں پیش کریں اور اس میں خاص طور پر یہ کہا گیا ہے کہ کنسٹرکشن ڈویژن اور آپریشن ڈویژن کو میٹر لگانا اور دیہات میں بجلی مہیا کرنا کیوں علیحدہ علیحدہ دیا گیا ہے تو جناب والا! میں صرف یہ انفارمیشن دینا چاہتا ہوں کہ اس پوائنٹ کو منسٹر صاحب ذہن میں رکھیں کہ کنسٹرکشن والے علیحدہ اور میٹر مہیا کرنے والے آپریشن سٹاف علیحدہ

دونوں وقت میں گاؤں کو لوٹتے ہیں۔ تو جناب والا ایسی پالیسی مرتب کریں کہ ایک دفعہ لوٹا جائے۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

دریائے راوی پر پشتے کی تعمیر

☆ 1327 - میاں محمود احمد: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ نے سگیاں' نین سکھ' ڈیرہ مالی والا کے دورہ کے دوران اس علاقہ کو سیلاب سے بچانے کے لیے دریا پر پشتے تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو وزیر اعلیٰ کے احکامات کی روشنی میں اب تک اس میں کیا پیش رفت ہوئی ہے اور کیا حکومت اس سلسلہ میں فوری اقدامات کرنے کو تیار ہے۔ اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو وجہ بیان کی جائے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال)

(الف) اس سلسلہ میں وزیر اعلیٰ صاحب کا کوئی حکم نامہ موصول نہیں ہوا۔

(ب) ایک اخباری خبر کی بناء پر اس علاقہ کا سروے کیا گیا۔ اور اریگیشن ریسرچ انسٹیٹوٹ کو ماڈل سٹڈی کرنے کے لئے سروے پلین مہیا کر دیا گیا ہے۔ ریسرچ انسٹیٹوٹ میں دریا کا ماڈل تیار کر لیا گیا ہے اور ماڈل سٹڈی ہو رہی ہے۔ یہ ماڈل سٹڈی مئی 1985ء میں شروع کی گئی تھی مگر بعد ازاں دائرہ تحقیق بڑھا دیا گیا ہے اب شاہدرہ پل سے بلوکی تک دریا کے بہاؤ سے متعلق تحقیق ہو رہی ہے۔ جس کی روشنی میں سکیم بنائی جائے گی۔

فیڈریل فلڈ کمیشن کی ہدایت کے مطابق کسی بھی فلڈ سکیم کے تیار کرنے سے پہلے اس کی ماڈل سٹڈی اور ریسرچ کی ایڈوائس ضروری ہے۔ لہذا جونہی ریسرچ کی رپورٹ موصول ہوئی سکیم تیار کر کے منظوری کے لئے پیش کر دی جائے گی۔

ایڈہاک سب ڈویژنل آفیسرز کو مستقل کرنے کے لئے اقدامات

☆ 1328- سید محمد اقبال احمد شاہ۔ کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ انہار میں تقریباً" 52 انجینئرنگ گریجوایٹ ایڈہاک بنیاد پر بطور سب ڈویژنل آفیسر کام کر رہے ہیں۔ ان کو محکمہ میں خدمات سرانجام دیتے ہوئے دو سال سے

زیادہ عرصہ گزر چکا ہے لیکن ابھی تک ان کی مستقلی کے بارے میں کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ صوبہ میں تقریباً" چار دفعہ ایڈہاک لیکچراروں کو پبلک سروس کمیشن کے امتحان کے بغیر مستقل کیا گیا ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ بالا ایڈہاک ڈویژنل آفیسرز کو مستقل کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال)

(الف) جناب وزیر اعلیٰ کی طرف سے ایڈہاک افسران کی باضابطہ تقرری اور پبلک سروس کمیشن کی ہدایت کے موصول ہو جانے کے بعد اس وقت صرف 18 افسران ایڈہاک بنیاد پر کام کر رہے ہیں۔ سب انجینئرز کی ترقی بطور اسسٹنٹ ایگزیکٹو انجینئر بھی کی جا رہی ہے۔ اس لئے مزید ایڈہاک افسران کی باضابطہ تقرری کی ضرورت نہ رہی ہے۔

(ب) یہ جزو محکمہ تعلیم سے متعلقہ ہے۔ مذکورہ محکمہ سے دریافت کیا گیا اور معزز ممبر کی بات کی تصدیق ہو گئی ہے۔

(ج) محکمہ تعلیم کی مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے خالی آسامیوں کو مستقل طور پر پُر کرنے کے لیے محکمہ انہار کے ایسے ایڈہاک ایس۔ ڈی۔ او جن کی عارضی سروس دو سال سے اوپر ہو چکی تھی۔ کی مستقل بنیادوں پر تعیناتی کے لئے کیس تیار کیا گیا اور اس طرح 33 ایڈہاک SDOS کی باقاعدہ تقرری کی منظوری دی گئی۔ اور دریں اثناء پبلک سروس کمیشن نے 73 افسران کی باضابطہ تقرری کی منظوری دے دی اب مزید ایسے افسران کی باقاعدہ تقرری کی ضرورت نہیں ہے۔

تھل نہر کر واٹر الاؤنس میں اضافہ' کناروں پر واقع درختوں کی نیلامی

☆1329 - **سید محمد اقبال احمد شاہ**: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) تھل نہر کا واٹر الاؤنس 3.18 ہے جبکہ یہ پورے کا پورا علاقہ ریتلا ہے اور یہاں پانی کی ضرورت زیادہ ہے اس سے ملحقہ علاقہ جو کہ مظفر گڑھ نہر سے سیراب ہوتا ہے اس کا واٹر الاؤنس 2.28 ہے اور یہ علاقہ تقریباً" سارا پکی زمین پر مشتمل ہے لہذا تھل نہر کا واٹر الاؤنس 7.0 کیا جانے سے پانی کی کمی پوری ہو سکتی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ تھل نہر پر مٹی کا کام کیا گیا ہے اور اب یہ نہر اس قابل ہے کہ اس میں مزید پانی چھوڑا جا سکتا ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ اس وقت مذکورہ نہر 7500 کیوسک چلتی ہے اور اس میں بھی ڈائریکٹر ریگولیشن کے حکم کے مطابق کمی بیشی ہوتی رہتی ہے جس سے وارہ بندی ہفتہ کی بجائے زیادہ ہو جاتی ہے۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس نہر کا ڈائزائن ڈسچارج 10,000 کیوسک ہے اور اس کو پورا 10,000 کیوسک چلانے سے پانی کی کمی پوری ہو سکتی ہے۔

(ر) کیا یہ بھی درست ہے کہ تمام نہروں کے ساتھ درخت شیشم بہت عرصہ سے کھڑے ہیں اور اب ان کی لکڑی بالکل تیار ہے۔ اور ان درختوں کی نیلامی سے گورنمنٹ کو کروڑوں روپے کی آمدن ہو سکتی ہے اگر ایسا ہو تو کیا حکومت مذکورہ ایستادہ درختوں کو نیلام کرنے اور ان کی جگہ نئے درخت لگانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب محمد اقبال

(الف) تھل نہر کا واٹر الاؤنس 3.18 ہے اگر اس کو بڑھایا گیا تو سیم ہونے کا خطرہ ہے۔ مزید برآں یہ مسئلہ اس وقت تک نہیں اٹھایا جا سکتا ہے۔ جب تک کے سندھ طاس کے پانی کی بین الصوبائی کے تنازعہ کا حل نہیں ہو جاتا۔

(ب) تھل نہر پر مٹی کے کام کی وجہ سے اس میں حق پانی چھوڑنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے۔ اس کا حق ڈسچارج 7500 کیوسک ہے اس وقت یہ 7200 کیوسک چل رہی ہے مزید پانی کی گنجائش نہ ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ اس وقت نہر 7500 کیوسک چل رہی ہے اور اس میں ڈائریکٹر ریگولیشن کی ہدایات کے مطابق کمی بیشی ہوتی ہے جس سے وارہ بندی متاثر ہوتی ہے۔

(د) یہ درست نہ ہے کہ اس کا ڈیزائن ڈسچارج 7500 کیوسک ہے اس میں 10000 کیوسک پانی چلانے کی گنجائش نہ ہے۔

(ر) نہر کے ساتھ درختوں کی نیلامی وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہے اور ایسا کرنا حکومت کے پروگرام میں شامل ہے۔

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

قبائلی علاقہ کے لیے بجلی کی فراہمی

☆ 1333 - **سردار فتح محمد خان**: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ضلع ڈیرہ غازیخان کے قبائلی علاقہ میں کسی بھی دیہات کو بجلی کی سہولت میسر نہیں۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ ذمہ داری صوبہ بلوچستان کی ہے یا پنجاب کی ہے کیا حکومت مذکورہ قبائلی علاقہ کے لیے بجلی کی بہم رسانی پر غور کر رہی ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال):

(الف) اس ضمن میں واپڈا سے رپورٹ حاصل کی گئی ہے اس رپورٹ کے مطابق یہ درست ہے کہ ضلع ڈیرہ غازی خان کے قبائلی علاقہ میں کسی دیہات کو ابھی تک بجلی مہیا نہیں کی گئی ہے۔

(ب) واپڈا کی اطلاع کے مطابق ضلع ڈیرہ غازی خان کے قبائلی علاقہ میں بجلی کی لائینوں کا ابھی تک کوئی نظام موجود نہیں ہے۔ تاہم فورٹ منرو میں ایک گرڈ اسٹیشن واپڈا کے پروگرام میں شامل ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ اس گرڈاسٹیشن کی تکمیل دسمبر 1987ء تک مکمل ہو جائے گی۔ اس گرڈاسٹیشن کی تعمیر کے بعد اس علاقہ میں بجلی مہیا ہو جائے گی۔ اس کے بعد مذکورہ قبائلی علاقہ کے دیہات کو بھی بجلی فراہمی کے لیے مرحلہ وار پروگرام کے تحت حکومت پنجاب کارروائی کرے گی۔

تحصیل تونسہ میں رود کوہیوں سے پانی کی فراہمی

☆ 1334 - **سردار فتح محمد خان**۔ کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان میں رود کوہیوں کو کنٹرول کرنے اور ان کے پانی کو آبپاشی کے لیے استعمال کرنے کی خاطر کوئی ٹھوس منصوبہ بندی نہیں کی گئی۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔ اور کب تک حکومت اس کی منصوبہ بندی کرنے کو تیار ہے جس سے رود کوہیوں سے پانی فراہم کیا جا سکے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال):

(الف) یہ درست نہیں ہے۔ رودکوہیوں کو کنٹرول کرنے اور ان کے پانی کو آبپاشی کے لیے

استعمال کرنے کی خاطر (NES PAK) کے ذریعے ایک ٹھوس مرحلہ وار پروگرام بنوایا گیا ہے اس کے پہلے مرحلہ میں رود کوہی مٹھانواں کو کنٹرول کرنے کے لیے سکیم بنائی گئی تھی۔ جو مختلف مراحل سے ہوتی ہوئی اس وقت مرکزی حکومت کے پاس آخری منظوری کے لیے زیر غور ہے۔ اس کا تخمینہ تقریباً" 2 کروڑ روپے ہے۔ مرکزی حکومت کی سنٹرل ڈویلپمنٹ ورکنگ پارٹی نے سکیم مذکورہ کی (Concept Clearance) کر دی ہے۔ مگر ابھی سکیم منظوری اور فنڈ ملنے کے بعد اس رود کوہی پر کام ہو جائے گا۔ تو حاصل کردہ تجربات کی روشنی میں دوسری رودکوہیوں پر کام شروع کر دیا جائے گا۔

تاہم موجودہ حکومت نے ان پہاڑی نالوں کے لیے خصوصی ترقیاتی پروگرام کے تحت پچادھ رقبہ کے لیے تقریباً" پچھلے سال 87 لاکھ روپے خرچ کئے اور پانچ عدد گنڈاجات تعمیر کیے جس سے تقریباً" 80 ہزار ایکڑ رقبہ رودکوہیوں کے پانی سے سیراب ہوا۔

اس سال بھی تقریباً" 40 لاکھ روپے کی رقم سے مزید 4 عدد گنڈاجات تعمیر کیے جا رہے ہیں جن کی تعمیر سے جو پانی ان رقبہ کے علاوہ سکیم بنام پائلٹ پراجیکٹ مٹھانواں ہل ٹورنٹ (Pilot Project Mithanwan Hill Torrent) پر کام مرکزی حکومت سے منظوری اور فنڈز کی فراہمی کے بعد شروع کیا جائے گا۔

جمال پارک میں بجلی کی سپلائی

☆ 1398- **میاں محمد اسحاق** - کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ جمال پارک ملتان روڈ لاہور کے مکینوں کو بجلی کی سپلائی جس واحد تار سے دی گئی ہے وہ عارضی ہے اور مکانوں کی چھتوں اور دیواروں کے سہارے ہونے کی وجہ سے اکثر جانی اور مالی نقصان کا سبب بنتی رہتی ہے۔ کیا حکومت اس کا سدباب کرنے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو کیا وجوہات ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ جمال پارک کے لیے صرف بیس یا پچیس بجلی کے کھمبوں کی ضرورت ہے۔

(ج) آیا یہ بھی حقیقت ہے کہ واپڈا جمال پارک کی ملحقہ آبادیوں میں بجلی کے کھمبے نصب کر رہا ہے۔ لیکن مذکورہ آبادی کے مکین اس سے محروم ہیں۔

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت جمال پارک میں بجلی کے کھمبے نصب کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال) اس ضمن میں واپڈا سے رپورٹ لی گئی ہے اور اس کے مطابق جواب حسب ذیل ہے۔

(الف) یہ درست ہے کہ جمال پارک ملتان روڈ لاہور کے مکینوں کو ایل۔ ٹی۔ لائن کے آخری پول سے ایک تھری فیز پی۔ وی۔ سی کیبل کے ذریعے ایک مکان سے دوسرے مکان میں بجلی فراہم کی گئی ہے۔ اس علاقہ میں تاحال کوئی حادثہ پیش نہیں آیا تاہم بجلی کے نظام کو بہتر کرنے کے لیے واپڈا تیار ہے۔ جمال پارک کے علاقہ میں بجلی کی فراہمی کے نظام کی تجدید Renovation کے لیے متعلقہ ایکسین کو ہدایت کر دی گئی ہے۔ اور یہ کام سال 87-1986ء میں مکمل ہو جائے گا۔

(ب) یہ درست ہے کہ جمال پارک میں باقاعدہ بجلی کی فراہمی کے لیے 20 یا 25 کھمبوں کی ضرورت ہے۔

(ج) یہ درست نہیں ہے کہ جمال پارک کی ملحقہ آبادیوں میں بجلی کے کھمبے لگائے جا رہے ہیں۔ تاہم جیسا کہ جزو (الف) میں بیان کیا گیا ہے جمال پارک میں بجلی کی فراہمی کے نظام کی تجدید (Renovation work) جس میں بجلی کے کھمبے نصب کرنا بھی شامل ہے کے لیے متعلقہ ایکسین واپڈا کو پہلے ہی 87-1986ء کے دوران یہ کام مکمل کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

(د) جزو ہائے (الف) و (ج) میں پہلے ہی وضاحت کر دی گئی ہے کہ سال 87-1986ء میں جمال پارک میں (Revovation work) جس میں کھمبے نصب کرنا بھی شامل ہے مکمل ہو جائے گا۔

ضلع شیخوپورہ میں بجلی کے کنیکشنوں کی بحالی

☆ 1441- **میاں محمد اسحاق:** کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ ضلع شیخوپورہ کے علاقہ سکارپ میں بجلی کی سپلائی کے تمام کنیکشن کاٹ دیئے گئے ہیں۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی کیا وجوہ ہیں۔ کیا حکومت متذکرہ کنیکشنوں کو زرعی معیشت کے مفاد کے لیے بلا تاخیر بحال کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو

اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) یہ درست نہ ہے سکارپ نمبر1 کے ٹیوب ویلوں کو بجلی کی سپلائی جاری ہے۔

(ب) جزو (الف) میں جواب دیا گیا ہے سکارپ نمبر1 کے ٹیوب ویلوں کی بجلی بحال ہے۔

موضع منجر چٹھہ پانڈو کے اور علی پور چٹھہ میں آبپاشی

☆ 1460- **جناب شوکت حیات چٹھہ:** کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ (Command Area) میں پانی کی فراہمی محکمہ آبپاشی کی ذمہ داری ہے۔

(ب) اگر (Command Area) کو محکمہ آبپاشی پانی دینے کا پابند ہوتا ہے تو کیا موضع منجر چٹھہ پانڈو کے اور علی پور چٹھہ کا تقریباً" 4000 ایکڑ رقبہ جو کہ ہیڈ چھاواں سے منجر مائنر سے (Command Area) میں آتا ہے۔ وہ بھی سیراب ہو سکتا ہے۔

(ج) کیا مذکورہ رقبہ کو سیراب کرنے کے لیے محکمہ کوئی بندوبست کر رہا ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) حرف سی سی اے کے اندر واقع کمانڈڈ رقبہ جات کو پانی فراہم کرنا محکمہ آبپاشی کی ذمہ داری ہے تاہم سی سی اے سے باہر یا محدود آبپاشی سے ملحقہ بڑے بڑے رقبہ جات کو بھی متعلقہ موگہ کے رقبہ کے دس فیصد تک نہری پانی منظور کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک ایسے بڑے رقبہ جات کا تعلق ہے۔ اس کو موجودہ پالیسی کے مطابق پانی کی فراہمی پر سندھ طاس کے پانی کی بین الصوبائی تقسیم کا تنازعہ کے حل کے بعد بھی غور کیا جا سکتا ہے۔

(ب) موضع منجر چٹھہ پانڈو کے اور علی پور چٹھہ کا رقبہ علی الترتیب 19 ایکڑ اور 340 ایکڑ رقبہ پہلے ہی راجباہ منجر سے سیراب ہو رہا ہے باقی ماندہ رقبہ لوئر چناب کینال سے بذریعہ فلو سیراب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رقبہ کی سطح پانی سے تقریباً" 9 فٹ اونچی ہے۔

(ج) مذکورہ رقبہ کو سیراب کرنے کے لیے محکمہ نے 71.67 لاکھ روپے کی لاگت سے ہائی لیول چینل تعمیر کرنے کا منصوبہ تیار کیا ہے۔ جس کے مطابق اس رقبہ کو پانی لفٹ کر کے سیراب کیا

جائیگا۔ یہ سکیم محکمہ پلاننگ و ڈویلپمنٹ کو بھجوا دی گئی ہے۔

ڈیرہ غازی خان اور راجن پور کے اضلاع کے پہاڑی نالوں کے پانی کو منضبط کرنا

☆ 1500- جناب نصر اللہ دریشک: کیاوزیر آبپاشی وقوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ ڈیرہ غازی خان اور راجن پور کے اضلاع میں پہاڑی نالوں نے ہر سال فصلوں اور جائیدادوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو ڈیرہ غازیخان اور راجن پور اضلاع کے پسماندہ علاقوں کے غریب مکینوں کی جائیداد اور فصلوں کو بچانے کی غرض سے پہاڑی نالوں کے پانی کی فراہمی کو منضبط کرنے کے لیے حکومت کیا اقدامات تجویز کر رہی ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) فصلوں کی حد تک نقصان واجبی ہوتا ہے۔

(ب) موجودہ حکومت نے ان پہاڑی نالوں کے لیۓ خصوصی ترقیاتی پروگرام کے تحت بچاوہ رقبہ کے لیے تقریبا" 87 لاکھ روپے پچھلے سال خرچ کیۓ اور پانچ عدد گنڈھاجات تعمیر کیے جس سے تقریبا" 80 ہزار ایکڑ رقبہ رودکوہیوں کے پانی سے سیراب ہوا اس سال بھی تقریبا 40 لاکھ روپے کی رقم سے مزید چار عدد گنڈھاجات تعمیر کیے جا رہے ہیں جن کی تعمیر سے جو پانی ان رقبہ جات کی فصلات کو نقصان پہنچاتا تھا اب آبپاشی کے کام آئے گا۔

موجودہ حکومت رودکوہیوں کو کنٹرول کرنے اور پانی کو زیر استعمال لانے کے اقدامات کر رہی ہے اس کے علاوہ NES PAK سے ایک سکیم بنام Pilot Project مٹھانواں Hill Torrent بنوائی گئی ہے جس کا تخمینہ 5 کروڑ 97 لاکھ روپے ہے یہ سکیم مختلف مراحل طے کرتی ہوئی اس وقت مرکزی حکومت کے پاس آخری منظوری کے لیۓ پڑی ہے۔

مندرجہ بالا سکیم کو عملی طور پر بروئے کار لانے کے بعد اس کے تجربات کی روشنی میں رودکوہیوں کے لیے مزید سکیمیں بنائی جائیں گی۔

داجل پراجیکٹ پر عمل در آمد کرانا

☆ 1501- **جناب نصر اللہ خان دریشک**: کیا وزیر آبپاشی وقوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ داجل پراجیکٹ کی تکمیل نہ ہونے کی وجہ سے ضلع راجن پور میں بہت سا علاقہ بنجر پڑا ہے۔

(ب) آیا یہ امر واقع ہے کہ حکومت پنجاب نے ایک جامع داجل پراجیکٹ تیار کیا تھا اور اسے وفاقی حکومت کو پیش کیا تھا اگر ایسا ہے تو یہ منصوبہ کب وفاقی حکومت کو پیش کیا گیا۔

(ج) صوبائی حکومت نے حکومت پاکستان سے داجل پراجیکٹ منظور کروانے کے لیے کیا اقدامات تجویز کیے ہیں کیونکہ قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے ہر سال منصوبہ کی لاگت بڑھ رہی ہے۔

(د) آیا یہ امر واقع ہے کہ داجل پراجیکٹ کی وجہ سے بہت سی زمین کار آمد ہو جائیگی اگر ایسا ہے تو مجوزہ داجل پراجیکٹ سے کتنا علاقہ سیراب ہو گا۔

(ہ) آیا یہ امر واقع ہے کہ اس علاقہ کی ترقی پاکستان کی خوراک اور ریشے کی بڑھتی ہوئی ضروریات پورا کرنے میں بہت مدد دے گی؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) درست ہے۔

(ب) داجل برانچ کی توسیع کی سکیم مالیتی 59.97 کروڑ روپے حکومت پنجاب نے تیار کرنے بعد مرکزی حکومت کو آخری بار اکتوبر 1985ء میں بھیجی تھی۔

(ج) صوبائی حکومت نے داجل پراجیکٹ نومبر 1970ء میں تیار کر کے مرکزی حکومت کو بھجوائی حکومت پنجاب کی کوششوں سے سکیم NCNEC کی میٹنگ مورخہ 73-2-27، 73-5-3، 77-1-22 اور 84-2-12 میں زیر بحث آئی مگر ہر بار سکیم کو محض اس لیے التوا میں رکھا گیا کہ جب تک دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم کا فیصلہ نہیں ہو جاتا اس منصوبہ پر عمل در آمد نہیں ہو سکتا سولہ سال کے دوران قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے پراجیکٹ کا تخمینہ 847 لاکھ سے بڑھ کر 59977 لاکھ روپے ہو گیا ہے۔

(د) داجل پروجیکٹ کے عمل در آمد سے 1416028 ایکٹر زمین سیراب ہو سکے گی۔

(ہ) درست ہے۔

نہر مرالہ راوی لنک سے کاشتکاروں کے نقصان کا ازالہ

☆ 1541- **سید اقبال احمد**: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) نہر مرالہ راوی لنک 1985ء اور 1986ء میں کون کونسی تواریخ کو کھولی گئی تھی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ نہر سیزنل ہے اور اس میں 1986ء میں مارچ میں پانی چھوڑ دیا گیا اور اپریل کے آخری ہفتے فل چلا دیا گیا۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ قبل ازیں گندم کی کٹائی کے وقت اس نہر میں پانی نہیں چھوڑا جاتا تھا اور اب اس وقت پانی چھوڑنے سے ہیڈ مرالہ سے ساہوالہ تک پچیس میل کے علاقہ میں نہر کے دونوں کناروں کے ساتھ ساتھ گندم کے کھیتوں میں تین سے چھ انچ تک پانی کھڑا ہے جس سے کاشتکاران سال بھر کی محنت سے محروم ہو گئے ہیں۔

(د) اگر جزو (ب) اور (ج) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ بالا علاقہ کے کاشتکاران کے نقصان کا ازالہ کرنے کو تیار ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) 1985ء میں نہر مرالہ راوی لنک مورخہ 14 مئی سے کھولی گئیں۔ 1986ء میں یہ لنک مورخہ 25 فروری 1986ء سے چلائی گئیں۔

(ب) یہ نہر سیزنل نہیں بلکہ ایک رابطہ نہر ہے جو کہ دریائے چناب کا پانی حسب ضرورت دریائے راوی میں ڈالتی ہے اس میں مارچ 1986ء سے پانی چل رہا ہے جیسے جیسے دریائے چناب میں پانی بڑھتا ہے مرالہ راوی لنک بڑھاتی رہتی ہیں اپریل کے آخری ہفتہ میں یہ نہر 5000 تا 12500 کیوسک چلائی گئی جب کہ اس کا (انڈینٹ) 15000 کیوسک ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ اس لنک میں قبل ازیں گندم کی کٹائی کے موسم میں پانی نہیں چھوڑا گیا کیونکہ اس کی ضرورت پیش نہیں آئی یہ بھی درست ہے لنک کے کھولنے سے اس لنک کے ساتھ چند نشیبی کھیتوں میں ایک انچ سے تین انچ تک پانی نمودار ہوا تھا جونہی یہ بات محکمہ کے نوٹس میں آئی لنک کو مزید کم کر دیا گیا جس سے کھیتوں میں اضافی پانی کے مضر اثرات بڑی حد تک کم ہو گئے ہیں۔

(د) جواب جزو "ج" میں مندرج ہے۔

موضع رنسنکے کے رقبہ کی نہری چک بندی میں شمولیت

☆ 1555- چودھری محمد اصغر: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موضع رنسنکے تحصیل ضلع گجرات کے باشندگان نے محکمہ انہار گجرات ڈویژن کو درخواست دی تھی کہ ہمارا رقبہ نہری چک بندی میں شامل کر کے نہری پانی مہیا کیا جائے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ انہار نے 1253 ایکڑ کو رقبہ چک بندی میں شامل کرنے کی سفارش کی ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ پاہڑیا نوالی مائنر میں سے کچھ مالکان نے رقبہ کٹوا لیا ہے اور اس مائینر میں 253 ایکڑ کا پانی فالتو ہے اور اس بناء پر سپرنٹنڈنگ انجینئر محکمہ انہار جہلم نے اس گاؤں کا 253 ایکڑ رقبہ شامل کرنیکی سفارش چیف انجینئر سرگودھا کو کر دی ہے اگر ایسا ہو تو مندرجہ بالا رقبہ کو کب تک نہری پانی دیا جائے گا؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) یہ درست ہے محمد شریف ولد غلام حیدر وغیرہ قوم جٹ وڑائچ سکنہ رنسنکے تحصیل ضلع گجرات نے 6-2-85 کو درخواست دائر کی کہ موضع رنسکے میں تقریباً 1400 ایکڑ رقبہ بنجر پڑا ہے۔ اس کو پاہڑیانوالی مائنر کی چک بندی میں شامل کرنے کے بعد برجی 33925 بائیں سے ایک نیا موگہ دیا جائے۔

(ب) رقبہ زیر بحث ٹیوب ویل نمبر 94 پی انچ (یو سی اے) کی چک بندی میں پہلے ہی شامل ہے اور موقع پر بخوبی آبپاشی ہو رہا ہے اس ٹیوب ویل کے زیر آمدہ رقبہ کی اوسط آبپاشی تقریباً 140 فیصد ہے لہذا یہ رقبہ بنجر نہ ہے درخواست دھندگان کے ایما پر ایک مثل زیر غور ہے جس میں رقبہ متذکرہ کو پاہڑیانوالی کی مائنر کی چکبندی میں شامل کرنے کی تجویز ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ پاہڑیانوالی مائنر پر کچھ مالکان نے 252 ایکڑ رقبہ سی سی اے سے خارج کروالیا ہے اور اس رقبہ کا پانی مائنر میں فالتو ہے اس بنا پر سپرنٹنڈنگ انجینئر انہار جہلم نے چیف انجینئر سرگودھا کو کیس سفارش کی تھی۔ جہاں وہ چند فنی تقاضوں کی تکمیل کے لئے زیر غور ہے۔

سیم نالہ ہلکی تحصیل پھالیہ پر پل کی تعمیر

☆ 1552- **چودھری محمد اصغر**: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موضع ساہنپال تحصیل ضلع گجرات کے مکینوں نے محکمہ انہار سیم تھور کو درخواست دی تھی کہ ہمارا زیادہ رقبہ گاؤں کے جنوب سیم نالہ ہلکی سے پار ہے اور اس میں ہمیشہ پانی رہتا ہے ہماری عورتیں اور بچے ڈیروں پر فصل وغیرہ کے لئے جاتے ہیں اور اس نالہ سیم پر کوئی پل وغیرہ نہیں ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ 2 /3 سال سے اس نالہ پر پل تعمیر کرنے کی سفارش ڈپٹی کمشنر نے محکمہ کو بھی کی تھی اور محکمہ انہار نے پل تعمیر کرنے کی منظوری بھی دیدی ہوئی ہے لیکن پل تعمیر کے لئے محکمہ کو فنڈ نہیں مل رہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہو تو کتنے عرصہ سے پل منظور ہو چکا ہے اور اس کو کب تک تعمیر کیا جائے گا۔ تاکہ گاؤں کے لوگوں کی یہ مصیبت رفع ہو سکے۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ سیم نالہ ہلکی آر کیولنک کے نیچے سے سائیفن کے ذریعہ گزرتا ہے اور اس سائیفن میں رکاوٹ کی وجہ سے بارش پوری طرح ہونے کی وجہ سے فصل تباہ ہو جاتی ہے اگر ایسا ہو تو کیا محکمہ اس رکاوٹ کو دور کرنے کو تیار ہے کیونکہ بارش کا پانی کئی دن کھڑا رہتا ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) اس پل کی تعمیر کے لیے مالی سال 88-1987 کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں رقم مہیا کرنے کے لیے محکمہ پلاننگ اور ڈویلپمنٹ سے رجوع کیا گیا مگر وسائل کی کمی کی وجہ سے فنڈز مہیا نہ ہو سکے لہٰذا آئندہ سال میں فنڈز مہیا کرنے کی تحریک کی جائے گی اور فنڈز مہیا ہونے پر کام شروع کر دیا جائے گا۔

(د) یہ درست ہے کہ متذکرہ سیم نالہ ہلکی نہر آر کیولنک کی برجی نمبر 139405 پر سائیفن کے

ذریعے گزرتا ہے سائیفن میں تا حال کوئی رکاوٹ نہیں اور نہ ہی سیم نالہ ہلکی میں کوئی رکاوٹ ہے۔

آبیانہ کی شرح میں اضافہ کا سدباب

☆ 1237- **جناب محمد جاوید اقبال چیمہ**: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے سیم کی سطح کو کم کرنے کے لیئے 1960ء میں سکارپ سکیم ٹیوب ویل سکیم کا اجراء کیا تھا۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ لالیاں سکارپ سکیم میں 1963ء میں ٹیوب ویل چالو کیئے گئے جس سے اس علاقے میں پانی کی مقدار برائے آبپاشی دگنی ہو گئی۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ دگنا پانی ہو جانے کی وجہ سے کاشتکاروں کا زیر کاشت رقبہ دگنا ہو گیا۔

(د) اگر جز (د) بالا کا جواب اثبات میں ہے کیا حکومت اس ناانصافی کو ختم کرنے کے لیئے تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) جی ہاں۔

(ب) جی ہاں۔ لالیاں سکیم کے ٹیوب ویل سکارپ نمبر 2 کے تحت سال 64-1963 کے دوران چلائے گئے۔ اور اس سے شرح آبپاشی (Water Allowance) دگنی ہو گئی۔

(ج) آبپاشی کے لیے ٹیوب ویلوں سے زائد پانی کی مقدار سے نہ صرف فصلات کو مطلوبہ مقدار میں پانی میسر ہوا بلکہ اس سے زائد رقبہ بھی زیر کاشت آیا۔ اس طرح سکارپ نمبر 2 کا سالانہ رقبہ کاشتہ جو 64-1963 میں 87 فیصد تھا بتدریج بڑھ کر 85-1984 میں 121 فیصد ہو گیا۔ اس دوران سالانہ رقبہ کاشتہ میں اضافہ 39 فیصد ہوا۔

(د) سکارپ ایریا میں جہاں آبپاشی کے لیے اضافی پانی ٹیوب ویلوں سے مہیا کیا جا رہا ہے وہاں ڈبل آبیانہ لگایا گیا ہے۔ جیسا کہ جزو (ب) میں بیان کیا گیا ہے۔ سکارپ رقبہ جات میں شرح آبپاشی (Water Allowance) دگنی ہو گئی ہے اور اس شرح سے پانی نہ صرف سابقہ رقبہ کاشتہ

کو مہیا کیا گیا بلکہ اضافی رقبہ کو بھی اسی شرح سے پانی دیا جا رہا ہے۔ اس سے زرعی پیداوار بڑھنے کے سبب کاشتکار کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ آبیانہ کی شرح دوگنی کر کے کاشتکار پر مزید بوجھ ڈال دیا گیا ہے مناسب نہیں۔

جیسا کہ جزو (د) میں وضاحت کی گئی ہے ڈبل آبیانہ نا انصافی نہیں۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حکومت پنجاب میں مختلف سکارپ منصوبوں کی دیکھ بھال اور ٹیوب ویلوں کی مرمت اور ان کو چلانے کے لیے سال 86-1985 کے بجٹ کے مطابق 65 کروڑ روپے خرچ کر رہی ہے جب کہ ڈبل آبیانہ کے باوجود اس مد سے تقریباً" 13 کروڑ روپے کی رقم وصول ہونے کی توقع ہے۔ اس طرح حکومت سالانہ تقریباً" 56 کروڑ روپے کی رقم بطور سب سڈی ٹیوب ویلوں پر برداشت کر رہی ہے۔

محکمہ انہار میں ایڈھاک بنیاد پر تعینات افسران کی تفصیل

☆ 1645- جناب سردار الطاف حسین: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 1982 سے 24 مئی 1986ء تک محکمہ انہار میں گریڈ 17 میں ایڈھاک بنیاد پر بیشتر افسران بھرتی کیے گئے تھے۔ اگر ایسا ہو تو افسران کے نام اور تاریخ تعیناتی کیا ہے۔

(ب) بھرتی کے لیے اخبار میں اشتہار دینا قانون کے مطابق ضروری تھا۔

(ج) اگر جزو (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو ان تاریخوں میں جو بھرتی کی گئی ہے اس کے اشتہارات محکمہ اطلاعات کی معرفت کن اخباروں میں اور کن تاریخوں کو دیے گئے اور اگر بھرتی کے لیے اخبارات میں اشہارات نہیں دیے گئے تو اس کے خلاف ضابطہ تعیناتی کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) درست ہے۔ فہرست متعلقہ افسران لف ہے۔

(ب) جی ہاں۔

(ج) اس حد تک درست ہے کہ بھرتی کے لئے اشتہارات اخبارات میں نہیں دیئے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب پبلک سروس کمیشن نے اس مسئلہ کو التوا میں ڈال دیا تو وقتی طور پر کام چلانے کے لئے فوری ایڈہاک بھرتی لازمی امر تھا۔ اور یہ تمام تقرریاں پبلک سروس کمیشن کو محکمہ کی باقاعدہ مانگ کے بعد عمل میں لائی ہیں۔ جن کے متعلق کمیشن وقتاً فوقتاً اشتہار دیتا رہا ہے۔

List Of Permanent Executive Engineers/SDO's
in The Irr.& Power Department.

S.No.Name	Qualification	Date Of appointment
1. Mr.Hamid Mahmood Khan	B.Sc.Engg.(Civil)	15.6.1982
2. Mr.Abdul Rauf	-do-	15.6.1982
3. Mr.Muhammad Munir Sadiq	A.M.I.E (Pak.)	30.3.1983
4. Mr.Abdul Sami	B.sc Engg.(Civil)	9.5.1983
5. Mr.Shakeel Hassan	-do-	9.5.1983
6. Mr.Faiz Rasool	-do-	12.5.1983
7. Mr.Muhammad Ashraf	B.Sc.Engg.(Mech)	10.7.1983
8. Mr.Tasnim-ul-Hussain	B.sc.Engg.(Civil)	13.10.1983
9. Mr.Liaqaut Ali	-do-	13.10.1983
10. Mr.Zahid Ali Shah	-do-	13.10.1983
11. Mr.Abid Masood Aamar	-do-	18.10.1983
12. Mr.Manzar Qayyum	-do-	18.10.1983
13. Mr.Hafiz Abdul Majeed	-do-	18.10.1983
14. Mr.Muhammad Nasir	-do-	2.11.1983
15. Mr.Muhammad Bashir	-do-	28.12.1983
16. Mr.Israr Ahmad	B.Sc.Engg.(Mech)	28.10.1983
17. Mr.Syed-ul-Hassan	B.Sc.Engg.(Civil)	31.12.1983
18. Mr.Muhammad Latif	-do-	1.1.1984
19. Mr.Rashid Mansoor	-do-	2.1.1984
20. Mr.Muhammad Akram Javed	-do-	9.1.1984
21. Mr.Arshad Mahmood Ansari	-do-	9.1.1984
22. Mr.Muhammad Arshad	B.Sc.Engg.(Mech)	14.1.1984

23. Mr.Anwar-ul-Haq	B.Sc.Engg.(Civil)	28.2.1984
24. Mr.Amjad Ali Ch.	-do-	28.2.1984
25. Mr.Muhammad Tariq Anwar	-do-	1.3.1984
26. Mr.Khawar Hameed	-do-	1.3.1984
27. Mr.Qasim Saeed	-do-	9.4.1984
28. Mr.Abdul Ghani	-do-	14.4.1984
29. Mr.Ghulam Rasool	-do-	27.6.1984
30. Mr.Mahmood Amjad	-do-	27.6.1984
31. Mr.Tariq Rauf Qureshi	B.Sc.Engg.(Mech)	19.7.1984
32. Mr.Liaquat Ali	B.Sc.Engg.(Civil)	7.10.1984
33. Mr.Muhammad Naeem Khan	-do-	15.10.1984
34. Mr.Muhammad Masood	-do-	8.11.1984
35. Mr.Tauqir-ul-Haq	-do-	3.12.1984
36. Mr.Nasir Abrar	B.Sc.Engg.(Civil)	24.1.1985
37. Mr.Maroof Ahmad	-do-	9.2.1985
38. Mr.Muhammad Aslam Baig	B.Sc.Engg.(Mech)	17.3.1985
39. Mr.Ejaz Ahmad	-do-	27.3.1985
40. Mr.Khalid Mahmood	B.Sc.Engg.(Mech)	1.4.1985
41. Mr.Javed Bashir Suleharia	-do-	2.4.1985
42. Mr.Muhammad Nadeem Khan	-do-	3.4.1985
43. Mr.Shafiq Ahmad	B.Sc.Engg.(Mech)	16.5.1985
44. Mr.Abid Saeed Malik	B.Sc.Engg.(Civil)	11.7.1985
45. Mr.Asim-ul-haq	-do-	16.7.1985
46. Mr.Ibrar Ahmad	-do-	15.10.1985
47. Mr.Asad Haroon	-do-	15.10.1985
48. Mr.Azhar Mahmood	-do-	19.11.1985
49. Mr.Muhammad Naeem	-do-	23.11.1985
50. Mr.Imran Afzal	-do-	21.1.1986
51. Mr.Muhammad Aslam Ansari	B.Sc.Engg.(Mech)	1.3.1986
52. Mr.Asif Shujah	-do-	18.4.1986
53. Malik Muhammad Nawaz	B.Sc.Engg.(Civil)	20.4.1986
54. Mr.Muhammad Khalid Wasay	-do-	21.4.1986

چودھری مائنز تحصیل لیاقت پور کو ہموار کرنے کے لیئے اقدامات

☆ 1659- رئیس مشتاق احمد: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ الہ آباد (تحصیل لیاقت پور) سب ڈویژن میں چوہدری مائنز کے غیر ہموار ہونے کی وجہ سے پانی کا نکاس بہت ناقص ہے اور اکثر پانی ضائع ہو جاتا ہے۔ جس سے غریب کاشتکاروں کی فصلیں خراب ہو جاتی ہیں۔

(ب) اگر جزو (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت آلہ آباد سب ڈویژن کے چوہدری مائز کو ہموار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر رکھتی ہے تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) چوہدری مائنز اجباہ بھاری سسٹم کا حصہ ہے اس کی لمبائی 42 ء10 میل ہے اور تحصیل لیاقت پور 17008 ایکڑ رقبہ کو سیراب کرتا ہے یہ حقیقت ہے کہ سال 1973ء کے سیلاب نے متعدد ناکہ جات کر دیے جو کہ محکمہ نے فوری طور پر رنگ بند کی صورت میں بند کر دیے۔ خیال تھا کہ یہ گڑے پانی کی سلٹ سے بھر جائیں گے مگر کی سلٹ کی وجہ یہ نہ بھر سکے تاہم نہری پانی کے بہاؤ میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ مزید براں اس نہر میں محکمہ نے ٹیوب ویلز بھی لگا رکھے ہیں۔ اس وقت مائز پر کاشتہ رقبہ 18219 ایکڑ ہے جب کہ مجوزہ قابل آبپاشی رقبہ 14906 ایکڑ ہے۔ جس سے واضح ہے کہ فی الوقت کاشتکاران کو کسی نقصان کا سامنا نہ ہے۔

(ب) محکمہ نے اس نہر کی بحالی کے لیے ایک سکیم بنائی ہے جس پر اب کام ہو رہا ہے جس میں اس کی ٹیل ریچ از برجی نمبر 5000 تا برجی نمبر 52300 کو پختہ کر دیا گیا ہے۔ موگوں کی مرمت کر دی گئی ہے کام جاری ہے اور اسی سال مکمل ہو جائے گا۔ کام کے مکمل ہونے پر یہ راجباہ اپنی کارکردگی میں نمایاں اضافہ کرے گی۔

چک نمبر 52 / آر ب تحصیل جڑانوالہ میں ٹیوب ویل 180 کو چالو کرنا

☆ 1665- جناب سردار الطاف حسین: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے

کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چک نمبر 52 / آر ب تحصیل جڑانوالہ میں نصب ٹیوب ویل 180 سانگلہ سکیم موگہ نمبر 54140 ایل راجباہ کھرڑیانوالہ کی چک بندی کے مربعہ نمبر 34 کے کیلہ نمبر 2 نصب ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ چک ہذا کے زمینداروں نے اور متعلقہ یونین کونسل نے ٹیوب ویل نمبر 180 کو موگہ نمبر 59250 ایل کی چک بندی کے مربع نمبر 6 کیلہ نمبر 15 میں نصب کرنے کے لیے درخواستیں دیں اور ان پر ایکس ای این ٹیوب ویل اپریشن ڈویژن (جنوبی) شیخوپورہ نے اپنی چٹھی نمبر سی سی 3277 / 9266 مورخہ 28 اگست 1984ء کو زمینداروں کے مطالبہ کو جائز قرار دیا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ٹیوب ویل نمبر 180 عرصہ سے بند ہے مگر عملہ کی فرضی کارروائی سے ٹیوب ویل کو چالو رکھا گیا حالانکہ ٹیوب ویل کے پانی کے نکاس کے لیئے بھی کوئی کھال نہیں ہے اور اب زمینداروں کے بار بار مطالبہ پر ٹیوب ویل کاغذات میں بند ہے۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت چک ہذا کے مالکان اراضی سے ڈبل آبیانہ وصول کرتی ہے جب کہ ٹیوب ویل بند ہے اور قانون کے تحت ان سے سنگل آبیانہ وصول کیا جانا چاہیئے اگر ایسا ہے تو کیا حکومت سابقہ ادا شدہ ڈبل آبیانہ واپس کرنے کو تیار ہے۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہ بیان کی جائے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) جزوی طور پر درست ہے۔ موضع چک نمبر 52 / ر ب کے کیلہ نمبر 34 / 2 میں سانگلہ ہل سکیم کا ٹیوب ویل نمبر 180 نصب نہ ہے۔ بلکہ نصب شدہ ٹیوب ویل نمبر 180 شاہ کوٹ سکیم کا ہے۔

(ب) درست ہے۔ زمیندارن کی خواہش کے مطابق ڈویژنل کینال آفیسر اپرگوگیرہ ڈویژن کی حالت سے مذکورہ ٹیوب ویل کو کیلہ نمبر 6 / 15 میں نصب کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے کہ زمینداروں کے کھال مسمار کرنے اور ٹیوب ویل کو بند کرنے مطالبہ کی وجہ سے یہ ٹیوب ویل گزشتہ دو سال سے زیادہ عرصہ سے یعنی از 84-7-9 کاغذوں میں بھی بند ہی ظاہر کیا جا رہا ہے۔

(د) حکومت زمینداروں کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔ لیکن ایک چلتے ہوئے ٹیوب ویل کی جگہ کو متبادل جگہ پر نصب کرنے میں تین چار لاکھ روپے خرچ آتے ہیں اور اس میں محتاط چھان بین کی ضرورت ہے۔ دوبارہ تنصیب کے لیے ٹیوب ویلوں کی ترجیحات دستیاب وسائل کے اندر اور دیگر فنی امور کا خاص رکھتے ہوئے مقرر کی جاتی ہے۔

(ر) ٹیوب ویل ہذا کو خریف 1983ء کی معافی دی جا چکی ہے۔ فصلات ربیع 84-1983 ربیع 85-1984ء اور خریف 1985 کے، زائد آبیانہ کی معافی کے نوٹیفکیشن بھی جاری ہو چکے ہیں۔

صوبائی اور مرکزی حکومت کے انجینئروں کی ملازمت میں عدم یکسائی کو ختم کرنے کے لیے اقدامات

☆ 1669- جناب عبدالرشید: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ آبپاشی و قوت برقی پنجاب میں ڈپلومہ انجینئر کی گریڈ 16 میں ترقی کے لیئے کل کتنی آسامیاں مختص ہیں۔ اور ان میں سے دس سال کی اتصافی ملازمت (Qualifying Service) مکمل کرنے والے سب انجینئر کی تعداد کتنی ہے۔

(ب) آیا یہ امر واقع ہے کہ دس سال کی اتصافی ملازمت مکمل کرنے والے ملازمین پر بھی اگلے گریڈ میں ترقی کے لیے محکمانہ امتحان پاس کرنے کی شرط عائد کر دی گئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو محکمہ کی طرف سے محکمانہ امتحان مقرر کر دیا گیا ہے نیز اس کی تفاصیل کیا ہیں۔

(ج) کیا صوبائی حکومت کے کسی دیگر محکمہ میں بھی سب انجینئرز کے لیے کوئی ایسی شرط عائد کی گئی ہے۔

(د) کیا حکومت اس امر سے بھی باخبر ہے کہ واپڈا اتھارٹی حکومت پاکستان کے ادارہ آب و برقی قوت کے علی الترتیب مراسلہ حات نمبر 117-33065 ایم ڈی پی / ایڈ من ٹو / 16 / 304 مورخہ اکتوبر 1983ء کی رو سے محکمہ میں کام کرنے والے سب انجینئروں کے لیئے 25 فیصد مخصوص کوٹہ پر گریڈ 16 میں تقرری کے لیے محکمانہ امتحان پاس کرنے کی شرط ہٹا دی ہے۔

(ہ) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہو تو صوبائی حکومت کے سب انجینئروں کے مقابلے میں مرکزی حکومت کے سب انجینئر کے ساتھ ترجیحی سلوک کی کیا وجوہات ہیں اور آیا حکومت مذکورہ بالا عدم یکسائی (Anomaly) کو دور کرنے لیئے کوئی اقدام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے خاص

طور پر جب کہ قابلیت اور فرائض کی نوعیت وغیرہ بنیادی طور پر یکساں ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) محکمہ آبپاشی و قوت برقی میں ڈپلومہ انجینئرز کی کل آسامیاں 1332 ہیں ان میں سکیل نمبر 11 سے سکیل نمبر 16 میں ترقی دی جانے کے لئے 25 % کے حساب سے 333 آسامیاں مختص ہیں۔ سکیل نمبر 11 کے سب انجینئر جنہوں نے 10 سال کی مدت ملازمت مکمل کر لی ہے۔ ان کی تعداد 626 ہے۔

(ب) جی ہاں یہ درست ہے کہ محکمہ آبپاشی و برقیات کے سب انجینرز (سول) کے لئے پیشہ وارانہ امتحان اور محکمانہ ریویو امتحان پاس کرنے کی شرط عائد ہے۔ یہ امتحانات سال میں دو مرتبہ چیف انجینئر کو زیر نگرانی منعقد کئے جاتے ہیں۔

(ج) جی ہاں۔ دیگر صوبائی محکمہ جات مثلاً" مواصلات و تعمیرات۔ ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ میں بھی محکمانہ امتحان کی شرط عائد ہے۔

(د) جی ہاں۔ یہ درست ہے مگر واپڈا مرکزی حکومت کے زیر انتظام ہے۔ واپڈا اور محکمہ آبپاشی و برقیات کے سب انجینئر کے فرائض منصبی میں فرق ہے۔ واپڈا کی شرائط کا اطلاق صوبائی حکومت پر نہیں ہوتا۔

(ہ) اس کا جواب مندرجہ بالا جزو میں دیا گیا ہے۔

ضلع لیہ چک نمبر 128 میں بقایا رقبہ جات کو نہری پانی کی فراہمی

☆ 1670- ملک غلام حیدر تھنڈ: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع لیہ میں چک نمبر 128 ٹی ڈی اے دو نہروں ہیراں مائنر اور بھاگل نہر کے درمیان اس جگہ واقع ہے جہاں سے دونوں نہریں ایک بڑی نہر سے نکلتی ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ بالا چک پرانی آبادی کا چک ہے اور اس کا تمام رقبہ زرخیز اور بالکل آباد ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ اس چک کا تقریباً" آدھا رقبہ نہری پانی سے سیراب ہوتا ہے اور باقی نہری پانی سے محروم ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس آدھے رقبہ کو نہری پانی سے کن وجوہات کی بناء پر

محروم کیا گیا ہے۔

(د) کیا حکومت مذکورہ رقبہ کو بھی نہری پانی دینے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال)

(الف) درست ہے چک نمبر 128 ٹی ڈی اے راجباہ ہیراں اور بھاگل دونوں نہروں کے درمیان واقع ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) اس چک کا کل رقبہ 1267 ایکڑ ہے۔ جس میں سے 782 ایکڑ رقبہ کے لئے نہری پانی مہیا ہے۔ جو کہ موگہ جات R/18070 اور R/21160 بھاگل ڈسٹری بیوٹری سے سیراب ہوتا ہے باقی 485 ایکڑ رقبہ کے لئے نہری پانی منظور شدہ ہے یہ رقبہ بمطابق ریکارڈ محکمہ انہار بیرون بلاک ہے جو نہری پانی سے محروم ہے۔

(د) متعلقہ رقبہ کے متعلق نہری پانی کی استدعا زیر غور ہے۔

دیپالپور نہر میں پانی کی وافر فراہمی

☆ 1682- **حاجی سردار خان**: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ صحیح ہے کہ دیپالپور نہر میں پانی کی سپلائی پوری نہیں ہوتی اور بدیں وجہ دیپالپور نہر کی شاخوں کو ہمیشہ وارہ بندی سے چلایا جاتا ہے۔

(ب) کیا یہ صحیح ہے کہ اصولی طور پر ششماہی نہروں کی وارہ بندی نہیں ہونی چاہیئے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ نہر کے لئے پانی کی وافر فراہمی کا انتظام کرنے کو تیار ہے تاکہ وارہ بندی نہ کی جائے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) جی ہاں یہ درست ہے کہ دیپالپور نہر میں عموماً" پانی کی سپلائی پوری نہیں ہوتی اور اکثر اس کی شاخوں کو وارہ بندی سے چلایا جاتا ہے۔

(ب) جی ہاں بشرطیکہ اوپر سے پانی کی مقدار حسب ضرورت مہیا ہو۔

(ج) دیپالپور نہر میں پانی کی سپلائی میں کمی کی سب سے بڑی وجہ راوی سائیفن کی گنجائش کا

ناکافی ہوتا ہے اضافی ڈسچارج گزارنے کے لئے Feasibility Study کا ہونا ضروری ہے جس کے لئے Consultants کا تقرر حکومت کے زیر غور ہے۔

نہر دیپالپور اپر باری دو آب اور لاہور کینال میں مناسب پانی کی فراہمی

☆ 1687- حاجی سردار خان: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) نہر دیپالپور اپر باری دو آب اور لاہور کینال کے لئے کتنے کیوسک پانی درکار ہے۔

(ب) راوی سائفن کے ذریعے کتنے کیوسک پانی کی گنجائش ہے جو ان نہروں کو سپلائی کیا جارہا ہے۔

(ج) اگر پانی ضرورت سے کم سپلائی ہو رہا ہے تو اسے پورا کرنے کے لئے منصوبہ تیار کیا گیا ہے تو اس پر کب تک عمل درآمد متوقع ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال)

(الف) نہر اپر دیپالپور (سی بی ڈی سی) اور باقی لاہور کی نہروں کے لئے جو گزر کر بی آر بی ڈی سے نکلتی ہیں۔ مجموعی طور پر 4853 کیوسک پانی راوی سائیفن پر درکار ہے۔

(ب) راوی سائیفن کی منظور شدہ گنجائش 4950 کیوسک ہے۔

(ج) دیپال پور نہر میں پانی کی سپلائی میں کمی کی سب سے بڑی وجہ راوی سائیفن کی گنجائش کا ناکافی ہونا ہے اضافی ڈسچارج گزارنے کے لئے Feasibility Study کا ہونا ضرور ہے جس کے لئے Consultants کا تقرر حکومت کے زیر غور ہے۔

ڈرین ون ایل کی صفائی اور اس کے گرد اگر ٹیوب ویلوں کی تنصیب کے لئے اقدامات

☆ 1711 چودھری محمد خان جسپال: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تقریباً" پندرہ سال سے زائد عرصہ سے ڈرین ون ایل جو ایف ایس ڈرین میں گرتی ہے کو مشین سے صاف نہیں کیا گیا ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو متذکرہ ڈرین کی ابتر حالت کے پیش نظر صفائی نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ ڈرین کے اردگرد سیم زدہ علاقہ ہے اگر ایسا ہے تو کیا اس پر ٹیوب ویل نصب کرنے کا کوئی پروگرام ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) یہ درست ہے کہ ڈرین ایف ایس وین ایل کی صفائی مشین سے نہیں کروائی گئی۔ وجہ یہ کہ ڈرین کی چوڑائی اور بیٹ میں پھل کی گہرائی کم ہونے کی وجہ سے صفائی بذریعہ مشین کرنا ممکن ہی نہ تھا۔ البتہ جب بھی ضرورت محسوس ہوئی ڈرین مذکورہ کی صفائی بذریعہ افرادی قوت باقاعدہ کروائی گئی۔ آخری دفعہ ڈرین متذکرہ کی صفائی بذریعہ افرادی قوت سال 1983-84 میں کروائی گئی۔

(ب) ڈرین مذکورہ کی صفائی مارچ 1987ء میں کرا دی گئی تھی اور اب ڈرین درست حالت میں کام کر رہی ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ مذکورہ ڈرین کے اردگرم سیم زدہ علاقہ ہے جو کہ سکارپ ایریا میں ہے اور اس میں سکارپ ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں۔ لہٰذا مزید ٹیوب ویل لگانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

ایف ایس ڈرین کو سیم نالہ میں تبدیل کرنے کے لئے اقدامات

☆ 1712- چودھری محمد خان جسپال: کیا وزیر آبپاشی وقوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایف ایس ڈرین کے اردگرد کافی علاقہ سیم زدہ ہے اور بارشوں کے موسم میں پانی اوور فلو کرتا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ابتداء میں یعنی تقریباً چالیس سال قبل جب ایف ایس ڈرین کھودی گئی تھی تو صرف برساتی نالہ تصور کر کے کھودا گیا تھا۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اب تمام ملک میں سیم و تھور زیادہ ہو گئی ہے۔

(د) اگر جزو ہائے کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ایف ایس ڈرین کو اب سیم نالہ بنانے پر

غور کر رہی ہے کیونکہ ایسا کرنے سے ضلع سرگودھا اور جھنگ کا ہزاروں ایکڑ رقبہ سیم و تھور سے بچ جائے گا اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: (جناب محمد اقبال)

(الف) یہ درست ہے مگر حال ہی میں امریکی امداد سے پورے ایف ایس ڈرینج سسٹم کی بحالی کا کام پچھلے مالی سال میں مکمل ہو چکا ہے۔ اور صورت حال بہت بہتر ہو چکی ہے۔ جہاں تک ڈرین کی بھل صفائی کا تعلق ہے وہ 100 % مکمل ہو چکی ہے۔ اور پکا کام اکتوبر 1986 تک مکمل ہو چکا ہے۔ اور ڈرین مذکورہ اب درست طور پر کام کر رہی ہے۔

(ب) یہ درست نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب پنجاب میں نہری نظام آبپاشی کے اثرات زیر زمین پانی کی سطح کی بلندی کی صورت میں ظاہر ہونے شروع ہوئے تو مسئلہ کا جائزہ لینے کے لیے اینٹی واٹر لاگنگ کمیٹی تشکیل 1935ء میں عمل میں لائی گئی۔ جس کی سفارش پر پنجاب میں سب سے پہلا ڈرینج سسٹم کے نام سے چج دو آب تعمیر کیا گیا جس کا مقصد برساتی پانی کے ساتھ ساتھ زیر زمین پانی کی نکاس بھی تھا۔

(ج) یہ درست ہے کہ سیم اور تھور زیادہ ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے نہری آبپاشی نظام رابطہ نہروں کے اثرات موسمی حالات میں تبدیلی اور بارش کا اوسط بڑھنا ہے۔ مگر ڈرینوں کی بحالی کے پروگرام کے تحت جو کام ہو رہا ہے۔ اس سے صورت حال کافی تبدیل ہو رہی ہے۔ اور پروگرام کی تکمیل کے بعد انشاء اللہ اس مرض پر قابو پایا جا سکے گا۔

(د) جزو (الف) تا (ج) میں دیئے گئے جوابات سے عیاں ہے کہ ایف ایس ڈرینج سسٹم پر ہر دو مقاصد یعنی برساتی پانی کا نکاس اور زیر زمین پانی کے اخراج کے لیے تعمیر کیا گیا تھا۔ اور ہر دو مقاصد پورے کرتے ہیں۔

وارث پورہ میں بجلی کے پول کی تنصیب

☆ 1731- بیگم بشریٰ رحمٰن: کیا وزیر آبپاشی و برقی قوت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ نئی آبادی وارث پورہ نزد حمید پورہ فتح گڑھ لاہور میں جس کی آبادی تین سو گھرانوں پر مشتمل ہے واپڈا نے سنگل فیز تار کے ذریعے گھروں کو بجلی کی سپلائی دے

رکھی ہے۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ سنگل فیز تار کی وجہ سے مندرجہ بالا آبادی کے مکینوں کو نہایت کم روشنی مل رہی ہے۔ اور اس کے علاوہ تقریباً روزانہ تار بھی جل جاتے ہیں جس سے کوئی مالی اور جانی نقصان ہو سکتا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ بالا آبادی کے مکین واپڈا حکام کو پول کی تنصیب کے لئے متعدد درخواستیں دے چکے ہیں۔

(د) اگر جزوہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت وارث پورہ میں بجلی کے پول نصب کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں ؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال) اس ضمن میں واپڈا سے رپورٹ حاصل کی گئی۔ واپڈا کی رپورٹ کے مطابق۔

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ بھی درست ہے۔

(ج) یہ بھی درست ہے۔

(د) واپڈا کی موجودہ رپورٹ کے مطابق مذکورہ کام مکمل ہو گیا ہے۔ جس سے آبادی کے مکینوں کی بجلی کے متعلق شکایات رفع ہو جائیں گی۔

مدینہ کالونی شادباغ میں بجلی کے پول نصب کرنے کے لئے اقدامات

☆ 1743- **جناب تاج محمد خان:** کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ مدینہ کالونی' شمع کالونی' بھگت پورہ' شاد باغ لاہور میں بجلی کا کوئی پول نصب نہیں ہے اور واپڈا نے ان علاقوں کو بجلی کی سپلائی جن تاروں کی مدد سے کی ہوئی ہے وہ تاریں مکانوں کی چھتوں اور گلیوں میں عارضی سہاروں پر لگی ہوئی ہیں جس سے کسی بھی وقت جانی اور مالی نقصان ہو سکتا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ واپڈا نے مدینہ کالونی میں پول کی تنصیب کے لئے 24 جنوری 1985ء کو ورک آرڈر نمبر 5157 / سی ای اے پی / 81 کی منظوری دے دی تھی۔ لیکن متعلقہ ایکسین نے باوجود علاقے کے لوگوں کی تحریری / زبانی درخواستوں کے اس کام کو نامعلوم وجوہات کی بناء پر عرصہ ڈیڑھ سال سے التواء میں ڈالا ہوا ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متعلقہ ایکسین کے خلاف کارروائی کرنے کے ساتھ ساتھ مدینہ کالونی میں بجلی کے پول نصب کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں ؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال) اس ضمن میں واپڈا سے رپورٹ حاصل کی گئی اور رپورٹ کے مطابق۔

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔ تاہم پولوں کی تنصیب کے لئے واپڈا کے احکامات کے تحت متعلقہ ایکسین کو ہدایت کر دی گئی تھی۔ کہ وہ یہ کام ماہ اکتوبر 1986ء کے دوران مکمل کروائے۔

(ج) واپڈا نے اطلاع دی ہے کہ متعلقہ ایکسین رورل الیکٹریفکیشن ڈویژن سے وضاحت طلب کی گئی ہے۔ جس کے جواب میں اس نے کہا ہے کہ مطلوبہ کام کے بارے میں ورک آرڈر اس کو دفتری غلطی کی وجہ سے پہلے نہیں بھیجا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ غلط فہمی رہی کہ یہ کام واپڈا کی اوپریشن ڈویژن نے کرنا ہے۔ اس وجہ سے یہ کام شروع نہ کیا جا سکا۔ یہ ورک آرڈر چیف انجینئر واپڈا لاہور کی چٹھی نمبر 17679 مورخہ 30 اگست 1986ء کے ساتھ ایکسین متعلقہ کو ملا۔ اس کے بعد یہ کام شروع کیا گیا۔ اب یہ کام مکمل ہو گیا ہوا ہے۔ اس وضاحت کے ساتھ واپڈا نے استدعا کی ہے کہ اس معاملہ کو درگزر کیا جائے۔

موضع چکری میں بجلی کی فراہمی

☆1770- **چودھری محمد اسلم** : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ موضع چکری ضلع راولپنڈی میں تقریباً دس سال پہلے بجلی فراہم کی گئی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ چکری کی نئی آبادی جو کہ گاؤں سے صرف پندرہ بیس گز دور

واقع ہے اس کو ابھی تک بجلی فراہم نہیں کی گئی۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ اس آبادی کے لوگوں نے متعلقہ محکموں کے افسران کو کئی درخواستیں پیش کر رکھی ہیں۔ مگر اس پر تاحال عمل درآمد نہیں ہوا۔

(د) اگر جزوہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ آبادی کو بجلی مہیا کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں ؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال):

اس ضمن میں واپڈا سے رپورٹ لی گئی اس رپورٹ کے مطابق۔

(الف) موضع چکری تحصیل و ضلع راولپنڈی میں سال 78- 1977ء میں بجلی فراہم کی گئی تھی۔

(ب) یہ درست ہے کہ موضع چکری کی کسی نئی آبادی کو بجلی فراہم نہیں کی گئی ہے۔ کیونکہ اس وقت موضع چکری کے قریب جو تین نئی آبادیاں ہیں۔ وہ اس موضع کو بجلی کے وقت موجود نہ تھیں۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔ کیونکہ گاؤں کے لوگوں کی طرف سے محکمہ کو کوئی درخواست برائے فراہمی موصول نہیں ہوئی ہے۔

(د) موضع چکری کے نزدیک اس وقت تین ایسی آبادیاں ہیں۔ جن کو بجلی فراہم نہیں کی گئی۔ اس کے کوائف درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	آبادی کا نام	11 کے وی لائن سے فاصلہ	گھروں کی تعداد
1	محلہ عید گاہ	صفر میل	36
2	محلہ غربی	0.3 میل	18
3	امام بارگاہ کے نزدیک	0.37 میل	5

پالیسی کے مطابق بجلی مہیا کردہ دیہات کی بجلی سے محروم آبادیوں کو بجلی کی فراہمی کے لئے یہ شرط ہے کہ 11 کے وی لائن یا گاؤں کی بڑی بستی سے نصف میل کی حد کے اندر واقع ہوں۔ اور گھروں کی تعداد کم از کم 20 ہو۔ اس پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے بستیاں محلہ غربی اور امام بارگاہ کے نزدیک گھر مذکورہ معیار کے مطابق نہیں ہے۔ صرف بستی محلہ عید گاہ معیار کے مطابق ہے۔ اس بستی کو رواں مالی سال میں بجلی کی فراہمی کے لئے زیر غور لایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کی مروجہ طریقہ کار کے

مطابق محکمہ کو سفارش کی جائے۔

محکمہ آبپاشی و قوت برقی میں مہنگے داموں اشیاء کی خریداری کی تحقیقات

☆ 1785- جناب طاہر احمد شاہ: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ؟ -

(الف) آیا یہ امر واقع ہے کہ محکمہ آبپاشی و قوت برقی کے افسران نے مقامی خرید کے ذریعے جو کروڑوں روپے کی تعمیراتی مشینری اور گاڑیوں کے فاضل پرزہ جات خریدے تھے۔ انکے صحیح اعداد و شمار کیا ہیں۔

(ب) آیا یہ امر واقع ہے کہ حکومت پنجاب کے مندرجہ ذیل احکامات کے تحت محکمہ کے کسی افسر کو ایک وقت میں فرد طلب (جملہ ضرورت) کو تقسیم کئے بغیر ایک سال کے عرصہ کے دوران سٹور کا سامان مقررہ حد سے زیادہ خریدنے کی اجازت نہیں ہے۔

اول محکمہ خزانہ کا مراسلہ نمبر ایس او ایس۔ 4 (9) 77 مورخہ 15 اپریل 1977ء

(دوئم) محکمہ صنعت و معدنی ترقی کا مراسلہ نمبر 11- 8- 16- 78 حصہ دوم مورخہ 10 مارچ 1980ء علیہر شدہ محکمہ خزانہ۔

(ج) آیا یہ امر واقع ہے کہ تعمیراتی مشینری اور گاڑیوں کے فاضل پرزہ جات شعبہ خرید کے ذریعے خرید نہیں کئے گئے۔ جس کا سربراہ چیف پرچیز آفسر ہوتا ہے۔ جسکی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حکومت کے مراسلہ نمبر ایس او آر ای جی (ایل آر) 1- 33 / 85 مورخہ 26 جون 1985ء میں مروجہ اغراض و مقاصد کو پورا کرے۔

(د) آیا یہ امر واقع ہے کہ چیف پرچیز آفیسر نے دانستہ طور پر اپنے محکمہ کے افسران کو درپردہ مقاصد کے حاصل کرنے کے لئے مقامی خرید کی اجازت دی اور سامان کی فراہمی کے نئے نظام کی کامیابی کے لئے سرگرمی سے اقدامات کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔

(ہ) آیا یہ امر واقع ہے کہ تعمیراتی مشینری اور گاڑیوں کے فاضل پرزہ جات مناسب پبلسٹی کے بغیر اور کم مقابلہ کی وجہ سے بہت زیادہ قیمت پر اور گھٹیا معیار کے خرید کئے گئے۔

(و) اگر جزوہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو محکمہ آبپاشی و قوت برقی معیاری اور باکفایت خریداری کی غرض سے اور کالعدم سپلائی ونگ کے بھاری بھرکم طریق کار سے چھٹکارہ حاصل

کرنے کے لئے کیا انسدادی تدابیر اختیار کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال):
(الف) گاڑیوں اور تعمیراتی مشینری کے پرزہ جات کی مقامی خرید جو مکینکل سرکل کے تینوں ڈویژنوں نے کی ہے۔ ان کے اعدادوشمار کی تفصیل اور استعمال اجراء حسب ذیل ہے۔

ڈویژن	سال	قیمت مقامی خرید	استعمال اجراء
سنٹرل سٹور	1983-84ء	73.64	71.20
	1984-85ء	147.97	92.92
	1985-86ء	19.08	40.27
	میزان	240.69	204.21
مغلپورہ اریگیشن ورک شاپ	1983-84ء	78.50	78.50
	1984-85ء	13.50	13.50
	1985-86ء	4.10	4.10
	میزان	96.10	96.10
بھلوال اریگیشن ورک شاپ	1983-84ء	17.56	17.56
	1984-85ء	6.25	6.25
	1985-86ء	4.50	4.50
	میزان	28.31	28.31

جو خرید مغلپورہ ورکشاپ اور بھلوال ورک شاپ نے کی ہے یہ اسی صورت کی جاتی ہے۔ جب اسٹور ڈویژن سے نایابی کا سرٹیفکیٹ لیا جاتا ہے۔ مزید گاڑیوں اور تعمیراتی مشینری کے پرزہ جات جو مغلپورہ ورک شاپ اور بھلوال ورک شاپ نے کی ہے وہ صرف اصل ضرورت کے مطابق ہے۔

مغلپورہ ورکشاپ میں سول سیکرٹریٹ پنجاب اسمبلی اور دیگر سرکاری محکمہ جات کی گاڑیاں وصول ہوتی ہیں جو کہ مختلف بناوٹ اور ماڈل کی ہوتی ہیں۔ مقامی خرید فوری ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کی جاتی ہیں۔ لیکن ان کی ذخیرہ اندوزی نہیں جاتی۔

اسٹور ڈویژن دوسرے ڈویژنوں کے لئے باقاعدہ تقاضہ کے تحت مال خریدتا ہے اور استعمال کے

لئے ان کے حوالے کر دیتا ہے۔

ماضی میں مختلف ڈویژنوں کی متوقع سالانہ ضرورت استعمال کے لئے اسٹور ڈویژن سامان کی خرید کیا کرتا تھا۔ یہ طریقہ کار اب ختم کر دیا گیا ہے۔ اب تو صرف دوسرے ڈویژنوں کے تقاضے کے تحت مقامی خرید کی جاتی ہے۔

(ب) مذکورہ احکامات پر سختی پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور ان احکامات کی حکم عدولی بالکل نہیں کی جاتی۔

(ج) شعبہ خرید سختی سے ان اصولوں کے مطابق خرید کرنے والی کتاب میں درج ہیں۔

(د) گورنمنٹ پنجاب نے مقامی خرید کی حدود مختلف افسران کو تفویض کی ہوئیں ہیں۔ جو کہ خرید کی کتاب میں مندرج ہیں۔ مقامی خرید انہیں حدود کے مطابق کی جاتی ہیں۔

(ہ) گاڑیوں اور مشینری کے پرزہ جات کی خرید سختی سے قوانین کے مطابق کی جاتی ہے اور یہ درست نہیں ہے کہ گھٹیا معیار کا مال قبول کیا جاتا ہے۔ یا زیادہ نرخ ادا کئے جاتے ہیں۔

(و) شعبہ خرید اپنے فرائض کی ادائیگی اضافی کے بغیر سر انجام دے رہا ہے۔ اور موجودہ نظام کو کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔

ایم اینڈ آر سکیم قادر آباد میں فنڈز کے مصرف کی تفصیلات کی فراہمی

☆ 1814- جناب شوکت حیات چٹھہ : کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) مالی سال 86-1985 کے دوران جو فنڈز قادر آباد ہیڈورکس اور خانکی ہیڈورکس کے لئے ایم اینڈ آر سکیم کے تحت دیئے گئے تھے ان میں سے کتنے استعمال کئے گئے اور کتنے باقی بچے ہیں ہر ہیڈورکس کے متعلق علیحدہ علیحدہ معلومات فراہم کی جائیں۔

(ب) مذکورہ فنڈز کون کونسے کاموں پر صرف کئے گئے اور ان کاموں کے لئے اوپن ٹینڈرز طلب کئے گئے تھے۔ اگر ایسا ہو تو کب اور ان ٹینڈروں کی پوری تفصیل دی جائے۔ اگر نہیں تو ان کی وجوہات بیان کی جائیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال):

(الف) مالی سال 86-1985 کے دوران قادر آباد بیراج اور خانکی ہیڈورکس کے لئے ایم آر اینڈ سکیم کے تحت دیئے۔ جانے والے فنڈز اور ان پر کئے جانے والے اخراجات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

	قادر آباد بیراج	خانکی ہیڈورکس
(i) ایم اینڈ آر کے تحت مہیا کردہ کل فنڈز	1,17,05,460.00	1,33,56,000.00
(ii) ایم اینڈ آر کے تحت خرچ کردہ اخراجات	1,17,00,881.00	1,33,56,000.00
بقایا	4579-00	

(ب) مذکورہ فنڈز کے تحت خرچ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

	قادر آباد بیراج	خانکی ہیڈورکس
I۔ اخراجات جو ٹھیکیداروں کی امانت کے بغیر کئے گئے۔ مثلاً" بجلی کے بل سرکاری گاڑیاں بیراج پر تنصیب شدہ مشنری کی دیکھ بھال سیلاب کے دنوں میں عارضی و اضافی عملہ وغیرہ وغیرہ۔	10,92,000.00	12,00,00.00
II۔ اخراجات جو ٹھیکیدار کی معرفت کئے گئے		
1۔ 25000 روپے مالیت سے زیادہ کے بڑے بڑے کام	65,49,772٫00	42,20,000٫00
2۔ 25000 روپے مالیت سے کم چھوٹے چھوٹے کام	40,59,109.00	79,39,000.00
اور تعداد	310 تقریباً"	40 تقریباً"

نوٹ :۔ ان تمام چھوٹے اور بڑے کاموں کے کھلے عام ٹینڈر طلب کئے گئے تھے جن میں سے قادر آباد بیراج اور خانکی ہیڈورکس کے بڑے بڑے کاموں کے ٹینڈروں کی تفصیل بالترتیب Anx ,A' Anx ,B'

میں دی گئی ہے۔

نمبر شمار	کام کا نام	لاگت	ٹینڈر طلب کرنے کی تاریخ	ٹینڈر وصول کرنے کی تاریخ	تعداد ٹینڈر دہندہ ٹھیکیداروں	کیفیت
-1	قا آباد بیراج کے دائیں حفاظتی پشتہ جات برجی 9ش76,6 اور 85 کے نقصانات کی مرمت و بحالی					
	(i) پشتہ برجی 69	96286/-	1-1-85	22-10-85	5	
	(ii) پشتہ برجی 76	98772/-	22-20-85	5		
	(iii) پشتہ برجی 85	101216	1-10-85	22-10-85	5	
-2	قادر آباد بیراج کے دائیں گائیڈ کی سلامی کی سلامیاور چوڑائی کو ڈیزائن کے مطابق بحال کرنا					
	(i) برجی نمبر2000 تا 3500	77541/-	1-10-85	10-58	22	4
	(ii) برجی نمبر3500 تا 4900	8347/-	1-10-85	22-10-85	6	
-3	قادر آباد بیراج کے دائیں حفاظتی بند کے حصہ 20 تا 23 برجی میں جس کو 1985 کے سیلاب کی وجہ سے نقصان ہوا تھا۔ مرمت کرنا۔					
	(i) برجی نمبر20 تا 21	142280/-	1-10-85	22-10-85	4	
	(ii) برجی نمبر22 تا 23	73769/-	1-10-85	22-10-85	6	
-4	قادر آباد بیراج کے دائیں حفاظتی بند بند کے پشتہ پر برجی نمبر14700 کی چوڑائی اور سلامی کے جس حصہ کو 1985 کے سیلاب سے نقصان ہوا تھا اسکی مرمت کرنا۔					

(i) برجی نمبر 900 تا 2100	65348/-	1-10-85	22-10-85	5
(ii) برجی نمبر 2700 تا 4000	73769/-	1-10-85	22-10-85	5
5- قادر آباد بیراج کے دائیں حفاظتی بند کی برج نمبر 7 تا 17 کی اندرونی سلائی جس 1985 کے سیلاب سے نقصان ہوا تھا کی بحالی				
(i) برجی 7 تا 10	209658/-	1-10-85	22-10-85	14
(ii) برجی 10 تا 13	242415/-	1-10-85	22-10-85	12
(iii) برجی 13 تا 17	249730/-	1-10-85	22-10-85	24
6- قادر آباد بیراج کے دائیں گائیڈ بند کے ڈاؤن سٹریم حصہ کے سٹون ایپرن جس 1985ء کے سیلاب سے نقصان پہنچا تھا کی مرمت				
(i) برجی نمبر 500 تا لائین اے او	179044/-	1-10-85	22-10-85	4
(ii) لائین او - بی تا او- سی	178866/-	1-10-85	22-10-85	4
(iii) برجی نمبر 4000 تا 500	185545/-	1-10-85	22-10-85	10
7- قادر آباد بیراج کے دائیں گائیڈ بند کے اپ سٹریم حصہ کے سٹون ایپرن جس کے نقصان کی بحالی				
(i) برجی نمبر 2000 تا 2300	155914/-	1-10-85	22-10-85	3
(ii) برجی نمبر 2500 تا 2800	153828/-	1-10-85	22-10-85	5
(iii) برجی نمبر 3200 تا 3500	152870/-	1-10-85	22-10-85	7
(iiii) برجی نمبر 3700 تا 4000	153872/-	1-10-58	22-10-85	4

8- قادر آباد بیراج کے بائیں ہاتھ

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات
(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

حفاظتی بند پر واقع پشتہ برجی 35200 کے سٹون ایپرن جس 1985 کے سیلاب سے نقصان پہنچا تھا کی مرمت				
(i) پرانگ برجی نمبر 2250 پشتہ نمبر 35200	249810/-	1-10-85	22-10-85	5
(ii) ج ہیڈ پشتہ برجی نمبر 35200	217719/-	1-10-85	22-10-85	5
(iii) ڈاؤن سٹریم نوز پشتہ برجی نمبر 35200	217719/-	1-10-85	22-10-85	5
(iv) نوز پشتہ برجی نمبر 35200	217243/-	1-10-85	22-10-85	6
9۔ قادر آباد کالونی کے گرد واقع بند کو سیلابوں سے پہنچنے والے نقصان کی مرمت				
(i) برجی نمبر 0 تا 2100	166250/-	1-10-85	22-10-85	20
(ii) برجی نمبر 2100 تا 4200	164919/-	1-10-85	22-10-85	16
(iii) برجی نمبر 4200 تا 6300	167009/-	1-10-85	22-10-85	18
(iiii) برجی نمبر 6300 تا 8500	168968/-	1-10-85	22-10-85	18
10۔ قادر آباد بیراج کے بائیں حفاظتی بند کے جن حصوں کو 1985 کے سیلاب سے نقصان ہوا ان کی مرمت				
(i) پشتہ برجی نمبر 35200	216372/-	1-10-85	22-10-85	16
(ii) پشتہ برجی نمبر 37500	151350/-	1-10-85	22-10-85	17
(iii) ایل ایم بی برجی نمبر 3000 تا 5000 5000	170102/-	1-10-85	22-10-85	10
11۔ قادر آباد کالونی کے رہائشی ڈی ٹائپ کوارٹرز کے درمیان واقع گراؤنڈ	28774/-	1-10-85	22-10-85	3

کو اونچا کرنا اور گندے پانی کو جمع ہون س بچانا۔				
12- قادر آباد بیراج کے دائیں گائیڈ بند کے ایپرن کی بحالی	207384/-	1-10-85	9-5-85	4
13- قادر آباد بیراج کے دائیں حفاظتی بند کے پشتہ برجی نمبر 29500 کے ٹی ہیڈ کے نقصان زدہ پتھر پچنگ کی مرمت	63767/-	1-10-85	22-10-85	5
14- قادر آباد بیراج کے دائیں حفاظتی برجی نمبر 20000 کی نقصان زدہ سلامی کی مرمت	240573/-	15-6-85	30-6-85	8
15- قادر آباد بیراج کے دائیں حفاظتی بند پر واقع پشتہ برجی نمبر 4800 کے مول ہیڈ کے ایپران کی بحالی	161191/-	9-5-85	22-5-85	4
16- قادر آباد بیراج کے پائپ لائنز کی تنصیب	60880/-	20-2-85	2-3-86	4
17- قادر آباد بیراج کے بائیں حفاظتی بند پر واقع پشتہ بند کے پشتہ برجی نمبر 13300 کو مضبوط بنانا	211804/-	20-3-85	6-4-85	4
18- قادر آباد بیراج کے بائیں حفاظتی بند کے پشتہ برجی نمبر 35200 کے نقصان زدہ ایپرن کی بحالی	116761/-	20-3-85	6-4-85	4
19- قادر آباد بیراج کے بائیں حفاظتی بند کے پشتے واقع برجی نمبر 25200 اور برجی نمبر 37500 پر 1985 کے سیلاب سے				

نقصان شدہ سٹون پچنگ اور بارشوں سے پڑنے والے کھاروں کی مرمت کرنا۔				
(i) پشتہ برجی نمبر 35200	174732/-	1-10-85	22-10-85	7
(ii) پشتہ برجی نمبر 37500	96288/-	1-10-85	22-10-85	6
کل میزان	6549772/-			

فہرست کام ہائے بڑے کام خانکی ہیڈ ورکس

نمبر شمار	کام کا نام	لاگت	ٹینڈر طلب کرنے کی تاریخ	ٹینڈر وصول کرنے کی تاریخ	تعداد ٹینڈر دہندہ ٹھیکیداروں	کیفیت
1-	ریپلشنگ نچڑ اپرن برجی 1200 تا 1290 آف پارٹنگ بند خانکی ہیڈورکس	2,45,122/-	5-1-86	15-1-85	4	
2-	ریپلشنگ سٹون اپرن اپ سٹیرم ڈیوائڈ گرائن آف خانکی ہیڈورکس	101,787/-	"	"	5	
3-	ریپلشنگ ڈاؤن سٹریم ڈیوائڈ گرائن نمبر 1 خانکی ہیڈ ورکس	1,20,781/-	"	"	4	
4-	ریسٹورنگ ڈاؤن سٹریم ڈیوائڈ گرائن سے 2-3 کے درمیان خانکی ہیڈورکس	1,21,381/-	"	"	4	
5-	ریپلشنگ نوز آف پارٹنگ بند خانکی ہیڈ ورکس	4,99,416/-	"	"	4	
6-	ریسٹورنگ ڈاؤن سٹریم گرائن سے سے 3-4 کے درمیان	1371,846/-	"	"	3	
7-	ریلشنگ لانچڈ اپرن آف کورڈیورشن آف ان ورنڈ ہائی سپر آپارٹنگ	6,48,336/-	"	"	3	

8- ریپرنگ سٹون اپرن آف سٹریم گرائن 6-5 کے درمیان خانکی ہیڈورکس	55,970/-	"	"	3
9- ریپرنگ سٹون اپرن آف اپ سٹریم گرائنٹ 7-6 کے درمیان خانکی ہیڈورکس	1,99,634/-	"	"	4
10- ری ہیلیٹشنگ لانچر اپرن یولی ڈاؤن سٹریم خانکی ورکس	2,47,982/-	"	"	4
11- ری ہیلیٹشنگ سٹون اپرن اپ سٹریم نوز آف سٹریم رائٹ گائیڈ بند خانکی ہیڈورکس	2,49,371/-	"	"	3
12- ری ہیلیٹشنگ سٹوان اپرن ان سٹریم نوز آف آئی ابوٹ آدم خانکی ہیڈورکس	2,48,962/-	"	"	4
13- ری ہیلیٹشنگ لانچڈ اپرن آف اپ سٹریم نوز آف پی - ایچ لوئر ادم خانکی ہیڈورکس	2,45,143/-	"	"	4
14- ری ہیلیٹشنگ سٹون اپرن ایمبسمنٹ سائیڈ آف سٹریم نوز آف رائٹ گائیڈ بند خانکی ہیڈورکس	2,48,587/-	"	"	5
15- پر کٹنگ اپروڈ سائڈ آف ایل سی سی برجی 74 تا 68	507000/-	"	"	3
16- ریرنگ واشڈ ایوے سٹون پچنگ آف ریلوے برج 43700 ایل سی سی	507000/-	"	"	3
17- اپرنگ ریلوے ٹریک متھو والی تا انکی ہیڈ ورکس	2,48,946/-	"	"	3
18- سلٹ کلیرنس اور برم کٹنگ آف ہائی لیول چینل	40,000/-	18-1-86	18-2-86	3
19- بریک لائننگ آف ڈسٹری بیوٹری	2,50,000/-	4-5-86	4-5-86	8

برجی 90000 تا 95044

20-	پرووائڈنگ دوعدد ڈریک بوٹ برائے خانکی ہیڈ	1,50,000/-			
21-	بحالی 6 نمبر لسپ سیٹ اینڈ ہائی لیول چینل	1,50,000/-	24-7-85	1-8-85	4
22-	پینٹنگ خانکی کمز خانکی ہیڈ ورکس	84,000/-	22-12-85	11-1-86	4
23-	پروائڈنگ سپورٹ ٹو ریشٹر خانکی ہیڈ ورکس	29,000/-	27-7-85	6-8-85	4
	ٹوٹل	42,20,00/-			

راولپنڈی ڈویژن میں سمال ڈیم کی تعمیر

☆ 1876- جناب غلام سرور خان: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ
(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ حکومت اس سال راولپنڈی ڈویژن میں مختلف مقامات پر سمال ڈیم بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔
(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو یہ ڈیم کس کس جگہ پر بنائے جا رہے ہیں اور ان تخمینہ کتنا ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال)
(الف) یہ درست ہے۔ اس سال حکومت راولپنڈی ڈویژن میں سمال ڈیم بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔
(ب) ایریا سکیم برائے سمال ڈیم مبلغ 781,12 ملین روپے کی منظوری ECMEC نے مورخہ 19 نومبر 1986ء کی میٹنگ میں دے دی ہے سکیم کے مطابق بارہ (12) ڈیم تعمیر ہونا قرار پائے ہیں۔ جن میں سے مندرجہ ذیل ڈیم امسال یعنی 87-1986ء میں تعمیر کئے جائیں گے۔
Mir Wal Dam یہ ڈیم اسلام آباد کیپیٹل (Capital) علاقہ میں 26 میل مغرب کی جانب قصبہ فتح جنگ کوہاٹ روڈ پر واقع ہے۔ اس ڈیم کا تخمینہ 6ء34 ملین روپے ہے۔ Sanday Mar

Dhok یہ ڈیم جی ٹی روڈ سے پندرہ میل جنوب کی طرف برجی نمبر183 ڈھوک سنڈے مار گاؤں کے نزدیک واقع ہے۔ اس ڈیم کا تخمینہ 19ء76 ملین روپے ہے۔ ایشین ڈو یلپمنٹ بنک سے Consultant کی منظوری ماہ مئی میں موصول ہونے کی وجہ سے مذکورہ بالا ڈیم ہائے کی تعمیر 1986-85ء میں نہ ہو سکی۔ لہذا ڈیم متذکرہ کی تعمیر سال 88-1987ء میں کی جائے گی۔ اس کے علاوہ تیسرے (بھگٹال ڈیم) کی تعمیر بھی سال 88-1987ء میں کی جائے گی۔ یہ ڈیم تلہ گنگ میانوالی روڈ موضع بھگٹال میں واقع ہے۔ اس کی تعمیر کا تخمینہ لاگت 40 ملین روپے ہے۔

علاقہ پنج کٹھ کے دیہاتوں کے رقبہ کو سیراب کرنے کے لئے مناسب نہری پانی کی فراہمی

☆ 1880- جناب غلام سرور خان۔ کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ ضلع راولپنڈی کے علاقے عثمان کٹھ گڑھی سکندر؟ لب ٹھٹول؟ بوڑ میانہ شاہیا یونین کونسلوں کے متعدد دیہات جو کہ علاقہ پنج کٹھ کے نام سے مشہور ہیں دریائے ہیرو کے پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں۔

(ب) کیا یہ حقیقت ہے کہ یہ علاقہ باغات کے لئے مشہور ہے۔ اور یہاں کافی باغات ہیں۔

(ج) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ خانپور ڈیم بن جانے کی وجہ سے اب جو نہریں نکالی گئی ہیں ان سے متذکرہ بالا یونین کونسلوں کے دیہاتوں کا رقبہ سیراب نہیں ہو رہا لیکن اس کے باوجود وہاں کے لوگوں سے نہری آبیانہ وصول کیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

(د) کیا حکومت متذکرہ نہروں کی اس طریقہ سے پلاننگ کرنے کو تیار ہے کہ زیادہ سے زیادہ سیراب ہو سکے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال)

(الف) یہ درست ہے کہ ضلع راولپنڈی کے علاقے عثمان کٹھ، گڑھی سکندر، رب ٹھٹول اور ضلع اٹک کے علاقہ شاہیہ اور بوز میانہ یونین کونسلوں کے متعدد دیہات جو کہ علاقہ پنج کٹھ کے نام سے مشہور ہیں۔ دریائے ہرو کے پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں۔

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

(ب) یہ درست ہے کہ یہ علاقے باغات کے لئے مشہور ہیں۔ اس علاقے میں موقع کے مطابق باغات کی تفصیل مندرجہ ذیل ہیں۔

ضلع راولپنڈی	ضلع اٹک
468 ایکڑ	217 ایکڑ

(ج) سردست صرف 200 ایکڑ کو پانی مہیا کیا جا رہا ہے اور صرف اس رقبہ کو آبیانہ عائد کیا جاتا ہے۔ واپڈا نے مان پور ڈیم اور اس کی نہریں تعمیر کی ہیں۔ مگر نہروں کی ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے ان یونین کونسلوں کا رقبہ درست طور پر آبپاشی نہیں ہو رہا۔ چیف منسٹر انسپکشن ٹیم نے بعد از معائنہ ڈیم اور متعلقہ سسٹم چیف منسٹر صاحب کو مکمل رپورٹ مورخہ 11 مئی 1986ء کو پیش کی تھی اور چیف منسٹر صاحب کے حکم کے تحت اس بارے میں واپڈا چیف منسٹر انسپکشن ٹیم اور محکمہ انہار کے افسران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جس کا پہلا اجلاس مورخہ 23 ستمبر 1986ء کو منعقد ہوا تھا۔ اجلاس مذکورہ میں سینئر ممبر چیف انسپکشن ٹیم کے زیر صدارت ایک سب کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کمیٹی کے ذمہ تحقیق کے بعد مناسب اقدامات جن سے آبپاشی کے نظام کو بہتر بنانے کی سفارش کرنا تھی۔

سب کمیٹی ہذا نے اپنی رپورٹ معہ تجاویز تخمینہ مرتب کر کے مورخہ 27 نومبر 1986ء کو بھجوائیں۔ ان تجاویز پر غور وخوص کے لئے کمیٹی کا اجلاس زیر صدارت وزیر آبپاشی مورخہ 22 جنوری 1987ء کو ہوا۔ جس میں یہ طے پایا کہ۔

(1) واپڈا درست طور پر آبپاشی نہ ہونے والے رقبہ کے لئے ایک نئی سکیم مرتب کرے گا۔ اور موقعہ پر عمل درآمد کروائے گا۔

(2) واپڈا برائے درستگی موجودہ نظام آبپاشی مبلغ 20 لاکھ محکمہ انہار کو ادا کرے گا۔

(د) کمیٹی کے فیصلے کے مطابق واپڈا سے 20 لاکھ روپے ماہ مئی میں موصول ہو چکے ہیں جس سے خانپور ڈیم سے ملحقہ نظام آبپاشی کی درستگی کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ غیر آباد رقبے کے لئے مطلوبہ سکیم واپڈا سے ابھی تک موصول نہیں ہوئی جس کے لئے واپڈا کو یاد دہانی کروائی جا رہی ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

سیم نالہ کی تعمیر

177- جناب رئیس مشتاق احمد- کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سیم نالہ تحصیل صادق آباد سے تحصیل لیاقت پور موضع صادق پور تک منظور ہے جب کہ سیم کا زیادہ اثر صادق پور سے چنی گوٹھ تک ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت سیم نالہ تعمیر کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال)

(الف) ہاں یہ درست ہے کہ سیم نالہ تحصیل صادق آباد سے تحصیل لیاقت پور موضع صادق پور تک منظور ہے۔ اس کا نام آب حیات سیم نالہ ہے۔ اور اس پر واپڈا اسکارپ نمبر 6 پنجند عباسیہ کے تحت عملدرآمد کر رہا ہے۔ صادق پور سے چھنی گوٹھ تک علاقہ بھی سیم سے متاثرہ ہے۔

(ب) چھنی گوٹھ سے موضع صادق پور تک بھی سیم نالہ تعمیر کیا جائیگا۔ اس سیم نالہ کو ترکڑی نالہ کہتے ہیں اور اس پر مرحلہ وار عملدرآمد کیا جائیگا۔ پہلے مرحلہ پر کام ہو رہا ہے۔ اور انشاء اللہ یہ کام جون 1987ء تک مکمل ہو جائے گا۔

تحصیل روجہان میں حفاظتی بند کی تعمیر کی تکمیل

205- سردار ریاض محمود مزاری- کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے گزشتہ سال روجہان شہر کو سیلاب سے محفوظ رکھنے کے لئے سترہ لاکھ روپے کی لاگت سے ایک بچاؤ بند تعمیر کرایا تھا۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ متذکرہ بند کو متعین جگہ تک مکمل نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے سیلاب نے روجہان کے قرب وجوار کے مواضعات کی تباہی کر ڈالی اس کے علاوہ تیس لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر شدہ روجہان لنک روڈ کو بھی سیلاب نے شدید نقصان پہنچایا۔ اگر ایسا ہے تو متذکرہ بچاؤ بند کو متعین مقام تک مکمل کرنے کے لئے حکومت کیا اقدام کر رہی ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ گذشتہ سال سیلاب نے تحصیل روجہان کے اکثر مواضعات کو تباہ کر دیا تھا۔ اور متذکرہ مواضعات کو آفت زدہ قرار دے دیا گیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو حکومت نے لوگوں

کی بحالی اور فصلات کے نقصان کا ازالہ کس طرح کیا اور اس وسیع تحصیل کو تقاوی و دیگر قرضہ جات کتنے فراہم کئے گئے۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ آفت زدہ علاقوں میں لوگوں سے سابقہ قرضوں کی وصولی معاف یا روک دی جاتی ہے اگر ایسا ہے تو تحصیل روجھان میں متاثرہ لوگوں سے سابقہ قرضہ آبیانہ وغیرہ کی وصولی کے لئے حکومت کے کارندوں نے پکڑ دھکڑ کیوں شروع کر رکھی ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال)

(ب) بند مذکور صرف تین میل کا بنایا جانا منظور تھا۔ جسے احسن طریق سے مکمل کیا گیا۔ اور فلڈ کے دنوں میں اسی بند کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اور نہ ہی یہ بند ٹوٹا در حقیقت اس بند کے اوپر کی طرف ڈسٹرکٹ کونسل کا ایک تین میل لمبا بند تھا۔ جو مخدوش حالت میں تھا۔ کمشنر ڈیرہ غازی خان ڈویژن کے حکم پر یہ بند فلڈ کے دنوں میں محکمہ نہر کی تحویل میں اس وقت دیا گیا۔ جب کہ بند فلڈ کی لپیٹ میں تھا۔ اس بند کی وجہ سے روجھان کے دیہات کو نقصان پہنچا۔ اور شہر کو بچانے لے لئے سڑک کاٹنا پڑی۔

(ج) یہ درست ہے کہ گزشتہ سال 1986ء میں سیلاب نے تحصیل روجھان کے اکثر مواضعات کو تباہ کر دیا تھا۔ اور متذکرہ (سیلاب زدہ) مواضعات کو آفت زدہ قرار دیا گیا تھا۔ حکومت نے نقصان زدہ مواضعات کے ازالہ کی خاطر فصل خریف 1986ء کے واجبات بالکل معاف کر دئے ہیں۔ اور نقصان زدہ لوگوں کو مبلغ / 2,60,000 روپے کے تقاوی قرضہ جات دئے گئے ہیں۔ مزید یہ کہ دوران ایام سیلاب لوگوں میں 3840 تھیلے آٹا اور پکی پکائی خوراک بھی تقسیم کی گئی تھی۔

(د) ضلع راجن پور میں فصل خریف 1986ء کے واجبات مالیہ آبیانہ کی معافی ہوئی ہے۔ لہذا جو واجبات معاف ہو چکے ہیں ان کے لئے پکڑ دھکڑ ہی ممکن نہیں۔ اگر تحصیل روجھان میں کوئی پکڑ دھکڑ ہوئی ہے۔ تو وہ بہت پرانے واجبات کی وصولی کے لئے ہوئی ہو گی۔ گزشتہ تباہ شدہ فصل کے لئے کسی باقیدار کو گرفتار نہیں کیا گیا۔

روجہان میں گرڈ اسٹیشن کی تعمیر

209- سردار ریاض محمود مزاری۔ کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔
کیا یہ درست ہے کہ 1985ء میں روجھان میں گرڈ اسٹیشن منظور ہوا تھا اگر ایسا ہے تو آج تک

وہاں گرڈ اسٹیشن کیوں تعمیر نہیں کیا گیا اور اس کی تعمیر میں مزید کتنی تاخیر ہو گی؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (جناب محمد اقبال)

اس ضمن میں واپڈا سے رپورٹ حاصل کی گئی اور اس رپورٹ کے مطابق یہ درست ہے کہ 1985ء میں 132 کے وی روجھان گرڈ اسٹیشن کی تعمیر واپڈا کی منصوبہ میں شامل تھی۔ لیکن اس کی تعمیر 1985ء میں زمین دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے شروع نہ ہو سکی اس گرڈ اسٹیشن کی تعمیر واپڈا کے پراجیک IV شامل کر لی گئی ہے۔ اور اب جگہ کا تعین کر لینے کے بعد سول ورک کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ اور اس گرڈ اسٹیشن کی تکمیل 90-1989ء تک مکمل ہو جانے کی توقع ہے۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست ملک غلام حیدر تھنڈ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

> میں مورخہ 24-6-87 اور 25-6-87 کو چند امور کی انجام دہی کے سلسلہ میں مصروف رہا ہوں اجلاس میں شرکت نہ کر سکا براہ مہربانی رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:-

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری اکرم اللہ رانجھا صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

> میں مورخہ 25-6-87 کو بوجہ معروفیت اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ رخصت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:-

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محمد امجد جوئیہ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

گذارش ہے کہ بندہ ضروری کام سے 29-6-87 میں حاضر نہ ہو سکا لہٰذا مہربانی فرما کر میری چھٹی منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:-

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست بشیر احمد انصار صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

عاجز بوجہ بخار 29-6-87 اور 30-6-87 کو اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا ان دو یوم کی چھٹی منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:-

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست میاں عمر علی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:-

گذارش ہے کہ بندہ بیمار ہے۔ اس لئے آج مورخہ 11-6-87 اسمبلی کے اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ایک یوم مورخہ 11-6-87 کی رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے:-

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

مسئلہ استحقاقات

جناب سپیکر: یہ تحاریک استحقاق ہمارے پاس زیر التواء ہیں۔ میاں محمد اسحاق صاحب کی طرف سے یہ تحریک استحقاق زیر التوا ہے اور وزیر اوقاف کی تشریف آوری تک اسے زیر التواء رکھتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب نے آج کا وقت مقرر کیا تھا۔

جناب سپیکر: جی۔ جناب وزیر قانون توجہ فرمائیں گے۔ یہ تحریک استحقاق نمبر 3 وزیر اوقاف کی واپسی تک موخر کی گئی تھی اور کل یہ طے ہوا تھا کہ آج وہ تشریف لائیں گے اور آج اس کو زیر غور لائیں گے۔

وزیر قانون: جناب والا! میں نے انہیں واضح طور پر کہہ دیا تھا کہ آپ سے متعلقہ تحریک استحقاق آج پیش ہو گی اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ان سے رابطہ قائم کر کے آتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی۔ آپ رابطہ قائم کر کے ہمیں بتائیں ہم اس کو فی الحال مؤخر کر لیتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! کیا میں یقین رکھوں کہ یہ آج پیش ہو گی۔

جناب نسیم احمد: جناب والا! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس پر جواب دے دوں گا۔

جناب سپیکر: جی۔ تو کیا آپ اس پر بات کرنا چاہیں گے ؟

جناب نسیم احمد: جی۔ میں میاں صاحب سے اس بارے میں بات کر لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: تو کیا آپ اسے take up کر لیں گے ؟

جناب نسیم احمد: جی ! میں Take up کر لوں گا۔

جناب سپیکر: کیا آپ اس کا جواب دینے کی پوزیشن میں ہیں ؟

جناب نسیم احمد: انشاء اللہ جی۔

جناب سپیکر: تو ٹھیک ہے۔ میاں محمد اسحاق صاحب آپ تحریک استحقاق پیش کریں۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتا

ہوں۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کیلئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں کہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب۔ کیا آپ اسے ایک دفعہ پڑھ چکے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: نہیں جی۔ جناب وزیر تشریف نہیں رکھتے تھے اور آپ نے اسے مؤخر کر دیا تھا۔

جناب سپیکر: مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ نے پڑھ دی تھی۔ اور پڑھنے کے بعد اسے موخر کیا گیا تھا۔

میاں محمد اسحاق: ٹھیک ہے جی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ میں اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ بعد میں دے دوں۔

جناب سپیکر: جی آپ خوشی سے شارٹ سٹیٹمنٹ دیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! سوال یہ تھا کہ محکمہ اوقاف کے مشیر نے اپنی تقرری سے لے کر آج تک کتنے محکمہ جات کے مقدمات کی کن عدالتوں میں پیروی کی ہے اور کتنے ان کے حق میں اور کتنے ان کے خلاف ہوئے اس کے جواب میں صرف زمینوں کے مقدمات ہی کا جواب دیا گیا ہے اور باقی جو محکمہ جات کے مقدمات تھے کوئی واضح جواب نہ دیا گیا ہے میرا سوال یہ تھا کہ وہ تمام مقدمات خواہ وہ دربار کی زمینوں کے متعلق ہوں یا محکمہ جات کے اپنے اندرونی مقدمات ہوں ان میں جو واجبات ملازمین کو ادا کیئے گئے ہیں ان کے متعلق تفصیلی جوابات دیئے جائیں۔

جناب والا! اس میں ایک ایسا مقدمہ جس کے متعلق وزیر موصوف نے مجھے اپنے چیمبر میں بلا کر خود فیصلہ کرنے کے لئے کہا اور وہ اس سے بخوبی واقف تھے اور ان کے قانونی مشیر بھی واقف تھے اور وہ کیس عدالت میں فیصلہ طلب تھا۔ انہوں نے جان بوجھ کر اس کیس کو اس میں درج نہیں کیا بلکہ اس کو چھپایا گیا ہے۔ اس کو چھپانے کی وجہ یہ ہے اور اسکے متعلق میں آپ کی اجازت سے جو سپریم کورٹ میں اس کا فیصلہ ہوا ہے۔ یہ اپیل نمبر 24867 مورخہ 29-11-1974 ہے۔ سپریم کورٹ نے ایک فیصلہ دیا ہے اور اس کے خلاف سول کورٹ میں ایک stay order حاصل کیا ہے۔ اور جو کروڑوں روپے کی زمین وہ محکمہ اور جن کی زمین ہے ان سے ملی بھگت کر کے چونکہ یہ رفاہ عامہ کے ایک ہسپتال کیلئے رکھی گئی ہے اس کو وہ خوردبرد کرنا چاہتے ہیں۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کی جو خلاف ورزی کی جا رہی ہے اور سول کورٹ میں stay order لے کر اس ایوان کے معزز اراکین کو جو اس

سے آگاہ نہیں کیا گیا یا اس مقدمات کی فہرست میں درج نہ کرنے کی صرف یہ وجہ ہے کہ اس معزز ایوان کے اراکین کو اس کے متعلق واقفیت نہ ہو تاکہ اس کے متعلق کوئی مزید کارروائی نہ کی جا سکے۔ جبکہ سپریم کورٹ کی ایک رولنگ ہے اور وہ میں سب معزز اراکین کے سامنے پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی کہ سول کورٹ سے stay order لیا جائے۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحب اگر توجہ فرمائیں تو میں اسے پڑھ دیتا ہوں۔

"Accordingly there is no force in the contention for the foregoing reasons, the appeal has no substance and is liable to be dismissed. However, agreement was made by the council for this appellant that inspite of the fact that the term of the lease was to expire in Rabbi 1980, the respondents were constructing the new houses on the leased land, which they should not be allowed "this is the decision that new.....constructions should not be allowed. This is the order of the Supreme Court.

".....This request appears to be reasonable in the circumstances of the case subject to the directions that the respondents should not be allowed to raise new constructions on the leased land." Subject to the directions that the respondent should not be allowed to raise new constructions on the leased land." Sir, this is the decision that new constructions cannot be allowed on that leased land.،

جناب والا ! مسئلہ یہ ہے کہ اس زمین پر کوئی نئی Construction نہیں کی جا سکتی۔ اس پر نئی Construction کر کے وہ جن کے پاس زمین ہے انہوں نے سول کورٹ سے اب stay order لیا ہے اس لیز کو چھپانے کے لئے جو قانونی مشیر ہیں انہوں نے اس فہرست میں اس مقدمہ کو جان بوجھ کر ظاہر نہیں کیا۔ اس فہرست میں شامل نہیں کیا اس سے جناب والا میرا استحقاق مجروح ہوا ہے بلکہ میرا نہیں پورے اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میں آپ سے گذارش کروں گا کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ مزید اس کی چھان بین کر کے اس ایوان کے معزز اراکین کو آگاہ کیا جائے۔ شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری اوقاف (جناب نسیم احمد) : جناب سپیکر! میاں اسحاق صاحب نے ایک سوال نمبر 2828 پچھلے اجلاس میں پیش کیا تھا۔ مگر وہ سوال قلیل المدت تھا۔ اس سوال کے جواب میں ہم واضح طور پر یہ پہلے ہی اس ہاؤس سے گزارش کر چکے ہیں :

> "کہ ریاض کیانی ایڈووکیٹ محکمہ اوقاف کے جزوقتی مشیر قانون ہیں۔ ان کی تعیناتی بطور مشیر قانون اوقاف 1967 میں عمل میں لائی گئی۔ وہ عرصہ بیس سال سے محکمہ کے کئی مقدمات کی پیروی کر چکے ہیں جن کی مکمل تفصیل اتنی قلیل مدت میں دینا مشکل ہے تاہم مختصر جوابات پیش ہیں "۔

سوال کے جواب میں پہلے ہی ہم نے معذرت کر لی تھی یہ بہت تھوڑا وقت ملا ہے۔ صرف ایک دن کا وقت تھا۔ ایک دن میں 1967ء سے لے کر 1987ء تک کے تمام مقدمات کی تفاصیل دینا انتہائی مشکل تھا۔ جب چونکہ ہم پہلے ہی گذارش کر چکے ہیں اگر اس کا جواب دینے میں کوئی کمی بیشی رہ گئی ہے تو اس میں ہم پہلے ہی معذرت کر چکے تھے تو میرا خیال ہے اس لحاظ سے ان کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا تھا۔ جہاں تک میاں صاحب نے اپنے ایک مخصوص کیس کے بارے میں فرمایا ہے سوال میں اسی مخصوص کیس کے متعلق نہیں کہا گیا تھا۔ اگر اس کے متعلق کوئی سوال ہوتا تو ضرور جواب آتا۔ تاہم اس سلسلے میں اب بھی محکمہ پوری پوری پیروی کر رہا ہے۔ ہم ہر طرح سے میاں صاحب کے ساتھ بھی تعاون کرنے کیلئے تیار ہیں اور اپنا کیس بھی چھوڑنے کیلئے تیار نہیں پوری پوری اس کی پیروی کریں گے۔ محکمہ اس پر پوری نظر رکھے ہوئے ہے۔

میاں محمد اسحاق : جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وزیر اوقاف نے

اس ایوان میں مجھے یقین دہانی دلائی تھی اگر آپ حکم فرمائیں تو میں وہ بیان پڑھ دیتا ہوں۔ میرے پاس اس کا ریکارڈ ہے "کہ میں پوری انکوائری کرنے کے بعد اگر واقعی یہ عدالت میں مقدمہ ہے اس لئے انہوں نے یعنی جو مشیر ہیں اس لسٹ میں نام نہیں دیا تو ہم اس کے خلاف ایکشن لیں گے" جناب والا! یہ تسلیم شدہ بات ہے اور یہ ریکارڈ پر آچکی ہے اب پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے یہ فرمایا ہے کیا یہ کوئی کیس باقی ہے جس کے متعلق جواب نہیں دیا گیا۔ اگر ہے تو آپ اس قانونی مشیر کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کیلئے تیار ہیں اور جو کہ پہلے وزیر موصوف تسلیم کر چکے ہیں اگر یہ کیس عدالت میں ہوا اور اس میں شامل نہ کیا گیا ہوا تو ہم محکمانہ طور پر اس کے خلاف کارروائی کریں گے۔ کیا آپ یقین دہانی کراتے ہیں کہ ان کے خلاف کارروائی کریں گے۔

جناب نسیم احمد : جناب سپیکر! میں پہلے بڑا کھل کر' واضح طور پر میاں صاحب سے گزارش کر چکا ہوں کہ اس مختصر نوٹس پر ہمارا جواب اس وقت اس لحاظ سے مکمل تھا۔ یہ مخصوص معاملہ اب سامنے آیا ہے۔ سوال و جواب کا تو اس وقت ٹائم نہیں ہے۔ یہ تحریک استحقاق کا ٹائم ہے۔ کہ آیا ان کا استحقاق مجروح ہوا ہے یا نہیں۔ ہمارے جواب سے بالکل عیاں ہے کہ یہ ان کا استحقاق نہیں بنتا۔ کیونکہ ہمارا جواب بالکل واضح ہے۔ ہم نے اس وقت بھی معذرت کر لی تھی۔ تو اس کے لئے علیحدہ ہم سے بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے علیحدہ ہم سے سوال کر سکتے ہیں۔ ہم لکھ کر دینے کو تیار ہیں۔ اگر کسی قسم کی کوئی غلطی اس قانونی مشیر کی طرف سے ہوئی ہے تو ہم لازمی طور پر اس کے خلاف کارروائی کرنے کو تیار ہیں۔

میاں محمد اسحاق : جناب سپیکر! کیا پارلیمانی سیکرٹری یہ فرمائیں گے کہ ایک کیس جس کے متعلق میں یہاں کئی مرتبہ ایوان میں یہ عرض کر چکا ہوں' وزیر موصوف نے خود اسی کیس کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے مجھے چیمبر میں بلا کر کہا کہ دوسری پارٹی کو بلا کر ہماری میٹنگ کرائی جائے۔ اور وزیر موصوف کے چیمبر میں میٹنگ کرائی گئی' وکلاء صاحبان کو بھی بلایا گیا۔ پورا دفتر اس سے آگاہی رکھتا ہے۔ اس کے باوجود جان بوجھ کر اس کیس کو اس لسٹ میں شامل نہیں کیا گیا۔ میرا مقصد یہ ہے اس کے بعد وزیر موصوف نے خود یہاں پر بیان فرمایا تھا کہ اگر یہ کیس واقعی عدالت میں ہے اور اس فہرست میں شامل نہیں کیا گیا تو انہوں نے خود تسلیم کیا تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں دیدہ و دانستہ طور پر کوتاہی کی گئی ہے اور میں ان کے خلاف ایکشن لوں گا۔ جناب والا! یہ میرے پاس ریکارڈ ہے۔ اگر چاہیں تو

میں پڑھ سکتا ہوں۔ یہ اس ایوان میں کہا گیا تھا۔ تو جب ایک وزیر پہلے ہی خود تسلیم کر چکے ہیں اور بیان دے چکے ہیں اور پارلیمانی سیکرٹری ان کے بیان کو رد کرنا چاہتے ہیں اور اپنا نیا بیان دینا چاہتے ہیں' کوئی نئی یقین دہانی دینا چاہتے ہیں تو اس کے لئے آپ کی وساطت سے یہ معزز اراکین غور کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر جو بات پہلے اس ایوان میں ہو چکی ہے' اس کے متعلق ہمیں کیا فیصلہ لینا ہے کہ آیا یہاں پر جو بات کی جاتی ہے وہ قابل عمل بھی ہے یا نہیں؟

جناب نسیم احمد: جناب سپیکر! جہاں تک ہمارے محترم وزیر صاحب کے جواب کا تعلق ہے' کہ انہوں نے اس ایوان میں Commitment کی ہے تو میرا خیال ہے کہ وزیر صاحب کی Commitment کے علاوہ یہاں بیٹھ کر کوئی بھی معزز رکن یا کوئی بھی آدمی جو بھی Commitment کرے گا اس کا پاس' اس کا لحاظ' اس کی عزت و احترام اس کے لئے لازمی ہو جاتی ہے۔ میں قطعی طور پر اس بات کی نفی نہیں کر رہا۔ یہ میاں صاحب کو شاید غلط فہمی ہوئی ہے۔ وزیر صاحب کی جو بات ہے' "چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک" کہ میں ان کی بات کو اس وقت رد کر دوں۔ میں نے پہلے ہی عرض کر دیا ہے کہ یہ مخصوص کیس پہلے اس سوال میں نہیں پوچھا گیا تھا۔ اب یہ بات سامنے آئی ہے۔ پہلے Commitment بھی کر چکے ہیں اور یہ معاملہ عدالت میں چل رہا ہے۔ چاہیے اسے چلنا چاہئے تھا یا نہیں' وہ قانونی بات ہے کہ سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کے بعد ایک سول کورٹ نے اس پر حکم امتناعی جاری کر دیا ہے۔ تو ان کے متولیوں نے وہ حکم امتناعی حاصل کیا۔ اس کے بعد فوری طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم ایسے کر دیں۔ کیونکہ عدالت میں' سول کورٹ میں یہ معاملہ اس وقت چل رہا ہے۔ اس کے تمام قانونی پہلو دیکھ کر ہی ہو سکتا ہے تاہم اس کے علاوہ میں میاں صاحب کو بار بار یقین دہانی کروانا چاہتا ہوں' اگر اس خاص کیس کے متعلق کہتے ہیں کہ جو Commitment ہمارے وزیر محترم نے آپ سے یہ اس ایوان میں کی ہے' میں بھی اس کے ساتھ پورا پورا اتفاق کرتا ہوں اور ہم ہر لحاظ سے اس کیس کو دیکھنے کی کوشش کریں گے۔ جہاں تک استحقاق کا تعلق ہے' وہ میں نے پہلے ہی عرض کیا کہ یہ خاص کیس ان سوالوں میں نہ تھا اور ہم نے عرض کیا کہ مختصر اطلاع پر 67ء سے لے کر 87ء تک ایک دن میں جواب دینا ہمارے لئے انتہائی مشکل تھا۔ وہ جس کیس کی بھی تفصیل چاہتے ہیں' ہم ان سے بیٹھ کر بات کرنے کو تیار ہیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے اس فرمان کے بعد اب آپ کی کیا رائے

ہے ؟

میاں محمد اسحاق: اگر پارلیمانی سیکرٹری صاحب یقین دلاتے ہیں کہ ہم ان کی خلاف چھان بین کرنے کے بعد قصور وار ہوئے تو کارروائی کریں گے تو میں اس کو پریس نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: تو انہیں اس میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے ؟ اگر قصور وار ہوئے تو آپ ان کے خلاف ایکشن لیں گے ؟

جناب نسیم احمد: جی ہاں۔

میاں محمد اسحاق: شکریہ۔

جناب سپیکر: تو آپ پریس نہیں کرتے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 27 ہے۔

گذشتہ سال یقین دہانی کے باوجود بجٹ برائے 88-1987ء کا اردو میں پیش نہ کیا جانا

مولانا منظور احمد چنیوٹی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملے کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ اردو ہماری قومی زبان ہے اور دستور پاکستان کی رو سے تمام تر سرکاری کارروائی 1988ء تک اردو میں کرنی لازمی ہے۔ لیکن چالیس سال سے ہم پر دشمنان اسلام، انگریز کی بدیشی زبان انگلش مسلط ہے اور قومی زبان کے سوتیلی اولاد والا سلوک کیا جا رہا ہے۔ 88-1987ء کا سالانہ بجٹ جو مورخہ 87-6-8 کو پیش کیا گیا وہ انگلش زبان میں ہے۔ اس سے پہلے ضمنی بجٹ بھی انگلش میں پیش کیا گیا ہے جبکہ ممبران کی ایک بڑی تعداد انگلش نہیں جانتی اور وہ اس پر بحث نہیں کر سکتی جو ان کا ایک بنیادی اور قانونی حق ہے۔ گزشتہ سالوں میں بھی بجٹ انگلش میں پیش کئے گئے اور جب ہاؤس میں مطالبہ کیا گیا کہ بجٹ قومی زبان میں پیش کیا جائے تو یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ آئندہ بجٹ اردو میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ لیکن وعدے کے باوجود موجودہ بجٹ بھی انگلش میں پیش کیا گیا....

جناب سپیکر: فضل حسین راہی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! میرا خیال یہ ہے کہ جو تحریک استحقاق پڑھی جا رہی ہے' پہلے اسی نفس مضمون کی تحریک استحقاق بیگم نجمہ تابش الوری صاحبہ نے پیش کی تھی اور اس پر جناب نے ارشاد فرمایا تھا کہ اسے بھی dispose of تصور کیا جائے گا جو مولانا صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

جناب سپیکر: جی نہیں۔ ان کی عدم موجودگی کی وجہ سے میں نے اس کو موخر کر دیا تھا مجھے یاد ہے کہ میں نے موخر کیا تھا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: ۔۔ اس سے نہ صرف میرا استحقاق مجروح ہوا ہے بلکہ پورے معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا میری استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں۔

جناب سپیکر: مجھے مختصر بیان کی اجازت ہے ؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی : جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پاکستان بنے ہوئے چالیس سال گزر گئے۔ ہم نے اور ہمارے آباؤاجداد نے مسلسل جدوجہد کے بعد انگریز کو اس ملک سے نکالا اور اس برصغیر کو آزاد کرایا۔ پھر ہم نے اس برصغیر میں سے ایک اپنا علیحدہ حصہ لیا۔ اس بنیاد پر کہ یہاں ہم اسلامی نظام قائم کریں گے' اسلامی کلچر ہو گا اور ہماری اپنی قومی زبان اور قومی روایات کو زندہ کیا جائے گا۔ لیکن چالیس سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ہماری قومی زبان اردو جو شروع سے سرکاری زبان قرار دے دی گئی تھی' اس کی طرف کوئی قدم نہ بڑھایا گیا۔ جبکہ پچھلے دستور کے مطابق یہ پابندی لگائی گئی تھی کہ پندرہ سال تک تمام کارروائی اردو میں کر دی جائے گی۔ قطع نظر اس کے کہ یہ ہماری قومی زبان تھی اور ہم اس کو اولیت دیتے اور جس انگریز کو یہاں سے نکالا تھا' ہم اپنے تشخص کو اور اپنی قومی حیثیت کو اجاگر کرنے کے لئے اپنی قومی زبان کو اپناتے' وہ ہم نے آج تک نہ اپنایا۔ لیکن اس سے قطع نظر اسمبلی میں' میں یا میرے بعض اور دوست' جو انگریزی نہیں جانتے' ہمارا استحقاق ہے اور ہم نے مطالبہ کیا کہ اگر آپ انگریزی میں بجٹ پیش کرتے ہیں تو پھر اس کو اردو میں بھی مہیا کیا جائے۔ یہ ہمارا حق تھا کہ بجٹ ہمیں اردو میں مہیا کیا جائے۔ اگر سارا بجٹ آپ اردو میں تیار نہیں کرتے' تمام کاپیاں تیار نہیں کرتے اور آپ مجبور ہیں۔ حالات آپ کو مجبور کرتے ہیں کہ آپ انگلش میں تیار کریں تو ہمارا بھی حق ہے کہ ہمیں اردو میں کاپی

مہیا کی جائے۔ یہ ہمارا حق ہے کہ ہمیں اردو میں کاپیاں دی جائیں دو اجلاسوں میں اس پر شدید احتجاج کیا گیا اور ہم سے وعدہ کیا گیا کہ آئندہ بجٹ اردو میں پیش کیا جائے گا۔ لیکن اب تک اس کی طرف کوئی قدم نہیں بڑھایا گیا۔ اور اب جو ہمیں پنجاب پبلک سروس کمشن کی رپورٹ کی کاپیاں دی گئی ہیں وہ بھی انگریزی میں پیش کی گئی ہیں۔ یہ قومی زبان کے ساتھ ایک نہایت غیر منصفانہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ اور یہ ہماری روایات کے خلاف ہے۔ اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارا اس طرح استحقاق پامال ہوا ہے۔ اور اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ تاکہ اس میں اس کا صحیح فیصلہ ہو سکے۔

وزیر خزانہ (چودھری ممتاز حسن): جناب سپیکر! میرے فاضل رکن کی یہ تحریک استحقاق اس لحاظ سے پختہ نہیں ہے۔ حکومت نے اس کے متعلق یہ اعلان کیا تھا کہ اگست 1988ء تک آئین کے تحت بجٹ کی تمام کارروائی کو اردو میں کیا جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ گذارش کروں گا کہ میں بھی ذاتی طور پر اس چیز کے حق میں ہوں کہ انگریزی سے جتنی جلدی ہو سکے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ اور اپنی اردو زبان کو اپنا تشخص دیں۔ لیکن اس میں کچھ قباحتیں ہیں۔ مشکلات یہ ہیں کہ ابھی تک ہم اس پوزیشن میں نہیں ہوئے کہ بجٹ کے متعلق جو اصطلاحات ہوتی ہے ان کا اس طریقہ سے ترجمہ کیا جائے۔ کہ وہ عام و خواص کی سمجھ میں آ جائیں۔ اور اس کے بجٹ کی روانی اور اس ضمن میں جو بھی کیفیات ہیں وہ اچھی طرح سمجھ میں آ جائیں۔ دوسری بات جو انہوں نے فرمائی ہے کہ یقین دہانی کرائی گئی تھی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ یقین دہانی اسی سلسلہ میں کرائی گئی تھی کہ جتنی جلدی ہو سکے ہم انگریزی کو چھوڑ کر اردو کی طرف آنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن بات وہی آتی ہے کہ جب بھی ہم اس پوزیشن میں آ جائیں گے خاص طور پر وہ اصطلاحات جو بجٹ میں پیش کی جاتی ہے اور جو درج کی جاتی ہے۔ اس کا اردو میں باسانی ترجمہ ہو جائے۔ تو انشاء اللہ اس میں ایسی کوئی قباحت نہیں رہے گی کہ ہم اردو میں بجٹ کو پیش نہ کر سکیں۔ اس کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے۔ اسی مشکل کی وجہ سے فیڈرل گورنمنٹ کا بجٹ بھی اردو میں آ رہا ہے۔ اس کے لئے کوشش ہو رہی ہے کہ پرنٹنگ پریس کا بھی انتظام کیا جائے اور دیگر مشینیں بھی جو اس سلسلہ میں استعمال ہونے والی ہیں۔ ان کے حصول کے لئے بھی کوشش کی جائے۔ میں پھر فاضل رکن کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان میں کوئی شخص بھی میں نہیں سمجھتا کہ وہ چاہے کہ ہم ابھی تک اور ہمیشہ کے لئے انگریزی کو اپنے سینہ سے چمٹائے رکھیں۔ ہماری اولین کوشش یہی ہو گی کہ جتنی جلدی ممکن ہو دفتری کام کو بجٹ کے علاوہ ہر چیز کو اردو میں اپنائیں اور اردو کا تشخص اجاگر کریں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! وزیر موصوف صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں مشکلات ہیں۔ اور بعض انگریزی کے الفاظ کے متبادل نہیں ملا تو میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اگر 40 سال آپ اس پر قادر نہیں ہوئے اور آپ کو کتنے 40 سال مزید درکار ہوں گے۔ زندہ قومیں تو اپنے تشخص کو قائم رکھنے کے لئے اتنی مدت درکار نہیں ہوتی تمام ممالک جہاں ان کی اپنی قومی زبان ہے۔ ان کی تمام تر سرکاری کارروائی کو قومی زبانوں میں ہوتی ہے۔ لیکن ہم چالیس سال تک ابھی تک ہم اپنی زبان کے ہوتے ہوئے بھی محتاج ہیں کہ ہمیں کوئی متبادل الفاظ نہیں ملتے۔ اور اب تک ہم قادر نہیں ہو سکے۔ اور آخر اس کے لئے کتنی مدت درکار ہو گی۔ ہم 40 سال تک بھی اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ تو پھر ایسی زبان کو ترک ہی کر دینا چاہئے۔ اگر یہ اتنی ناقص زبان ہے اور اس میں کوئی متبادل الفاظ نہیں ہیں۔ تو عربی بڑی فصیح اور بلیغ زبان ہے۔ اور ہماری اسلامی زبان ہے۔ تو پھر ہم عربی کو سرکاری زبان کے طور پر استعمال کریں۔ وہ تو اتنی فصیح اور بلیغ زبان ہے کہ دنیا کی کوئی زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یا تو اپنی قومی زبان کا لحاظ کرتے ہوئے اس پر فوری طور پر آئین کے مطابق اس پر عملدرآمد ہونا چاہئے۔ اگر یہ زبان ناقص ہے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ اس قومی زبان کی بجائے عربی زبان کو جو اسلامی زبان ہے اس کو سرکاری زبان قرار دے دیں تاکہ آپ کو یہ دقت پیش نہ آئے۔ آخر اس کا کیا حل ہو سکتا ہے؟

وزیر خزانہ: جناب فاضل رکن کا یہ کہنا کہ اردو زبان ناقص ہے۔ اردو زبان میں ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ میں ان سے اتفاق نہیں کرتا اگر ہم یہ کہیں اردو زبان ناقص ہے تو میں سمجھوں گا کہ ہم اپنے تشخص کو بگاڑ رہے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں اگر ماضی میں اس سلسلہ میں کوئی چشم پوشی ہوتی رہی ہے۔ یا سستی سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ اس کا میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اس حکومت کی طرف سے میں یقین دلاتا ہوں کہ موجودہ حکومت اس سلسلہ میں پوری دلچسپی لے رہی ہے اور کام سنجیدگی سے ہو رہا ہے۔ اور میں مولانا آپ کو دعوت دیتا ہوں۔ وہ اصطلاحات جس کے ترجمہ میں ہمیں مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ ہم ان کے پاس بھیج دیتے ہیں وہ ہماری مدد کریں اور اس سلسلہ میں ہمارے ساتھ بڑھیں۔ یہ کام جتنی جلدی ہو جائے ہم اگلے سال اللہ کے فضل سے بجٹ اردو میں پیش کر دیں گے۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب وزیر خزانہ کے اس وضاحت کے بعد آپ کا کیا ارشاد ہے؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! یہ مسئلہ نہایت اہم ہے اور 40 سال سے ایک ظلم ہو رہا

ہے۔ ناانصافی ہو رہی ہے اور خصوصاً" ہم یہیں دو اڑھائی سال سے یہاں موجود ہیں ہمارا استحقاق پامال اور مجروح ہو رہا ہے یہ ہمارا حق بنتا ہے کہ ہمیں اردو میں بجٹ دیا جائے اس لئے میں تو یہ استدعا کروں گا کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ جہاں تک وزیر موصوف کا یہ کہنا کہ وہ اردو کو زبان ناقص سمجھ رہے ہیں میں نہیں سمجھ رہا۔ میں تو آپ کے جواب کی روشنی میں کہتا ہوں کہ ہمیں 40 سال میں ایسے متبادل الفاظ نہیں مل سکے۔ اگر آپ 40 سال میں اس پر کامیاب نہیں ہو سکے۔ اور آپ کو متبادل الفاظ نہیں مل سکے۔ میں نے تو متبادل تجویز پیش کی ہے۔ میں تو اس حق میں ہوں کہ آپ اپنی قومی زبان کو رائج کریں۔ اور آپ کی دوسری پیشکش کے لئے میں تیار ہوں لیکن آپ کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں۔ آپ نے اردو زبان کے لئے تحقیقاتی ادارے بنائے ہیں اور وہ اس پر کافی مدت سے کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے تمام اصطلاحات کو اردو میں منتقل کر دیا ہے۔ مستقل ادارے موجود ہیں۔ اس لئے یہ کوئی بات نہیں ہے۔ یہ بات تو میں اس لئے کہتا ہوں اگر آپ اس پر قادر نہیں ہوتے تو پھر اپنی اسلامی زبان کو واپس لے آئیں اور اس انگریزی زبان کو چھوڑ دیں۔ جناب میری استدعا یہ ہے کہ اس تحریک کو مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے اس تحریک کو جو ہمارے ساتھ دو اڑھائی سال سے زیادتی ہو رہی ہے۔ برابر طور پر مجروح کیا جا رہا ہے۔ اس لئے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! مولانا صاحب نہیں مان رہے۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میں تو مولانا صاحب کو دعوت دے چکا ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ آئیں، شریک عمل ہوں اور ہمیں جو مشکلات درپیش ہیں ان کو دور کرنے کے لئے ہماری مدد کریں۔ جتنی جلدی ہم مل جل کر یہ کام کریں گے اتنی جلدی یہ کام آسان بھی ہو جائے گا اور مکمل بھی ہو جائے گا۔ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرور ضرورت پیش آتی اگر حکومت ....

جناب سپیکر: ابھی ہم اس تحریک کے فنی پہلوؤں پر بات نہیں کر رہے۔ ابھی تو facts کی بات ہو رہی ہے کہ کیا ممکن ہے اور کیا ممکن نہیں ہے۔

وزیر خزانہ: جناب والا! یہ ناممکن والی بات بالکل نہیں ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے جو میں نے پہلے مشکلات آپ کے سامنے پیش کی ہیں اس کی وجہ سے اس میں وقت لگ رہا ہے۔ لیکن یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو ذہنی طور پر یہ چاہتا ہو کہ انگلش رائج رہے

اور اردو کو ہم پس منظر میں رکھیں۔

جناب سپیکر: اس بارے میں آپ قطعی طور پر کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کہ اگلا بجٹ اردو میں پیش کیا جائے۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میں اس میں کوشش کی بات کہہ رہا ہوں کہ ہم پوری کوشش کریں گے۔ اور انشاء اللہ آپ دیکھ لیں کہ اس کوشش میں کوئی کوتاہی نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ کے لئے تو کوئی مشکل نہیں ہے۔

وزیر خزانہ: جناب والا! ہم پوری کوشش کریں گے۔

جناب سپیکر: اس میں اگر کوئی دقت ہے تو اس کا آپ ذکر کر دیجئے۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میں نے عرض کی ہے کہ بجٹ کی انگلش میں اتنی اصطلاحات ہیں جو کہ ان کا اردو ترجمہ کرتے وقت دقت در پیش ہوتی ہیں۔ اور اس کا اردو ترجمہ کرنے کے لئے ہم نے پہلے ہی کوشش شروع کی ہوئی ہے۔ اور ساتھ ساتھ کرتے رہیں گے یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ان مشکلات پر ہم نے قابو پا لیا تو انشاء اللہ آپ کا اگلا بجٹ اردو میں ہو گا۔ اگر اس میں ہم مشکلات پر قابو نہ پا سکے تو پھر کوشش جاری رہے گی اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی مولانا! اب آپ کا کیا ارشاد ہے؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! اگر یہ یقین دہانی فرمائیں کہ آئندہ ہماری اسمبلی کی کارروائی جتنی بھی ہے وہ اردو میں ہو گی۔ ابھی جو ہمیں کتابیں پیش کی گئیں ہیں وہ بھی انگلش میں ہیں بجٹ کے علاوہ جو ہمیں پرسوں کتابیں دی گئی ہیں وہ بھی انگلش میں ہیں۔ اگر یہ یقین دہانی کراتے ہیں کہ ہم آئندہ تمام کارروائی اردو میں پیش کریں گے تو میں اسے واپس لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: مولانا! یہ سب کارروائی کی بات نہیں ہو رہی یہ بجٹ کی بات ہو رہی ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! بجٹ بھی تو یہی ہے کہ بجٹ انگلش میں ہے۔ اور ہم اسے نہیں سمجھ سکتے۔ اور اب جو دوسری کتابیں ہمیں دی گئی ہیں وہ بھی انگلش میں ہیں۔ کم از کم میں انہیں نہیں سمجھ سکتا دوسرے سمجھتے ہوں گے۔

جناب سپیکر: دوسری کن کتابوں کا آپ ذکر کر رہے ہیں ؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا ! یہ جو ابھی آپ نے رپورٹیں دی ہیں وہ انگلش میں ہیں۔ میں دوسرے ممبران کی بات نہیں کرتا وہ سارے سمجھتے ہوں گے لیکن میں انگلش نہیں سمجھتا۔ میرا یہ حق ہے کہ مجھے میری قومی زبان اردو میں مہیا کیا جائے۔ میرا اس سے استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ یا تو یہ یقین دہانی کرائی جائے کہ آئندہ جو ہمیں چیز دی جائے گی وہ ہماری قومی زبان میں ہو گی۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب ! ابھی ہم آپ کے استحقاق مجروح ہونے کی بات نہیں کر رہے۔ وہ تو مجروح ہوتا یا نہیں ہوتا ہے وہ تو ہم فنی نقطہ نگاہ سے دیکھیں گے۔ ابھی تو ہم آپ کو سہولت دینے کی بات کر رہے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا ! فنی اعتبار سے تو آپ نے مجروح کرنا ہے۔ وہ تو مجھے معلوم ہے۔ وہ تو فنی اعتبار سے مجروح ہو ہی جائے گا لیکن میں تو آپ سے بھی استدعا کروں گا کہ آپ ہمارے سربراہ ہیں۔ چیئرمین ہیں۔ آپ کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس قومی زبان کو ترقی دینے کے لئے' اپنانے کے لئے' اپنے اختیارات کا استعمال کریں۔ اور آپ ہدایت جاری کریں کہ تمام کارروائی اردو میں ہونی چاہئے۔ جب ہم سمجھتے کہ یہ ہماری قومی زبان ہے اور یہ صلاحیت بھی رکھتی ہے کہ یہ متبادل زبان بن سکتی ہے تو ہم کیوں نہ اپنی کارروائی اردو میں کریں۔ جب ہم اپنا مافی الضمیر' دوسری باتیں اپنی قومی زبان میں کرتے ہیں تو ہمیں اس میں کوئی دقت نہیں۔ اس لئے آپ کے بھی فرائض میں ہے کہ ان کو ہدایت کریں کہ آپ اپنی کارروائی اور تمام چیزیں اردو میں پیش کیا کریں۔ اور اپنی اس قومی زبان کو ترویج دینے کے لئے اس کا سہرا اپنے سر لیں۔ اگر یہ یقین دہانی آپ بھی کرا دیں تو میں اس پر کوئی زور نہیں دیتا۔

وزیر خوراک: (سردار امجد حمید خان دستی) پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: سردار صاحب ! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں ؟

وزیر خوراک: جی ہاں ! جناب والا ! گزارش یہ ہے کہ جناب وزیر خزانہ نے یہ واضح الفاظ میں بیان کیا ہے کہ آئین میں یہ شرط ہے کہ 15 اگست 88ء تک بتدریج یہ کام ہو رہا ہے ٹرمینالوجی اور فنی قسم کے جو الفاظ ہیں ان کا اردو میں ترجمہ کیا جا رہا ہے اور بالآخر اس وقت تک یہ کام پورا ہو جائے گا۔

یہ غالباً انہوں نے بات سنی ہے اور سمجھی نہیں ہے۔ اس لئے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ استحقاق نہیں بنتا۔ اور اگر یہ بات چاہتے ہیں کہ جس طرح سکھوں نے تھرما میٹر کا ترجمہ کیا تھا " تاپ میچو "۔ تو وہ اس قسم کا ترجمہ کر کے ہمیں دینا چاہتے ہیں تو اس سے ہم باز آئے۔ گورنمنٹ کے آدمی اس پر لگے ہوئے ہیں اور انہیں یقین ہے کہ انشاء اللہ 15 اگست 88ء تک یہ کام مکمل ہو جائے گا۔ اس میں جلد بازی نہ کریں۔ ان کا مقصد پورا ہو چکا ہے کہ یہ اردو کے بڑے شیدائی ہیں۔ عاشق ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ جلدی اور پوری طرح اردو اس ملک میں رائج العمل ہو۔ ہم ان کو داد دیتے ہیں۔ لیکن قانون کے مطابق ان کا استحقاق نہیں بنتا۔ یہ Premature ہے۔

میاں کمال خان لالیکا: جناب سپیکر! ہمیں اپنی قومی زبان کا شیدائی ہونا چاہئے اور ہم ہیں۔ میرے جیسے آدمی بھی انگریزی کو نہیں سمجھتے۔ ایک بجٹ اور بھی ہمیں انگریزی میں پڑھنا ہو گا جو جون میں پیش ہو گا۔ 14 اگست تک وہ وعدہ پورا نہیں فرما رہے یہ تو وہی بات ہے کہ ایک آدمی درد سے مر رہا تھا اور حکیم نے کہا کہ آپ کو اگلے سال جلاب دیا جائے گا۔ ایسی باتیں یہاں نہیں ہونی چاہئیں۔ اردو ہماری قومی زبان ہے اور اس زبان میں بجٹ ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی حضور! اس پر میں مباحثہ نہیں کروانا چاہتا۔

سردار الطاف حسین: جناب والا! میں صرف ایک بات عرض کرنا چاہتا تھا ....

جناب سپیکر: سردار صاحب! میاں صاحب کھڑے ہو گئے اور میں نے احتراماً ان کو ٹوکا نہیں ہے لیکن اس کی صورت یہ ہے کہ جس وقت تک تحریک استحقاق کے بارے میں فنی نقطہ نگاہ سے فیصلہ نہ ہو جائے کہ اس کو ہم منظور کرتے ہیں یا نہیں تو اس پر بحث نہیں ہونی چاہئے۔ ماسوائے اس بات کے کہ سپیکر کسی سے قواعد کی توضیح کے لئے کوئی وضاحت مانگے یا کسی سے مدد مانگے۔

سردار الطاف حسین: جناب والا! میں نے تو صرف محرک صاحب سے اتنا گزارش کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس وقت گورنمنٹ کو مجبور نہ کریں کیونکہ ہمارے سیکرٹری صاحبان اس پوزیشن میں نہیں ہیں اور اس اہلیت کے مالک نہیں ہیں کہ وہ اردو زبان میں بجٹ تیار کر سکیں۔

جناب سپیکر: یہ بڑی لومعنی بات آپ نے کر دی۔ مولانا صاحب! اب یقین دہانی ہو گئی۔ فنانس منسٹر صاحب نے بڑی زبردست قسم کی یقین دہانی کرا دی ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! یقین دہانی کوئی نہیں ہوئی۔ وہ تو آپ نے توجہ دلائی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کوشش کریں گے۔ لیکن اگر ہمیں متبادل الفاظ نہ ملے تو ہمارے معزز ممبر کے فرمان کے مطابق اگست سے پہلے ہمیں ایک بجٹ تو لازماً" اور ملے گا۔ تو وہ بجٹ بھی ہمیں انگلش میں ملے گا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! یہ اگلے بجٹ کی بات کر رہے ہیں۔ یعنی یہ کوئی اگست کے بعد کے بجٹ کی بات کرتے ہیں وہ نہیں۔ اگلا بجٹ جو جون میں آپ نے پیش کرنا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس کی بات ہو رہی ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ 1988ء میں ہمیں شاید بجٹ نہ ہی ملے۔ میرا اندازہ ہے کہ 1988ء میں دوسرے الیکشن ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر: راہی صاحب! اس صورت میں بھی بجٹ تو پیش ہونا ہے۔ ہر صورت میں بجٹ تو پیش ہونا ہے۔ آپ دعا کریں کہ یہ اسمبلیاں چلتی رہیں۔ الیکشن بے شک ہوں یا نہ ہو۔ اسمبلیاں چلتی رہیں اور یہ بجٹ پیش ہوتے رہیں۔

جناب فضل حسین راہی: انشاء اللہ

جناب سپیکر: چودھری صاحب! مولانا صاحب اس کی تھوڑی سی اور وضاحت چاہتے ہیں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! میں اپنی یقین دہانی دوبارہ دھراتا ہوں کہ میں ذہنی طور پر خود بھی' حکومت بھی اس بات پر آمادہ ہے' چاہتی ہے کہ ہم جلد از جلد اپنی جتنی سرکاری کارروائی ہوتی ہے جس میں بجٹ بھی شامل ہے اسے ہم اردو میں اپنائیں گے لیکن اس میں جو مشکلات درپیش ہیں ان پر قابو پانا بھی ضروری ہے اور اس کے متعلق بھی ہم دن رات کوشاں ہیں۔ اور ہماری پوری کوشش ہے کہ جس وجہ سے ہمارے اس کام میں رکاوٹ آتی ہے اسے دور کیا جائے اور ہم اپنی قومی زبان میں بجٹ بھی اور ساتھ سرکاری کارروائی کو پیش کر سکیں۔ میں اس قسم کی یقین دہانی دلا سکتا ہوں اپنی ذات کی طرف سے اور حکومت کی طرف سے کہ ہر ممکن کوشش کی جائے گی کہ اگلے سال کا بجٹ اردو میں آ سکے۔ اور ایسی جتنی مشکلات ہیں وہ ہم پوری کوشش کریں گے کہ ان پر قابو پا سکیں۔

جناب سپیکر: مولانا اب تو یہ معاملہ حل ہو جانا چاہئے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب آپ کی تسلی ہو گئی ہے؟ اگر آپ کی تسلی ہو گئی ہے تو میری بھی

ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: کافی حد تک تسلی ہو گئی ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: پوری نہیں ہوئی۔ یعنی آپ یہ یقین دلا دیتے ہیں کہ اگلا بجٹ ہمیں اردو میں ملے گا۔

جناب سپیکر: میں امید کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی تسلی نہیں ہوئی ہے۔ آپ یہ یقین سے نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اگر یہ یقین ہو جائے تو بہت اچھی بات ہے بہرحال آپ جیسا چاہیں۔ اور بجٹ کے علاوہ دوسری کارروائی بھی اردو میں ہو جائے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں سردست اتنا ہی کافی ہے۔ دوسری کارروائی جو کہ اسمبلی کی طرف سے ہے' اس سلسلہ میں ہم انشاء اللہ کوشش کریں گے کہ آپ کو آئندہ بجٹ کی کارروائی اردو میں ملے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ..... تو مولانا صاحب پریس نہیں کرتے ہیں۔

چودھری محمد رفیق: تو وہ کہتے ہیں بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی اتنا کافی ہے۔

جناب سپیکر: اگلی تحریک استحقاق ہے نمبر41- جناب میاں محمد افضل حیات اور میاں ریاض حشمت جنجوعہ کی طرف سے ..... آپ سردار صاحب کوئی بات کرنا چاہتے تھے ؟ ارشاد فرمائیے۔ میاں صاحب ذرا تشریف رکھئے۔

وزیر مال: جناب والا! ابھی ابھی مجھے ہدایت ملی ہے کہ میں ایوان کی اطلاع کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر ہم نے جتنے بھی آفت زدہ ایریا قرار دیئے ہیں۔ وہاں پر گورنمنٹ کی ہدایات جاری ہو چکی ہیں۔ کہ 15 جولائی 87ء سے پہلے پہلے بنکوں کے قرضہ جات کاشتکاروں کو موقع پر ہر گاؤں پر جا کر دیئے جائیں گے۔ جو بنک مقرر کئے گئے ہیں۔ ان کی تفصیل عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ آپ کیا کر رہے ہیں ؟ ان کی ایوان میں بتانے کی کیا ضرورت ہے ؟ ابھی یہ تحاریک استحقاق پیش ہو رہی ہیں۔ یہ موقع مناسب نہیں ہے پہلے ان تحاریک استحقاق کو نپٹا لیں۔

وزیر خزانہ کی مطبوعہ تقاریر برائے میزانیہ کے انگریزی متن اور اردو میں تضاد

میاں محمد افضل حیات: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو کہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے معاملہ یہ ہے کہ وزیر خزانہ پنجاب کی تقریر برائے میزانیہ 88-1987ء جو انہوں نے اپنی قومی زبان اردو میں ایوان کے سامنے پیش کی۔ اردو تقریر کا متن جملہ اراکین اسمبلی کو مطبوعہ شکل میں تقسیم کیا گیا اور اس کے ساتھ ہی وزیر خزانہ کی تقریر کا انگریزی متن بھی جملہ اراکین اسمبلی کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ دونوں تقاریر کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وزیر خزانہ کی اردو زبان اور انگریزی زبان میں طبع شدہ تقریروں میں کئی مقامات پر تضاد پایا جاتا ہے۔ کئی پیراگراف ترجمہ اور مفہوم کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

اردو تقریر کے پیراگراف نمبر 6,5 اور 7 کا انگریزی تقریر کے متن میں وجود تک نہیں ہے۔ اس طرح سے انگریزی تقریر کے پیراگراف نمبر 10 کا جو کہ شہری علاقوں میں کچی آبادیوں کے لیے مخصوص کیے گئے فنڈز کو ظاہر کرتا ہے اردو تقریر میں کہیں ذکر موجود نہیں ہے۔ پانچ تا انتالیس پیراگراف کی ترتیب ہی مختلف ہے۔

جناب والا! اس معزز ایوان میں جناب وزیر خزانہ کی دو ایسی مطبوعہ تقاریر کی تقسیم جو کہ نفس مضمون کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس معزز ایوان کے آئینی استحقاق کی پامالی کا موجب بنی ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو تحقیقات کے لیے مجلس قائمہ برائے استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔ تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ پارلیمانی تاریخ میں یہ اچھوتا واقعہ کیونکر پیش آیا ہے۔ تقریروں کے دونوں متن لف ہذا ہیں۔

جناب والا! یہ دونوں تقاریر کے متن آپ کی خدمت میں پیش کیے جا چکے ہیں۔ میں ان کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا ہوں کیونکہ یہ حقائق کی بات ہے۔ اب بات یہ ہے کہ اگر یہ دونوں تقاریر مختلف ہیں؟ تو کیا یہ معاملہ مجلس استحقاق میں جانا چاہیے یا نہیں۔ کیونکہ مختلف پیراگراف کتنے ہیں اور ان کا کیا اثر پڑتا ہے؟ یہ ساری بات مجلس استحقاق کے سامنے ہی ہو گی۔ جناب والا! دونوں تقاریر کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ ایک اس کا بالکل لفظ بلفظ ترجمہ ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں وہ لفظ بلفظ

ترجمہ نہیں ہے جس سے کئی چیزوں میں تشنگی رہ جاتی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا ہے کہ دونوں تقاریر ایک دوسرے سے مختلف ہوں' ہمیشہ دونوں تقاریر میں سے جو بھی ترجمہ دیا جاتا ہے وہ لفظ بلفظ ترجمہ ہوتا ہے۔ یہی ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے اور بجٹ میں دونوں تقاریر اردو اور انگریزی ایوان کی میز پر رکھی جاتی رہیں۔ یہ کوئی پہلی مرتبہ نہیں ہوا ہے کہ انگریزی اور اردو تقریر ادھر پیش کی گئی ہوں۔ اور ان کا مفہوم الگ ہونے سے یقیناً" اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

جناب سپیکر: جناب جنجوعہ صاحب آپ بھی کچھ کہنا چاہیں گے؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب سپیکر! جیسا کہ ہماری تحریک استحقاق کے نفس مضمون سے یہ ظاہر ہے کہ 8 جون 87ء کو جناب وزیر خزانہ نے اس ایوان میں بجٹ تقریر فرمائی اور ان کی بجٹ تقریر اردو اور انگریزی کتابچوں کی شکل میں بیک وقت اس ایوان کے معزز ارکان کے درمیان تقسیم کی گئی ہیں اور اس پر حیران کن امر یہ ہے کہ جناب وزیر خزانہ کی تقریر کے کتابچوں پر Print Line تک موجود نہیں ہے۔ حالانکہ دی ویسٹ پاکستان پریس اینڈ پبلیکشن آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 3 کے تحت کوئی بھی کتاب' کوئی بھی پمفلٹ اور کوئی بھی کتابچہ اس وقت تک شائع نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس پر جائے اشاعت اور پبلشر کا نام موجود نہ ہو۔ تو اس طرح سے جناب سپیکر! اس ایوان میں ایسا مواد تقسیم کیا گیا جو کہ غیر قانونی ہے اور ملک کے مروجہ قانون کی اس میں کھلی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

وزیر قانون : پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! جو تحریک محرکین نے پیش کی ہے اس میں کہیں بھی اس بات کا ذکر نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جس بات کا ذکر تک نہیں ہے وہ زیر بحث نہیں لائی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب سپیکر! یہ ایک غیر قانونی بات تھی اور میں نے اس کی نشاندہی کی ہے تو جناب وزیر خزانہ کو آتش زیرپا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ انہوں نے ایک غیر قانونی حرکت کی ہے اور اگر اس ملک میں قانون کی عملداری ہو تو اس بات پر ان پر مقدمہ بھی چل سکتا ہے کیونکہ انہوں نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے اور اس معزز ایوان کو ایسا مواد مہیا کیا ہے وہ غیر قانونی ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا! تو مختصر بیان میں تو میں ایک غیر قانونی بات کی نشاندہی

کر سکتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں اپنی تحریک استحقاق کی طرف آتا ہوں۔ جناب والا! جہاں تک ان دونوں شائع شدہ تقریروں میں پائے جانے والے تضاد کا تعلق ہے' تو جناب والا! اگر ان دونوں تقریروں کا تجزیہ کیا جائے تو کئی مقامات پر تقریریں مطلب' مفہوم' ترتیب اور اعداد و شمار کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر پیرا نمبر2' 3' 4 کا مطلب مفہوم ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہے۔ اسی طرح جناب والا! اردو تقریر کے پیرا نمبر5 اور 6 کا انگریزی کی تقریر میں ذکر تک موجود نہیں ہے۔ البتہ انگریزی تقریر کا جو پیرا نمبر10 ہے اس کا ترجمہ پیرا نمبر6 کی ساتویں سطر کے پیرا نمبر سات میں ذکر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر پیرا نمبر10 جو کہ انگریزی زبان میں ہے وہ شہری علاقوں میں کچی آبادیوں کے لیئے ان کی تعمیرو ترقی کے لیئے جو فنڈز مخصوص کیے گئے ہیں' اس خطیر رقم کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اعداد و شمار کے لحاظ سے وہ رقم 26 کروڑ روپے ہے اگر آپ اردو تقریر کا مطالعہ کریں تو آپ کو شہری کچی آبادیوں کے لیے مختص کی گئی 26 کروڑ روپے کی خطیر رقم کا اردو تقریر میں کہیں ذکر نہیں ملے گا یہ بات اس بات سے ثابت ہوتی ہے کہ اس ایوان میں دو ایسی تقریریں پیش کی گئی ہیں جو کہ نہ صرف ترجمے کے لحاظ سے مطلب کے لحاظ سے' ترتیب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں' بلکہ اعداد و شمار کے لحاظ سے بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جناب سپیکر! اسی طرح ان تمام پیراگراف کا جو کہ نمبر1 سے لیکر 39 نمبر تک مشتمل ہیں اگر ان کا مطالبہ کیا جائے تو 5 نمبر سے لے کر 39 نمبر تک تمام پیراگراف کی ترتیب ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ جناب سپیکر! ہماری تحریک استحقاق ایوان کے آئینی استحقاق سے متعلق ہے' کہ اس ایوان کے اندر جو بات بھی کہی جائے گی وہ حقائق پر مبنی ہو گی' اور اس ایوان میں جو دستاویز بھی پیش کی جائے گی وہ مستند ہو گی' اگر کوئی شخص اس ایوان میں کوئی ایسی دستاویز پیش کرتا ہے یا کوئی ایسی بات کہتا ہے جو حقائق کے منافی ہے۔ تو جناب والا! وہ شخص میرا تو کیا اس معزز ایوان کا استحقاق پامال کرتا ہے۔ جناب سپیکر! موجودہ صورت حال میں دو ایسی دستاویزات اس ایوان میں مہیا کی گئی ہیں کہ مطلب کے لحاظ سے' مفہوم کے لحاظ سے' ترتیب کے لحاظ سے' اعداد و شمار کے لحاظ سے' ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اور جناب والا! ان کا معتبر ہونا بھی اس ایوان کی نگاہ میں مشکوک ہو گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ جناب سپیکر! میں اس بات کی بھی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ جیسے اہم معاملہ پر' جس کے ساتھ ہم نے ایک سال اس صوبہ کے مالی نظام کو منظم کرنا اور چلا نا ہے' اس وزارت خزانہ نے اور ہمارے وزیر خزانہ نے اور

ہماری حکومت کس قدر غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ جناب والا! یہ غیر سنجیدگی کا مظاہرہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ہماری حکومت ہمارے وزیر خزانہ' اور وزارت خزانہ کے ارباب بست و کشاد ان اسمبلیوں کو کس قدر اہم سمجھ رہے ہیں' جناب سپیکر! اس صورت حال کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے وزیر خزانہ کو جو لکھ کر تقرر دی گئی تھی اردو میں اگر لکھ کر دی گئی تھی تو انگریزی میں جو ترجمہ کیا گیا وہ غلط ہے' اگر انگریزی میں تقریر لکھ کر دی گئی تھی تو ان کو اردو ترجمہ جو یہاں پر پیش کرنے کے لیے مہیا کیا گیا وہ غلط ہے۔ اس طریقے سے ان کو خود بھی اس بات کو جانچنا چاہیے تھا۔ اور انہوں نے یہ نہ جانچ کر جناب والا اگر وہ یہ گستاخی نہ سمجھیں تو انہوں نے نااہلی اور غفلت کا مظاہرہ کیا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان واقعات کی روشنی میں اس ایوان کے آئینی استحقاق کو دو ایسی دستاویزات پیش کر کے جو ایک دوسرے کے متضاد ہیں' اس ایوان کے آئینی استحقاق کو مجروح کیا گیا ہے۔ اور جناب والا! میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ ہماری اس تحریک استحقاق کو مجلس استحقاق کے سپرد کیا جائے۔ جس کی تحقیقات کروائی جائے اور اس کی رپورٹ اس ایوان میں پیش کی جائے تاکہ اس بات کا پتہ چل سکے کہ ہماری پارلیمانی تاریخ کا یہ عجیب و غریب واقعہ کیونکر پیش آیا ہے اور ہمارے اس معزز ایوان کو حقائق سے بے خبر رکھنے کی کیوں کوشش کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! میں اسی بات پر اپنی گزارشات کو ختم کرتا ہوں۔ شکریہ۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! پیشتر اس کے کہ میں کوئی اور بات کروں میں اس تحریک استحقاق کے فنی پہلوؤں پر غور کروں گا۔ جس تقریر کی یہ بات کر رہے ہیں وہ تقریر اس ایوان میں 8 تاریخ کو ہوئی اور اس تقریر کے ذریعے سے ہی بجٹ پیش کیا گیا' 8 تاریخ کے بعد 9 اور 10 تاریخ کو مختلف پہلوؤں پر ضمنی بجٹ پر اور دیگر معاملات پر بحث ہوتی رہی ہے اور اس کے بعد 5 دن متواتر اس بجٹ پر اس تقریر کی رو سے بحث ہوئی اور میرے ان فاضل دوستوں نے جنہوں نے آج یہ تحریک استحقاق پیش کی ہے اس بجٹ کی بحث میں تائید و مخالفت میں' حصہ لیا' اس کے بعد میری اختتامی تقریر ہوئی' اختتامی تقریر کے بعد کٹوتیاں پیش ہوئیں' اور 4 دن کٹوتیاں پیش ہوتی رہیں اور بالآخر یہ بجٹ پاس ہو گیا۔ اس کے بعد فنانس بل پیش ہوا اور فنانس بل بھی پاس ہو گیا' جناب والا! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میرے فاضل اراکین اور میرے دوستوں کو 9 تاریخ کو بھی یہ اعتراض نہیں ہوا' دس تاریخ کو بھی اعتراض نہیں ہوا' جب وہ بحث میں حصہ لے رہے تھے تو اس وقت ان کا استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ جب ہر کام ہو

چکا ہے' تو میں ان کو Brain wave کی داد دیتا ہوں کہ جب ان کے پاس کوئی بات کرنے کے لئے نہیں رہی تو انہوں نے یہ تحریک پیش کر دی۔ حضور والا! مجھے اس بات پر اعتراض ہے کہ یہ تحریک بھی باضابطہ نہیں ہے اگر انہوں نے تحریک پیش کرنا تھی تو بجٹ کی اس بحث میں بھی حصہ نہ لیتے جو اس تقریر کے موجب بجٹ پر کی گئی تھی اور اس تحریک کے پیش کرنے سے پہلے' بجٹ کی بحث میں حصہ لینے سے پہلے یہ تحریک پیش کرتے پھر اس تحریک استحقاق پر غور کیا جا سکتا تھا' میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق باضابطہ نہیں ہے اس لئے اسے مسترد کیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ جناب آپ کی بجٹ تقریر کے اردو اور انگریزی متن میں تضاد کے بارے میں کیا رائے ہے؟

وزیر خزانہ: اگر اس تحریک استحقاق پر فیصلہ دیر سے دینا چاہتے ہیں تو اس کے متعلق بھی میں عرض کیے دیتا ہوں۔ حضور والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ جب ہم انگریزی سے اردو میں لفظ بلفظ ترجمہ کریں گے' یا کسی زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کریں گے اور لفظ بلفظ لے آئیں گے تو ہم اس زبان میں جس زبان میں یہ ترجمہ کیا جا رہا ہے' اس میں ہم اس تاثر کو قائم نہیں کر سکتے۔ اس کی روانی نہیں رکھ سکتے اور اس کا Rhythm قائم نہیں رکھ سکتے۔ ہر زبان کا اپنا ایک Rythm ہوتا ہے۔ ایک مفہوم ہوتا ہے' ایک روانی ہوتی ہے' ایک تسلسل ہوتا ہے' اگر ہم لفظ بلفظ ترجمہ کریں تو میں یہ سمجھوں گا کہ وہ اردو زبان میں کیا ہوا ترجمہ شاید کسی کو پسند بھی نہ آئے اس کا کوئی تسلسل بھی نہ ہو اور ماضی الضمیر بھی نہ ہو اور مافی الضمیر بھی بیان نہیں کیا جا سکتا' تو میں نے اپنی طرف سے پہلی بار یہ کوشش کی ہے کہ اردو کو آزاد چھوڑا جائے اور اردو میں اپنی بات کھل کر کرنے کے لیے اردو کا آزادانہ ترجمہ کیا جائے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی۔ جناب والا! کہ یہی میرے دوست جو کہ انگریزی کے متعلق اس کے خلاف دھواں دھار تقریریں بھی کرتے ہیں اور انگریزی کو پاکستان سے جدا کرنے کی جلد از جلد کوشش کرنے پر بھی زور دیتے ہیں۔ اگر میں نے یہ کوشش کی ہے کہ میں اردو کا تشخص قائم کر سکوں' اردو کو اجاگر کر سکوں اور اگر میں نے یہ کوشش کی ہے تو اس میں کونسی ایسی غلطی ہو گئی ہے جو کہ ان کی تحریک استحقاق کا موجب بنی ہے۔

جناب والا! اب ان کا یہ اعتراض کہ کچھ پیراگراف انگریزی میں نہیں ہیں اردو میں ہیں اور اردو کا مفہوم اور ہے مجھے صرف یہ بتایا جائے کہ اس میں کوئی Policy Matter میں Difference ہے'

کوئی ایسی بات کہی گئی ہے جو انگلش میں اور ہو اور اردو میں اس کی نفی کی گئی ہو قطعاً" ایسی بات نہیں ہے صرف اردو کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے اور اس کا Impact بنانے کے لیے اردو ترجمہ ذرا آزادانہ کیا گیا۔ نہ کوئی Poilicy Matter میں فرق ہے نہ کوئی کسی بات میں تضاد ہے۔ تضاد تو میرے ان دوستوں کی باتوں میں ہے دوبارہ عرض کروں گا جو کہ جب کھڑے ہوتے ہیں تو انگریزی کے خلاف شعلہ بیانیاں کرتے ہیں اور جب اردو کا تشخص اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے تو پھر اس کے خلاف تحریک دے دیتے ہیں۔

چودھری محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر سر۔ کیا اردو میں جھوٹ بولنا جائز ہے؟

وزیر خزانہ: جناب والا! میں اپنے فاضل دوست کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ یہ بات جو انہوں نے میرے متعلق کی ہے میں صرف اتنی گزارش کروں گا کہ نہ میں جھوٹ بولتا ہوں اور نہ جھوٹ بولنے کا عادی ہوں۔ میری تو بدنامی اس بات میں ہے کہ میں Yes اور No صاف لفظوں میں کہہ دیتا ہوں اور اس سے میرے کچھ دوست ناراض ہو جاتے ہیں اور میاں رفیق صاحب صرف اپنے ایک اعتراض کی وجہ سے' پوائنٹ آف آرڈر کی وجہ سے انہوں نے یہ بات کی ہے میں انہیں گزارش کروں گا کہ ایسا جھوٹا بہتان میرے اوپر نہ لگائیں اور اپنے الفاظ واپس لے لیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں ذاتی وضاحت کے نکتہ پر بات کرنا چاہوں گا.....

جناب سپیکر: جی! ارشاد فرمایئے۔

چودھری محمد رفیق: چونکہ وزیر موصوف نے میرے بارے میں یہ بات کہی ہے۔ جناب سپیکر! میں نے وزیر خزانہ پر جو کہ میرے مہربان ہیں' ان پر میں نے جھوٹے ہونے کا الزام نہیں لگایا بلکہ جو Documents انہیں اس ایوان میں 8 جون کو پڑھنے کے لیے دیئے گئے تھے ان میں جو تضاد موجود ہے' ان میں جو جھوٹ بیان کیا گیا ہے میں نے اس کی نشاندہی کے لیے یہ بات کہی ہے.....

حاجی جمشید عباس تہیم: پوائنٹ آف آرڈر سر

جناب سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے.....

حاجی جمشید عباس تہیم: جناب والا! اپوزیشن ممبران میں سے میاں اسحاق صاحب کی سیٹ پر آج کوئی اور صاحب بیٹھے ہوئے ہیں.....

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! کیا میں فاضل اور محترم رکن اسمبلی سے یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ آج ان کی اتنی زیادہ نظر التفات میاں استحقاق صاحب کی طرف کیوں آگئی ہے؟ ......

حاجی جمشید عباس تہیم: جناب والا! شاہ صاحب کے ساتھ اتنی نیازی مندی ہے کہ ادھر نظر رہتی ہے تو ہمسائے کے اوپر تو نظر پڑ ہی جاتی ہے ......

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے ......

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! پہلے وہاں ایک ٹوپی والا شخص بیٹھتا تھا اب ٹوپی کے بغیر ہے۔ واقعی کوئی فرق ہے ....

جناب سپیکر: چیمہ صاحب آپ کی بات سمجھ نہیں آئی۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: میاں اسحاق صاحب کی جگہ پر ٹوپی پہنے ہوئے ایک شخص بیٹھا کرتا تھا آج وہ نہیں ہے ......

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! مجھے ان کے ان الفاظ پر اعتراض ہے کہ ٹوپی پہن کر اس ایوان میں ایک شخص بیٹھا کرتا تھا یہ چیمہ صاحب جیسے اچھے پارلیمنٹرین سے ہم ان الفاظ کی توقع نہیں کرتے کہ ایک فاضل رکن اسمبلی کے بارے میں " ایک شخص بیٹھا کرتا تھا " کہ جب کہ اس ایوان میں ارکان اسمبلی کے علاوہ کوئی شخص نہیں بیٹھ سکتا۔

چودھری محمد رفیق: نکتہ وضاحت! جناب سپیکر! میں حاجی تہیم صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ میاں اسحاق صاحب کی پہچان ٹوپی کی وجہ سے نہیں ہے ان کا اپنا ایک الگ تشخص ہے۔ ان کی اپنی ایک الگ پہچان میاں اسحاق کی وجہ سے ہے ...... ٹوپی کی وجہ سے نہیں ہے کہ ان کو آج میاں اسحاق نظر نہیں آرہے ہیں ......

حاجی جمشید عباس تہیم: جناب والا! مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے میاں رفیق صاحب کی زبان سے آج ایک اچھی بات سنتے ہوئے ......

جناب سپیکر: جی! جناب فنانس منسٹر بات کریں گے ......

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میرے معزز دوست نے ایک بات کی تھی کہ سیکرٹری صاحبان جو لکھ کر

دیتے ہیں اس میں وزرا کرام سے کہا ہے کہ وہ دیکھ لیا کریں میں ان کی اطلاع کے لئے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالٰی کے فضل سے اپنے سیکرٹری صاحبان کی رہنمائی کر سکتا ہوں میں ان سے رہنمائی حاصل کرنے والا شخص نہیں ہوں ...... دونوں تقریریں میری موجودگی میں' میرے صلاح مشورے سے بنی ہیں' لکھ کر نہیں دی گئیں۔ میرے سامنے بنی ہیں اور مجھ پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا ہے کہ سیکرٹری صاحبان لکھ کر دے دیتے ہیں اور ہم یہاں آکر پڑھ دیتے ہیں۔ دوسری بات جناب والا ابھی اس سے پہلے ایک تحریک استحقاق انگلش اور اردو کے متعلق بجٹ کے متعلق پیش ہوئی تھی وہاں بھی میں نے یہ یقین دلایا تھا کہ میں ایک ایسا شخص ہوں کہ مجھے انگریزی بولنا آتی ہے لیکن میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنی زبان میں بولوں اور اپنی زبان کو فروغ دوں اور اپنی زبان کو وہ تشخص دوں جو کہ ایک انٹرنیشنل زبان کو ملتا ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ کسی بھی لحاظ سے ان دونوں تقریروں میں کوئی تضاد ہے یا ایسا کوئی Contradiction ہے ......

چودھری محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر سر! جناب سپیکر! جناب وزیر خزانہ اس تحریک استحقاق کے جواب میں کم دلائل دے رہے ہیں اور اردو کے فروغ میں زیادہ دلائل دے رہے ہیں ...... یہ آپ کی توجہ کے لیے کہ ذرا ان کی درستگی فرما دیں کہ یہاں پر اردو کے حق میں تقریر نہیں ہو رہی بلکہ تحریک استحقاق کے جواب میں کچھ کہنا چاہیں تو وہ فرمائیں ......

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہی گزارش کروں گا کہ فنی نقطہ نظر سے یہ تحریک بالکل نہیں بنتی۔ جس بات پر' جس متن پر پانچ دن بحث بھی ہو چکی ہو اور محرکین نے اس میں حصہ بھی لیا ہو اور اس کے جواب میں اختتامی تقریر بھی ہوئی ہو کٹوتیوں پر بھی بحث ہوئی ہو اس کے بعد یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی اور اس کے علاوہ بھی میں گزارش کروں گا کہ اسے بے ضابطہ قرار دیا جائے اور میں اس تحریک کے محرکین سے گزارش کروں گا کہ وہ شخص جو اس سے پہلے آدھا گھنٹہ اس بات پر بات کر بیٹھا ہے کہ ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ ہر چیز اردو میں ہو ہم کیسے یہ چاہیں گے کہ ہم انگلش کا اردو میں من و عن ترجمہ کریں۔ لفظ بلفظ ترجمہ کریں اور اردو کی شکل بگاڑ دیں تو جناب والا! میں یہی گزارش کروں گا کہ اسے بے ضابطہ قرار دیا جائے۔ شکریہ

سید طاہر احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: جی شاہ جی اس پر کون سی بات پوائنٹ آف آرڈر کی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: سر! وہ اپنی وضاحت فرما چکے ہیں یا ابھی ان کی وضاحت جاری ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ بات کر چکے ہیں یا اس پر اور بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر خزانہ: نہیں سر! میں کر بیٹھا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کر بیٹھے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: پھر میں نہیں کرتا کیونکہ انہوں نے بات ختم کر لی ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب ایک تو آپ مجھے یہ بتائیں کہ انگلش اور اردو متن میں یہ تضاد جو ہے اس میں کوئی چیز جان بوجھ کر ایوان کو دھوکہ دینے کے لیے کی گئی ہے' اس میں کوئی بدنیتی ہے۔ کوئی ایسی بات اگر ہے تو آپ مجھے بتائیں اور نمبر2 جو ان کا یہ اعتراض ہے میں آپ سے دریافت کروں گا کہ یہ 8 تاریخ کو تقریر کی گئی ہے اور آپ یہ تحریک 27 جون کو پیش کی ہے تو یہ تاخیر جو ہے اس کا آپ کیسے جواز پیش کریں گے؟ ان دو باتوں پر بات کیجئے۔ Is should be of recent occurrence اور Recent occurrence آپ جانتے ہیں کیا ہوتی ہے۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! یہ انگریزی تقریر اگر آپ کے پاس موجود ہے تو اس کا پیراگراف نمبر10 آپ ملاحظہ فرمائیں۔

جناب سپیکر: جی وہ میرے سامنے ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: یہ صفحہ نمبر4 اور 5 پر ہے۔ صفحہ نمبر5 ملاحظہ فرمائیں۔ اس کی سطر 8 اور 9 میں درج ہے۔

With an allocation of Rs. 26 Crore made in the Current financial year, a plan for the provision of basic Urban facilities in these abadies has been iniciated.

جناب والا! یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ شہر کی کچی آبادیوں میں ڈویلپمنٹ کے لیۓ 26 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے جب کہ اردو تقریر میں یہ بات اگر وزیر خزانہ مجھے دکھا دیں کہ کسی بھی جگہ کسی بھی پیراگراف میں یہ بات موجود ہے تو پھر ہم یہ سمجھیں گے کہ ہم نے ان کو چھوٹی چھوٹی باتوں میں الجھانے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح جناب والا! آپ اردو تقریر کا پانچ نمبر پیراگراف ملاحظہ فرمائیں اور اس کے بعد پیراگراف نمبر6 کی ساتویں سطر میں یہ دیا گیا ہے کہ ماضی میں محدود شہری ترقی کے عمل نے بیروزگار' غریب اور نوواردان شہر کو' جناب والا یہ دسویں پیراگراف کا ترجمہ چھٹے

پیراگراف میں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چھٹے پیراگراف کی ساتویں سطر میں دیا گیا ہے کہ " ماضی میں محدود شہری ترقی کے عمل نے بیروزگار غریب اور نواردان شہر کو جھگیوں اور کچی آبادیوں میں " تو اس میں بھی جناب والا' 26 کروڑ روپے کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ یہ ساتواں پیراگراف بھی انگریزی کے دسویں پیراگراف پر مشتمل ہے۔ اگر اس کے علاوہ بھی کہیں وزیر خزانہ 26 کروڑ کے ہندسے اور اعداد و شمار دکھا دیں تو ہم یہ سمجھیں گے کہ ہم نے ان کو ناجائز تنگ کیا ہے اور ان کو خوامخواہ پریشان کیا ہے۔ پیراگراف کا تو انگریزی کی تقریر میں کہیں ذکر ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اردو کا پیراگراف نمبر 5 کیا ہے؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جی ہاں! اردو کا پیراگراف نمبر 5 ہے اور چھٹا پیراگراف آدھا ہے۔ ساتویں سطر پہ انگریزی کا دسواں پیراگراف شروع ہوتا ہے۔ لیکن اس میں 26 کروڑ روپے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

جناب سپیکر: زور بیان کے لیے اضافہ ہو سکتا ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: اس میں 26 کروڑ روپے کا ذکر تو ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر: یہ بات صحیح ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! میں ایک اور بات کی نشاندہی کرتا چلوں کہ انگریزی تقریر کے پیراگراف نمبر 2 میں " پرائم منسٹر ہے اور " چیف منسٹر " ہے لیکن اردو تقریر میں کیا " پرائم منسٹر " کا ترجمہ " محمد خان جونیجو " ہوتا ہے؟ کیا " وزیر اعلیٰ " کا ترجمہ " محمد نواز شریف " ہوتا ہے؟

جناب سپیکر: جنجوعہ صاحب یہ معمولی باتیں ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! انگریزی تقریر کا پہلا پیراگراف ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ کے مقدس نام کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ ادھر اردو کی تقریر میں " اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے " انہوں نے کس لفظ کا ترجمہ اردو میں " اللہ تعالیٰ " کیا ہے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: جی میاں صاحب۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! جناب وزیر خزانہ نے دو طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک تو ٹائم کی طرف ہے۔ بجٹ تقریر ایک مستند دستاویز ہوتی ہے۔ اور اس میں اس قسم کی غلطیوں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بات بھی شاید آپ جائز ہی سمجھیں کہ جب تقریر ہو چکی ہے تو ان سب دستاویزات کو ہم مستند سمجھتے ہیں۔ اور یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ فوراً بعد ہم دونوں تقاریر کے لئے بیٹھیں اور ان کا موازنہ شروع کر دیں۔ یہ تصور کیا جاتا This is taken for granted کہ یہ دونوں ایک جیسی ہوں گی۔ اس لئے یہ بالکل ٹھیک ہے کہ جب یہ بجٹ پیش ہوا تو ہم نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ کسی نے انگریزی کی تقریر لے لی اور کسی نے اردو کی تقریر لے لی' ہر ایک نے اپنی اپنی صوابدید کے مطابق کیا۔ اس کے مطابق ہم نے بجٹ پر بحث کی۔ یہ مستند دستاویزات ہیں جن کی ضرورت بعد میں بھی پیش آسکتی ہے اور جب ہم نے قومی مالیاتی کمشن کے متعلق تحریک استحقاق پیش کرنی تھی اور اس تحریک استحقاق کی تیاری کے سلسلہ میں ہمیں دونوں دستاویزات کی ضرورت پڑی اس وقت ہمیں یہ سمجھ آئی کہ یہ دونوں مسودے الگ الگ ہیں۔ اور جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے کہ یہ فرق عمداً کیا گیا ہے یا نہیں' میں یہ سمجھتا ہوں کہ کم از کم ایک کمیٹی بیٹھ کر یہ معلوم کرے۔ یہ Question of Fact ہے۔ Question of Fact کو دیکھنے کے لئے موجود ہوتی ہیں کمیٹیاں Question of fact معلوم کرتی ہیں۔ ہم نے اسے صرف سرسری طور پر دیکھ کر معلوم کیا ہے اور اس بات میں جو کم از کم بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ غفلت ضرور ہے۔ جب تک پوری طرح سے نہ دیکھا جائے اور کمیٹی جانچ پڑتال نہ کرے فوری طور پر الزام لگانا مناسب نہیں ہے لیکن اس میں غفلت بہرحال موجود ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ حقائق سے نظر ہٹانے کے لیے بھی ایسا کیا گیا ہو۔ یہ صرف کمیٹی دیکھ سکتی ہے اور کمیٹی اس پر اپنی آراء دے سکتی ہے۔ جناب والا! کمیٹی اس لیے موجود ہوتی ہے کہ جب ایسے حقائق ہوں تو وہ کمیٹی کے سامنے پیش کیے جائیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب' یہ 26 کروڑ کے بارے میں آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر خزانہ: جناب والا! میرا پہلا اعتراض تو وہی بدستور ہے کہ فنی نقطہ نظر سے یہ حسب ضابطہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اردو اور انگریزی کی تقاریر میں بنیادی خیال میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسی بات ہو کہ اسے انگریزی میں کچھ اور کہا گیا ہو اور اردو میں اس کی تردید کر دی گئی ہو پھر تو ان کا اعتراض جائز ہے اگر وہی بات روانی کی خاطر' مفہوم کی خاطر یا تسلسل قائم کرنے کی

خاطر اسے بڑھا دیا گیا ہو تو میرا خیال ہے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ جہاں تک 26 کروڑ کی رقم کا ذکر ہے تو مجھے یہ بتائیں کہ اردو کی تقریر میں کیا اس کی کوئی نفی کی گئی ہے' بالکل کوئی نفی نہیں ہوئی بلکہ اس میں مزید کہا گیا ہے کہ اس معاملہ میں مزید خرچ کیا جائے گا۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ کسی بھی صورت میں یہ تحریک حسب ضابطہ ہے یا اس قابل ہے کہ اس پر غور کیا جا سکے۔

جناب سپیکر: آپ نے تقریر تو اردو کی پڑھی ہے۔ اس میں 26 کروڑ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ لیکن انگلش کے متن میں 26 کروڑ کا ذکر ہے۔ اس میں مستند کونسا متن ہو گا۔ انگریزی ہو گا یا اردو؟

وزیر خزانہ: جناب والا! دونوں ہر لحاظ سے مستند دستاویزات ہیں۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ ایک بات انگریزی تقریر میں 26 کروڑ کی گئی ہے۔ اردو کی تقریر میں اس کی کوئی نفی نہیں کی گئی بلکہ اس میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس مد میں اور زیادہ خرچ کیا جائے گا۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کی کہیں نفی ہوئی ہے کہ جس پہ ہم پہ اعتراض ہو سکے۔

جناب سپیکر: اس پہ میں اپنا فیصلہ ملتوی کرتا ہوں۔ میاں اسحاق صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 20 ہے۔ جو موخر کر دی گئی تھی۔

جناب سپیکر: جناب وزیر خزانہ' کل آپ ہاؤس میں تشریف فرما ہوں گے؟

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! اس کو آج ہی لیجئے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! میں نے اس کی تصدیق کر لی ہے کہ وزیر خزانہ کل ہاؤس میں تشریف رکھیں گے۔ اور کل اس کو Take up کر لیں گے۔ آج ہم تحاریک استحقاق کو ڈیڑھ گھنٹہ دے چکے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! تحاریک استحقاق کے لئے کوئی وقت کا تعین ہوتا ہے۔

جناب سپیکر: وقت کا تعین تو نہیں ہوتا لیکن دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ کتنا وقت اسے دینا چاہیئے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! ہماری ایک استدعا ہے کہ ایک اور تحریک استحقاق آپ Take up کر لیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب آپ اس پہ کیوں ضد کرتے ہیں؟

سید طاہر احمد شاہ: ضد نہیں کرتے' استدعا کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: کل Take up کرنے میں کیا حرج ہے؟

میاں محمد افضل حیات: اس میں آپ سے کوئی بات چھپانے والی نہیں ہے کہ ممبر ایک دن میں صرف ایک تحریک پیش کر سکتا ہے۔ چودھری رفیق صاحب کی تحریک استحقاق زیر التوا ہے۔ اگر آج آ جائے' کیونکہ کل شاید آخری دن ہو گا اس لیے اگر ان کی یہ تحریک آج لے لی جائے جو کہ کل آئی تھی اور کل چونکہ وزیر خزانہ تشریف نہیں رکھتے' آج کے لیے ملتوی کر دی گئی تھی۔

جناب سپیکر: ان کی دو تحاریک استحقاق ہیں۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ ایک آج لے لی جائے اور ایک کل آجائے گی۔

میاں محمد افضل حیات: جی ہاں۔

جناب سپیکر: یہ بات تو آپ کی جائز ہے' اور چونکہ آپ نے صاف بات کر دی ہے۔

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر سر! جناب والا! قانون یہ ہے کہ اگر ایک تحریک استحقاق آج زیر بحث آئی ہے اور وہ کل پر ملتوی ہو جائے' اور اس آدمی کی کل کے لیے بھی ایک تحریک استحقاق ہو تو اس پر یہ پابندی عائد نہیں ہوتی کیونکہ ایک آج پیش ہو چکی ہے اور کل دوسری ہو گی' اس طریقے پر دو آسکتی ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: رانا صاحب محترم ہمیں کون سے قانون کا حوالہ دے رہے ہیں ذرا ہماری بھی رہنمائی کریں' انہوں نے تو گھر کا قانون بنایا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: ایک دن میں ایک محرک کی ایک تحریک استحقاق ہو سکتی ہے' آپ کی رائے ہے کہ ہم چودھری محمد رفیق صاحب ایک تحریک استحقاق کل کے لیے ملتوی کر دیں تو کل ان کی یہ تحریک استحقاق بھی Take up ہو سکتی ہے اور جو کل ہونی ہے وہ بھی ہو سکتی ہے۔

رانا پھول محمد خان: جو تحریک استحقاق ملتوی ہوئی ہے وہ پیش کردہ شمار ہو گی اور جو کل نئی پیش ہونی ہے وہ نئی شمار ہو گی۔ دونوں کو اس شکل میں ایک دن میں زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر: کیا اس سے پہلے آپ کے ہاں یہ معمول رہا ہے؟

رانا پھول محمد خان: جناب والا! اگر آج ایک تحریک استحقاق پیش کی گئی اور میری ایک تحریک استحقاق کل پیش ہونی ہے آج پیش ہونے والی تحریک کو اگر آپ کل پر ملتوی کر دیں تو پھر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کل وہ دو اکٹھی پیش نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ تو ایک دن پہلے کی ملتوی ہے اور وہ ان کا حق ہے۔

جناب سپیکر: اس سلسلے میں رولز واضح ہیں کہ ایک ممبر کی ایک دن میں ایک ہی تحریک استحقاق آسکتی ہے۔

رانا پھول محمد خان: جی ہاں سر! ایک دن میں ایک ہی تحریک استحاق آ سکتی ہے ایک تحریک استحقاق آج پیش ہوئی ہے اور ایک کل پیش ہونی ہے یا پیش ہوئی تھی اس کو اگر اگلے دن پر ملتوی کر دیا جائے تو وہ دو شمار نہیں ہوں گی بلکہ ایک ہی شمار ہو گی کیونکہ وہ دوسرے دن کی ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب تشریف رکھیے میاں افضل حیات پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! آج کے اس مسئلہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اس کے ساتھ تعلق کیوں نہیں ہے؟

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! ابھی پیش نہیں ہوئی' ہو گی' اور ملتوی ہو جائے گی تو پھر یہ بات سامنے آئے گی۔

جناب سپیکر: میاں صاحب کی جو تحریک استحقاق موخر ہے وہ کون سی ہے؟

میاں محمد افضل حیات: تحریک استحقاق نمبر43 ہے۔

جناب سپیکر: تو کیا یہ پیش ہو چکی ہے یا نہیں۔ کل بھی یہ پیش نہیں ہوئی تھی۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میاں صاحب اسے پیش کرنے لگے تھے' آپ نے فرمایا تھا کہ ہم اسے کل Take up کریں گے۔ کیونکہ وزیر خزانہ تشریف نہیں رکھتے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! یہ آپ کی بات بر محل نہیں کیونکہ یہ تحریک پیش ہی نہیں ہوئی' اس لیے ہم آج اسے Take up کر لیتے ہیں' ان کی بات جائز ہے۔ اور انہوں نے صاف بات کی ہے اس لیے

اس کی قدر ہونی چاہیے۔ جناب محمد رفیق۔

موٹر وہیکل ٹیکس اور اسلحہ فیس میں اضافہ کی نقل ایوان میں پیش نہ کرنا

چودھری محمد رفیق: جناب والا! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور مخصوص معاملہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں۔ جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ وزیر خزانہ نے اپنی بجٹ تقریر کے دوران پیرا نمبر 41 جس کے ذریعے موٹر وہیکل ٹیکس اور اسلحہ فیس میں اضافہ تجویز کیا گیا تھا جس کی نقل ایوان میں پیش نہیں کی گئی جس سے میں اپنے ایک حق سے محروم ہوا اور اس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے' اس پر بحث مطلوب ہے تاکہ اسے منظور کر کے مجلس قائمہ برائے استحقاق کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا! کیا مجھے مختصر بیان کی اجازت ہے؟ جناب والا! پارلیمانی پریکٹس کی تاریخ اس بات کی شاھد ہے کہ پارلیمانی امور میں Precedents اور Conventions اور روایات قواعد و ضوابط کی حد تک اپنا وزن اور حق رکھتی ہیں۔ جناب والا! وزیر خزانہ کی تقریر کے دوران پیراگراف 41 جو کہ خالی چھوڑا گیا تھا۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! یہ ہمارے ساتھی تقریر کر رہے ہیں لیکن ھاؤس in order نہیں ہے اور ھاؤس کی اپنی آواز اتنی زیادہ ہے کہ ان کی آواز صحیح طور پر سنائی نہیں دے رہی' میری درخواست ہے کہ ھاؤس کو in order کیجئے تاکہ ان کو تقریر کرنے میں کوئی تکلیف نہ ہو' بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر: شکریہ راہی صاحب' آپ نے ھاؤس کو in order کرنے کی بات کی

چودھری محمد رفیق: جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس پارلیمانی پریکٹس میں یہ ------

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! ھاؤس میں عجیب طرح کے سلسلے شروع ہو گئے۔ ہیں' جناب والا! " اے بوٹیاں وصول کرن ڈئے نے ایناں نے امتحان دینا اے " جناب والا! یہ ھاؤس میں اب دیکھیں کہ کیا ھو رہا ہے یہ پارلیمانی امور کے منسٹر ہیں اور وہ کیا کر رہے ہیں؟

چودھری محمد رفیق: جناب والا! پارلیمانی پریکٹس میں روایات اتنی اہمیت رکھتی ہیں لکھے ہوئے قواعد و ضوابط سے کم ان کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی بلکہ ان کے برابر ہی ان کی اہمیت سمجھی جاتی ہے' جناب والا! میں اپنی اس تحریک استحقاق کے حق میں یہ عرض کروں گا کہ 8 جون کو جس دن وزیر خزانہ نے تقریر فرمائی تھی اور اردو کی لکھی ہوئی تقریر کے پیراگراف نمبر41 میں جو کہ خالی چھوڑ دیا گیا تھا' اور اس خالی چھوڑی ہوئی جگہ میں انہوں نے الگ ایک ٹوٹا جوڑا تھا جناب والا! میں تو اسے ٹوٹا ہی کہوں گا کیونکہ وہ باقاعدہ تقریر کا حصہ نہیں تھا اگر وہ باقاعدہ حصہ ہوتا تو اس لکھی ہوئی تقریر میں وہ حصہ شامل ہوتا' کیونکہ جو لکھی ہوئی تقریر اس معزز ایوان میں ہمیں فراہم کی گئی تھی اس میں پیراگراف نمبر41 بالکل خالی تھا' اور بعد میں اس کے ساتھ جو ٹوٹا ہوا جوڑا گیا تھا وہ اسلحہ فیس' موٹر وہیکلز اور ٹیکسوں کے نفاذ کے لیئے تھا' اور جناب والا! اس معزز ایوان کا یہ حق تھا کہ جناب وزیر خزانہ کی تقریر کے دوران ہی ان کے اس ٹوٹے کا مکمل متن اس ایوان کو فراہم کیا جاتا۔

سید اقبال احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر سر! جناب والا! یہ رفیق صاحب اردو میں لفظ ٹوٹا لے آئے ہیں' یہ اردو میں پنجابی کو گھسیٹ رہے ہیں اگر ان کو پنجابی بولنا مقصود ہے تو یہ اس کی اجازت لیں ورنہ تو یہ اردو زبان کی بے عزتی کر رہے ہیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! پالیمانی پریکٹس کی یہ روایات رہی ہیں کہ اس معزز ایوان میں خصوصاً" " بجٹ جو جناب وزیر خزانہ پیش کرتے ہیں اس کا مکمل متن اس ایوان میں پیش کیا جاتا ہے اور نہ کہ بجٹ تقریر کا متن پیش کیا جاتا ہے بلکہ اس کے علاوہ جو بھی متعلقہ مجالس قائمہ ہیں ان کی کوئی رپورٹ آتی ہے تو اس ایوان میں بل پیش ہوتا ہے اس ایوان میں مسودہ قانون پیش ہوتا ہے یا دیگر رپورٹ اس ایوان میں پیش ہوتی ہیں اور وہ تمام کی تمام اس ایوان کی میز پر رکھی جاتی ہیں تاکہ جناب سپیکر! ان رپورٹس کے حوالے سے یہ مخصوص بات ہوتی ہے کہ عوام الناس کی تشہیر کے لیے یا عوام الناس کی رائے معلوم کرنے کے لیئے اور اس معزز ایوان کے ممبران کی معلومات کے لیئے بھی تاکہ کوئی بھی مسودہ قانون اس ایوان نے پاس کرنا ہے منظور کرنا ہے اس سے پیشتر عوام الناس کی رائے معلوم کی جا سکے اور اس پر چھان بین ہو سکے اس پر غور و خوض ہو سکے تاکہ اہمیت عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یا عوام الناس کے مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے قوانین کو اس ایوان میں لا کر ان پر غور خوض کرنے کے بعد بحث و تمحیص کے بعد پاس کیا جا سکے تاکہ عوام کے مفاد کے خلاف کوئی

بات نہ جائے۔ لیکن جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ پارلیمانی امور میں یا پارلیمانی پریکٹس میں یہ انوکھی بات دیکھنے میں آئی ہے کہ جناب وزیر خزانہ نے جو اس معزز ایوان میں تقریر فرمائی اور اس تقریر کا جو ٹوٹا تھا اس کا کوئی متن اس ایوان میں پیش نہیں کیا گیا اور مالیاتی بل کے پیش ہونے تک اور میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ آج تک بھی اس تقریر کا کوئی متن اس معزز ایوان میں پیش نہیں کیا گیا۔ جناب سپیکر! اس ایوان سے باہر عوام میں یہ تاثر پیدا ہو گیا ہے کہ یہاں پر جو قوانین پاس کیے جاتے ہیں ان میں ایک تو عوام الناس کی رائے عامہ کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی اور اس معزز ارکان کی رائے عامہ کو بھی کوئی اہمیت نہیں دی جاتی کیونکہ جو ٹوٹا جوڑا گیا تھا وہ دو امور سے متعلقہ تھا ایک جناب سپیکر اسلحہ لائسنس کے اضافے سے متعلق تھا اور دوسرا موٹر وہیکلز کے ٹیکسز میں اضافے کے متعلق تھا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب۔ میں آپ کو یاد دلا دوں کہ کیا آپ یہ شارٹ سٹیٹمنٹ دے رہے ہیں؟

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں بھی یہی عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس معزز ایوان میں وزیر خزانہ نے جو تقریر فرمائی اور جس کا متن فراہم نہیں کیا گیا اس کے خلاف باہر عوام الناس میں ایک رد عمل اور ہیجان پیدا ہو گیا ہے۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! جناب میاں رفیق صاحب کی تقریر کا اس سلسلہ سے کوئی تعلق نہیں جس کے بارے میں انہوں نے تقریر شروع کر دی ہے وہ اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ دیں اور اپنی تقریر کے متعلق دیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! یہ بات ایسے ہی ہے جیسے یہ کہا جائے کہ عوام پر اس بجٹ کے یا ان ٹیکسز کے کوئی اثرات مرتب نہیں ہوں گے میں یہ کہنے میں اپنا حق رکھتا ہوں کہ یہاں پر بجٹ کے بارے میں جو بھی اچھائیاں یا برائیاں ہیں یا ٹیکسوں کا نفاذ ہے وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ عوام پر منتقل ہوتا ہے عوام ان سے متاثر ہوتے ہیں اور اس تقریر کو عوام میں پیش نہ کرنے سے اس پر غور خوض نہ ہونے کی وجہ سے عوام الناس کی رائے عامہ نہ لینے کی وجہ سے یہ بعد کے اثرات ہیں جو جناب سپیکر پیدا ہوئے ہیں اور جناب سپیکر! اس تقریر کا متن پیش نہ کرنے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس معزز ایوان کو اندھیرے میں رکھا گیا اور خاص طور پر اس انتظامی حکم کے ذریعے سے اسلحہ لائسنسز پر ٹیکسوں

کا نفاذ اتنا ظالمانہ کیا گیا ہے ٹیکسز بڑھائے گئے ہیں اس سے عوام میں یہ تاثر پیدا ہو گیا ہے کہ یہ مقتدر ادارہ اس کی Sovereignity یا اس ادارے کی اتھارٹی کہاں گئی جب انتظامی حکم ہی کے ذریعے سے ٹیکسوں کا نفاذ کرنا ہے یا دوسرے معاملات کا فیصلہ کرنا ہے تو اس معزز ایوان کی کیا ضرورت رہ گئی ہے؟ اور اس معزز ایوان کی حیثیت عوام الناس کی نظر میں ایک ربڑ سٹیمپ سے زیادہ نہیں رہ گئی ہے۔ اس لئے جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں اور یہ کہنے میں اپنا حق سمجھتا ہوں کہ جناب وزیر خزانہ نے اپنی تقریر کا وہ حصہ جس کا متن اس ایوان میں پیش نہیں کیا ہے اس سے نہ صرف میرا استحقاق مجروح ہوا ہے بلکہ اس پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

مولوی محمد غیاث الدین: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! یہ میاں رفیق صاحب نے مقتدر کا لفظ استعمال کیا ہے میں ان کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں

(اس مرحلہ پر سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

مولوی محمد غیاث الدین: جناب چیئرمین۔ جناب میاں رفیق صاحب نے اپنی تقریر میں "مقتدر" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ لفظ "مقتدر" نہیں بلکہ "مقتدر" ہے۔ یہ تصحیح کر لیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب والا! ہمارے فاضل رکن نے مقتدر کہہ دیا قتل تو نہیں کیا۔

جناب فضل حسین راهی: جناب والا! مولوی صاحب نے ہمارے اوپر اعتراض کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ لہٰذا اب ہمیں ان کی تقریر کو ٹھیک کرنا پڑے گا۔ لہٰذا آپ ان سے ارشاد فرما دیجئے کہ ہمارا ایک لفظ درست نہ کریں۔

مولوی محمد غیاث الدین: جناب والا! گزارش یہ ہے کیونکہ آپ وزیر خزانہ صاحب کی تقریر کے الفاظ پر بحث کر رہے ہیں اس لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کسی کی اصلاح کرتے وقت اپنی اصلاح کر لیں۔

جناب فضل حسین راهی: جناب سپیکر لفظ بحث نہیں بحث ہوتا ہے انہیں سمجھا دیا جائے۔

جناب چیئرمین: میں آپ سے استدعا کرونگا کہ اسمبلی میں Cross talk نہ کریں۔

مولوی محمد غیاث الدین: جناب سپیکر! میں عرض کرونگا کہ لفظ بحث ہے بحث نہیں ہے اور یہ ڈکشنری نکال کر دیکھ لیں۔ لغت نکال کر دیکھ لیں۔

جناب فضل حسین راہی: ڈکشنری ساتھ لے کر آئیں ہم دیکھ لیں گے۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! 28 تاریخ کو مالیاتی بل پیش ہونا تھا اور اس بل کی تیاری کے لیے مجھے جناب وزیر خزانہ کی اس تقریر کا حصہ جو کہ پیراگراف 41 خالی چھوڑا گیا تھا اور جس میں ایک ٹوٹا جوڑ کر انہوں نے تقریر فرمائی تھی اس کا مجھے متن چاہیے تھا چونکہ ایوان میں اس تقریر کا متن پیش نہیں کیا گیا تھا تو میں نے اسمبلی کے سٹاف سے رابطہ قائم کیا تو مجھے پتہ چلا۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ یہاں پر بحث اور بحث کا جھگڑا چلا تھا تو میری گزارش ہے کہ اس کی تصحیح بشریٰ رحمان صاحبہ سے کروائی جائے۔

جناب چیئرمین: محترمہ کیا آپ تصحیح کرنا پسند فرمائیں گی؟

بیگم بشریٰ رحمان: جناب سپیکر! میں اپنی سیٹ پر نہیں ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ اپنی سیٹ پر تشریف لے آیئے۔

بیگم نجمہ حمید (پارلیمانی سیکرٹری): آپ ان کو وہاں ہی سے بولنے کی اجازت دے دیں۔

جناب چیئرمین: نہیں وہ اپنی سیٹ پر تشریف لے آئیں۔ کیونکہ وہ قاعدے کے خلاف ہو جائے گا۔

بیگم بشریٰ رحمان: جناب والا!

جناب چیئرمین: نہیں۔ پہلے آپ اپنی سیٹ پر تشریف لے آیئے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! بشریٰ رحمان صاحبہ یہ ضرور تصحیح کر دیں کہ لفظ بحث ہے یا بحث یہ ضرور تصحیح کریں۔

جناب چیئرمین: لیکن اپنی سیٹ سے جواب دیجیے گا۔

بیگم بشریٰ رحمان: جناب والا! کیا میں سیٹ کے مطابق جواب دے دوں۔

جناب چیئرمین: نہیں۔ سیٹ پر ہی جا کر جواب دیجئے۔

بیگم بشریٰ رحمان: اپنی سیٹ پر تو میں اپنا جواب دونگی۔ ان کی سیٹ پر ان کا جواب دے دونگی۔

جناب سپیکر! ایک بات تو یہ ہے کہ جتنے دن تک ــــــــ

جناب چیئرمین: میں آپ سے یہی درخواست کروں گا کہ آپ اپنی سیٹ پر تشریف لے آئیے اور وہاں سے جو آپ نے کہنا ہے فرمایئے۔

بیگم بشریٰ رحمان: جناب والا! سفر بڑا لمبا ہے وہاں جانے تک میرے خیالات تبدیل ہو جائیں گے۔

جناب چیئرمین: لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میں قاعدے کو نہیں توڑ سکتا۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میرا وقت کھایا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین: جی۔ آپ اپنی بات جاری رکھیئے۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ 28 تاریخ کو مالیاتی بل اس معزز ایوان میں پیش ہونا تھا اور اس بل کی تیاری کے لئے مجھے جناب وزیر خزانہ کی تقریر کے متن کی ضرورت تھی۔

مولوی محمد غیاث الدین: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے معزز ممبر سے گزارش کروں گا کہ ان کا یہ جملہ کہ میرا وقت کھایا جا رہا ہے اس کی بھی تصحیح کر دیں۔

جناب چیئرمین: میں آپ سے درخواست کرونگا کہ بیچ میں مداخلت نہ کیجئے۔ اگر پوائنٹ آف آرڈر ہو تو بیشک پوائنٹ آف آرڈر پر بات کیجئے۔

جناب فضل حسین راھی: جناب سپیکر! اگر حلوے کی بات ہوتی تو پھر تو یہ پوچھتے کہ حلوہ کھایا جا رہا ہے یا نہیں کھایا جا رہا۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! حلوے کے نام پر مولانا صاحب نے اپنی مونچھوں پر اس طرح سے ہاتھ پھیرا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ 28 جون کو اس معزز ایوان میں مالیاتی بل پیش ہونا تھا اور اس بل کی تیاری کے لیے مجھے جناب وزیر خزانہ کے اس ٹوٹے کے متن کی ضرورت تھی کیونکہ اس معزز ایوان میں اس تقریر کا یا اس ٹوٹے کا کوئی متن پیش نہیں کیا گیا تھا۔ میں نے اسمبلی کے سٹاف

سے رابطہ قائم کیا وہاں سے بھی مجھے پتہ چلا کہ کوئی ایسا متن ایوان میں تقسیم نہیں کیا گیا نہ پیش کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! میں نے مالیاتی بل پر تقریر کرنی تھی ان کی تقریر مجھے نہ مل سکی جس کی بنیاد پر میں مالیاتی بل پر شدید تنقید کرنے کا مبنی حق رکھتا تھا۔ چونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پارلیمانی امور میں ایسا کوئی موسودہ قانون ہو یا کوئی بل ہو یا کسی انتظامی حکم پر ٹیکسوں کا نفاذ ہو ......

(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین : میں معزز هاؤس سے استدعا کروں گا کہ جب کوئی معزز ممبر تقریر کر رہا ہو اپنی ذاتی گفتگو بند کیجئے اور توجہ سے تقریر سنئے۔

وزیر قانون : جناب والا! یہ مختصر بیان سٹیٹمنٹ ہے۔ یہ کب جاری رہے گا۔ ہمیں بھی بولنے کا موقع دیں۔

جناب چیئرمین : جب سے میں بیٹھا ہوں اس وقت سے ابھی تک تو شارٹ سٹیٹمنٹ ہی چل رہی ہے۔

چودھری محمد رفیق : جناب سپیکر میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مسودہ قانون ہو یا کوئی بل ہو یا کسی انتظامی حکم پر ٹیکسوں کا نفاذ ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ معزز ایوان میں پیش کیا جائے۔ تاکہ عوام الناس کے لیے اس کی تشہیر ہو۔ عوام الناس کی رائے معلوم کی جائے۔ پھر اس معزز ایوان میں اس پر بحث و تمحیص ہو۔ اس پر چھان پھٹک ہو پھر عوام کے مفاد میں کوئی ایسا قانون یا بل پاس کریں یا ٹیکسز کا نفاذ کریں۔ وزیر خزانہ کی تقریر کا مکمل متن اس ایوان میں پیش نہیں کیا گیا تھا جس کو ہم عوام الناس کے لیے تشہیر نہیں کر سکے۔ عوام الناس کی رائے نہیں لے سکے اور اس معزز ایوان میں اس ظالمانہ قانون سے ٹیکسوں کا نفاذ کر دیا جس سے عوام الناس میں ایک تو یہ تاثر پیدا ہو گیا ہے یہ مقتدر ادارہ اس کی سالمیت اس کی اتھارٹی کہاں گئی اور اس کی حیثیت ایک ربڑ سٹمپ سے زیادہ نہیں رہ گئی ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر جناب سپیکر میں یہ سمجھتا ہوں نہ صرف اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے بلکہ میرا اپنا استحقاق بھی مجروح ہوا ہے۔ اس لیے میری آپ سے التماس ہے۔ استدعا ہے اور آپ کے توسط سے اس معزز ایوان سے بھی استدعا ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ اس کی مزید چھان بین ہو سکے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب طاہر احمد شاہ : جناب سپیکر! نکتہ وضاحت ۔ لفظ " بحث " اور " بحث " کی وضاحت فرمائی

جائے۔

جناب چیئرمین: محترمہ آپ اپنی سیٹ پر آ چکی ہیں اس کی وضاحت کرنا پسند فرمائیں گی۔

بیگم بشریٰ رحمان: جناب والا! آپ کی عنایت کے باعث میں اپنی سیٹ پر واپس آ گئی ہوں۔ جناب سپیکر ہر آدمی کا تھوڑی دیر کے لئے اچھے ماحول میں بیٹھنے کو دل چاہتا ہے اگر میں وہاں چلی گئی تھی تو آپ کا کیا جاتا تھا؟

جناب چیئرمین: آپ اپنے چند کلمات کہنے کے بعد بیشک وہاں واپس تشریف لے جائیں۔

بیگم بشریٰ رحمان: اچھا! جناب والا!

جناب چیئرمین: آپ اپنی سیٹ سے بات نہیں کر رہیں۔

بیگم بشریٰ رحمان: یہ تو ٹھیک ہے کہ ہر آدمی کو اچھے ماحول میں بیٹھنے کا حق پہنچتا ہے یہ "بحث" اور "بحث" کا معاملہ ہو رہا تھا۔ اگر مولانا کہیں گے تو "بحث" ٹھیک ہے۔ اگر عام آدمی پڑھا لکھا کہے گا تو "بحث" ٹھیک ہے۔

مولوی محمد غیاث الدین: جناب سپیکر! میں نکتہ لفظ (ب) جو ہے میں اس پر حرکت معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کونسی حرکت اس پر آئے گی۔ بیگم بشریٰ رحمٰن صاحبہ بتائیں کہ حرکت کونسی آئے گی۔

بیگم بشریٰ رحمان: جناب سپیکر! اس کے اوپر وہی حرکت آئے گی جس میں برکت ہے۔

مولوی محمد غیاث الدین: جناب والا! اس کی وضاحت نہیں ہوئی۔ حرکت سے میری مراد جو ہے وہ یہ ہے کہ جن کے حروف بنتے ہیں۔ جن سے حروف کی چال چلتی ہے۔ زبر۔ زیر پیش۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں "بحث" اور "بحث" پر حرف "با" پر کونسی حرکت آئے گی۔

بیگم بشریٰ رحمان: جناب والا! ہم صرف و نحو کی کلاس میں نہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ نہ ہی یہ کوئی عربی کی کلاس ہے۔ نہ ہی یہ کوئی فارسی کی کلاس ہے۔ اردو زبان پہ جب آپ بحث کریں گے تو دس بارہ زبانوں کی اردو زبان ملاوٹ ہے۔ کہیں سنسکرت ہے۔ کہیں ہندی ہے کہیں عربی ہے کہیں فارسی ہے اور کہیں ترکی ہے۔ ترکی میں اردو لشکر کو کہتے ہیں۔ اور ہم اردو زبان کو کہتے ہیں۔ پھر ہم نے اللہ کے فضل و کرم سے 40 سال ہوئے یہ وطن حاصل کیا۔ ہم نے اردو میں چاروں صوبوں کی زبانیں اور ان

کی حرکات اور ان کے Dialects ملانے کی کوشش کی جو کہ بہت اچھی کوشش ہے۔ مثلاً" پنجابی کا ایک لفظ ہے اور میں یہ کہتی ہوں کہ مولانا جب کوئی بات غلط کہتے ہیں تو ہم "کسک" بھی نہیں سکتے۔ جناب والا! "کسک" کا آپ مجھے اردو میں کوئی لفظ بتا دیں اس کو اردو زبان میں ہمیں شامل کرنا پڑتا ہے۔ ہم زبان دان تو ہے نہیں۔ اہل زبان بھی نہیں ہیں۔ اتفاق سے ہم میں سے زیادہ لوگ بد زبان ہیں۔

جناب والا! دعوے تو مجھے علم کا نہیں ہے لیکن جو کچھ کتابوں میں پڑھا ہے اردو کی ڈکشنری میں اس کو "بحث" کہتے ہیں لیکن شاید کسی اور زبان یا عربی میں "بحث" کہتے ہوں۔ میں بہت نیم خواندہ اور کم پڑھی لکھی عورت ہوں۔ میں ان سے معذرت چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین : شکریہ آپ اپنی گفتگو کے دوران بھی "بحث" ہی کہہ گئی ہیں۔ میرے خیال میں مولانا صاحب تک یہ وضاحت پہنچ چکی ہو گی۔

رانا پھول محمد خان : جناب والا! "کسا" کے لفظ کو پنجابی اور اردو میں "اف" کہتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا! میں آپ کی وساطت سے محترمہ بشریٰ رحمن صاحبہ سے چونکہ میں تو شاعر نہیں ہوں نہ مجھے اتنے زیادہ شعر آتے ہیں۔ تھوڑی سی میرے ذہن میں ایک بات آ رہی ہے کہ

"ملا کی آذان اور ہے مجاھد کی آذان اور"

اس کا درست شعر فرما دیں تاکہ "ملاں اور راھی" کا فیصلہ آپس میں ہو سکے۔

جناب چیئرمین : محترمہ آپ اس پر کچھ روشنی ڈالیں گی۔

بیگم بشریٰ رحمان : جناب والا! اصل بات "بحث" اور "بحث" سے شروع ہوئی تھی میں نہیں سمجھتی اس کو مسلم - محرم۔ مسجد اور مکتب میں لایا جائے۔

جناب والا! نے فرمایا ہے کہ اس کے بارے میں میں شعر کی درست کر دوں۔ جناب والا! الفاظ کے معنی کس قدر ہیں۔ بعض الفاظ دو معنی ہیں بعض کثیر المعنی ہیں اس میں زیر زبر کی بات ہو رہی تھی تو بات کہاں جا پہنچی بات کچھ اس طرح سے ہے

تمہارے ہاتھ کی پہنچی، خدا جانے کہاں پہنچی
خبر پہنچی تو یہ پہنچی کہ وہ پہنچی نہیں پہنچی

حاجی جمشید عباس تبسم: جناب والا! اس طرح مولانا صاحب کا استحقاق کہیں مجروح نہ ہو جائے انہیں بھی ایک شعر پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

مولوی محمد غیاث الدین: جناب سپیکر! شاہ صاحب نے وضاحت کے لیے فرمایا ہے۔ یہ لفظ "ملا" یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں بھرا ہوا۔ علم سے جو بھرا ہوا ہو اسے "ملا" کہا جاتا ہے۔ اور جو آپ کی نگاہ میں ہے وہ آپ کے ہاں "ملاں" ہوں گے اور جو شریعت کی نگاہ میں ہے وہ "ملا" اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یہ بھرا ہوا۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں اس پر کافی بحث ہو چکی ہے۔ جناب وزیر قانون کچھ ارشاد فرمائیں گے۔ جناب طاہر احمد شاہ صاحب اس پر کافی بحث ہو چکی ہے اب میرے خیال میں اس کو جانے دیجئے۔ آپ تشریف رکھیں۔ وزیر قانون صاحب۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! ہماری صوبائی اسمبلی نے اتنی قانون سازی تو کی نہیں اور نہ قانون سازی کے لیے ہمارے پاس اتنے دن ہیں۔ یہ دل لگی تو ہو لینے دیجئے اس میں حرج ہی کیا ہے؟

جناب چیئرمین: رانا صاحب وقت کافی گزر رہا ہے۔ اب ذرا کارروائی کو جاری رکھیے۔ وزیر قانون۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! میرے عزیز دوست نے اتنی لمبی تقریر کی ہے اس سلسلے میں مجھے ایک شعر یاد آگیا ہے

ے بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا ایک قطرہ خون "نہ" نکلا

میں "نہ" کہہ رہا ہوں مجھے پتہ ہے۔ میں نے جان بوجھ کر "نہ" کہا ہے۔

چودھری محمد رفیق: وزیر قانون صاحب نے شعر غلط پڑھا ہے۔

وزیر قانون: جان بوجھ کر پڑھا ہے۔

جناب چیئرمین: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ آپ تشریف رکھیے۔

چودھری محمد رفیق: "جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا" یہ شعر ہے۔ آپ نے کہا ہے' قطرہ خون" نہ " نکلا۔

وزیر قانون: جان بوجھ کے پڑھا ہے کہ اس میں کچھ بھی نہیں ہے' جس کی آپ بات کر رہے ہیں۔ کہ اس میں ایک قطرہ خون نہیں ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! اس کا ادب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ انہیں یہ کہنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں کہ شعر غلط ہے یا صحیح۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: راہی صاحب اور رفیق صاحب یہ سمجھے ہیں کہ راجہ صاحب نے شعر غلط پڑھا ہے تو راجہ صاحب نے یہ شعر دانستہ غلط اس لئے پڑھا ہے کہ بیگم بشریٰ رحمٰن اس کی تصحیح کریں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! میں آپ سے استدعا کروں گا کہ آج اور کل دو آخری دن رہ گئے ہیں اور نہایت ہی اہم مسئلے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر بحث کے لیے یہ دو دن رکھے گئے تھے۔ پچھلے تو دو تین اجلاسوں میں وعدے کے باوجود دن نہ رکھے گئے اور ایک مرتبہ جب رکھے گئے تو اس وقت یہ ہوا کہ کورم ٹوٹتا رہا اور وقت ضائع کر دیا گیا۔ اب وقت پونا ایک بج رہا ہے۔ باقی سارا آدھا پونا گھنٹہ رہ گیا ہے۔ ابھی تحریک استحقاق چل رہی ہے۔ اور شعر و شاعری اور یہ مذاق اور یہ ساری باتیں چل رہی ہیں۔ تو اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے اتنے اہم مسئلے کے لیے کہ جو ہمارے ذمے ہے کہ ہم ان پر غور کریں اور غور کر کے ہمارے صوبے سے متعلقہ جو قوانین ہیں' ہم اس پر کوئی قانون سازی کریں۔ اس کے لیے کوئی وقت نہیں رکھا جاتا۔ اگر رکھا گیا ہے تو اس وقت کو ضائع کیا جا رہا ہے۔ میں جناب سے استدعا کروں گا کہ اس عظیم مقصد کی خاطر اپنے اس پروگرام کو ذرا مختصر کر کے ختم کریں۔

جناب چیئرمین: میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں اور میں ایوان سے اپیل کروں گا کہ براہ مہربانی ایوان کی کارروائی میں اب مداخلت نہ کی جائے اور کارروائی کو جاری رہنے دیا جائے۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ اسلامی کونسل کی بہت بڑی کتابیں ہمیں دی گئیں۔ نہ ان کا ابھی تک کسی نے مطالعہ کیا ہے۔ اور جب ایک دفعہ اس ایوان میں وہ زیر بحث

آجائیں' اس کو دوبارہ زیر بحث لانے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ وہ ہمارے صوبے سے متعلقہ ہے۔ پہلے اس پر بحث ہو چکی ہے۔ میں قائد حزب اختلاف سے کہوں گا کہ ان کی یہ تقریر کی درخواست تھی وہ ذرا وضاحت فرما دیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! آپ اجازت دے دیں۔ میں راجہ صاحب کے شعر کے جواب میں ایک شعر کہنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب میں آپ سے استدعا کروں گا کہ کارروائی کو جاری رہنے دیا جائے۔

سید طاہر احمد شاہ: صرف ایک شعر۔

جناب چیئرمین: چلیئے ایک شعر آپ کہہ لیجئے۔

سید طاہر احمد شاہ:

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

جناب چیئرمین: جناب وزیر قانون

وزیر قانون: جناب سپیکر! معزز رکن نے اعتراض کیا ہے کہ بجٹ تقریر کے دوران پیرا نمبر41 میں جس کے ذریعے موٹر وہیکلز ٹیکس اور اسلحہ فیس میں اضافہ تجویز کیا گیا تھا' اس کی نقل ایوان میں پیش نہیں کی گئی۔ یہ میری بدقسمتی ہے کہ جب فنانس بل پیش کیا گیا اور فنانس بل پر انہوں نے ہاؤس نے بحث کرنی تھی۔اس پر وہ تجویزیں پیش کر سکتے تھے۔ لیکن بدقسمتی سے سپیکر صاحب کی رولنگ کی وجہ سے یہ واک آؤٹ کر گئے تھے۔ اور انہوں نے اپنا موقع ضائع کر دیا تھا۔ فنانس بل میں موٹر وہیکل ایکٹ زیر بحث تھا۔ اس کی ہم نے ایوان سے منظوری لینی تھی۔ لیکن چونکہ یہ واک آؤٹ کر گئے اور انہوں نے موقع نہیں لیا تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں' ان کا اپنا قصور ہے۔ دوسری بات انہوں نے اسلحہ فیس میں اضافے کی کی ہے۔ اس پر میں عرض کرتا ہوں کہ Arms Act کے تحت گورنمنٹ کو یہ اختیار ہے کہ جب چاہے' فیس بڑھائے۔ اس کا سیکشن 11 ہے۔ کہ گورنمنٹ کسی بھی

وقت کسی اسلحے پر قواعد کے تحت فیس میں اضافہ کر سکتی ہے۔ اس لئے میں یہ کہوں گا کہ دونوں اعتراضات درست نہیں' اور ان میں کوئی گراؤنڈ نہیں ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

میاں محمد افضل حیات : جناب والا! میں اس کے متعلق صرف اتنی وضاحت کرنی چاہتا ہوں کہ آپ روایت سمجھیں کہ جب ایک سوچی سمجھی روایت ہمیشہ چل رہی ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ جو متن پیش نہیں کیا گیا' عام طور پر تقریر میں اس کا ذکر Secrecy قائم رکھنے کے لئے نہیں کیا جاتا۔ اس میں پیرا 41 تھا Secrecy قائم رکھنے کے لئے اس کو شامل نہیں کیا جاتا۔ لیکن ہمیشہ سے یہ طریقہ چلا آتا ہے کہ جب وزیر خزانہ وہاں پہنچتے ہیں اور وہ اپنے ٹیکسوں کا اعلان کر دیتے ہیں تو اس وقت اس حصے کو اسمبلی میں Circulat کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ وہ تقریر کا اہم ترین حصہ ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ اس وقت شامل بھی نہیں کیا گیا تھا۔ وہ اہم ترین حصہ ہے۔ اور اس کو Circalat نہ کرنا یا ایوان کی میز پر نہ رکھنا روایت کی اور قانونی ورزی ہے۔ اس کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ ممبر صاحبان اس کے اوپر صحیح طریقے سے بات بھی نہ کر سکے ہوں۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ یہ جو روایات' قانون اور قواعد سے ہٹ کر بات ہوئی ہے' یہ سراسر استحقاق کو مجروح کرتی ہے۔ یہ کیوں نہیں ہو سکا؟ اس کے عوام معلوم کرنے کے لیے' اس کی وجوہات جاننے کے لیے اس تحریک کو استحقاق کمیٹی میں جانا چاہیئے۔

تحاریک التوائے کار

جناب چیئرمین : اس تحریک پر دونوں طرف سے کافی بحث ہو چکی ہے۔ اس پر فیصلہ کل ایوان کو سنایا جائے گا۔ اب تحاریک التوائے کار لی جاتی ہیں۔

چودھری محمد صدیق سالار : پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! ابھی ابھی حضرت مولانا صاحب نے اسلامی نظریاتی کونسل کے لیے آپ سے درخواست کی تھی۔ اس پر دو دن بحث کے لیے مقرر ہیں۔ ایک آج کا' جو کہ گزر رہا ہے۔ اور بہت کم وقت ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ جب کہ حکومت پاکستان کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ جو قانون پنجاب کے لیئے بنائے جا سکتے ہیں وہ پنجاب بنائے۔ جو مرکز کے لیے ہیں وہ مرکز بنائے۔ جو مشترکہ ہوں گے وہ مشترکہ ہوں گے۔ لہٰذا اسلامی نظریاتی کونسل پر بحث کی اجازت دی جائے۔

میاں محمد افضل حیات : یہ سالار صاحب کو ہمیں بتانے کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ

مسلمان ہیں؟

رانا پھول محمد خان: جناب والا! اس پر بحث کرنے سے قانون سازی لازم ہوتی ہے اور قانون سازی میں مرکز حائل ہے۔ ہم ایسا کوئی قانون نہیں بنا سکتے جو مرکز اور صوبے میں متصادم ہو۔ صوبائی قانون تقریباً" جہاں تک ہمارا صوبائی اختیارات کا تعلق ہے' قانون حق شفع پہلے ہی بن چکا ہے۔ اب اگر ان سے پوچھیں کہ اسلام بلدیات کے متعلق کیا کہتا ہے' تو ہم اس میں کیا قانون سازی کریں گے؟ اس لئے یہ مسئلہ تعزیرات کا ہے اور تعزیرات پاکستان کا تعلق قومی اسمبلی سے ہے۔ وہ قانون سازی جو اسلام کے مطابق ہو گی وہ صوبائی دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔ اس لیے اس پر بحث کرنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ اگر ہم کوئی بل نکال لیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ یہ زیر بحث آ بھی چکا ہے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! اس وقت تحریک التواء کا وقت ہے۔ جب تحریک التواء کا وقت ختم ہو جائے گا' پھر اس کے متعلق بات ہو گی۔ کہ اس پر بحث ہونی چاہیئے یا نہیں۔

جناب چیئرمین: ہمارے پاس تحریک التوائے کار کا صرف آدھا گھنٹہ ہے۔ اگر ایوان کی رائے ہے کہ یہ تحریک التواء کو ہٹا کر یہ بحث کر لی جائے تو ایوان کی رائے لے لی جائے۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! تحریک استحقاق کے ختم ہو جانے کے بعد تحاریک التوائے کا وقت قواعد و ضوابط میں متعین اور مقرر ہے۔ قواعد کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں پر بحث کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اگر وقت کم رہ گیا ہے تو ہم یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ ایوان کا وقت آگے بڑھا دیا جائے۔ ایک دن اور لے لیا جائے مگر قواعد کے مطابق اسمبلی کی کارروائی کو چلنے دیا جائے۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب میں نے عرض کیا ہے کہ تحاریک التوائے کار کے لئے ابھی ہم نے آدھا گھنٹہ لینا ہے۔ لیکن اگر ھاؤس کی رائے ہے کہ تحاریک التوائے کار کے نصف گھنٹے کو ------ لاء منسٹر صاحب۔

سید طاہر احمد شاہ: نہیں۔ نہیں جناب یہ نہیں ہو سکتا۔

وزیر قانون: شاہ صاحب نے جو وضاحت دی ہے وہ درست نہیں ہے ایوان کو یہ اختیار ہے کہ وہ رولز کو معطل کر سکتا ہے۔ آپ بطور سپیکر بھی معطل کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس لئے میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ اگر ایوان کی رائے لینی ہے جو حضرات چاہتے ہیں کہ رائے لے لی جائے تو میں رائے لینے کے لئے تیار ہوں۔

سید طاہر احمد شاہ: تحاریک التوائے کار حزب اختلاف کے ارکان کا پارلیمانی حق ہے۔ ہم اپنے اس حق کو ختم کر دینے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اگر آپ اکثریت کی بنیاد پر ہمارے جائز قانونی حقوق کا قتل عام کرنا چاہیں گے۔ تو پھر ہمیں مجبوراً" احتجاج کرنا پڑیگا۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب جہاں آپ کے حقوق ہیں وہاں اس طرح اسمبلی کے بھی حقوق ہیں۔ تمام اراکین کے بھی حقوق ہیں۔ میں ان کو پامال تو نہیں کر سکتا اگر ھاؤس اس رائے کا اظہار کرنا چاہیے یہ بھی اسی ھاؤس کا حق ہے۔ اگر اکثریت یہ چاہے کہ فی الحال تحاریک التوائے کار کو نہ لیا جائے ------

سید طاہر احمد شاہ جناب سپیکر! اگر آج ہمارے اس آئینی اور قانونی حق کو آج آپ معطل کریں گے۔ یا التوا میں ڈالیں گے۔ کیونکہ حکومت تنقید سے بچنے کے لیے اپنی اکثریت کی بنیاد پر اس ہمارے حق کو ختم کرنا چاہے گی تو میں احتجاجاً" پھر کہتا ہوں احتجاجاً" اس ایوان سے آج کی کارروائی کے لئے واک آوٹ کرنا پڑیگا۔

وزیر قانون: جناب سپیکر! یہ ہمارے حقوق کی پامالی ہے۔

مولانا منظور احمد چینوٹی: جناب سپیکر! میں عرض کروں گا کہ اس ھاؤس کی روایات میں ہم نے دیکھا ہے کہ بعض معمولی معاملات پر بھی رولز معطل ہوتے رہتے ہیں۔ اب اسلامی نظریاتی کونسل ---

جناب چیئرمین: میں مولانا آپ کا مطلب سمجھ گیا ہوں آپ تشریف رکھیئے۔ جناب شاہ صاحب جس طرح آپ اپنے حقوق کا ذکر فرما رہے ہیں اسی طرح اس ایوان کے ہر ممبر کے حقوق ہیں۔ اگر وہ جملہ طور پر اس پہ رائے کا اظہار کرنا چاہیں تو میں انہیں قانوناً" یا اس ایوان کی روایت کے مطابق روک نہیں سکتا۔

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! ایوان کی روایت کے مطابق میرا خیال ہے آپ اس وقت اس ایوان کے سب سے سینئر رکن ہیں آج تک حزب اختلاف کے مشورے کے بغیر تحاریک التوائے کار کو التواء میں نہیں ڈالا گیا۔ یہ اس کی روایت ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: یہ کوئی مثال پیش کریں۔

جناب چیئرمین: اس میں وزیر قانون کچھ فرمانا چاہیں گے؟

وزیر قانون: جناب والا! ! ابھی تک جو روایات رہی ہیں ان میں تو یہی ہے کہ ایوان بااختیار ہے کہ وہ قواعد کو معطل کرے۔ یا سپیکر چاہے۔

جناب چیئرمین: وہ نکتہ تو آپ نے پہلے فرما دیا لیکن اس وقت قائد حزب اختلاف نے جو بات کی ہے اس کے بارے میں فرمائیے۔

وزیر قانون: جناب والا! میرے پاس ایسی کوئی روایت موجود نہیں ہے۔ قائد حزب اختلاف کی مرضی کے بغیر وقفہ تحاریک التوائے کار معطل کیا گیا ہو۔ میں یہ نہیں سمجھتا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں وہ درست ہے۔ جب اس سلسلے میں رولز واضح ہیں کہ ہم جب چاہیں قواعد کو معطل کر سکتے ہیں۔ آپ کر سکتے ہیں تو میں نہیں سمجھتا انہوں نے کس گراؤنڈ پر یہ بات کی ہے؟

جناب چیئرمین: دونوں طرف سے سننے کے بعد ---------

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! ایجنڈا پر آج کا دن اسلامی نظریاتی کونسل پر بحث کے لئے رکھا گیا۔ اگر آپ یہ آدھا گھنٹہ جو باقی رہ گیا ہے وہ تحاریک التوائے کار کو دیتے ہیں آپ آج کے ایجنڈے کی کارروائی کیسے پوری کریں گے۔ اور اس کا کیا طریقہ ہو گا؟

جناب چیئرمین: میں اس وقت یہ مسئلہ ایوان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

> "کہ وہ تحاریک التوائے کار لینا چاہیں گے یا اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر بحث کرنا چاہیں گے۔ جو اسلامی نظریاتی کونسل پر بحث کرنا چاہتے ہیں"

(تحریک منظور کی گئی)

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! آپ نے ہمارے مشورے کے بغیر یہ رائے لی ہے۔ ہم اس کے خلاف احتجاجاً" واک آؤٹ کرتے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! ہم اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں پر بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ چاہتے تھے۔ اور انشاء اللہ کل لیں گے۔ لیکن اس ایوان میں غلط پارلیمانی روایت قائم کرنے پر احتجاج کے طور پر آج ہم واک آؤٹ کرتے ہیں کل انشاء اللہ ہم بحث میں حصہ لیں گے۔

چودھری محمد رفیق: اگر ان رپورٹوں پر بحث مقصود ہے تو یہ معزز ایوان قواعد کو معطل کی بجائے یہ سوچ سکتا ہے کہ ایوان کا وقت بڑھا دیا جائے۔ تاکہ سب اس میں حصہ لے سکیں۔ کیونکہ وقت بڑھانے پر پابندی تو نہیں ہے یہ تنقید سے بچنے کے لیے یہ ہمارے حق کو غصب کر رہے ہیں ہم اس لیے احتجاجاً" واک آؤٹ کرتے ہیں۔

BEGUM SHAHEEN MUNAWAR: Sir, you have very right to extend time of the House as long as you are in the Chair.
Mr.CHAIRMAN: If the house so desires?
BEGUM SHAHEEN MUNAWAR: Of course, yes. So long as you are in the Chair you can do that.
MR.CHAIRMAN: Thank you for informing me about my powers.

اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر بحث

جناب چیئرمین: اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر ایوان کا فیصلہ ہو چکا ہے جو حضرات اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ مہربانی فرما کر اپنے اپنے نام مجھے پہنچا دیں۔ مولانا صاحب شروع کریں۔ باقی حضرات اپنے نام مجھے بجھوا دیں۔

BEGUM SHAHEEN MUNAWAR I am sorry for interrupting but I must bring it to your:- جناب سپیکر! آپ یہ اعلان کریں کہ قواعد معطل کر کے اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر بحث کرنا مقصود ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ چونکہ ایوان نے یہ رائے دی تھی کہ تحریک التوائے کار کو معطل کر دیا جائے۔ اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کو لے لیا جائے۔ لہذا تحاریک التوائے کار معطل کر دی گئی ہیں اور اس وقت اسلامی کونسل کی رپورٹ پر بحث جاری رہے گی۔

مولانا منظوری احمد چینوٹی: الحمد اللہ و کفی وسلام ان الدین عند اللہ السلام الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزحواۃ و امدوا بالمعروف ونھوا عن المنکر ط

جناب سپیکر! ہم نے یہ ملک اسلام کے لئے حاصل کیا تھا اور اسلامی کونسل کے تصور کے لئے چند بنیادی چیزیں ہیں۔ اسلامی عقائد۔ عبادات۔ معاملات۔ یہ تین اسلام کی اہم جز ہیں۔ عقائد۔ عبادات اور معاملات ہمارے پچھلے آئین کے دستور کی روشنی میں ملک میں اس اسلامی تصور کو اجاگر کرنے کے لئے اور ......

جناب چیئرمین: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔ فرمائیے۔

ملک سعید منظر مسلم: جناب والا! مولانا صاحب اس سلسلے میں تقریر کر چکے ہیں۔ قواعد کے مطابق اب یہ تقریر نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیئے۔

مہر محمد سلیم: جناب والا! کیا آپ کسی قاعدہ کا حوالہ دے سکتے ہیں کہ یہ دوبارہ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر بول سکتے ہیں۔ یہ اس سے پہلے تقریر کر چکے ہیں۔

جناب چیئرمین: جناب آپ اپنی سیٹ پر سے گفتگو کر سکتے ہیں دوسری سیٹ سے گفتگو نہیں کر سکتے تشریف رکھیئے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! اگر ممبران صاحبان نہیں چاہتے کہ میں اس پر کوئی بات کروں - - - -

جناب چیئرمین: ان کو جواب دینے کی بجائے آپ اپنی تقریر جاری رکھیئے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! تقریر تو کرنے نہیں دیتے۔

جناب چیئرمین: آپ تقریر جاری رکھیے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اسلامی ریاست کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ اسے کے اپنے مخصوص عقائد۔ اس کی مخصوص عبادات اور اس کے معاملات۔ تو اس ملک کو اسلامی ریاست میں ڈھالنے کے لئے ان تینوں چیزوں کی ضرورت تھی جس کے لئے آئین کے مطابق ایک اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کی گئی۔

مہر محمد سلیم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

مہر محمد سلیم: جناب والا! میری درخواست ہے کہ اس بارے میں کسی قاعدہ کا حوالہ دیں کہ یہ اسی موضوع پر دوبارہ تقریر کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: جناب لاء منسٹر! آپ اس پر وضاحت فرمائیں۔

وزیر قانون: جناب والا! اگر وہ تقریر کر چکے ہیں تو آپ اسے دوبارہ بولنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔

مہر محمد سلیم: کیا آپ کسی قاعدے کا حوالہ دے سکتے ہیں؟

وزیر قانون: بالکل۔ سپیکر جب چاہیں کسی کو چاہیں بلا سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھئے۔ یہ اعتراض آپ کا نامناسب ہے۔ مولانا آپ تقریر فرمائیے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آئین کے مطابق ایک اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل دی گئی جس میں ملک کے تمام مکاتب فکر کے جید علماء اور اس میں وکلاء اور جج صاحبان شامل تھے اور جس کے چیئرمین بھی ملک کے کوئی معزز جج صاحب ہی ہوتے تھے۔ اس نظریاتی کونسل کے پاس عقائد کے معاملے میں جو مسائل صوبوں سے گئے یا مرکز سے گئے' عبادات کے مسئلے میں معاملات کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس پر بحث کی اور قرآن و حدیث کی روشنی میں انہوں نے اپنی سفارشات مرتب کیں۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ان سفارشات کا مطالعہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اپنے ان مقتدر حضرات کو جو نظریاتی کونسل کے رکن اور ممبر تھے انہیں دل کی گہرائیوں سے ہدیہ تبریک پیش کرنا پڑتا ہے اور ہم ان کی تحسین کرتے ہیں۔ جس عرق ریزی سے جس محنت سے انہوں نے یہ سفارشات مرتب کی ہیں۔ لیکن نہایت افسوس ہے کہ یہ سفارشات ایک عرصہ تک سرد خانے میں پڑی رہیں۔ اب وہ سفارشات ہمیں صوبائی اسمبلیوں کو بھیجی گئیں۔ ان سفارشات میں تین قسم کی وہ سفارشات ہیں جہاں تک میں نے مطالعہ کیا ہے۔ ایک وہ سفارشات ہیں جو مرکز سے متعلق ہیں ایک وہ سفارشات ہیں جو صوبوں سے متعلقہ ہیں اور تیسری قسم کی وہ سفارشات ہیں۔ جو صوبہ اور مرکز کے درمیان مشترک قسم کی ہیں۔ ہم ان تینوں قسم کی سفارشات پر اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے اس پر پیش رفت کر سکتے ہیں۔ جو صوبوں کے متعلق سفارشات ہیں ان کو ہم ان سے علیحدہ چھانٹ کر اپنے صوبائی دائرہ اختیار میں ان کے قوانین بنا سکتے ہیں۔ جو مشترکہ ہیں ان کو بھی ہم اپنے دائرہ میں لا کر ان کے قوانین بنا سکتے ہیں۔ جن کا تعلق صوبوں سے نہیں مرکز سے ہے ان سفارشات کے لئے ہم اپنی صوبائی حکومتیں مرکز سے سفارش کر سکتے ہیں۔ تو یہ تینوں قسم کی سفارشات اس میں موجود ہیں۔ جو اس ملک کو اسلامی ریاست بنانے کے لئے نہایت ہی اہم سفارشات ہیں۔ جس طرح ہمارے پاس یہ سفارشات بھیجی گئیں۔ اسی طرح دوسرے صوبوں میں بھی بھیجی گئیں۔ میرے سامنے اس وقت صوبہ سرحد کی مثال ہے کہ صوبہ

سرحد کی اسمبلی کے پاس یہ سفارشات گئیں تو انہوں نے ایک سات رکنی کمیٹی بنائی۔ اس سات رکنی کمیٹی نے ان سفارشات پر غور کرتے ہوئے دو قسم کی سفارشات جو ان کے صوبے سے متعلق تھیں ان سفارشات کو انہوں نے اپنے صوبے میں بطور قانون کے پیش کیا ہے جن کی میں چند ایک مثالیں پیش کرتا ہوں کہ سرحد اسمبلی کی کمیٹی نے مندرجہ ذیل عنوانات پر رپورٹیں مرتب کر کے اپنی اسمبلی میں پیش کی ہیں۔ اور وہ انہی سفارشات سے مرتب کی گئیں ہیں جو سفارشات صوبوں سے متعلق تھیں۔ مثلاً" جوا ایکٹ 1867 ء اور 1867 ء گھڑ دوڑ وغیرہ پر پابندی۔ اس پر نظریاتی کونسل نے اپنی سفارشات دی ہیں۔ ان سفارشات کی روشنی میں انہوں نے اپنی اسمبلی میں بطور قانون کے پیش کیا ہے۔ دوسری ہے پنجاب ڈاکہ زنی ایکٹ 1867ء تیسری ہے کورٹ فیس ایکٹ کہ اسلامی حکومت ہر شہری کو بلا معاوضہ انصاف مہیا کیا جائے۔ اس سلسلے میں بھی نظریاتی کونسل کی سفارشات ہیں۔ تیسرا خزانہ ایکٹ اور چوتھا ہے زرعی قرضہ جات ایکٹ پانچواں ہے انتقال اراضی ایکٹ چھٹا ہے قیدی ایکٹ اور ساتواں قیدی ایکٹ 1900ء پراپرٹی سوسائٹی ایکٹ سودی قرضوں کے اجراء کی بجائے بلا سودی قرضے دیے جائیں۔ اس سلسلے میں سفارشات بھی انہوں نے کی ہیں۔

جنگلات ایکٹ 1927ء زرعی پیداوار ایکٹ اور اصلاح سکول ایکٹ یہ چند ایکٹ ایسے ہیں جو صوبہ سرحد اسمبلی کی اس مخصوص کمیٹی نے جن کے ذمے نظریاتی کونسل کی سفارشات پر غور و خوض لگایا گیا تھا انہوں نے یہ ایکٹ اس میں سے چھانٹ کر اپنی اسمبلی میں قانون کے لئے پیش کئے ہیں۔ اس کے علاوہ چند سفارشات ان کی وہ ہیں جو انہوں نے مرکز سے کی ہیں۔ وہ صوبے کے اختیار میں نہ تھیں۔ تو سرحد کی صوبائی اسمبلی نے وہ سفارشات کر کے مرکز کو بھیجی ہیں۔ جن میں پوسٹ مارٹم انسانی لاش کی توہین ہے۔ اس سلسلے میں پوسٹ مارٹم پر پابندی عائد کی جائے۔ نظریاتی کونسل نے سفارش کی ہے کہ یہ اسلامی اصول کے خلاف ہے اور اس کی کچھ حدود ہیں۔ ان حدود کی پابندی کرتے ہوئے تو کیا جا سکتا ہے کہ یہ مسئلہ چونکہ مرکز کا تھا سرحد اسمبلی نے سلسلے میں سفارشات کی ہیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: میں ممبران سے استدعا کروں گا کہ وہ اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں۔ اس وقت آپ کے ایک معزز ممبر تقریر فرما رہے ہیں آپ تقریر سنئے۔

مولوی محمد غیاث الدین: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ

کے سلسلہ میں اراکین اسمبلی کی دلچسپی کا آپ اندازہ ھاؤس سے لگا لیں کہ ہماری کتنی دلچسپی ہے اور کس طرح سے ہمارا تعلق اس کے ساتھ ظاہر کیا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیئے۔ مولانا آپ اپنی تقریر جاری رکھیئے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ ان میں سے بعض سفارشات جونہایت ہی اہم تھیں لیکن وہ صوبے کے دائرہ اختیار میں نہ تھیں۔ تو سرحد اسمبلی نے وہ اپنی اسمبلی میں پیش کر کے ان پر سفارشات کی ہیں قومی اسمبلی کو ۔۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں؟

مہر محمد سلیم: جناب والا! میں قواعد کا حوالہ دے سکتا ہوں کہ مولانا صاحب اس پر دوبارہ تقریر نہیں کر سکتے۔ لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ وہ تقریر کر سکتے ہیں۔ میرے پاس قواعد ہیں۔ یہ دیکھ لیں۔

جناب چیئرمین: چونکہ لاء منسٹر صاحب کے پاس اس وقت کاپی موجود نہیں کیا آپ انہیں کاپی دے سکتے ہیں۔

مہر محمد سلیم: مجھ سے لے سکتے ہیں۔ اگر انہوں ☆☆ نے بولا ہے تو پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: یہاں تک تشریف لائیے اور وہ کاپی دکھا دیجئے۔

وزیر قانون: آپ بات کریں میں جواب دونگا۔

صاحبزادہ سید مظہر الحسن المعروف چن پیر: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! مہر صاحب نے جو کہا ہے یہ سراسر زیادتی ہے اور یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے کہا ہے۔

مہر محمد سلیم: نہیں نہیں میں نے کہا ہے کہ انہوں نے غلط بات کی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ اس قاعدے کا حوالہ دیں۔ اور لاء منسٹر صاحب اس کا جواب دینگے۔

چوہدری محمد صدیق سالار: جناب والا! سپیکر صاحب جتنی مرتبہ چاہیں اجازت دے سکتے ہیں۔

مہر محمد سلیم: جناب والا! اسلامی نظریاتی کونسل کے متعلق آئین کے آرٹیکل 230 میں ہے کہ جب

☆☆ بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے

اسمبلی میں رپورٹ پر ایک دفعہ بحث ہو چکے تو اس پر بحث یا مزید بحث کے لئے کوئی تحریک پیش نہیں کی جائے گی۔

وزیر قانون: جناب سپیکر ان کو معلوم نہیں کہ ہم نے پچھلی دفعہ وعدہ کیا تھا۔ بحث جاری ہے۔

مہر محمد سلیم: جناب والا! ان کی بحث تو جاری نہیں۔ ان کی بحث تو ختم ہو چکی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ Cross talk نہ کیجئے۔ راجہ صاحب اس وقت چیئرمین سے مخاطب ہیں۔

وزیر قانون: جناب والا! تقریر پر کوئی پابندی نہیں۔ آپ جب چاہیں رولز کے مطابق اجازت دے سکتے ہیں۔ بحث کی بات کر رہے ہیں اور لفظ "بحث" استعمال کیا ہے۔ بحث جاری تھی اور ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم آپ کو دو دو دن اور دیں گے۔ لہٰذا ہم اپنے وعدے کے مطابق ان کو دو دن اور دے رہے ہیں۔ کسی قانون میں اور کسی قاعدے میں تقریر پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیئے۔ یہ وہی بحث جاری ہے جس پر وہ بول رہے ہیں۔

مہر محمد سلیم: جناب والا! اگر تو ان کی اس دن بحث جاری تھی اور آج انہوں نے دوبارہ اسی جگہ سے شروع کیا ہے پھر تو ٹھیک ہے۔ اگر ایک دفعہ کر چکے ہیں اور اس کے درمیان کوئی اور مقرر آگیا ہے تو پھر یہ دوبارہ نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین: بحث کے لئے ٹائم بڑھایا گیا تھا اور یہ وہی بحث جاری ہے۔ آپ تشریف رکھیئے۔ مولانا! آپ اپنی تقریر جاری رکھیئے۔

صاحبزادہ سید مظہر الحسن المعروف چن پیر: جناب والا! مہر صاحب نے لفظ "جھوٹ" استعمال کیا ہے۔ اور یہ الزام لگایا ہے لہٰذا وہ یہ لفظ واپس لیں۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب یہ آپ کی فراخدلی ہے، لیکن اس ایوان کا احترام کرتے ہوئے اور اس کے وقار کا احترام کرتے ہوئے، اگر یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں تو میں مہر صاحب سے گزارش کروں گا کہ یہ الفاظ واپس لے لیں۔

مہر محمد سلیم: میں یہ الفاظ واپس لیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: یہ ریکارڈ سے حذف کئے جائیں - - - جی مولانا صاحب -

مولانا منظور احمد چنیوٹی: میں جناب یہ گزارش کر رہا تھا کہ چند اہم سفارشات جو کہ ہمارے قومی مسائل سے تعلق رکھتی تھیں' اگرچہ وہ صوبہ کے دائرہ اختیار میں نہ تھیں لیکن سرحد اسمبلی نے اور اس کی اس کمیٹی نے وہ سفارشات ۔۔۔۔۔۔

ایک معزز ممبر: جناب سپیکر! کورم نہیں ہے؟ گنتی کرائیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! اصل میں مذہبی بات کوئی سننا نہیں چاہتا ہے اگر کوئی نہیں سننا چاہتا ہے تو کیا کیا جائے۔ اسلام کے نام پر تو یہ اسمبلیوں میں آتے ہیں۔ جب عوام سے ووٹ مانگتے ہیں تو اسلام کے نام پر بھیک مانگتے ہیں کہ ہم اسلام کے نام پر یہ کریں گے اور اب حالت یہ ہے کہ اسلام کی بات کوئی سننا نہیں چاہتا ہے یہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات آپ کے پاس آئیں۔ دو دن رکھے گئے' ان دو دنوں میں جب ایک دن بحث ہونا تھی تو ہمارے محترم وزیراعظم تشریف لے آئے تھے اور اس کے لئے اجلاس برخاست ہو گیا اور وہ بحث نہ ہو سکی' جب دوسرا اور آخری دن جب بحث کے لئے آیا' اس دن بھی وقت ہمارا دوسرے مسائل پر گزر گیا۔ تھوڑا سا وقت رہتا تھا' اس وقت کے اندر بھی کورم ٹوٹ گیا۔ چند ایک مقرروں نے بات کی اور کورم ٹوٹ گیا۔ اور بات ختم ہو گئی۔ تو کیا ہماری ذمہ داری اس سے ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تو بارہا اصرار کرنے پر پھر اس پر ٹائم رکھا گیا ۔۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: مولانا! یہ سب ممبران آپ کی تقریر سننے کے لئے ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں' میاں فضل حق پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میاں فضل حق: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! ابھی مولانا صاحب نے بات کی ہے ان کو سوچنا چاہیے تھا کہ انہوں نے بات کیا کی ہے۔ کہ ووٹ لینے کے لئے ہم اسلام کا نام لیتے ہیں۔ شاید یہ لیتے ہوں گے۔ ہم نے اتنا اسلام کا استحصال نہیں کیا ہے۔ الیکشن کے زمانے میں۔ ان کو یہ بات نہیں کرنی چاہیے تھی کہ یہاں اس بحث میں جو دلچسپی نہیں لی جا رہی ہے اور یہ بات ہے۔ یہ غلط بات ہے۔ انہیں ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ تشریف رکھیں' انہوں نے کسی خاص ممبر کا نام نہیں لیا ہے۔ ایک عمومی بات کی ہے۔۔۔۔ مولانا آپ Cross talk نہیں کر سکتے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : آپ نے جب ووٹ لئے ہیں۔ تو آپ نے بحیثیت مسلمان ووٹ نہیں لئے ہیں؟ پاکستان کا وجود ہی اسلام کے نام پر ہے۔ موجودہ حکومت اسلام کے نام پر ہے۔ آپ کا صدر ضیاء الحق ریفرنڈم اسلام کے نام پر جیتا ہے۔ پھر آپ اسلام کی بات کیوں نہیں سنتے اور کیوں نہیں کرنے دیتے ہیں۔

جناب چیئرمین : مولانا صاحب' آپ تشریف رکھیں۔ میاں صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میاں فضل حق : مولانا' آپ کسی جلسے سے خطاب نہیں کر رہے ہیں' آپ اس وقت اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں پر ہر ممبر کا ایک جیسا استحقاق ہے۔ آپ جیسے لوگوں نے اسلام کا نام Exploit کر کے اسلام کو بدنام کیا۔

جناب چیئرمین : میاں صاحب میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ Cross talk نہ کریں آپ چیئر کو ایڈریس کیجئے گا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : جناب والا! یہ حضرات مجھے اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر بولنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ میں اس پر احتجاجاً" واک آؤٹ کرتا ہوں۔

میاں شہاب الدین اویسی : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : مولانا یہ طریقہ کار ٹھیک نہیں ہے آپ کراس ٹاک نہ کریں۔ آپ چیئر سے مخاطب ہوں اور اپنی تقریر جاری رکھیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : میں کیا تقریر کروں۔ میں ایک نکتہ پر بولنا شروع کرتا ہوں' تو دوسرا پوائنٹ آف آرڈر شروع کر دیتا ہے۔ ان حالات میں کیا تقریر کر سکتا ہوں بات کا تسلسل ہی نہیں رہتا ہے۔ بات شروع کرتا ہوں' ایک جملہ ہوتا ہے تو ایک پوائنٹ آف آرڈر ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہیں سننا چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین : مولانا اگر کوئی ممبر پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوتا ہے تو میرا یہ فرض ہے کہ میں ان کا پوائنٹ آف آرڈر سنوں میں ان کو روک نہیں سکتا ہوں۔ یہ ان کا آئینی حق ہے اور یہ آپ کو برداشت کرنا ہوگا۔ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: کیسے جاری رکھوں' بات کوئی سنے نہیں تو میں کیسے بات جاری رکھوں۔ آپ خود ہی بتائیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ: میں مولانا صاحب سے استدعا کرتا ہوں اور اسلام کے نام پر کہتا ہوں کہ وہ مسلمان ہیں اور ضبط کا مظاہرہ کریں۔ یہ باتیں ان کی سنیں۔ اگر وہ اسلام کی بات کرتے ہیں تو ضبط ضرور کریں۔ واک آؤٹ نہ کریں۔ میں یہ استدعا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ تقریر ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔انہوں نے آپ کی بات کو سن لیا ہے۔ مولانا آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

حاجی سردار خان: جناب والا! اپوزیشن کے ممبران واک آؤٹ کر گئے ہیں۔ کسی ممبر کو آپ حکم دیں کہ وہ جا کر ان کو منا لائیں۔

جناب چیئرمین: اگر آپ کوشش کرنا چاہیں تو اس ایوان کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ مولانا آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ چند مسائل تو میں نے وہ عرض کئے ہیں جو کہ صوبوں سے متعلق ہیں۔ اور ان سفارشات میں موجود ہیں ان کو قانونی شکل دینا ہماری صوبوں کی ذمہ داری ہے۔ ہم سے ایک قدم بڑھ کر سرحد اسمبلی نے وہ کام کر ڈالا ہے۔ اگر ہم خود کچھ نہیں کر سکتے ہیں تو میں یہ کہتا ہوں کہ ہم کسی کی اچھی نقل ہی کر لیں' تقلید ہی کر لیں اگر ہم یہ محنت نہیں کر سکتے ہیں۔ ہم نے اب تک کوئی کمیٹی نہیں بنائی ہے۔ میں نے اس وقت یہ مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں ایک کمیٹی بنا دینی چاہیئے وہ ان سفارشات پر غور کرے اور غور کر کے ہمارے صوبہ سے متعلقہ شقوں کو پیش کر کے قانونی شکل میں سامنے لائے۔ اس طرح جو مرکز سے متعلقہ ہو وہ مرکز کو سفارشات کی جائیں میں اس سلسلہ میں ابھی چند مثالیں پیش کر رہا تھا کہ صوبہ سرحد اسمبلی نے ہم سے سبقت لی ہے' ہم کو بھی اس نیک کام میں حصہ لینا چاہیئے اور اپنی ذمہ داری کو ادا کرنا چاہیئے بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے' اور اس معزز ایوان کے ممبر ہونے کے ہم پر یہ ذمہ داری ہے کہ ہمیں وہ سفارشات بھیجی گئی ہیں' ہمارے ذمہ لگایا گیا ہے کہ آپ ان سفارشات کو پڑھیں اور دیکھیں اور ان میں سے جو سفارشات آپ سے متعلق ہیں' آپ اس سلسلہ میں قانون سازی کریں۔ یہ ہماری

ذمہ داری ہے۔ اگر ہم اس ذمہ داری کو محسوس نہ کریں تو یہ اور بات ہے میں بطور مثال چند وہ چیزیں پیش کر رہا تھا کہ جس پر انہوں نے محنت کی ہے اور انہوں نے اسمبلی میں پیش کئے ہیں۔ تو میں اس وقت آپ کو وہ سفارشات عرض کر رہا ہوں جو کہ انہوں نے مرکز سے سفارش کی ہے کہ یہ نہایت اہم مسائل ہیں۔ ہم اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش کی روشنی میں اپنی قومی اسمبلی سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ چنانچہ اس میں ایک مسئلہ پوسٹ مارٹم کا تھا کہ پوسٹ مارٹم انسانی لاش کی توہین ہے اور اس پر پابندی لگانی چاہیئے۔ یہ اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارش کی ہے اور اس کی روشنی میں سرحد اسمبلی نے مرکز سے سفارش کر دی ہے۔ دوسری ہے نیشنل کیڈٹ کور ٹریننگ میں طالبات کے لئے مردوں کی بجائے خواتین انسٹرکٹروں کا تعین کیا جائے۔ اس بارے میں نظریاتی کونسل نے بڑی مفصل سفارشات قرآن و حدیث کی روشنی میں مرتب کی ہیں جس پر سرحد اسمبلی نے قومی اسمبلی کو سفارش کی ہے۔ اور تیسری ہے اخبارات میں قرآنی آیات اور احادیث نبویہ عربی عبارت میں لکھنا بند کیا جائے' کیونکہ اس سے بے حرمتی ہوتی ہے۔ یہ بھی اسلامی نظریاتی کونسل نے بڑی تفصیل کے ساتھ سفارش کی ہے جو صوبہ سرحد اسمبلی نے مرکز کو بھیجی ہے۔ ہوائی اڈوں اور دیگر استقبالیہ مقامات پر عورتوں اور بچیوں کو نہ لانے پر پابندی عائد کی جائے کیونکہ حجاب کی روشنی میں ایک مسلم مملکت کے اندر یہ ایک غیر شرعی فعل ہے اس پر اسلامی نظریاتی کونسل کی جو سفارش ہے یہ بڑی مفصل ہے میں یہ کتابیں بھی ساتھ لایا تھا تاکہ میں آپ کو بطور حوالہ یہ پیش کروں کہ یہ وہ سفارشات یہاں موجود ہیں انہی میں سے بیشتر سفارشات سرحد اسمبلی نے قومی اسمبلی کو بھیجی ہیں اور جو اس صوبہ سے متعلقہ تھیں انہوں نے اپنے بل کی صورت میں قانون کے طور پر پیش کی۔ اسی طرح سے ایک سفارش انہوں نے یہ کی ہے کہ خواتین کی تصاویر بطور اشتہار استعمال کرنا شریعت کے خلاف ہے۔ اس پر پابندی کے لئے نظریاتی کونسل نے جو سفارشات کی ہیں ان کو پیش کیا ہے۔ چھٹی ہے غیر منقولہ اور منقولہ جائیداد کے ہبہ اور وارثت کے تقسیم کے سلسلہ میں اس سلسلہ میں جو قانونی اور شرعی سقم ہے۔ اس پر انہوں نے جو سفارشات کی ہیں۔ یہ بھی سرحد اسمبلی نے مرکز کو بھیجی ہیں۔ تو میری ان تمام گزارشات کا مقصد صرف یہ تھا کہ یہ نہایت اہم سفارشات ہیں جو کہ ہمارے ملک کے جید اور اعلیٰ دماغ رکھنے والے علماء جس میں تمام مکاتیب فکر کے حضرات شامل تھے انہوں نے نہایت محنت کر کے اور بڑی عرق ریزی سے یہ سفارشات مرتب کی ہیں۔

یہ ہماری ذمہ داری ہے' ایک دن اس پر بحث کر دینے سے ہماری ذمہ داری ادا نہیں ہو جاتی۔

دو دن بحث کر لینے سے ہماری ذمہ داری ادا نہیں ہو جاتی۔ ہماری ذمہ داری تو یہ ہے کہ ان سفارشات کی روشنی میں ہم اپنی صوبائی اسمبلی کے اندر جو ہمارا دائرہ اختیار ہے' جس پر ہم قانون بنا سکتے ہیں وہ قانون ہم بنائیں اور جو ہمارے دائرہ اختیار میں نہیں ہے' ہم کم از کم اللہ تعالیٰ کے ہاں بری ہونے کے لئے " عند اللہ " ان سفارشات کو مرکز تک تو بھیجیں' جو کہ مرکز کے دائرہ اختیار میں ہے۔ اس کے لئے سب سے پہلے تو معاملات کے سلسلے میں اکل حلال کے لئے جو ایک مسلمان کے لئے سب سے اہم اور ضروری بات ہے' یعنی جو سودی نظام ہے اس کے لئے مستقل اور مجموعی سفارشات' اسلامی نظام معیشت کو رائج کریں۔ میرے پاس نظریاتی کونسل کی یہ کتاب ہے جو انہوں نے بنکاری کے نظام کے لئے مرتب کی ہے' بنکاری نظام کو سود سے پاک کرنے کے لئے مرتب کی ہے اور دوسری جو ہمارے ملک کے اندر غلط معاملات چل رہے ہیں ان تمام چیزوں کو اسلامی طریقے پر ڈھالنے کے لئے سفارشات مرتب کی گئی ہیں۔

جناب چیئرمین : مولانا آپ ذرا وقت کی طرف بھی نگاہ رکھیں آ آپ کے بعد کچھ اور حضرات نے بھی بات کرنی ہے۔ اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ ایک منٹ اور لے لیں اور اس ایک منٹ میں تقریر کو ختم کریں۔

آوازیں : جناب والا! ابھی کل کا دن بھی پڑا ہے آپ مولانا کو اپنی بات جاری رکھنے دیں۔

جناب چیئرمین : ٹھیک ہے کل کا دن بھی ہے۔ مولانا آپ ایک منٹ میں بات ختم کریں میں پھر دوسرے حضرات کو بات کرنے کا موقع دوں گا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : جناب والا! وقت کی کمی کی وجہ سے میں یہ مختصر طور پر گزارش کروں گا کہ یہ سفارشات جو ہمارے عقائد سے بھی تعلق رکھتی ہیں' بعض ہماری عبادات سے تعلق رکھتی ہیں' بعض ہمارے معاملات سے تعلق رکھتی ہیں۔ میں نے کچھ مثالیں تو اس وقت دی تھیں اور اب وقت کی تنگی کے پیش نظر' اگر آپ مجھے وقت دے دیتے تو میں چند مثالیں اہم سفارشات میں سے پیش کر دیتا کہ یہ سفارشات کتنی اہم ہیں اور انہوں نے کتنی محنت کے ساتھ مرتب کی ہیں۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان سفارشات کو قانون بنا کر ملک میں جاری کریں اور نافذ کریں۔ لیکن اگر آپ وقت کی تنگی کے پیش نظر مجھے ان مثالوں کی اجازت نہیں دیتے تو میں اپنی اس تجویز پر اپنی اس تقریر کو ختم کرتا ہوں کہ سرحد اسمبلی ....

بیگم شاہین منور احمد: جناب والا! اگر اجازت ہو تو ------

جناب چیئرمین: مولانا صاحب آپ تشریف رکھیں بیگم صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں۔

بیگم شاہین منور احمد: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر تو پیش نہیں کر رہی البتہ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ مولانا صاحب کو اگر آپ تھوڑا سا اور بولنے دیں کیونکہ وہ اتنے اہم نکات پر بات کر رہے ہیں اور ہم سب کی نمائندگی بھی کر رہے ہیں اور یہ بڑی اچھی بات ہے' اس لئے میری آپ سے گزارش یہ تھی کہ اگر آپ انہیں اور ٹائم دے دیں تو بہتر ہو گا اور اگر اجلاس کے لئے وقت ختم ہونے والا ہے تو آپ اسمبلی کا ٹائم بڑھا دیں۔

جناب چیئرمین: اگر ایوان کی یہ رائے ہو کہ وقت بڑھا دیا جائے تو مجھے اس کے لئے اعتراض نہیں ہو گا -------

آوازیں: وقت بڑھا دیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

بیگم شاہین منور احمد: جناب والا! میرا مطلب یہ ہے کہ مولانا منظور احمد چنیوٹی ان سفارشات پر مطالعہ کر کے آئے ہیں اور انہوں نے یہ نکات بنائے ہیں' اس لئے انہیں اظہار خیال کا موقع دیا جانا چاہیئے۔

جناب چیئرمین: لیکن مولانا صاحب کافی ٹائم لے چکے ہیں' چونکہ اور حضرات بھی ابھی بیٹھے ہیں جنہوں نے بات کرنی ہے۔ (قطع کلامیاں)

آوازیں: مولانا صاحب کے لئے وقت بڑھایا جائے۔ ہم پانچ بجے تک بیٹھنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب چیئرمین: چلئے مولانا صاحب آپ اپنی تقریر شروع کیجئے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! میں بیگم شاہین منور احمد کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے اس بات کی تائید کی۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ معاملات کے سلسلے میں یہ سفارشات جو مجموعی طور پر اسلامی نظام معیشت کے بارے میں کی گئی ہیں' میرے پاس یہ بڑی ضخیم کتاب ہے اور اس کے اندر بنکوں کے نظام کو اور دوسرے نظام کو درست کرنے کے لئے جو سفارشات مرتب کی گئیں ہیں ------
(قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: میں پارلیمانی سیکرٹری صاحبان سے یہ استدعا کروں گا کہ مولانا صاحب کی تقریر سنیں اور آپس میں گفتگو بند کیجئے گا۔ مولانا آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! سود کا مسئلہ اتنا اہم ہے "مسلمان کے لئے سود سے بچنا چاہیے" قرآن کریم کی آیت ہے کہ "ان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ اگر تم سود سے باز نہیں آتے' سود کو نہیں چھوڑتے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ

پھر اعلان جنگ ہے خدا اور خدا کے رسول سے' خدا اور خدا کے رسول سے اعلان جنگ کر کے کون مسلمان بچ سکتا ہے' یا وہ کون مسلمان رہ سکتا ہے تو اب چالیس سال تک تو ہمارا نظام معیشت درست نہ ہوا اور یہاں تک کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے اس تلخ حقیقت کا بھی اظہار کیا ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم نے جو سفارشات مرتب کی تھیں ان پر عمل کیا جاتا' سود کے معاملے میں ہماری سفارشات کے برعکس عمل کیا گیا ہے۔

جناب والا! یہ بڑے دکھ کے ساتھ انہوں نے اس بات کا اظہار کیا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم سود کی لعنت سے اپنے معاشرے کو پاک کرتے' پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر جو آپ نے الوداعی خطبہ دیا ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ "آج سے سود حرام ہوا ہے" جس کسی نے سود کسی سے لینا تھا آج سے میں اسے ختم کرتا ہوں اور فرمایا کہ خود میرے چچا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا اگر کوئی سود کسی کے ذمے بنتا تھا تو آج سے میں اسے ختم کر رہا ہوں اور آج کے بعد کوئی مسلمان کوئی سودی کاروبار نہیں کر سکتا اور نہ ہی لے دے سکتا ہے۔ لیکن آج تک ہمارا معاشرہ اس سود کی لعنت سے پاک نہ ہو سکا۔ انہوں نے بڑی مفصل سفارشات اس سلسلے میں مرتب کی ہیں' کہ ہمارا یہ نظام کس طرح قرآن و سنت اور اسلام کے مطابق صحیح ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جناب والا! عقائد کے معاملے میں یہ جو سفارشات 1984ء کی مرتب ہیں ----

جناب چیئرمین: میں ممبران سے بار بار یہ استدعا کر چکا ہوں کہ مداخلت نہ کیجئے گا۔ اور آپ حضرات تقریر کو توجہ سے سنیں اور آپس میں گفتگو بند کر دیں۔

بیگم نجمہ تابش الوری: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ دریافت کرنا

چاہوں گی کہ کیا ڈاکٹر شیلا نے اپنی سیٹ بدل لی ہے۔

جناب چیئرمین: جب تک وہ اپنی تقریر نہ کریں یا کوئی اور گفتگو نہ کریں وہ جہاں چاہیں بیٹھ سکتی ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

بیگم نجمہ تابش الوری: مگر وہ تو حزب اختلاف کی سیٹوں پر جا بیٹھی ہیں۔

جناب چیئرمین: وہ اُن کے اختیار میں ہے جہاں چاہیں بیٹھیں۔ کیونکہ اس وقت وہ تقریر نہیں کر رہی ہیں اور نہ ہی کوئی اور بات کر رہی ہیں۔ مولانا صاحب اپنی تقریر جاری رکھیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! اب میں صرف ایک مثال سے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ۔۔۔۔

بیگم شاہین منور احمد: جناب والا! میں آپ کی توجہ وزیر قانون و تعلیم کی طرف مبذول کرواؤں گی کہ ممبران نے انہیں گھیر رکھا ہے اس لئے ایوان کا Decorum Maintain نہیں ہو رہا۔

جناب چیئرمین: میں جناب وزیر موصوف سے گزارش کروں گا کہ وہ یہ کارروائی ایوان میں معطل کر دیں اور باقی کام اجلاس کی کارروائی کے بعد کریں۔ مولانا آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں بیگم صاحبہ کا مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے نجات دلا دی ہے۔

(قہقہے)

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! میرے پاس یہ 1984ء کی رپورٹ ہے جس میں بڑی تفصیل کے ساتھ یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ قادیانی مرتد ہیں اور مرتد کے لئے شرعی سزا باالتفاق امت قتل ہے۔ جس پر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہوا اور اس پر عمل ہوا۔ چنانچہ اسلامی نظریاتی کونسل نے اس پر حکومت سے سفارش کی ہے کہ مرتد کا ارتداد کا شرعی قانون ہے اسے اس ملک میں نافذ کیا جائے۔ اور جب تک ارتداد کا شرعی قانون اس ملک میں نافذ نہیں ہوتا۔ اس وقت تک انہوں نے یہ سفارش کی ہے کہ قادیانیوں کو تمام ملازمتوں سے برطرف کیا جائے' جب تک وہ اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہ کریں وہ کسی ملازمت پر رہنے کے حقدار نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو غیر مسلم بھی تسلیم نہیں کرتے۔ جب تک وہ اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہیں کریں اس وقت تک وہ کسی اقلیت کے حق لینے کے مستحق بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سفارش

کی ہے کہ قانون ارتداد نافذ کیا جائے۔ جب تک قانون ارتداد نافذ نہیں کیا جاتا اس وقت تک ان کو ملازمت سے برطرف کیا جائے۔ اسی طرح شناختی کارڈ کے بارے میں انہوں نے یہ سفارش کی ہے کہ ۔۔۔۔

جناب چیئرمین: جناب مولانا! آپ ایک منٹ کے لئے تشریف رکھیئے۔ کیونکہ ایوان کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اس لئے اب ایوان کی رائے لینا ہو گی کہ کیا وہ اس کے لئے وقت بڑھانے کے لئے تیار ہیں؟

آوازیں: وقت بڑھایا جائے۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: حضرات شور نہ کریں۔ اگر ایک آواز ہو تو میں فیصلہ کر سکوں۔

صاحبزادہ سید مظہر الحسین المعروف چن پیر: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! اس سلسلے میں مولانا صاحب سے پوچھا جائے کہ وہ کتنی دیر میں اپنی تقریر ختم کریں گے۔ اس وقت تک کے لئے ٹائم بڑھا دیا جائے۔

جناب چیئرمین: کیا ایوان کی رائے یہ ہے کہ ان کی منشاء پر ٹائم بڑھایا جائے۔

جناب مہر محمد سلیم: جناب والا! شام پانچ بجے تک کے لئے مولانا صاحب کے لئے ٹائم بڑھا دیا جائے۔ (قطع کلامیاں)

آوازیں: آپ ان سے پوچھ لیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! میں ایوان کا مشکور ہوں۔ مگر اس کے باوجود میں ان کے وقت کا احساس کرتے ہوئے زیادہ ٹائم نہیں لوں گا۔

جناب چیئرمین: مولانا صاحب آپ کو 5 منٹ کے لئے مزید وقت دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ایوان کی کارروائی ملتوی کر دی جائے گی۔

آوازیں: 5 منٹ تو کم ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ براہ مہربانی ذرا سنجیدگی سے مولانا صاحب کی تقریر سنیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! میں ایک مثال یہ دینا چاہتا تھا کہ یہ رپورٹ خاندانی منصوبہ

بندی کے متعلق 1984 کی ہے یہ صرف ایک ہی مسئلے پر ہے کہ آیا خاندانی منصوبہ بندی شرعی طور پر جائز ہے یا ناجائز ہے اس میں کیا قباحتیں ہیں اس پر انہوں نے اپنی سفارشات مرتب کی ہیں کہ یہ قرآنی نقطہ نگاہ سے' اسلامی نقطہ نگاہ سے غلط ہے' ناجائز ہے اس خاندانی منصوبہ بندی کو بند کرنا چاہیئے اس سے بہت بری برائیاں اور بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ اسی طرح میں شناختی کارڈ کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارش کی ہے کہ جس طرح پاسپورٹ کے اندر مذہب کے خانے کا اضافہ کیا گیا ہے اسی طرح شناختی کارڈ کے اندر بھی مذہب کے خانے کا اضافہ ہونا چاہیئے کیونکہ ہمارے پاسپورٹ کی بنیاد شناختی کارڈ ہے اور بھی دوسرے بہت سے اداروں میں اس کی ضرورت پڑتی ہے لہٰذا شناختی کارڈ کے اندر مذہب کے خانے کا اضافہ کیا جائے اس پر بھی ہماری نظریاتی کونسل نے سفارشات کی ہیں۔ اسی طرح یہ 84-1983 کی سفارشات ہیں جس میں رقص و سرود' موسیقی اور انسداد فحاشی کے متعلق انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ سفارشات کی ہیں' وقت کی تنگی کے پیش نظر میں ان کو اس وقت آپ کے سامنے پڑھتا نہیں ہوں صرف یہ پیش کر رہا ہوں ----- کہ ۔۔۔۔

ایک معزز ممبر: پوائنٹ آف آرڈر -----

جناب چیئرمین: کبھی آپ اس سیٹ سے پوائنٹ آف آرڈر اٹھاتے ہیں اور کبھی آپ اس سیٹ سے ---- آپ پہلے وضاحت کیجئے کہ آپ کی سیٹ کہاں ہے؟ براہ مہربانی جو وقت بڑھایا گیا ہے اس وقت کو ضائع نہ کیجئے گا مولانا صاحب کو اپنی تقریر مکمل کرنے دیں جی مولانا آپ اپنی تقریر جاری رکھیے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب سپیکر! اب وقت جو بڑھایا ہے وہ بھی ختم ہو رہا ہے میں ان تفصیلات کو چھوڑتے ہوئے خلاصے کے طور پر یہ عرض کروں گا کہ یہ سفارشات جو ہمارے عقائد' عبادات اور معاملات سے متعلق ہیں' جس سے یہ ریاست صحیح طور پر ایک اسلامی ریاست بن سکتی ہے اور وہ نظریاتی کونسل جو آئین اور دستور کے مطابق بنائی گئی تھی جس پر کروڑوں روپے خرچ ہوئے اور ملک کے اعلیٰ اور جید دماغ' کریم اکٹھے ہو کر انہوں نے عرق ریزی کر کے سفارشات کی ہیں اگر یہ اسی طرح سرد خانوں میں پڑی رہیں اور ہم نے اس پر قانون سازی نہیں کرنی اس پر عملدر آمد نہیں کرنا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ قوم کے اتنے بڑے سرمائے کا بھی ضیاع ہے اور ان کے ساتھ یہ زیادتی

ہے کہ جو ہم نے نظریاتی کونسل بنائی ان کا اتنا ہی اختیار تھا کہ وہ سفارشات کر دیتی۔ انہوں نے سفارشات کر کے اب ذمہ داری ہم پر ڈال دی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان سفارشات کی روشنی میں قانون سازی کریں۔ اس کے لئے میں جناب سے درخواست کروں گا اور یہ تجویز پیش کروں گا کہ سرحد اسمبلی کی طرح آپ بھی اپنی اس اسمبلی میں ایک کمیٹی مقرر کر دیں اور اس کمیٹی کے ذمے لگائیں چاہے وہ سرحد اسمبلی سے' میں نے یہ چیزیں ان سے منگوائی ہیں۔ سرحد اسمبلی سے پوری رپورٹ منگوائی ہے۔۔۔۔۔۔

آوازیں: اسے پڑھ دیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: یہ میں ساری پڑھ تو نہیں سکتا۔ یہ رپورٹ میں نے ان سے منگوائی ہے۔ یہ ساری کارروائی سرحد اسمبلی کی اس نظریاتی کونسل پر ہے انہوں نے جو جو سفارشات اور جو جو قراردادیں پیش کی ہیں تو آپ بھی ایک کمیٹی بنا دیں وہ کمیٹی ان سے بھی استفادہ کر سکتی ہے خود بھی وہ محنت کر سکتی ہے اور اپنی محنت کر کے ہم اپنی اس ذمہ داری کو ادا کر کے اللہ کے ہاں سبکدوش ہو جائیں میں اپنی اس تجویز پر اپنی بات ختم کرتے ہوئے آپ سے توقع رکھتا ہوں کہ آپ اسلامی جذبے کے پیش نظر ایک کمیٹی تشکیل دیں گے جس کی یہ ذمہ داری ہو گی اور ہم اس ذمہ داری کو نبھا کر اللہ کے ہاں سرخرو ہوں گے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ⊙

جناب چیئرمین: شکریہ مولانا۔ جی اب اجلاس کا وقت ختم ہوا اور کل انشاء اللہ 9 بجے صبح دوبارہ اجلاس ہو گا۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی بروز جمعرات مورخہ 2 جولائی 1989ء صبح 9 بجے تک کے لئے ملتوی کی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

جمعرات ۲ جولائی ۱۹۸۷ء

(پنج شنبہ ۵ ذیقعد ۱۴۰۷ھ)

جلد ۱۰......شمارہ ۲۳

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مندرجات

جمعرات ۲ جولائی ۱۹۸۷ء

صفحہ نمبر

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ ۱۶۹۵

دیہات کو بجلی کی فراہمی کے بارے میں وزیر آبپاشی و قوت برق کا پالیسی بیان ۱۷۰۰

اراکین اسمبلی کی رخصت ۱۷۰۵

اسمبلی بلڈنگ میں باوردی پولیس ملازمین کے داخلہ کے بارے میں موخر تحریک استحقاق پر جناب سپیکر کی رولنگ ۱۷۰۸

مسئلہ استحقاقات.......

(i) ٹیکسوں میں اضافے کی دستاویزات ایوان کی میز پر نہ رکھنا (جاری) ۱۷۱۳

صوبائی اسمبلی پنجاب

...... (جاری)

	صفحہ نمبر
(ii) حکومت کے پالیسی بیان کے باوجود سابق پی سی ایس افسران کو ترقی کے مواقع کی عدم فراہمی	۱۷۱۵
(iii) طوفان سے متاثرہ کاشتکاروں کے نقصانات کے بارے میں تشکیل کردہ خصوصی کمیٹی کی رپورٹ کو وقت مقررہ پر پیش نہ کرنا	۱۷۲۴
(iv) وزیر قانون کا اختیارات سے تجاوز	۱۷۴۲
تحاریک التوائے کار	۱۷۴۷
(i) دریائے راوی میں ڈوبنے سے دو طلباء کی ہلاکت	۱۷۴۹
(ii) سرکاری مسلم لیگ سے تعلق نہ رکھنے والے قانونی مشیروں کی برطرفی	۱۷۵۰
(iii) کلرکوں کی ہڑتال کے باعث عوام کو شدید مشکلات اور پریشانی	۱۷۵۴
(iv) آتش بازی سے دو افراد کی ہلاکت	۱۷۵۴
(v) کوٹ لکھپت جیل میں سیاسی قیدیوں سے ناروا سلوک	۱۷۵۸
چاول اور کپاس کی فصلوں پر ادویات کے ہوائی سپرے سے متعلق قرارداد کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ کا پیش کیا جانا	۱۷۶۴
وزیر اعلیٰ پنجاب کی اختتامی تقریر	۱۷۶۷
جناب سپیکر کی اختتامی تقریر	۱۷۸۱
اجلاس کے اختتام کا اعلان	۱۷۸۶

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا دسواں اجلاس

جمعرات' 2 جولائی 1987ء

(پنج شنبہ ۵ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 بجکر 58 منٹ پر ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ
اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ
عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ

لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۗ
لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ
اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ
قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا وقفة
وَاغْفِرْ لَنَا وقفة وَارْحَمْنَا وقفة اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا
عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ۠

س انعام۔ آیت ۱۶۲۔ ۱۶۳ س آل عمران۔ آیت ۱۹۳۔ س بقرہ۔ آیت ۲۸۶

اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول مسلمان ہوں۔

اے پروردگار ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سنا کہ وہ ایمان کے لئے پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما دے اور ہم سے ہماری برائیوں کو دور کر دے اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اٹھانا۔

اور اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف میں نہیں ڈالتا اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا برے کرے گا تو اسے ان کا نقصان پہنچے گا۔ اے پروردگار اگر ہم سے بھول چوک ہو گئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجیو۔ پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالنا جتنا بوجھ ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا ہمارے پروردگار جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا بوجھ ہمارے سر پر نہ رکھیو۔ ہمارے گناہوں سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مالک ہے۔ اور کافروں پر ہم کو غالب فرما۔

وما علینا الا البلاغ

javed\as-70 to 75 (c-2)

وزیر مال (سردار محمد عارف نکئی): پوائنٹ آف آرڈر سر۔ جناب والا۔ آج کے نوائے وقت میں آپ نے پڑھا ہو گا۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ جناب سپیکر نے وزیر مال کو جھڑک دیا۔ تو کیا جناب والا کل کوئی ایسی بات ہوئی تھی کہ جناب نے مجھے کسی بات پر جھڑکا ہو؟

جناب سپیکر: نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ ہی میں نے یہ پڑھا ہے۔ کہاں لکھا ہے؟

وزیر مال: یہ نوائے وقت اخبار کے (آخری صفحہ) پر ہے۔ اس کی تصحیح ہونی چاہیئے۔

جناب سپیکر: ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی ایسی بات اخبارات میں آنی چاہیئے۔ یہ نامناسب بات ہے۔ آپ نے ٹھیک نشاندہی کی ہے۔ جو بات یہاں نہیں ہوئی ہے وہ اخبارات میں نہیں آنی چاہیئے۔ اس کی تصحیح ہو جانی چاہیئے۔

بیگم شاہین منور احمد: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ کل کے اخبار کی طرف دلانا چاہوں گی۔ کل بھی اسی اخبار نے غلط رپورٹنگ کی ہے' جیسے آج کی ہے اسی طرح سے کل بھی کی تھی۔ اس کے متعلق آپ کچھ نوٹس لیں کیونکہ ہر دفعہ یہ غلط خبر چھاپ دیتے ہیں اور اگر تردید بھی چھاپیں گے تو بڑی چھوٹی سی چھاپیں گے۔ تو کل کی اخبار میں انہوں نے یہ کہا تھا کہ جب منسٹر لائیو سٹاک تقریر کر رہی تھیں تو میں نے بار بار اٹھ کر پوائنٹ آف آرڈر کیا' حالانکہ آپ ریکارڈ چیک کریں' کیونکہ آپ اس وقت کرسی صدارت پر متمکن نہ تھے' آپ دیکھیں گے کہ میں نے ایک پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا جو درست تھا۔ تو انہوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ہم نے جس طرح سے وقت ضائع کرنے کے لیے یہ بات کی ہے۔ میں یہ بھی آپ کے نوٹس میں لانا چاہتی ہوں۔ آپ سختی سے اس کا نوٹس لیں کیونکہ یہ اخبار لوگوں میں مستند سمجھا جاتا ہے۔ تو اگر اس قسم کی ہماری وہ رپورٹنگ کریں گے تو بات ان کو زیب نہیں دیتی ہے۔

جناب سپیکر: یہ ہمارے جو مستند اخبارات ہیں' ان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ صحیح رپورٹنگ کریں' نوائے وقت پاکستان کا ایک بہت ہی معتبر اور ہر لحاظ سے قابل اعتبار اخبار ہے۔ اس کی رپورٹنگ بڑی سوچ سمجھ کر ہونی چاہیئے۔ اور خاص طور پر اس کی رپورٹنگ پریس گیلری سے صحیح ہونی چاہیئے۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! میں آپ کی توجہ رول 68 کی طرف

دلانا چاہتا ہوں۔ کل جناب حسب معمول جب تحاریک ھائے التواء کے لئے وقت مقرر تھا' اور میری ایک تحریک التوائے کار پیش ہونی تھی جو میں نے پیش کرنی چاہی لیکن مجھے وہ تحریک التواء پیش کرنے سے روک دیا گیا۔ اس پر ہمیں احتجاجاً" واک آوٹ کرنا پڑا۔ یہ رول 68 ہمیں یہ حق دیتا ہے کہ جو وقت تحریک التوائے کار کے لیے متعین کیا ہوا ہے' اس کو پہلے لیا جائے۔ تو اس ضمن مین جناب سے درخواست کرتا ہوں کہ جو کل آدھا گھنٹہ ہمیں نہیں دیا گیا ہے تو آج ہمیں ایک گھنٹہ تحریک التوائے کار کے لئے دیا جائے تاکہ جو کل کا وقت تھا وہ آج ہمیں مل جائے۔ کیونکہ رول 68 کے تحت یہ ہمارا قانونی حق ہے اور اس سے پہلے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تحریک التوائے کار کے لیے وقت نہ دیا گیا ہو کیونکہ تحریک التوائے کار نہایت ضروری ہوتی ہیں اور معزز اراکین کی رائے شامل ہوتی ہے اور حکومت کو توجہ مبذول کرانی ہوتی ہے۔ اور رفاہ عامہ سے متعلقہ واقعات کو منظر عام پر لانا ہوتا ہے تو میں جناب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارا کل والا آدھا گھنٹہ تحاریک التوائے کار کا آج عنایت کیا جائے اور آپ اس کے متعلق فیصلہ صادر کریں۔

جناب سپیکر: اس میں میرے نوٹس میں یہ بات لائی گئی ہے کہ تحریک التوائے کار کے لئے جو نصف گھنٹہ مخصوص ہوتا ہے' اس کو کل رولز کو معطل کرتے ہوئے تحریک التوائے کار کے لئے متعین وقت کو ختم کر دیا تھا۔ اور اس دوران اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر بحث شروع کرا دی گئی تھی تو اس میں ایک تو یہ ہے کہ سپیکر مجاز ہے کہ رولز کو معطل کر دے۔ اور تحریک التوائے کار کے لئے جو وقت مقرر ہے اس کو ختم کر دے اور دوسری بات یہ ہے کہ جناب سپیکر ایوان کی مرضی سے With the vote of the House وہ تحریک التوائے کار کے وقت کو ختم کر سکتا ہے۔ بڑھا بھی سکتا ہے اور کم بھی کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی میرے علم میں آیا ہے کہ Chair With the vote of the House نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ میں نے تو اصولی طور پر جو Chair نے فیصلہ کیا ہے میں نے اس فیصلہ کو With hold کرنا ہے اور اصولی طور پر Decision of the Chair ہر لحاظ سے محترم ہے۔ اور اس فیصلہ کو نبھانا' اس پر عمل درآمد کرنا اور اسی فیصلہ کے مطابق اپنا فیصلہ کرنا میری ذمہ داری ہے' اس لئے کل Chair نے جو فیصلہ کیا' اس کی میں تائید کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ درست کیا گیا تھا۔ (نعرہ ھائے تحسین)

میاں محمد اسحاق: جناب والا! عرض یہ ہے کہ کل ہمارا وقت لیا گیا ہے' اگر وہ آج دے دیا جائے۔

تو اس میں کام ہو جائے گا۔ دوسرا جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ ایک وضاحت چاہوں گا کہ کل جو کارروائی ہوئی ہے اس کو آپ پیش نظر رکھیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی جو رپورٹ پیش ہوئی ہے------

جناب سپیکر: میاں صاحب اس پر بات ہو گئی ہے اب اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میاں صاحب کا مقصد یہ ہے کہ آپ نے بالکل ٹھیک فرمایا ہے لیکن تحریک التوائے کار کے بارے میں کبھی بھی ایوان سے ووٹ نہیں لیا گیا کیونکہ اکثریت ہمیشہ گورنمنٹ کی ہوتی ہے۔ اور حزب اختلاف ہمیشہ اقلیت میں ہوتی ہے۔ لیکن اگر اس قسم کا ووٹ لیا جائے تو سب روایات ختم ہو جائینگی۔ اس کے علاوہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر ضرورت کے تحت ہمارا وقت تحریک التوائے کار کا نہیں دے سکے تو آج کچھ وقت زیادہ دیا جائے۔ وہ بھی آپ کے اختیار میں ہے۔ جو بھی آپ کے اختیار میں ہے ہم رولنگ کو چیلنج نہیں کر رہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب میں تو یہی عرض کر چکا ہوں کہ میں Chair کے فیصلے کو Uphold کروں گا۔

جناب محمد صدیق انصاری: جناب سپیکر! کل جو فیصلہ ہوا ہے اس کے متعلق میاں اسحاق صاحب نے اور قائد حزب اختلاف نے بھی بات کی ہے۔ جناب سپیکر رولز کے مطابق جو فیصلہ سپیکر دے چکا ہوتا ہے اس پر تنقید بھی کی جانی خلاف ضابطہ ہے۔

جناب سپیکر: نہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس پر تنقید نہیں کی ہے' بلکہ اس میں یہ نکتہ اٹھایا گیا ہے کہ وہ جو نصف گھنٹہ کل نہیں دیا گیا آج اس کو ایک گھنٹہ کر دیا جائے ان کا مطلب تنقید کرنا نہیں تھا۔ یہی بات تھی؟

میاں محمد افضل حیات: یہی بات ہے۔

جناب سپیکر: تو اس بات کو ہم دیکھ لیتے ہیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! جناب صدیق انصاری صاحب کی سمجھ میں یہ بات آگئی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: نہیں! انصاری صاحب خوب سمجھتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! قاعدہ 106 میں پیش کرتا ہوں' آپ اسے بھی ذرا ملاحظہ فرما لیجئے۔ جناب والا! جب اسمبلی میں ایک دفعہ کسی مسئلے پر بحث ہو جائے تو اس پر بحث یا مزید بحث کرنے کے لئے کوئی تحریک پیش نہیں کی جائے گی۔ اسلامی نظریاتی کونسل پر ہم پہلے ہی ایک دفعہ بحث کر چکے ہیں۔ اس لئے میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کل جو یہاں اس ایوان میں بحث کی گئی ہے اور ہم نے یعنی حزب اختلاف کے ممبران نے کافی دفعہ نکتہ اٹھایا کہ فاضل اراکین پہلے بھی اس بحث میں Participate کر چکے تھے اور اسلامی نظریاتی کونسل میں پہلے ہی پچھلے اجلاس میں بحث ہو چکی ہے۔ اب اس قاعدے کی رد سے یہ رپورٹ دوبارہ ایوان میں پیش نہیں ہو سکتی۔ اس کے متعلق جناب والا ذرا ارشاد فرما دیں۔

جناب سپیکر: نہیں! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے' مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب نے اس کے متعلق پچھلے اجلاس میں نشاندہی کی تھی کہ وہ ان پر بات کرنا چاہتے ہیں' اس کے علاوہ اور بھی کچھ صاحبان اس پر بات کرنا چاہتے تھے اس لئے یہ ایام بحث کے لئے مخصوص کیئے گئے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! وہ اس موضوع پر بات کر چکے تھے اور اپنی تقریر بھی کر چکے تھے۔

وزیر قانون و پارلیمانی (راجہ خلیق اللہ خان): ان کی تقریر ابھی جاری تھی۔

جناب والا! آپ کو یاد ہو گا کہ پچھلی دفعہ جناب مولانا منظور احمد چنیوٹی نے یہ اعتراض کیا تھا کہ مجھے اس پر بات کرنے کا وقت کم ملا ہے اور اتنا اہم مسئلہ ہے اور اس پر پورے ایوان کی رائے نہیں لی گئی' آپ کے حکم کے تحت اور ان کی خواہشات کے مطابق ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ آئندہ اجلاس میں اس پر مزید بات کے لیے وقت دیں گے اور یہ بات ریکارڈ پر ہے اس وقت بحث جاری تھی اور ہم نے یہ کہا تھا کہ اس کے لئے ہم اگلے اجلاس میں دو دن مختص کریں گے اور اسی حکم کے تحت ہم نے دو دن بحث کے لئے مختص کیئے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اس پر بحث جاری تھی جب اجلاس Prorogue ہوا تھا۔

جناب سپیکر: یہ بات درست ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! گذشتہ اجلاس میں تو اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں

پر تو بحث ہی نہیں ہوئی' بلکہ اس سے پہلے بحث ہوئی تھی اگر یہ بحث کا سلسلہ جاری تھا تو جو اجلاس ختم ہوا تھا پھر اس سے اگلے اجلاس میں بات ہونی چاہیئے تھی۔ اس کے درمیان میں دو اجلاس ہو گئے اور اب تیسرے اجلاس میں پھر یہ کہہ دیا کہ ابھی تک اس پر بحث جاری ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! پچھلی دفعہ بھی ہم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم اس پر بحث کے لیے وقت دیں گے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: اس کے بعد وہ درمیان والے اجلاس کدھر گئے؟

جناب سپیکر: نہیں تو اس میں آپ کو کوئی اعتراض ہے؟ کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر بحث نہ کی جائے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! قواعد و ضوابط کے لحاظ سے ہمیں اس پر اعتراض ہے کہ ایک دفعہ جب ایک مسئلے پر بحث ہو جاتی ہے تو دوسری دفعہ اس کے لیے کوئی رکن بعد میں تحریک بھی پیش نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قواعد اس کے اجازت نہیں دیتے۔

جناب سپیکر: لیکن اس سلسلے میں جہاں تک مجھے یاد ہے اس پر بحث مکمل نہیں ہوئی تھی اور اس کے لیے وقت بڑھایا گیا تھا۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! اگر وقت بڑھایا گیا تھا تو جس اجلاس میں بات ہو رہی تھی اس سے اگلا آئندہ آنے والا جو اجلاس تھا اس میں بحث ہونی چاہیئے تھی اس کے درمیان میں تو دو تین اجلاس گزر گئے ہیں ---------

جناب سپیکر: نہیں دو تین اجلاس تو نہیں گزرے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! آپ ریکارڈ ملاحظہ فرمالیں۔

دیہات کو بجلی کی فراہمی کے بارے میں وزیر آبپاشی و قوت برقی کا پالیسی بیان

جناب سپیکر: آپ کے اعتراض پر ہم ریکارڈ چیک کر لیتے ہیں اور پھر ریکارڈ چیک کر کے آپ کو

بتائیں گے کہ صحیح صورت حال کیا ہے؟ کل وقفہ سوالات جو محکمہ آبپاشی کے بارے میں تھا اس سلسلے میں جناب وزیر آب پاشی و قوت برقی چودھری محمد اقبال صاحب Policy Statement دیں۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی (چودھری محمد اقبال): جناب سپیکر! کل آپ کے ارشادات عالیہ کے مطابق تین نکات ایسے تھے جن کے متعلق میں گزارش کرنا چاہوں گا' سب سے پہلا نکتہ تو یہ تھا کہ فاضل اراکین اسمبلی نے فرمایا تھا کہ ہمارے وہ دیہات جن کو بجلی مہیا کی جانی منظور ہوئی تھی انہیں بجلی فراہم ہو سکے۔ کل جناب والا ہم نے واپڈا کے مقتدرین سے ایک میٹنگ کی جس میں ان کے جنرل مینجر بھی موجود تھے انہوں نے جناب والا بہت قطعی یقین دہانی کروائی ہے کہ صوبہ پنجاب میں سال 87-1986ء کے دوران 1832 دیہاتوں کو بجلی دینے کا پروگرام تھا۔

جناب سپیکر: ملک طیب اعوان صاحب آپ ذرا توجہ فرمایئے۔ آپ کے متعلقہ بات ہے۔ Policy Statement ہے' محکمہ آب پاشی و قوت برقی کے متعلق وزیر موصوف فرما رہے ہیں۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: جناب سپیکر! حکومت پنجاب نے ان دیہاتوں کی منظوری دے کر واپڈا کو مطلع کر دیا تھا کہ واپڈا نے یقین دہانی کروائی ہے کہ صوبہ کے 1832 دیہات کو 31 جولائی 1987ء تک بجلی مہیا کر دی جائے گی۔ جناب والا! یہ پہلا نکتہ تھا کہ 1832 دیہات جو منظور ہو چکے ہیں' ان کے لیے 31 جولائی تک کا انہوں نے ٹائم مانگا ہے۔ 31 جولائی تک ہر فاضل رکن کا جتنا بھی کوٹہ ہے۔ جناب والا! ان دیہات کو بجلی مہیا ہو جائے گی۔ یہ انہوں نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے اور میں اس یقین دہانی کے بعد جناب والا سے یہ گزارش کر رہا ہوں اور جناب کی وساطت سے تمام اراکین اسمبلی سے یہ گزارش کر رہا ہوں کہ 31 جولائی تک یہ سارے کے سارے 1832 دیہات کو بجلی مہیا ہو جائے گی۔

نمبر2:- جناب والا! جہاں تک دیہات کو بجلی کے کنکشن دینے کا تعلق ہے' ماضی میں یہ کام واپڈا کے دو مختلف شعبے یعنی بجلی پہنچانے کا کام Construction Division اور میٹر لگانے کا کام Operation Division کے ذمے تھا' اب واپڈا سے رابطہ قائم کر کے یہ طے پایا ہے کہ آئندہ Construction Division دیہات میں بجلی چالو کرنے کے پندرہ دن تک جتنی درخواستیں آ چکی ہوں گی ان کے کنکشن لگا کر Operation Division کو Charge hand over کریں گے۔ جناب والا! اس سلسلے میں یہ آرڈر ہو چکا ہے اور اس کی کاپی بھی میرے پاس موجود ہے۔ اگر جناب والا آپ اجازت

دیں تو میں اس کو پڑھ کر سنا دوں۔

The procedure for installing service connections was conveyed vide this office letter No.6768 75/CE/RE/M&C,dated 25.8.1986 but the complaints have been received that the prospective consumers are not given electric supply for months together after declaring village as electrified. The issue has been questioned in the Provincial Assembly. In order to avoid inconvenience to the prospective consumers and to accelerate the process of electrification, decision henceforth has been taken that the construction division will connect all the consumers who have filed their application within 15 days from the date the village is declared as electrified. Thereafter operation division will receive the application and complete formalities as in vogue under the present system. This decision has been taken in consultation with the Minister for Irrigation & Power, Punjab.

یہ جناب والا ! آرڈر ہو چکا ہے اور میں جناب والا کی وساطت سے خاص طور پر جناب پیرزادہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا جو کہ بار بار Power کو چیلنج کر رہے تھے۔ انہیں اب یقین آ جانا چاہیے کہ ......

میاں ریاض حسین پیرزادہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پہلے چودھری صاحب کو اپنی بات مکمل کر لینے دیں تو بہتر ہے۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا ! چونکہ یہ اسی سے متعلق ہے کہ وزیر برقی قوت جو ہیں انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ He is Minister with Power تو اس سلسلے میں یہ عرض کروں گا کہ جو Document وہ Quote کر رہے ہیں ......

جناب سپیکر: نہیں' آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے انہوں نے آپ کو چیلنج کیا ہے۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جی ہاں !

جناب سپیکر: نہیں انہوں نے آپ کو چیلنج نہیں کیا ......

میاں ریاض حسین پیرزادہ: نہ میں نے ان کو چیلنج کیا ہے وہ ہمارے بڑے ایک معزز ......

جناب سپیکر: انہوں نے دراصل اپنی کارکردگی کی بناء پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ میں Minister with Power ہوں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! میں بھی ان کی کارکردگی پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر آب پاشی جو Documents پیش کر رہے تھے' اس کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ اسمبلی میں جو کاغذ پیش کیے جاتے ہیں اس کے بھی قواعد و ضوابط ہیں۔ ہم اسمبلی میں صرف اس لئے نہیں آئے کہ زبانی کلامی بات کریں' جب یہ Policy Matter پر بات کر رہے ہیں ....

Any document which has to be quoted in the Assembly.

وہ ایوان کی میز پر آنا چاہیئے' اس کے لیے جناب والا اگر آپ رول 206 ملاحظہ فرمائیں تو اس میں لکھا ہے کہ

Rule 206. If in answer to a question or during debate, a Minister or Parliamentary Secretary discloses the advice or opinion given to him by any officer of the Government or by any other person or authority he shall ordinarily lay the relevant document or parts of documents containing that opinion or advice of a Summary there of on the Table.

جناب والا! یہ تو پارلیمانی پریکٹس ہے' جب کوئی کاغذ اسمبلی میں پیش کرتے ہیں تو وہ Public Documents ہو جاتا ہے اور جب یہ پیش ہو گا تو......

This is the public document.

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ کو اس Document کو ایوان کی میز پر رکھنے میں کوئی اعتراض ہے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! مجھے قطعاً" کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جناب والا! پیرزادہ صاحب آج کل کچھ رولز کو زیادہ ہی پڑھ رہے ہیں۔ حالانکہ میں نے جناب والا سے اس کے پڑھنے کی اجازت لی ہے اور آپ کی اجازت سے جناب والا میں نے پڑھا ہے اور یہ ایوان کی پراپرٹی ہے میں اسے ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی! آپ پڑھنے کے بعد اس کو ایوان کی میز پر رکھ دیں گے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جی میں اسے ایوان کی میز پر رکھ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: پیرزادہ صاحب انہیں اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: مجھے خوشی ہے کہ آج کل یہ رولز بہت پڑھ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: تو اب آپ مان گئے کہ وہ Minister with Power ہیں۔ (قہقہے)

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جناب والا! اصل میں With Power تو ہم بھی ہیں کیونکہ ہماری نگرانی میں آج کل رشوت چل رہی ہے۔ یہ میٹر جو ہیں' یہ بجلی لائنیں دیہاتوں میں کھنچوا دیں' میٹر تو ہم رشوت دے کر خود لگوا لیں گے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ یہ پالیسی جس کا ہمارے منسٹر صاحبان ھاؤس میں اعلان کرتے ہیں یہ افسران بڑی خوبصورتی سے بنا کر پیش کر دیتے ہیں لیکن بات عملدرآمد کی ہے۔ ہم جو یہاں پر شور مچاتے ہیں وہ اس لیے نہیں کہ ہم اپنے منسٹر کے خلاف بات کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ان محکمہ جات کے خلاف بات کرتے ہیں جو کہ ہماری نگرانی میں بدعنوانی کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: پیرزادہ صاحب کل جو بات ہوئی تھی وہ یہ ہوئی تھی کہ میٹر جو ہیں یہ Operation Division والے لگاتے ہیں۔

میاں ریاض حسین پیرزادہ: جی وہ تو ایک اچھا کارنامہ کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: لائنیں Constrction Division والے کھینچ دیتے ہیں لیکن میٹر Operation Division والے لگاتے ہیں۔ اور یہ یہاں پورے ھاؤس کا مطالبہ تھا کہ یہ میٹر جو ہے یہ Constretion Division والے لگا دیں تو ہمارا سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تو اس کے لیے وزیر آبپاشی واپڈا والوں سے میٹنگ کر کے ایک آرڈر لے کر آئے ہیں اور وہ اس آرڈر کو ایوان کی میز پر رکھ رہے ہیں۔ اور آپ کو پڑھ کر سنایا ہے جس کے تحت کل ہی انہوں نے یہ فیصلہ کروا لیا ہے کہ میٹر جو ہے وہ کنسٹرکشن والے لگائیں گے Operation والے نہیں لگائیں گے ......

(نعرہ ہائے تحسین)

میاں ریاض حسین پیرزادہ: سر مسئلہ یہ ہے کہ واپڈا والوں کے ہر پول پر لکھا ہوتا ہے کہ خطرہ 440 وولٹ' تو وہ خطرہ اس پالیسی میں نہ ہو ورنہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اچھا جی' تشریف رکھیے۔ چودھری صاحب آپ کی بات کوئی رہ گئی ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی: چھوٹا سا ایک پوائنٹ ہے۔ جناب والا! تیسرا پوائنٹ تھا کہ وفاقی حکومت نے 87-1986ء کے دوران اوسطاً" ایک دیہات کے لیے ساڑھے چار لاکھ روپے مہیا کیئے ہیں۔ اس سال 87-1986ء میں دیہات کو بجلی کی فراہمی کے لیۓ 11 کے وی لائن سے حد فاصلہ ختم کر دی گئی ہے اور ملحقہ آبادیوں کو بجلی مہیا کرنے کی بھی ہدایت کی گئی ہے اس لیے تخمینی لاگت زیادہ آتی ہے جس کی وجہ سے اکثر پورے گاؤں کو بجلی مہیا نہیں ہو سکتی اور ملحقہ آبادیاں بھی بجلی حاصل کرنے سے رہ جاتی ہیں۔ جناب والا! اس بنا پر فاضل اراکین نے اس معزز ایوان میں اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ معاملہ بجا طور پر بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ وفاقی حکومت کو اس صورت حال سے واپڈا نے آگاہ کر دیا ہوا ہے۔ واپڈا نے یقین دھانی کرائی ہے کہ فنڈز میں اضافہ کے لیۓ وفاقی حکومت سے حتی المقدور کوشش کریں گے اور اس سلسلہ میں معزز اراکین اسمبلی کی ضرورت پورا کرنے کے لیۓ جناب وزیر اعلیٰ - پنجاب سے میں بھی گزارش کروں گا کہ وہ اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کر کے وفاقی حکومت سے واپڈا کی ڈیمانڈ کے مطابق فنڈز مہیا کروائیں۔ یہ جناب والا! کوئی فنڈز میں کمی ہے۔ اوسطاً" جو ملتان کی Cost ہے وہ ہم نے کل ان کے ساتھ بیٹھ کر Discuss کی تھی۔ وہ غالباً" فی دیہات کوئی 6 لاکھ کے قریب بنتی ہے۔ اس میں جو فنڈز ہمیں مہیا کیے گئے ہیں وہ ساڑھے چار لاکھ بنتے ہیں۔ جناب والا! اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ہم بھی پوری کوشش کریں گے اور جناب وزیر اعلیٰ سے بھی گزارش کریں گے اور فیڈرل حکومت سے یہ معاملہ Take up کریں گے تاکہ معزز اراکین اسمبلی کے بجلی سے متعلقہ سارے مسائل جو ہیں وہ حل ہو سکیں۔ اس کے ساتھ ہی میں جناب والا کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جناب نے مجھے موقع فراہم کیا۔

چودھری محمد رفیق: پوائنٹ آف انفارمیشن سر.........

جناب سپیکر: چودھری محمد رفیق صاحب پوائنٹ آف انفارمیشن پر بات کرنا چاہتے ہیں.........

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر موصوف پہلے صرف Power تھے اب Minister Power بھی ہو گئے ہیں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر: آپ اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری عبدالمجید صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ مورخہ 29,28,27 جون تین یوم بوجہ ضروری کام اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکا براہ کرم ان ایام کی رخصت عطا فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سردار عاشق حسین گوپانگ صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

مورخہ 29-6-87 کو میں اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکا براہ مہربانی 29-6-87 کی رخصت عطا فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست شیخ محمد یوسف صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں ایک ذاتی کام کے سلسلے میں مورخہ 30,29,27,26,25 جون 1987ء باہر گیا ہوا تھا۔ مہربانی فرما کر 5 دن کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب عبدالحق بھٹی صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

گزارش ہے کہ بندہ ایک ضروری کام کی وجہ سے مورخہ 21-6-87 کو اسمبلی کی کارروائی میں حصہ نہیں لے سکا مہربانی فرما کر ایک یوم مورخہ 21-6-87 کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری عبدالرشید صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

I could not attend Assembly Session, on 29th June, 1987 to Ist July, 1987.

Kindly accord sanction of leave and oblige.

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست حاجی سردار خان صاحب رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں مورخہ 21-6-87 بوجہ مصروفیت اسمبلی اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکا لہذا 21-6-87 کی رخصت منظور فرمائی جاوے۔

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے۔

کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔

(تحریک منظور کی گئی)

سید اقبال احمد شاہ: جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: جی شاہ صاحب۔

سید اقبال احمد شاہ: اس میں جناب ایک بات رہ گئی ہے جو کہ چودھری غلام محمد صاحب نے نشاندہی کی تھی وہ بڑی ضروری تھی کہ پہلے گورنمنٹ کی پالیسی یہ ہوتی تھی کہ میٹر جو ہیں وہ لوگ خرید کر لے آئیں تو وہ رہ گئی ہے۔ میرے خیال میں وہ پالیسی چودھری صاحب نے نہیں بیان کی۔

جناب سپیکر: کون سی پالیسی؟

سید اقبال احمد شاہ: میٹر کے بارے میں ..... کہ میٹر جو ہیں وہ لوگ خرید کر لگائیں۔ جو گورنمنٹ دیتی ہے اس میں وہ پورے نہیں پڑتے۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ لوگ گورنمنٹ سے میٹر نہیں لیتے تھے بلکہ خود بازار سے خریدتے تھے اور گورنمنٹ انہیں چیک کرتی تھی پھر وہ لگ جاتے تھے۔ یہ بات بڑی ضروری تھی اور اسے پالیسی میں آنا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب اب منسٹر صاحب کی Policy Statement ختم ہو گئی ہے اس کے بعد Leave application پڑھی جا چکی ہیں۔

سید اقبال احمد شاہ: اس سے پہلے میں اٹھا تھا جی۔

جناب سپیکر: آپ کے ذہن میں ابھی تک میٹر جو ہے وہ میرے خیال میں اٹکا ہوا ہے ...... (قہقہے)

سید اقبال احمد شاہ: جناب سپیکر! یہ بڑا ضروری پوائنٹ تھا اس میں یہ ہے کہ وہ کل 60 میٹر دیتے ہیں ایک گاؤں کے لیے' تو اگر 200 نفوس کی آبادی ہے اور میٹر 60 ہوں گے تو پھر چھ مہینے کے بعد 60 میٹر ملیں گے۔ یہ میٹر کا بڑا ضروری پوائنٹ تھا۔

اسمبلی بلڈنگ میں باوردی پولیس ملازمین کے داخلہ کے بارے میں موخر تحریک استحقاق پر جناب سپیکر کی رولنگ

جناب سپیکر: اب میٹر کی بات کسی اور موقع پر شاہ صاحب ...... یہ ایک دو تحاریک استحقاقات کے فیصلے اسمبلی بلڈنگ میں باوردی پولیس ملازمین کے داخلہ کے بارے میں موخر ہیں ان پر میں اپنی رولنگ دیتا ہوں۔ یہ نمبر ایک جو ہے میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب ممبر صوبائی اسمبلی نے تحریک استحقاق پیش کی کہ اسمبلی بلڈنگ کی گیلریز میں باوردی مسلح پولیس ملازمین دیکھے گئے ہیں اور یہ کہ خفیہ برانچ کے ملازمین کو ممبران کی تقاریر سے متعلق خفیہ ڈائری تیار کرتے ہوئے بھی دیکھا گیا ہے جو کہ نہ صرف

سابقہ پارلیمانی روایات کے منافی ہے بلکہ ممبران کو اپنے فرائض منصبی آزادانہ طور پر ادا کرنے میں بھی دشواری پیش آ رہی ہے۔ تحریک استحقاق پر بحث کے دوران یہ نکتہ بھی اٹھایا گیا کہ ھاؤس میں سارجنٹ ایٹ آرمز بھی باوردی بیٹھنے کا مجاز نہیں ہے اگرچہ تحریک استحقاق پر فاضل ممبر نے زور نہ دیا لیکن پھر بھی میں نے اٹھائے گئے نکات پر اپنی رولنگ دینے کا فیصلہ کیا تاکہ اس بارہ میں آئندہ کے لیے کوئی شکوک و شبہات نہ رہیں۔ جہاں تک باوردی مسلح پولیس ملازمین کے اسمبلی بلڈنگ میں داخل ہونے یا ممبران کی تقاریر کی خفیہ ڈائریاں تیار کرنے کا سوال ہے یہ بات بڑی واضح ہے کہ ایسے ملازمین بلڈنگ میں داخل نہیں ہو سکتے اور اس بارے میں ممبر موصوف نے کسی ملازم کی نشاندہی بھی نہیں کی البتہ باوردی پولیس ملازمین کو صرف دفتر استقبالیہ تک آنے کی اجازت ہے تاکہ وہ اپنے افسران بالا وغیرہ سے رابطہ قائم کر سکیں اور اسمبلی بلڈنگ کی حفاظت کے سلسلہ میں کسی ہنگامی صورت حال سے بروقت نمٹا جا سکے تاکہ کسی ناخوشگوار واقعہ کے سدباب کے لیے حفاظتی اقدامات سخت کیے جا سکیں لیکن ایسے افراد کو بلڈنگ کی دوسری منزل پر جانے کی ہرگز اجازت نہیں البتہ ملٹری یا پولیس کے باوردی آفیسر بغیر اسلحے کے اپنی ڈیوٹی کے سلسلہ میں اجازت کے ساتھ گیلری میں بیٹھ سکتے ہیں۔ جہاں تک سارجنٹ ایٹ آرمز کے Ceremonial dress میں ھاؤس میں آنے اور بیٹھنے کا سوال ہے۔ یہ درست ہے کہ قبل ازیں اسے باوردی ھاؤس میں بیٹھنے کی روایت نہیں ہے لیکن معزز ممبران کو معلوم ہوا گا کہ نیشنل اسمبلی آف پاکستان میں سارجنٹ ایٹ آرمز Ceremonial dress میں ھاؤس کے اندر بیٹھتا ہے اس لئے ہماری بھی یہ رائے ہے کہ نیشنل اسمبلی کی پیروی کرتے ہوئے پنجاب اسمبلی کا سارجنٹ ایٹ آرمز بھی Ceremonial dress میں ہاؤس میں اس کو بیٹھنے کی اجازت ہونی چاہیئے ....

(نعرہ ہائے تحسین)

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: اگر وہ خود وردی نہ پہننا چاہے تو اسے عام لباس میں بیٹھنے کی اجازت ہے۔

مسئلہ استحقاقات

جناب سپیکر: جو فیصلہ ہو گا اس کی پابندی اس پر لازم ہے۔ اب ہمارے پاس تحاریک استحقاق ہیں۔

وزیر خوراک: ایک تحریک استحقاق کے سلسلے میں رپورٹ تیار ہے۔

جناب سپیکر: جی سردار صاحب' وہ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ ہمارے پاس نیشنل فنانس کمشن کے

بارے میں تحاریک نمبر36 تا 40 پانچ تحاریک ہیں اور یہ جناب میاں محمد افضل حیات صاحب' میاں محمد رفیق' میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب' جناب فضل حسین راہی صاحب اور میاں محمد اسحاق صاحب کی طرف سے پیش کی گئی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قومی مالیاتی کمشن کا معاملہ ایک بہت ہی اہم معاملہ ہے اس پر مزید غور و خوض کی ضرورت ہے اس لیے میں ان تحاریک استحقاق پر اپنا فیصلہ موخر کرتا ہوں ...... یہ ایک تحریک استحقاق نمبر41 ہے میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب اور میاں محمد افضل حیات صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ جناب وزیر خزانہ کی اردو کی تقریر اور انگریزی کی تقریر میں تضاد کے بارے میں ہیں۔ اس پر بھی میں نے فیصلہ موخر کیا تھا اور اب میں اس پر فیصلہ کرنے سے پہلے میں جناب وزیر خزانہ سے کہوں گا کہ اگر ان کا موقف ہے تو اس کو ایک بار پھر دہرا دیں۔

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! اس نکتے پہ کل کافی بحث ہو چکی ہے لیکن اس کے ساتھ میں یہ گزارش کروں گا کہ محرکین کے پاس 8 تاریخ سے لے کر 27 تاریخ تک چپ رہنے کا یا اس کو پوائنٹ آوٹ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ جہاں تک 26 کروڑ روپے کی رقم کا ذکر ہے وہ انگریزی کی تقریر میں موجود ہے اور بجٹ میں بھی موجود ہے اور کسی وجہ سے وہ اردو کی تقریر میں ظاہر نہیں ہو سکی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں یہ گزارش ضرور کروں گا کہ اس کی اردو کی تقریر میں کوئی نفی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میرے علم میں یہ ہے کہ آپ اپنے موقف کو دہراتے ہوئے اس میں کچھ اضافہ کرنا چاہتے تھے؟

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک قسم کی ٹیکنیکل غلطی ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب اب آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ وزیر خزانہ صاحب نے یہ اعتراف کیا ہے کہ یہ 26 کروڑ کی رقم جو اردو کی تقریر میں نہیں آ سکی یہ ایک ٹیکنیکل غلطی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر اب بات ختم ہو جانی چاہیئے۔

میاں محمد افضل حیات : جناب والا! Omission ایک نہیں کافی ساری ہوئی ہیں۔ ہمارا مقصد تو صرف یہ ہوتا ہے کہ روایات سے ہٹ کر جو غلطیاں ہوتی ہیں وہ صحیح ہوں اور آئندہ یہ دہرائی نہ جائیں۔ ہم نے کئی Ommission پوائنٹ آوٹ کی ہیں اور یہ ان میں سے ایک ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب Ommission کا تسلیم کر لینا' اس کے بارے میں تو میں آپ اور میاں

صاحب کی خدمت میں ایک شعر بھی عرض کر سکتا ہوں۔

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے
(نعرہ ھائے تحسین)

سید حسنات احمد: جناب سپیکر! میں نے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اگر کوئی Wilfull Omission ہو تو اس کا نوٹس لینا چاہئیے اور جو Ommission ویسے ہو اس کی کوئی ایسی بات نہیں ہوتی۔ ایسا ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی شاہ صاحب! درست ہے۔ جناب جنجوعہ صاحب' کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! اس بات کو ہم نے پوری سنجیدگی کے ساتھ ایوان میں پیش کیا تھا اس کو Lightly لیا گیا ہے لیکن جناب والا! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ اس لیئے ہم جناب والا! اس کو پریس نہیں کرتے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! میں یہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ یہ قطرے رات والے راجا صاحب کے تو نہیں ہیں؟

وزیر قانون:

رات کی بات کا ذکر ہی کیا
رات گئی بات گئی۔
(نعرہ ھائے تحسین)

وزیر خزانہ: جناب والا! میں عرض کروں گا کہ راجا صاحب کے متعلق ہمیں کچھ فکر پڑ گئی ہے۔ کہ یہ قنوطیت سے اب رومانیت کی طرف آرہے ہیں' اللہ خیر کرے۔

وزیر جنگلات و سیاحت: میں فنانس منسٹر کی Ommission پر یہ کہوں گا کہ ۔۔۔۔

ٹیکسوں میں اضافے کی دستاویزات ایوان کی میز پر نہ رکھنا (جاری)

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: تحریک استحقاق نمبر 42 میاں رفیق صاحب کی ہے۔ یہ Take up ہو چکی ہے۔ تحریک استحقاق نمبر 43 Pending ہے۔

میاں محمد افضل حیات: تحریک استحقاق نمبر 42 پر فیصلہ Pending تھا۔

جناب سپیکر: چودھری رفیق صاحب اور تو کچھ نہیں کہنا چاہتے؟

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑی سی بات دہرانا چاہتا ہوں۔ آپ موجود نہیں تھے۔

جناب سپیکر: شارٹ سٹیٹمنٹ آپ دے چکے ہیں؟

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں نے شارٹ سٹیٹمنٹ دے دی تھی۔ چونکہ آپ تشریف نہیں رکھتے تھے اس لیے میں مختصراً عرض کروں گا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب' میں آپ کو صرف دو منٹ میں بات مکمل کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! میں نے یہ تحریک استحقاق اس لئے اس معزز ایوان میں پیش کی تھی کہ 28 جون کو فنانس بل پیش ہو رہا تھا اور اس کی تیاری کے لیے مجھے بجٹ تقریر کے اس حصے کی ضرورت تھی جو کہ جناب وزیر خزانہ نے 8 جون کو اس معزز ایوان میں پڑھ کر سنائی تھی۔ اس تقریر کے پیرا 41 میں جو خالی حصہ تھا اس کے بارے میں موقع پر انہوں نے ایک تقریر پڑھ کر سنائی تھی جس کو قواعد و ضوابط کے مطابق لازمی طور پر اس معزز ایوان کی میز پر رکھا جانا ضروری تھا اور جس کے بارے میں ابھی ابھی تھوڑی دیر پہلے قواعد و ضوابط سے متعلقہ قاعدہ پڑھ کر سنایا کہ کوئی پالیسی Matter ہو یا کسی کمیٹی یا مجلس قائمہ کی رپورٹ ہو وہ لازمی طور پر معزز ایوان کی میز پر رکھی جانی ضروری ہے۔ جناب سپیکر! روایات بھی یہی رہی ہیں اور چونکہ پارلیمانی پریکٹس میں روایات کا ایک بہت بڑا حصہ ہوتا ہے اس لیے تقریر کا وہ حصہ جو کہ وزیر خزانہ نے پڑھ کر سنایا تھا اور جس کو اس معزز ایوان کی میز پر نا صرف پارلیمانی پریکٹس میں پارلیمانی روایات کے طور پر رکھا جانا ضروری تھا اور چونکہ تقریر کا وہ حصہ جو کہ لکھی ہوئی تقریر میں شامل نہیں تھا اس لئے اس کا ایوان کی میز پر رکھا جانا

ضروری تھا وہ رکھا نہیں گیا جس کی وجہ سے میں فنانس بل پر تقریر کرنے سے محروم رہا۔ چونکہ وہ مجھے مطالعہ کے لیئے مل نہیں سکا اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف میرا استحقاق مجروح ہوا ہے بلکہ قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی اور روایات کی خلاف ورزی کے طور پر بھی اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس لیئے میری استدعا ہے کہ میری تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جناب لاء منسٹر کچھ فرمانا چاہیں گے یا جناب وزیر خزانہ کچھ کہنا چاہیں گے؟

جناب وزیر قانون: جناب والا! شاید کل بھی میں نے یہی عرض کیا تھا کہ جو بھی ٹیکس ہم لیتے ہیں اس کے لیئے قانون بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' آرڈر پلیز' راجہ صاحب ارشاد فرمایئے۔

جناب وزیر قانون: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ ٹیکس لگانے کی صورت میں ہم بل پیش کرتے ہیں اور بجٹ کے دوران وہ بل تیار ہوتا ہے' کیونکہ وہ خفیہ ہوتا ہے بدقسمتی سے آپ کو بھی یاد ہو گا کہ جب یہاں فنانس بل Lay ہوا تو حزب مخالف کے ممبر واک آوٹ کر گئے تھے آپ کی اس رولنگ پر انہیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ رپورٹ Lay ہو چکی ہے باقی جہاں تک فیس کا تعلق ہے وہ آرمز ایکٹ کے تحت ہم آج بھی بڑھا سکتے ہیں کل بھی بڑھا سکتے ہیں اس پر کوئی پابندی نہیں ہے' آرمز ایکٹ کی دفعہ 11 میں درج ہے کہ جب چاہیں اسلحہ لائسنس فیس کو بڑھا سکتے ہیں' جہاں تک ٹیکس کا تعلق ہے وہ ہمارے لیے Secret ہوتا ہے جب ہم یہاں آپ سب کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اسے Lay کر دیتے ہیں۔ یہ اس وقت یہاں پر موجود نہیں تھے لہٰذا اس میں میرا یا کسی اور کا قصور نہیں ہے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! بات اور ہے جواب اور دیا گیا ہے۔ جناب والا! بات فنانس بل کی نہیں ہے' فنانس بل جب پیش ہوا تھا ہم اس وقت یہاں ھاؤس میں موجود تھے اور یہ ہمیں ملا تھا' جس دن یہ پاس ہوا ہے اس دن ہم نے واک آوٹ کیا تھا' میں جناب کی خدمت میں یہ عرض کر دوں کہ ہم نے آپ کی رولنگ کے خلاف احتجاج نہیں کیا تھا بلکہ فیصل آباد میں پاور لومز کی ہڑتال کے سلسلے میں احتجاج کر کے ہم باہر گئے تھے' دوسری بات یہ ہے کہ پیراگراف 41 جو کہ تقریر کا متن ہے وہ Circulate نہیں کیا گیا' جو فنانس بل ہے وہ Circulate ہوا' ہم تو اردو تقریر کے متن پیراگراف نمبر 41 کی بات کر رہے ہیں کہ وہ Circulate نہیں ہوا عام طور پر اس دن Circulate ہوتا ہے لیکن

فنانس بل بھی اس سے دوسرے دن Circulate ہوا تھا اور تقریر Circulate نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ Circulate ہوئی ہے۔ میں نے سیکرٹری اسمبلی سے دریافت کیا ہے اور یہ ایوان کی میز پر رکھی گئی ہے۔

میاں محمد افضل حیات: یہ کسی کو نہیں ملی نہ ہی ایسی کوئی بات کی گئی کہ یہ ایوان کی میز پر رکھی گئی ہے۔

جناب سپیکر: اس کا Circulate ہونا ضروری ہے یا ایوان کی میز پر رکھنا ضروری ہے۔

میاں محمد افضل حیات: اگر ایوان کی میز پر رکھی گئی ہے تو پھر ہمیں ملنی چاہیے تھی۔ ایوان کی میز پر رکھنے کا مقصد تو یہی ہے کہ یہ چیز ہمیں ملے، لیکن آپ کے اسمبلی سیکرٹریٹ میں اس کی کوئی کاپی دستیاب نہیں تھی آج بھی دستیاب نہیں ہے۔ ان کی جو ریکارڈ تقریر ہے اس سے جا کر ہم نے کاپی لی ہے ویسے ہمیں نہیں ملی۔

جناب سپیکر: کیا سیکرٹریٹ میں اس کی کاپی دستیاب نہیں ہے، دستیاب ہے۔ مجھے سیکرٹری اسمبلی بتا رہے ہیں کہ اسمبلی سیکرٹریٹ میں اس کی کاپیاں دستیاب ہیں۔

میاں محمد افضل حیات: حقائق کی بات کے لیے ہی تحریک استحقاق ہوتی ہے اور تحریک استحقاق کمیٹی کے پاس حقائق دیکھنے کے لیے اسے بھیجا جاتا ہے۔ کہ کیا وہ دستیاب تھیں یا نہیں؟

بیگم شاہین منور احمد: وہ کہہ رہے ہیں کہ اسے کمیٹی میں پیش کریں، وہ کہہ رہے ہیں کہ ایوان کی میز پر رکھی گئی ہے اور آپ کے ریکارڈ میں یہی ہے اگر وہاں پر Lay ہوا ہے تو پھر کاپی تو ضرور موجود ہے۔

جناب سپیکر: اس کے لیے میں چودھری محمد رفیق صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ میرے دریافت کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ کاپی Lay ہوئی ہے اور میں نے سیکرٹری اسمبلی سے دریافت کیا ہے اور جس وقت آپ چاہیں کاپیاں آپ کو مل سکتی ہیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! تقریر کا یہ حصہ جس کے بارے میں میں نے تحریک استحقاق دی ہے اور جس کے بارے میں جناب وزیر قانون نے یہ فرمایا، میں نے نہ تو ٹیکس کو چیلنج کیا، نہ تقریر کے کسی

حصے کو خفیہ رکھنے کے بارے میں میں نے کوئی چیلنج کیا' میں نے تو صرف اس بات کو چیلنج کیا ہے کہ جب وزیر خزانہ نے اپنی تقریر پڑھ کر سنا دی اور وہ خفیہ حصہ بھی انہوں نے پڑھ کر سنایا وہ حصہ بھی اس ایوان کی میز پر رکھا جانا لازمی تھا اور جناب والا وہ ایوان کی میز پر نہیں رکھا گیا' نہ تو Circulate کیا گیا اور نہ ہی ایوان کی میز پر رکھا گیا آپ اس کے لیے ریکارڈ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: لیکن میں ریکارڈ ملاحظہ کر کے بتا رہا ہوں کہ وہ ایوان کی میز پر رکھا گیا ہے' میرا سیکرٹریٹ بتاتا ہے کہ وہ ایوان کی میز پر رکھا گیا ہے۔

چودھری محمد رفیق: جناب والا! جب یہ فنانس بل پیش ہوا' مجھے اس کی تیاری کے لیے وہ تقریر کا حصہ درکار تھا' میں سیکرٹریٹ کے متعلقہ صاحبان کے پاس گیا مگر مجھے وہاں سے بھی نہیں ملا اور وہاں پر کوئی ریکارڈ موجود نہیں تھا۔ ہم نے تو ریکارڈنگ والوں سے یہ تقریر حاصل کی تھی۔

جناب سپیکر: آپ نے اپنے سیکرٹری اسمبلی سے رابطہ قائم کیا؟

چودھری محمد رفیق: نہیں' جناب والا! میں نے سٹاف سے رابطہ قائم کیا تھا۔

جناب سپیکر: ہاں تو پھر چودھری صاحب تشریف رکھیں۔ چودھری صاحب کی تحریک استحقاق پر میں نے ذاتی طور پر معلوم کیا ہے اور یہ رپورٹ ایوان کی میز پر رکھی گئی ہے اور وہ سیکرٹری اسمبلی کے پاس دستیاب تھی' اس لیے یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی' لہذا It is ruled out of order.

جناب سپیکر: میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 42 ہے۔

چودھری محمد رفیق: حکم حاکم مرگ مفاجات

جناب سپیکر: شکریہ! چودھری صاحب

حکومت کی پالیسی بیان کے باوجود سابق پی سی ایس کو ترقی کے مواقع کی عدم فراہمی

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ عزت مآب جناب سپیکر میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے

کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ اسمبلی کے گزشتہ اجلاس میں میری ایک تحریک استحقاق پر جو کہ سابق پی سی ایس افسران کی شرائط ملازمت کا جائزہ لینے والی اس ایوان کی سپیشل کمیٹی کی رپورٹ پر عمل درآمد کے بارے میں تھی۔ جناب وزیر قانون نے ایک پالیسی بیان جاری کیا تھا' اس بیان میں انہوں نے فرمایا تھا کہ ابتدائی طور پر وزیراعلیٰ پنجاب نے خصوصی کمیٹی کے سفارشات کا ہمہ روانہ جائزہ لینے کے بعد چند پر عملدرآمد کے احکامات جاری کئے ہیں' بقول وزیر قانون سفارشات پر عمل درآمد کے احکامات جاری کئے گئے ان میں یہ بات بھی شامل تھی کہ حکومت نے ایک تجویز منظور کی ہے جس کے ساتھ ای - اے - سی کے Rank کی پچاس آسامیوں کا درجہ بڑھا کر انہیں اے سی کے Rank میں کر دیا گیا ہے اور اس طرح اس وقت سابق پی سی ایس کے پچاس سے زیادہ ای اے سی کے درجہ کے افسران کو اگلے رینک میں ترقی پانے کے فوری مواقع ملیں گے۔ اگر وزیر قانون کے اس بیان میں دیئے گئے پالیسی بیان کے مطابق حکومت پنجاب نے درج بالا تجویز منظور کر لی تھی تو اس تجویز کے مطابق سابقہ پی.سی.ایس افسران کو ترقی پانے کے فوری مواقع کیوں فراہم نہیں کئے گئے۔ اس صورت حال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جناب وزیر قانون نے ایوان کے سامنے ایک ایسا بیان دیا ہے جو حقائق پر مبنی نہ تھا اور اس طرح اس معزز ایوان کے جملہ اراکین کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا میری استدعا ہے کہ میری اس تحریک استحقاق کو شرف پذیرائی سے نواز کر تحقیقات کے لئے مجلس برائے استحقاق کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! گزشتہ اجلاس میں مَیں نے ایک تحریک استحقاق پیش کی تھی جس پر جناب وزیر قانون نے حکومت کی طرف سے یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ سابقہ پی - سی - ایس افسران کی شرائط ملازمت کا جائزہ لینے والی کمیٹی نے جو سفارشات مرتب کی ہیں حکومت ان پر عملدرآمد کرنے میں کافی سنجیدہ ہے اور اس سلسلہ میں وزیر قانون نے حکومت کی طرف سے جو یقین دہانیاں کرائی تھیں ان کے بارے میں جناب والا! میں یہ حق محفوظ رکھتا ہوں کہ ان یقین دہانیوں کے بارے میں مجلس برائے سرکاری قواعد میں تحرک کرنے کا حق رکھتا ہوں البتہ اپنی اس تحریک استحقاق میں میں نے صرف ان کے اس بیان کو اپنی تحریک استحقاق کی بنیاد بنایا ہے جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ حکومت نے فوری طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ای - اے - سی کے رینک کے پچاس سے زائد آسامیوں کا درجہ بڑھا کر

انہیں اے - سی کے Rank میں کر دیا ہے۔ جناب والا! یہ بات حقائق کے منافی ہے اگر آج بھی وزیر قانون اس سلسلے میں مجھے حکومت کا کوئی نوٹیفکیشن دکھا دیں کہ انہوں نے ای - اے - سی کے رینک کی پچاس آسامیوں کو اے - سی کے رینک میں کر دیا ہے تو جناب والا میں اپنی اس تحریک استحقاق پر زور نہیں دوں گا۔ لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ حکومت نے آج تک وزیر قانون کے اس بیان کے باوجود بھی کہ حکومت نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ای - اے - سی کے رینک کی پچاس سے زیادہ آسامیوں کو اے سی کے رینک میں کر دیا گیا ہے اس کے باوجود بھی آج تک کوئی انتظامی حکم کوئی نوٹیفکیشن حکومت کی طرف سے جاری نہیں ہوا جس سے یہ بات ثابت ہو سکے کہ وزیر قانون نے یہ جو بیان اس اسمبلی میں دیا ہے وہ حقائق پر مبنی ہے تو جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے گزشتہ روز بھی عرض کیا تھا کہ اس ایوان میں اگر کوئی آدمی ایسی بات کرتا ہے جو حقائق کے منافی ہو جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو تو اس طریقے سے جناب سپیکر! وہ اس اسمبلی کے استحقاق کو مجروح کرتا ہے تو جناب والا! وزیر قانون نے ایک ایسی بات کہہ کر جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے حکومت کی طرف سے کوئی نوٹیفکیشن ہی جاری نہیں ہوا حکومت کی طرف سے کوئی حکم بھی جاری نہیں ہوا کہ ای - اے - سی کے رینک کے پچاس افسران کو اے - سی کے رینک میں ترقی دے دی گئی ہے۔ انہوں نے اس اسمبلی میں یہ بیان جاری کر کے دانستہ طور پر اس ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے اس لئے جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ میری یہ تحریک استحقاق قابل پذیرائی ہے اور اسے منظور کر کے مجلس استحقاق کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ جناب۔

وزیر قانون:۔ جناب والا!

جو پالیسی بیان میں نے پچھلی اسمبلی میں دیا تھا اسی بیان کے مطابق تقریباً" پچاس پوسٹوں کا درجہ بڑھا کر اے - سی رینک میں کرنے کی منظوری دے دی گئی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے میاں صاحب سے کہوں گا کہ وہ میری بات سن لیں 36 ای - اے - سی کی آسامیوں کا درجہ بڑھانے اور فوری طور پر اے سی کے رینک میں کرنے پر اتفاق کر لیا گیا ہے صوبے میں نئے سب ڈویژن یعنی فیصل آباد' ملتان میں عارف والا قائم ہونے سے تین نئی پوسٹوں کا بی - پی - ایس 18 کا اضافہ ہو گیا۔ ایم - ڈی - اے ملتان نے بھی مزید دو اسسٹنٹ کمشنروں کو بحیثیت ڈپٹی ڈائریکٹر لینے پر رضا مندی ظاہر کر دی ہے اس طرح اس وقت تک کوئی 41 ای - اے - سی کا یا تو درجہ بڑھا دیا گیا ہے یا نئی آسامیاں معرض

وجود میں آگئیں اسی پالیسی بیان پر عملدر آمد کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ پنجاب کے حکم پر مورخہ 29 جنوری 1987ء کو Departmental Promotion Committee کی میٹنگ ہوئی تھی جس کیں 23 ای - اے - سی کا کیس برائے ترقی بی - پی - ایس 18 پیش ہوا تھا اور بارہ ای - اے - سی صاحبان کو ترقی دینے کی سفارش کی گئی وزیراعلیٰ کی منظوری کے بعد گیارہ ای - اے - سی کو بطور اسسٹنٹ کمشنر یا انڈر سیکرٹری یا سینئر مجسٹریٹ وغیرہ تعینات کر دیا گیا صرف ایک ای - اے - سی کی ترقی کا نوٹیفکیشن اس لئے نہ ہو سکا کہ اس کی سالانہ (خفیہ) رپورٹ تاحال ہائی کورٹ سے موصول نہیں ہوئی۔ میں آپ کی اطلاع کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ڈیڑھ ڈیڑھ سال تک Departmental Committee نہیں بیٹھتی۔ لیکن اس بیان کے تحت Departmental Promotion Committee اس دوران دو دفعہ بیٹھی ہے تو ہماری یہی کوشش ہے کہ جس طرح آپ کے سامنے بیان دیا تھا اس پر پوری طرح عمل کیا جائے مورخہ 26 جون 1987ء کو Departmental Promotion Committee کی ایک اور میٹنگ ہوئی ہے جس میں بیس ای - اے - سی کو ترقی دینے کا سلسلہ پیش ہوا اور ڈی - پی - سی کی میٹنگ گیارہ ای - اے - سی کو ترقی دینے کے سلسلہ میں مورخہ 6 جولائی 1987ء کو منعقد ہو رہی ہے اس میں مزید بیس ای - اے - سی کا کیس برائے ترقی پیش ہونا ہے کہ اس میٹنگ کے نتیجے میں بہت سے ای - اے - سی صاحبان کو اے - سی کے عہدے پر ترقی دے دی جائے گی بقایا پوسٹوں کا درجہ بڑھانے کے بارے میں خط و کتابت جاری ہے اور توقع ہے کہ بہت جلد بقایا آسامیوں کا درجہ بڑھانے کے بارے میں حتمی فیصلہ ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! جن واقعات کا میں نے ذکر کیا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے عرض کرتا ہوں یہ حقیقت ہے کہ میں نے خود بھی چیف منسٹر کو خط لکھے ہیں اور چیف سیکرٹری کو بھی خط لکھے ہیں کہ ہم نے اپنے پی - سی - ایس افسران کو ترقی دلانے کے لئے Commitment دی ہے انشاء اللہ اسے ہم بہت جلد پورا کریں گے اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہماری یہی کوشش رہے گی اور میں سمجھتا ہوں کہ پی - سی - ایس ہمارے پنجاب کے Assets ہیں اور وہ Deserve کرتے ہیں کہ یہ حق انہیں ملے تو انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ جو توقعات آپ نے اس بارے میں وابستہ کی ہوئی ہیں انشاء اللہ ہم پوری طرح ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے اور جس طرح بھی ممکن ہو سکا اور جلد از جلد ممکن ہو سکا کہ ان پچاس ای - اے - سی رینک کی پوسٹوں کو ترقی دے دی جائے گی۔ میں آپ کو انشاء اللہ آئندہ سیشن میں بتاؤں گا کہ ہم کس حد تک اس میں کامیاب ہوئے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب سپیکر! جناب وزیر موصوف اصل مسئلہ تو اپنے بیان میں گول کر گئے ہیں۔ میں جو ان سے دریافت کرنا چاہتا تھا وہ یہ تھا کہ انہوں نے یہ بیان جاری کیا تھا کہ ہم نے سابقہ پی۔ سی۔ ایس افسران کی ترقی کے لئے ان کو ترقی دلانے کے لیے ای۔ اے۔ سی کے رینک کی پچاس سے زیادہ آسامیوں کا درجہ بڑھا کر انہیں اے۔ سی کے رینک میں کر دیا۔ مسئلہ جناب والا۔ یہ ہے ان کا بیان یہ تھا۔

جناب سپیکر! وزیر قانون نے تو پالیسی بیان جاری کیا تھا اس میں انہوں نے بڑے واضح طور پر بڑے غیر مبہم طریقے سے بڑے وثوق اور یقین کے ساتھ یہ بات کہی تھی کہ ای اے سی کے رینک کی پچاس سے زائد آسامیوں کا درجہ بڑھا کر انہیں اے۔ سی کے رینک میں کر دیا گیا۔ جناب والا۔ اس سلسلہ میں اگر وہ حکومت کا کوئی نوٹیفیکشن مجھے دکھا دیں تو پھر ان کی اس یقین کرنے کے لیے تیار ہوں انہوں نے ایک ایسا بیان اس ایوان میں دیا جس کا حقیقت کے ساتھ جناب سپیکر کوئی تعلق ہی نہیں ہے اور جن بارہ پی۔ سی۔ ایس۔ افسران کی ترقی کی بات کر رہے ہیں وہ تو وہ ترقیاں ہیں جو وقتاً" فوقتاً" محکمہ میں خالی ہونے والی نشستوں سے محکمانہ طور پر ان کو دی جاتی ہیں یہ ان ترقیوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ میں اس بات کا ذکر کر رہا ہوں جس میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ ای۔ اے۔ سی کی پچاس سے زائد آسامیوں کا درجہ بڑھا کر انہیں اے۔ سی۔ کے Rank میں کر دیا۔ جناب والا! اس سلسلہ میں اگر ان کے پاس جو انہوں نے اس ایوان کے سامنے بڑے وثوق اور یقین کے ساتھ بیان جاری کیا تھا ان کے پاس کوئی ثبوت ہے کوئی نوٹیفیکشن ہے حکومت کا کوئی حکم نامہ ہے تو جناب سپیکر وہ پیش کریں میں یہی کہتا ہوں کہ ان کا یہ بیان حقیقت پر مبنی نہیں اس سلسلہ میں میں تھوڑی سی اور وضاحت کرنا چاہوں گا کہ جن ای۔ اے۔ سی رینک کی پچاس اسامیوں کا اے۔ سی رینک میں درجہ بڑھانے کا فیصلہ کیا گیا تھا اس میں جو ڈیشنل مجسٹریٹ کی آسامیاں 28 تھیں۔ آر۔ ٹی۔ اے میں سیکرٹری آر۔ ٹی۔ اے کی آٹھ آسامیاں تھیں واپڈا میں مجسٹریٹ کی پانچ آسامیاں تھیں ریلوے مجسٹریٹ کی پانچ آسامیاں تھیں۔ ایم۔ ڈی۔ اے۔ ایل ڈی اے اور ایف۔ ڈی۔ اے میں تین آسامیاں تھیں میونسپل کارپوریشن' لاہور' میونسپل کارپوریشن ملتان اور میونسپل کارپوریشن فیصل آباد میں بھی تین آسامیاں تھیں اور اس طرح 52 بنتی تھیں اس لیے اپنے بیان میں انہوں نے کہا کہ پچاس سے زائد آسامیوں کا درجہ بڑھا کر اے۔ سی Rank میں کر دیا گیا یہ ٹوٹل جناب والا 52 آسامیاں بنتی تھیں۔

اس سلسلے میں اگر حکومت نے کوئی نوٹیفیکشن جاری کیا ہے کہ واقعی ای اے سی رینک کی 50

سے زیادہ آسامیوں کا درجہ بڑھا کر اے سی رینک میں کر دیا گیا ہے اس میں راجہ خلیق اللہ صاحب کوئی ثبوت فراہم کرنا چاہیں۔ کوئی حکومت کا نوٹیفیکیشن اس ایوان میں پیش کرنا چاہیں اپنے بیان کی تصدیق میں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ میری یہ تحریک استحقاق قابل پذیرائی نہیں ہے۔ اگر وہ اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ اگر وہ اس کا کوئی عملی ثبوت اس ایوان کے سامنے پیش نہیں کر سکے پھر میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے میری پچھلی تحریک استحقاق میں جو بیان جاری کیا تھا وہ حقائق کے منافی تھا اور حقائق پہ مبنی نہیں تھا۔ اس لیے جناب والا ان کا وہ بیان قابل گرفت ہے۔ اس ایوان میں اس کا محاسبہ ہونا چاہیے اور میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد ہونا چاہیئے تاکہ یہ چھان بین کی جا سکے کہ وزیر قانون نے ایسا بیان کیونکر جاری کیا۔ شکریہ۔

وزیر قانون: جناب والا! میرا بیان شاید انہوں نے غور سے نہیں پڑھا یا سنا۔ میں نے واضح طور پر اس میں کہا ہے کہ چیف منسٹر نے 50 آسامیوں کی ترقی کی منظوری دے دی ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں جیسا کہ آپ کو بھی معلوم ہے مجھے بھی معلوم ہے Departmental Hurdles ہوتے ہیں۔ ترقی دینے والی کمیٹیاں بیٹھتی ہیں محکمہ خزانہ سے منظوری لی جاتی ہے۔ اتنی مشکلات کو ہم پار کر کے ان Hurdles کو دور کر کے ہم نے اپنا وعدہ نبھانا ہے۔ جو ہم نے آپ کے سامنے بیان دیا تھا ہم اس سلسلے میں قدم بڑھا رہے ہیں۔ انشاء اللہ پوری کوشش سے جو ہم نے آپ کے سامنے بیان دیا تھا اس ٹارگٹ کو ہم پورا کریں گے۔ یہ ہماری کوشش ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں تھوڑی سی کوتاہی ضرور ہوئی ہے جہاں یہ سمجھتے ہیں کہ محکمہ جات کی وجہ سے آنے جانے میں فنانس ڈیپارٹمنٹ سے ان کے Red Tapism کی وجہ سے یا ان کی جو اے سی آر ہیں وہ مہیا نہیں ہوئیں ان کی وجہ سے ہمیں تھوڑی سی مشکلات ہوئی ہیں ورنہ جو Commitment ہم نے پہلے دی ہوئی ہے انشاء اللہ ہم اسے پوری کریں گے۔ یہ پی سی ایس صاحبان جیسے میں نے پہلے آپ کو عرض کیا Assets ہمارے سائل ہیں۔ ہم ہر حالت میں ان کے حقوق ان کو واپس کروائیں گے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں ہماری پوری طرح کوشش ہو گی جیسے میں نے پہلے بیان دیا آج بھی بیان دے رہا ہوں انشاء اللہ پوری طرح اس پر عمل ہو گا۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: جنجوعہ صاحب۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! میرے خیال میں بحث میں کچھ زیادہ الجھاؤ پیدا ہو گیا

ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ بیان جاری کیا تھا کہ ہم نے یہ حکم جاری کر دیا ہے - وہ حکمنامہ جاری نہیں کیا۔ اگر انہوں نے جاری کیا تو اس کا ثبوت وہ اس ایوان میں پیش کر دیں۔ میں اپنی تحریک پر زور نہیں دوں گا۔ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے سرے سے کوئی ایسا حکم جاری ہی نہیں کیا۔ حکومت پنجاب نے سرے سے کوئی ایسا نوٹیفکشن جاری ہی نہیں کیا۔

جناب سپیکر: سٹیٹمنٹ کیا تھی کہ حکم جاری کر دیا ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: کر دیا ہے جناب سپیکر!

وزیر قانون: میں آج بھی کہتا ہوں کہ جناب چیف منسٹر صاحب نے حکم جاری کر دیا ہے۔ میں نے پہلے عرض کی تھی کہ یہ بڑا نازک سوال ہے۔ اس میں ہماری جو Departmental hurdles ہیں اس کو ہم نے Cross کرنا ہوتا ہے۔ یہ ایک لمبا Process ہوتا ہے۔ جو ہم نے Commitment کی ہے وہ ہم انشاء اللہ پورا اترنے کی کوشش کریں گے۔ اگر کوئی کمی رہ گئی تو اگلے اجلاس میں آپ ہم سے پھر پوچھ سکتے ہیں کہ آپ نے جو Commitment کی ہے وہ پوری نہیں کی۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! یہ انتہائی اہم معاملہ ہے۔ یہ پورے ایوان کے استحقاق کا مسئلہ ہے۔ یہ تاریخی دستاویز ہے۔ میں سمجھتا ہوں جو کہ آپ کی شفقت کی وجہ سے اور کچھ ممبران کی عرق ریزی کی وجہ سے اس ایوان میں تیار ہو کر پیش ہوئی تھی۔ اس پر عمل درآمد کا مسئلہ ہے۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ کہ صرف جناب وزیر قانون نے معذرت خواہانہ لہجے پر جناب والا! اعتماد کرتے ہوئے ہم اس کو اسی طرح ملتوی کرتے چلے جائیں۔

جناب سپیکر! یہ انتہائی اہم بات ہے اور اس رپورٹ پر عمل درآمد کے بارے میں جو کہ اس ایوان نے متفقہ طور پر یہ تاریخی فیصلہ کیا تھا حکومت قطعی طور پر سنجیدہ نہیں ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے وزیر قانون اس وقت بھی حقائق کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ جن سابقہ پی سی ایس افسران کی ترقی کا مسئلہ ہے۔ جناب سپیکر! عام طور پر جو ان کے محکمہ میں آسامیاں خالی ہوتی ہیں اگلے گریڈ میں لوگ ترقی کر جاتے ہیں اس طرح جو آسامیاں جو خالی ہوتی ہیں جن لوگوں کو Routine میں وقتاً فوقتاً ترقی ملتی ہے یہ ان لوگوں کو بھی ان 50 آسامیوں میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ جب کہ انہوں نے قطعی طور پر علیحدہ بیان دیا ہے کہ ہم نے ان کو Accommodate کرنے کے لیے ہم نے ان کی حق رسی کرنے کے لیے ای اے سی Rank 50 سے زیادہ آسامیوں کا درجہ

اے سی رینک میں کر دیا ہے۔ جناب والا! میں ان سے یہ پوچھتا ہوں اگر وزیر اعلیٰ کا کوئی حکم اس بات پر موجود ہے۔ کوئی ایسا نوٹیفیکیشن موجود ہے وہ اس معزز ایوان کے سامنے پیش کر دیں۔

جناب سپیکر: آپ نے راجہ صاحب کی بات سمجھی نہیں ہے۔

وزیر قانون: جناب والا! میں پھر عرض کروں گا چیف منسٹر صاحب کے حکم کے مطابق ان 50 آسامیوں کا فائل پر حکم ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: فائل پر آرڈر ہو چکے ہیں۔

وزیر قانون: آرڈر ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر: آرڈر ہو چکے ہیں۔ پھر تو اس میں کوئی مسئلہ باقی نہیں رہتا۔ جب فائل پر آرڈر ہو چکے ہیں تو اس پر عمل در آمد تو بہر صورت ہوتا ہے۔ انہوں نے جیسے بتایا ہے کہ ایک مہینے میں یا دو مہینے میں دو Departmental Promotion Committee کی میٹنگیں ہو چکی ہیں اور تیسری میٹنگ ہونے والی ہے اور وہ اس لیے کر رہے ہیں کہ اس پر عمل در آمد کیا جائے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! میرا ان سے نہ ہی کوئی ذاتی جھگڑا ہے اور نہ ہی میں ان سے کوئی جھگڑا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کو پتہ ہے کہ میں بڑا مرنجان مرنج قسم کا آدمی ہوں۔ میں ان سے صرف اس بات کی یقین دہانی چاہتا ہوں کہ ان 50 افراد کو جن کے بارے میں وہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ان کو ترقی دی جا چکی ہے۔ ان کے اس وعدے کے ایفا پر مزید کتنا وقت درکار ہے۔

جناب سپیکر: ہاں یہ ٹھیک ہے۔

چودھری محمد صدیق سالار: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! راجہ صاحب کی یقین دہانی کے بعد اور واضح الفاظ میں کہنے کے بعد کیا فاضل دوست یہ چاہتے ہیں کہ سروس کا ڈھانچہ جس پر یہ نظام چل رہا ہے اس کو اس تیزی سے کریں کہ وہ ٹوٹ جائے۔ اس نے کئی Process طے کرنے ہیں۔ بتدریج ہر آدمی نے اپنے جگہ پر پہنچنا ہے۔ ہم نے اس سسٹم کو چلانے کے لیے اس قانون کی پابندی بھی کرنا ہو گی جس کے تحت یہ سروس کا ڈھانچہ اس نظام کو چلا رہا ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ راجہ صاحب کی Statement کافی واضح ہے کہ آرڈر ہو چکے ہیں

عمل درآمد ہو رہا ہے اور اگلے سیشن میں آپ کو وہ واضح پوزیشن بتانے کی پوزیشن میں ہوں گے شاید یہ بھی آپ بتا چکے ہیں کہ اس پر عمل درآمد اگلے سیشن تک ہو چکا ہے۔

وزیر قانون: انشاء اللہ میں پوری کوشش کروں گا اور ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم نے جو Commitment کی ہے اس پر ہم پہرہ دیں۔

جناب سپیکر: جنجوعہ صاحب اس میں کوئی ابہام نہیں ہے۔

وزیر قانون: مشکل یہ ہوتی ہے کہ ان کی اے سی آر دیکھنی ہوتی ہیں۔ ان کا پچھلا ریکارڈ دیکھنا ہوتا ہے۔ پھر فائل پر منظوری لینی پڑتی ہے۔ اس کے لیئے ہمیں کافی Hurdles Cross کرنی پڑتی ہیں۔ ہماری تو خواہش ہے کہ جو ان کے حقوق ہیں اگر ان کو کل ملنے ہیں آج ہی مل جائیں۔ یہ تو ہماری اپنی خواہش ہے۔ آپ کو شاید علم ہو گا کہ میں بھی پی سی ایس کے حقوق کے لیے اس میں محرک تھا۔ آپ اگر کوئی کمی محسوس کریں تو اگلے سیشن میں آپ پوچھ لیں کہ کون سی کمی رہ گئی ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! میری کبھی یہ کوشش نہیں ہوتی کہ میں اس معزز ایوان کا انتہائی قیمتی وقت ضائع کروں۔ ہمیشہ صدق دل کے ساتھ جو بات بھی کہتا ہوں وہ پوری سنجیدگی کے ساتھ کہتا ہوں۔ آپ بھی راجہ خلیق اللہ صاحب کی پالیسی بیان کو دیکھ لیں اس میں بہت سی باتوں کی انہوں نے یقین دھانی کرائی ہے مگر میں نے اس میں سے صرف اس بات کو اپنی تحریک استحقاق کی بنیاد بنایا ہے جو انہوں نے اس وقت وعدے کیئے تھے کہ یہ بھی کر دیں گے وہ بھی کر دیں گے اس کا انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ میں نے صرف اس بات کو تحریک استحقاق کی بنیاد بنایا ہے جو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے کر دیا ہے۔ اور ابھی تک نہیں ہوا۔ اس لیئے جناب سپیکر! اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ راجہ صاحب نے جو کچھ پچھلے اجلاس میں فرمایا تھا کہ ہم نے کر دیا ہے اگر وہ آئندہ اجلاس تک کرنے کی پوزیشن میں ہیں اور وہ وعدے کرتے ہیں جناب سپیکر تو میں اپنی تحریک استحقاق کو پریس نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس پر خلوص کے ساتھ کوشش کر رہے ہیں تو جنجوعہ صاحب پریس نہیں کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: میاں محمد افضل حیات صاحب' میاں ریاض حشمت جنجوعہ صاحب اور میاں محمد رفیق

صاحب کی طرف سے ایک تحریک استحقاق نمبر 50,49 اور 51 ہے۔

وزیر خوراک: رپورٹ مکمل ہے۔ میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: سردار صاحب، آپ ذرا تشریف رکھیے۔ انہیں پیش کر لینے دیں۔

طوفان سے متاثرہ کاشتکاروں کے نقصانات کے بارے میں تشکیل کردہ خصوصی کمیٹی کی رپورٹ وقت مقرر پر پیش نہ کرنا۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ ہماری تین تحاریک التوائے کار جو کہ بے وقت بارشوں، ژالہ باری اور طوفان باد و باراں سے کاشتکاروں کے نقصانات کے بارے میں تھیں اور نفس مضمون کی مشابہت کی وجہ سے بیک وقت مورخہ 11-6-87 کو ایوان میں پیش ہوئیں۔ آپ نے انہیں باضابطہ قرار دیا اور ان پر بحث کے لئے مورخہ 14-6-87 کو ایک گھنٹے کا وقت مقرر فرمایا۔ بحث کے اختتام پر ایک بارہ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے کنوینر جناب وزیر زراعت تھے۔ اس کمیٹی کے ذمے یہ ڈیوٹی لگائی گئی تھی کہ وہ متاثرین کے لیے مراعات اور ان کی مالی امداد کے لیے جناب چیف منسٹر صاحب سے ملاقات کر کے کوئی حل نکالے گی اور فیصلہ ہوا کہ اگلے اتوار کو اس کی رپورٹ اس ایوان میں آنی چاہیئے۔ چنانچہ 17 جون کو کمیٹی نے جناب چیف منسٹر صاحب سے ملاقات کی مگر تاحال اس کمیٹی کی رپورٹ کنوینر صاحب یا ان کی عدم موجودگی میں ان کی جگہ فرائض انجام دینے والے کسی وزیر صاحب نے ایوان میں پیش نہ کی جو کہ فیصلے کے مطابق اتوار 21 جون تک لازمی آنی چاہیئے تھی۔ تاکہ صوبے کے کاشتکاروں کو در پیش سنگین صورت حال پر اس ایوان مزید بحث و تمحیص کی جا سکے۔ کمیٹی کے کنوینر نے اس بارے میں وقت مقررہ پر کوئی حتمی یا عبوری رپورٹ پیش نہ کر کے اس ایوان کے استحقاق کو مجروح کیا ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ ہماری اس تحریک استحقاق کو منظور کر کے اس ایوان کی مجلس قائمہ برائے استحقاقات کے سپرد کر کے تحقیقات کرائی جائے۔

جناب والا! اس تحریک میں تمام حقائق آ گئے ہیں۔ اس کے ساتھ میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا

ہوں' اور اس کے بعد میاں رفیق صاحب بھی اپنی بات کرنا چاہیں گے کہ اس ساری بات کا تعلق وقت سے ہے۔ کہ یہ وقت پر ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی۔ اور حکومت نے اس مسئلے میں جو اقدامات کرنے تھے' ان کا تعلق بھی وقت سے ہے۔ جناب والا! محکمہ خوراک کئی بار یہ کہہ چکا ہے کہ ہم اب گندم کی خریداری نہیں کر سکتے' اس لیئے کہ گندم خریدنے کا کوئی فائدہ نہیں' کیونکہ ساری گندم آڑھتیوں کے پاس جا چکی ہے۔ اور کسانوں کے پاس صرف بیس فی صد رہ گئی ہے۔ جناب والا! یہ بھی ایک وقت کی نزاکت کی بات ہے کہ اگر وہ بروقت قدم اٹھاتے تو یہ گندم محکمہ خوراک والے کسانوں سے خرید کرتے اور اس کے معاوضہ اور صحیح قیمت کسانوں اور کاشتکاروں کو ملتی۔ لیکن ان کے بروقت کوئی اقدام نہ کرنے کی وجہ سے کسانوں اور کاشتکاروں کو نقصان ہوا ہے۔ اسی سلسلے میں جب کمیٹی تشکیل دی گئی تو وقت کا تعین کیا گیا کہ 21-6-87 تک یہ رپورٹ ضرور ایوان میں پیش کر دی جائے۔ لیکن آج تک یہ رپورٹ پیش نہیں کی گئی۔ اگر یہ رپورٹ 22 کو بھی پیش کر دی جاتی تو بھی ٹیکنیکی طور پر استحقاق مجروح ہو چکا تھا۔ اس میں دیر ہونے کی وجہ سے جہاں کسانوں اور کاشتکاروں کو نقصان ہوا اور نقصان ہونے کا احتمال ہے' وہیں پر میں یہ کہوں گا کہ ایوان کا بھی استحقاق مجروح ہوا ہے۔ کیونکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہماری کئی تحاریک استحقاق اس قسم کی آئی ہیں کہ حکومت ایوان کے کام کو سنجیدگی سے نہیں لیتی اور سنجیدگی سے اس کو اپنے نقطہ نظر سے آگاہ نہیں کرتی اور ایوان جو چاہتا ہے اس کے مطابق سنجیدگی سے عمل درآمد نہیں ہوتا۔ اس لیئے میں حضور سے یہ گزارش کروں گا کہ حکومت کی اس عدم دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ حکومت کا جو اصول بن چکا ہے کہ ایوان کے کام کو سنجیدگی سے نہ لیا جائے اس کی طرف توجہ دی جائے اور اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! حالیہ بے وقت اور بے موسمی برسات' طوفان باد و باراں اور ژالہ باری کی وجہ سے کاشتکاروں کی فصلات کو' خصوصاً" گندم کی فصل کو جو شدید نقصان پہنچا تھا' اس کے لیے ہم نے اس معزز ایوان میں تحاریک التوائے کار پیش کی ہیں تاکہ ان پر بحث ہو سکے اور کاشتکاروں کو کچھ امداد دی جا سکے۔ چونکہ یہ معاملہ انتہائی اہمیت کا حامل تھا اور اسی موضوع پر متعدد تحاریک التوائے کار معزز ایوان میں پیش ہو چکی ہیں۔ جناب والا! نے ایک دن مقرر کر کے وقت مخصوص کر دیا تھا تاکہ اس تحریک التوائے کار پر بحث ہو سکے۔ چنانچہ 14 جون کا دن مقرر ہوا تھا جس روز اس معزز ایوان میں بڑی تفصیل کے ساتھ بحث ہوئی تھی اور سارے معزز ایوان نے اس بات

سے اتفاق کیا تھا کہ چونکہ طوفان باد و باراں' بے وقت بے موسمی برسات کی وجہ سے کاشتکاروں کی فصلات اور خصوصی طور پر گندم کی فصل کو شدید نقصان پہنچا ہے' اس لیئے کاشتکاروں کو کچھ امداد ضرور ملنی چاہیئے۔ حکومت کی طرف سے خالی وعدے کاشتکار کی اشک شوئی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اس معزز ایوان میں طے پایا کہ ایک خاص کمیٹی تشکیل کر دی جائے تو جناب چیف منسٹر صاحب سے مل کر کاشتکاروں کے امداد کے لیے بندوبست کرے۔ اس کمیٹی کی رپورٹ پیش کرنے کا جو وقت مقرر کیا گیا تھا' وہ 21 جون آخری دن تھا اور جناب والا نے اس روز یہ بات بھی کہی تھی کہ اگر 21 جون سے پہلے رپورٹ آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن حتمی طور پر 21 جون آخری دن مقرر کیا گیا تھا کہ اس روز تک کمیٹی کی رپورٹ آ جانی لازمی ہے۔ تاکہ کاشتکاروں کو جلد از جلد امداد پہنچائی جا سکے۔ لیکن اس معزز ایوان کی رائے اور جناب سپیکر کے حکم کے باوجود 21 جون تک اس معزز ایوان میں متعلقہ وزیر کی طرف سے اور نہ ہی ان کے کسی نمائندے کی طرف سے کوئی رپورٹ پیش کی گئی جس سے میں سمجھتا ہوں کہ ایک طرف نہ تو کاشتکاروں کو بروقت کوئی امداد دی جا سکی' کیونکہ بے وقت برسات کی وجہ سے کاشتکاروں کو شدید نقصان پہنچا تھا اور اس کے بعد بھی انہیں بہت سی مشکلات گندم کی فروخت میں بھی پیش آئیں۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ کاشتکار کے پاس اتنا سرمایہ تو ہوتا نہیں کہ وہ اپنی پس انداز کی ہوئی رقوم سے گزر اوقات کر سکے ۔ وہ تو مجبور ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے پاس جو فصل ہوتی ہے' اسی سے اس کی گزر اوقات ہوتی ہے۔

جناب سپیکر! ایک طرف تو کاشتکاروں میں بے چینی پیدا ہوئی' ان کی گزر اوقات مشکل ہوئی۔

جناب سپیکر: میں آپ کو یاد دلا دوں کہ آپ مختصر بیان دے رہے ہیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! بس ایک منٹ میں ختم کیے دیتا ہوں۔ ایک دو منٹ اور عنایت فرمائیں۔

جناب سپیکر: آپ ایک منٹ میں ختم کر لیجئے۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! چونکہ ان حالات کے پیش نظر کاشتکاروں کے لیئے فوری طور پر امداد کا بندوبست کرنا تھا' اس تشکیل کردہ کمیٹی کی طرف سے کوئی رپورٹ اس معزز ایوان میں اتوار 21 جون تک پیش نہیں کی جا سکی۔ یا دانستہ طور پر پیش نہیں کی گئی۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ نہ صرف اس معزز ایوان کا بلکہ میرا اپنا استحقاق بھی مجروح ہوا

ہے۔ ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے مریض کو مرنے کے بعد دوا دی جائے۔ اگر اب اس ایوان میں کوئی رپورٹ پیش بھی کر دی جائے یا 21 جون کے بعد پیش بھی کر دی جاتی تو یہ ایسے ہی ہے کہ مریض کے مرنے کے بعد اس کو دوا دی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ رپورٹ کے نہ آنے سے میرا اور اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری آپ سے یہ استدعا ہے کہ یہ معاملہ نہایت اہم نوعیت کا تھا۔ اس لئے اس معاملہ کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ تاکہ اس پر مزید تحقیق اور غور و خوض ہو سکے۔ اور تفتیش ہو سکے۔

جناب سپیکر: سردار صاحب آپ اس پر کچھ فرمائیں گے؟

وزیر خوراک (سردار امجد حمید دستی): جناب والا! آپ کی وساطت سے اس ھاؤس کو یقین دلاتا ہوں کہ حکومت کو یہ پورا احساس ہے کہ سب سے اہم ایوان اس اسمبلی کا ایوان ہے اور دراصل حکومت کو چلانے والا بھی یہی ایوان ہے۔ جو حکم اس ایوان کی طرف سے جناب کے ذریعے حکومت کو پہنچے اس کے اوپر لازمی طور پر عمل ہو گا۔ اس سلسلہ میں جیسا کہ ابھی کہا گیا ہے جو کمیٹی جناب نے تشکیل دی تھی اس کے کنوینر جناب وزیر زراعت تھے۔ جناب چودھری عبدالغفور صاحب نے اس ضمن میں 17 تاریخ کو میٹنگ کی تھی۔ جس میں ہمارے فاضل ممبران حزب اختلاف بھی شامل تھے اور اس پر بہت سنجیدگی سے غور کیا گیا میں ایوان کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں اس تحریک التوائے کار کے یہاں پیش ہونے سے پہلے 11 جون کو وزیر اعلیٰ صاحب نے وزیر اعظم کو خط کے ذریعے حالات سے آگاہ کر دیا تھا۔ اور وہ متواتر ان سے رابطہ قائم کئے ہوئے تھے۔ یہاں تحریک التوائے کار پیش ہونے کے بعد کئی میٹنگز ہوئی اور اس کے بعد ابتدائی رپورٹ مکمل ہوئی اور آج فائنل رپورٹ بھی آ چکی ہے۔ اس کے بروقت پیش نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ اس کے کنوینر جناب عبدالغفور صاحب امریکہ چلے گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہم نے ان کے جانے کے بعد منسٹر برائے ریلیف اور میں نے بھی بہرحال اسی ایوان میں یہ کہا کہ ہماری طرف سے یہ رپورٹ مکمل ہے۔ پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن جناب والا کی طرف سے یہ حکم تھا جب یہ تحریک پیش ہو تو اس وقت یہ رپورٹ پیش کی جائے۔ اس وجہ سے اس سے پیشتر رپورٹ پیش نہیں ہو سکی آج یہ پیش ہوئی ہے اگر اس کے باوجود بھی ہمارے محرک صاحبان یہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ ہماری طرف سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے۔ ہماری طرف سے کوتاہی قطعاً" نہیں ہوئی اور حکومت اس پر پوری دلچسپی سے

غور کر رہی ہے کہ کس قسم کی امداد کاشتکاروں کو مہیا کی جانی چاہیئے۔ وہ اس رپورٹ میں مکمل طور پر درج ہے۔ اگر جناب والا! اجازت دیں گے تو میں اس کی ایوان میں تفصیل بتانے کے لیے تیار ہوں ویسے میں یہ رپورٹ پیش کر دیتا ہوں۔ اس کے بعد میں اس کی تفصیل بھی عرض کروں گا جناب والا! اس کی اہمیت سے حکومت پنجاب ------

میاں محمد افضل حیات: جناب والا رپورٹ میز پر رکھی بھی جا سکتی اور Circulate بھی کی جا سکتی ہے لیکن جناب والا! اس وقت مسئلہ یہ ہے یہ رپورٹ آج تک پیش نہیں ہوئی تھی اور 27 تاریخ کو جب ہم نے یہ تحریک استحقاق دفتر میں دی ہے۔ اس کے بعد ان کو یہ خیال آیا کہ یہ کام بھی کرنا تھا۔ بات یہ ہو رہی ہے یا انہوں نے کوشش کی ہے یا نہیں کی۔ مطلب یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے رپورٹ پیش ہونی تھی اور وہ پیش نہیں ہوئی۔ صرف بات اتنی ہے۔ پہلے اس کا فیصلہ ہو جائے اس کے بعد رپورٹ بھی پیش کریں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ کو رپورٹ پیش کرنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ رپورٹ تو پیش ہونی تھی وہ انہوں نے پیش کر دی ہے؟

میاں محمد افضل حیات: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب کا مسئلہ یہ ہے کہ یہ آج سے پہلے پیش ہونی چاہیئے تھی۔

وزیر خوراک: جناب والا! گذارش یہ ہے کہ اہمیت اس بات کی نہیں ہے۔ کہ اس میں توقف ہوا ہے یا کچھ دیر ہوئی ہے اور حاؤس میں Circulate نہیں ہوئی بارہا مثلاً" اسلامی مشاورتی کونسل کی رپورٹ اس ایوان میں Circulate ہو چکی یہاں پیش ہو چکی ہے اس کے علاوہ اور بھی رپورٹیں ہیں لیکن اس کی اہمیت اور اس کے ہر پہلو کو اجاگر کرنے کے لئے اس وقت باتیں ہوتی ہیں۔ آپ کی طرف سے بات کی جاتی ہے اور ہماری طرف سے جواب دیا جاتا ہے۔ یہ صرف ایوان میں پیش کرنے سے اس پر پوری طرح بحث نہیں ہو سکتی یہ اسی دن ہونی چاہیئے جس دن آپ کی طرف سے یہ دن مقرر ہے۔ ہم اپنی طرف سے آپ کو یہ گذارش کرتے ہیں اس ضمن میں حکومت نے کیا کیا اور کسی قسم کا اس تحریک التوائے کار کے پیش ہونے کے بعد کوتاہی نہیں ہوئی۔ اور اس کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ اور اس سلسلے میں چار دفعہ اعلیٰ سطح کی میٹنگز ہو چکی ہیں۔ اور اس میں جو بھی فیصلے ہوئے ہیں یہ درست ہے کہ اس کی تفصیل سے آپ کو آج آگاہ کیا جا رہا ہے۔ لیکن میں آپ کو

اطمینان دلاتا ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس پر عمل شروع ہو گیا ہے اور متاثرہ علاقوں میں Reliefکے اقدامات پر Minister for Relief کی طرف سے اور Commissioner Relief کی طرف سے عملدر آمد شروع ہو چکا ہے۔ اگر جناب سپیکر آپ اس کی تفصیل کی اجازت دیں گے تو میں اس سے آگاہ کر دوں گا۔ اگر اس کے باوجود قائد حزب اختلاف یہ سمجھتے ہیں۔ کہ میرے پیش کرنے اور چودھری عبدالغفور کے جانے کے بعد کوتاہی ہوئی ہے میں تو یہ گزارش کر چکا ہوں کہ ہم نے کوشش کی ہے۔ کہ رپورٹ پیش کی جائے۔ لیکن سپیکر صاحب نے صحیح فیصلہ فرمایا تھا کہ اس کے پیش کرنے کا اس کی اہمیت کا اور اس کی قدر و قیمت کا اس وقت اندازہ ہو گا جب یہ پیش ہو گی۔ اس لئے ان کے حکم کے مطابق میں نے آج اس کو مکمل طور پر پیش کر دیا ہے۔ اس سے پہلے ابتدائی رپورٹ مکمل تھی جو ہم پیش کرنا چاہتے تھے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس کی اہمیت اور اس کے صحیح واقعات جو ہیں ان کو ایوان میں پیش کرنے کا آج ہی موقع ہے۔ آج ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم آپ کو بتائیں کہ حکومت نے اس سلسلہ میں کیا کیا ہے۔ بجائے اس کے کہ یہ مسئلہ استحقاقات کمیٹی میں چلا جائے اور ھاؤس کو جو کچھ اس ضمن میں اقدامات کئے ہیں ان سے آگاہ نہ کیا جائے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ ہم نے اس ضمن میں کیا اقدمات کئے ہیں تاکہ حزب اختلاف بھی مطمئن ہو اور یہ ایوان بھی مطمئن ہو اور تمام عوام کو یہ پتہ چلے کہ کیا کیا اقدامات ہوئے ہیں۔ تو مجھے جناب اجازت دیں کہ اس کی تفصیلات بتاؤں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! بات رپورٹ پیش کرنے کی نہیں اگر حکومت واقعی اس مسئلہ پر سنجیدہ تھی تو کم از کم یہ بات وہ کر سکتے تھے کہ یہ 21 تاریخ سے مزید وقت لے لیتے چونکہ انہوں نے یہ وقت نہیں لیا اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ رپورٹ Infructuous ہو گئی ہے۔

وزیر خوراک: جناب والا! اس میں تھوڑی سی دیر ہوئی ہے ہم یہ چاہتے تھے کہ ان سفارشات پر پوری طرح عمل ہو جائے اور عملدر آمد کرانا شروع کر دیا ہے۔ اس لیۓ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر آج پیش ہوئی ہے تو اس سے ایوان کو کوئی نقصان نہیں ہوا اور کسی کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا ہے۔

جناب سپیکر: سردار صاحب آپ کے خیال کے مطابق اس پر عملدر آمد ہو چکا ہے۔

وزیر خوراک: یہ تمام کام Relief کے سلسلے میں ہو رہا ہے اگر آپ حکم فرمائیں تو Minister for relief بتا سکیں گے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ یہ تفصیلات معلوم کرنا چاہیں گے؟

میاں محمد افضل حیات: ہم ضرور یہ کوشش کریں گے کہ وہ ہمیں تفصیلات بتائیں لیکن اس وقت مسئلہ بالکل الگ ہے اس کا اس رپورٹ کے پیش ہونے نہ ہونے یا ان کی تفصیلات سے نہیں وہ اصل بات سے ہٹ کر بات کر رہے ہیں۔

وزیر ریلیف: جناب والا! اس سلسلہ میں قائد حزب اختلاف سے یہ دریافت کروں گا۔ وہ بھی خود اس کمیٹی کے ممبر تھے۔ اگر ہماری طرف سے کوئی کوتاہی ہوئی تھی تو ان کو چاہیے تھا یہ اسی وقت ہمیں بتاتے اور ہم اسی وقت یہاں پر رپورٹ پیش بھی کر دیتے یہ بھی اس کمیٹی کے ممبر تھے ان کو بتانا چاہیے تھا۔ ہم نے یہ سوچا تھا کہ وزیر زراعت صاحب موجود نہ تھے۔ وہ باہر تشریف لے گئے لیکن ہم نے اس دوران پورا کام کیا ہے اور پورا کام کرنے کے بعد ہم یہ چاہتے تھے کہ ایوان میں یہ پیش کی جا سکے کہ بعد میں ہمیں شرمندہ نہ ہونا پڑے کہ نامکمل رپورٹ ہے۔

جناب سپیکر: سردار صاحب آپ یہ بتائیں کہ اس پر اقدامات ہو چکے ہیں۔

وزیر ریلیف: جی جناب۔ اقدامات ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ بتائیے۔

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! اس مسئلہ پر وزیر مال صاحب کو بیان دینے کے لئے قائد حزب اختلاف نے فرمایا ہے۔ وہ معاملہ اس طرح ہے کہ وہ خود بھی اس کمیٹی کے رکن تھے میں بھی اس کمیٹی کا رکن ہوں۔ ابھی اس کمیٹی کی حتمی رپورٹ تیار نہیں ہوئی کہ یہ جناب کے سامنے پیش کریں۔ اس کمیٹی کی ملاقات وزیر اعلیٰ صاحب سے ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس پر غور و خوض کے لئے ہماری دوبارہ میٹنگ ہوئی اور وزیر زراعت صاحب اس کے کنوینز تھے' وہ امریکہ چلے گئے۔ ابھی تک اس کمیٹی کی کارروائی زیر التواء ہے۔ اس لئے اس کمیٹی کی حتمی رپورٹ کے متعلق آج کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ ہم پیش کریں گے' اس کی رپورٹ مکمل ہو گی اور قائد حزب اختلاف بھی اس میں شامل ہیں۔ اس کے بعد اس ھاؤس کو مطلع کیا جائیگا۔

وزیر خوراک: جناب والا! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ یہ پوائنٹ آف interruption ہے۔ اگر یہ Minister For Relief کی پوری بات سن لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ کام مکمل کر لیا گیا

ہے اور اس پر عملدر آمد شروع ہو گیا ہے۔ وہ سنے بغیر ہی کہہ رہے ہیں کہ یہ کام مکمل نہیں ہوا اور Relief کام شروع ہی نہیں ہوا۔ تو مہربانی کر کے انہیں فرمایئے کہ ذرا صبر سے اور سکون سے بیٹھیں اور جناب وزیر Relief کی باتیں سنیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! اگر کوئی تحریک استحقاق پیش کرتا ہے تو اس پر حکومت کا موقف صرف وزیر ہی پیش کرتا ہے یا وزراء پیش کرتے ہیں۔

وزیر خوراک: جناب والا! کوئی بھی وزیر پیش کر سکتا ہے۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔!

جناب سپیکر: سردار صاحب! انہوں نے یہ بات آپ سے نہیں پوچھی مجھ سے پوچھی ہے۔ متعلقہ وزیر ہی عام طور پر بات کا جواب دیتے ہیں لیکن یہ مشترکہ ذمہ داری ہے۔ اس میں دوسرا وزیر بھی ایک وزیر کی جگہ بات کر سکتا ہے۔ دو وزیر بھی بات کر سکتے ہیں۔ تین وزیر بھی بات کر سکتے ہیں اور جہاں تک مرغی حرام ہونے کا تعلق اس بارے میں جناب چودھری محمد رفیق کچھ بتا سکتے ہیں۔

چودھری محمد رفیق: جناب سپیکر! "ایہہ تاں اگے ای موئی پئی اے جی"

جناب سپیکر: میاں محمد اسحاق صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! اس وقت پیش نظر معاملہ Procedural Matter کا ہے آپ نے یہ فیصلہ دینا ہے اور ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قائد حزب اختلاف نے جو اپنا استحقاق پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ ہاؤس میں کمیٹی بناتے ہیں اس کے لئے آپ ایک مخصوص وقت کا تعین کرتے ہیں۔ اس وقت مقررہ کے اندر اندر وہ کمیٹی اپنی سفارشات طے نہیں پاتی تو پھر جناب آپ کے سامنے کوئی کمیٹی کا رکن یا اس کمیٹی کا چیئرمین آپ سے زیادہ وقت مانگتا ہے۔ کوتاہی یہ ہوئی ہے کہ نہ ان صاحبان نے وقت مانگا ہے اور نہ ہی اس دوران اس کمیٹی نے اپنا فیصلہ اس ہاؤس میں پیش کیا ہے۔ جناب والا! یہ استحقاق جو مجروح ہوا ہے یہ حقیقتاً صحیح ہے اور آپ اس پر اپنا فیصلہ سنائیں۔ کیونکہ یہ اگر اسی طرح ہی ہوتا رہا۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ تشریف رکھئے۔ سردار صاحب کو بات کرنے دیجئے اور اس کے بعد پھر آپ کو ضرورت ہو تو بات کیجئے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! ایک بات میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ کم از کم ہم دو حزب اختلاف کے آدمی اس کمیٹی کے ممبر تھے۔ اور اگر کوئی رپورٹ تیار کر لی گئی ہے تو اس کا ہمیں کوئی علم نہیں۔ اس رپورٹ کو ہمیں پہلے دکھانا چاہیئے تھا لیکن ہمیں اعتماد میں نہیں لیا گیا۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! اس بارے میں آپ وضاحت کریں کہ جو حزب اختلاف کی طرف سے کمیٹی کے ممبر ہیں ان کو رپورٹ دکھائی گئی ہے اور نہ ہی ان کے دستخط کرائے گئے ہیں۔

وزیر خوراک: جناب والا! میں نے گزارش کی ہے اور انہوں نے غالباً" سمجھا نہیں ہے یہ رپورٹ وزیر زراعت کی طرف سے پیش ہونی تھی۔ وہ اتفاقاً" 21 تاریخ سے پہلے امریکہ چلے گئے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد ان کے محکمے نے عبوری رپورٹ تیار کی لیکن چونکہ یہ عمل جاری تھا تو ہم نے یہی مناسب خیال کیا کہ جس وقت یہ رپورٹ مکمل تیار ہو جائے تو اس وقت اسے ھاؤس میں پیش کریں۔ عبوری رپورٹ تیار ہوتی رہی اور میں جناب والا سے گزارش کرتا رہا کہ یہ پیش کرنے کی اجازت دی جائے تو آپ نے بجا طور پر یہ فرمایا کہ جس وقت یہ تحریک التوا پیش ہو گی تو اس وقت پیش کی جائے اس کا فائدہ یہ ہوا کہ آج یہ رپورٹ مکمل ہے اور ہم نے پیش کر دی ہے۔ اور جو باتیں انہیں معلوم نہیں ہیں اور یہ غالباً" پڑھنے کی کبھی کبھی تکلیف گوارا کرتے ہیں۔ اس لئے اگر مجھے آپ اجازت دیں تو میں ان کو پڑھ کر سنا دوں گا۔ اس میں اگر ان کو کوئی بات پسند نہیں آتی ----

جناب سپیکر: سردار صاحب - یہ اس بات کا جواب نہیں ہے۔ ان کا اعتراض جائز ہے کہ ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں اپوزیشن کے بھی دو اراکین موجود تھے تو ان کو دکھائے بغیر اور ان کے مشورے کے بغیر رپورٹ حتمی کیسے ہو گئی۔ یہ ان کا اعتراض جائز ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت بھی -----

رانا پھول محمد خان: جناب والا! رپورٹ تیار ہوئی ہی نہیں۔

جناب سپیکر: نہیں جی۔ رپورٹ ایوان کی میز پر آ چکی ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! وہ کس نے بھیجی ہے؟

جناب سپیکر: وزیر خوراک نے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں بھی اس کمیٹی کا ممبر ہوں۔ ہمیں تو پتا نہیں کہ رپورٹ کب

لکھی گئی۔

وزیر خوراک: جناب والا! اس رپورٹ کو محکمہ زراعت نے تیار کر کے بھیجا ہے۔ اور اس رپورٹ کے سلسلے میں میں بھی گزارش کرتا رہا کہ پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور سردار عارف نکئی صاحب بھی پیش کرنے کی اجازت چاہتے رہے۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! اس پر سارے صاحبان کے دستخط ہونے چاہیں تھے ان کی مرضی سے یہ رپورٹ تیار ہونی چاہیئے تھی۔

وزیر خوراک: جناب والا! میں اس حد تک آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ جلد یہ رپورٹ Circulate ہو جانی چاہیئے تھی۔ تو اس میں جو کوتاہی ہوئی ہے اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔

جناب سپیکر: اب اس کی تلافی کر لی جائے کہ جن ممبران کی رائے اس میں شامل نہیں ہو سکی، جن کو یہ رپورٹ نہیں دکھائی جا سکی اب ان کو دکھائی جائے اور ان کی رائے اس میں شامل کی جائے اور پھر اس کو پیش کیا جائے۔

وزیر خوراک: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! انہیں کوئی اعتراض نہیں۔ آپ اس رپورٹ کو دیکھ لیں۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! جو استحقاق مجروح ہوا ہے وہ تو وہیں کا وہیں ہے۔

جناب سپیکر: استحقاق کی بات الگ ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! ہم نے اپنی اس تحریک استحقاق کے ساتھ کارروائی کا وہ حصہ لف کیا ہوا ہے جس میں جناب اسپیکر نے یہ کہا تھا کہ لازمی طور پر اتوار تک یہ رپورٹ آنی چاہیے۔ کیونکہ یہ ہنگامی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ کاشتکاروں کی گندم کھیتوں میں پڑی ہوئی ہے اور کوئی خریدنے والا نہیں ہے اور نہ ہی ان کو کوئی معاوضہ دیا جا رہا ہے۔ اور اس وقت جو ہاؤس کی رائے تھی وہ یہ تھی کہ یہ کمیٹی وزیر اعلیٰ سے مل کر کوئی حل نکالے کہ کاشتکاروں کی گندم کیسے خریدی جا سکتی ہے یا ان کو معاوضہ کیسے دیا جا سکتا ہے۔ جناب والا! اس سلسلہ میں جناب سپیکر نے واضح طور پر یہ کہا تھا کہ اتوار تک اس کی رپورٹ لازمی آنی چاہیئے۔ انہوں نے ایک لائن مقرر کر دی تھی اور وہ

صفحہ نمبر 5 آپ ملاحظہ فرمائیں جو ہم نے کارروائی کا حصہ اس کے ساتھ لف کیا ہے اس کے اوپر واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ اتوار سے پہلے آ جائے تو بہتر ہے ورنہ اتوار تک لازمی یہ رپورٹ آ جانی چاہیے۔ اب ایک اور اتوار بھی گزر گیا ہے۔ یہ 21 جون کو آنی چاہیئے تھی۔ اس کے بعد 28 جون کو اتوار کا دن وہ بھی گزر گیا۔ پھر آج تک وہ رپورٹ پیش نہیں ہوئی۔ اب ہماری تحریک استحقاق کے آنے کے بعد اسے پیش کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: جنجوعہ صاحب میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کچھ غیر معمولی صورت حال پیدا ہوئی کہ اس کمیٹی کے جو سربراہ تھے یعنی وزیر زراعت ان کو بیرون ملک جانا پڑا جیسے کہ سردار صاحب نے اس کا اظہار کیا ہے اور ان کے بیرون ملک جانے کی وجہ سے اس رپورٹ میں تاخیر بھی ہوئی اور وہ ان تمام مراحل سے نہیں گزری جن مراحل سے اسے گزرنا چاہیئے تھا۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اس کمیٹی کے جو کنوینر تھے۔ وہ 25 جون کے بعد بیرون ملک گئے ہیں۔ وہ 25 جون کو اجلاس کے اندر موجود تھے۔ اور یہ رپورٹ 21 جون تک پیش ہونی تھی۔ اس لئے یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے' زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا تھا کہ وہ 21 تاریخ کو اپنا وقت بڑھا دیتے' توسیع کر لیتے تو وہ اور بات تھی' ہمارا جو استحقاق ہے وہ یہ ہے کہ وزیر زراعت 25 جون تک اجلاس میں موجود تھے۔ اس لئے کوئی ایسی خلاف معمول بات نہیں ہوئی۔

سید اقبال احمد شاہ: جناب والا! میں اس کمیٹی کا ممبر تھا' یہ کمیٹی جناب وزیر اعلیٰ سے ملنے کے لئے بنائی گئی تھی۔ وزیر اعلیٰ سے بات ہوئی۔ فیصلہ ہو چکا ہے اور اس فیصلہ پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ جتنے متاثرین ہیں ان کو یہ مراعات دی جا رہی ہیں اور وزیر اعلیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ 16 جولائی تک تمام مراعات تقسیم کر دی جائیں۔ یہ ان کو حکم دے دیا گیا ہے۔ ٹارگٹ دے دیا گیا ہے کہ 16 جولائی تک تمام مراعات متاثرہ علاقوں کو دے دی جائیں تو جناب وزیر اعلیٰ نے یہ فائنل کر دیا تھا۔ اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ میٹنگ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ جب جناب وزیر اعلیٰ نے ایک فیصلہ کر دیا اور محکمہ نے رپورٹ بنا کر یہاں بھیج دی۔ اس میں دوبارہ میٹنگ کے لئے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب وزیر اعلیٰ سے فائنل ہو گیا ہے۔ ایک بات ہو چکی ہے اور اس پر عمل درآمد بھی شروع ہو رہا ہے۔ لوگوں کو باقاعدہ معاوضہ مل رہا ہے۔ قرضہ جات مل رہے ہیں باقاعدہ وہ مراعات لے رہے ہیں۔ میں ضلع سیالکوٹ سے تعلق رکھتا ہوں' وہاں پر باقاعدہ یہ مہم شروع ہو چکی ہے میں اس بارے میں یہ نہیں

سمجھتا کہ کمیٹی کی میٹنگ میں کیوں تاخیر ہو گئی ہے۔ میں عرض کروں کہ فائنل ہونے کے بعد یہ محکمہ کو رپورٹ دینی چاہیئے تھی نہ کہ دوبارہ میٹنگ ہونی چاہیئے تھی۔ یہ صرف کمیٹی وزیر اعلیٰ سے ملنے کے لئے بنی تھی۔

جناب سپیکر: I am sorry Shah Sahib, This is not a point of order.

پوائنٹ جو زیر بحث ہے' وہ یہ ہے جو میاں افضل حیات کا نکتہ ہے کہ یہاں اس ایوان میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ یہ سپیشل کمیٹی جو ہے' اس کے متعلق قطعی طور پر یہ کہا گیا تھا اور اس کمیٹی کے کنوینر نے اس بات کو تسلیم کیا تھا کہ یہ 21 جون اتوار تک یہ رپورٹ ایوان میں آئے گی' میاں افضل حیات صاحب کا یہ اعتراض ہے کہ باوجود اس بات کے کہ وہ یہاں ملک میں موجود تھے' نہ میٹنگ بلائی گئی اور نہ اس کی رپورٹ تیار کی گئی اور یہ ایوان میں کئے گئے فیصلے کی خلاف ورزی ہے۔ اس بارے میں میں جناب لا منسٹر سے دریافت کرنا چاہوں گا کہ ان کی کیا رائے ہے؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: نکتہ اعتراض جناب سپیکر! وزیر مال جس انداز سے ایوان میں بیٹھے ہیں' اس انداز سے تو آدمی گھر بھی نہیں بیٹھتا۔

وزیر خوراک: جناب والا! اس بارے میں عرض کروں کہ جو میٹنگ ہوئی تھی' اس میں جو اصول تھے وہ طے ہو چکے تھے۔ اس کی تفصیلات کے لئے بعد میں میٹنگ ہونی تھی۔ یہ درست ہے کہ جب یہ رپورٹ مکمل ہو گئی تو ان کو اطلاع نہیں دی گئی۔ ورنہ کسی کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا ہے۔ ابھی شاہ صاحب نے بھی یہ بات واضح کی ہے کہ اس کے جو اصول تھے وہ طے ہو گئے' ان کو معلوم ہے کہ کیا ہونا تھا اس کی تفصیلات اور اس پر عمل درآمد شروع ہو چکا ہے اور 16 جولائی تک یہ کام مکمل ہو جائے گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان حالات میں کسی کا استحقاق مجروح نہیں ہوا ہے۔ اور وزیر زراعت بھی اسی Impression میں اپنی تیاری کے سلسلہ میں مصروف تھے اور اسی Impression میں کہ کیونکہ تمام اصولوں سے ان کو آگاہ کیا گیا ہے اور اس کی صرف تفصیلات طے ہونی ہیں' اسی لئے وہ مطمئن ہو کر چلے گئے اور جو باتیں اصولی طور پر طے ہوئی تھیں وہ ان سب ممبران کو علم ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ مجھے اس بارے میں بتائیں کہ کمیٹی کی رپورٹ کے بارے میں جو قواعد ہیں' ان کی کیا پوزیشن ہے۔ رول 125 صفحہ نمبر 54 سب رول 4 ______

125 . (4) If a committee does not present its report within the specified period, or within the extended period, if any, the Bill or the matter referred to may be considered by the Assembly, without waiting for report, upon a motion by a Member.

اس سلسلہ میں جو رولز ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ایک رپورٹ ایوان میں نہیں آتی ہے تو آپ اس رپورٹ کی انتظار کئے بغیر' اگر آپ اس معاملہ کو ضروری سمجھتے ہیں تو آپ اس کو ایوان میں بحث کر سکتے ہیں------

رانا پھول محمد خان: یا جناب کی اجازت سے توسیع بھی لے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ تشریف رکھیں گے؟ آپ تشریف رکھیں۔ مجھے علم ہے آپ اس کمیٹی کے ممبر ہیں۔ میاں صاحب آپ فرمائیں گے؟

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! ہم بار بار یہ نشاندہی کرتے ہیں کہ حکومت ایوان کے کام میں کس قدر غیر سنجیدہ ہے کہ یہ پنجاب کا سب سے اہم مسئلہ تھا' اس کی رپورٹ ایک خاص تاریخ کو آنی تھی وہ نہیں آئی اور جب یہ رپورٹ ہی نہیں آئی تو مسئلہ کیسے حل ہو سکتا ہے۔ یہ کمیٹی خاص حالات کے تحت ایک تحریک التوائے کار کے تحت بنی تھی اور اس پر فیصلہ ہونا چاہیئے تھا۔ اس کو نپٹانے کے لئے ایک سپیشل کمیٹی بنائی تھی ، جو کہ وزیر زراعت کی کنوینر شپ کے تحت کام کر رہی تھی۔ اور اس کی رپورٹ 21 جون تک آنی چاہیئے تھی اور وہ نہیں آئی اور اس کے بعد اس کا اثر جو یہ آگے پیش کر رہے ہیں' اس پر پڑ سکتا ہے۔ استحقاق کے اوپر اگر نہیں پڑ رہا تو اس رپورٹ پر پڑ سکتا ہے۔

وزیر خوراک: فاضل قائد حزب اختلاف نے یہ انا کا مسئلہ بنا لیا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ Relief Measure میں Interested نہیں ہیں۔ اگر وہ relief measures میں Interested ہیں۔ تو جناب والا نے بھی یہ رول کا حوالہ فرمایا ہے تو اس کے مطابق اگر قبل ازیں اس پر بحث نہیں ہو سکی ہے تو اب ہو سکتی ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جو جناب نے ان کو آگاہ کیا ہے اور ان کی رہبری فرمائی ہے اس کے مطابق یہ Relief measure پر بحث شروع کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: میں سردار عارف صاحب سے کہوں گا کہ وہ Relief Measures کے بارے میں بتا دیں۔

وزیر مال: جناب والا! اس سلسلہ میں مختلف اوقات پر میٹنگ ہوئیں اور ان میں جناب وزیر اعلیٰ

پنجاب کے حکم کے مطابق جو فیصلے ہوئے میں وہ ایوان کے سامنے پیش کرتا ہوں' ہر بنک کو اضلاع مخصوص کر دیئے گئے ہیں تاکہ ہر بنک اپنے اپنے ضلع میں قرضوں کی تقسیم کا پوری طرح سے ذمہ دار ہوں۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ ہر ضلع میں جو آفت زدہ علاقے قرار دئے گئے ہیں وہاں بنک مقرر کر دئے گئے ہیں جو وہاں پر قرضہ جات فراہم کریں گے' اور وہاں قرضہ جات دینے کے لئے ان کے ساتھ ایک زراعت کا نمائندہ ہو گا' ایک نمائندہ محکمہ مال کا ہو گا اور ایک نمائندہ بنک کا ہو گا اور وہ ہر گاؤں میں جا کر 15 جولائی سے پہلے پہلے قرضہ جات ہر گاؤں میں دیں گے۔ بلا سود قرضہ کی حد اس وقت بارہ ہزار روپے سالانہ ہے جسے بڑھا کر 15 ہزار روپے سالانہ کر دیا گیا ہے۔ اور ایک ہزار روپیہ فی ایکڑ کی بجائے 15 سو روپے فی ایکڑ قرضہ دیا جائے گا۔ اور فصل خریف کے لئے 9 ہزار روپے' جن میں سے 6 ہزار روپے بصورت جنس اور 3 ہزار روپیہ نقد قرضہ دیا جائے گا۔ اور باقی ہزار روپیہ اگلی فصل ربیع میں مہیا کیا جائے۔

متاثرہ علاقوں میں ساڑھے بارہ ایکڑ سے پچیس ایکڑ والے کاشت کاروں کو بھی بلا سود قرضے مہیا کئے جائیں' یہ مخصوص قرضہ جات ان قرضوں کے علاوہ ہوں گے جن کی منظوری سٹیٹ بنک عام حالات میں کمرشل بنکوں کو دیتا ہے یعنی سٹیٹ بنک اس مد میں بنکوں کو مزید رقم مہیا کرے گا۔ اس ضمن میں وزیراعظم پاکستان کا بھی جواب جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کو موصول ہو چکا ہے۔ اور اس سلسلے میں بھی انہوں نے فرمایا ہے جو کہ یہاں اس ایوان کا سب سے بڑا مطالبہ تھا کہ بجلی کے بلوں کے سلسلے میں معافی کا اعلان یعنی ان کو Defer کیا جائے۔ اس سلسلے میں بھی حکم جاری ہو چکا ہے۔ کہ مارچ 1987ء سے ستمبر 1987ء تک جتنے بھی بل ہیں ان کو Defer کر دیا گیا ہے اور ان سے کوئی Leavy Charge یا -------

رانا پھول محمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! مسئلہ یہ نہیں تھا جو کہ وزیر مال صاحب فرما رہے ہیں' مسئلہ گندم کی خرید کا تھا اور ہم نے گندم کی خرید کے سلسلے میں وزیر اعلیٰ صاحب سے بات چیت بھی کی اور انہوں نے اطمینان بخش' تسلی بخش' حل تلاش کرنے کا جواب بھی دیا -------

جناب سپیکر: رانا صاحب سردار صاحب کو پہلے اپنی بات مکمل کرنے دیں ----

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ کہہ رہا ہوں ----

جناب سپیکر: رانا صاحب پوائنٹ آف آرڈر یہ نہیں ہے۔ I am sorry.

جناب سپیکر: سردار صاحب آپ وہ بات کریں کہ کمیٹی کو جو کام سپرد کیا گیا تھا' اس بارے میں آپ بات کیجئے۔ اس پر کیا فیصلہ ہوا؟

وزیر مال: اس سلسلے میں وزیر اعظم پاکستان کے سپیشل اسسٹنٹ مسٹر سرتاج عزیز اور سیکرٹری وزارت خزانہ حکومت پاکستان سے بھی رابطہ قائم کیا گیا ہے' تاکہ سٹیٹ بنک کی اجازت سے تمام کمرشل بنکوں کو مجوزہ سکیم کے بارے میں ہدایت جاری کی جائیں۔ اور وزیر اعلیٰ پنجاب انشاء اللہ تعالیٰ ان انتظامات کی منظوری حاصل کر لیں گے اور ہدایات جاری کروالیں گے۔ بعض علاقوں مثلاً" ٹوبہ ٹیک سنگھ' اور چشتیاں سے یہ شکایات موصول ہوئیں کہ ایسی گندم کی خرید میں بھی لیت و لعل سے کام لیا جا رہا ہے جو نقصان زدہ نہیں ہے اور حکومت کے مقرر کردہ معیار پر پوری اترتی ہے۔ ان علاقہ جات کے معائنہ کے بعد پتہ چلا کہ کاشت کاروں کی شکایت درست ہے۔ کیونکہ پاسکو کی خرید باردانہ کی کمی کی وجہ سے سست پائی گئی' اس مشاہدہ کے بعد دوبارہ اعلیٰ سطح کے اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا اور مزید ہدایت کی گئی کہ پاسکو اور محکمہ خوراک فوری طور پر مقررہ حدود میں آنے والی گندم کی خریداری کا بندوبست کریں اور اس قسم کی تمام گندم مقررہ مدت میں خرید کر لی جائے مزید یہ بھی طے پایا کہ مشینی کٹائی اور دھائی کی وجہ سے تھوڑے وقت میں گندم کی زیادہ مقدار منڈیوں میں پہنچ جاتی ہے۔ اس نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے گندم کی خرید کا پروگرام بنائیں اور باردانہ اور خرید شدہ گندم کی نقل و حمل کا بروقت بندوبست کریں۔ یہ تو جناب والا! کمیٹی کی رپورٹ تھی جو میں نے پیش کی ہے اس کے بعد جو اقدام گورنمنٹ نے فوری طور پر اٹھائے ہیں وہ میں ایوان میں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں ---

--

جناب سپیکر: یہ آپ گندم کی خرید کے بارے میں بات کریں گے؟

وزیر مال: جناب والا! گندم کی خرید کے بارے میں تو پالیسی بیان وزیر خوراک صاحب دیں گے۔

جناب سپیکر: گندم کی خرید کے بارے میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی اسی بارے میں آپ سے دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ باقی Relief آپ کا علیحدہ مسئلہ ہے۔ وہ تحریک استحقاق کے زمرے میں نہیں آتی۔

وزیر مال: جناب والا! گندم کی خرید کے متعلق وزیر خوراک جواب دے سکیں گے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! وزیر مال صاحب نے مجھے یہ فرمایا تھا کہ تمام کاشت کاروں اور زمینداروں پر ملکیت کی حدود قائم نہیں رکھی جائے گی اور ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے پھر اسے ایک مربع تک کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: اس تحریک استحقاق کے دائرہ کار میں یہ بات نہیں آتی' نہ ہی جناب وزیر مال کی بات اور نہ ہی آپ کی -----

رانا پھول محمد خان: جناب والا! معلومات کے دائرہ کار میں تو آتی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں آتی۔ اس وقت رانا صاحب تحریک استحقاق زیر بحث ہے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! میری ان سے گفتگو ہوئی ہے اور وزیر موصوف نے جو وعدہ فرمایا ہے وہ اگر اس سے منحرف ہوتے ہیں تو میرا اس سے استحقاق مجروح ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر: وہ اس کے بعد آپ بات کریں۔

رانا پھول محمد خان: پھر اس کے بعد میری بھی ضمنی تحریک استحقاق آ جائے گی۔

وزیر مال: رانا صاحب نے اس سلسلے میں جو نکتہ اٹھایا ہے میں اس کی تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔

جناب سپیکر: نہیں سردار صاحب آپ تشریف رکھیں اس کی ضرورت ہی نہیں ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ایوان میں جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی' اس کے ذمے یہ تھا کہ وہ یہ رپورٹ 21 تاریخ تک اس ایوان میں پیش کر دے اور معزز اراکین نے یہ تسلیم کیا تھا کہ ہم یہ رپورٹ 21 تاریخ تک ایوان میں پیش کر دیں گے۔ اس میں کمیٹی کی طرف سے یہ غفلت ہوئی ہے۔ کہ وہ رپورٹ جو ہے ایوان میں مقررہ 21 تاریخ تک پیش نہیں کی گئی' لیکن جہاں تک تحریک استحقاق کا تعلق ہے یہ فنی لحاظ سے تحریک استحقاق نہیں بنتی اس لئے کہ کمیٹی کی رپورٹ آئے بغیر بھی کوئی معزز اس مسئلے کو ایوان میں Agitate کر سکتا تھا' کسی وقت بھی اس کو Agitate کیا جا سکتا تھا' اس لئے میں اسے out of order قرار دیتا ہوں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کمیٹی کے ذمے جو

کام تھا وہ یہ تھا کہ وہ گندم کی خریداری کے سلسلہ میں جناب وزیر اعلیٰ سے مل کر کوئی حل نکالیں۔ لیکن جناب وزیر مال نے اور وزیر خوراک نے جتنی بھی گفتگو کی ہے اس میں کاشت کاروں کی اس مشکل کا کہیں پر ذکر موجود نہیں ہے' اس وقت جو مسئلہ زیر بحث آیا تھا وہ یہ تھا کہ یا تو تمام کی تمام گندم جو فروخت کے لئے کاشت کار پیش کرے گا وہ خرید لی جائے گی یا اس کے برابر ان کو اس کا معاوضہ دیا جائے گا۔ جس طرح ایک سرمایہ دار اپنی صنعت کو Sick declare کرواتا ہے تو اس کے تمام قرضہ جات اور سود وغیرہ معاف کر دیا جاتا ہے۔اسی طرح سے کاشت کاروں کے قرضہ جات بھی معاف کر دیے جائیں۔ جناب والا! اس سلسلہ میں کوئی حل اس ایوان کے سامنے پیش نہیں کیا گیا' جناب والا یہ ایک انتہائی سنجیدہ معاملہ ہے اور ہم اسے سنجیدگی سے لیں گے۔ اگر گندم کی خرید کے بارے میں کوئی واضح اعلان نہ کیا گیا یا کاشت کاروں کو معاوضہ دینے کے لئے کوئی واضح اعلان نہیں کیا گیا تو اس کو ہم اپوزیشن کے اراکین --- کیونکہ ہم نے عہد کیا ہوا ہے کہ ہم اس طبقہ کے غریب لوگوں اور کاشت کاروں کے لئے ---

وزیر خوراک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! آپ اس مسئلے پر اپنا فیصلہ دے چکے ہیں اور اس کا اعلان فرما چکے ہیں اور اس کے بعد یہ پھر کس رول کے تحت اسے Agitate فرما رہے ہے؟ انہیں منع فرمائیں۔

جناب سپیکر: یہ درست بات ہے کہ میں اس پر فیصلہ دے چکا ہوں اور آپ نے اس بارے میں جو رپورٹ تیار کی ہے وہ ان کو دی جا چکی ہے' آپ اسے دیکھیں اگر آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں تو ٹھیک ہے اور اگر آپ اتفاق نہیں کرتے تو آپ ان سے بات کریں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: بالکل ٹھیک ہے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں میں آپ کی رولنگ کے متعلق بات نہیں کر رہا یعنی 25 تاریخ تک پھر اس کے بعد 28 تاریخ تک کوئی تحریک یہاں پیش نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ یہ ہمارے بجٹ کا اجلاس تھا اور بجٹ پر بحث ہو رہی تھی کٹوتی کی تحریکیں چل رہی تھیں اور عام بحث ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ جس طریقے سے آج تک گورنمنٹ نے کوئی واضح اقدام نہیں کیا اور نہ ہی کمیٹی کو اعتماد میں لیا ہے۔ اور نہ ہی گندم کی خریداری کے سلسلے میں کوئی اقدام کیا ہے اور نہ ہی ان کے معاوضے کے متعلق کوئی اقدام کیا گیا ہے۔ اس کے پیش نظر ہم احتجاجاً واک

آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف کے اراکین نے واک آؤٹ کیا)

وزیر مال: پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب والا! میں یہ بات فخریہ کہہ سکتا ہوں کہ اس مسلم لیگ کی حکومت نے وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر ----

رانا پھول محمد خان: جناب والا! ہمارے اپوزیشن کے اراکین نے کاشت کاروں میں سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے واک آؤٹ کیا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی جواز تو نہیں بنتا۔ اس لئے میں قائد حزب اختلاف سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ بناوٹی واک آؤٹ سے واپس تشریف لے آئیں۔ ہم سب ان کی ہمدردیوں کے شکر گزار ہیں۔

جناب سپیکر: اب اس پر میں سمجھتا ہوں کہ ہم زیادہ وقت نہ لگائیں ہمارے پاس تحاریک استحقاق ہیں پھر تحاریک التوائے کار ہیں پھر ان پر مزید کارروائی بھی ہونی ہے۔

وزیر مال: جناب والا! مجھے صرف ایک منٹ دیا جائے-----

جناب سپیکر: میں سمجھتا ہوں کہ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ میاں محمد اسحاق کی تحریک استحقاق ہے۔ ان کے واک آؤٹ کرنے کی وجہ سے ہم اسے موخر کرتے ہیں۔ چودھری منظور احمد صاحب کی تحریک استحقاق نمبر53 ہے۔

چودھری منظور احمد: جناب سپیکر! وزیر قانون نے مجھے یقین دہانی کرا دی ہے تو اب یہ معزز ایوان کو بھی یقین دہانی کرا دیں تو میں فی الحال اسے پریس نہیں کرتا----

جناب سپیکر: آپ اس کو پریس نہیں کرتے ہیں؟

چودھری منظوری احمد: جی! میں اسے پریس نہیں کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر54 جناب ظفر اللہ چیمہ صاحب کی طرف سے ہے۔

وزیر قانون کا اختیارات سے تجاوز

جناب ظفر اللہ چیمہ : جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک مخصوص اور اہم معاملہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ وزیر قانون راجہ خلیق اللہ صاحب نے 200 سے زائد کلرک محکمہ قانون میں بھرتی کئے ہیں۔ وزارت قانون کے قلمدان کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اختیارات سے تجاوز کیا ہے۔ حالانکہ فیصلہ کے مطابق کلرکوں کی تقرری صرف کمیٹی ہی کر سکتی ہے۔ اس سے میرا اور تمام اراکین کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا غور کے بعد استحقاق کمیٹی کے سپرد معاملہ کیا جانا ضروری ہے۔

رانا پھول محمد خان : جناب سپیکر یہ تحریک استحقاق تو بنتی ہی نہیں یہ کس رولز کے تحت بنتی ہے۔ اس ضمن میں جو انسداد رشوت ستانی کمیٹی بنی ہوئی ہے یہ اس کو رجوع کریں تو زیادہ اچھا ہے۔ اس لئے یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔

چودھری لیاقت علی : جناب سپیکر یہ تحریک استحقاق بنتی ہے کیونکہ خود ہی تو فیصلہ ہوا ہے کہ کمیٹی ہی بھرتی کرے گی تو وزیر صاحب نے یہ کیسے بھرتی کئے ہیں۔

بیگم شاہین منور احمد : مسٹر سپیکر سر----

جناب سپیکر: جی! آپ اس پر کچھ فرمائیں گی؟

بیگم شاہین منور احمد : جی! اس پر اگر آپ مجھے اجازت دیں۔

جناب سپیکر: جی بیگم صاحبہ میں اس تحریک استحقاق کے محرک سے بات کرنا چاہتا ہوں----

بیگم شاہین منور احمد : اچھا جی اس کے بعد آپ----

جناب سپیکر: جی آپ اس پر کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

جناب ظفر اللہ چیمہ : جی سر----

جناب سپیکر: آپ کہہ چکے ہیں یا کہنا چاہتے ہیں----

جناب ظفر اللہ چیمہ : نہیں! میں کہنا چاہتا ہوں----

جناب سپیکر: تو میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ کیا تحریک استحقاق ہوئی ----

جناب ظفر اللہ چیمہ: کیوں سر ----

جناب سپیکر: آپ فرمائیں کہ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

جناب ظفر اللہ چیمہ: سر یہ ریکروٹمنٹ ایڈوائزری کمیٹیاں گریڈ 1 سے لے کر گریڈ 6 تک بنی ہیں ان کو یہ کام سونپا گیا ہے۔ یہی کلرکوں کی بھرتی یا درجہ چہارم ملازمین کی بھرتی کرتی ہیں۔ اگر منسٹر صاحبان نے ہی بھرتی کرنی تھی تو یہ جو ریکروٹمنٹ ایڈوائزری کمیٹیاں بنائی گئی ہیں ان کو ختم کر دیں سر اگر یہ بھی دیکھا جائے کہ اراکین نے ان کمیٹیوں میں یہ کام نہیں کرنا تو پھر بھی اس کا کوئی لائحہ عمل ہوتا ہے۔ ان کو چاہیے تھا کہ یہ باقاعدہ نشستوں کا اعلان کرتے' ایمپلائمنٹ ایکسچینج کی وساطت سے امیدواروں کو بلاتے اور باقاعدہ نوٹس لیتے۔

جناب سپیکر: جی ہو گئی آپ کی بات ----

جناب ظفر اللہ چیمہ: جی

جناب سپیکر: جناب راجہ صاحب کچھ کہنا چاہیں گے؟

رانا پھول محمد خان: جناب سپیکر! چونکہ میں بھی اس کمیٹی کا ممبر تھا اس لئے مجھے پوزیشن واضح کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر قانون و تعلیم: جناب سپیکر! میری پوزیشن کو خراب کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس لئے مجھے اب جواب دینے کا حق ہے۔

جناب سپیکر: جی

وزیر قانون و تعلیم: میری پوزیشن کو خراب کرنے کی بات کی گئی ہے جناب ----

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ تشریف رکھیں گے؟

رانا پھول محمد خان: میں روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کیوں روشنی ڈالنا چاہتے ہیں یہاں تو پہلے ہی روشنی کی کوئی کمی

نہیں۔

رانا پھول محمد خان: سر نہیں، اصل بات یہ ہے کہ 17- فروری کو ایک نوٹیفکیشن ہوا ----

جناب سپیکر: میں راجہ خلیق اللہ خان صاحب کو بات کرنے کے لئے کہہ چکا ہوں۔

رانا پھول محمد خان: سر ان سے پہلے میں کھڑا ہوا ہوں۔

جناب سپیکر: جی نہیں، میں جناب راجہ خلیق اللہ خان کو بات کرنے کے لئے کہہ چکا ہوں اگر آپ لازمی بات کرنا چاہتے ہیں تو ان کے بعد آپ کو اجازت دے دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و تعلیم: جناب سپیکر! مجھ پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ میں نے 200 جونیئر کلرکوں کی پوسٹیں اپنے حکم سے پر کی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ذاتیات پر اس اسمبلی میں بات نہیں ہونی چاہیے لیکن میں یہ کوشش کروں گا کہ نہ میں کسی پر کیچڑ اچھالوں اور نہ میں اپنے اوپر کسی کو کیچڑ اچھالنے کی دعوت دوں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ نہ صرف غلط ہے بلکہ حقائق کے خلاف ہے۔ میں بھی استعفیٰ آپ کو دے دیتا ہوں جناب ممبر بھی جنہوں نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے وہ بھی آپ کو استعفیٰ دے دیں۔ ھاؤس کی کوئی کمیٹی مقرر کر دیں ---- (نعرہ ہائے تحسین) اگر میں نے کوئی غیر قانونی آرڈر پاس کیا ہے تو میں اسی وقت استعفیٰ دوں گا اور ھاؤس کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ میں چیلنج کرتا ہوں وہ بھی آپ کو استعفیٰ دے دیں اور میں بھی استعفیٰ دیتا ہوں۔ جب سے کمیٹیاں بنی ہیں میں نے کوئی ایسا آرڈر نہیں کیا اور نہ ہی میرے آرڈر پر کوئی تقرری ہوئی ہے۔

چودھری لیاقت علی: جناب سپیکر! راجہ صاحب کی بات سننے کے بعد یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اگر ممبر نے غلط الزام لگایا ہے تو اس کی انکوائری ضرور ہونی چاہیئے۔ کیونکہ پہلے بات سننے کے بعد مجھے بھی رنج ہوا تھا کہ راجہ صاحب نے کیوں بھرتی کی ہے اگر ایسا نہیں کیا تو ممبر صاحب نے ایسا کیوں کیا ہے۔ اس کی انکوائری ہونی چاہیئے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و تعلیم: اگر وہ مسلم لیگ کے ممبر ہیں تو میں بھی مسلم لیگ کا ممبر ہوں اگر انہیں میری ذات سے اختلاف ہے تو میں ہر انکوائری کے لئے تیار ہوں جو چاہیں وہ سامنے لے آئیں، کوئی میری

ریکروٹمنٹ لے آئیں کوئی میری Appointment لے آئیں جب سے یہ کیٹیاں بنی ہیں تو میں حاؤس کے سامنے جوابدہ ہوں ---- (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: چیمہ صاحب راجہ صاحب کے اس واضح بیان کے بعد اب آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

جناب ظفر اللہ چیمہ: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے جب سے قلمدان سنبھالا ہے اگر انہوں نے یہ کلرک بھرتی نہ کئے ہوں تو میں بھی اپنا استعفیٰ پیش کرتا ہوں۔ یہ آپ کمیٹی بٹھا دیں جب سے انہوں نے قلمدان سنبھالا ہے ---- (قطع کلامیاں)

وزیر قانون و تعلیم: 200 سے زائد آسامیوں پر اگر کمیٹی بننے کے بعد ایک بھی میں نے appointment کی ہے جو انہوں نے الزام مجھ پر لگایا ہے تو میں استعفیٰ دے دوں گا - 200 یا 200 سے زائد جونیئر کلرک بھرتی کئے ہیں تب بھی استعفیٰ دوں گا۔

جناب سپیکر: جی آپ تشریف رکھیں۔ جناب راجہ صاحب آپ تشریف رکھیں گے؟ جناب چیمہ صاحب آپ تشریف رکھیں گے؟ رانا صاحب آپ کو میں نے کہا تھا کہ آپ اس کے بعد بات کر سکتے ہیں۔ آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

رانا پھول محمد خان: جناب والا! گزارش یہ ہے کہ ایک کمیٹی بنائی گئی -----

جناب سپیکر: اس مسئلے کا کوئی سلجھاؤ کرنا چاہتے ہیں؟

رانا پھول محمد خان: جی جی! میں تمام حاؤس کی تکلیف اسی مسئلے پر آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: ذرا دو منٹ میں کیجئے۔

رانا پھول محمد خان: جناب والا! ہر ضلع میں 17 فروری اور 18 فروری کو ایک نوٹیفکیشن جاری ہوا کہ 6 - گریڈ تک کے ملازمین کا تقرر کیٹیاں کریں گی ضلع میں جو ریکروٹمنٹ کیٹیاں چیف منسٹر صاحب نے بنائی ہیں۔ ان کیٹیوں کے بن جانے کے بعد محکمے کے کسی آفیسر اور کسی وزیر کو گریڈ 6 تک کوئی ملازم تعینات کرنے کا اختیار نہیں رہا۔ اگر فاضل رکن اس سلسلہ میں کوئی مثال پیش کرتے ہیں تو وہ

حق بجانب ہیں لیکن میں یہ گزارش کروں گا جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے کہ ان کے اس حکم کی پابندی نہیں کی گئی اور جس وزیر نے بھی کسی محکمے میں' جس افسر نے بھی کسی محکمے میں 6۔ گریڈ تک کی 17 فروری کے بعد تقرریاں کی ہیں وہ واپس ہونی چاہیں اور کمیٹیوں کو ان کے اوپر غور کرنا چاہیئے اگر یہ نہیں ہے ملائی کھائی جا چکی ہے اور چھاچھ باقی ہے۔

وہ کمیٹیوں کے ذمہ ہے۔ تقرریاں ہو چکی ہیں۔

میں کسی محکمے کا نام نہیں لیتا۔ اس لیئے اس پر عمل کرانا چاہیئے۔

جناب سپیکر: شکریہ رانا صاحب' تشریف رکھیں۔

وزیر مال: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ معزز رکن براہ مہربانی اپنی تحریک استحقاق واپس لے لیں۔

رانا پھول محمد خان: یہ خود ان کے خلاف تحریک استحقاق تیار کروا کر لائے ہیں۔ انہیں نہیں پتہ کہ ان کے خلاف بھی چلنے والے موجود ہیں۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں رانا صاحب۔

وزیر مال: میں یہاں قرآن پر حلف اٹھانے کے لیئے تیار ہوں کہ اگر میں نے ان کو کہا ہو کہ تحریک استحقاق لائی جائے۔ اگر میری طرف سے یہ بات ہوئی ہو تو میں استعفیٰ دے دوں گا۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز----- اس تحریک استحقاق پر نہ میں راجا صاحب کو استعفیٰ دینے کی اجازت دوں گا اور نہ چیمہ صاحب کو استعفیٰ دینے کی اجازت دوں گا اس معاملے کو میں فنی نقطہ نگاہ سے Take up کروں گا اور دیکھوں گا کہ تحریک استحقاق رولز کے مطابق ہے یا نہیں۔ رولز کے مطابق یہ پوزیشن ہے کہ جب کوئی وزیر

On the Floor of the House Contradict

کرے گا تو قواعد اور روایات یہ کہتی ہیں کہ منسٹر پر اعتبار کرنا پڑے گا۔ اس لیئے میں اس تحریک استحقاق کو خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں۔-----

حزب اختلاف نے علامتی واک آوٹ کیا ہے۔ ان کو میرے خیال میں بلا لینا چاہیئے۔ جناب وزیر قانون اس کو واپس لانے کے لیے جا رہے ہیں۔

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف کے اراکین ایوان میں داخل ہوئے)

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کو لیتے ہیں۔

حاجی غلام صابر انصاری: جناب سپیکر! میں نے ایک تحریک استحقاق دی تھی مجھے وقت دیا جائے کہ میں وہ پیش کر سکوں۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب، تحاریک استحقاق کو پیش کرنے کا ایک ضابطہ ہے ایک طریقہ کار ہے اور وہ یہ ہے کہ ------

حاجی غلام صابر انصاری: جناب سپیکر! مجھے یہ پتہ ہے کہ آج آخری دن ہے۔ اگر یہ آج پیش نہ کی گئی تو ہمارا یہ مسئلہ یوں ہی رہے گا۔

جناب سپیکر: اب اس کا کون جواب دے گا۔ آپ نے منسٹر صاحب کو پیش کر دی ہو گی لیکن انہوں نے اس کا جواب تو نہیں منگوایا ہو گا۔ اس کا جواب متعلقہ محکمہ سے فوری طور پر منگوایا ہوتا ہے بیشک بذریعہ ٹیلیفون منگوائیں۔ جواب آ جائے گا تو پھر وہ اس پوزیشن میں ہوتے ہیں کہ وہ ھاؤس میں جواب دے سکیں اب آپ اس وقت تحریک استحقاق پیش کریں گے تو اس کا فائدہ کیا ہو گا۔ وزیر متعلقہ اس کا جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔

حاجی غلام صابر انصاری: میاں صاحب بات یہ ہے کہ میں نے ایس پی قصور کے خلاف تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ ایس پی کا ہمیشہ ہمارے ساتھ یہی رویہ ہوتا ہے۔ میرے ساتھ نہیں سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہم نے کئی بار میاں صاحب کو کہا ہے کہ ان کو یہاں سے بدل دیں مگر ہماری کوئی شنوائی نہیں ہے۔ وہ جس کی چاہے بے عزتی کر دے۔ ان کی مرضی ہے کہ کسی کا کام کریں یا نہ کریں۔ وہ اپنی مرضی کرتے ہیں۔ میں تو یہاں وضاحت کرنا چاہتا تھا تاکہ معزز اراکین کو پتہ چلے کہ یہ ایس پی مسلم لیگ کے خلاف کیا کچھ کر رہا ہے؟ جب بھی ہم کہتے ہیں کہ یہ مسلم لیگ کے خلاف کام ہے تو کہتا ہے کہ میرے پیپلز پارٹی سے بھی تعلقات ہیں۔

جناب سپیکر: انصاری صاحب، اس کا فائدہ نہیں ہو گا۔

حاجی غلام صابر انصاری: یہ تو ہمارے معزز ایوان کی بدنامی ہے۔ جب وہ ہمارے لوگوں کے کام نہیں کرتا اور دوسروں کے کرتا ہے تو اس میں بے عزتی ہمارے معزز ایوان کی ہے۔ یہ ہمارا مطالبہ جائز ہے۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب والا! وہ اگلے سیشن تک موخر رہے گی یا ---؟

جناب سپیکر: کوئی حرج نہیں ہے۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب والا! جیسے آپ کی مرضی۔

جناب سپیکر: جس پر فیصلہ موخر کیا گیا ہے وہ اگلے سیشن تک التوا میں رہ سکتی ہے۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: جناب والا! اگر وہ مجلس استحقاقات کے سپرد کر دی جاتی تو زیادہ بہتر تھا۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! اس کو التواء میں رکھنا مناسب ہے۔

حاجی جمشید عباس تھہیم: ٹھیک ہے! جناب والا!

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! میں ادب کے ساتھ آپ سے استفسار کرنا چاہوں گا کہ جن تحاریک استحقاق پر آپ نے رولنگ کو ملتوی فرما دیا ہے ان پہ مزید دلائل اگلے اجلاس میں دینے کی اجازت دیں گے؟ کیونکہ ہمارے پاس اس تحریک استحقاق کے بارے میں کچھ اور مواد بھی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ بات کی جا سکتی ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: شکریہ! جناب سپیکر!

جناب سپیکر: یہ تحریک التوائے کار میاں محمد اسحاق صاحب کی طرف سے ہے۔

دریائے راوی میں ڈوبنے سے دو طلباء کی ہلاکت

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ جنگ مورخہ 11 اپریل 1987ء کے شمارے میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ دریائے راوی میں نہاتے ہوئے تین لڑکے ڈوب گئے۔ ایک لڑکا معجزانہ طور پر بچ گیا ہلاک ہونے والے دو طالب علموں کی نعشیں برآمد کر لی گئیں۔ ایک نعش نہیں ملی۔

سیرو تفریح انسان کا ایک فطرتی تقاضا ہے اور خاص کر نوجوانوں کے لئے تو نہایت ہی ضروری ہے۔ اب جبکہ سالانہ امتحانات کے بعد سکولوں میں چھٹیاں ہیں تو لازماً" خصوصاً" طالب علم ایسے مواقع پر سیرو تفریح کا پروگرام بناتے ہیں۔ ٹریفک کے دھویں، تنگ و تاریک گلیوں کے ماحول اور گنجان آبادیوں کی پر تعفن فضا سے نکل کر انسان کسی کھلی فضا میں کچھ وقت گزارنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے ہمارے شہر لاہور کے لیے دریائے راوی ایک ایسی اہمیت کا حامل ہے جہاں کہ خاص طور پر نوجوان صبح و شام سیر کے لیے جاتے ہیں اور اپنا کچھ وقت کھلی فضا میں گزارتے ہیں اور جوش و جوانی میں کئی ایک نوجوان کشتی کی سیر بھی کرتے ہیں اور کئی ایک کھلے پانی میں نہانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

یہ بات حکومت کے علم میں ہو گی کہ یہ واقع پہلا واقعہ نہیں۔ اس سے قبل بھی کئی ایک ایسے ہی روح فرسا واقعات ہو گزرے ہیں۔ آخر ماحول کی آلودگی کے ستائے ہوئے انسان کہاں جائیں۔ یہی ایک سستی تفریح ہے جہاں کہ انسان چند گھڑیاں گزار کر سکھ کا سانس لیتا ہے مگر حکومت نے ایسے واقعات کا سدباب کرنے کے لیے کوئی فوری انتظام نہیں کیا یا تو دریائے راوی پر باقاعدہ نہانے پر پابندی ہو یا پھر ایسے واقعات کی روک تھام کے لئے مناسب بندوبست ہونا چاہیئے وگرنہ عوام کے دلوں میں حکومت کے خلاف مزید غم و غصہ کی فضا پیدا ہو گی۔ لہذا اس مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب، آپ اس پہ کچھ فرمانا چاہیں گے؟

وزیر آبپاشی و برقیات: جناب سپیکر! فاضل میاں صاحب نے جس واقعہ اور جس خبر کو تحریک التوائے کی بنیاد بنایا ہے اس سلسلہ میں میں یہ عرض کروں گا کہ دریاؤں اور نہروں پر سیرو تفریح کے لیے جانا عوام کا حق ہے اور یہ ان کی اپنی صوابدید پر ہے کہ وہ ان میں چھلانگیں لگاتے ہیں یا ان کو تیراکی آتی ہے یا نہیں۔ اس میں گورنمنٹ کا کوئی سروکار نہیں بنتا۔ اس کے لیے میں رول 67 کی تحت

ضمن 3 میں درج ہے۔

Rule 67 (C) The motion shall relate to a matter which is primarily the concern of Government or a statutory body under the control of Government or tie a matter in which the Government have a substantial financial interest.

جناب والا! اس میں کوئی محکمانہ کوتاہی نہیں پائی جاتی' ویسے بھی لوگوں کو خبردار کرنے کے لئے دریاؤں کے ساتھ ساتھ لکھا ہوتا ہے کہ " اس میں نہانا منع ہے " اور اس قسم کی " خلاف ورزی کرنا بھی منع ہے " اور یہ مسئلہ بھی فوری نوعیت کا نہیں ہے' اس لئے میں جناب میاں صاحب سے عرض کروں گا کہ اس کلاز کی روشنی میں اس تحریک التوائے کار پر زور نہ دیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب اس میں گورنمنٹ کا عمل دخل نہیں ہے۔

میاں محمد اسحاق صاحب' تحریک استحقاق 21

سرکاری مسلم لیگ سے تعلق نہ رکھنے والے قانونی مشیر کی برطرفی

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں آپ کی اجازت سے یہ تحریک پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے روزنامہ " جنگ " میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ سرکاری مسلم لیگ میں شامل نہ ہونے پر حکومت نے مختلف اداروں میں کام کرنے والے بیس (20) قانونی مشیروں کو برطرف کر دیا ہے' اور مزید قانونی مشیروں کو جو کہ سرکاری مسلم لیگ میں شامل نہیں ہیں ان کے خلاف بھی ایسی ہی کارروائی کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ پاکستان ایک آزاد اسلامی ریاست ہے ہر شخص کو یہاں آزادی کے ساتھ کام کرنے کا قانونی حق ہے' موجودہ حکومت مسلم لیگ کی حکومت ہے اور مسلم لیگ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی میراث ہے' اس لئے یہ حکومت اپنے آپ کو بانی پاکستان کی اصل وارث گردانتی ہوئی نہیں تھکتی لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ کیا موجودہ مسلم لیگی حکومت انہیں اصولوں پر عمل پیرا ہو رہی ہے جن سنہری اصولوں پر چل کر بانی پاکستان نے حکومت کی تھی نہ صرف انہوں نے ان سنہری

اصولوں پر چل کر حکومت کی تھی بلکہ انہوں نے پاکستان کے بدترین دشمنوں کے دلوں پر بھی حکومت کی تھی۔ اگر لوگ کثیر تعداد میں مسلم لیگ میں شامل ہوتے تھے تو اس میں مسلم لیگ کی بے داغ قیادت' اعلیٰ اصول اور ایک واضح پروگرام شامل تھا جن سے موجودہ مسلم لیگی حکومت خالی ہے' بانی پاکستان کے وقت میں کسی ایک شخص کو بھی مسلم لیگ میں جبراً" بھرتی کرنے کی مثال نہیں ملتی' اب حکومت اپنی اس بے بسی پر پردہ ڈالنے کے لئے ہر طریقہ واردات کو جائز قرار دے رہی ہے۔ اس طرح جبری بھرتی اور انتقاماً" انخلا سے حکومتوں کی ساکھ نہیں بنا کرتی بلکہ الٹا عوام میں حکومت کے خلاف نفرت اور حقارت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو کہ ایسی کارروائیوں سے مزید پرورش پا رہے ہیں' للہذا اس مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

جناب سپیکر: جی' راجہ صاحب! کیا ارشاد فرمائیں گے؟

وزیر قانون: جناب والا! میاں اسحاق صاحب نے مسلم لیگ کے لئے جن اچھے خیالات اور ہمدردی کا اظہار کیا ہے اس کے لئے میں ان کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ اور مجھے توقع ہے کہ انشاء اللہ وہ آئندہ بھی ہماری مسلم لیگ کا خیال رکھیں گے۔ بہرحال جس خبر کا حوالہ آپ نے دیا ہے وہ درست نہیں ہے' کسی بھی قانونی مشیر کو اس کی جگہ سے اس لئے نہیں ہٹایا گیا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل نہیں ہوا' یہ بات غلط ہے۔ میں آج اس ایوان میں کھڑا ہو کر کہتا ہوں کہ اگر کسی ایک قانونی مشیر کو اس لئے ہٹایا گیا ہو کہ اس نے مسلم لیگ کے فارم پر دستخط کرنے سے انکار کیا ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ بے بنیاد ہے اور سراسر زیادتی ہے۔ اس مسئلہ میں محکمہ کا تعلق ہے۔ اگر محکمہ کسی کو اچھا سمجھتا ہے تو اس کا تقرر کرتا ہے اور جس کو برا سمجھتا ہے نہیں کرتا' اگر سمجھتا ہے کہ اس کے تقرر سے محکمہ کو نقصان پہنچے گا تو اسے ہٹا دیتا ہے اگر سمجھتا ہے کہ اس کی تقرر سے ڈیپارٹمنٹ کو فائدہ پہنچے گا تو اس کا تقرر کرلیتا ہے۔ یہ تو ڈیپارٹمنٹ کی صوابدید ہے کہ جسے چاہے رکھے جسے چاہے نہ رکھے۔ اس میں نہ تو کوئی مسلم لیگ کا تعلق ہے اور نہ آپ کا کوئی تعلق ہے' جو کچھ آپ نے اخبار میں پڑھا ہے وہ نہ صرف غلط ہے بلکہ حقیقت سے بہت دور ہے' ہم نے کسی کو یہ نہیں کہا کہ تم مسلم لیگ میں آؤ ہم تمہیں قانونی مشیر دیں گے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ "مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ"

(نعرہ ھائے تحسین)

چودھری محمد رفیق: جناب والا! وزیر قانون میاں محمد اسحاق صاحب کی اس تحریک سے آپ غلط

اندازے لگا بیٹھے ہیں' میاں صاحب نے تو اس مسلم لیگ کی تعریف کی تھی جس نے یہ پاکستان بنایا تھا نہ کہ موجودہ سرکاری مسلم لیگ کی جس کو چور دروازے سے اقتدار ملا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب کے بیان کے بعد اب آپ کے پاس کوئی دستاویزی ثبوت ہے جس سے ان کے بیان کی تردید کی جا سکتی ہے۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں نے اخبار کی خبر سے یہ حوالہ دیا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں اس پہ انحصار نہیں کیا جا سکتا' کوئی دستاویز ہے جس پر انحصار کیا جا سکتا ہو۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! اس سے پہلے بھی کئی دفعہ یہ یقین دھانی کروائی گئی تھی کہ ہم اپنے یونٹوں کو کارڈ تقسیم نہیں کریں گے اور اس میں کئی افراد کو کارڈ تقسیم کئے گئے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب اس کا اس تحریک التوائے کار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میری عرض سنیں اور مجھے بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب میں وہ بات کرنے دوں گا جو جائز ہے' اس میں آپ نے تحریک التوائے کار پیش کی ہے وزیر متعلقہ نے اس کی تردید کی ہے کہ اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' اب رولز یہ ہیں روایات یہ ہیں کہ تحریک التوائے کار پر وزیر متعلقہ کی تردید آ جانے کے بعد' اگر آپ کے پاس کوئی دستاویزی ثبوت ہے ان کو جھٹلانے کے لئے تو پھر آیئے بسم اللہ کیجئے' اگر آپ کے پاس کوئی دستاویزی ثبوت نہیں ہے تو پھر منسٹر کے بیان کو ماننا پڑے گا اور اس کو ماننے کی بناء پر آپ کی تحریک التوائے کار کو مسترد کرنا پڑے گا۔

(نعرہ ھائے تحسین)

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں ان کی بات پر یقین کرتا ہوں مگر اخباروں میں یہ جو خبر شائع ہوتی ہے آخر کار یہ بھی تو خبر کہیں نہ کہیں سے لیتے ہیں' یہ دفاتر سے لیتے ہیں' کہاں سے لیتے ہیں؟

جناب سپیکر: مجھے افسوس ہے میاں صاحب اگلی تحریک التوائے کار آپ کی ہے بیگم صاحبہ تشریف رکھیے' جی آپ پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ کہنا چاہتی ہیں؟ فرمایئے۔

بیگم نجمہ حمید: پوائنٹ آف آرڈر سر۔ جناب والا! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اخباروں میں بھی

انہوں نے تحریک التوائے کار Move کرنے کے لئے خود دیا تھا دوسرے دن پھر انہوں نے اپنی تحریک التوائے کار Move کر لی۔

جناب سپیکر: میاں صاحب اگلی تحریک التوائے کار آپ کی ہے۔

کلرکوں کی ہڑتال کے باعث عوام کو شدید مشکلات اور پریشانی

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ نوائے وقت مورخہ 16 اپریل 1987ء کے شمارہ میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ صوبائی دارالحکومت میں کلرکوں کی ہڑتال کے باعث کوئی سرکاری کام نہ ہو سکا جن کی وجہ سے عوام کو کام کرنے کے لئے شدید مشکلات اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔

کلرک کسی بھی محکمہ میں ریڑھ کی ہڈی کا کام کرتے ہیں کیونکہ حکومتیں تو صرف پالیسیاں وضع کرتی ہیں اور ان پر عملدرآمد کلرک حضرات ہی کے تعاون سے ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ لوگ ایسا انتہائی قدم اٹھانے پر کیوں مجبور ہوئے؟ اخباری اطلاعات کے مطابق ان کا سرفہرست مطالبہ اعلیٰ افسروں اور چھوٹے کلرکوں کی تنخواہوں میں واضح فرق کو دور کرنا ہے۔ کیونکہ اعلیٰ افسروں کو معقول تنخواہوں کے علاوہ رہائش اور سواری وغیرہ کی بھی وافر سہولتیں میسر ہیں جبکہ ماتحت عملہ کو اپنی زندگی کی گاڑی چلانے کے لئے گی بندھی تنخواہ پر ہی گزارا کرنا پڑتا ہے۔ تنخواہوں کے اس واضح فرق کی وجہ سے چھوٹے طبقہ کے ملازم مہنگائی کے بوجھ تلے پس کر رہ گئے ہیں۔ اور اعلیٰ آفیسر مزید خوشحال ہو گئے ہیں جو کہ حکومت کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ فضا کی گھٹن کسی بڑے طوفان کی آمد کا اشارہ ہوا کرتی ہے پیشتر اس کے کہ کلرک حضرات کے عدم تعاون کی وجہ سے حکومت کی مشینری کا شیرازہ بکھر جائے اور عوام میں مزید غم اور نفرت کی لہر دوڑ جائے اس بے بس مخلوق کے مطالبات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا پڑے گا کیونکہ اگر ایک دفعہ عوام میں حکومت کے خلاف نفرت کا لاوا پھٹ پڑا تو کسی کے سنبھالے نہ سنبھل سکے گا اور حکومت خود نوشتہ دیوار بن کر رہ جائے گی۔ لہذا اس مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب آپ اس پر کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر قانون: جناب والا! اس تحریک التوا میں کئی باتیں کہی گئی ہیں یہ کہا گیا ہے کہ اپریل کو ہڑتال ہوئی تھی جس سے سرکاری کام بند ہو گیا تھا اس کے بعد اس طوفان کا بھی پیش خیمہ بقول ان کے اس میں لکھا ہوا ہے کہ ان کو جو تنخواہیں اور الاؤنسز ملتے ہیں وہ اتنے کم ہیں کہ شاید کوئی طوفان اٹھائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ٹیکنیکلی بھی یہ تحریک التوائے کار قابل غور نہیں ہے اور پھر مارچ کے بعد کوئی ہڑتال بھی نہیں ہوتی اس کے بعد جناب وزیر خزانہ نے 4 جون کو الاؤنسز کا اعلان بھی کر دیا ہے اور ملازمین کو میڈیکل الاؤنس کا بھی اعلان کیا ہے ہاؤس رینٹ کا بھی اعلان کیا ہے اور تنخواہوں کو 20 فیصد سے بڑھا کر 30 فیصد کرنے کا بھی اعلان کیا ہے آج تمام کلرک صاحبان آرام سے کام کر رہے ہیں فوری نوعیت کا معاملہ نہیں ہے لہٰذا میں اس تحریک التوائے کار کو خلاف قاعدہ سمجھتا ہوں۔

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! جب کلرک صاحبان ہڑتال کریں گے تو پھر وزیر موصوف ان کے مطالبات پر ہمدردانہ غور فرمائیں گے۔ کیا اس ملک میں ہڑتال کرنا لازمی ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب آپ میرے خیال میں اس کو پریس نہیں کرتے ہیں؟

میاں محمد اسحاق: جناب والا! اگر آپ نے اسے خلاف ضابطہ قرار دینا ہے تو دے دیں۔

جناب سپیکر: اس سے اگلی تحریک التوائے کار نمبر 23 ہے۔

جناب محمد صدیق انصاری: پوائنٹ آف انفارمیشن میاں صاحب نے یہ خبریں خود ہی لگوائی ہوتی ہیں اور پھر ان پر وہ تحریک التوائے کار دے دیا کرتے ہیں اس لئے وہ پریس نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: جی میاں صاحب۔ اگلی تحریک التوائے کار۔

آتش بازی سے دو افراد کی ہلاکت

میاں محمد اسحاق: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر غور لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ نوائے وقت مورخہ 15 اپریل کے شمارہ میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ آتش بازی سے 2 افراد ہلاک اور 40 زخمی ہو گئے۔

یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ اس سے پیشتر بھی آتش بازی سے جانی و مالی نقصانات کے کئی ایک

واقعات ہو گزرے ہیں جو کہ حکومت کے علم میں بھی ہیں آتش بازی کی اسلام میں سخت ممانعت ہے یہ ایک ہندوانہ رسم اور ثقافت کا حصہ ہے جس کی اس اسلامی مملکت میں قطعاً" کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مگر حکومت ہے کہ جان بوجھ کر اس خطرناک کاروبار کو رکوانے کے لئے آنکھیں بند کئے ہوئے ہے بلکہ میں یہ کہونگا کہ یہ کاروبار ہوتا ہی حکومت کے ایماں پر ہے۔

آتش بازی کے واقعات خاص طور پر مذہبی تہواروں مثلاً" شب برات' شب معراج اور ایسے ہی دوسرے مواقع پر ہوتے ہیں کیا حکومت بنانے والوں کو نہیں جانتی؟ کیا اس کو فروخت کرنے والے کوئی بند کمروں میں فروخت کرتے ہیں بلکہ یہ پر خطر کاروبار کھلے عام ہوتا ہے اور مذہبی تہواروں کے موقع پر ہوتا ہے جن سے چند لوگ تو اپنی تجوریاں بھرتے ہیں مگر کئی ایک گھرانوں کے چراغ ہمیشہ کے لئے گل کر جاتے ہیں اس کاروبار سے نہ صرف یہ کہ جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے بلکہ ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کے ذہنوں میں اب یہ بات سرایت کر چکی ہے کہ آتش بازی مذہبی تہوارات کا لازمی جز ہے جس سے ہماری ثقافت اور مذہبی تہواروں کی مقدسیت کو سخت دھچکا لگ رہا ہے اور ایسے روح فرسا واقعات سے حکومت کے خلاف عوام میں نفرت اور غصہ کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں اگر اس خونی کاروبار کو رکوانے کے لئے کوئی لائحہ عمل اختیار نہ کیا گیا تو آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی لہذا اس مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! یہ افسوس ناک واقعہ بدقسمتی سے شب برات کے دن پیش آیا اور یہ میرے فاضل دوست کا کہنا کہ حکومت کا قصور ہے سراسر غلط ہے کوئی ایسا قانون نہیں جو آتش بازی کو ختم کرنے کے لئے ہو یہ ایگزیکٹو آرڈر کے تحت سیکشن 144 دو یا تین دن پہلے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لگا دیتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ کہ آتش بازی لاہور میں' نہ بکے ویسے آتش بازی کا بنانا میونسپل میں ایگزیکٹو آرڈر کے تحت قطعی طور پر منع ہے یہ ایک حادثہ تھا حادثہ ہر جگہ پر کسی نہ کسی وجہ سے ہو جاتا ہے حکومت ٹریفک کے قوانین بھی بناتی ہے اور ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے کئی دفعہ حادثے میں جان بحق ہو جاتے ہیں تو یہ حکومت کا قصور نہیں ہوتا۔

جناب فضل حسین راہی: تو کیا یہ اپوزیشن کا قصور ہو گا؟

وزیر جنگلات: جناب والا! میں یہ ضرور کہوں گا کہ اگر اپوزیشن غیر قانونی بات کرے گی تو شاید حادثے کا شکار ہو جائے۔

جناب والا! جو قانون بنائے ہوتے ہیں ان کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو پھر حادثہ ہوتا ہے تو حادثے کی یہ وجہ نہیں ہوتی کہ گورنمنٹ کا کوئی قصور ہے تو میں میاں صاحب کے گوش گزار کروں گا کہ یہ بالکل حکومت کا قصور نہیں حکومت چاہتی ہے کہ آتش بازی نہ بنے اور نہ فروخت ہو۔ اور یہ بھی چاہتی ہے کہ مذہبی طور پر آتش بازی غیر اسلامی ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ اس پر اگر کوئی قانون سازی ہو جائے اور ہم کوئی ایسے قوانین پاس کریں کہ یہ آتش بازی بند ہو سکے عام طور پر شب برات کے روز لوگ خوشی کے طور پر آتش بازی کا استعمال کرتے ہیں اور یہ حادثات ہو جاتے ہیں اس میں حکومت کا کوئی قصور نہیں میں میاں صاحب سے کہوں گا کہ وہ یہ تحریک التوائے کار واپس لے لیں یہ بنتی نہیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

میاں محمد اسحاق: جناب ایک منٹ! جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہونگا کہ قانون سازی کرنا حکومت کا کام ہے یا حزب اختلاف کا؟ اگر اس کے خلاف کوئی قانون بنانا ہے تو وہ وزیر موصوف کی طرف سے آنا چاہیے اور لاء اینڈ آرڈر اور جتنی بھی یہ خطرناک چیزیں ہو رہی ہیں ان کو روکنا حکومت کا کام ہے اگر اس میں کوئی سقم ہے تو یہ اس کے لئے کوئی قانون سازی کریں۔ میں نے پہلے بھی اس معاملے میں ایک تحریک التوائے کار پیش کی تھی۔

جناب سپیکر: میاں صاحب - آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کو یہ عرض کرتا ہوں کہ تحریک التوائے کار بڑے ہی خاص حالات میں' بڑے ہی غیر معمولی حالات میں اور ایسے حالات میں کہ تحریک التوائے کار کے بغیر جس کا اور کوئی مداوا نہیں ہو سکتا اس پر تحریک التوائے کار پیش کی جاتی ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہاؤس کے تمام کام کو بند کر دیں فوری طور پر کارروائی آج کل جاری ہے جو بزنس چل رہا ہے اس کو بند کر دیں اس کو روک دیں اور یہ جو بہت ہی غیر معمولی واقعہ ہے بہت ہی بڑا واقعہ ہے اس کو میں زیر بحث اور ایوان کی توجہ چاہتا ہوں سارا کام بند کر دیجئے تو میاں محمد اسحاق صاحب آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو واقعات آپ نے اپنی تحریک ہائے التوائے کار کا موضوع بنائے ہیں میں نہایت ادب سے آپ سے یہ عرض کروں گا کہ یہ کسی لحاظ سے بھی جو گورنمنٹ کے روزانہ کے انتظامی معاملات ہوتے ہیں تو تحریک التوائے کار کا موضوع نہیں بنتے جو پالیسی کے معاملات ہوتے ہیں وہ تحریک التوائے کار کا موضوع نہیں بنتے تو یہ روزمرہ کے انتظامی

معاملات ہیں۔

I am sorry it is ruled out of order

جناب محمد رفیق: اس طرح سے تو پھر تحریک التوائے کار بن ہی نہیں سکتی ہے۔

جناب سپیکر: بہرحال اس کی یہی صورت ہے جو میں نے آپ کو عرض کر دی ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ کل موشن کو نوٹس جاری کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: وہ بہت ضروری ہے اور اس پر بڑی سنجیدگی سے غور ہو رہا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! اس میں یہ فائدہ ہو گا کہ اتنی زیادہ جو تحریک ہائے التوائے کار آ جاتی ہیں ان کا مقصد تو صرف یہی ہوتا ہے کہ حکومت کی توجہ اس مخصوص معاملے کی طرف دلائی جائے تاکہ حکومت اس بارے میں کوئی کارروائی کر سکے۔ تو اس کے لئے آپ ذرا غور فرمایئے۔

جناب سپیکر: تو آپ اس بات کی قدر کریں گے کہ باوجود اس کے کہ آپ کی تحریک التوائے کار اس قابل ہیں کہ ان کو چیمبر میں ختم کر دیا جائے۔ میاں محمد اسحاق صاحب کی جو تحریک التوائے کار تھی میں نے جان بوجھ کر حکومت کی توجہ دلانے کے لئے ان کو پڑھوایا ہے۔

میاں محمد اسحاق: جناب والا! میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جب ملک میں یہ واقعات رونما ہوتے ہیں جہاں بھی ہوتے ہیں تو عوام کی ان کے متعلق کیا رائے ہیں؟

جناب سپیکر: آپ کی یہ بات درست ہے میاں صاحب ان کی طرف حکومت کی توجہ مرکوز ہو گی۔
جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب تحریک التوا نمبر 26 پیش کریں گے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب سپیکر! اس بارے میں میں یہ گزارش کرنی چاہوں گا کہ میری ایک تحریک التوا کار نمبر 148 ہے جو کہ ایک انتہائی اہم واقعہ کے متعلق ہے۔ اگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے مجھے وہ تحریک پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: کون سی تحریک التوا کار ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : 148 نمبر ہے۔ جو ضلع لیہ کے مقام چوبارہ پر پولیس کی فائرنگ سے تین افراد قتل ہوئے اور ان لوگوں کو جنازہ پڑھائے بغیر دفن کیا گیا۔

جناب سپیکر: اس میں میں جناب وزیر قانون اور اس معزز ایوان سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا وہ اس بات کے حق میں ہیں کہ قواعد کو معطل کرتے ہوئے ان کی اس تحریک التوا کار کو پہلے لیا جائے۔

آوازیں: نہیں۔ نہیں

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب سپیکر! کرم فرمایئے یہ انتہائی اہم معاملہ ہے۔ جناب سپیکر! ظلم و تشدد کی ایک نئی تاریخ لکھی جا رہی ہے۔ آدمیوں کو وحشیانہ طور پر قتل کیا گیا۔ ان کا جنازہ پڑھائے بغیر ان کو دفن کیا گیا۔ ان کی لاشیں ان کے وارثان کے سپرد نہیں کی گئیں۔ ان کے زخموں میں کیڑے پڑ چکے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ رولز دیکھئے۔ کیا میں نے رولز کے عین مطابق کارروائی کی ہے؟ آپ کی اس تحریک کہ آپ کی تحریک التوا کو بغیر باری کے لیا جائے۔ میں نے باقی کارروائی روک کر ھاؤس کی مرضی دریافت کی ہے جو کہ میں ھاؤس کی مرضی سے اس کو بغیر باری کے لے سکتا ہوں۔ ھاؤس نے اس کی اجازت نہیں دی۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب والا ! وزیر قانون نے مخالفت نہیں کی سالار صاحب نے مخالفت کی ہے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون مخالفت کریں یا نہ کریں ھاؤس کی منشا مجھے چاہیئے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب سپیکر! ملاحظہ فرمایئے یہ کتنا اہم معاملہ ہے۔

جناب سپیکر: جناب جنجوعہ صاحب یہ میرے اختیار سے باہر ہے میں Take up کر نہیں سکتا۔ یہ ھاؤس کی مرضی پر منحصر ہے۔ نمبر 26 پیش کریں۔

کوٹ لکھپت جیل میں سیاسی قیدیوں سے ناروا سلوک

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے

والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر غور لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ لاہور کے ایک کثیر الاشاعت روزنامہ کے 22 اپریل 1987ء کے شمارہ میں ملک کے انتہائی ذمہ دار پارلیمنٹیرین کا مضمون " سیاسی قیدیوں کا مسئلہ " کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ جس کے مطابق پنجاب کی جیلوں میں 76 سیاسی قیدی مختلف المیعاد سزائیں بھگت رہے ہیں۔ ان قیدیوں کی سزا کی زیادہ سے زیادہ مدت 43 سال اور کم سے کم 10 سال ہے۔ یہ وہ سیاسی کارکن ہیں جو کسی اخلاقی جرم اور دہشت گردی کے الزام میں جیلوں میں نہیں گئے۔ بلکہ انہیں سیاسی نظریات اور سیاسی وابستگیوں کی بنا پر زنداں خانوں میں رکھا گیا ہے۔ ان میں سے اکثر یہ مارشل لاء کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے پمفلٹ شائع کرنے اور مارشل لاء کے خلاف جدوجہد کرنے کے الزامات ہیں جو طویل عرصہ سے عقوبت خانوں کی سختیاں اور اذیتیں سہتے سہتے بیماریوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ ریڈیو پاکستان کے سابق سنیئر پروڈیوسر نذر بلوچ فیصل آباد جیل میں دماغی توازن کھو چکے ہیں۔ اور جیل کے پاگل خانہ میں بغیر علاج کے سزا کاٹے جا رہے ہیں۔

لاہور کوٹ لکھپت جیل میں ایک دانشور آصف بٹ گردن کے پیچھے ہڈی میں شدید درد میں مبتلا ہے۔ جاوید اختر ناک کی ہڈی بڑھ جانے کی وجہ سے سانس تک لینے سے قاصر ہے۔ جیل کے ڈاکٹروں نے آپریشن تجویز کیا ہے مگر آپریشن نہیں کروایا گیا۔ مسعود اقبال خان اور کامران حیدر رضوی کافی عرصہ سے بیمار ہیں۔ حامد سعید ہپا جلد اور دل کے مرض کا شکار ہیں۔ میاں جہانگیر ایڈووکیٹ گردے کے درد' حکیم اعجاز ہڈیوں کے ٹی بی' صوفی حمید امین بلڈ شوگر' ذرا محمد بینائی کی کمزوری' یوسف خٹک اور رڈن بابر معدے کے السر۔ صابر حسین گلے کے غدود کی تکلیف۔ عابد ارشاد جوڑوں کے درد سے بے بس ہو چکے ہیں۔ سنٹرل جیل میانوالی میں محمد الطاف قریشی گردے کی پتھری اور پٹھوں کے درد' نعیم اختر کی ڈاکٹروں کی غفلت کی وجہ سے ایک ٹانگ کمزور ہو چکی ہے۔ سنٹرل جیل بہاولپور میں محمد سعید قریشی' عبدالرزاق باجوہ' محمد اصغر' شیخ گل محمد' حافظ نصرت دین' اسلم لدھیانوی مختلف بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ ان کے علاوہ میجر آفتاب اور طلعت جعفری شدید بیمار ہیں۔ سنٹرل جیل ملتان میں پنجاب کے سابق گورنر ملک غلام مصطفٰے کھر کو کئی بار دل کا دورہ پڑ چکا ہے۔

سنٹرل جیل فیصل آباد میں رفیع ملک پرویز اقبال مسیح اور ریاض ساجد سنگین بیماریوں میں مبتلا ہیں ان کا مناسب علاج نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ان سے مشقت لی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں ستم ظریفی یہ ہے کہ موجودہ سول حکومت مارشل لا دور کے سزا یافتہ سیاسی قیدیوں کی سزا میں تخفیف تک نہیں کر

سکتی اور نہ ہی ان کے انڈر ٹرائل پیرڈ کو قید میں شمار کر سکتی ہے۔ اس مضمون کے مندرجات کا مطالعہ کرنے سے صوبہ بھر کے سیاسی کارکنوں کا انسانی حقوق کی انجمنوں اور قیدیوں کے عزیز و اقارب میں شدید اشتعال اور تشویش پائی جاتی ہے۔ لہٰذا استدعا ہے کہ اس انتہائی اہم مسئلہ پر بحث کرنے کی غرض سے اسمبلی کی کارروائی کو ملتوی کیا جائے۔

وزیر جنگلات (سردار عارف رشید): جناب سپیکر! میں اس تحریک التوائے کار کے فنی پہلوؤں کو میں پہلے لیتا ہوں۔ اگر اس تحریک کو پڑھا جائے تو سب سے پہلے یہ عیاں ہوتا ہے کہ کسی ایک Specific قیدی کے متعلق بات نہیں ہے۔

This is not a matter of specific instance.

دوسری اس میں یہ بات ہے کہ یہ قیدی عرصہ دراز سے جیلوں میں ہیں۔ اور باقاعدہ سزا یافتہ ہیں۔ یہ سیاسی قیدی نہیں ہیں۔ یہ سزا یافتہ قیدی ہیں اور ان کو کافی عرصہ سے قید کی سزا ہوئی ہے۔ باقاعدہ ان کا کیس چلا ہے۔ عدالت نے اس کو سزا دی ہے۔

جناب والا! تیسری بات یہ ہے کہ اس مسئلہ پر اسی سیشن میں کٹ موشن پر بھی بحث ہو چکی ہے۔ اسی سیشن میں بجٹ پر بھی بحث ہو چکی ہے تو قواعد و ضوابط کے تحت فنی لحاظ سے یہ تحریک التوا نہیں بنتی۔

سید اقبال احمد شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں قواعد انضباط کار کے قاعدہ 69 کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں:

(1) " اگر سپیکر کی رائے یہ ہو کہ وہ معاملہ جسے زیر بحث لانے تجویز پیش کی گئی ہے باضابطہ ہے تو وہ بیان پڑھ کر اسمبلی کو سنائے گا اور دریافت کرے گا کہ آیا رکن کو تحریک التوا پیش کرنے کی اجازت ہے۔ اور اگر اعتراض اٹھایا جائے تو سپیکر ایسے ارکان سے جو اجازت دیئے جانے کے حق میں ہوں اپنی اپنی نشستوں پر کھڑے ہونے کی درخواست کرے گا"

(2) " اگر اپنی نشستوں پر کھڑے ہونے والے ارکان کی تعداد اسمبلی کے کل ارکان کی تعداد کے 1/2 سے کم ہو تو سپیکر اس رکن کو مطلع کر دے گا کہ اسے اسمبلی کی طرف سے اجازت نہیں دی گئی - اور

(3) اگر اتنے ارکان جن کی تعداد اسمبلی کے کل ارکان کے 1/2 سے کم نہ ہو کھڑے ہو جائیں تو سپیکر یہ اعلان کرے گا کہ اجازت دے دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: آپ قاعدہ 65 پڑھیں۔

سید اقبال احمد شاہ: سپیکر کی رضامندی سے کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: میں اس تحریک التوا کے بارے میں کہوں گا کہ اس پر قاعدہ نمبر 65 کا اطلاق ہوتا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! ایک دو منٹ کے لئے اس کی Admissiblility پر بات کرنے کی مجھے اجازت دیں۔

جناب سپیکر: Admissibility پر بات کرنے کی اس لئے اجازت نہیں دی جا سکتی کہ تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! صرف دو منٹ چاہیں۔

جناب سپیکر: تحریک التوا کار کا وقت ختم ہو رہا ہے اس پر ایک منٹ بھی وقت نہیں بڑھ سکتا۔ تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

میاں محمد افضل حیات: جناب والا! آج وقت بڑھانے کے لئے کہا گیا تھا۔

جناب سپیکر: میاں صاحب' آج صورت یہ ہے کہ آپ کو علم ہے کہ اس بجٹ اجلاس کا آج آخری روز ہے اور ہم نے اس کو آج ڈیڑھ بجے Prorogue کرنا ہے۔ میں آپ کے اور سب صاحبان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ جناب چیف منسٹر بھی آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان: آپ کو "چیف منسٹر" کی بجائے " قائد ایوان " کہنا چاہیئے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب کے کہنے پر میں صحیح کرتا ہوں کہ قائد ایوان آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ جناب وزیر قانون بھی غالباً" دو چار منٹ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ جناب قائد حزب اختلاف بھی دو چار منٹ آپ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔

MINISTER FOR LAW : Allow me to lay on the Table of the House :-

"The List of MPA's elected on the Senates of the following Universities in pursuance of the Powers delegated by the House to the Leader of the House and the Leader of the Opposition under Rule 121 (1) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab, 1973 :-

(1) University of the Punjab, Lahore.
(2) Bahauddin Zikariya University, Multan.

(3) University of Engineering & Technology, Lahore
(4) University of Agriculture, Faisalabad.
(5) Islamia University of Bahawalpur.

Mr. SPEAKER : The list of MPA's elected on the Senates seats has been laid on the Table of the House.

MINISTER FOR LAW : Mr Speaker, please allow me to lay on the Table of the House:-

"The list of MPA's elected on the Standing Committee on Revenue and Public Accounts Committee No. I under Rule 121 (1) read whith Rule 124 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab, 1973.

Mr. SPEAKER : "The list of MPA's elected on the Standing committee of Revenue and Public Accounts committee No. I under Rule 121 (1) Read with Rule 124 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab, 1973." Has been laid on the Table.

چاول اور کپاس کی فصلوں پر ادویات کے ہوائی سپرے سے متعلقہ قرارداد کے بارے میں مجلس خصوصی کی رپورٹ کا پیش کیا جانا

بیگم شاہین منور احمد: جناب سپیکر! میں خصوصی کمیٹی کی رپورٹ پیش کرنے کی اجازت چاہوں گی۔

جناب سپیکر اجازت ہے۔

بیگم شاہین منور احمد: یہ خصوصی کمیٹی کی رپورٹ ہے۔ مجلس نے قرارداد کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل کے ساتھ غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ چاول اور کپاس کی فصل پر ادویات کا ہوائی سپرے رعایتی نرخوں پر اشد ضروری ہے۔ جس سے کاشتکاروں کے مفاد کی نگرانی کے ساتھ ساتھ قومی مفاد بھی وابستہ ہے۔ لہٰذا مجلس نے متفقہ طور پر سفارش کی کہ چاول اور کپاس کی فصلوں پر موثر ادویات وقت پر اور متعلقہ زمینداروں کی نگرانی میں بذریعہ ہیلی کاپٹر ہوائی سپرے رعایتی نرخوں کروانے کا انتظام کیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ رپورٹ پیش کر دی گئی ہے۔

بیگم شاہین منور احمد: آپ سے ایک گزارش تھی کہ پچھلے اجلاس میں ایک قرارداد میں نے پیش کی تھی جو پرائیویٹ ہسپتالوں کی Standardization کے متعلق تھی۔ وہ قرارداد میرے پاس موجود ہے۔ اس میں میں نے درجہ بندی' ان کی عمارت اور سازو سامان کے متعلق کہا تھا۔ لیکن جو کاپی آپ کی اسمبلی نے مجھے بھیجی ہے جو انہوں نے محکمہ صحت سے وصول کی ہے' وہ میں آپ کے سامنے پیش کروں گی اور اس کے ساتھ آپ سے درخواست کروں گی کہ اس کے متعلق کچھ کیا جائے۔ میری قرارداد ساتھ ہی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے یہ حکومت پنجاب کے انڈر سیکرٹری ہیں۔ انہوں نے کہا ہے:

I am directed to inform you that a Bill for registration of private hospitals diagnostic units has been sent to the cabinet's approval

آپ سے گزارش یہ ہے کہ میری قرارداد تھی' جو ایوان کی طرف سے متفقہ طور پر منظور ہوئی تھی یہ اس کا Terms of Reference نہیں ہے۔ جو انہوں نے بڑھایا ہے اور نہ ہی مجھے اس کے ساتھ Associate کیا گیا ہے۔ اسمبلی کے آفس کے ساتھ بار بار رابطہ قائم کرنے کے باوجود چٹھی ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ سے آئی۔ تو اس کے متعلق آپ کیا حکم دیں گے۔ یا اس کے متعلق کیا کیا جائے؟

جناب سپیکر: بیگم صاحبہ ہم اس میں کیا کر سکتے ہیں؟

بیگم شاہین منور احمد: میں یہی آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہوں کہ جو قرارداد ایوان کی طرف سے متفقہ طور پر منظور ہو تو اس کو پھر آگے آپ حکومت کو بھیج دیتے ہیں۔ تو اس میں کیا طریقہ کار ہونا چاہیے؟

جناب سپیکر: تو متعلقہ محکمہ اس کا نوٹس لے گا۔

بیگم شاہین منور احمد: تو آپ ہی ان سے یہ کہیں گے کہ جو قرارداد تھی' وہ اور ہے اور یہ جو انہوں نے جواب دیا ہے' یہ اور ہے۔

جناب سپیکر: یہ میں کہہ رہا ہوں کہ جو متعلقہ محکمہ ہے' وہ ان کی قرارداد کا مناسب نوٹس لے۔

بیگم نجمہ حمید: (پارلیمانی سیکرٹری صحت) اگر انہوں نے غلط جواب بھیجا ہے تو ہمارے ہیلتھ منسٹر صاحب میٹنگ کر رہے ہیں اور انہیں جلد صحیح جواب مل جائے گا۔

جناب سپیکر: آپ اس کا نوٹس لیں گی؟

بیگم نجمہ حمید: جی ہاں۔ ہم نے نوٹس لیا ہے۔

بیگم شاہین منور احمد: شکریہ۔ یہ معزز ایوان میں یقین دہانی ہو گئی۔

جناب سپیکر: اب ہمارے پاس جو ایجنڈا ہے' اس میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ پر بحث ہمارے پاس بقایا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے' آج اس اجلاس کا آخری دن بھی ہے۔ اس میں قائد ایوان بات کرنا چاہتے ہیں' وزیر قانون صاحب بات کرنا چاہتے ہیں' قائد حزب اختلاف بات کرنا چاہتے ہیں اور میں بھی دو منٹ آپ سے لینا چاہتا ہوں۔ تو کیا خیال ہے کہ دوسری کارروائی کی بجائے اس کو Wind up کریں؟ جی شاہ صاحب۔

سید طاہر احمد شاہ: جناب سپیکر! اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں پر بحث بہت اہم مسئلہ ہے اسمبلی کی کارروائی کا Schdule تھا اس کی وجہ سے خاصا وقت نہیں مل سکا میں آپ کی وساطت سے ایوان سے یہ اپیل کروں گا کہ باقی دیگر امور جو آپ نے فرمائے ہیں کہ قائد ایوان صاحب ایوان سے خطاب فرمائیں گے۔ اور قائد حزب اختلاف بھی خطاب فرمائیں گے۔ جس طریقے سے ماضی کے اجلاسوں میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپوٹوں پر بحث جاری تھی میں یہ آپ سے اور آپ کی وساطت سے ایوان سے اپیل کروں گا کہ وہ اس پر بحث جاری رکھے۔ یا آپ کارروائی کا وقت بڑھا دیں یا شام کا اجلاس کر لیں کیونکہ ہم اپنی بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: میں نے اس لئے ھاؤس سے دریافت کیا ہے آپ کی رائے ہے مولانا صاحب آپ کیا عرض کرنا چاہتے ہیں؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا یہ اتنا اہم مسئلہ ہے۔ اور اس کا ہمارے کندھوں پر

بوجھ ہے اور ہمیں اپنے کام کو سنجیدگی سے سرانجام دینا ہے پہلے دو دن رکھے گئے تھے لیکن ایک دن ہمارے وزیراعظم کی تشریف آوری کی وجہ سے وہ کارروائی نہیں ہو سکی۔ اور بہت کم وقت میں بعض اراکین اسمبلی نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اب تین اجلاس ایسے گذر گئے تین اجلاسوں کے بعد اب اس اجلاس میں دو دن رکھے گئے ہیں۔ اور یہ آخر میں رکھے جاتے ہیں۔ اور آخری دنوں میں ایسی کارروائیاں ہوتی ہیں کہ وقت نہیں بچتا قواعد کو معطل کر کے ایک آدھا گھنٹہ اس پر بحث کے لئے ملا تھا لیکن اس پر بحث مکمل نہیں ہو سکی۔

جناب سپیکر: آپ اس پر بات کر چکے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: میں ابھی بات مکمل نہیں کر سکا میں ابھی تقریر کر رہا تھا کہ وقت ختم ہو گیا اس کے بعد وقت بڑھایا گیا لیکن میری بات جاری تھی -----

جناب مظہر الحسین المعروف چن پیر: اس دن وقت ختم ہو گیا تھا بعد میں پانچ منٹ اور بڑھائے گئے اور مولوی صاحب نے اپنی تقریر مکمل کر لی۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب آپ تشریف رکھیئے۔ مولانا صاحب تشریف رکھیے۔ اس کا کوئی حل نکالتے ہیں۔ راجہ صاحب " آپ کو کیا اس پر اعتراض ہے کہ اس کو اگلے اجلاس میں ممبران چاہیں گے تو پھر ہم اس پر بحث کر لیں گے۔

وزیر قانون: کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے اگلے اجلاس کے شروع میں ہی اس کو کر لیں گے۔

میاں محمد افضل حیات: درست ہے۔

سید طاہر احمد شاہ: میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ آئندہ اجلاس میں اسلامی مشاورتی کونسل کی رپورٹوں کو زیر بحث لایا جائے گا اس دن باقی ماندہ تمام کارروائی کو معطل کر کے پھر اس پر بحث کریں گے اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں پر بحث ہونی چاہیے تاکہ ارکان ------

جناب سپیکر: شاہ صاحب اس روز جس روز اسلامی کونسل کی رپورٹوں پر غور ہو گا اس روز میں ہاؤس سے دریافت کرلوں گا کہ وہ اور کوئی کاروائی چاہتے ہیں یا نہیں اگر نہیں چاہتے

تو ہم قواعد کو معطل کر کے ہم اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں پر غور کریں گے۔

وزیر قانون: آپ کی مہربانی ہے جس طرح چاہتے ہیں کر لیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ چودھری صاحب آپ تشریف رکھیے۔ میاں صاحب آپ اپنی اختتامی تقریر کرنا چاہیں گے؟

چودھری محمد رفیق: جناب والا! ایک بات کرنی ہے جو سب کے فائدہ کے لئے ہے۔ میں اس وضاحتی نکتہ پر آپ کی رولنگ چاہوں گا۔ جو رپورٹ اس ایوان کی میز پر رکھی جاتی ہے کیا اس رپورٹ کے ساتھ Circulation ضروری نہیں ہے۔ یا صرف زبانی کہہ دینا کافی ہے کہ رپورٹ ایوان کی میز پر رکھی گئی ہے۔

جناب سپیکر: میں اس پر رولنگ دوں گا آپ تشریف رکھیں۔ راہی صاحب آپ تشریف رکھیں گے میں قائد حزب اختلاف کو تقریر کے لئے دعوت دے چکا ہوں۔ آپ اپنے قائد کو بات کرنے کی اجازت نہیں دے رہے۔

جناب افضل حسین راہی: جناب والا! جس طرح ہم لوگوں نے بجٹ اجلاس کے لئے محنت کی ہے اسی طرح ہمارے اسمبلی سیکرٹریٹ کے ملازمین نے بھی بہت اوور ٹائم لگایا ہے وہ رات بارہ بارہ بجے تک دس دس بجے تک وہ کام کرتے رہے۔ کیونکہ اب جناب وزیر اعلیٰ خطاب فرمانے لگے ہیں ان ملازمین کو ایک مہینے کی تنخواہ بطور اعزازیہ دیا جائے یہ میں جناب سپیکر آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ ان کو بطور اعزازیہ ایک ماہ کی تنخواہ دے دی جائے۔

جناب سپیکر: جی درست ہے۔ میاں محمد افضل حیات صاحب۔

میاں محمد افضل حیات: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ سیشن نہایت اہم سیشن ہوتا ہے۔ اور اس میں ہم نے اپنی تھوڑی تعداد کے باوجود پوری کوشش کی ہے کہ کسی قسم کی کوئی کمی نہ رہ جائے اور جو حکومت کی کوتاہیاں یا غلطیاں ہیں ان کی ہم مکمل طور پر نشان دہی کریں۔ جناب والا! یہ ایک محنت طلب کام ہے۔ جس پر ہم نے پورا مہینہ لگایا ہے۔ اور میں سب سے پہلے اپنے ساتھیوں کا شکرگزار ہوں جنہوں نے اس

مسئلہ میں پوری کوشش کی اور تنقید برائے تنقید نہیں کی بلکہ تنقید برائے تعمیر کی ہے۔ اور ہم نے یہ کوشش کی ہے اور میرے ساتھیوں نے پوری محنت کر کے یہ کوشش کی ہے کہ ہم خواہ مخواہ حکومت کے راستہ میں روڑے نہیں اٹکا رہے بلکہ ہم وہ باتیں کر رہے ہیں جو برائے اصلاح ہیں۔ اور ہم نے کئی معاملات میں ہم نے ان کو کئی تجاویز پیش کی ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں اور ہمارا پورا یقین ہے کہ حکومت نے اور وزراء نے اپنی جوابی تقریر میں زیادہ اس کی طرف توجہ نہیں دی لیکن اب عملی طور پر ان تجاویز کو دیکھیں گے۔ اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ جناب والا ! میں یہاں پر خاص طور پر وزیر قانون کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس دفعہ خاص طور پر بڑی لگن اور کوشش سے کام کیا ہے اور بڑی جدوجہد دکھائی ہے اور انہوں نے ایوان کا Decourem اور فضا کو بہتر رکھنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ جناب والا ! یہاں پر میں آپ کا بھی شکر گزار ہوں آپ نے کئی مراحل پر بگڑتے ہوئے حالات کو سنبھالا ہے اور اس کو صحیح سمت کی طرف لے کر گئے ہیں۔ جناب والا ! میں پنجاب اسمبلی کے سیکریٹریٹ کا بھی شکرگزار ہوں انہوں نے ہمارے ساتھ بہت تعاون کیا ہے اور جس چیز کی ہمیں ضرورت محسوس ہوئی ہے انہوں نے اس کو فراہم کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور میں ان سے یہ درخواست کروں گا آپ اسمبلی سیکریٹریٹ کے ملازمین کو جنہوں نے دن رات کام کیا ہے آپ ان کو اس اوورٹائم کا پورا معاوضہ ادا کریں۔ جناب والا ! ہم نے ادھر آپ نے آئینی اور قانونی حقوق کی بات کی ہے۔ اور ہماری جو آئینی اور قانونی ذمہ داریاں تھیں ان کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم نے اس سے باہر ذرا قدم نہیں رکھا اور ہم حکومت سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ حزب اختلاف کو جو آئینی اور قانونی حقوق ہیں وہ ان کا مکمل طور پر خیال رکھیں گے۔ اور ان کو یہ حقوق ملتے رہیں گے۔ شکریہ۔

(تالیاں)

وزیر اعلیٰ پنجاب کی اختتامی تقریر

وزیر اعلیٰ پنجاب (میاں محمد نواز شریف): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر و معزز اراکین اسمبلی ! بجٹ کے اس اجلاس کے حوالے سے میں خود چاہتا تھا کہ کچھ اظہار کروں میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع فراہم کیا۔ جناب سپیکر ! میں آپ کی

وساطت سے اس معزز ایوان کے معزز اراکین' خواہ وہ حکومتی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں یا حزب اختلاف سے تعلق رکھتے ہیں' ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے بجٹ میں بھر پور حصہ لیا اور اپنی تجاویز سے نوازا اپنی تنقید سے ہماری رہنمائی کی اور اپنی تائید سے ہمارا حوصلہ بڑھایا۔ (تالیاں)

ان کی گرانقدر تائید' اور تجاویز میں موجود واضح خلوص کا میں دلی طور پر ان کا شکرگزار ہوں اور ان سب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ خصوصی طور پر حزب اختلاف کا کہ جنہوں نے بڑی تعمیری تنقید کی اور میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ پنجاب گورنمنٹ کے زمرے میں آتا ہے انشاء اللہ ان تمام تجاویز پر عمل کرنے میں کوتاہی نہیں کی جائے گی۔ (نعرہ ھائے تحسین)

جناب سپیکر! میں آپ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جس تدبر سے آپ اس ایوان میں ممبر صاحبان کی رہنمائی کرتے ہیں' ان کو مواقع فراہم کرتے ہیں' یقیناً" آپ کی راہنمائی میں انشاء اللہ یہ ایوان بہترین روایت قائم کرے گا۔ (نعرہ ھائے تحسین) اور ہر آنے والا اجلاس انشاء اللہ پہلے سے بہتر ثابت ہو گا۔ میں آپ کے ساتھ ساتھ آپ کے اسمبلی کے دوسرے سٹاف کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اس کاوش میں بھرپور حصہ لیا (نعرہ ھائے تحسین)

جناب سپیکر! بجٹ کے اس اجلاس میں بڑی سیر حاصل گفتگو ہوئی اور جیسے میں نے ابھی عرض کیا کہ تمام ممبران نے اس میں بھر پور حصہ لیا۔ وزراء نے اپنے اپنے موضوعات پر اسے Wind up کیا اور ان کے جوابات و اعتراضات کا جواب دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام تفاصیل کے اندر دوبارہ جانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن چند ایک ضروری امور پر میں ضرور کچھ کہنا چاہوں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ انتخابات غیر جماعتی بنیادوں (non-party basic) پر منعقد ہوئے۔ اس میں کوئی باقاعدہ منشور نہیں تھا۔ ہر ایک معزز رکن اپنا اپنا لوکل سطح کا منشور لے کر ووٹ حاصل کر کے منتخب ہوا اور اس معزز ایوان میں اپنی نشست پر بیٹھا۔ لیکن جب مسلم لیگ کی حکومت قائم ہوئی تو ایک جامع پروگرام کے تحت بھرپور ترقیاتی عمل کا آغاز کیا گیا اور آج پنجاب کی ہر گلی' ہر محلہ اور ہر گاؤں میں یہ بات کی جاتی ہے کہ جتنا ترقیاتی عمل اس دو سالہ دور میں ہوا ماضی میں کبھی نہیں ہوا۔ (نعرہ ھائے تحسین) جگہ جگہ سکول' کالج' ہسپتال' ڈسپنسریاں' رورل ہیلتھ سنٹر' بیسک ہیلتھ یونٹس'

بجلی، پانی اور دوسرے ترقیاتی کام جس تیز رفتاری سے ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں یقیناً ماضی میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ بہت سی جمہوری حکومتیں پہلے بھی آئیں اور بڑے بلند بانگ قسم کے نعرے بھی انہوں نے کئے لیکن عملی طور پر انہوں نے کیا کیا اور نہیں کیا۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ معزز ایوان اس کو بخوبی جانتا ہے۔ آج دیہی علاقے کی ترقی کی جو رفتار ہے وہ بھی عروج پر ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دیہی علاقے کے اندر جو اس وقت توجہ دے رہے ہیں وہ ماضی میں کبھی نہیں دی گئی اور ماضی میں میں سمجھتا ہوں کہ دیہاتی علاقے کے ساتھ نا انصافی کی گئی۔ ہماری دیہات آبادی ستر فیصد کے لگ بھگ ہے اور آج 72 فیصد کے لگ بھگ بجٹ کا حصہ دیہات کی ترقی پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ ماضی میں بھی آبادی کا تناسب زیادہ تھا آہستہ آہستہ یہ تناسب دیہاتوں کے حق میں بدلتا رہا۔ اب ستر فیصد دیہاتی آبادی ہے اور تیس فیصد شہروں کی آبادی ہے۔ لیکن ماضی کے اندر دیہات کی آبادی اسی 80 فی صد، پچاسی 85 فی صد تھی اور صرف شہروں کی آبادی دس پندرہ بیس فیصد کے لگ بھگ ہوا کرتی تھی لیکن یہ کیا وجہ ہے کہ ماضی کے اندر دیہات کے لئے جو رقومات مختص کی جاتی تھیں وہ چالیس فیصد سے زیادہ نہیں ہوا کرتی تھیں۔ اور ساٹھ فیصد شہروں پر خرچ کیا جاتا تھا۔ تو اس تناسب کا ماضی کے اندر کیوں نہ خیال رکھا گیا؟ آبادی کے تناسب سے فنڈز کی تقسیم اسی تناسب سے ہونی چاہیئے تھی لیکن آج ہمیں فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری ترجیحات ہیں وہ صحیح ہیں اور جہاں پر حق بنتا ہے زیادہ رقم خرچ کرنے کا وہیں پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ اس سے کیا تاثر ملتا ہے کہ ماضی میں زبانی جمع خرچ زیادہ ہوتا رہا۔ ڈرامہ زیادہ رچایا جاتا رہا لیکن حقدار کو اس کا حق نہیں ملتا رہا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مسلم لیگ کی حکومت نے عوام کی امنگوں کے مطابق ان کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے بجٹ کو تشکیل دیا اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہ صرف ترقیاتی عمل یعنی یہ جو گھر گھر سکول، کالج کی میں نے بات کی ہے، گھر گھر جو ہیلتھ سنٹر اور دوسری چیزوں کی میں نے بات کی ہے ہم نے اپنے اس بجٹ میں وہ طبقے جو کہ محرومی کا شکار تھے۔ وہ لوگ جن کو سر چھپانے کے لئے جگہ نہیں ملتی تھی، وہ بے گھر لوگ جن کے بال بچوں کا مستقبل روشن نہیں تھا ان کے بارے میں نہ صرف سوچا بلکہ عملی کام کیا ہے۔ جس کا منہ بولتا ثبوت ہمارا بجٹ ہے۔ اس میں اتنی کثیر رقم ہم نے صرف اور صرف غریب لوگوں کی

بہتری اور فلاح و بہبود کے لئے رکھی ہے۔ میں نے عرض کیا ہے کہ کوئی منشور نہیں تھا۔ ہم نے اپنے الیکشن کے وقت کوئی ایسا وعدہ عوام سے نہیں کیا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کے اندر کبھی تو وقت آئے گا جب یہ جھوٹے وعدے اور سبز باغ دکھانے کی جو روایات ہیں ان کو بدلنا پڑے گا۔ ان فرسودہ نظریات سے کبھی تو ہمیں چھٹکارا حاصل کرنا پڑے گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آج وقت آچکا ہے۔ جناب سپیکر! کہ ہم ان تمام فرسودہ چیزوں کو اپنے اقتصادی فلسفہ سے ہمیشہ کے لئے دیس نکالا دے دیا ہے اور ہم نے جن تمام چیزوں کی بات کی ہے تو ان کو کر کے دکھایا ہے ہم نے غریبوں اور یتیموں کی بات کی ہے تو ان کو سات مرلہ زمین دے کر دکھایا ہے اور آج پنجاب کو کم از کم یہ فخر ہے کہ اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے اگر ہم نے تین لاکھ پلاٹ بیس ہزار پلاٹ اس سال کے اندر ہم نے تقسیم کئے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) ہم نے اگر کچی آبادیوں کی بات کی ہے تو ان لوگوں کو نہ صرف مالکانہ حقوق دئے ہیں بلکہ اس کے لئے ایک کثیر رقم ان کے ترقیاتی کاموں کے لئے بھی مختص کی ہے۔ اور آج اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے جس رفتار سے ان دو سالوں میں کچی آبادیوں کے اندر ترقیاتی کام ہوئے ہیں ماضی کے 35 سالوں میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اور وہ لوگ خوش ہیں۔ ان کے چہروں پر رونق ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سلسلہ آئندہ بھی انشاء اللہ جاری رہے گا۔

جناب سپیکر! ہم نے جمہوریت کی بات کی ہے تو عملی طور پر جمہوریت قائم کر کے دکھائی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب گذشتہ جمہوری دور تھا تو جمہوریت کی بات کی جاتی تھی۔ جمہوریت کے جو نام نہاد چیمپین تھے وہ بات کرتے تھے لیکن لگاتار ملک کے اندر ہنگامی حالات نافذ رہے۔ آج جب ہم نے اپنی اس جمہوریت کا آغاز کیا ہے تو کوئی مارشل لاء تھا' نہ کوئی ہنگامی حالات اور نہ کوئی اور کسی قسم کی پابندی تھی۔ ہم نے تمام بنیادی حقوق بحال کئے ہیں۔ پریس کو آزاد کیا ہے اور ہر قسم کی شہری آزادی دے رکھی ہے۔ آج میں سمجھتا ہوں کہ جلوس اور جلسے ہمارے حزب اختلاف والے بھائی کھلے عام کرتے ہیں۔ آج تک ہم نے کسی کو کوئی موقع نہیں دیا کہ وہ تنقید کر سکے کہ حکومت نے یہ ناجائز قسم کی پابندی عائد کر رکھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں آج شاید جو بڑے سے بڑے جمہوریت کے جو چیمپین ہیں وہ بھی شاید یہ بات نہیں کر سکیں گے' ان میں بھی کم از کم یہ سوجھ بوجھ پیدا ہو چکی ہے۔ کہ ہاں اس حکومت

نے صحیح طریقہ سے جمہوریت کا آغاز کیا ہے۔ لیکن جناب سپیکر! ہم صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے ہیں شرافت کو ہم نے رائج ضرور کیا ہے اور اپنی سیاست کے اندر اس کو بنیاد بنانے کی کوشش کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس پر ہم خوش نہیں ہیں۔ اور یہ سب کچھ جو کہ ہم نے کیا ہے یہ کافی نہیں ہے۔ ابھی بہت کچھ کرنا باقی رہ گیا ہے۔ یہ تمام ترقیاتی عمل ایک طرف' یہ شرافت کا تمام تصور (Image) ایک طرف' اگلا جو تین سالہ ترقیاتی پروگرام جو کہ بن رہا ہے وہ ایک طرف لیکن معاشرتی اور سماجی ناانصافیاں' وہ ایک طرف۔ اگر ہم نے ابھی تک کچھ نہیں کیا تو وہ صرف سماجی اور معاشرتی ناانصافیوں کو ختم کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا۔ ظلم اسی طرح سے جاری ہے' جس طرح سے وہ پہلے تھا' بے راہ روی اسی طرح سے ہے جس طرح وہ پہلے تھی' لیکن میں یہ بھی نہیں کہتا ہوں کہ اس کی تمام تر ذمہ داری ہمارے کندھوں پر عائد ہوتی ہے۔ یہ جو سالہا سال سے صورت حال بگڑتی رہی ہے' یہ اس کا نتیجہ ہے' لیکن جناب والا! ہم اس سے قطعاً" غافل نہیں ہیں' ہم اپنے فرض کو اچھی طرح سے پہچانتے ہیں۔ اور آج میں اس معزز ایوان کے سامنے اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے یہ بھی ساتھ ہی کہنا چاہتا ہوں کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ سماجی نا انصافیوں کو ہم وہاں سے ختم نہ کر دیں۔ میرے سامنے اور کوئی Priority نہیں ہے۔

جناب سپیکر! ترقیاتی عمل بھرپور طریقہ سے چل رہا ہے اور انشاء اللہ یہ چلتا رہے گا۔ لیکن اس شرافت کا کیا فائدہ جہاں پر قتل و غارت ہو جہاں پر غنڈہ گردی ہو' جہاں بدمعاشی' فحاشی ہو اور جہاں پر غریبوں کی بچیاں اغوا کی جاتی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ حکومت بجا طور پر یہ تمام ذمہ داری قبول کرتی ہے۔ لیکن یہی سوچ لینا کہ حکومت اس ذمہ داری کو قبول کرتے ہوئے صرف حکومت ہی اس کو ختم کرے گی۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کے ساتھ نا انصافی ہے۔ اس میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد یا طبقات جو ہیں' ان کا بھی اتنا ہی اس میں حصہ ہے جتنا حکومت کا ہے اور اس میں سرفہرست ہمارے اخبارات' پریس ہے' ان کا بھی یہ اتنا ہی فرض ہے جتنا کہ حکومت کا فرض ہے۔ اگر بے راہ روی کی بات کریں تو آئے دن ہم پریس کے اندر اپنے خلاف تنقید دیکھتے ہیں' اخبارات کے اداریے تنقید سے بھرے پڑے ہوتے ہیں' لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ایک دوڑ لگی ہوئی ہے۔ آئے دن آپ دیکھتے ہیں کہ خوبصورت اور تہلکہ مچا دینے والی عورتوں کی تصویریں شائع

کی جاتی ہیں۔ جناب سپیکر! چند دن پہلے جب یہاں لاہور کے اندر ایک 9 سالہ بچی اغوا ہوئی اور اغوا کرنے کے بعد اس کو بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا گیا' اس کی لاش کو گھر سے تھوڑے فاصلہ پر پھینک دیا گیا اور جب وہ لاش ملی' تو میں وہاں پر خود ان کے گھر تعزیت کے لئے گیا' تو وہاں پر رونگٹے کھڑے کر دینے والا منظر تھا۔ میری یہ خواہش تھی کہ کچھ پریس والے خود جا کر دیکھتے' کہ یہ بے راہ روی کا نتیجہ ہے۔ کہ آئے دن جب لوگ خوبصورت تصاویر دیکھتے ہیں اور اخبارات میں تہلکہ مچا دینے والی خبریں پڑھتے ہیں اور یہ تمام چیزیں جب وہ دیکھتے ہیں تو یقیناً" ان کا ذہن اس طرف جاتا ہے۔ تو میں صرف اپنے پریس سے ایک سوال دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ یہ تصاویر بے راہ روی کو ختم کرنے کے لئے چھاپتے ہیں' یا اپنے اخبارات کی اشاعت کو بڑھانے کے لئے چھاپتے ہیں۔ اور پھر حکومت کی ذمہ دار ٹھہرا دینا' کلی طور پر حکومت پر یہ ذمہ داری ڈال دینا کہ حکومت ہی ان تمام چیزوں کا محاسبہ کرے اور نوٹس لے اور ان کو ختم کرے' تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی زیادتی ہے۔ میں اپنے پریس والوں سے بھی کم از کم یہ گزارش کروں گا کہ وہ اپنے اشتہارات اور اپنی دوسری چیزوں سے کچھ تھوڑی بہت جگہ اپنے اخبارات کے لئے بچا کر' وہ براہ مہربانی لوگوں کی تربیت' لوگوں کی تعلیم اور ان کی کردار سازی پر بھی توجہ دیں۔ اس طرف بھی توجہ دے کر مقالے لکھیں' ایسے کچھ اشتہارات چھاپیں کہ جن کو پڑھ کر لوگ یہ محسوس کریں کہ ہاں انہوں نے بھی ایک پاکستانی کی حیثیت سے' ایک اچھے شہری کی حیثیت سے اپنا فرض ادا کرنا ہے۔ مجھے یقین ہے انشاء اللہ کہ ہمارے پریس والے اس طرف بھی اپنی بھرپور توجہ دیں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ نظام بڑا فرسودہ ہے۔ اور جناب سپیکر آپ جانتے ہیں کہ میں پولیس پر بے جا تنقید نہیں کرنا چاہتا ہوں لیکن پولیس بھی وقت کے ساتھ ساتھ انحطاط کا شکار ہوتی چلی گئی ہے۔ ہمیں اس بات کا بڑا دکھ ہے اور اس بات کی ذمہ داری ہر حکومت قبول کرتی ہے۔ آج کی حکومت وقت اس بات کی ذمہ داری قبول کرتی ہے۔ ٹھیک ہے' اگر پولیس بتدریج انحطاط کا شکار ہوتی گئی ہے تو ہم کم از کم اس کو مزید انحطاط سے بچائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک وزیر اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے یہ میری ذمہ داری ہے لیکن میں ایسے Fresh blood بھی ساتھ ساتھ ڈھونڈتا ہوں جہاں پر کم از کم ہم ایسے لوگوں سے فوری طور پر نجات حاصل کریں اور نئی نسل Fresh blood کو ان کی جگہ لے کر آئیں اور وہ لوگ جو کہ سالہا

سال سے بد سے بدترین ہوتے چلے گئے ہیں، ان کی جگہ اچھے لوگوں کو لگائیں۔

میں عدالتی نظام پر بھی بے جا طور پر تنقید کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ آپ پولیس کی بات کریں، آپ غنڈہ گردی کی بات کریں، آپ قتل و غارت کی بات کریں۔ اپ دیگر معاشرتی برائیوں کی بات کریں۔ اگر پولیس کو آگے لگا کر ہم کوئی کام لے بھی لیں، تو آپ دیکھئے کہ ایسے وہ لوگ جو کہ بہت ہی گھناؤنے قسم کے جرائم کرتے ہیں، اگلے روز ان کی عدالتوں میں ضمانتیں بھی ہو جاتی ہیں اور اس کے بعد چھ ماہ، سال یا دو سال بعد مقدمے چلتے ہیں اور اس کے بعد وہ لوگ بری بھی ہو جاتے ہیں۔ تو جب تک لوگوں کو فوری انصاف نہیں ملے گا میں سمجھتا ہوں کہ یہ قتل و غارت اور لاقانونیت کا جو دور دورہ ہے۔ اس کو ہم ختم نہیں کر سکتے ہیں۔ میں نے اس سلسلہ میں جناب وزیراعظم پاکستان سے رابطہ قائم کیا، میں نے خود جا کر ان سے یہ ساری بات کی ہے ان کو میں نے تمام صورت حال سے آگاہ کیا ہے۔ اور انہوں نے مجھے بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ تم اپنی سفارشات لے کر میرے پاس آؤ، اگر قانون کے اندر یا آئین کے اندر بھی ترمیم کی ضرورت ہو گی تو میں وہ خود کراؤں گا جناب سپیکر! میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے آج اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ سب سے بڑی Priority جو ہے وہ Law & Order ہو گی۔ اس کو ٹھیک کرنا ہو گا۔ اور مجھے پورا یقین ہے کہ میرے اس معزز ایوان کے معزز اراکین اس کام میں میرے برابر کے شریک ہوں گے۔

جہاں تک انتظامیہ کا تعلق ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انتظامیہ کے اندر بھی اچھے لوگ موجود ہیں، بڑے لوگ بھی موجود ہیں۔ اور ہم انشاء اللہ اس کا بھی ساتھ ساتھ حساب و کتاب لیتے رہیں گے بلکہ انشاء اللہ بہت جلد آپ یہ دیکھیں گے کہ انتظامیہ کے اندر جو فرض شناس، دیانتدار اور محنتی ، قابل افسران ہیں، ان کے اور غیر دیانتدار اور بددیانت افسران کے درمیان ایک حد فاصل کھینچ دی جائے گی۔ ہم صاف ستھری سیاست کے ساتھ ساتھ اپنے عوام کو صاف ستھری انتظامیہ بھی دینا چاہتے ہیں-----

جناب سپیکر: Time extended for fifteen minutes

جناب وزیر اعلیٰ: اور انشاء اللہ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، کہ اگر

ہماری نیت نیک ہے تو ہمیں اللہ تعالیٰ اس میں ضرور کامیابی عطا فرمائے گا۔ (آمین) ہم مسائل سے دو چار ضرور ہیں، لیکن اس کے حل سے ہم لاچار نہیں ہیں اور انشاء اللہ حل کریں گے، اگر ہم نے تمام چیزوں کی بات کی ہے ان کی نشاندہی کی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کو حل کرنے میں بھی ہم انشاء اللہ پیچھے نہیں رہیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ اس معاشرے کے سبھی طبقے اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے اور ہمارے شانہ بشانہ قدم بڑھائیں گے۔

جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ اگر میں بجٹ کی دیگر تفاصیل کی طرف جاؤں تو بہت وقت درکار ہے۔ لیکن ایک بات کی مجھے بڑی خوشی ہے کہ پنجاب کی حکومت نے ایک ایسا بجٹ بنایا ہے کہ جس کا عام آدمی پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔ لیکن ہمیشہ کے لئے اپنے ذہن میں یہ بات بٹھانا بھی مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ حکومت اگر ترقیاتی عمل نہیں کرے گی ترقیاتی کام نہیں کرے گی۔ تو پھر تو اور بات ہے۔ لیکن اگر ترقیاتی کام کرنے ہیں، اور ایک بڑا ترقیاتی پروگرام بنانا ہے تو پھر اس کے لئے رقم بھی درکار ہے۔ میں اس بات کو بخوبی مانتا ہوں کہ ہمارے ہاں بدعنوانی رچ بس گئی ہے۔ یہاں پر میرے وزراء کرام بھی بیٹھے ہیں، جن کو میں اکثر و بیشتر کہتا رہتا ہوں کہ آپ کے محکمے میں بہت بدعنوانی ہے اور اس بدعنوانی کا کوئی سدباب کیجئے۔ ہمیں روایتی طریقے پر اس میں کام نہیں کرنا، بلکہ ہنگامی بنیادوں پر کام کرنا ہے، اور جب تک ہم اس میں انقلابی تبدیلیاں نہیں لے کر آئیں گے تو کام نہیں چلے گا۔ اور میں آج بھی یہی بات ذہن میں رکھے ہوئے ہوں، کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی وزیر یا وزیر اعلیٰ اپنے اقتدار کے اندر زیادہ مدت گزار لیتے ہیں تو اس کا ذہن بھی اکثر تقریباً اپنی افسر شاہی جیسا ہو جاتا ہے، لیکن یقین مانئے ہمارا ذہن ابھی تک اسی طرح ترو تازہ ہے جس طرح میں پہلے دن یہاں پر آیا تھا۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں نے بھی وقت کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کو تسلیم کر لیا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ، یہ بات نہ آج تک میرے ذہن میں آئی ہے اور نہ ہی انشاء اللہ کبھی آئے گی۔ میں آج بھی اپنے وزراء سے یہ کہتا ہوں کہ بھائی آپ کے محکمے کے اندر جو بدعنوانی ہے اس کا خاتمہ کیجئے اور میں یہ بات بھی ماننے کے لئے تیار ہوں کہ ہمارے ہاں جو بجٹ میں مختلف محکموں کے لئے رقومات رکھی جاتی ہیں، جیسے ہمارے National Building Departments جو ہیں آپ دیکھیں میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ

میں غلط نہیں ہوں اگر میں یہ کہوں کہ کم از کم اصل رقم کا پچاس فیصد ضائع ہو جاتا ہے یا لوگوں کی جیبوں میں چلا جاتا ہے' باقی پچاس فیصد بمشکل تعمیراتی کام پر لگتا ہے۔ میں نے اپنے محنتی اور قابل وزیر خزانہ کو یہ کام سونپا ہے' ان سے میں نے یہ کہا ہے کہ جس طرح سے آپ نے اپنے دور کے اندر تعلیمی اداروں میں داخلہ کے لئے میرٹ سسٹم بہت موثر طریقے سے رائج کروایا ہے' یا اس کو آپ نے بڑے اچھے طریقے سے چلایا ہے' اسی طرح آپ وزیر خزانہ بھی ہیں اور آپ اپنے محکمے کے اندر تمام محکمے جو پنجاب گورنمنٹ کے ہیں ان کے اندر آپ کفایت شعاری رائج کریں۔ اور یہ کفایت شعاری پرانے طریقے سے نہیں بلکہ انقلابی طریقے کے ساتھ لے کر آئیے' یہ کام میں نے ان کے سپرد کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ وہ اس میں ضرور بہتر نتائج دکھائیں گے' اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ جب ہم یہ محسوس کریں کہ ہاں ہم نے بدعنوانیوں کو کافی حد تک کنٹرول کیا ہے اور جو سرکاری فنڈز ہیں بلکہ سرکاری بھی نہیں پبلک کے جو فنڈز ہیں ان کا صحیح استعمال اب ہونا شروع ہو گیا ہے' تو پھر جب ہماری ضروریات بڑھتی رہیں گی تو پھر ہمیں ٹیکس بھی بڑھانے پڑیں گے' تو یہ نہ سمجھ لیجئے کہ اگر اس سال ٹیکس نہیں لگایا' پچھلے سال ٹیکس نہیں لگا تو آئندہ بھی ٹیکس نہیں لگے گا۔ اگر ہماری ضروریات جائز ہیں اور ہم عوام کو پینے کا پانی بھی دینا چاہتے ہیں تو عوام کو ہم روٹی بھی دینا چاہتے ہیں' ہم ان کو روزگار بھی دینا چاہتے ہیں ان کی پڑھائی کے لئے سہولیات بھی دینا چاہتے ہیں' ان کو صحت کی سہولتیں بھی دینا چاہتے ہیں' ان کے لئے سڑکیں بھی دینا چاہتے ہیں' ان کے لئے بجلی بھی دینا چاہتے ہیں تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ ان تمام چیزوں کو ان محدود وسائل کے اندر رہتے ہوئے پورا کرنا ناممکن ہے۔ اس کے لئے Justification ہے' اور انشاء اللہ اگر اس کے لئے Justification ہوئی تو وہ تمام باتیں جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے اس پر عمل کریں گے ورنہ اگر Justification نہ ہوئی اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خود Corrupt ہیں' پیسہ خود کھا جاتے ہیں تو پھر نئے ٹیکس لگانے کا کوئی جواز نہیں۔ میں تو اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔ لہذا میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ جب نئے ٹیکس لگانے کی بات کرتے ہیں تو ہم پہلے اپنے اندر جو خرابیاں ہیں جو Corruption ہے اس کو پہلے ختم کریں' پھر نئے ٹیکس لگانے کا جواز پیدا ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ وزیر خزانہ اس بات کا بڑی سختی کے ساتھ نوٹس لیں گے۔

جناب سپیکر! دوسری تفاصیل میں گئے بغیر' میں چند ایک اہم امور پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو قومی مالیاتی کمشن ہے۔ قومی مالیاتی کمشن جو کہ پچھلے کئی سالوں سے بنا ہوا اور ابھی تک اپنا ایوارڈ نہیں دے سکا۔ ہم نے وفاقی حکومت سے یہ کہا ہے کہ قومی مالیاتی کمشن یعنی نیشنل فنانس کمشن کو جلد اپنی میٹنگ کرنی چاہیئے اور جلد ایوارڈ دینا چاہیئے تاکہ صوبے با اختیار ہو کر اپنے معاملات صحیح طور پر چلائیں' کیونکہ اس سلسلے میں اختیارات خاصے ضروری ہیں اور ان کے لئے جب تک یہ ایوارڈ نہیں دیا جاتا تب تک ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم صحیح طور پر Function نہیں کر رہے تو یہ زور دینے کے بعد غالباً" اب اسی مہینے کی 8 تاریخ کو میٹنگ ہے' اور اس میں مجھے انشاء اللہ یقین ہے' کہ وفاقی حکومت اس کا ایوارڈ دے گی اور اس کا فیصلہ کرے گی اس کے بعد انشاء اللہ یہ وسائل ہمیں صحیح معنوں میں دستیاب ہونگے اور باقی صوبوں کا بھی یہی مطالبہ ہے اور ہمارا بھی یہی مطالبہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مجھے یہ یقین ہے کہ وفاقی حکومت اس سلسلے میں صوبائی حکومتوں کے ساتھ بھرپور تعاون کرے گی اور ایوارڈ دے گی۔ میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ ماضی کے اندر ہمارے اوپر کیا زائد بوجھ پڑتا رہا یا کیا کچھ ہوتا رہا' میں سمجھتا ہوں کہ اس سے صوبائیت کا تاثر ملتا ہے جس میں میں ہرگز ملوث نہیں ہونا چاہتا۔

کالا باغ ڈیم

جناب سپیکر! کالا باغ ڈیم کوئی پنجاب کا ڈیم نہیں یہ کسی بھی صوبے کے مفاد کے خلاف نہیں لیکن پاکستان کے حق میں ہے اور اگر یہ کسی صوبے کے مفاد کے خلاف نہیں ہے اور پاکستان کے حق میں ہے اور پھر اس کا کوئی متبادل بھی نہیں ہے تو پھر اس کو لگنا چاہیئے۔ اس کو بننا چاہیے۔ جناب والا! اگر کالا باغ ڈیم نہیں بنتا تو ہمارے کھیت ہرے نہیں ہو سکتے' ہماری زمینوں کو پانی نہیں مل سکتا' ہمارے ٹیوب ویلوں کو بجلی نہیں مل سکتی' ہماری فیکٹریاں نہیں چل سکتیں اور ہمارے عوام کو روزگار نہیں مہیا ہو سکتا۔ ہمارے ملک کی زرعی اور صنعتی پیداوار نہیں بڑھ سکتی۔ جب پیداوار نہیں بڑھے گی تو ہماری برآمدات میں اضافہ نہیں ہو گا برآمدات نہیں بڑھیں گی تو ہمارے ملک کی آمدنی نہیں ہو گی اور اگر آمدنی نہیں ہو گی تو ہمارے ترقیاتی کام نہیں ہونگے۔ اگر تو کالا باغ ڈیم کا کوئی متبادل ہے تو پھر ہمیں پتہ چلنا

چاہیے تاکہ ہم وہاں پر جا کر بات کر سکیں' لیکن اگر کوئی متبادل نہیں ہے تو پھر کیوں اس کو التواء میں ڈالا جا رہا ہے۔ اس کو فوری طور پر بنانا چاہیئے۔۔ ورنہ اگر یہ ڈیم نہ بنا تو اس سے اس ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ ہم صوبائیت کی بات نہیں کرتے اگر کسی اور صوبے میں اس طرح کی بات ہوتی تو ہم اپنے آپ کو اس میں ملوث نہیں کرنا چاہتے' ہم اس سے گریز کرتے ہیں' لیکن اپنے حقوق کو اچھی طرح سے پہچانتے ہیں۔ لیکن ہم اپنے حقوق پر کوئی قربانی نہیں دیں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے حقوق کا یہ تقاضا ہے کہ کالا باغ ڈیم کو جلد از جلد بنایا جائے۔

جناب سپیکر! حالیہ بارشوں اور خراب موسمی حالات کی وجہ سے جو ہمارے کاشت کاروں کو جو ہمارے زمینداروں کو نقصان پہنچا ہے' میں ایک دفعہ پھر ان کے دکھ اور اس مصیبت میں برابر کا شریک ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ اس میں جیسے ہی حالات سامنے آئے اور اس طرح کے موسمی حالات کا ہم نے مشاہدہ کیا تو اسی وقت ہم نے وفاقی حکومت سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا۔ یہ بات اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے کہ ہمارے کاشت کاروں کو بہت نقصان پہنچا ہے' اور ان کے حقوق کے لئے ہم پہلے سے ہی کوشش کر رہے ہیں اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے اوپر کوئی مہربانی نہیں کوئی احسان نہیں ہے بلکہ ان کا یہ حق ہے اور اب بھی میں اس بات کا قائل ہوں کہ کاشتکاروں کو ان کی زرعی اجناس کا صحیح معاوضہ نہیں ملتا اور اوپر سے اگر اس طرح کی آفت آجائے تو یہ تو پھر بہت ہی افسوس ناک بات ہے۔ لہٰذا کاشت کاروں کے اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے میں نے وفاقی حکومت سے فوری رابطہ کیا' ابھی کچھ دن پہلے یعنی رمضان شریف کے دنوں میں کاشتکاروں کی ایک کانفرنس ہوئی وہاں پر کاشتکاروں نے اپنے مسائل کا ذکر کیا' اس میں ایک بہت بڑا مسئلہ تھا اور وہ چاول کی فصل کی صحیح قیمت نہ ملنے سے متعلق تھا۔ اس مسئلے کو ہم پہلے سے بھی بڑا اہم سمجھتے تھے اور یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ چاول کی فصل کی جو آمدنی ہے وہ کسانوں کو' زمینداروں کو صحیح طور پر نہیں ملتی جس کی وجہ سے باسمتی کی پیداوار دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے۔ اور آپ پچھلے سالوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کر کے دیکھیے تو آہستہ آہستہ یہ باسمتی کی فصل بالکل ختم ہوتی جا رہی ہے لیکن بین الاقوامی منڈی میں حکومت پاکستان اس سے بہت زیادہ زرمبادلہ کماتی ہے تو زرمبادلہ جب وہ کماتی ہے تو بہت بڑا منافع حکومت پاکستان کے حصے میں آتا ہے تو میں یہ

سمجھتا ہوں کہ باسمتی ایک اہم فصل ہے جو پاکستان کے لئے بہت بڑا زرمبادلہ کمانے کا ذریعہ بنتی ہے لیکن یہ فصل آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے اور اس کا رجحان نیچے کی طرف ہے تو پھر یہ جو اتنی بڑی رقم جو حکومت پاکستان کماتی ہے کیا اس کا جائز حصہ جو ہے وہ کاشتکاروں تک نہیں پہنچنا چاہیئے۔ میں نے اس سلسلے میں وفاقی حکومت سے رابطہ کرتے ہوئے وہاں اس بات پر زور دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے باسمتی کی قیمتوں میں اس سال ایک ریکارڈ اضافہ ہوا ہے جس کی سابقہ کسی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی لیکن یہ اس لئے تھا کہ اگر ہماری یہ باسمتی کی جو فصل ہے یہ آہستہ آہستہ ختم ہو گئی تو نہ حکومت پاکستان کو وہ زرمبادلہ ملے گا نہ یہاں ہماری آمدنی بڑھے گی اور پھر ظاہر بات ہے کہ وہ کاشتکار جو باسمتی اگاتے ہیں ان کا بہت برا حال ہو گا۔ تو قومی نقطہ نظر کے تحت ہم نے یہ تمام جو چیز ہے اس پر غور کیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں حالیہ بارشوں سے اس علاقے میں جب زیادہ نقصان ہوا ہے تو میں نے فوری طور پر جناب وزیراعظم سے ملاقات بھی کی۔ ان سے رابطہ بھی قائم کیا اور انہوں نے بھی بڑا مثبت رویہ اختیار کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے بڑی خوشی ہے میں ان کو بھی اس سلسلے میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جونہی میں نے ان سے رابطہ کیا تو فوری طور پر انہوں نے ان اقدامات کا بندوبست کیا اور آپ نے جو یہاں ہاؤس کے اندر ایک کمیٹی بنائی تھی اس کمیٹی کے ساتھ بیٹھ کر ہم نے تمام چیزوں کو طے کیا اور وزیراعظم صاحب کا جو خط آیا ہے اگر یہاں پہلے وزیر زراعت یا وزیر مال نے نہیں پڑھا تو میں تھوڑا سا اس کو پڑھ کر آپ کی خدمت میں سناتا ہوں۔

آوازیں: وقت بڑھا دیں۔

MR.SPEAKER: Time is further extended for fifteen minutes.

وزیر اعلیٰ: تو میں وزیراعظم کا خط آپ کی خدمت میں پڑھ کر سناتا ہوں۔

CHIEF MINISTER:—

My dear Nawaz Sharif,

The report of the damage caused by unusuai rains in Punjab at the end of the last Rabi contained in your D.O. letter dated 11th June, 1987 is very distressing.I agree with you that the prospects of very good crop were unfortunately marred by un-expected change in the weather conditions, but I am glad that the Government of the Punjab responded to the situation with promptness and compassion. I appreciate the steps you have taken to alleviate the sufferings of poor peasants. I can assure you that you will find the Federal Government more than willing to provide all help to the poor people affected by this calamity. Your proposals for Federal assistance have been given a very serious consideration and I have issued the following directives to the concerned Federal agencies for immediate relief to the calamity affected areas declared as such by the Government of the Punjab:-

Recovery of agriculture loans advanced by the Commercial Banks, ADBP and Federal Bank for Cooperatives for Rabi should be deferred for one year without any interest for panalty........ ______. ...... Loanees will not be treated as defaulters for the purpose of securing loans for Kharif crop. WAPDA shall defer recovery of electricity bills during Kharif 1987 (April to September) without leavy of surcharge. This facility will extend to rain affected areas where no canal supply is available. WAPDA shall make recommendations regarding mode of recovery of arrears and whether any category of arrears should be written off. Central Zakat Council should increase allocation to Punjab for disbursement amongst Mustahqeen of the affected areas and the disbursement will be made by District Zakat Committee after determining the eligibility of affected persons.I hope the above measures coupled with the relief already provided by the Government of the Punjab will enable the farmers totideover their present difficulties.

اس کے ساتھ ساتھ جو پنجاب کی حکومت پہلے ہی اقدامات اٹھا چکی ہے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ جب کسی علاقہ کو آفت زدہ قرار دیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ بہت ساری رعایتیں دی جاتی ہیں میں نے وزیراعظم صاحب سے کہا میں نے کہا کہ جو آپ نے ان کو مزید قرضہ جات سود پر دیں گے تو اس میں براہ کرم آپ یہ دیکھیں کہ یہ بہت بڑی رقم ہو گی کیونکہ پنجاب کے اندر بہت نقصان ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ جتنی بھی رقم آپ مانگیں گے میں اس کے لئے دوں گا اور اب مجھے یقین ہے انشاء اللہ کہ فیڈرل انجینیئرز جو ہیں وہ بہت جلد فیلڈ میں کام شروع کر رہی ہیں اور انشاء اللہ کاشتکاروں کو صحیح Compensation ضرور ملے گا۔

جناب سپیکر! آپ نے چونکہ فرمایا ہے کہ آپ خود بھی بولنا چاہتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کا زیادہ وقت نہ لوں۔ آپ دو دفعہ پہلے ٹائم بڑھا چکے ہیں۔ میں آپ کا ایک دفعہ پھر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اس معزز ایوان کے معزز اراکین کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے بجٹ کے اس اجلاس کو انتہائی کامیاب بنایا ہے اور مجھے یقین ہے انشاء اللہ کہ آئندہ بھی وہ اسی جذبے کے ساتھ اجلاس میں تشریف لایا کریں گے اور حکومت کو تجاویز' حکومت کے اوپر جائز تنقید' تعمیری تنقید کریں گے جس کو میں ہمیشہ Welcome کروں گا۔ میں حزب اختلاف کے اراکین اور حزب اختلاف کے لیڈر کا بھی بہت شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے واقعی بڑی تعمیری تنقید کی ہے اور حکومت کو جو تجاویز دی ہیں وہ بہت اہمیت کی حامل ہیں اور میں نے جو خلوص کا ذکر کیا تھا پہلے بھی کہ جہاں جہاں واضح خلوص مجھے اس میں نظر آیا ہے میں ان کے لئے دل کی گہرائیوں سے شکرگزار ہوں۔ میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں پاکستان پائندہ باد

چودھری گل نواز خان وڑائچ : جناب والا! اسمبلی سٹاف کے لئے تنخواہ کا اعلان فرما دیں۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! یہ ہمیشہ روایت رہی ہے کہ جب بھی بجٹ سیشن ختم ہوتا ہے تو بجٹ سیشن کے خاتمے پر جناب وزیر اعلیٰ اسمبلی سیکرٹریٹ کے عملے کو ایک مہینے کی تنخواہ بطور اعزازیہ دیا کرتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ وہ بڑی محنت کرتے ہیں اور

رات کو 10, 12 بجے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: راہی صاحب آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی بات جناب قائد ایوان نے سن لی ہے۔

رانا پھول محمد خاں: وہ تو پہلے بھی دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر کی اختتامی تقریر

جناب سپیکر: اور رانا صاحب نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ وہ تو پہلے بھی دیا جاتا ہے۔ تو جناب قائد ایوان' جناب قائد حزب اختلاف' معزز خواتین و حضرات! میں صرف چند منٹ میں اپنی بات مکمل کروں گا۔ ایک ماہ قبل یہ اسمبلی کا بجٹ اجلاس شروع ہوا اور اس میں ہم نے 22 نشستیں کی ہیں۔ اس دفعہ اجلاس میں چند ایک باتیں جو ہیں وہ خاص طور پر میں نے جن کو نوٹ کیا ہے ان کا یہاں میں ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ اسمبلی کا یہ بجٹ اجلاس جو سب سے اہم ترین اجلاس ہوتا ہے اس میں ہماری پنجاب اسمبلی کی اگرچہ بے حد ننھی منی سی اپوزیشن ہے لیکن انہوں نے اس قدر بھرپور انداز میں اس بجٹ اجلاس میں Participate کیا ہے' اس قدر مثبت انداز میں انہوں نے Participate کیا ہے اور اس قدر تعمیری سوچ کے ساتھ اور مفاہمت کے جذبے کے ساتھ انہوں نے اس اجلاس میں شرکت کی ہے جس پر میں انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

معزز اراکین! میں یہ کہنا چاہتا ہوں اور مجھے اجازت دیجئے کہ اس دفعہ معزز اراکین نے اس اجلاس کے موقع پر جس طرح ھاؤس کا آرڈر اور ھاؤس کا Decorum Maintain کرنے میں میرے ساتھ تعاون کیا ہے یہ اپنی مثال آپ ہے۔ یقین جانیئے کہ اس دفعہ مجھے زبردست Improvements نظر آئی ہیں اور بہت کم مواقع ایسے آئے ہیں کہ میں نے کسی معزز رکن کو کہا ہو کہ وہ اپنے نشست پر تشریف رکھیں اور انہوں نے میری بات نہ مانی ہو۔ اس حد تک کہ جناب رانا پھول محمد خان صاحب نے بھی اور جناب فضل حسین راہی نے بھی اس دفعہ اس اجلاس کے موقع پر میری ہر بات کو مانا ہے اور میں ان کا بھی بے حد مشکور و ممنون ہوں۔

معزز حضرات! اس اجلاس میں میں نے ایک چیز اور نوٹ کی ہے کہ اس دفعہ وزراء

حضرات نے اپنے محکمہ جات کو سوالات میں اور کٹوتی کی تحاریک میں پہلے سے زیادہ بہتر انداز میں Defend کیا ہے اس پہ کوئی تالیاں بجانے والا نہیں ہے۔ حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس دفعہ پچھلے اجلاسوں کے مقابلے میں ہمارے وزراء کرام نے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اور میں اس پہ ان کی کارکردگی کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

معزز خواتین و حضرات! ہم نے یہاں بائیس نشستوں میں ضمنی بجٹ پر تین روز بحث کی سالانہ بجٹ پہ دس روز بحث جاری رہی۔ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا اپوزیشن کے تعمیری کردار کا اور ہمارے وزارت قانون اور پارلیمانی امور کے تعمیری کردار کا اس دفعہ اس اسمبلی کی تاریخ میں پہلی دفعہ واقعہ ہوا ہے کہ ہمیں Gullotine استعمال کرنے سے اجتناب کرنا پڑا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ معمولی بات نہیں ہے کہ اپوزیشن اپنی جگہ پہ بجٹ پاس ہوتے دیکھ کے اپنی ضد پہ ڈٹی رہے اور وہ اس بات پہ ڈٹے رہیں کہ ہم نے بجٹ کو اس انداز میں پاس نہیں ہونے دینا اور حزب اقتدار اپنی اکثریت کے بل بوتے پر ان کی کسی بات کو ماننے کے لیے تیار نہ ہو اور وہ اپنی جگہ پر ڈٹی رہے۔ یہ باتیں اکثر دیکھنے میں آتی ہیں لیکن اس دفعہ حزب اختلاف اور حزب اقتدار کے تعاون سے پنجاب اسمبلی میں جو بات دیکھنے میں آئی ہے یہ بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ اس لیئے میں نے اس کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ Gullotine جو اس دفعہ استعمال نہیں کرنا پڑی یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے جس کا کریڈٹ پنجاب اسمبلی کو جاتا ہے۔

حکومت نے ایوان میں پانچ بل پیش کیے جن میں سے پنجاب فنانس بل 1987ء منظور کر لیا گیا اور باقی چار متعلقہ مجالس قائمہ کو برائے غور پیش کر دیے گئے۔ پرائیویٹ ممبر کی طرف سے صرف ایک بل موصول ہوا جسے ایوان نے پیش کرنے کی اجازت نہیں دی۔ کل 1910 سوالات موصول ہوئے اور چونکہ یہ بجٹ اجلاس تھا اس لیے صرف تین روز کے لیے وقفہ سوالات کیا گیا لہذا صرف 90 سوالات کے جوابات دیئے جا سکے جب کہ 1820 سوالات ہنوز زیر التوا ہیں۔ ہم نے اس ایوان میں پانچ قراردادیں بھی منظور کیں۔ 54 تحاریک استحقاق ہمارے پاس آئیں، اور 54 کی 54 ایوان نے نپٹا دیں۔ تحاریک التوائے کار 25 نپٹائی گئیں۔ حکومت نے ایوان کی میز پر چار رپورٹیں رکھیں۔ یہاں یہ بات میں ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ جناب قائد ایوان' آپ کی اس دفعہ ایوان میں موجودگی نے اور اکثر موجودگی نے ایوان کی

کارروائی کو بہت زیادہ مفید بنایا اور جس انداز میں آپ ایوان کی کارروائی میں حصہ لے رہے ہیں یہ بات انتہائی قابل تحسین ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ آئندہ بھی ایوان کی کارروائی میں حصہ لیتے رہیں گے اور اس میں اپنی شرکت کو اور زیادہ موثر اور زیادہ فعال بنانے کی کوشش کریں گے۔ ایک بات میں اور عرض کرنی چاہتا ہوں کہ اس دفعہ جو پنجاب اسمبلی کے لئے قابل فخر بات ہے کہ سارے اجلاس میں صرف ایک دفعہ کورم ٹوٹا ہے باقی کسی نشست میں کورم نہیں ٹوٹا اور یہ آپ کی طرف سے بہترین کارکردگی کا اور اسمبلی کی کارروائی میں بھرپور حصہ لینے کی غمازی کرتا ہے۔

میں یہاں یہ بات بھی کرنی چاہتا ہوں کہ قائد حزب اختلاف نے اپنی ذاتی شرافت کی وجہ سے اور اپنی سوجھ بوجھ کی وجہ سے ایوان کی کارروائی میں بھرپور انداز میں Participate کیا اور اس کو موثر بنایا اور یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قائد ایوان اپنے حسن اخلاق سے اپنے تدبر اور اپنی فراست اور اپنی رواداری سے جس انداز سے نئی اچھی روایات قائم کر رہے ہیں اور جس انداز میں صوبے کے عوام کی خدمت کر رہے ہیں وہ بھی انتہائی قابل تحسین ہے۔ میں ایک چیز کا ذکر یہاں کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے میرے ساتھ جس انداز میں تعاون کیا ہے میں اس کے لئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صدر نشستوں کی جماعت جن کو سپیکر خاص حالات کے لیے نامزد کرتا ہے کہ جب سپیکر موجود نہ ہو ڈپٹی سپیکر صاحب بھی موجود نہ ہوں تو اس وقت صدر نشینوں کی جماعت کے جو چیئرمین حضرات ہیں' جن میں سے اکثر میں کوشش کرتا ہوں کہ سب کو نمائندگی دی جائے اور میں کوشش کرتا ہوں کہ خواتین کو بھی ہر دفعہ نمائندگی دی جائے۔ اور جن کو نمائندگی نہیں دی جا سکی' میں انشاء اللہ تعالیٰ کوشش کروں گا کہ اگلے اجلاسوں میں ان کو نمائندگی دوں تاکہ ان کو یہاں صدارت کرنے کا موقع ملے اور ان کو موقع ملے کل کے سپیکر بننے کا اور ان کو موقع ملے کل کے ڈپٹی سپیکر بننے کا اور یہاں اس اجلاس کو صدارت کرنے کا۔ تو اس میں میں یہ آپ سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ خصوصی طور پر جب پینل آف چیئرمین کے لوگ یہاں صدارت کر رہے ہوں تو چونکہ ان کو زیادہ تجربہ نہیں ہوتا' قواعد و انضباط کار سے واقفیت نہیں ہوتی اس لیے براہ کرم پینل آف چیئرمین کے اراکین جب صدارت کر رہے ہوں تو اس وقت ہاؤس کے وقار اور ہاؤس کے آرڈر کو زیادہ سے زیادہ بہتر رکھنے کی کوشش کیجئے۔

اور خصوصی طور پر میں یہ عرض کروں گا کہ جب کوئی معزز خاتون صدارت کر رہی ہوں تو یہ آپ کے لیئے لازم ہے کہ آپ اس خاتون کے احترام میں ھاؤس کے وقار کو لازمی طور پر قائم رکھیں۔

معزز خواتین و حضرات! چند ایک چیزیں ایسی ہیں جن میں میں نے پہلے بھی معزز اراکین کی رائے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور میں نے قائد ایوان کی رائے بھی اس میں حاصل کی ہے' اور میں ان کا ممنون ہوں کہ قائد ایوان نے مجھے اس سلسلے میں تعاون کا یقین دلایا ہے اور قائد حزب اختلاف نے بھی تعاون کا یقین دلایا ہے وہ یہ ہے کہ ہم پنجاب اسمبلی کی طرف سے ایک ایوارڈ کا سلسلہ شروع کرنا چاہتے ہیں۔ جس میں ہم سب سے پہلے پنجاب اسمبلی کی طرف سے دو بہترین پارلیمنٹیرین کو ایوارڈ دینا چاہتے ہیں' یا آپ کہہ سکتے ہیں کہ ایک بہترین تقریب کا انعقاد کر کے گولڈ میڈل کی شکل میں ہم ان کو ایوارڈ دینا چاہیں گے۔ ان میں آپ کی رائے' اور اس سلسلے میں جو formalities ہیں ان کو طے کرنے کے لیے آپ کی معاونت اور رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اس میں میری یہ تجویز بھی ہے کہ ہم بہترین پارلیمنٹیرین کی تصاویر کو بھی پنجاب اسمبلی کی لابی میں' پنجاب اسمبلی کی گیلری میں آویزاں کریں گے تاکہ دوسرے لوگوں کو اس سے Incentive ہو' اور وہ خیال کریں کہ ایک اچھے Parliamentarian کے نقش قدم پر ہم بھی چلیں تاکہ کل کو ہم بھی ایک اچھے Parliamentarian ثابت ہو سکیں۔ اس کے ساتھ ہم نے یہ سوچا ہے کہ ممبرز اور پارلیمانی سیکرٹری اچھے پارلیمانی بن سکتے ہیں اور ان کو ایوارڈ بھی مل سکتے ہیں اور ان کی تصاویر بھی آویزاں ہو سکتی ہے' لیکن وزراء کرام اچھے پارلیمانی نہیں بن سکتے اس لئے کہ انہوں نے صرف اپنے محکمہ جات کو Defend کرنا ہوتا ہے اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمارے وزراء جو وقفہ سوالات میں سوالات کے اچھے جوابات دیں گے' جو Cut motions پر اپنے محکمہ جات کو بہترین انداز میں Defend کریں گے اور جو حکومت کو اپنے معاملات میں بہترین انداز میں Defend کریں گے ان وزراء میں سے ہم ایک وزیر کو اچھے Parliamentarian کا اعزاز اور میڈل دیں گے اور ان کی تصاویر کو بھی آویزاں کریں گے۔ آرڈر پلیز' اور اس کے علاوہ ہم آج پنجاب اسمبلی میں ایک اور ایوارڈ کا بھی اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ پنجاب اسمبلی کی کارروائی کو بہترین انداز میں اس کی Coverage کرنے پر ہم اپنے قومی اخبارات کو

ایک ایوارڈ دینا چاہتے ہیں گولڈ میڈل دینا چاہتے ہیں' جس طرح بہترین Parliamentarian کو گولڈ میڈل دیں گے ویسے ہی ہم اس اخبار کو گولڈ میڈل دیں گے جو پنجاب اسمبلی کی کارروائی کو نہایت خوبصورت انداز میں موثر انداز میں اور مثبت انداز میں اس کی Coverage کریں گے۔

معزز خواتین و حضرات ! میں آخر میں قائد ایوان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں' میں قائد حزب اختلاف کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں' معزز حضرات میں آپ کا شکرایہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور معزز خواتین میں آپ کی Contribution کے لئے اور آپ کے تعاون کے لئے آپ کا بے حد شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں' آپ ذرا حوصلہ کیجئے' اور میں پریس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب اسمبلی کی کارروائی کو قومی اخبارات میں موثر انداز میں پیش کیا' میں ریڈیو پاکستان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب اسمبلی کی کارروائی کو قوم کے سامنے بہترین انداز میں پیش کیا' اور پاکستان ٹیلی ویژن کے بارے میں بھی مجھے امید ہے کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان ٹیلی ویژن پنجاب اسمبلی کی کارروائی موثر انداز میں ضرور نشر کرے گا' ہماری ان سے بات ہوئی ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کی روشنی میں خبرنامہ میں پنجاب اسمبلی کی کارروائی کو آپ کے ناموں کے ساتھ ٹیلی کاسٹ کریں گے یا خصوصی بلٹن میں پنجاب اسمبلی کی کارروائی میں حصہ لینے والے معزز اراکین کے نام آئیں گے۔ مجھے امید ہے کہ پاکستان ٹیلی ویژن پاکستان کے سب سے بڑے اجتماع پنجاب اسمبلی کو نظرانداز نہیں کرے گا اور ہماری خواہش کے مطابق وہ اس کو مناسب Coverage دے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی میں گیلریز میں بیٹھنے والے Officials کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ وہ گیلری میں بیٹھ کر ہمارے منتخب نمائندگان کی تند و تیز باتیں سنتے ہیں اور بعض دفعہ ان کی طرف سے تنقید بھی سنتے ہیں' اور وہ گیلری میں بیٹھے رہے اور یہاں پر موجود رہے اور ان کے بیٹھنے سے مجھے امید ہے کہ عوامی نمائندگان کی باتیں اور ان کی آراء ان تک براہ راست پہنچیں اور ان سے وہ استفادہ کر سکتے ہیں۔ میں یہاں اسمبلی سیکرٹریٹ کے سٹاف کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں' اسمبلی سیکرٹریٹ کا جو سٹاف ہے انہوں نے اپنا دن رات وقف کئے رکھا اور انہوں نے ہمارے پنجاب اسمبلی کے معزز اراکین کو بہتر سے بہتر سہولتیں دیں' انہوں نے پنجاب اسمبلی کی کارروائی کو بہتر انداز میں چلانے کے لئے Assistance مہیا کی' ان کا بھی میں بے حد مشکور

ہوں اور مجھے امید ہے کہ جناب چیف منسٹر میری بات ختم ہونے پر پنجاب اسمبلی سیکرٹریٹ کے لئے حسب سابق ایک ماہ کی تنخواہ کا اعلان فرمائیں گے، بہت بہت شکریہ مہربانی۔

جناب وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر آپ نے فرما دیا ہے اس کو اعلان ہی سمجھیں۔

اجلاس کے اختتام کا اعلان

جناب سپیکر: جی شکریہ! اب میں جناب گورنر صاحب کا آرڈر پڑھ کر سناتا ہوں۔

In exercise of the Powers conferred by artical 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan 1973, I, Makhdoom Muhammad Sajjad Hussain Qureshi, Governor of the Punjab, hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab with effect on and from Tuesday the 2nd of July 1987, after the termination of the Sitting of the Assembly on that day.

(اس مرحلہ پر اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت تک ملتوی ہو گیا)